ازالۃ الخفاء

عن خلافۃ الخلفاء

مترجم

تالیف

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح

مقام خلافت، خلفاء راشدین رض کے فضائل و مناقب، تفضیل حضرات شیخین رض، صحابہ کرام رض کے مراتب، خلفاء راشدین رض کے کارنامے، نیز امور خلافت سے متعلق تمام اہم اور معرکۃ الآراء مسائل پر مدلل بحث

قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

قارئینِ "ازالۃ الخفاء" کے لئے خوشخبری

"ازالۃ الخفاء" کا اصل فارسی متن سب سے پہلے ۱۲۸۶ھ میں منشی جمال الدین خان صاحب مدار المہام ریاست بھوپال نے شائع فرمایا تھا، اور اس کی تصحیح حضرت محمد احسن صدیقی نانوتوی رحمہ اللہ نے تین قلمی نسخوں کی مدد سے فرمائی تھی لیکن یہ تینوں نسخے ایک جگہ سے نامکمل تھے یعنی حصہ اوّل کی آٹھویں فصل کا مقصدِ دوم غائب تھا جس میں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے تفضیلِ شیخین رضی اللہ عنہما پر دلائلِ عقلیہ تجویز فرمائے تھے۔ چنانچہ حصہ دوم کے آخر میں مولانا نانوتوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"خاتمۃ الطبع :۔ احقر محمد احسن عرض کرتا ہے کہ بوقتِ طباعت جو کتابیں (مخطوطے) موجود تھیں ان میں سے صرف ایک کتاب میں مقصدِ اوّل کی عبارت یہاں تک دستیاب ہوئی، اور باقی کتابوں (قلمی نسخوں) میں اس سے بھی تین ورق کم تھے۔ سیاقِ عبارت اور مصنف رحمہ اللہ کی عادت سے کہ خاتمۂ رسائل کے موقع پر جابجا لکھتے ہیں "ہذا آخر ما اردنا ایرادہ" وغیر ذلک، معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقصد کچھ ناتمام رہ گیا ہے۔ فقیر کو بہت تلاش کے باوجود یہ تتمہ دستیاب نہ ہوا۔ ناظرین سے امید ہے کہ اگر کہیں اس کا نشان مل جائے تو اس میں اضافہ فرمادیں اور فقیر کو بھی اطلاع کردیں ...."

گویا تقریباً سو سال سے "ازالۃ الخفا فارسی" کے تمام مطبوعہ نسخوں اور اس کے تراجم میں یہ حصہ ناتمام چلا آرہا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ اس کتاب کے ناشر کو عرصۂ دراز سے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی تصانیف سے گہرا شغف رہا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ مطالعہ کے دوران راقم کو یہ گمشدہ حصہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی بعض تصانیف میں پورا کا پورا مل گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ اس حصہ پر نظرِ ثانی کرکے یا اس کا اختصار کرکے "ازالۃ الخفا" میں شامل کرنا چاہتے تھے لیکن اس کا موقع نہ مل سکا۔

اب ہم اس گمشدہ حصہ کا فارسی متن مع اردو ترجمہ "ازالۃ الخفا" جلد دوم کے آخر میں شامل کر رہے ہیں۔ اس طرح ان شاء اللہ تعالیٰ "ازالۃ الخفا" کا وہ حصہ جو تقریباً سو سال سے ناتمام چلا آرہا تھا اب مکمل ہوجائے گا اور قارئین و محققین کی تشنگی دور ہوگی۔

اس مقصد کے لئے "ازالۃ الخفا" جلد دوم کا دوسرا ایڈیشن ملاحظہ فرمائیے جس کو "قدیمی کتب خانہ" بعد نظرِ ثانی و اضافہ شائع کر رہا ہے۔

معراج محمد

مہتمم، قدیمی کتب خانہ ـــ کراچی

اِزَالَۃُ الخَفَاء

عَن خلافۃ الخلفاء

مترجم

تالیف حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ

مترجمہ

مولانا اشتیاق احمد صاحب دیوبندی

جلد سوم

قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

فہرست مضامین

ازالۃ الخفاء (مترجم)

جلد سوم

ازالۃ الخفاء

عن

خلافۃ الخلفاء

جلد سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقصدِ دوم[۲]

در ذکر جملۂ صالحہ از آثار ومناقب خلفائے اربعہ
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کہ بہ نقل
مستفیض ثابت شدہ و قدر مشترک در
ہر بابے بتواتر رسیدہ و در صدرِ مقالہ
باید دانست کہ مقصود بیانِ مجرد سرد قصص
ایشان نیست بلکہ استقراء جزئیاتِ قصص
و انتقال ازاں بکلیات فضائلے کہ بآں
تشبہ بالانبیاء علیہم السلام من حیث نبوتہم
بظہور رسد یا لوازمِ خلافتِ خاصہ کہ اقصے
سعادتے کہ امتیاں را میسر می شود ہماں
تواند بود بآں خصال متحقق گردد ایّا
ماشئت نقل و تقریب ایں قصص
باصل مقصد موقوف است بر تقدیم
سہ نکتہ۔

نکتۂ اولیٰ در بیان صفاتے کہ پیغامبر را از جہت
پیغامبری حاصل می شود باید دانست کہ اصل نبوت
پیغامبرانِ اولی العزم ارادۂ حق ست تبارک و تعالیٰ
لطف بر بندگانِ خود و تقریبِ ایشان بخیر و تبعید ایشاں
از شرور رفعِ ظلماتِ مظالم از ایشان

محاسن ومناقب خلفاءِ اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے
متعلق ایسی صاف و دلنشین باتوں کے بیان میں جو کہ نقلِ مُستفیض
سے ثابت ہیں اور ہر باب میں جو قدر مشترک ہے وہ تواتر کے مرتبہ
کو پہنچا ہوا ہے۔ ابتداءِ کلام میں ہی یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ہمارا
مقصود صرف اِن حضرات کے قصّے بیان کرنا نہیں ہے بلکہ جزئیاتِ
قصص کو زیرِ غور و فکر لانا اور اُن سے منتقل ہونا ہے اُن کُلّیاتِ
فضائل کی جانب کہ جن سے ان کا انبیاء علیہم السلام کے ساتھ
ان صفات میں تشبّہ عیاں ہوجاتے جو اُن کی نبوّت کی
حیثیت سے تعلق رکھتی ہیں یا (یوں کہہ لیجیے کہ) لوازم
خلافتِ خاصہ کا جن خصال سے تحقق ہوتا ہے جو اس سعادت
کا منتہا ہو سکتی ہیں جو کسی نبیؑ کے اُمتیوں کو میسر ہو جائیں جو کچھ
دل چاہے کہہ لیجیے (بات ایک ہی ہے) اور ان قصص کو اصل
مقصد سے قریب لانا اس پر موقوف ہے کہ پہلے تین نکتے بیان
کردیئے جائیں۔

پہلا نکتہ اُن صفات کے بیان میں جو پیغمبر کو پیغمبری
کی حیثیت سے حاصل ہوتی ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ اولوالعزم پیغمبروں
کی نبوّت کے لئے جو بنیادی چیز ہے وہ اللہ تبارک وتعالیٰ
کا اپنے بندوں پر لطف کرنے کا ارادہ ہے کہ ان کو خیر سے
قریب اور شر سے بعید کردے اور جو مظالم ان سے

بواسطہ بعث پیغامبرے ازمیانِ ایشان و اعلاء کلمۃ او و اظہار حجج او و شائع گردانیدن علم او کما قال سبحانہ هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ الآیۃ وکما ورد فی الحدیث القدسی اَنَّ اللّٰهَ نَظَرَ الی اھل الارض فمقتھم عربھم وعجمھم الا بقایا من اھل الکتاب وانما بعثتک لابتلیک وابتلی بک الحدیث[1] و از لوازم نبوت و بمنزلہ اجزاء او تمیز این شخص ست کہ پیغامبری او خواستہ اند از سائر افراد بشر در ہر دو قوتِ نفسِ ناطقہ اعنی قوتِ عاقلہ و قوتِ عاملہ والیہ الاشارۃ فی قولہ تعالیٰ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ پس خدائے تعالیٰ پیغامبر را بفضل و نعمتِ خود بے سابقہ عملی در قوتِ عاقلہ زیادتی عطا می فرماید کہ بسبب آں وحی از جانبِ غیب بروے نازل مے شود و جنت و نار و ملائکہ را مشاہدہ مے نماید و واقعاتِ عجیبہ بصورِ مثالیہ مے بیند و بسوئے ایں قوت اشارت واقع شدہ است۔

[1] شرح ایں حدیث در جلد اول ذیل تفسیر آیت ۵ گزشت ۱۲

سرزد ہوتے رہیں ان کی تاریکیوں کو رفع کردے ایک ایسے پیغمبر کے ذریعہ سے جس کو ان ہی میں سے منتخب کرکے مبعوث کرے اور اس کی بات کو اونچی کرے اور اس کی حجتوں کو غلبہ عطا فرمائے اور اس کے علوم کو (عوام میں) شائع کردے جیسا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ الخ (۶۲ : ۲) وہی ہے جس نے (عرب کے) ناخواندہ لوگوں میں اُن ہی (کی قوم) میں سے (یعنی عرب میں سے) ایک پیغمبر بھیجا جو اُن کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو (عقائد باطلہ و اخلاقِ ذمیمہ سے) پاک کرتے ہیں الخ اور جیسا کہ حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف دیکھا تو سب کو ناپسند کیا ان میں کے عرب کو بھی اور عجم کو بھی بجز کچھ اہلِ کتاب کے جو اپنے اصل دین پر باقی رہ گئے تھے اور میں نے تجھ کو پیغمبر بنا کر بھیجا تاکہ ان سے تیری اور تجھ سے اُن کی آزمائش کراؤں، آخر حدیث تک: اور نبوت کے لوازم میں سے اور بمنزلہ اس کے اجزاء کے ہے اس شخص کا جس کو پیغمبر بنانا مقدر ہوچکا ہے تمام افرادِ بشر سے ممتاز ہونا نفسِ ناطقہ کی دونوں قوتوں میں یعنی قوتِ عاقلہ میں بھی اور قوتِ عاملہ میں بھی اور اسی کی طرف اشارہ ہے حق تعالیٰ کے ارشاد اَللّٰهُ اَعْلَمُ الخ (۶ : ۱۲۴) میں "یعنی اس موقع کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے جہاں وہ اپنا پیغام بھیجتا ہے"؛ تو خدا تعالیٰ اپنے فضل و نعمت سے پیغمبر کو کسی سابقہ عمل کے بغیر قوتِ عاقلہ میں زیادتی عطا فرماتا ہے کہ جس کے سبب سے جانبِ غیب سے اس پر وحی نازل ہوتی ہے اور وہ جنت و دوزخ اور ملائکہ کا مشاہدہ کرتا ہے اور عجیب واقعات کو مثالی صورتوں میں دیکھتا ہے اور اسی قوت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے

در حدیث الرؤیا الصالحۃ جزءٌ من ستۃ واربعین
جزءًا من النبوۃ وہمچنین در قوتِ عاملہ او مددے
می دہند کہ بسبب آں سَمتِ (ہیئۃ الخیر) صالح نصیب او شود
واجتناب از معاصی ودرعایتِ آداب مراعات* وتدبیر
منازل وسیاستِ مدینہ بوجہے کہ ازاں خوب تر
صورت نہ بندد وبروئے کار آید وخلق شجاعت
وسخاوت وکفایت وعدالت وشناختنِ مصلحت
ہر وقتے از استقامت قوتِ عاملہ حاصل مے
شود وکمال ایں قوت مُفضی مے گردد بعصمت
وبسوئے ایں قوت اشارہ واقع شدہ است
در حدیث السمتُ الصالح جزءٌ من
خمسۃٍ وعشرین جزءً من اجزاء
النبوۃ۔ وچوں ہر دو قوۃ علی الوجہ الذی ینبغی
مہذب شوند واز جانب غیب برائے ہر یکے مددے
فرود آید در مجاری امور شخص برکات بسیار بظہور
می آید کہ احصائے آں متعذر است۔ آما نکتۂ ف سہل
التناول کہ جامع آں برکات باشد بگوئیم اگر
خواہی کہ بشناسی صفاتِ نبی را فرض کن
کہ چہار شخص را در یک تن جمع کردہ اند ونام
آں مجموع نبی گذاشتہ اند بادشاہی کہ بالطبع
والمرتبہ بادشاہِ عالم شدہ باشد نہ برسم یعنی
بادشاہے کہ ظلِ نفسِ ناطقہ او بر مردمان مے
افتد وبسببِ آں ظل التیامی وانتظامے
درمیان افراد بشر حادث مے شود

ف نکتہ شناخت نبی صلے اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث میں کہ رؤیا صالحہ ایک جزو ہے نبوت کے چھیالیس[۴۶] اجزاء میں سے۔ اور اسی طرح اس کی قوتِ عاملہ کو مدد دیتے ہیں کہ جس کے سبب اس کو خیر کی سنجیدہ وضع وقطع نصیب ہو جاتی ہے اور معاصی سے بچے رہنا اور عبادات میں آداب کی کامل مراعات اور تدبیر منازل اور سیاستِ مدینہ کا ظہور اُس سے ایسی بہترین صورت کے ساتھ ہوتا ہے جس سے کوئی اُونچا درجہ نہیں ہوتا۔ اور شجاعت وسخاوت اور کفایتِ (امور مہمہ) وعدالت اور ہر وقت کے مناسب مصلحت کا پہچاننا یہ سب اخلاقِ (عالیہ) قوتِ عاملہ کی استقامت سے حاصل ہو جاتے ہیں اور اس قوت کا کمال پہنچ جاتا ہے عصمت پر اور اسی قوت کی طرف اس حدیث میں اشارہ واقع ہوا ہے کہ سنجیدہ وضع ایک جزو ہے نبوت کے پچیس[۲۵] اجزاء میں سے۔ اور جب دونوں قوتیں ایسی صورت کے ساتھ جو مناسب ہے مہذب ہو جاتی ہیں اور غیب کی جانب سے ہر ایک قوت کے لئے مدد نازل ہو جاتی ہے تو اس شخصِ (مقدس) کے تمام امور کے اجزاء میں اتنی زیادہ برکتیں ظہور میں آتی ہیں کہ ان کا احاطہ دشوار ہے۔ اب ہم ایک نکتہ جو آسانی سے ذہن نشین کر دینے والا اور جو کہ ان برکات کا جامع ہے کہدینا چاہتے ہیں۔ اگر تم نبی کی صفات کو پہچاننا چاہتے ہو تو یہ فرض کر لو کہ چار شخصوں کو ایک تن میں جمع کر دیا اور اس مجموعہ کا نام نبی رکھ چھوڑا ہے۔ ایک[۱] ایسا بادشاہ ہے جو طبیعت اور مرتبہ کے اثر سے عالم کا بادشاہ بن گیا ہو رسمی طور پر نہیں (کہ وہ کسی بادشاہ کا مثلاً بیٹا تھا جس کے مرنے کے بعد تخت نشین بنا دیا گیا) یعنی ایسا بادشاہ ہو کہ اس کے نفسِ ناطقہ کا ظل لوگوں پر پڑتا ہے اور ظل کے سبب سے افراد بشر کے درمیان

* در عبادات

وہر یکے بر جائے خود قرار گرفتہ درمیانِ ایشان ترتیبے مناسب پدید مے آید کہ بسببِ آن ترتیب وحدتے بظہور انجامد و بآں وحدت مدینہ نام ایشان گردد از انواع اہلِ قلم وسپاہیان و مدبّرانِ جیوش وسیاست کنندگانِ مُدن و مزارعان و تجّار وغیرہم پس اگر اجتماع و ترتیب درمیانِ ایں فرق متحقق نہ بود بسبب ظلِ نفسِ ناطقہ او کہ برایشان اُفتادہ در ضمن افعال واقوال او از سرِنو مدینہ متحقق گردد اگر متحقق بود بکمالِ خود رسد و ہر نابایستے کہ در وے ہست زائل گردد قصہ کوتاہ ہرچہ درین بادشاہ بالمرتبہ مے باید از بخت و حکمت و عدالت و شجاعت وکفایت و سخاوت وغیر آن ہمہ در نبی مشاہدہ کن قال اللہ تعالیٰ وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ و حکیمے کہ در حکمتِ عملی فائق شدہ

ایک خانہ پُری اور ایک تنظیم پیدا ہو جاتی ہے اور ہر ایک کے اپنی جگہ پر متمکن ہونے سے ان کے درمیان ایک مناسب ترتیب ظہور میں آجاتی ہے کہ اس ترتیب کے سبب سے ایک خاص وحدت انواع (مختلفہ) اہلِ قلم و سپاہیوں اور افواج کی تنظیم قائم رکھنے والوں اور شہروں میں ضبط و نظم قائم رکھنے والے حکّام اور مزارعین و تاجرین وغیرہم سے مل کر وجود میں آجاتی ہے اور اس وحدت کے اعتبار سے اس پر مدینہ (یا شہر) کا اطلاق ہونے لگتا ہے تو اگر ان (مذکورہ بالا جماعتوں) میں اجتماع و ترتیب پہلے موجود نہیں تھی تو اب بسبب اُس بادشاہ کے نفسِ ناطقہ کے ظِل کے جو اُن پر اُس کے افعال و اقوال کے ضمن میں پڑا ہے تو (اس کے اثر سے بہ ترتیب موجود ہو کر) مدینہ (یا شہر) از سرِ نَو وجود میں آجائے گا۔ اور اگر (یہ اجتماع و ترتیب بادشاہ سے پہلے) موجود تھی تو اَب اپنے کمال کو پہنچ جائے گی اور جو غیر مناسب چیزیں اس میں آچکی تھیں وہ زائل ہو جائیں گی۔ قصہ مختصر (جس طرح اس بادشاہ کی طبیعت کے اثر سے ایک خاص تنظیم اور حُسنِ انتظام وجود میں آیا اسی طرح) مرتبہ کے لحاظ سے بخت اور حکمت و عدالت اور شجاعت و کفایتِ (امورِ مہمہ) و سخاوت وغیرہ (اوصاف کا ظہور ہوگا) ان سب اوصاف کو نبی میں مشاہدہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ الخ (۸: ۶۳) اور (اللہ) نے ان کے قلوب میں اتفاق پیدا کر دیا اور اگر آپ دنیا بھر کا مال خرچ کر لیتے تب بھی ان کے قلوب میں اتفاق پیدا نہ کر سکتے لیکن اللہ ہی نے ان میں باہم اتفاق پیدا کر دیا۔" (دوسرا شخص) ایک دانشور (صاحبِ حکمت) ہے جو کہ حکمتِ عملی میں سب سے بلند

علم اخلاق و تدبیر منازل و سیاستِ مدن نیک شناختہ و بر علمِ آنہا اکتفا نہ نمودہ بلکہ ہمہ ایں صفات تحققاً و تخلقاً در وے نمایان شدہ و آثارِ آں صفات حِیناً فَحِیناً از وے می تراود و درمیانِ مردم شائع می شود کہ کُلُّ اِنَاءٍ یترشح بما فیہ قال اللہ تعالےٰ یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ط و در قرآنِ عظیم ہر جا ذکر پیغامبرے آمدہ اٰتَیْنٰہُ الْحِکْمَۃَ مقرونِ اوست۔

و۳ صوفی مرشدے کہ در زمرۂ صوفیان نشستہ مصدرِ کراماتِ عجیبہ و خوارقِ غریبہ گشتہ و بقوتِ ارشادِ خود و تاثیرِ صحبتِ خود بادپیمایانِ بادیہ ضلال را راہِ نجات نمودہ بعد ازاں کہ سالہا تہذیبِ نفس خود بطاعات و ریاضات کردہ و از اشباح آنہا پے بارواح آنہا بردہ و مقاماتِ عُلیہ و احوالِ سنیہ کسب فرمودہ چنانکہ در مقاماتِ مشائخ ما قدس اللہ اسرارہم خواندہ باشی قال اللہ تعالےٰ وَیُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ۔

و۴ جبرئیلے کہ جارحہ از جوارح تدبیر الٰہی شدہ و واسطہ اخذ علوم حقہ از منبع العلوم گشتہ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَہُمْ وَیَفْعَلُوْنَ

مرتبہ ہو کر علم اخلاق اور گھریلو تدابیر اور شہری سیاست کو خوب پہچان چکا ہے اور صرف ان کے علم پر اکتفا کئے ہوئے نہیں ہے بلکہ یہ تمام صفات اس سے متحقق اور اس کی جبلت سے نمایاں ہوتی رہتی ہیں اور ان صفات کے آثار وقتاً فوقتاً اس سے مترشح ہوتے اور لوگوں کے درمیان شائع ہوتے رہتے ہیں۔ برتن میں جو کچھ ہوتا ہے وہی اس سے چھلکتا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ الخ (۲: ۲۶۹) وہ جس کو چاہتے ہیں حکمت عطا فرما دیتے ہیں اور جس کو حکمت عطا کی گئی اس کو در حقیقت بڑی خیر کی چیز مل گئی۔ اور قرآن عظیم میں جس جگہ کسی پیغمبر کا ذکر آیا ہے اٰتَیْنٰہُ الْحِکْمَۃَ (کہ ہم نے اس کو حکمت عطا کی) بھی ساتھ ساتھ موجود ہے۔

(تیسرا شخص) ایک ایسا صوفی اور مرشد ہے جو صوفیوں کی جماعت میں بیٹھا ہوا ہے اور اس سے عجیب و غریب کرامتوں اور خوارقِ عادت کا صدور ہو رہا ہے اور اپنی قوتِ ارشاد اور تاثیرِ صحبت سے گمراہی کی وادیوں میں بھٹکنے والوں کو نجات کا راستہ دکھا رہا ہے بعد اس کے کہ وہ برسوں تک اپنے نفس کی تہذیب عبادات اور ریاضات سے کر کے اور ان عبادات کی ظاہری صورت سے ان کی ارواح کا کھوج لگا چکا ہے اور بلند مقامات اور عمدہ احوال حاصل کر چکا ہے جیسے کہ تم نے ہمارے مشائخ قدس اللہ اسرارہم کے مقامات میں پڑھے ہوں گے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَیُزَکِّیْہِمْ الخ (۲:۶۲) اور ان کے نفوس کا تزکیہ کرتا اور کتاب اور اصولِ دانشوری سکھاتا ہے۔

(چوتھا شخص) ایک جبرئیل ہے جو کہ تدبیر الٰہی کے جوارح (آلات) میں سے ایک جارحہ (آلہ) بنا ہوا ہے اور سرچشمۂ علوم (یعنی علم الٰہی) سے علوم حقہ کے اخذ کرنے کا واسطہ بن گیا ہے لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَہُمْ وَیَفْعَلُوْنَ

مَا يُؤْمَرُوْنَ نقد حالِ او ست از جذر جبلّتِ او راہے بحظیرۃ القدس کشادہ است وازاں راہ علوم مجردۂ عالیہ بر عقل و قلب او فرو ریختہ وخفایائے عالم ملک وخبایائے عالم ملکوت پیشِ او مُتشبّح گشتہ۔

باز تامل باید کرد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چوں مبعوث شدند در ایام خود بکدام چیز اعتنار تمام فرمودند واز آثارِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چہ چیز در عالم باقی ماند دریں باب کار فرمائی حدس ذہن باید شد واز جزئیات بکلیات واز مقدمات بمقاصد انتقال باید نمود۔

باید دانست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در زمانے مبعوث شدند کہ شرک در عبادت و استعانت شیوع تمام پیدا کردہ بود اثباتِ معاد نمی کردند و عبادات را فراموش ساختہ بودند و تحریفہا در دینِ حنیفے کہ منسوب است بحضرت ابراہیم علیہ السلام داخل شدہ بود و مانند سباع بایکدیگر می جنگیدند و مثل بہائم بر یک دیگر می جہیدند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امر ابطال شرک فرمودند و اثبات مجازات نمودند و تحریفات را برانداختند و شعاعے از نفسِ قدسیہ

مَا يُؤْمَرُوْنَ (۶۶:۶) اس کا حال بن چکا ہے (یعنی وہ خدا کی نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جس کا ان کو حکم دیتا ہے اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے اس کو بجالاتے ہیں) اور اس کی اصل جبلّت (مراد خلقی بصیرت) سے حظیرۃ القدس تک (یعنی ایوانِ مقدس ملائکہ مقربین تک) ایک راہ کشادہ ہو چکی ہے اور اس راہ سے علوم مجردہ عالیہ (یعنی ذات وصفاتِ حق کے علوم) کا فیضان اُس کی عقل اور قلب پر نازل ہو رہا ہے اور عالمِ مُلک کی پوشیدہ باتیں اور عالم ملکوت کے اسرار اس کے سامنے صورت پکڑ کر آرہے ہیں۔

بعد ازیں اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو آپؐ نے اپنے زمانہ میں کس چیز پر پوری توجہ فرمائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار میں سے کیا چیز عالم میں باقی رہی۔ اِس بارے میں کام کرنے والی ذکاوتِ ذہن ہونی چاہیئے اور جزئیات سے کلیات کی اور مقدمات سے مقاصد کی طرف منتقل ہونا چاہیئے۔

جاننا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے زمانہ میں مبعوث ہوئے کہ عبادت واستعانت میں شرک پورے طور پر شائع ہو چکا تھا اور لوگ عالمِ آخرت کو نہیں مانتے تھے اور عباداتِ (الٰہیہ) کو فراموش کر چکے تھے اور دینِ حنیفی میں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب ہے بہت سی تحریفیں داخل ہو چکی تھیں اور لوگ درندوں کی طرح ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے اور جانوروں کی طرح اُچھل کر ایک دوسرے پر حملے کرتے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلا کام یہ کیا کہ شرک کو باطل کیا اور مجازات کو ثابت کیا (یعنی اعمال کی جزاء آخرت میں ضرور ملیگی) اور تحریفات کو (جو دینِ حنیفی میں داخل کر دی گئی تھیں) نکال پھینکا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نفسِ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم براز کیار قوم افتاد
آنجماعۃ دینِ حق رابفہم درست تلقی نمودند و
بہمتِ کارکشا نصرت دادند تا آنکہ راہ رشد
واضح شد واسلام از کفر ممتاز گشت ومردمان
در دینِ حق آمدن شروع کردند آنگاہ عرب
عامۃً وقریش خاصۃً بہ تعصب برخاستند
ودرپے ایذاہا افتادند آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم بقوتِ خدا دادِ خود درمقابلہ
مجادلہ ایشان استقامت فرمود ویارانِ
وے خودرا سپرِوے ساختہ از مشربِ عشق
چہ بادہا کہ نخوردند وچہ مستی ہاکہ نہ کردند۔
بعدازاں مامور شدند بہ ہجرت وجہاد بتاییدِ
الٰہی دراں باب مساعیی کہ زیادہ ازاں
مقدور بشر نباشد بجاآوردند یارانِ ہمہ
بحرکتِ ایشان متحرک وبعزیمتِ ایشان
عازم تا آنکہ فتحہا واقع شدہ ہزیمت ہا
برکفار افتاد وجاہلیت از ہم پاشید و
مظالم پامال شد وعلمی کہ باآں آشنا نبودند
درمیانِ ایشان شائع گشت وحسد و
حقدے کہ درمیانِ خودہا داشتند
نابود شد ہمہ یک دل ویک زباں بر
کلمۂ حق متفق وبر اضدادِ آں منکر
قال اللہ تعالیٰ:۔
وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ
كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ

قدسیہ سے جو شعاعیں قوم کے ذی فراست لوگوں پر پڑیں اس
جماعت نے دینِ حق کو صحیح اور درست صورت میں پالیا
اور انھوں نے نتیجہ خیز ہمت کے ساتھ مدد پہنچائی یہاں تک
کہ بھلائی کی راہ واضح ہوگئی اور اسلام کفر سے ممتاز ہوگیا
اور لوگوں نے دینِ حق میں آنا شروع کردیا۔ ایسے وقت میں
عرب عام طور پر اور قریش خاص طور پر تعصب سے مقابلہ پر آگئے
اور ایذاؤں کے درپے ہوگئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
اپنی قوتِ خداداد سے ان سب کے مقابلہ اور مجادلہ پر ڈٹ
گئے اور آپؐ کے محبین اپنی ذوات کو آپؐ کے لئے ڈھال بناکر
عشق ومحبت کا کونسا جام تھا جو نوش نہ کیا اور کونسی ایسی مستی
تھی جس کا ظہور اُن سے نہ ہوا... اس کے بعد ہجرت وجہاد پر
مامور ہوئے تو اللہ کی مدد سے اس باب میں اس قدر مساعی
بجالائے کہ اس سے زیادہ سعی انسان کی طاقت سے باہر
ہے، تمام ساتھی اُن کی حرکت سے متحرک اور اُن کی ہمت
سے مستعد ہوجاتے تھے۔ یہاں تک کہ بہت سی فتح حاصل
ہوئیں اور کفار پر بہت سی شکستیں پڑیں اور جاہلیت
پاش پاش ہوگئی اور جو ظلم کے طور طریقے جاری تھے مسل ڈالے
گئے اور وہ علم کہ جس سے لوگ آشنا نہ تھے ان کے درمیان
خوب پھیل گیا اور وہ حسد اور کینے جو ایک دوسرے کے متعلق
وہ لوگ اپنے باطن میں لئے ہوئے تھے بالکل مٹ گئے۔
سب کے سب ایک دل، ایک زبان ہوکر کلمۂ حق پر متفق،
اور جو باتیں حق کے خلاف ہوتی تھیں ان کے منکر ہوئے
اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللهِ الخ

(۳: ۱۰۳) اور تم پر جو اللہ تعالےٰ کا انعام ہے اس
کو یاد کرو جب کہ تم دشمن تھے پس اللہ تعالےٰ نے تمھارے

قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ
إِخْوَانًا روز و شب کار ایشان
ترویج علم قرآن بود و علم ایمان
یعنی ارکانِ خمسہ اسلام و علم احسان
یعنی از صور طاعات پے بارواح آں
بردن و علم شرائع از اصلاح تدبیر منازل
وسیاست مدن و آداب معاش وہریکے
را باوضاع معینہ مقید ساختن وعلم رقائق
وعلم اخلاقِ صالحہ و علم فضائل
اعمال و علم مناقب کبرائے امت وعلم معاد
و علم فتن تا آنکہ باقاصی وادانی
رسید وذکی و غبی ہمہ فائدہ
یاب شدند الا ہر بے نصیبے
کہ شقاوتِ ازلیہ اورا
از مراتبِ خیر مؤخر ساختہ
باشد و تربیتِ افرادِ بشر
فرمود و یاران دریں باب
کوشش ہا بکار بردند تا آنکہ
اہلِ بدو و سکانِ صحرا محسنان
و مقربان گشتند جزے
اللہ عز وجل ھذا النبی
الکریم و اعوانہ احسن
الجزاء وحشرنا معھم
و ادخلنا الجنۃ فی
تضاعیفھم ورزقنا رؤیتہ

دلوں میں الفت ڈال دی سو تم خدا تعالےٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہوگئے۔" رات دن ان کا کام تھا رواج دینا علمِ قرآن کو اور علمِ ایمان کو یعنی اسلام کے پانچوں ارکان کو اور علمِ احسان کو یعنی عبادات کی صورتوں سے عبادات کی ارواح کا کھوج لگالینا اور علمِ شرائع کو یعنی امورِ خانہ داری کی اصلاح (حسب رضاء حق جل شانہٗ) اور شہری سیاست اور آدابِ معاش اور (ان میں سے) ہر ایک کو اوضاعِ معینہ کے ساتھ مقید کرنا اور علمِ رقائق کو (یعنی ان چیزوں کا علم جن سے قلب میں رقت پیدا ہو) اور علمِ اخلاقِ صالحہ (یعنی جو اسوۂ نبویہؐ کے مطابق ہوں) اور علمِ فضائلِ اعمال کو اور علمِ فضائلِ بزرگانِ امت کو اور علمِ معاد کو کہ اس حیاتِ دنیویہ کے بعد کن مراحل سے گزرنا ہے) اور علمِ فتن کو (یعنی جن آنے والے فتنوں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے متنبہ فرمادیا ہے)۔ یہاں تک (ان علوم کی عام ترویج فرمائی) کہ اعلیٰ و ادنیٰ سب کو پہنچ گئے اور ذکی اور غبی سب نے فوائد حاصل کئے۔ بجز ایسے بے نصیب لوگوں کے جن کو ازلی بدبختی نے مراتبِ خیر سے پیچھے ہٹادیا ہو۔ اور یہ حضرات افرادِ بشر کی تربیت فرماتے رہے اور ان کے احباب نے اس باب میں نہایت درجہ مساعی جاری رکھیں یہاں تک کہ دیہات کے باشندے اور جنگلوں کے رہنے والے بھی محسنین اور مقربین بن گئے۔ اللہ تعالیٰ ان نبی کریمؐ اور ان کے مددگاروں کو بہترین جزا عطا فرمائے اور ہمارا حشر اُن ہی کے ساتھ کرے اور ہم کو بھی ان میں شامل کرکے جنت میں داخل کرے اور ان کی جماعت میں شامل کرکے اپنے دیدار سے مشرف فرمائے اپنے فضل وکرم سے (اس بارگاہ مقدس میں جسکے بارے

فی زمرتھم بفضلہ وکرمہ
فی مقعد صدق عند ملیکٍ
مُّقتدرٍ۔
نکتہ دوم در بیان آنکہ تشبہ غیر نبی را با
نبی چگونہ حاصل شود و اعانت پیغامبر در تحمل اعباء (اثقال)
نبوت و اتمام انچہ نصیب پیغامبر ست از تقاسیم
رحمت الٰہی چہ قسم صورت بندد اما تشبہ غیر نبی
بانبی در خصلت اُولیٰ کہ ارادہ بعثت است بآں
تواند بود کہ ارادہ الٰہی متعلق گردد بآنکہ اتمام
کارے کہ نصیب پیغامبر ست می باید کہ
در جریدہ اعمال پیغامبر ثبت شود بدست
شخصے از اُمت او کنند و ایں معنیٰ
را پیغامبر ارشاد فرماید و آں مرد دانا
بگوش باطن استماع کند نہ بگوش
ظاہر گویا ہماں ارادہ دیگر بار در خاطر
ایں عزیز گل کردہ است و الٰی
ہٰذا وقعت الاشارۃ فی قولہ تعالیٰ
وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ الآیۃ
و قولہ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْأَہٗ فَاٰزَرَہٗ عہ
قصہ استخلاف حضرت موسیٰ یوشع
را علیہما السلام و اتمام مواعید الٰہی
بر دست وے شنیدہ باشی

میں فرمایا گیا ہے) فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ
(یعنی اہلِ جنت مجلس حق میں ہوں گے شہنشاہ ذی اقتدار کے
حضور میں)۔

دوسرا نکتہ اس امر کے بیان میں کہ غیر نبی کو نبی کے ساتھ
تشبہ کیونکر حاصل ہو۔ اور پیغمبر کی اعانت کی کیا صورت
ہوگی، نبوت کے بوجھ کے تحمل اور اس امر کے پورا کرنے
میں جو پیغمبر کا حصہ ہے یعنی اللہ کی رحمت کی تقسیمات؛
اب سمجھئے کہ غیر نبی کا تشبہ نبی کے ساتھ اس بنیادی امر
میں یعنی بعثت نبی کے متعلق ارادۂ خداوندی میں (جس کا
بیان پہلے نکتہ کے شروع میں ہوچکا ہے) اس طرح ہوسکتا ہے
کہ ارادۂ الٰہی (کسی شخص کے ساتھ) اس بات کے لئے متعلق
ہو کہ اس کام کا پورا کرنا جو پیغمبر کا حصہ ہے اور جس کو پیغمبر کے
نامۂ اعمال میں درج ہونا چاہئے اس کی امت میں سے کسی
شخص کے ہاتھ سے متعلق کردیں اور اس حقیقت کو پیغمبر
ارشاد فرماتے اور وہ مرد دانا (اس ارشاد کو) باطنی کان
سے سُن لے ظاہری کان سے نہیں گویا وہی ارادہ دوسری مرتبہ
اس عزیز گل کے دل میں اُتر گیا ہے اور اسی کی طرف اشارہ
واقع ہوا ہے حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
الخ (۵۵:۲۴) تم میں جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان
سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا
فرمائے گا الخ اور اس ارشاد میں کَزَرْعٍ اَخْرَجَ الخ جیسے کھیتی کہ
اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اس کو قوی کیا الخ تم نے حضرت
موسیٰ علیہ السلام کا حضرت یوشع علیہ السلام کو خلیفہ بنانے
اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا ان کے ہاتھ پر پورے ہونے کا

عہ الشطأ فراخ النخل او ورقہ و آزرہ ای قوی الزرع بعضہ بعضاً ۱۲

واما تشبہ در زیادت قوتِ علمیہ نفسِ ناطقہ آں وجہ تواند بود کہ کسی را از اُمت محدَّث و ملہم فرمایند تا بعض بُروق غیب شعاعِ خود را در دلِ وے اندازد و ایں معنی بدو وجہ صورت پذیرد۔ یکے[۱] آنکہ بمجرد استماعِ سخن پیغامبر باصل کار متنبہّ شود گویا بے واسطہ می بیند بمثال آنکہ آئینہ از آفتاب اثر پذیر گردد و نُورِ خالص برآید و نام ایں مقام صدیقیت است و از لوازمِ او تصدیق پیغامبرست بے اکتراث و بدون طلبِ معجزہ و صحبت دائمہ بوصفِ فنا و فدا و تسلیم و رضا و اختیارِ موافقت و ترکِ مخالفت اگرچہ در ادنےٰ[۱] شئ باشد اعنی حالتے کہ در عُرف آں را عشق مُفرِط گویند و نیز از لوازمِ او تعبیر رؤیاست و موافقتِ رائے پیغامبر قبل از آنکہ پیغامبر تصریح کردہ باشد دُوم[۲] آنکہ فراستِ صادقہ نصیبِ او کنند و عقلِ او را از حظیرۃ القدس تائیدے دہند تا آنکہ غالباً اصابت کند در تحرّے خود در آنچہ ہنوز حکمِ آں فرود نیامدہ است طفیلے پیغامبرست امّا در مخادعِ[۱] قُرب راہی دارد بمثال آنکہ بادشاہ با وزیر خود مشورہ مے نماید و خادمِ وزیر از دُور اشارتِ بست شاہ می بیند و بر عرض وے اطلاع می یابد قبل از آنکہ وزیر بیانِ آں نماید و نامِ ایں

قصہ تو سن ہی لیا ہوگا۔ رہا تشبہ نبی کے ساتھ) نفسِ ناطقہ کی قوتِ علمیہ کی زیادتی میں تو وہ اس صورت سے ہو سکتا ہے کہ اُمّت میں سے کسی کو محدّث و مُلہَم فرمادیں تاکہ غیب کی کچھ بجلیاں (یعنی تجلّیات) اپنی شعاع اس کے دل میں ڈال دیں اور یہ معنی دوؔ[۲] صورتوں کے ساتھ ظہور میں آتے ہیں۔ ایک[۱] یہ کہ پیغمبر کا کلام سُنتے ہی فوراً اس کی اصل حقیقت پر متنبّہ ہو جاتے گویا کہ وہ خود اس کو (براہ راست) بے واسطہ دیکھ رہا ہے جیسا کہ آئینہ آفتاب سے اثر قبول کرے اور نور خالص کا ظہور اپنے جِسم میں ہی پائے اور اس مقام کا نام صدّیقیت ہے اور اس کے لوازم میں سے ہے۔ پیغمبرؐ کی تصدیق کرنا بلا توقف اور بغیر طلب معجزہ اور صُحبتِ دائمی فنا اور فدائیت و تسلیم و رضا کے اوصاف کے ساتھ اور مُوافقت کا اختیار اور مخالفت کا ترک اگرچہ ادنیٰ شے میں ہو یعنی وہ حالت جس کو عرف میں عشقِ مُفرِط کہتے ہیں۔ اور نیز اس کے لوازم میں سے ہے تعبیر رؤیا اور پیغمبر کی رائے سے (اس کی رائے کی) موافقت قبل اس کے کہ پیغمبر نے تصریح کی ہو۔ دوسری[۲] صورت یہ ہے کہ فراستِ صادقہ اس کو بخشی جائے اور اُس کی عقل کو حظیرۃ القدس سے مدد عطا فرمائیں یہاں تک کہ وہ زیادہ تر ایسے امور میں جن کے بارے میں ابھی تک حکم نازل نہیں ہوا اپنی جستجو میں اکثر مُصیب ہوتا ہے۔ وہ پیغمبر کا طفیلی ہے مگر نہاں خانۂ قُرب میں ایک گونہ راہ رکھتا ہے جیسا کہ ایک بادشاہ اپنے وزیر کے ساتھ مشورہ کرتا ہے اور وزیر کا خادم دُور سے بادشاہ کے ہاتھ کے اشارے دیکھ رہا ہے اور وزیر کی گزارش پر مطلع ہو جاتا ہے قبل اس کے کہ وزیر اُس کی صراحت کرے اور اس مقام

[۱] جمع مخدع بالکسر او الضم بمعنی الخزانۃ والمراد منہا ہنا المنازل ۱۲

مقام محدثیت ست و از لوازم او آنست کہ وحی بر حسبِ اجتہادِ او چندین مرتبہ نازل شود و میان ابنای جنسِ خود ممتاز باشد بآنکہ ہر چیزے را کہ ظن نماید موافق واقع اُفتد وبعد ازین مرتبہ مراتب دیگر است فرود تر مثل آنکہ حفظ کند قولِ پیغامبر را و فہم نماید و باستنباطِ درست احکام را از آنجا استخراج کند واو را راسخ فی العلم گویند اما تشبہ در زیادت قوتِ عملیہ بآں نحو تواند بود کہ عزیمتِ اعلاءِ کلمۃ اللہ در نفسِ شخص باثر نفس مبارک پیغامبر چنداں بالیدہ است کہ بر مقتضائے آں بے اختیار مندفع مے شود و نام این عزیز شہید و حواری ست یا امانت و صدق و حیا چنداں بر دلِ وے پرتو افگندہ کہ از ابنائے جنسِ خود تمیزے ظاہر حاصِلش شد و نام این عزیز امین است باز چوں تہذیب قوتِ عاقلہ و عاملہ با یکدیگر مجتمع شدہ مزاج معتدل پیدا کرد و وحدتے بہم رسانید بادشاہ بالطبع گردد و حکیم بالجبلۃ و مُرشد مکمل و این مراتب سہ گانہ غیر نبی را ممتنع نیست الا آنکہ پیغامبر دریں باب اصیل است و غیر پیغامبر شاگردِ رشید وے اما تشبہ در جبر تیلیۃ ہماں ست کہ در صدیقیت و محدثیت و غیرہ آں گفتہ شد پس

کا نام محدَّثیت ہے اور اس کے لوازم میں سے یہ ہے کہ وحی متعدد بار اُس کے اجتہاد کے مطابق نازل ہو اور وہ اپنے ساتھیوں میں اس بات میں ممتاز ہو کہ جس چیز کے بارے میں وہ کوئی گمان کرے وہ واقعہ کے مطابق نکلے۔ اور اس مرتبہ کے بعد اس کے نیچے کے درجے میں دوسرے مراتب بھی ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ قولِ پیغمبر کو یاد رکھے اور اس کو سمجھے اور صحیح استنباط کے ساتھ اس کے احکام کا استخراج کرے اور اس کو راسخ فی العلم کہتے ہیں۔ رہا قوتِ عملیہ میں زیادتی کا تشبُّہ تو وہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ کسی شخص کے نفس میں پیغمبر کے نفسِ مبارک کے اثر سے عزیمت اعلاء کلمۃ اللہ کی اس قدر بڑھ چکی ہے کہ اس کے مقتضیٰ پر (عمل کرنے کے لئے) بے اختیار ڈھل جاتا ہے اور اس عزیز کا نام شہید اور حواری ہے۔ یا امانت اور صدق و حیا نے اتنا پرتو اُس کے دل پر ڈالا کہ (ان اوصاف میں) اپنے ساتھیوں سے اُس کو کھلا ہوا امتیاز حاصل ہو گیا ہے۔ اس عزیز کا نام امین ہے۔ پھر جب (دونوں قسم کی یعنی) قوتِ عاقلہ و قوتِ عاملہ کی تہذیب ایک دوسرے کے ساتھ معتدل مزاج پیدا کر کے ایک وحدت بن جائے گی تو وہ بالطبع بادشاہ بن جائے گا اور جبلّت یعنی خصلت کے لحاظ سے حکیم اور مُرشدِ مکمّل ہو گا۔ اور یہ تینوں قسم کے مراتب غیر نبی کے لئے ممتنع نہیں ہیں مگر یہ بات ضرور ہوتی ہے کہ پیغمبر اس بارے میں اصل ہوتا ہے اور غیر پیغمبر اس کے شاگردِ رشید۔

رہا تشبُّہ جبر تیلیت میں تو وہ وہی ہے جو کہ صدیقیت اور محدَّثیت وغیرہ میں بیان کیا گیا۔

مردِ کامل صاحب سمتِ صالح است و عدالتِ کاملہ دارد و در اخلاق و تدبیر منازل و سیاست مُدن استاد خلق اللہ با آفراد بنی آدم بوجہے معاملہ می کند کہ ہمہ بسبب او مجتمع بر خیر میشوند و بروے مختلف نمی گردند و کارہائے بس بزرگ درمیانِ مسلمین بدون سَلِّ (کشیدن) سیف سر انجام میدہد و جہاد طوائفِ اُمم برائے اعلاء کلمۃ اللہ بدستورے کہ بہتر ازاں متصوّر نباشد بجامے آرد در ہر کوشش زیادہ از سعی او فتح باب میسّر می آید گویا صفت أُغْزُهُمْ نُغْزِكَ وَأَنْفِقْ فَسَنُنْفِقُ عَلَيْكَ وَابْعَثْ جَيْشًا نَبْعَثْ خَمْسَةً مِثْلَهُ۔ نقدِ حال اوست ہر شخصے را از ہزاران ہزار کہ در امرِ ملّت سعی کنند جدا جدا می شناسد و از ہر یکے کارے کہ مناسب اوست میگیرد علماً و عملاً نصرتِ دین و اعلاء کلمۃ اللہ با قصٰے ہمت مطمح نظر خود ساختہ است گویا برائے ہمیں کار مخلوق شدہ ردّ و قبول خلق را بر طاق نہادہ لَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ نقدِ حالِ اوست با اصابتِ رائے و فطانت المعیہ[1] تواں گفت کہ رائے او مرآۃ ارادہ الٰہی است امر بمعروف و نہی از منکر می نماید در ہر حالے بقدرِ آں حالت تفقّد نزدیکانِ مجلس و دور ماندگان از صحبت مے فرماید

تو یہ مردِ کامل ہیئت صالحہ والا ہے اور عدالتِ کاملہ رکھتا ہے اور اخلاق اور گھریلو تدابیر اور سیاستِ شہری میں خلق اللہ کا اُستاد ہوگا۔ افرادِ بنی آدم کے ساتھ اس صورت سے معاملہ کریگا کہ اس کے سبب سے سب لوگ خیر پر جمع ہوجائیں اور وہ اُس (امرِ خیر پر) مختلف نہ رہیں گے۔ اور یہ شخص بہت بڑے کام مسلمانوں کے درمیان تلوار کھینچے بغیر انجام دیدیتا ہے اور مختلف اُمتوں پر اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے ایسے عمدہ طور پر جہاد کرتا ہے کہ اس سے بہتر کا تصوّر نہیں کیا جاسکتا۔ اور ہر کوشش میں اُس کی سعی سے زیادہ فتوحات میں کامیابی میسّر ہوتی ہے گویا کہ أُغْزُهُمْ نُغْزِكَ الخ کا مصداق اُسی کا حال ہے (یعنی وہ وعدہ) جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے حق تعالےٰ نے فرمایا تھا کہ تو اُن سے جہاد کر ہم تیری مدد کریں گے اور تو ان پر خرچ کر ہم تجھ کو دیتے رہیں گے اور تو لشکر بھیج ہم اس سے پانچ گنا (ملائکہ کا لشکر) بھیجدیں گے وہ ہر شخص کو لاکھوں ساتھیوں میں سے جو مِلّت کے کام میں سعی کرنے والے ہیں الگ الگ پہچانتا ہے اور ہر ایک سے وہ کام لیتا ہے جو کام عِلم و عمل کے اعتبار سے اس کے مناسب ہوتا ہے۔ اُس نے دین کی مدد اور اعلاء کلمۃ اللہ کو انتہائی ہمّت کے ساتھ اپنا مطمحِ نظر بنا رکھا ہے گویا وہ اسی کام کے لئے پیدا ہوا ہے لوگوں کے ردّ و قبول کو اُس نے طاقِ (نسیاں) میں ڈال دیا ہے۔ لَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ (وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے) اس کا حال لازم ہوچکا ہے اصابتِ رائے اور بیدار مغزی کے ساتھ۔ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی رائے ارادۂ الٰہی کا آئینہ ہے، نیک کام کا حکم کرتا اور بُرے کام سے منع کرتا ہے اور قریب رہنے والوں کے اور اس کی صحبت سے دُور رہنے والوں کے سب کے ہر حال کی نگرانی اس کی حالت کے بقدر فرماتا رہتا ہے۔

[1] الیع والمعی بمعنے ذکی متوقد ۱۲

مواعظ وخطبِ او بردل می زند دانایانِ روزگار
درحق وے می گویند کہ یک ساعت صحبت
با او از عبادتِ یک سال بہتر است امّا تشبہ
او با پیغامبر در تحمل اعباء نبوت بداں وجہ
تواند بود کہ مرد جلیل القدرے کہ در مردمان
عزتے وحُرمتے دارد ودر حلّ وعقدِ
خویش از وے حساب می گیرند باقصے
مرتبہ ہمت اعلاء کلمۃ اللہ نماید بمجرّد
دخولِ او در اسلام جماعہ با او مسلمان شوند
ودستِ تعرض مُتعصّبان از مسلمین بسبب
دخولِ او کوتاہ گردد و توقع غلبہ از
خاطرِ کُفّار بجہتِ رسوخ قدم او از ہم
پاشد وچوں کافراں کمر بایذائے
پیغامبر بندند در ہر حادثہ جانِ خود را
سپر جانِ پیغامبر سازد ہر سنگے کہ بطرف
پیغامبر آید بروئے خود مے گیرد. در ہر
منشط و مکرہ (خوشی وناخوشی) رفیق پیغامبر است و
سہیم او تا آنکہ نوبتِ ہجرت وجہاد
رسید نصیب ایں عزیز در نُصرت زیادہ
از انصباء کافّہ باشد در حل وعقد و
جمع رجال ونصب قتال مشورتِ
اورا پذیرائی تمام شود و از
رُوئے مداخلتِ نمایاں در ہر
باب و ہر واقعہ محسوس گردد
یا در کارزار از ہمہ پیش قدم

اور اس کے وعظ اور خطبے دلوں میں اُترتے چلے جاتے ہیں دنیا
کے دانا لوگوں کا اس کے حق میں یہ قول ہے کہ ایک گھڑی
اس کی صحبت میں گزار دینا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔
رہا اُس کا تشبہُ پیغمبر کے ساتھ نبوت کے بھاری وزنوں
کے برداشت کرنے میں تو اس کی یہ صورت ہوسکتی ہے
کہ ایک ایسا بلند مرتبہ شخص ہے جو لوگوں میں خاص عزت و
حُرمت رکھتا ہے جو اپنے امور کی گرہ کشائی اور معاملات میں اس
کی طرف رجوع کرتے ہیں ایسا شخص اپنے مرتبہ کے مطابق
پوری ہمت کے ساتھ اعلاء کلمۃ اللہ کرے اور اس کے اسلام میں
داخل ہوتے ہی بہت سے لوگ اس کے ساتھ مسلمان ہوجائیں
اور اُس کے اسلام میں داخل ہونے کی وجہ سے بہت
سے متعصّب مخالفین کے ہاتھ مسلمانوں کی طرف بڑھنے
سے رُک جائیں اور کُفّار کے دلوں سے مسلمانوں پر غلبہ کی
توقع اس شخص کے مضبوطی کے ساتھ اسلام پر جماؤ کی
وجہ سے درہم برہم ہوجائے اور جب کفار پیغمبر کو ایذا دینے
کے لئے کمربستہ ہوں تو ہر حادثہ میں یہ شخص اپنی ذات کو پیغمبر
کی ذات کے لئے ڈھال بنادے، جو پتھر بھی پیغمبر کی طرف
آئے وہ اس کو اپنے سر پر روکے اور ہر خوشی وناخوشی کے
موقع پر پیغمبر کا رفیق اور حصہ دار ہو۔ یہاں تک کہ جب
نوبت ہجرت اور جہاد کی پہنچے تو پیغمبر کی نُصرت ومدد کے
سلسلہ میں اس عزیز کا حصہ سب کے حصّوں سے بڑھا ہے
اور امور کو سلجھانے اور لوگوں کو جمع کرنے اور قتال
کے قائم کرنے کے بارے میں اُس کا مشورہ سب کے لئے
قبول کرنے کے قابل ہو اور ہر باب اور ہر واقعہ میں اس
کی نمایاں مداخلت محسوس ہو کہ میدانِ کارزار میں

باشد یا انفاقِ اموال را وسیلۂ اِحراز (فراہمی ۱۲)
اعلاء کلمۃ اللہ سازد والعشق فنونٌ وچوں
نوبت نشر علوم آید طریقۂ روایت
آموزد و مردماں را براقراء قرآن و
روایتِ حدیث حمل نماید و اگر در مسئلہ
اشتباہ واقع شود از جماعہ صحابہؓ
سوال کردہ استخراج نصّ صاحب
شریعت فرماید و اگر اختلافے
رُوے دہد از مضیق اختلاف بفضائے
اجماع رساند ارشاد کند طریق اجتہاد
را مسدود کند طرق تحریف را و بہر
سبیل ممکن واسطۂ شود درمیان
پیغامبر و اُمّتِ او بفہم اگر مے
توانی فہمید کہ آیۃ استخلاف و آیۃ
تمکین و آیۃ قتال مُرتدین و
آیتِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّاءُ
بمنزلۂ آئینہ است اگر نیک
تأمل کنی ایں ہمہ اوصاف کہ
دریں صفحہ نوشتہ مشاہدہ
گردد۔

نکتۂ سوم در بیانِ کیفیت
توسّط خلفائے راشدینؓ درمیان
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و
اُمّتِ او باید دانست کہ ما را
بالقطع معلوم است کہ انچہ

دیکھو تو اس کے قدم آگے بڑھے ہوئے ہیں، مال خرچ کرنے کے موقع پر دیکھو تو وہ اس کو اعلاء کلمۃ اللہ اور اس کے تحفظ کا مال کو وسیلہ بنا رہا ہے غرض "العشق فنون" (عشق کے بہت سے فن ہیں) اور جب نوبت علوم کے پھیلانے کی آئی تو طریقۂ روایت سکھاتے اور لوگوں کو قرآن پڑھانے اور حدیث کی روایت پر آمادہ کرے اور اگر کسی مسئلہ میں اشتباہ واقع ہوجاتے تو صحابہؓ کی جماعت سے سوال کرکے صاحب شریعت کی طرف سے حکم صریح نکالنے کی کوشش کرے اور اگر کوئی اختلاف پیدا ہوجاتے تو اختلاف کی تنگ جگہ سے اس کو فضائے اجماع میں پہنچادے طریق اجتہاد کی رہنمائی کرے اور طریق تحریف کو مسدود کرے اور ہر ممکن طریق سے پیغمبرؐ اور اُس کی اُمّت کے درمیان واسطہ بنے۔ سمجھ! اگر تُو سمجھ سکتا ہے کہ آیتِ استخلاف (یعنی وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ الخ) (۲۴: ۵۵) اور آیتِ تمکین (یعنی اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ الخ) (۲۲: ۴۱) اور آیت قتالِ مُرتدین (یعنی یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ الخ) (۵: ۵۴) اور آیت وَالَّذِیْنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ الخ (۴۸: ۲۹) بمنزلہ آئینہ کے ہے اگر تُو اچھی طرح غور کرے گا تو یہ تمام اوصاف جو اس صفحہ میں لکھے گئے ہیں مشاہدہ ہوجائیں گے۔

تیسرا نکتہ خلفائے راشدینؓ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی اُمّت کے درمیان واسطہ بننے کی کیفیت کے بیان میں۔ جاننا چاہیے کہ یہ بات ہم کو قطعی طور پر معلوم ہے کہ جو کچھ

ما می کنیم از وضو و غسل و نماز و روزہ و زکوٰۃ و حج و تلاوت قرآن و درود و ادعیہ وغیر آں از باب عبادات و ہمچنیں طریق مناکحات و مبایعات و اقامت حدود و قضا در خصومات ہمہ ماخوذ است از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پس اوّل سلسلہ و آخر آں معلوم ائمت. و این قدر نیز معلوم است بالقطع کہ ما این معانی را بے واسطہ ازآں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اخذ نہ کردہ ایم و قرآن وحدیث بے واسطہ از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ شنیدہ پس درمیان ما و آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وسایطے متحقق است سخن دراں می گزرد کہ این وسایط کدام مردم بودہ اند و نیز این قدر معلوم است کہ در اوّلِ امر عالم بکفر و جاہلیت مشحون بود ابتداء ترویج اسلام از آنحضرت بودہ است جہاداً و تالیفاً للقلوب رفتہ رفتہ حالتے کہ مشاہدہ مے کنیم از انتشارِ مسلمین در آفاق و غلبہ بادشاہانِ اسلام کہ در ہر قطرے بروُ روئے کار آمد اوّل این سلسلہ و آخر او معلوم است سخن دراں است کہ وسایط حصُول این امر فخیم کہ در زمانِ آنحضرت بنود والحال ہست کدام عزیزاں بودند ساعتے خاطر را در تفحص این وسائط باید گماشت و اوّل

ہم از قسم عبادات کرتے ہیں وضو اور غسل اور نماز اور روزہ اور زکوٰۃ و حج و تلاوت قرآن و درود اور ادعیہ وغیرہ اور اسی طرح طریق نکاح مرد و عورت اور خرید و فروخت اور حدود کا قائم کرنا اور آپس کے جھگڑوں کے فیصلوں کے طریقے یہ سب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہیں۔ تو اس کے شروع اور آخر کا سلسلہ ہم کو معلوم ہے اور اتنی بات بھی ہم کو قطعی طور پر معلوم ہے کہ ہم نے ان معانی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بغیر واسطہ اخذ نہیں کیا اور ہم نے قرآن و حدیث بلا واسطہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا تو ہمارے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان واسطے متحقق ہیں۔ اب بات یہ رہ جاتی ہے کہ وہ واسطے کون لوگ تھے۔ اور نیز یہ بھی ہم کو معلوم ہے کہ اوّل امر میں دنیا کفر و جہالت سے بھری ہوئی تھی، دینِ اسلام کو مروّج کرنے کی ابتداء آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ہوئی بذریعہ جہاد اور تالیف قلوب کے، رفتہ رفتہ یہ حالت جس کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں یعنی دنیا میں چاروں طرف مسلمانوں کا پھیل جانا اور بادشاہانِ اسلام کا غلبہ جو کہ اطراف عالم میں موجود ہے ظہور میں آگئی اس سلسلہ کا اوّل اور آخر معلوم ہے اب گفتگو اس میں ہے کہ اس شاندار امر کے حصول میں جو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھا کون بزرگ ہستیاں واسطہ بنیں ایک ساعت کے لئے ان واسطوں کی جستجو میں اپنی قوتِ مفکرہ کو لگانا چاہیئے اور سب سے پہلے واسطوں کو اور بہت

وسائط واکثر ایشاں در توسط واعظم ایشان
در منت باید شناخت امر ملت مشابہت
تمام دارد بدیوارے کہ ہر خشتِ فوقانی
متفرع برخشتِ تحتانی است و معتمد است بر
وے تا آنکہ تفحص بأساس رسد ہمچناں ہر
قرنِ متأخر مستمد است از قرنِ متقدم و
منت قرنِ متقدم در گردنِ اوست کہ سبب
وصولِ سعادتِ دنیا و آخرت گشتہ در
فکرِ اوّل ہر یکے شیخ خود را مے داند و
کتابے میخواند بعد ازاں سرگروہ خود را مثل
ابوحنیفہؒ بہ نسبتِ حنفیاں و شافعیؒ بہ نسبتِ
شافعیاں می نامد و ہمچنین سیّدی عبدالقادرؒ
بہ نسبتِ قادریاں و خواجہ نقشبندؒ بہ نسبتِ
نقشبندیاں وخواجہ معین الدّینؒ چشتی
بہ نسبتِ چشتیاں باز سلاسلِ این
بزرگان منتہی مے شود بجُنید بغدادیؒ
ومعاصرانِ وے و ہمچنین قرّاء سبعہ
در قراءت و شیخ ابوالحسن اشعریؒ در
علمِ کلام و ثعلبیؒ و واحدیؒ وامثالِ ایشان
در تفسیر و محمد بن اسحٰقؒ در علمِ سیرت و علیٰ
ہٰذا القیاس آزیں مقام اندکے بیشتر باید رفت
وتأمل دراں باید کرد کہ ایں جماعہ ہر چند بجمعِ
علم و بہم آوردنِ انچہ پراگندہ بود از جماعہ
کثیر اخذ نمودہ بودند متصف اند اما ہر چہ
آوردہ اند از سلف آوردہ اند انچہ ماخوذ از سلف

ہے درمیانی واسطوں کو اور (ملت کو صاحب نعمت بنانے میں)
سب سے بڑا احسان جن واسطوں کا ہے ان کو پہچاننا چاہیے۔
(سمجھ لو) کہ امر ملت اس دیوار کے ساتھ پوری مشابہت رکھتا
ہے جس کی ہر اوپر والی اینٹ متفرع ہے نیچے والی اینٹ
پر اور اسی پر سہارا لینے والی ہے۔ اسی طرح نوبت بنیاد تک
پہنچ جائے گی۔ اسی طرح ہر بعد والے قرن کو اُس سے پہلے
قرن سے مدد پہنچتی رہی ہے اور اس پہلے قرن کا احسان اُس
کی گردن میں پڑا ہوا ہے جو کہ دنیا و آخرت کی سعادت کے
ملنے کا سبب بنا ہے۔ فکر کے پہلے مرحلہ میں ہر ایک اپنے
شیخ (یعنی اُستاد) کو اور اس کتاب کو جو اُس سے پڑھتا
تھا جانتا ہے۔ اس کے بعد اپنے سرگروہ (مقتدا) کا جیسے
ابوحنیفہؒ بہ نسبت حنفیوں کے اور شافعیؒ بہ نسبت شافعیوں
کے، نام لیتا ہے۔ اور اسی طرح سیّدی عبدالقادر (جیلانیؒ)
بہ نسبت قادریوں کے اور خواجہ (بہاءالدّین) نقشبندؒ بہ نسبت
نقشبندیوں کے اور خواجہ معین الدّین چشتیؒ بہ نسبت
چشتیوں کے۔ پھر ان بزرگوں کے سلسلے منتہی ہوتے
ہیں جُنید بغدادیؒ اور ان کے معاصرین پر۔ اور اسی
طرح قراءت میں قرّاء سبعہ اور علمِ کلام میں شیخ ابوالحسن
اشعریؒ اور تفسیر میں ثعلبیؒ اور واحدیؒ اور ان جیسے حضرات
اور علمِ سیرت میں محمد بن اسحٰقؒ اسی پر دیگر علوم کے ائمہ کو
قیاس کر لیا جائے۔ اب اس مقام سے ذرا اور آگے چلنا چاہیے اور
اس میں غور و فکر کرنا چاہیے کہ اس جماعت کے حضرات اگرچہ
علم کے جمع کرنے اور بکھرے ہوئے علم کو جماعتِ کثیر سے حاصل
کر کے اکٹھا کرنے سے متصف ہیں مگر جو کچھ بھی لاتے ہیں سلف
ہی سے لاتے ہیں۔ سلف سے جو کچھ ماخوذ ہے وہ بمنزلہ

است بمنزلہ لوح است و تحقیقاتِ خود ایشاں از قبیلِ تفسیر مجمل والحاق الشیٔ بالشیٔ لامرٍ جامعٍ و جمع آنچہ پراگندہ بود وبمنزلہ نقش بر لوح است وطبقۂ اُولیٰ راازوسایط می باید شناخت ومنتِ ایشاں برگردن تمام اُمت اعتقاد باید کرد. باز توسط بانواع بسیار می باشد بروایت کردن از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وبنصب علماء در ہر شہرے تا روایتِ حدیث کنند وترغیب قوم براں و تہیہ اُمورے کہ باآں گرفتنِ علم سہل گردد مثل بنائے مدارس وتعہد حالِ طلبہ وتوقیر ایں جماعۃ ومانند آں ہر حرکتے راازیں حرکات درنشرِ علم وشیوعِ اسلام دراقطار ارض دخلی ہست چوں ایں کلام مجمل بخاطر نشست اندکی مفصل ترنگارم تامعرفتِ وسائط علمِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسان گردد و آنچہ گفتہ شود دستورے باشد برائے شناختنِ آنچہ نگفتہ باشم۔

اعظم میراثے کہ از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ اُمتِ مرحومہ رسید قرآنِ عظیم است و آں تا آخر زماں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجموع در مصاحف نبود مثل آنکہ امروز منشی منشآتِ خود را یاشاعرے قصائد ومقطعاتِ خود را در بیاضہا وسفینہا در دستِ جماعہ متفرقہ گذاشتہ از

تختی کے ہے اور ان کی خود اپنی تحقیقات بطور تفسیر مجمل کے ہے اور ایسی ہے جیساکہ ایک امر جامع کے لئے ایک شئ کا دوسری شئ کے ساتھ الحاق کردیا جاتا ہے اور منتشر چیزوں کو ایک جگہ کردیا جاتا ہے اور یہ سب اس لوح پر نقوش کے مرتبہ میں ہیں۔ اور طبقۂ اُولیٰ کو درمیانی طبقات سے پہچان لینا چاہیئے اور ان کے احسان کا تمام اُمّت کی گردن پر ہونے کا اعتقاد رکھنا چاہیئے۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ واسطہ بننے کی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے سے اور ہر شہر میں علماء کے تقرر سے تاکہ حدیث کی روایت کریں اور قوم کو اُس کی جانب رغبت دلائیں اور ایسے امور کی تیاری کہ جن کے ذریعہ سے علم کا حاصل کرنا آسان ہوجائے جیسے مدرسوں کا قائم کرنا اور طلبہ کے حال کی خبر گیری کرتے رہنا اور اس جماعت کی عزت کرنا اور اس کے مانند ان حرکات میں سے ہر ایک حرکت کا زمین کے تمام اطراف میں علم کے پھیلانے اور اسلام کی اشاعت میں خاص دخل ہے۔ جب یہ اجمالی کلام دل میں بیٹھ گیا تو اب ہم چاہتے ہیں کہ اس سے کچھ زیادہ مفصل لکھ دیں تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے واسطوں کی معرفت آسان ہوجائے اور جو کچھ کہا جاتے وہ ایک معیار بن جائے اُن چیزوں کی شناخت کے لئے جو ہم نے ذکر نہ کی ہوں۔

سب سے بڑی میراث جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُمّت مرحومہ کو پہنچی ہے قرآن عظیم ہے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر زمانہ تک مصاحف میں یک جائی نہ ہوتا تھا جیساکہ آج کوئی انشاء پرداز اپنے اعلیٰ مضامین کو یا کوئی شاعر اپنے قصائد اور قطعات کو بیاضوں میں اور مکتوبات کو متفرق لوگوں کے ہاتھوں میں چھوڑ کر دنیا سے چلا جائے

عالم رود بمنزلۂ عصافیر اگر اندک بادی
بجنبد شذر مذر از ہم متفرق شوند
ہمچنیں ایں منشآت وقصاید بر شرف
تلف باشند اگر آں کاغذہا را آب برسد یا
در وے آتش بگیرد یا حامل آں بمیرد و مانندِ
اَمْس ذاہب نابود گردد شاگردے رشید
از میانِ یارانِ آں عزیز کمر ہمت
بر بندد وآں ہمہ را بہ ترتیبے مناسب
جمع کند ونسخہائے بسیار سازد و
تصحیح کامل بکار برد و در عالم متفرق گرداند
پس منّت ایں شاگردِ رشید بر گردنِ
آنانکہ ازاں منشآت واَشعار مستفید
شوند ثابت است. بہمیں دستور از
محمد بن الحسن بر ہر کہ حنفی است منّتے
ثابت است و از بُوَیطی بر ہر کہ شافعی است
منّتے در گردن وآیں جمع در مصاحف
ہمان است کہ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ بروے
منطبق شد واِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ مُبَشِّر
بادست اوّل حرکت دریں امر از صدیق اکبرؓ
بالتماس حضرت فاروقؓ بحکم شرح صدرے کہ
وے را بآں مخصوص ساختہ بودند واقع شد
بعد ازاں فاروق اعظمؓ سعیہا بکار برد
و در مواضع مشکلہ مباشر کشفِ شبہ
گشت وحمل کرد مردم را بر اخذِ
آں بعد ازاں ذی النورین

جو کہ اُن چڑیوں کے مانند ہوں گی کہ اگر تھوڑی سی تیز ہوا چل جائے تو سب اِدھر اُدھر متفرق ہو جائیں۔ اسی طرح وہ مضامین اور قصائد بربادی کے کنارے پر ہوں گے کہ اگر اُن کاغذوں پر پانی پہنچ جائے یا اُن میں آگ لگ جائے یا جس کے قبضہ میں ہیں وہ مرجائے تو گزشتہ کل کی طرح نابود اور غائب ہو جائیں۔ اگر ایک شاگرد رشید اس عزیز (ادیب اور شاعر) کے مصاحبوں میں سے کمر ہمت باندھے اور اُن سب کو ایک مناسب ترتیب کے ساتھ جمع کرے اور اس کی نقلیں کرا کر بہت سے نسخے تیار کر کے اور کامل تصحیح کا اہتمام کرے اور ان کو عالم میں شائع کردے تو اس شاگردِ رشید کا احسان اُن سب لوگوں کی گردن پر ہوگا جو ان مضامین واشعار سے استفادہ کریں گے۔ اسی دستور کے مطابق محمد بن حسنؒ کا احسان ہر اس شخص پر جو حنفی ہے اور بُوَیطی کا احسان ہر اس شخص پر جو شافعی ہے ثابت ہے اور اُن کی گردنوں پر ہے۔ اور یہ قرآن کا مصاحف میں جمع کرنا وہی ہے جس پر اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (ہم یقیناً اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں) منطبق ہے اور اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ (اور یقیناً ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کرنا اور اس کو پڑھوانا) اسی کی بشارت دینے والا ارشاد ہے۔ اس بارے میں پہلی سعی صدیق اکبرؓ سے واقع ہوئی جو حضرت فاروقؓ کے عرض کرنے سے جس پر اُن کو اسی درجہ کا شرح صدر (یعنی اطمینانِ قلب) ہوا تھا جو ان کے ساتھ مخصوص تھا انہوں نے شروع کر دی تھی۔ اس کے بعد فاروق اعظمؓ بڑی کوششوں کو کام میں لائے اور جن مقامات میں کچھ اشکال پیدا ہوتا تھا اُن شبہات کو حل کرنے میں مشغول ہوتے۔ اور اُس کی نقول لینے پر لوگوں کو اُبھارا۔ اس کے بعد

نسخہا نویسانیدہ در آفاق فرستاد وغیر آں را محو ساخت بعد ازاں اُبیّ بن کعب رض و عبداللہ بن مسعود رض و علی مرتضےٰ رض و ابنِ عباس رض در اقراءِ آں سعی بلیغ بکار بردند و ایں قرآن مجموع در مصاحف متلوّ بر اَلسِنہ کہ الحال در مشرق و مغرب منتشر ست ثمرہ مساعی جمیلۂ ایشان است باز قرآن در بعض مواضع کہ اجمال داشت ایں بزرگواران آہستہ آہستہ بتقریباتِ شتّیٰ متصدّیِ کشفِ آں اجمال گشتند بعدِ ایشان ابنِ عباس رض متوجّہ حلِّ لغتِ قرآن شد و ذکرِ اسباب نزول نمود دیگراں قدم بر قدم او رفتند تا آنکہ تعددِ نسخہا بہم رسید ثعلبی وغیر او آں ہمہ را جمع ساختہ تفسیرہا تصنیف کردند ہیچ میدانی کہ بہترین خدمتِ قرآن کدام است آنکہ در اوّلِ نزولِ قرآن از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوال ما یتعلّق بہٖ کردہ باشند تا بر حسبِ آں وحی دیگر فرود آمد چنانکہ صدیقِ اکبر رض در آیۃ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ سوالے آورد علم شریفے را سر داد کہ اَمّا اَنْتَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ فَتُجْزَوْنَ بِذٰلِكَ فِى الدُّنْيَا حَتّٰى تَلْقَوُا اللّٰهَ وَلَيْسَ لَكُمْ ذُنُوْبٌ وَاَمَّا الْاٰخَرُوْنَ فَيَجْتَمِعُ ذٰلِكَ لَهُمْ حَتّٰى يُجْزَوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اخرجہ الترمذی و فاروقِ اعظم رض در آیتِ مجملہ تحریم خمر گفت

ذی النورین رض نے بہت سے نسخے لکھوائے اور اطراف میں بھیجے اور ان کے خلاف جو لکھے ہوئے تھے ان کو محو کرایا۔ اس کے بعد اُبیّ بن کعب رض اور عبداللہ بن مسعود رض اور علی مرتضےٰ رض اور ابنِ عباس رض نے اس کو پڑھانے میں بڑی بڑی کوششیں فرمائیں اور یہ قرآن جو مصاحف میں جمع ہے جس کی زبانوں سے تلاوت کی جاتی ہے جو آج مشرق اور مغرب میں نشر ہو رہا ہے، یہ ان ہی اکابر کی قابلِ قدر مساعی کا ثمرہ ہے۔ پھر قرآن کے جو بعض مواقع ایسے تھے کہ وہ اجمال رکھتے تھے ان بزرگوں نے مختلف تقریبات پر اس اجمال کو کھول دینے کا اہتمام کیا اُن کے بعد ابنِ عباس رض حلِّ لغاتِ قرآن کی طرف متوجّہ ہوئے اور انھوں نے اسبابِ نزول کا ذکر کیا، دوسرے لوگ بھی ان کے قدم بقدم چلے یہاں تک کہ (تفسیر کے) متعدد نسخے بہم پہنچ گئے، ثعلبی رح اور دوسرے لوگوں نے ان سب کو جمع کر کے تفسیریں تصنیف کر دیں، کیا تم جانتے ہو کہ قرآن کی بہترین خدمت کونسی ہے؟ وہ یہ ہے کہ اوّل نزولِ قرآن کے بارے میں (یعنی نازل شدہ آیات کے پیشِ نظر) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اُن باتوں کا سوال کیا جائے جو اُن سے متعلق ہوں تاکہ اس کے مناسب دوسری وحی نازل ہو جیساکہ صدیقِ اکبر رض اس آیت مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ (جو شخص بُرا کام کرے گا اس کا بدلہ اس کو دیا جائے گا) کے متعلق سوال لیکر آئے (جسکے نتیجہ میں) ایک علمِ شریف ظاہر ہو گیا (آپؐ نے جواب میں یہ ارشاد فرمایا) کہ رہے تم اور سب مؤمنین تو تم کو اس کا بدلہ دنیا میں دیدیا جائیگا یہاں تک کہ تم اللہ تعالیٰ سے ایسے حال میں ملوگے کہ تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ رہے دوسرے لوگ تو ان کے گناہ جمع کئے جاتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا بدلہ اُن کو قیامت کے دن دیا جائے گا۔ اس کو روایت کیا ترمذی نے۔ اور فاروقِ اعظم رض نے تحریم خمر کی مجمل آیت کے بارے میں دُعاء کی

اللهم بيّن لنا بيان شفاء تارفتہ رفتہ اجمال بہ تفصیل انجامید و پردہ برانداختہ شد و بعد قرآن عظیم اصل دین و سرمایۂ یقین علم حدیث است و بتوسط کبرائ امت درمیانِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و امتِ او در علم حدیث بچند وجہ تواند بود یکے آنکہ روایت کنند حدیث را و بآفاق فرستند مضمونِ آن را دیگر آنکہ استخراج نمایند آں را از حاملِ آں یعنی در مسئلۂ نازلہ خلیفہ وقت جمع کند صحابہ رض را و بگوید کسے ہست درمیانِ شما کہ در فلاں مسئلہ از آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حدیثے یاد داشتہ باشد و تکرار این سوال بجدے رساند کہ حاضران بگوش خود شنوند و غائباں را خبر رسد تا حاملِ حدیث مشخص شود و اگر متفرد شدہ باشد استبراء کنند از شبہہ تا حدیث محلّ اعتماد گردد چنانکہ صدیق اکبر رض درمیراث جدّہ و فاروقِ اعظم رض درباب غرّہ (عبد یا امۃ) تحقیق فرمودند سوم آنکہ علماءِ صحابہ رض را در آفاق فرستند و ایشاں را امر نمایند بہ روایتِ حدیث و مردماں را حمل کنند بر اخذِ ایشاں چنانکہ فاروقِ اعظم رض عبداللہ بن مسعود رض را با جمعے بکوفہ فرستاد و معقل بن یسار و عبداللہ بن مغفّل و عمران بن حصین را بہ بصرہ و عبادۃ بن صامت و ابو الدرداء را بہ شام و معاویۃ بن ابی سفیان کہ

کہ اے اللہ بیان کر دیجئے ہمارے لئے (اس حکم کے بارے میں) شافی یعنی مفصّل بات۔ تاآنکہ رفتہ رفتہ اُس اجمال کی تفصیل نازل ہوگئی اور پردہ ہٹا دیا گیا۔

اور بعد قرآنِ عظیم کے جو دین کی اصل اور ایمان کا بڑا سرمایہ ہے وہ علمِ حدیث ہے اور بزرگانِ اُمّت کا واسطہ بننا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کے درمیان چند صورت کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ پہلی یہ کہ حدیث کو روایت کریں اور اس کے مضمون کو چاروں طرف بھیجیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جس کے پاس حدیث موجود ہو اُس سے نکلوائیں یعنی کسی پیش آمدہ مسئلہ کے موقع پر خلیفۂ وقت صحابہ رض کو جمع کرے اور کہے کہ تم میں کوئی ایسا شخص ہے کہ فلاں مسئلہ کے بارے میں اُس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث یاد ہو۔ اور اس سوال کو بار بار کرکے اس تک پہنچا دے کہ جس قدر لوگ موجود ہوں وہ اپنے کانوں سے سُن لیں اور جو موجود نہیں ہیں اُن کو خبر پہنچ جائے تاکہ جس کے پاس ایسی حدیث موجود ہو وہ پہچانا جائے اور اگر وہ متفرّد (یعنی اکیلا) ہو تو شبہ کی صفائی بھی پیش کرے تاکہ حدیث قابلِ اعتماد ہو جائے جیساکہ صدیقِ اکبر رض نے دادی کی میراث کے بارے میں اور فاروقِ اعظم رض نے ایک بَردے کے بارے میں تحقیق کی تھی۔ تیسری صورت یہ ہے کہ علماءِ صحابہ رض کو چاروں طرف بھیجیں اور ان کو روایتِ حدیث کا حکم دیں اور لوگوں کو اُن سے حدیث حاصل کرنے کی ترغیب دیں جیساکہ فاروقِ اعظم رض نے عبداللہ بن مسعود رض کو ایک جماعت کے ساتھ کوفہ میں بھیجا اور معقل رض بن یسار اور عبداللہ رض بن مغفّل اور عمران رض بن حصین کو بصرہ میں اور عبادہ رض بن صامت اور ابو درداء رض کو

امیر شام بود. قد عنِ بلیغ نوشت کہ از حدیثِ
ایشاں تجاوز نکنند چہارم آنکہ طریق
روایت آموزند و احتیاط دراں باب فرمایند
پنجم آنکہ عمل کنند بر حدیثے علانیہ تا آں
حدیث مجمع علیہ گردد و عملِ خلفاء مصحّح آں روایت
باشد در بسیارے از احادیث خواندہ باشی
فَعَلَ ذٰلِكَ رَسُولُ اللّٰہ صلے اللہ علیہ وسلم
وابوبکر وعمر ششم آنکہ حدیثے کہ زیادہ است
بر کتاب اللہ مثلِ حدیثِ ایمان بالقدر و
حدیثِ معراج و حدیث عذاب قبر
وغیر آں بر سر منابر اشارہ بآں حدیث
فرماید کہ فلاں حدیث و فلاں حدیث
از انجملہ ست کہ ایمان براں واجب است
ہرچند آں را در کتاب اللہ نیابند این
روایت آں ہمہ احادیث است اجمالاً و
تصحیح و تقویتِ آنست و افادہ آنکہ از
قبیلِ ضروریاتِ دین شدہ است
ہفتم آنکہ مضمون احادیث در خطب
خود ارشاد فرمایند تا اصل حدیث بآں
موقوف خلیفہ قوت یابد یارانے کہ بغورِ
سخن نمی رسند در بند آنکہ در متفق علیہ
از حضرتِ صدیق رض صحیح نہ شد مگر شش حدیث
واز فاروق اعظم رض بصحت نہ رسید مگر قریب
ہفتاد حدیث ایں را نمی فہمند و نمی دانند کہ
حضرت فاروق رض تمام علم حدیث را

شام میں۔ اور معاویہ بن ابی سفیان کو جو کہ امیر شام تھے ایک بلیغ
تنبیہ نامہ بھیجا کہ ان حدیثوں سے کبھی تجاوز نہ کریں۔ چوتھی
صورت یہ ہے کہ طریق روایت سکھائیں اور اس بارے میں
احتیاط کی ہدایت فرمائیں۔ پانچویں صورت یہ ہے کہ کسی حدیث
پر علانیہ عمل نہ کریں تا آنکہ وہ حدیث متفق علیہ ہو جائے اور
اُس روایت کا مصحّح خلفاء کا عمل بنے۔ تم نے بہت سی
احادیث میں یہ پڑھا ہوگا فَعَلَ ذٰلِكَ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم و ابوبکر و عمر (یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے ایسا کیا اور ابوبکر رض و عمر رض نے) چھٹی صورت یہ ہے کہ ایسی حدیث
جو کتاب اللہ پر اضافہ کرتی ہے جیسے ایمان بالقدر کی حدیث اور
معراج کی حدیث اور عذاب قبر کی حدیث وغیرہ ایسی حدیثوں
کی طرف منبروں پر بیٹھ کر اشارہ فرمائیں کہ فلاں حدیث
اور فلاں حدیث ان احادیث میں سے ہیں جن پر ایمان لانا واجب
ہے اگرچہ ان کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے ہیں۔ یہ ان سب
احادیث کی اجمالی روایت ہے اور اُن کی تصحیح اور تقویت
اور اس امر کا افادہ کرنے کے لئے کہ (ان احادیث میں جو
باتیں مذکور ہیں) وہ سب ضروریاتِ دین میں سے ہیں۔
ساتویں صورت یہ ہے کہ احادیث کے مضمون کو اپنے خطبوں
میں ارشاد فرمائیں تاکہ اصل حدیث خلیفہ کی اس حدیث موقوف
سے قوت پائے۔ جو دوست کہ بات کی گہرائی تک نہیں پہنچتے وہ
اس قید میں ہیں کہ حدیث کی متفق علیہ کتابوں (بخاری اور
مسلم) میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے صرف چھ حدیثیں بروایت
صحیح ثابت ہوتی ہیں اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے تقریباً
ستر احادیث سے زیادہ صحت کو نہیں پہنچیں۔ اس کو یہ لوگ نہیں
سمجھتے اور نہ جانتے ہیں کہ حضرت فاروقِ اعظم رض نے تو تمام

اجمالاً تقویت داده و اعلان نموده بعد قرآنِ عظیم و سنتِ اعظمِ علوم و اشدِّ آنہا در احتیاج علم فقہ است و اعظم توسط کُبرائے اُمّت درمیانِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم و سائرِ اُمتِ او در فقہ آنست کہ طرق اجتہاد را تعلیم فرماید مثلاً بیان کند ترتیبِ اَدِلّہ اربعہ و ترتیب سنّت بر کتاب و تخصیص عام کتاب بخاص سُنّت و حلّ مجمل کتاب بہ مفصّلِ سنّت چنانکہ صدّیقِ اکبر رضؓ و عمر فاروق رضؓ باتم وجہ دربیان آوردند باز اعظم توسط آنست کہ مسائل مجتہد فیہ را بسرحد اجماع رساند تا اختلاف از اُمّت برانداختہ شود و جمیع اُمّت را بآں مسائل حجت قائم گردد باز اعظم توسط آنست کہ در مسائل عبادات و مناکحات و مبایعات، و قضایا و سِیَر در مسائل نازلہ اجتہاد فرماید و جوابِ مسئلہ وے در آفاق مشہور شود و اقاصی و ادانی بآں راہے ادراک نمایند۔

و بعدِ فقہ اعظمِ علوم علمِ احسان است یعنی آنچہ امروز باسمِ علمِ سلوک مسمّی مے شود و قوّت القلوب و احیاء العلوم دراں مصنّف شدہ است و اعظمِ توسط کُبرائے اُمّت درمیانِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و سائرِ اُمتِ او آنست کہ بزبانِ حال و بزبانِ قال ہر دو آں علوم را و آں مقامات و احوال را

علمِ حدیث کو اجمالاً قوت پہنچائی ہے اور اعلان کیا ہے۔ قرآنِ عظیم اور حدیث کے بعد سب علوم سے بڑا اور جس کی طرف لوگوں کو سخت احتیاج ہے علمِ فقہ ہے اور فقہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی اُمّت کے درمیان، بزرگانِ اُمّت کے ..... واسطہ بننے کی یہ صورت ہے کہ طریقِ اجتہاد کو تعلیم فرمائیں مثلاً ادلّۂ اربعہ کی ترتیب بیان کریں اور کتاب اللہ پر سُنّت کا مرتب ہونا اور کتاب اللہ کے عام کی تخصیص سُنّتِ خاص سے اور کتاب اللہ کے مجمل کا حل تفصیل بیان کرنے والی حدیث سے جیساکہ صدیقِ اکبر رضؓ اور فاروقِ اعظم رضؓ نے مکمّل صورت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ پھر واسطہ بننے کی بڑی صورت یہ ہے کہ جو مسائل اجتہاد سے حل کرنے کے قابل ہیں اُن کو اجماع کی سرحد میں پہنچادیں تاکہ اُمّت سے اختلاف اُٹھ جائے اور تمام اُمت کے لئے ان مسائل میں حجّت قائم ہوجائے۔ پھر واسطہ بننے کی بڑی صورت یہ ہے کہ عبادات اور نکاح و طلاق اور خرید و فروخت کے اور مقدّمات کے فیصلوں اور سِیَر کے پیش آمدہ مسائل میں اجتہاد فرمائیں اور مسئلہ کا جو کچھ وہ جواب دیں وہ آفاق میں مشہور ہوجائے اور دُور اور نزدیک والے سب لوگ اس سے راہِ ہدایت حاصل کریں۔

اور فقہ کے بعد سب سے بزرگ تر علم علمِ احسان ہے یعنی وہ جس کو آج علمِ سلوک کہا جاتا ہے اور قوت القلوب اور احیاء العلوم جس کے بارے میں تصنیف کی گئی ہیں۔ اس سلسلہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی تمام اُمّت کے درمیان ان اکابر کے واسطہ بننے کی یہ صورت ہے کہ زبانِ حال اور زبانِ قال دونوں سے اُن علوم کی اور ان مقامات و احوال کی لوگوں کو تعلیم فرمائیں اور ان احباب کو بھی دونوں

بردمان تعلیم فرماید و ترتیب کند یاران را بہر دو زبان داز دے آں علوم در آفاق شہرت گیرند و اقاصی و ادانی ازاں مستفید شوند چنانکہ دریں کتاب باشی کثیرے از حضرت شیخین رضہ معلوم کردہ باشی و بعد ازیں مراتب علم حکمت است و بیان اخلاقِ فاضلہ و اضدادِ آں و تدبیرِ منازل و سیاستِ مُدن و قواعدِ کلیہ ایں فنون بمقتضائے تجربہ و عقل چوں ایں تفصیل را شناختی اکنوں فکر را دراں خوض فرما کہ در زمانِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں بلادِ عرب مفتوح شدہ بود نہ بلادِ عجم باز در آخر حیات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فتنہ مُسیلمہ کذاب و اسود عنسی بر خاست و صفائی اسلام را مکدر ساخت و بعد انتقالِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہ آں کدورت متزاید شدن گرفت قیام بقتالِ مرتدین کہ کرد و فتحِ فارس و روم را کہ (کدام ۱۲) بنیاد نہاد بعد ازاں توغل در فتحِ فارس و روم از کہ وجود گرفت و اتمام آں در عہدِ کدام کس واقع شد بحقیقت تمام زمین بمنزلہ مرغے بود کہ سرش عراق و دو جناحش فارس و روم و دو پایش ہند و فرنگ یا ہند و ترکستان چنانکہ ہُرمزان پیش حضرت

زبان (یعنی زبانِ حال و زبانِ قال) سے تعلیم و افاضہ کے لئے تیار کردیں اور اُن سے وہ علوم دنیا کے سب اطراف میں مشہور ہوں اور سب دُور و نزدیک کے لوگ اُن سے فائدہ حاصل کریں جیسا کہ ان کا بڑا حصہ حضرات شیخین رضہ کے بارے میں جو لکھا جا چکا ہے تم معلوم کر چکے ہو گے۔

اس کے بعد علمِ حکمت (دانشوری) کے مراتب ہیں اور اخلاق فاضلہ اور ان کے اضداد (اخلاقِ سیّئہ) کا بیان اور گھریلو معاشرت کی درستی اور شہری سیاست کا بیان ہے اور فنون کے قواعد کلیہ بمقتضائے تجربہ و عقل۔ جب تم نے اس تفصیل کو پہچان لیا اب اس میں غور و فکر کیجئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ بلادِ عرب مفتوح ہوئے تھے نہ کہ بلادِ عجم۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آخر حیات میں مُسیلمہ[1] کذاب اور اسود عنسی (مدعیانِ نبوّت) کا فتنہ اُٹھا اور اس نے اسلام کی صفائی کو مکدّر کردیا (یعنی حق کے مقابلہ پر باطل نے ابھرنا شروع کردیا) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب کہ وہ کدورت اور بڑھنا شروع ہوگئی تو مرتدین سے قتال کے لئے کون کھڑا ہوا اور فارس اور روم کی فتح کی بنیاد کس نے رکھی؟ اس کے بعد فارس اور روم کی فتح میں پوری جد و جہد کس سے وجود میں آئی اور اس کا اِتمام کس شخص کے عہد میں ہوا۔ درحقیقت تمام زمین بمنزلہ ایک مرغ کے تھی جس کا سر عراق اور اُس کے دو بازو فارس اور روم اور دو پاؤں ہند اور فرنگ یا ہند اور ترکستان تھے جیسا کہ ہُرمزان نے حضرت

[1] مُسیلمہ کذاب کے ساتھ اس کا بڑا قبیلہ بنو حنیفہ تھا جو مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ لیکن حضرت ابوبکر رضہ نے اقدام کرکے اس پر حملہ کیا۔ سخت جنگ کے بعد مسیلمہ کذاب ہلاک کردیا گیا اور اس فتنہ کا استیصال ہوا۔ اسود عنسی اسی شب میں مارا گیا جس کی صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی آپ نے اسکے قتل کا حال بحوالہ جبرئیل ؑ اصحاب رضہ کو بتادیا۔ قاصدوں کے ذریعہ سے مدینہ میں تین دن بعد اطلاع پہنچی ۱۲ مترجم

فاروق رض بیان نمود سرِ آں مرغ کہ کوفت و دو بازوے اورا کہ شکست ہمیں دو پاکہ از دستِ تصرّف ایشاں باقی ماندہ بود تا حال کوفتہ نہ شد و اگر بر تو امرے مشتبہ شود و نہ دانی کہ واسطہ اوّل بلوغ او کدام شخص بودہ است از سہ کس میزانے بدستِ تو دہیم و آں میزان آنست کہ نظر کنی بجمعے کہ از یک شخص روایت ندارند و اصلاً ہمت خود براخذ علم از وے نگماشتہ اند اگر آں علم درمیانِ ایشان کما ینبغی بیابی بداں کہ واسطہ اوّل مردے دیگر است مثل آنکہ اہلِ شام و اہلِ مصر از حضرت مرتضیٰ رض روایت ندارند باز زہدیات و علمِ سلوک درمیانِ ایشان یافتہ می شود بہ وفور پس بتحقیق مبلغ ایں معانی پیش از حضرت مرتضیٰ رض دیگرے بودہ است فتأمل پس چوں ایں سہ نکتہ مبین شد نوبتِ آں رسید کہ در مناقبِ خلفاء رض شروع کنیم گوش بآواز باید بود تا در ضمن سرد قصہ بکدام خصلت اشارہ نمائیم۔

فاروق رض کے سامنے بیان کیا تھا۔ اُس مرغ کا سر کس نے کوٹا اور اُس کے دونوں بازوؤں کو کس نے توڑا۔ صرف یہ دو پاؤں اُن کے دستِ تصرّف سے باقی رہ گئے تھے یہ آج تک نہیں توڑے جاسکے۔ اگر تم پر حقیقت الامر مشتبہ ہو جاتے اور تم کو پتہ نہ چلے کہ سب سے پہلا واسطہ (علمِ احسان وغیرہ کے اُمّت تک) پہنچنے کا ان دو تین شخصوں میں سے کون تھا تو ہم ایک میزان تمہارے ہاتھ میں دیتے ہیں (جس سے تم خود معلوم کرسکو گے) اور وہ میزان یہ ہے کہ تم ایک ایسی جماعت پر نظر کرو جس کے پاس ایک شخص کی کوئی روایت نہیں اور اس جماعت کے لوگوں نے کبھی کوئی کوشش اور قصد نہیں کیا اُس شخص سے علم حاصل کرنے کا۔ اگر تم اُس علم کو اُن لوگوں کے درمیان (کامل طور پر) جیساکہ ہونا چاہیئے پاؤ تو سمجھ لو کہ واسطۂ اوّل (اس شخص کے علاوہ) کوئی دوسرا ہی شخص تھا مثلاً یہ بات کہ اہلِ شام اور اہلِ مصر حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کوئی روایت نہیں رکھتے اور پھر زُہد کے اوصاف اور علم سلوک کامل طور پر اُن کے درمیان پایا جاتا ہے تو (تم اس سے یہ سمجھ سکتے ہو کہ) درحقیقت ان معانی کا ان تک پہنچانے والا حضرت مرتضیٰ رض سے پہلے کوئی اور ہی تھا۔ اس پر غور کرو۔ اب کہ یہ تین نکتے واضح کردیئے گئے اب اس بات کی نوبت آپہنچی کہ ہم حضرات خلفاء رض کے مناقب شروع کردیں۔ آپ کو گوش برآواز رہنا چاہیئے کہ کِسی قصہ کے بیان کرنے میں ہم کس خصلت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

مناقبِ جمیلہ صدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اَمّا مآثرِ جمیلۂ صدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پس ازانجملہ براعتِ نسب اوست مصعب زبیری نسّابہ گفتہ است اِنما سمّی ابوبکر عتیقًا لانہ لم یکن فی نسبہ شئ یعاب بہ کذا فی الاستیعاب و آنکہ از اشرافِ قریش بود و اصحابِ وجاہت میانِ ایشاں زُبیر بن بکّار گفتہ است اِنّ ابابکر احدُ عشرۃٍ من قریشٍ اتّصل بہم شرفُ الجاہلیۃ بشرفِ الاسلام وکان الیہ امرالدّیاتِ والغُرم و فی الاستیعاب کان فی الجاہلیۃ وجیہًا رئیسًا من رؤساء قریش والیہ کانت الاِشناقُ فی الجاہلیۃ و معنی اِشناق آنست کہ چوں قتلے واقع می شد و فتنہ درمیان قبیلہ قاتل و قبیلۂ مقتول برمی خاست ابوبکر صدیق رضؓ کفیلِ دیت می شد و آں فتنہ را فرو می نشاند۔ اگر دیگرے کفیل می شد اعتداد نمی کردند و فتنہ تسکین نمی یافت محمد بن اسحٰق گفتہ وکان ابوبکر رجلًا مآلفًا لقومہ محبّبًا سہلًا وکان انسب قریش لقریشٍ و اعلم قریشٍ بہا و بما کان

ان میں ایک آپ کے نسب کا بے داغ ہونا ہے۔ مصعب زبیری نسّابہ (ماہرِ انساب)، کا قول ہے کہ ابوبکر رضؓ کو "عتیق" کا خطاب اس لئے دیا گیا کہ ان کے نسب میں ایسی کوئی چیز نہ تھی جس سے ان پر کوئی عیب لگایا جائے۔ ایسا ہی استیعاب میں ہے۔ اور یہ کہ وہ اشرافِ قریش میں سے اور اُن کے درمیان صاحبِ وجاہت تھے۔ زبیر بن بکّار کا قول ہے کہ ابوبکر رضؓ قریش میں کے اُن دس آدمیوں میں سے ایک تھے جن کا شرفِ جاہلیت (یعنی شرف زمانہ قبل از اسلام) شرفِ اسلام سے متصل ہو گیا (یعنی جاہلیّت سے اسلام تک اُن کو برابر شرف حاصل رہا)، اور (جاہلیت میں) خُونبہا اور تاوانوں کا معاملہ ان ہی کی طرف رجوع ہوا کرتا تھا۔ اور استیعاب میں لکھا ہے کہ جاہلیت میں ذی اثر تھے اور رؤسائِ قریش میں کے ایک رئیس تھے اور اِشناق کا معاملہ دَورِ جاہلیت میں اُن ہی سے متعلّق تھا۔ اور اِشناق کے معنے یہ ہیں کہ جب کوئی قتل واقع ہوتا تھا اور قاتل کے قبیلہ اور مقتول کے قبیلے کے درمیان کوئی فتنہ اُٹھتا تھا تو ابوبکر صدّیق رضؓ خونبہا کے ذمہ دار ہوا کرتے تھے اور اس فتنہ کو دبا دیا کرتے تھے۔ اور اگر کوئی دوسرا شخص کفالت کرتا تو لوگ اس کو کسی شمار میں نہیں سمجھتے تھے اور فتنہ فرو نہیں ہوتا تھا۔ محمد بن اسحٰق رحؒ کا قول ہے کہ ابوبکر رضؓ ایک ایسے شخص تھے جن کی ذات پر قوم جمع ہو جاتی تھی قوم کے محبوب تھے باوقار تھے اور قریش کے نزدیک قریش میں کے عالی نسب اور قریش میں ... سب سے زیادہ نسب کے جاننے والے

فیہا من خیرٍ و شرٍّ وکانَ رجلاً تاجراً ذا خلقٍ و معروفٍ وکان رجالُ قومہٖ یاتونَہٗ و یألفونَہٗ لغیرِ واحدٍ من الامرِ لعلمہٖ و تجارتہٖ وحسنِ مجالستہٖ الحدیث تا آنجا کہ انس رضؓ گفت در قصہ ہجرت و ابو بکر شیخٌ معروفٌ و رسولُ اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ و سلم شابٌّ لایُعرف اخرج البخاری۔ و از انجملہ آنست کہ قوّتِ عاقلہ و عاملہ او پیش از اسلام بمقدار متیسّر دراں زمان کارہائے خویش کردہ بودہ اند الحال آنچہ در دستِ مردم است از انسابِ قریش مأخوذ از زُبیر بن بکار است و دے آں را از مصعب زبیری اخذ کردہ است و دے بواسطہ از جُبیر بن مطعم و دے از صدیقِ اکبر رضؓ و آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ و سلم در قصہ حسّان بن ثابت و جوابِ دے ہجائے قریش را تقریر این علم برائے حضرت صدیق رضؓ فرمود قال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم لحسانٍ کیف تہجوہم و انا منہم و کیف تہجوا باسفیان و ہو ابن عمّی فقال واللّٰہ لَاَسُلَّنَّکَ مِنْہُمْ کَمَا تُسَلُّ الشَّعرۃُ من العجینِ فقال لہ ائتِ ابابکرٍ فانّہ اعلمُ بانسابِ القومِ منک فکان یَمْضی الی ابی بکرٍ لیقِفَہٗ علی انسابِہِمْ

تھے اور نسب کی اچھائی اور بُرائی سے خوب واقف تھے اور وہ ایک تاجر تھے صاحبِ خُلق اور صاحبِ خیر اور ان کی قوم کے لوگ ان کے پاس آتے تھے اور اُن سے اُلفت کرتے تھے کسی ایک آدھ خوبی کی وجہ سے نہیں (بلکہ ان کی جامعیت کی بنا پر یعنی) اُن کے (ہر قسم کے) علم کی وجہ سے اور تجارت کی وجہ سے اور ان کے بہترین مجلسی اخلاق کی وجہ سے۔ آخر حدیث تک۔ یہاں تک کہ انس رضؓ نے قصہ ہجرت میں یہ کہا کہ "اور ابو بکر رضؓ ایک ایسے شیخ تھے جو عام طور پر جانے پہچانے تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایسے جوان تھے جن کو (عام طور سے) نہیں پہچانا جاتا تھا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کی قوّتِ عاقلہ و قوّتِ عاملہ اسلام سے پہلے بھی جس قدر آسانی سے کر سکتی تھی اُس زمانہ میں اپنے کام کرتی رہی ہے۔ اب جو کچھ انساب قریش کا علم لوگوں کے ہاتھ میں ہے وہ مأخوذ ہے زُبیر بن بکّار سے اور اُنھوں نے یہ علم مُصعب زبیری سے لیا اور انھوں نے ایک واسطہ سے جُبَیر بن مُطعِم سے اخذ کیا اور اُنھوں نے صدیقِ اکبر رضؓ سے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حسان بن ثابت رضؓ کے قصہ میں اور قریش کی ہجو کا جواب دینے کے لئے ان کے تیار ہونے کے موقع پر حضرت صدّیق رضؓ کے حق میں اس علم (انساب میں) پختگی کا ذکر فرمایا (یعنی) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حسّان رضؓ سے فرمایا کہ تم ان کی ہجو کیسے کروگے جب کہ مَیں بھی ان میں سے ہوں اور تم کیسے ہجو کروگے ابو سفیان کی جب کہ وہ میرے چچا کا بیٹا ہے تو حسّان رضؓ نے کہا کہ واللہ میں آپؐ کو ان میں سے اس طرح صاف نکال لیجاؤں گا جس طرح گندھے ہوئے آٹے میں سے بال کھینچ لیا جاتا ہے۔ تو آپؐ نے حسّان رضؓ سے فرمایا کہ تم ابو بکر رضؓ سے بل لینا وہ قوم کے انساب کو تم سے زیادہ جانتے ہیں تو وہ

الحدیث اخرجہ ابوعمر فی الاستیعاب۔
و در شعر ید طولے داشت لیکن بعد
اسلام ترک آں کرد کذا فی الاستیعاب۔
و در فصاحت پایہ بلند قال ابوذویب
شاعر ہذلی فی قصۃ سقیفۃ بنی ساعدۃ
تکلمت الانصار فاطالوا الخطاب
واکثروا الصواب و تکلم ابوبکر فللہ درہ
من رجل لایطیل الکلام و یعلم
مواضع فصل الخطاب واللہ لقد
تکلم بکلام لایسمعہ سامع الا
انقاد لہ ومال الیہ ثم تکلم عمر بعدہ
بدون کلامہ ومدّ یدہ فبایعہ و
بایعوہ خمر را در جاہلیت برخود حرام کردہ
بود کذا فی الاستیعاب و بت را
گاہے سجدہ نہ کردہ عن الزہری
انہ قال من فضل ابی بکر انہ لم
یشک فی اللہ ساعۃ قط مذکور فی
الصواعق و ابن الدغنہ درمیان
اشراف قریش گفت ان ابابکر
لایخرج مثلہ ولایخرج
أتخرجون رجلا یکسب
المعدوم و یصل الرحم
و یحمل الکل و یقری الضیف

ابوبکرؓ کے پاس جانے لگے تاکہ وہ قوم کے انساب سے اُن کو واقف کردیں۔ آخر حدیث تک۔ اس کو ابوعمرؓ نے استیعاب میں روایت کیا۔ اور آپ شاعری میں بڑی قدرت رکھتے تھے لیکن اِسلام کے بعد اس کو ترک کردیا۔ استیعاب میں ایسا ہی لکھا ہے اور فصاحتِ کلام میں بلند مرتبہ تھے۔ ابوذویب شاعر ہذلی نے سقیفہ بنی ساعدہ کے قصہ میں بیان کیا کہ انصار نے کلام کیا اور انھوں نے تقریر کو طول دیا اور بہت کچھ (اپنی) بھلائیاں ذکر کردیں اور ابوبکرؓ نے تقریر کی تو سبحان اللہ کیا کہنے اس شخص کے حُسنِ بیان کے کہ وہ کلام کو طول نہیں دے رہے تھے اور کلام کے فیصلہ کُن مواقع پر رُکنے کو خوب جانتے تھے۔ واللہ اُنھوں نے ایسے کلام کے ساتھ تکلم کیا کہ اس کو جو سُننے والا سُنے اُن کی اطاعت پر تیار اور ان کی طرف راغب ہوجاتے پھر اُن کے بعد عمرؓ نے کلام کیا جو اُن کے کلام سے کمتر تھا اور اُن کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور اُن سے بیعت کی اور سب لوگوں نے اُن سے بیعت کرلی۔ آپ نے جاہلیت کے دَور میں ہی شراب کو اپنے اُوپر حرام کرلیا تھا (استیعاب) اور آپ نے بتوں کو کبھی سجدہ نہیں کیا۔ اور زُہریؒ سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ ابوبکرؓ کی فضیلتوں میں سے ایک یہ ہے کہ انہیں اللہ (کی ذات و صفات کمال) کے بارے میں کبھی کسی ساعت میں بھی شک نہیں ہوا۔ یہ مذکور ہے صواعق میں اور ابن الدغنہ نے اشرافِ قریش کے درمیان کہا کہ ابوبکرؓ جیسا شخص نہیں نکلے گا اور نہیں نکالا جاسکے گا کیا تم ایسے شخص کو نکالتے ہو جو ناداروں کی ضرورتیں پوری کرتا رہتا ہے اور

؎ دغنہ انکی ماں کا نام تھا دال کے پیش اور غین کے سکون کے ساتھ یہ اسی نسبت سے مشہور ہوئے۔ ان کا نام ربیعہ بن رفیع ہے انھوں نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنے امن میں لیا تھا۔ جب کہ قریش انکو مکہ سے نکالنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔

ویُعِین علیٰ نوائب الحق" بمثل آنچہ
حضرتِ خدیجہ رضہ در وصفِ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم بیان نمود ہیچکس از قریش
دم انکار نتوانست زد و آزا نجملہ آنست کہ
پیش از اسلام بہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم طریق محبّت و فدائے ورزید در قصّہ
توجّہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
بجانبِ شام ہمراہ عم خود ابوطالب باز
رجوع آنحضرت بموجبِ تاکیدِ راہب
مذکور است وبَعَثَ معہٗ ابوبکرٍ بلالاً وزَوَّدَہٗ
الراھبُ من الکَعکِ والزَّیتِ رواہ الترمذی
وحسّنہا والحاکم وصحّحہا بعض یاران کہ بفہم سخن
نمی رسند بملاحظہ صغرسِنّ صدیق اکبر رضہ دراں
وقت وآنکہ اشترائے بلال رضہ جز این
نیست کہ بعد اسلام بودہ است در
تردّد افتادہ اند فقیر میگوید گویا
ایشاں قصہ جمعے از اذکیاء کہ مصدر
حرکاتِ عجیبہ شدہ اند در ایام صغرسِن
نشنیدہ اند و از کجا کہ دراں وقت بلال رضہ
مملوکِ حضرتِ صدیق رضہ نہ بود جائز است کہ
بلال رضہ را بطریقِ اجارہ یا عاریت ہمراہ
گرفتہ باشد بلکہ این احتمال قریب
است زیراکہ بلال رضہ مملوک بنی جُمَح بود
وایشان ہمسایگانِ حضرتِ صدیق رضہ بودند
وباایشان معاملہا و مواساۃ ہا داشت

رشتہ داروں کے ساتھ بہتر سلوک کرتا ہے اور تھکے ماندوں کو
سواری پر بٹھاتا ہے اور مہمانوں کی مہمانداری کرتا ہے اور حادثوں
(یعنی معاملات) میں جو حق پر ہوتا ہے اس کی مدد کرتا ہے۔" جیسا
کہ حضرت خدیجہ رضہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں بیان
کیا تھا۔ تو کوئی شخص قریش میں سے انکار کی جرأت نہ کر سکا۔
اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ قبل از اسلام ہی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ طریقِ محبت و فدائیت اختیار کئے ہوئے تھے۔
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے چچا ابوطالب کے ہمراہ
سفرِ شام کی روانگی پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بموجب
تاکیدِ راہب واپسی کے قصّہ میں مذکور ہے۔" اور ان کے ساتھ ابوبکر رضہ
نے بلال رضہ کو بھیجا اور راہب نے بطور زادِ راہ کلچے اور زیت
دیا۔ اس کو روایت کیا ترمذی نے اور حسَن کہا اور حاکم نے روایت
کیا اور صحیح کہا۔ بعض دوست جو بات کی حقیقت کو نہیں سمجھتے
اُس زمانہ میں حضرت صدیق رضہ کی کم عمری کے پیشِ نظر اور اس بات
سے کہ بلال رضہ کو خریدنے کا واقعہ اسلام کے بعد ہی کا ہے تردّد
میں پڑ گئے۔ فقیر کہتا ہے کہ گویا اُن لوگوں نے کوئی قصہ بہت سے
اذکیاء کی کم سنّی کے قصوں میں سے نہیں سُنا جن سے عجیب حرکات
کا صدور ہوا ہے (تو اگر کم عمری کے زمانہ میں حضرت ابوبکر رضہ نے
آپ کے ساتھ محبّت وہمدردی کا معاملہ کیا تو کیا استبعاد
لازم آگیا) اور اس شبہ کا کیا موقع ہے کہ اس وقت...
حضرت بلال رضہ حضرت صدیق رضہ کے مملوک نہیں تھے۔ ہوسکتا ہے کہ
حضرت بلال رضہ کو بطریق اجارے کے یا (ان کے آقا سے) مانگ کر
یعنی بطورِ عاریت ساتھ کر دیا ہو۔ بلکہ یہ احتمال قریب ہے کیونکہ حضرت
بلال رضہ بنی جُمَح کے مملوک تھے اور وہ حضرت صدیق رضہ کے ہمسایہ
تھے اور اُن کے ساتھ اُن کے اچھے معاملات اور ہمدردانہ

ومواساتِ حضرت صدیق رضہ با آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پیش از نبوّت در چندیں قصہ مذکور شدہ یکے ازانکہ صحیح ترین قصص است ذکر کردیم عن میمون بن مہران قال اختلف ابو بکر فیما بینہ و بین خدیجۃ حتے انکحہا ایاہ مذکور نے الصواعق معزوًّ لابی نعیم و ازآں جملہ آنست کہ در اوّل بعثت مسلمان شد و سبقت کرد بر ہمہ در اسلام و علمائے سیرت در اوّلُ مَن اسلم ابو بکرٍ او علیٌّ او خدیجۃُ اختلاف دارند از ہر جانب دلائل قائم کردہ اند و اتفاقِ جمیع حاصل است برآنکہ از احرارِ بالغین کسے بر حضرت صدیق رضہ سبقت نکردہ و پیش از وے کسے اظہار دینِ خود در قریش نہ نمودہ۔ فقیر اینجا نکتہ دارد و آں این است کہ اوّلیتِ اسلام بجہت آں از مآثر معدود شدہ است کہ حامل شد بر اسلام مردمان و جاذب شد قلوبِ مردم را بسوئے اسلام و بحکم الدّالُ علے الخیر کفاعلہ اجرِ جمیع آنانکہ بعد از وے باسلام درآیند در جریدۂ اعمالِ وے نوشتہ شود و ایں معنی بجز حرِّ بالغ مشہور فی الناس مطاع درمیانِ ایشاں کہ اظہار دینِ خود کند و بجِد تمام مردماں را بر قبولِ آں آرد میسّر نیست پس از مآثر خاصہ حضرتِ صدیق رضہ است گو در اولیتِ حقیقیہ اختلاف واقع

تعلقات تھے۔ اور حضرت صدیق اکبر رضہ کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نبوّت سے پہلے زمانہ کے بہت سے ہمدردی کے واقعات مذکور ہوتے ہیں ان میں سے ایک صحیح ترین قصے کا تو ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اور میمون بن مہران سے مروی ہے کہا ہے کہ ابو بکر رضہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خدیجہ رضہ کے درمیان آمد و رفت کرتے رہے یہاں تک کہ انؓ کا نکاح آپؐ سے کرادیا۔ یہ قصہ صواعق میں بحوالہ ابی نُعیم مذکور ہے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ بعثت کے شروع میں ہی مسلمان ہوگئے تھے اور اسلام میں آپ نے سب پر سبقت کی تھی اور علماء سیرت اس میں اختلاف رکھتے ہیں کہ سب سے پہلے اسلام ابو بکر رضہ لاتے یا علی رضہ یا خدیجہ رضہ اور ہر جانب سے دلائل قائم کئے گئے ہیں اور سب کا اتفاق اس پر ہوگیا ہے کہ احرار بالغین میں سے کسی نے حضرت صدیق رضہ پر سبقت نہیں کی اور اُن سے پہلے کسی نے اپنے دین کا اظہار قریش پر نہیں کیا۔ فقیر یہاں ایک نکتہ رکھتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اولیتِ اسلام کو اس وجہ سے محاسن میں شمار کیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو اسلام پر اُبھارنے والی ہوتی اور لوگوں کے دلوں میں اسلام کی طرف کشش پیدا کرنے والی ہوئی اور بحکم الدّالُ علے الخیر کفاعلہ (خیر کیطرف رہنمائی کرنے والا خیر پر عمل کرنے والے کی مانند ہے) ان تمام لوگوں کا اجر جو اس کے بعد اسلام میں داخل ہونے والے ہیں اس کے نامۂ اعمال لکھا جائے گا اور یہ بات بجز ایسے شخص کے جو آزاد ہو، بالغ ہو، لوگوں میں مشہور ہو اور ذی اثر ہو کہ لوگ اس کی اطاعت کرتے ہوں کہ وہ اپنے دین کا اظہار کرے اور پوری کوشش کے ساتھ لوگوں کو اُس کے قبول کرنے پر آمادہ کرے کسی دوسرے کو میسّر نہیں ہوسکتی، تو اوّلیت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے

شدہ باشد و ازاں جملہ آنست کہ سبب اسلام
حضرت صدیق رض تنبیہ غیبی بودہ است چند
دفعہ یکے آنکہ وے رضی اللہ عنہ گفتہ است کہ
روزے در ایام جاہلیت زیر سایہ درختے
نشستہ بودم ناگاہ دیدم کہ شاخے ازاں
درخت میل بجانب من کرد چنانکہ بسر
من رسید من دراں می نگریستم و می گفتم این
چہ خواہد بود آوازے ازاں درخت بگوش من
رسید کہ پیغمبرے در فلاں وقت بروں خواہد آمد
می باید کہ تو سعادتمند ترین مردمان باشی بوی
گفتم کہ روشن تر بگوے کہ آں پیغمبر کیست و
نام وے چیست گفت محمد بن عبد اللہ بن
عبد المطلب بن ہاشم گفتم وے صاحب و
الیف و حبیب من است ازاں درخت عہد
بستدم کہ ہرگاہ وے مبعوث شود مرا بشارت دہی
چوں وے مبعوث شد ازاں درخت آواز آمد
کہ بجدّ باش و اہتمام کن ای پسر ابو قحافہ کہ وحی
بروے آمد سوگند برب موسیٰ ع کہ ہیچکس بر تو در اسلام
سبقت نخواہد گرفت چوں بامداد کردم بسوی رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم رفتم چوں مرا دید گفت اے ابوبکر
ترا بخدای تعالیٰ و رسولِ وے میخوانم گفتم اشھد
انک رسول اللہ بعثک بالحق سراجاً منیراً۔
پس بوے ایمان آوردم۔

قصہ دیگر آنکہ وے رضی اللہ عنہ گفتہ است کہ
بسے پیش از بعثت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در

مناقب خاصہ میں سے ہے اگرچہ اولیتِ حقیقیہ میں اختلاف واقع
ہو گیا ہو۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت صدیق رض کے
اسلام کا سبب تنبیہ غیبی ہوئی ہے چند مرتبہ۔ ایک یہ کہ ابوبکر
رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایامِ جاہلیت میں ایک دن میں ایک
درخت کے سایہ میں بیٹھا تھا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ اُس
درخت کی ایک شاخ میری طرف جھکنے لگی اتنی کہ میرے سر سے
آ لگی اور میں دیکھ رہا تھا میں نے (دل میں) کہا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ ایک آواز اُس
درخت میں سے میرے کان میں پہنچی کہ ایک پیغمبر فلاں وقت
ظاہر ہو گا تجھے چاہیئے کہ تو سب لوگوں سے زیادہ سعادتمند بنے
(اُس کا ساتھی ہو کر) میں نے اس سے کہا کہ زیادہ واضح بتا کہ وہ
پیغمبر کون ہے اور اس کا نام کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ محمد بن
عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم۔ میں نے کہا کہ وہ میرا
ساتھی اور دوست اور حبیب ہے۔ میں نے اُس درخت سے
یہ عہد لیا کہ جس وقت وہ مبعوث ہو جائے تو مجھ کو بشارت
دیدینا۔ جب آپ مبعوث ہو گئے تو اُس درخت میں سے آواز
آئی کہ کوشش میں لگ جا اور اہتمام کر لے ابو قحافہ کے
بیٹے کہ اس پر وحی آگئی ہے۔ قسم ہے موسیٰ ع کے رب کی کہ
اسلام میں کوئی تجھ پر سبقت نہ کرے گا۔ جب صبح ہوئی تو
میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف پہنچا۔ جب آپ نے
مجھے دیکھا تو فرمایا کہ اے ابوبکر رض! میں تم کو خدا تعالیٰ اور اس کے
رسول ع کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے کہا کہ "میں گواہی دیتا ہوں
کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق دے کر اور روشن
چراغ بنا کر بھیجا ہے۔" تو میں آپ پر ایمان لے آیا۔ دوسرا
قصہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ

خواب دیدم کہ نورے عظیم از آسمان فرود آمد و برباِم کعبہ اُفتاد و در مکّہ ہیچ خانہ نماند کہ ازاں نور چیزے باں در نیامد پس آں انوار ہمہ جمع شدند و یک نور گشتند ہمچنانکہ اوّل بود بخانۂ من در آمد و من در خانہ خود را بستم بامداد آنخواب را بیکے از احبار یہود گفتم و تعبیر آں خواستم گفت این از قبیل اَضْغاثِ پریشان اَحْلام است و اعتبارے ندارد چوں روزگارے گذشت در بعضے تجارات بدیر بحیرا کہ مسکن بحیرا راہب بود رسیدم و تعبیر آں خواب خود ازوے پرسیدم گفت تو چہ کسے گفتم من مردے ام از قریش گفت خدا تعالےٰ در میان شما پیغمبرے خواہد برانگیخت و در ایام حیاتِ وے وزیرِ وے خواہی بود و بعد از وفاتِ وے خلیفۂ وے پس چوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث شد مرا باسلام خواند گفتم ہر پیغمبرے را دلیلے بودہ است بر نبوّتِ او و دلیلِ تو چیست گفت دلیلِ نبوّتِ من آں خوابے کہ دیدی و آں حَبْر در جوابِ تو گفت کہ آں را اعتبارے نیست و بحیرا گفت تعبیر آں چنین است و چنین من گفتم ترا کہ خبر کرد گفت جبرئیلؑ گفتم من از تو ہیچ دلیلے دیگر نمی طلبم زیادہ ازین اشہد اَن لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و اشہد اَنَّکَ عبدہٗ و رسولہٗ بعد ازاں رسول فرمود صلے اللہ علیہ وسلم کہ ہیچکس را باسلام دعوت نہ کردم کہ در اوّل توقف و

ایک عظیم نور آسمان سے اُتر کر کعبہ کی چھت پر آ پڑا اور مکّہ میں کوئی گھر ایسا نہ باقی رہا کہ اس نور میں سے کچھ اُس میں داخل نہ ہو گیا ہو۔ پھر وہ انوار سب جمع ہو کر اُن کا ایک نور بن گیا جیسا کہ پہلے تھا اور میرے گھر میں آ گیا۔ میں نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا۔ صبح کو مَیں نے یہ خواب ایک یہودی عالم سے بیان کیا اور تعبیر مانگی۔ اس نے کہا کہ یہ خواب پریشان خیالات کی قسم میں سے ہے اور کوئی اعتبار نہیں رکھتا۔ جب ایک زمانہ گزر گیا تو ایک تجارت کے سلسلہ میں دَیر بحورا میں جو بُحَیرا راہب کا مسکن تھا، میرا جانا ہوا تو میں نے اس خواب کی تعبیر اُس سے پوچھی۔ بُحَیرا نے کہا کہ تو کون شخص ہے؟ میں نے کہا کہ میں قریش میں کا ایک مرد ہوں۔ کہا کہ خدا تعالےٰ تم میں سے ایک پیغمبر مبعوث کرے گا اور تو اُس کے ایام حیات تک اُس کا وزیر رہے گا اور اُس کی وفات کے بعد اُس کا خلیفہ ہو گا۔ اس کے بعد جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپؐ نے مجھے اسلام کی طرف بُلایا تو میں نے کہا کہ ہر پیغمبر کے پاس اُس کی نبوت پر کوئی دلیل ہوئی ہے آپؐ کی دلیل کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ میری نبوّت کی دلیل وہ خواب ہے جو تم نے دیکھا تھا اور وہ حَبْر (عالم یہود) جس نے تمہارے جواب میں یہ کہا تھا کہ اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اور بُحَیرا نے کہا کہ تعبیر اُس کی یہ اور یہ ہے۔ میں نے کہا کہ آپؐ کو کس نے خبر دی؟ فرمایا کہ جبرئیلؑ نے، میں نے کہا کہ میں آپؐ سے اس سے زیادہ کوئی دلیل اور بُرہان نہیں چاہتا۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ الخ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔" اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ

تردد نہ کرد مگر ابوبکر کہ چوں وے را دعوت کردم تصدیق نمود و گفت تو رسولِ خدائی وے صدیقِ اکبر است رضی اللہ عنہ و ایں قصہا در کتبِ خصائص مذکور شد و ایں ہمہ دلالت می کند بر تشبہ جزوِ عقلی او با جزوِ عقلی انبیاء۔ و ازآنجملہ آنست کہ قریب باسلام صدیق رض جمعے از نجبائے قریش اسلام آوردند بدلالتِ حضرت صدیق رض و ترغیب او قال ابن اسحٰق فلما اَسلَمَ ابوبکرؓ اظہر اسلامَہٗ ودعا الی اللہ عزّ وجلّ والی رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان ابوبکرؓ رجلاً مألفًا لقومہ محبّبًا سہلاً فجعل یدعوا الی الاسلام من وثق بہ من قومہ ممن یغشاہ و یجلس الیہ فاسلم بدعائہ فیما بلغنی عثمانُ بن عفان والزبیر بن العوام وعبدالرحمن ابن عوف وسعدُ بن ابی وقاص وطلحۃُ بن عبید اللہ فجاء بھم الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین استجابوا لہٗ واَسلَمُوا وصَلَّوا۔ دریںجا نکتہ باید دانست کہ ایں جماعۃ نُجباء قریش بودند و ہر یکے اوسطِ بطنی از بطونِ قریش و در بطنِ خود تمکن بتمام داشت پس اسلام ایشاں بحقیقت کسرِ سَورۃِ کفر است و برہم زدنِ

سلم نے فرمایا کہ میں نے کسی شخص کو اسلام کی دعوت نہیں دی کہ اس نے اوّل توقف و تردد نہ کیا ہو بجز ابوبکر رض کے کہ جب میں نے اس کو دعوت دی اُس نے تصدیق کی اور کہا آپ اللہ کے رسول ہیں، وہ صدیقِ اکبر ہے" (رضی اللہ عنہ)۔ اور یہ قصّے کُتُبِ خصائص (وسِیَر) میں مذکور ہوتے ہیں اور یہ سب دلالت کرتے ہیں اُن کے جُزوِ عقلی کے تشبّہ پر انبیاء کے جزوِ عقلی کے ساتھ۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت صدیق رض کے اِسلام کے قریب بہت سے لوگ شرفاء قریش میں سے حضرت صدیق رض کی رہنمائی اور ترغیب سے اسلام لائے۔ ابنِ اسحاق رح نے کہا کہ جب ابوبکر رض اسلام لے آئے اور اُنھوں نے اپنے اسلام کو ظاہر کیا اور اللہ عزّ و جلّ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف لوگوں کو دعوت دی، اور ابوبکر رض ایک ایسے شخص تھے جن پر اُن کی قوم جمع ہوتی تھی، ہر دل عزیز، نرم خُو تھے تو اُنھوں نے اپنی قوم کے ان لوگوں کو دعوت دینا شروع کردی جو ان سے پُورے طور پر مرتبط تھے اور ان کے گرد وپیش رہنے والے اور ہم مجلس تھے تو اُن کی دعوت سے جن لوگوں کے بارے میں مجھے روایت پہنچی اسلام لائے عثمان بن عفان رض اور زبیر ابن العوّام رض اور عبدالرحمٰن بن عوف رض وسعد بن ابی وقّاص رض اور طلحہ بن عبید اللہ رض۔ پھر جب ان لوگوں نے اُن کی دعوت قبول کرلی تو ان لوگوں کو ساتھ لے کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور اُنھوں نے اسلام قبول کیا اور نماز پڑھی۔ یہاں ایک نکتہ جان لینا چاہیئے کہ یہ سب لوگ شُرفاء قریش میں سے تھے اور ان میں سے ہر ایک خاندانِ قریش کی شاخوں میں سے کسی شاخ میں مرکزیت رکھنے والا اپنی شاخ میں پورے طور پر با اثر تھا تو ان کا اسلام

جدتِ شرک واوّلِ صورۃ شیوعِ اسلام
اما عثمانؓ اوسط بنی امیہ بود و زبیرؓ
اوسطِ بنی اسد و سعدؓ و عبدالرحمنؓ
اوسط بنی زہرہ و طلحہؓ اوسطِ بنی تیم ابن
مرّہ و محمد بن اسحٰق بر ذکر این جماعۃ
اکتفا کردہ است والّا دیگران ذکر جمعے کثیر
مے نمایند و از انجملہ آنست کہ در
ابتدائے اسلام و غربتِ او چہل
ہزار درہم برائے تقویتِ اسلام و ترفیہِ
مسلمین و خدمتِ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم صرف کرد عن ہشام بن عروۃ
عن ابیہ قال اسلم ابوبکر ولہ اربعون
الفًا انفقہا کلہا علےٰ رسولِ اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم و فی سبیل اللہ اخرجہ
ابو عمر و الحاکم و این قصہ را شاہدے است
صحیح کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در آخر
ایام خود فرمودہ است اِنَّ مِنْ اَمَنِّ النَّاسِ
عَلَیَّ فِیْ مَالِہٖ وصحبتہ ابابکر اخرجہ البخاری
و قال مالِاَحدٍ عندنا یدٌ اِلّا قد کافیناہ ما
خلا ابابکر فانّ لہ عندنا یدًا یکافیہ اللّٰہُ بہا
یوم القیٰمۃ ومانفعنی مالُ احدٍ قطّ مانفعنی
مالُ ابی بکر اخرجہ الترمذی و از انجملہ آنست کہ
ہفت کس را از غلامانِ قریش کہ در تصدیق و
توحید قدم راسخ داشتند و موالیِ ایشان ایشان
را تعذیب می نمودند خرید کردہ آزاد ساخت

قبول کر لینا درحقیقت کفر کے جوش کا توڑ اور شرک کی تیزی کا
خاتمہ تھا اور اشاعتِ اسلام کی پہلی صورت تھی۔ ان میں سے عثمانؓ
بنی اُمیہ کے مرکز تھے اور زُبیرؓ بنی اسد کے اور سعدؓ اور عبدالرحمنؓ
بنی زہرہ کے، اور طلحہؓ بنی تیم بن مُرّہ کے سربرآوردہ تھے۔ اور محمد بن
اسحٰقؓ نے اس جماعت کے ذکر پر اکتفا کیا ہے ورنہ دوسرے لوگ ایک
بڑی جماعت کا ذکر کرتے ہیں۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ ابتداء اسلام
میں اُس کی غربت کے زمانہ میں تقویتِ اسلام اور مسلمانوں کی فائدہ
رسانی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت پر ابوبکرؓ نے چالیس
ہزار درہم خرچ کئے۔ ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ
انھوں نے کہا کہ ابوبکرؓ نے اسلام قبول کیا اس وقت اُن کے پاس
چالیس ہزار تھے جو سب کے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور
اللہ کے راستہ میں خرچ کر دیئے اس کو ابو عمر اور حاکم نے روایت
کیا اور ایک (حدیث) صحیح شاہد ہے اس قصہ کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے اپنے آخر ایام میں فرمایا کہ اِنَّ مِنْ اَمَنِّ النَّاسِ الخ یعنی
سب لوگوں سے زیادہ احسان مجھ پر مال میں اور صحبت میں ابوبکرؓ
کا ہے۔" اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور فرمایا کہ ہم پر کسی کا
کوئی احسان نہیں جس کی ہم نے مکافات نہ کر دی ہو بجز ابوبکرؓ
کے کیونکہ اس کا ہم پر بڑا احسان ہے جس کا بدلہ قیامت کے
دن اس کو اللہ تعالےٰ دے گا اور مجھے کسی کے مال نے کبھی اِتنا
نفع نہیں پہنچایا جس قدر ابوبکرؓ کے مال نے پہنچایا۔ اس کو ترمذی
نے روایت کیا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ انھوں نے ایسے
ساتؔ آدمیوں کو خرید کر آزاد کیا جو قریش کے غلاموں میں سے
تھے جو کہ تصدیقِ (رسالت) و توحید پر مضبوطی سے جمے ہوتے
تھے اور جو لوگ اُن کے آقا تھے وہ ان کو سخت تکلیفیں پہنچا رہے
تھے۔" استیعاب" میں ہے اور ابوبکرؓ نے ایسے ساتؔ لوگوں کو

۳/۲

فی الاستیعاب و اعتق ابو بکر سبعۃً کانوا
یعذبون فی اللہ منہم بلالؓ و عامر بن فہیرہ۔
محمد بن اسحٰق نیز ایں را روایت کرد بازیادت
و آں آنست کہ ابو قحافہ بر آزاد کردنِ ایں
ضعفاء ملامت نمود فقال ابوبکر یا ابتِ
انما ارید ما ارید للہ عزّ وجلّ فیتحدث
الناس ما نزل ھؤلاء الآیات الا فیہ و
فیما قال لہ ابوہ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَ
صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی الآیۃ۔ و محمد بن اسحٰق در
قصۂ عدوان المشرکین علی المستضعفین ایں را
واضح تر نوشت و اسماء فریق بیان کرد و از انجملہ
آنست کہ چوں نازل شد فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خواستند کہ در
جماعۃ قریش اظہارِ توحید و ابطالِ شرک
فرمایند حضرت صدیقؓ التماس نمود کہ
تعصب قریش بمرتبہ ایست کہ
بمجرّد سماع ایں کلمات بایذا
خواہند برخاست ایں خطبہ را
بمن باید گذاشت بعد ازاں بامر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبۂ
عجیبہ بر خواند و کفّار بایں سبب
چہ ایذاہا کہ ندادند و آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم از دستِ آنہا
خلاصی یافت و ایں قصہ در ریاض نضرہ
بطولِ ہرچہ خوب تر مذکور است

آزاد کیا جن کو اللہ (پر ایمان لانے) کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا
تھا ان میں سے بلالؓ اور عامرؓ بن فہیرہ تھے۔ محمد بن اسحٰقؒ نے
بھی اس کو روایت کیا ایک اضافہ کے ساتھ اور وہ یہ ہے کہ ابو قحافہ
نے ان کمزوروں کے آزاد کرنے پر ملامت کی (اور کہا کہ اگر
تو قوی اور زور آور غلام خرید کر آزاد کرتا تو اُن سے تجھے یہ
فائدہ پہنچتا کہ وہ کسی دشمن کے مقابلہ پر تیری مؤثر طور پر مدد
کرتے۔ یہ کمزور و ناتوان کیا مدد دے سکتے ہیں) تو ابوبکرؓ
نے کہا کہ اے ابّا! میں جس کام کا ارادہ کرتا ہوں صرف اللہ عزّ و
جلّ (کی رضا) کے لئے کرتا ہوں۔ تو لوگ یہ بات آپس میں کہا کرتے
تھے کہ یہ آیتیں صرف ابوبکرؓ ہی کے بارے میں اور اس گفتگو
کے متعلق نازل ہوتی ہیں جو انھوں نے اپنے باپ سے کی تھی
فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی الخ (۹۲: ۶) سو جس نے (اللہ کی راہ میں
مال) دیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا اور اچھی بات (یعنی ملّتِ اسلام)
کو سچا سمجھا الخ۔ اور محمد اسحٰقؒ نے کمزور مومنین پر مشرکین کے
ظلم اور زیادتی کے قصہ میں اس کو زیادہ واضح لکھا ہے اور
اس فریق کے نام بیان کئے ہیں۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ
جب آیت فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ الخ (۱۵: ۹۴) غرض آپ کو
جس بات کا حکم دیا گیا ہے اس کو صاف صاف سُنا دیجئے اور
ان مشرکین کی پروا نہ کیجئے۔" نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے چاہا کہ جماعتِ قریش کے سامنے توحید کا اظہار اور شرک کا
ابطال فرمائیں۔ حضرت صدیقؓ نے عرض کیا کہ قریش کا تعصب
اس درجہ میں ہے کہ جیسے ہی یہ کلمات سُنیں گے ایذا دینے کے لئے
اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس لئے اس خطبہ دینے کو آپؐ مجھ پر چھوڑ دیں
اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ
نے ایک عجیب خطبہ پڑھا اور کفّار نے اس سبب سے کونسی

واین اوّل خطبہ بود کہ در اسلام خواندہ
شد و خواندن این قصہ ماجریاتِ عشق
را شرح میدہد وازانجملہ آنست کہ چندین
دفعہ قریش بایذائے آنحضرت ﷺ مبادرت
کردند حضرت صدیق رضہ ہر دفعہ جانِ خود
را وقایۂ جانِ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم ساخت ازاں قِصص دو سہ روایت
بنویسم عن عروۃ بن الزبیر قال سألتُ
عبداللہ بن عمرو عن اشدّ ما صنع المشرکون
برسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم قال
رأیتُ عقبۃ بن ابی مُعیط جآء الی النبیّ
صلے اللہ علیہ وسلم و ہو یصلّی فوضع
ردآءہٗ فی عنقہ فخنقہ بہ خنقاً شدیدًا فجآء
ابوبکر حتّی دفعہٗ عنہ فقال اَتَقْتُلُوْنَ
رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ وَقَدْ جَآءَکُمْ
بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّکُمْ اخرجہ البخاری و
عن انس قال لقد ضربوا رسولَ اللہ
صلے اللہُ علیہ وسلم حتّی غُشِیَ علیہ
فقام ابوبکر فجعل ینادی ویقول
وَیْلَکُمْ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ
اللّٰہُ قالُوا مَنْ ہٰذا قالُوا ہٰذا ابنُ
ابی قحافۃ المجنون اخرجہ الحاکم
وعن اسماء بنت ابی بکر انّھم قالوا
لھا ما اشدّ ما رأیتِ المشرکین
بلغوا من رسول اللہ صلے اللہ علیہ و

ایذا ہے جو نہ دی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے ہاتھ
سے رہائی پائی اور یہ قصہ "ریاض نضرہ" میں بہت عمدہ تفصیل کے ساتھ
مذکور ہے۔ اور یہ پہلا خطبہ تھا جو اسلام میں پڑھا گیا اور اس قصہ کا
پڑھنا عشق کی سرگزشتوں کو مشرح کر دیتا ہے۔ اور ان میں سے
ایک یہ ہے کہ کتنی ہی مرتبہ قریش آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذا
دینے کے لئے ٹوٹ پڑے اور ہر مرتبہ حضرت صدّیقِ اکبر رضہ نے اپنی جان کو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جان بچانے کے لئے ڈھال بنا دیا۔
اُن قصّوں میں سے دو تین روایتیں لکھتا ہوں۔ مروی ہے عروہ
ابن الزبیر سے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمرو رضہ سے شدید ترین ایذا
کے بارے میں جو مشرکین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی
سوال کیا۔ فرمایا کہ میں نے دیکھا عقبہ بن ابی مُعیط کو کہ وہ نبی صلے
اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جب کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے تو
اس نے اپنی چادر آپ کے گلے میں (پھندا بنا کر) ڈالی اور بہت
سختی کے ساتھ گلا گھونٹنا شروع کر دیا تو ابوبکر رضہ نے آکر اس کو
آپ کے پاس سے دھکیلا اور فرمایا اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا الخ (۴۰: ۲۸)
کیا تم ایسے شخص کو (محض) اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے
کہ میرا پروردگار اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے
پاس (اس دعوے پر) دلیلیں (بھی) لے کر آیا ہے۔" اس کو
بخاری نے روایت کیا۔ اور مروی ہے انس رضہ سے کہا کہ (مشرکین
نے) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اتنا مارا کہ آپ بیہوش
ہو گئے تو ابوبکر رضہ کھڑے ہوتے ہوئے اور بلند آواز سے یہ
کہنے لگے وَیْلَکُمْ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا الخ۔ لوگوں نے ایک دوسرے
سے کہا کہ یہ کون ہے؟ تو کہنے لگے کہ یہ ابو قحافہ کا بیٹا ہے
جو پاگل ہے۔ اس کو حاکم نے روایت کیا۔ اور اسماء بنتِ ابی بکر رضہ
سے مروی ہے کہ لوگوں نے اُن سے پوچھا کہ مشرکین

سلم قالت كان المشركون قعودا
فی المسجد فتذاكروا رسول الله صلى
الله عليه وسلم وما يقول فی
آلهتهم فبينما هم كذلك اذ دخل
رسول الله صلى الله عليه وسلم
المسجد فقاموا اليه وكان اذا
سألوه عن شیٔ صدّقهم فقالوا
ألستَ تقول فی آلهتنا كذا وكذا
قال بلى فتشبّثوا به باجمعهم فاتى
الصريخ الى ابی بكر فقيل له ادرك
صاحبك فخرج ابوبكر حتى
دخل المسجد فوجد رسول
الله صلى الله عليه وسلم و
النّاس مجتمعون عليه فقال
ويلكم اتقتلون رجلاً ان
يقول ربّی الله وقد جاءكم
بالبيّنات من ربّكم قالت
فلهوا عن رسول الله صلى
الله عليه وسلم واقبلوا على
ابی بكر يضربونه قالت فرجع
الينا فجعل لا يمسّ شيئا من
غدائره الا جاء معه وهو
يقول تباركت يا ذا الجلال
والاكرام رواه ابوعمر فی
الاستيعاب حاصل كلام آنست كه

کی بہت بڑی سختی آپ نے کونسی دیکھی ہے جو انھوں نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی۔ تو انھوں نے بیان کیا کہ مشرکین
مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے پھر آپس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا اور آپ کی اُن باتوں کا جو آپ اُن کے معبودوں کے حق میں کہتے
تھے تذکرہ کرنے لگے۔ ابھی وہ ان باتوں میں لگے ہوئے تھے کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو سب آپ کے
پاس پہنچ گئے۔ اور جب وہ آپؐ سے کسی آپؐ کی بات کے بارے
میں سوال کرتے تھے تو آپؐ اس کی تصدیق کر دیتے تھے یعنی
انھوں نے کہا کہ کیا تو ہمارے معبودوں کے بارے میں ایسا اور
ایسا نہیں کہہ رہا تھا؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں! تو آپؐ کو یہ سب
کے سب لپٹ گئے۔ تو ایک چیخنے والے نے آکر ابوبکرؓ سے کہا کہ
اپنے ساتھی کے پاس جلد پہنچو۔ تو ابوبکرؓ نکل کھڑے ہوئے
اور مسجد میں پہنچے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس حال
میں پایا کہ لوگ آپ کو لپٹ رہے تھے تو انھوں نے کہا "وَیْلَکُمْ الخ
یعنی تم پر افسوس ہے کیا تم ایک شخص کو (محض) اس بات پر
قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے حالانکہ وہ
تمھارے رب کی طرف سے (اس دعوای پر) تمھارے پاس دلیلیں
بھی لے کر آیا ہے"۔ اسماءؓ نے کہا کہ پھر وہ لوگ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کو چھوڑ کر ابوبکرؓ کے مقابل ہو گئے اور ان کو مارنے
لگے۔ اسماءؓ نے کہا کہ ابوبکرؓ ہمارے پاس اس حالت میں واپس
ہوئے کہ جب اپنے سر کے بالوں میں سے کسی حصّہ کو بھی چھوتے
تھے تو وہ ہاتھ کے ساتھ ہی چلا آتا تھا اور وہ (اس کو دیکھ کر)
کہتے تھے تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ (اے ذوالجلال
والاکرام تو بڑی برکت والا ہے) اس کو ابوعمرؓ نے روایت کیا
استیعاب میں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس حال میں کہ رسول اللہ

عقبہ بن ابی معیط آمد حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز
می گزاردند چادرِ خود را در گردنِ مبارکِ آنحضرتؐ
پیچید و خفا کرد آنحضرتؐ را خفا کردنِ سخت
متعاقبِ ایں حال ابوبکر صدیق رسیدؓ و آیۃ
أتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ برخواند در
روایتِ دیگر آنکہ زدند آنحضرت را صلی اللہ علیہ
وسلم تا آنکہ بیہوش شد پس ابوبکرؓ استاد
و ایں آیۃ برخواند و حاصلِ حدیث اسماءؓ آن
است کہ مشرکان نشستہ بودند در مسجدِ حرام
پس بایک دیگر مذکور آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم کردند و ذکر آنچہ آنحضرتؐ می فرماید در
حقِ بتانِ ایشاں بمیان آوردند دریں ہنگام
آنحضرتؐ بمسجد در آمدند مشرکان بطرفِ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم برخاستند حالانکہ آنحضرتؐ چوں
کفّار سوال میکردند راست میگفت بایشاں و تقیہ
را کار فرمانمی شد گفتند آیا تو می گوئی در باب آلہۃ ما
چناں و چناں فرمود آرے میگویم پس در آویختند با
آنحضرتؐ ہمہ ایشاں پس آمد فریاد کنندہ بسوئے ابوبکر صدیقؓ
و گفت دریاب صاحب خود را پس برآمد حضرت صدیق
تا آنکہ داخل شد بمسجدِ حرام و یافت آنحضرت
را صلی اللہ علیہ وسلم دراں حال کہ
جمع آمدہ بودند بروے پس گفت ویلکم الخ
پس غافل شدند کفّار از آنحضرتؐ
و متوجہ گشتند با ابوبکر صدیقؓ و زدند
او را اسماءؓ گفت پس باز گشت حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے عقبہ بن ابی مُعیط آیا اور اُس نے
اپنی چادر کو آنحضرتؐ کی گردن مبارک میں لپیٹ کر سختی کے ساتھ آپؐ
کا گلا گھونٹنا شروع کردیا۔ اس حال کے پیش آتے ہی صدیق اکبرؓ
پہنچ گئے اور انھوں نے آیت اتقتلون رجلاً ان یقول ربی
اللہ پڑھی۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ مشرکین نے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو اتنا مارا کہ آپؐ بے ہوش ہوگئے تو
ابوبکرؓ (آکر) کھڑے ہوتے اور اُنھوں نے یہ آیت پڑھی۔
اور حدیث اسماءؓ کا حاصل یہ ہے کہ مشرکین مسجدِ حرام میں بیٹھے
ہوئے تھے اور ایک دوسرے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
تذکرہ کر رہے تھے اور اُن باتوں کا ذکر بھی درمیان میں لے آئے
جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان کے بتوں کے حق میں فرماتے
تھے۔ اُسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں آگئے مشرکین
آپؐ کی طرف جھپٹ پڑے (اور سوالات کرنے لگے) آپؐ کا یہ
حال تھا کہ جب کُفّار آپؐ سے سوال کرتے تھے آپؐ صحیح اور
سچا جواب دیتے تھے۔ آپؐ اُن کے ساتھ تقیہ کا استعمال نہیں
فرمارہے تھے چنانچہ انھوں نے کہا کہ کیا تو ہمارے معبودوں
کے حق میں ایسا اور ایسا نہیں کہتا؟ آپؐ نے فرمایا کہ
ہاں کہتا ہوں۔ تو یہ جس قدر تھے سب آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کو لپٹ گئے۔ اب ایک فریاد کرنے والا ابوبکر صدیقؓ
کے پاس پہنچا اور کہا کہ اپنے صاحب کے پاس جلد پہنچو تو
حضرت صدیقؓ فوراً روانہ ہوئے یہاں تک کہ مسجدِ حرام
میں داخل ہوئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس حال
میں پایا کہ مشرکین آپؐ کو گھیرے ہوئے تھے تو آپؓ نے اُن سے
کہا کہ ویلکم الخ تو کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غافل ہوگئے
اور ابوبکر صدیقؓ کی طرف متوجہ ہوگئے اور ان کو مارنے لگے۔

صدیق رض بایں صفت کہ دست نمے
سایند بچیزے از گیسوہائے خود مگر
کہ مے آمد ہمراہ دستِ او می گفت
تبارکت یا ذا الجلال والاکرام
وازانجملہ آنست کہ چندیں دفعہ
اذٰی کفار را از آنحضرت ؐ بازداشت
بتوریہ وکنایہ۔ در قصہ ہجرت آمدہ
است کہ ہرکہ آنحضرت ؐ را می پرسید
صدیق رض مے گفت ھادٍ یھدینی
السبیلَ اخرجہ البخاری و در قصہ
امرأۃ ابی لہب آمدہ است کہ
بعد نزول سورۃ تبّت بقصد
ایذا آمد و گفت اِنّ صاحبکَ ھجانی،
قال ما یقول الشعر اخرجہ
ابویعلیٰ وازانجملہ آنست کہ
چوں قریش بر ایذائے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم جمع شدند
و صحیفہ نوشتند حضرت
صدّیق رض دریں مضیق شریک
آنحضرت ؐ بود لہٰذا دریں
واقعہ ابو طالب گفتہ
است ؎

وھم رجعوا سھل بن بیضاء راضیاً
فسُرَّ ابوبکر بھا ومحمدٌ

اسماء رض نے کہا کہ پھر حضرت صدیق رض اس حال
کے ساتھ واپس ہوتے کہ اپنے گیسوؤں کے کسی حصّہ
پر ہاتھ نہیں پہنچاتے تھے مگر وہ اُن کے ہاتھ کے ساتھ
ہی آلیتا تھا اور یہ کہتے تھے تبارکت یا ذا الجلال
والاکرام۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ کئی مرتبہ
آپ نے توریہ اور کنایہ سے کام لے کر کفار کی
ایذاؤں کو آپؐ تک پہنچنے سے روک دیا۔ ہجرت کے
قصّہ میں آیا ہے کہ جو کوئی (مکہ سے مدینہ کے
سفر پر جاتے وقت) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے بارے میں پوچھتا تھا تو حضرت صدیق رض کہتے تھے
ھادٍ یھدینی السبیلَ (یہ رہنما ہیں جو مجھے راہ
دکھانے والے ہیں) اس کو بخاری نے روایت کیا
اور ابولہب کی بیوی کے قصّہ میں آیا ہے کہ
سورۃ تبّت نازل ہونے کے بعد وہ آپؐ کو ایذاء
دینے کے ارادے سے آئی اور اس نے (حضرت صدیق رض
سے) کہا کہ تیرے ساتھی نے میری ہجو کہی ہے۔ تو آپؐ
نے جواب دیا کہ وہ شعر نہیں کہتے۔ اس کو ابویعلیٰ نے
روایت کیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جب قریش
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایذاء رسانی پر
متفق ہو گئے اور انھوں نے ایک دستاویز لکھی
تو حضرت صدیق رض اس تنگی کے زمانہ میں آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے شریک حال رہے ہیں۔ لہٰذا اس واقعہ کے
بارے میں ابو طالب نے یہ شعر کہا ہے ؎

شعر:۔ وَھم رَجَعُوا۔ الخ

(ترجمہ) اور انھوں نے (اس دستاویز کو

کذا فی سیرۃ ابنِ اسحٰق ؔو ازا انجملہ آنست کہ حضرتِ صدیق رضہ اول کسے است کہ مسجد بنا کرد و اعلام اسلام نمود کفّار قریش بایذا برخاستند تا آنکہ مضطر شد بہجرت ابن الدّغنہ میانجی گشت میانِ وے و میانِ قریش و عہد گرفت برائے او تا آنکہ غلبۂ دیگر بر دلِ او وارد شد (توکل) و جوار ابن دُغنہ را رد کرد اِنِّیْ اَرُدُّ اِلَیْكَ جِوَارَكَ وَ اَرْضٰی بِجِوَارِ اللّٰہ آنگاہ باعلان اسلام و جہر قراءۃِ قرآن مشغول شد اخرجہ البخاریؔ فی حدیث طویلٍ عن عائشۃ۔ و ازا انجملہ آنست کہ حضرت صدیق رضہ بجہتِ اعلاءِ کلمۃ اللہ در قصّہ غلبہ فارس بر روم مُراہنہ کرد عن ابنِ عباس قالؔ کان المسلمون یُحِبُّوْنَ ان تظہر الرُّومُ علٰی فارس لانّھم اھلُ الکتاب وکان المشرکون

بلند آواز سے یا بار بار پڑھا سُہَیل بن بیضاء[ع۵] کے سامنے خوش ہو کر۔ تو اس پر راز کے ساتھ مطلع کر دیئے گئے ابو بکر رضہ اور محمدؐ۔ سیرت ابنِ اسحٰق میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت صدیق رضہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے (مکّہ میں) مسجد بنائی اور اپنے اسلام کا کھُل کر اظہار کیا۔ کفّارِ قریش ایذاء کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے یہاں تک کہ یہ مکّہ چھوڑنے پر مجبور ہونے لگے تو ابنِ دُغنہ ان کے اور مُشرکین کے درمیان میں پڑے (ان کا مقولہ اور ان کا تعارف حاشیہ پر چند صفحات قبل گزر چکا ہے) اور انھوں نے ان کے بارے میں تعرّض نہ کرنے کا مشرکین سے عہد لیا (اور حضرت ابو بکر رضہ سے یہ کہا کہ آپ قرآن آواز سے نہ پڑھیں) یہاں تک کہ دوسرا غلبہ آپ کے قلب پر وارد ہوا (یعنی اللہ تعالیٰ پر توکّل کا) اور آپ نے ابنِ دُغنہ کے امن کو ردّ کر دیا۔ فرمایا کہ میں تمہارے امن کو تمہاری طرف واپس کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے امن پر راضی ہوں۔ اس وقت سے آپ رضہ اپنے اسلام کا اعلان بھی کرنے لگے اور قرآن کی قرارت آواز کے ساتھ کرنے میں مشغول ہو گئے۔ اس کو بخاری نے حضرت عائشہ رضہ سے ایک

ع۵ سہل بن بیضاء۔ آپؐ پر ایمان لا چکے تھے مگر اس وقت تک اپنا ایمان چھپاتے ہوتے تھے۔ انھوں نے اس بائیکاٹ کی دستاویز لکھے جانے کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضہ کے پاس خفیہ طور پر بھیجدی۔ اس کے بعد انھوں نے مکہ میں اپنے اسلام کا اظہار کر دیا تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ آخر تک چھپاتے رہے حتےٰ کہ مشرکین کے ساتھی بن کر بدر میں بھی پہنچے اور ایک دن گرفتار کر لئے گئے تو عبداللہ ابن مسعود رضہ نے ان کے اسلام کی گواہی دی کہ میں نے ان کو نماز پڑھتے ہوتے دیکھا ہے تو چھوڑ دیئے گئے۔ مدینہ میں ہی ان کی وفات ہوئی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی ۱۲

یحبون ان تظھر فارس علی الروم لانھم اھل الاوثان فذکر ذلک المسلمون لابی بکر رضی اللہ عنہ فذکر ذلک ابوبکر للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اما انھم سیھزمون فذکر ذلک ابوبکر لھم فقال اجعل بیننا وبینک اجلا فان ظھروا کان لنا کذا وکذا وان ظھرنا کان لک کذا وکذا فجعل بینھم اجل خمس سنین فلم یظھروا فذکر ابوبکر للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال الا جعلتہ دون العشرۃ فظھرت الروم بعد ذلک فذلک قولہ الٓمٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِھِمْ

حدیثِ طویل میں روایت کیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت صدیق رضؓ نے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے فارس کے روم پر غالب آجانے کے قصہ میں مُراہنہ کیا۔ ابنِ عباس رضؓ سے مروی ہے کہا کہ مسلمان اس بات کو پسند کرتے تھے کہ روم والے فارس پر غالب آئیں کیونکہ وہ اہلِ کتاب ہیں اور مشرکین اس بات کو پسند کرتے تھے کہ اہلِ فارس روم پر غالب آئیں کیونکہ وہ بُتوں والے ہیں۔ مسلمانوں نے اس کا ذکر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کیا۔ پھر ابوبکر رضؓ نے اس کا ذکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ تو اُن سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان (اہلِ فارس کو) آئندہ شکست دی جائے گی۔ اس کا ذکر ابوبکر رضؓ نے اُن (مشرکین) سے کردیا۔ اُنھوں نے کہا کہ ہمارے اور اپنے درمیان ایک مدّت معیّن کرو کہ اگر وہ (یعنی اہل روم) غالب آگئے تو ہمارے لئے ضروری ہوگا کہ ہم اتنے اور اتنے (اونٹ) دیں اور اگر ہم غالب آگئے تو تمھارے لئے ضروری ہوگا اتنا اور اتنا دینا۔ تو حضرت ابوبکر رضؓ نے ان سے پانچ سال کی مدت معیّن کردی۔ (اس مدّت میں) اہلِ روم غالب نہیں ہوئے تو ابوبکر رضؓ نے اس کا ذکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ مدّت "دون العشرہ" یعنی دس برس سے کم کیوں نہ مقرر کی (ابنِ عباس رضؓ نے) کہا کہ پھر اس کے بعد رُوم والے غالب آگئے۔ یہ قصہ ہے ان آیات کا۔ الٓمٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ الخ (۳۰: ۱ تا ۵) الٓمٓ۔ اہلِ روم ایک قریب کے موقع میں مغلوب ہوگئے اور وہ اپنے

عہ رِھان کے معنے شرط کے بھی آتے ہیں جیسے فرسَی رِھَانٍ (شرط کے دونوں گھوڑے) مُراھنہ کے معنے ہیں ایک دوسرے کے ساتھ شرط لگانا۔ اس قصہ میں جو وجہ فضیلت ہے وہ حضرت صدیق رضؓ کا ارشادِ نبویؐ پر ایمان ویقین کامل ہے۔ لیکن تعینِ مدّت میں بے احتیاطی کر گئے تھے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متنبہ فرمایا ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

سَيَغْلِبُونَ قال فغلبت الروم ثم غلبت بعد لِلّٰهِ الأمر من قبل ومن بعد ويومئذٍ يفرح المؤمنون بنصر الله قال سفیان وسمعت انہم ظهروا يوم بدر اخرجه الحاکم وازانجملہ آنست کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تا در مکہ بود صبح و شام ہر روز بخانۂ حضرت صدیق رض آمد و رفت می فرمود عن عائشة قالت لم اعقل ابوی قط الا وهما يدينان الدين ولم يمر علينا يوم الا ياتينا فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم طرفي النهار بكرة وعشية اخرجه البخاری فی قصۃ الهجرة وازانجملہ آنست چوں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا متوفی شد حضرت صدیق رض عائشہ رض را در عقد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آورد و در آں باب ادبے کہ بہتر ازاں صورت نہ بندد رعایت نمود عن حبيب مولى عروة قال لما ماتت خديجة حزن عليها النبي صلى الله عليه وسلم فاتاه ابوبكر بعائشة فقال يا رسول الله هذه تذهب ببعض حزنك وان في هذه خلقا من خديجة ثم ردها فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يختلف الى ابی بکر الحديث اخرجه الحاکم وعن عائشة قالت قدمنا المدينة

مغلوب ہونے کے بعد عنقریب تین سال سے لے کر نو سال تک کے اندر اندر غالب آجائیں گے ،، کہا کہ روم مغلوب ہوئے تھے پھر بعد میں غالب آگئے پہلے بھی اختیار اللہ ہی کو تھا اور پیچھے بھی اور اُس روز مسلمان اللہ تعالےٰ کی اس امداد پر خوش ہونگے۔ سفیان رح نے کہا اور میں نے سُنا ہے وہ یوم بدر میں غالب آئے۔ اس کو روایت کیا حاکم نے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ میں رہے حضرت صدیق رض کے مکان میں صبح و شام روزانہ آمد و رفت فرماتے رہتے تھے۔ مروی ہے عائشہ رض سے فرمایا کہ میں نے اپنے ماں باپ کو کبھی کسی شغل میں نہیں پایا بجز اسکے کہ وہ دونوں دین کے کاموں میں لگے رہتے تھے اور ہم پر کوئی دن نہیں گزرتا تھا مگر ہمارے یہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دن کی دونوں جانبوں یعنی صبح و شام تشریف لایا کرتے تھے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہجرت کے قصہ میں۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی اور حضرت صدیق رض عائشہ رض کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں لائے تو اس بارے میں اس قدر ادب کی رعایت کی کہ اس سے زیادہ کی کوئی صورت نہیں بنتی۔ مروی ہے حبیب رح سے جو عروہ رض کے مولیٰ ہیں کہا کہ جب حضرت خدیجہ رض کا انتقال ہوا تو اُن پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غمگین ہوئے تو ان کے پاس حضرت ابوبکر رض عائشہ رض کو لے کر آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ ! آپ کا کچھ غم یہ دفع کردے گی اور حقیقت یہ ہے کہ اس میں خدیجہ رض کی خصلتیں موجود ہیں۔ پھر اُن کو واپس لے آئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رض کے پاس آتے جاتے رہے۔ آخر حدیث تک۔ روایت کیا اس کو حاکم نے۔ اور عائشہ رض سے روایت ہے کہا کہ ہم مدینہ

الی ان قالت قال ابوبکر یارسول اللہ
ما یمنعک ان تبتنی باھلک فقال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم الصداق فاعطاہ ابوبکر
اثنتی عشر اوقیۃ و نشّا (نصف) فبعث بھا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الینا وبنیٰ بی (جامع)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتی
ھذا الذی انا فیہ اخرجہ الحاکم وابوعمر
فی الاستیعاب مثلہ۔ وازانجملہ
آنست کہ چوں معراج متحقق شد اوّل کسے کہ
آں تصدیق نمود صدیق اکبر رض بود عن
عائشۃ قالت لما اُسری النبی صلی
اللہ علیہ وسلم الی المسجد الاقصی
اصبح یتحدث الناس بذلک فارتد
ناس ممن کان امنوا بہ وصدّقوہ
وسعوا بذلک الی ابی بکر فذکرت
الحدیث الی ان قالت فقال ابوبکر
انی لاصدقہ فیما ھو ابعد من ذلک
اُصدقہ بخبر السماء فی غدوۃ اوروحۃ
فلذلک سُمّی ابوبکر الصدیق اخرجہ
الحاکم وفی الاستیعاب نحو من ذلک
وازانجملہ آنست کہ چوں آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم درموسم حج خودرا بر
احیاءِ عرب عرض کردند تاکدام یک
ازیشاں بسعادتِ نصرت فائز شود
صدیق اکبر رض در ہر عرضہ رفیق آنحضرت ومتولّی

میں پہنچے (راوی نے) کہاکہ آپ نے قصہ بیان کرتے ہوئے
یہ فرمایا کہ ابوبکر رض نے کہاکہ یارسول اللہ ص! آپ کو اپنی اہلیہ سے
خلوت میں کیا بات روک رہی ہے تو رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایاکہ (ادائگی) مہر۔ تو آپ کو ابوبکر رض نے دیئے
بارہ اوقیہ اور نصف (ساڑھے بیالیس تولہ) تو اس کو رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے یہاں بھیجدیا اور مجھ سے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے تخلیہ کیا میرے اسی گھر میں جس میں کہ اب
میں موجود ہوں، روایت کیا اس کو حاکم نے اور ابوعمر نے استیعاب
میں ایسا ہی روایت کیا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب معراج
واقع ہوئی تو سب سے پہلے جس نے آپ کی تصدیق کی وہ
صدیق اکبر رض تھے۔ حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ جب رات
میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد اقصےٰ کی طرف لیجایا گیا۔ صبح کو
لوگوں نے اس پر باتیں کرنا شروع کیں تو بہت سے ایسے لوگ جو
آپ پر ایمان لاچکے اور آپ کی تصدیق کرچکے تھے مُرتد ہوگئے اور
اس قصہ کو لیکر پہنچے ابوبکر رض کے پاس، اس حدیث کو بیان کرتے
ہوئے عائشہ رض کہتی ہیں کہ ابوبکر رض نے فرمایاکہ میں توان کی تصدیق
ایسی بات میں کررہا ہوں جو اس سے بھی زیادہ بعید ہے میں انکی
تصدیق کرتا ہوں آسمان کی خبریں جو ایک صبح اور ایک شام میں
اُن کے پاس آجاتی ہیں۔ تو اسی بناء پر ابوبکر رض کا نام صدیق رکھا
گیا۔ اس کو روایت کیا حاکم نے اور استیعاب میں بھی اسی طرح لکھا
ہے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے حج کے موسم میں اپنے کو عرب قبائل کے سامنے پیش
کیا تاکہ کوئی ان میں سے نصرتِ اسلام کی سعادت سے
بہرہ اندوز ہو۔ ہر ملاقات کے موقع پر صدیق اکبر رض آنحضرت
کے رفیق اور جواب وسوال کے متولّی رہے ہیں۔ ریاض نضرہ

جواب وسوال بودہ است در ریاض نضرہ
این قصہا بروایت حضرت مرتضٰےؓ مذکور
است وازانجملہ آنست کہ چوں آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت فرمود بسُوے
مدینہ حضرت صدیقؓ رفیق آنحضرتؐ
بود و این خدمت بنوعے از دست وے
سرانجام یافت کہ خدائے تعالیٰ بآں
تنویہ فرمود ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی
الْغَارِ و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بدیں وجہ
بستود کہ حَمَلَنِی اِلٰی دَارِ الْہِجْرَۃِ وثنائی وے
درالسنۂ مسلمین شائع گشت واین قصہ
بطولہا در بخاری مذکور است وازانجملہ آنست
کہ چوں غزوۂ بدر واقع شد وآں اوّل فتح
اسلام بود و فضیلتِ او بر جمیع مشاہد فائق
است حضرت صدیقؓ را دراں مشہد مآثر
نمایاں حاصل گشت و فضائلِ او دوبالا
شد بچند جہت یکے آنکہ ثانی آنحضرتؐ
بود در عریش دیگر آنکہ الہام عظیم
از جانبِ غیب قبول نمود و آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم تصویب آں فرمودند
عن ابن عباسؓ قال قال النبیؐ صلے اللہ
علیہ وسلم یوم بدر اللّٰھم انی
انشدک عھدک و وعدک اللّٰھم ان
شئت لم تعبد فاخذ ابوبکر
بیدہ فقال حسبک فخرج وھو

میں یہ قصّے حضرت مرتضٰےؓ کی روایت سے مذکور ہیں۔ اوران میں
سے ایک یہ ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی
طرف ہجرت فرمائی تو حضرت صدیقؓ آنحضرتؐ کے رفیق تھے اور
یہ خدمت ایسی نوع (والہانہ عشق) کے ساتھ آپؐ کے ہاتھ سے
پوری ہوئی کہ خدا تعالیٰ نے اس پر آپ کی بڑائی کا اظہار کیا۔
فرمایا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ (یعنی دو میں دوسرا
جب کہ وہ دونوں غار میں تھے) اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے اس وجہ کے پیش نظر آپ کی مدح میں یہ فرمایا کہ (ابوبکرؓ)
مجھے سوار کر کے دارالہجرت کی طرف لایا اور ان کی مدح وثناء
مسلمانوں کی زبانوں پر شائع ہوگئی۔ اور یہ قصہ اپنی تفصیلات
کے ساتھ بخاری میں مذکور ہے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ
جب غزوۂ بدر واقع ہوا اور وہ اسلام کی پہلی فتح تھی اور
اُس کی فضیلت تمام غزوات سے بڑھی ہوئی ہے حضرت
صدیق رضی اللہ عنہ کو اس غزوہ میں نمایاں اعزاز حاصل ہوئے
اور اُن کے فضائل دوبالا ہوئے چند وجوہ سے۔ پہلی یہ کہ عریش
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ثانی تھے (یعنی اس عارضی
مُسقّف منڈوے میں جو آپؐ کے لئے بنایا گیا تھا آپؐ کے ساتھ
ابوبکرؓ مقیم ہوئے تھے) دوسری یہ کہ جانب غیب سے (آپ کے
قلب پر) ایک عظیم الہام کو قبول کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے اس کی تصویب فرمائی۔ مروی ہے ابن عباسؓ سے کہ
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یوم بدر میں یہ دعا کی کہ اے اللہ
میں آپ کو واسطہ دیتا ہوں آپ کے عہد اور وعدے کا۔
اے اللہ! اگر آپ چاہیں کہ آپ کی عبادت نہ کی جائے، تو
ابوبکرؓ نے آپؐ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا بس کافی ہے تو آپؐ
یہ کہتے ہوئے نکلے سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ الخ (۵۴ : ۴۵)۔

يقول سيهزم الجمع ويولون الدبر اخرجه البخاري. ومعنے ایں کلام نزدیک فقیر آنست کہ ابوبکر صدیق رضؓ ملہم شد بآنکہ دعا. باجابت مقرون گشت وایں صورت از جملہ آں واقعہا است کہ الہام صحابہ سبقت نمود دراں بر وحی انگاہ وحی بر حسب الہام ایشاں فرود آمد بلکہ بحقیقت ہمیں الہام وحی است بسوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بآں وجہ کہ چوں ایشاں ملہم شدند آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بفراست صادقہ خویش دریافت کہ ایں خاطر از جانب مدبر السموات والارض است و ایں فراست وحی باطنی است چنانکہ در قصّہ اذان رؤیا عبداللہ بن زید و قیاس فاروق رضؓ را تصویب فرمود و در لیلۃ القدر بر رؤیائے جمعے از صحابہ رضؓ اعتماد نمود الیٰ غیر ذٰلک من الوقائع دیگر آنکہ چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از عریش برآمدہ متوجہ کارزار شد میمنہ لشکر بصدیق رضؓ دادند و میکائیلؑ ہمراہ او بود و میسرہ لشکر بحضرت مرتضےٰ رضؓ و اسرافیلؑ ہمراہ او بود عن علی رضی اللہ عنہ قال بینما انا امیح من قلیب ببدر اذا جاءت ریح شدیدۃ لم ار مثلھا قط ثم ذھبت ثم جاءت ریح شدیدۃ لم ار مثلھا قط الا التی کانت قبلھا وکانت الریح الاولیٰ جبرئیل نزل فی الف من الملٰئکۃ مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ

عنقریب (ان کی) یہ جماعت شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے" اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور اس کلام کے معنے فقیر کے نزدیک یہ ہیں کہ ابوبکر صدیق رضؓ کو الہام ہو گیا کہ آپ کی دعا۔ مقرون باجابت ہو چکی ہے اور یہ ان واقعات میں کی ایک صورت ہے جن میں کہ صحابہ رضؓ کا الہام کسی واقعہ میں وحی پر سبقت کر گیا اور پھر وحی ان کے الہام کے مطابق نازل ہوئی بلکہ درحقیقت وہی الہام وحی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف، اس وجہ سے کہ جب وہ مُلہَم ہوئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی فراستِ صادقہ سے سمجھ لیا کہ (ان کے قلب پر) یہ اُترنے والا خیال مدبّر السمٰوات والارض (یعنی اللہ جلّ شانہٗ) کی جانب سے ہے اور یہ فراست وحی باطنی ہے جیساکہ اذان کے قصّہ میں عبداللہ بن زید رضؓ کے خواب اور فاروق رضؓ کے قیاس کی تصویب فرمائی اور لیلۃ القدر میں صحابہ رضؓ کی ایک جماعت کے خواب پر اعتماد کیا اور ایسے بہت سے واقعات ہیں۔ تیسؔری یہ کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عریش سے نکل کر جنگ کی طرف متوجّہ ہوئے تو آپؐ نے لشکر کا میمنہ صدیق رضؓ کو دیا اور میکائیلؑ ان کے ساتھ تھے اور لشکر کا میسرہ حضرت مرتضےٰ رضؓ کو اور اسرافیلؑ ان کے ہمراہ تھے۔ مروی ہے علی رضی اللہ عنہ سے کہا اس دوران میں کہ مَیں بدؔر کے کنویں سے چلّو بھر بھر کر پانی ڈول میں ڈال رہا تھا کہ ایسی تیز ہوا آئی کہ مَیں نے کبھی ایسی ہوا نہ دیکھی تھی پھر گزر گئی۔ پھر ایک تیز ہوا آئی کہ مَیں نے اتنی تیز ہوا کبھی نہ دیکھی تھی بجز اس ہوا کے جو اس سے پہلے آئی تھی اور پہلی ہوا جبرئیلؑ تھے جو ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کے لئے نازل ہوئے تھے۔ اور دوسری ہوا میکائیلؑ تھے جو ہزار فرشتوں کے ساتھ نازل ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وسلم وکانت الریح الثانیۃ میکائیل نزل فی الفٍ من الملائکۃ عن یمینِ رسولِ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وکان ابوبکر عن یمینہٖ وکانت الریح الثالثۃ اسرافیل نزل فی الفٍ من الملائکۃ عن میسرۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وانا فی المیسرۃ فلما ھزم اللہ تعالیٰ اعداءہ حملنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی فرسٍ فجرت بی فوقعت علی عقبی فدعوت اللہ عزّوجلّ فامسکنی فلما استویت علیھا طعنت بیدی ھذہ فی القوم حتی اختضب ھذا منی دمًا و اشار الی إبطہ اخرجہ الحاکم دیگر آنکہ چوں اسیرانِ بدر آمدند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشاورہ کردند باصحابہؓ و مشورت حضرت صدیقؓ را اختیار فرمود و اورا باحضرت عیسیٰؑ تشبیہ داد ہرچند درآخر فضیلت حضرت فاروقؓ غالب تر برآمد عن عبداللہ بن مسعود قال لما کان یوم بدر قال لھم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ماتقولون فی ھؤلاء الاساری فقال عبداللہ بن رواحۃ انت فی وادٍ کثیر الحطب فاضرم نارًا ثم القھم فیھا فقال العباس رضی اللہ عنہ قطع اللہ رحمک فقال عمر رضی اللہ عنہ قادتھم ورؤساءھم قاتلوک وکذبوک فاضرب اعناقھم فقال ابوبکر رضی اللہ عنہ عشیرتک و قومک ثم دخل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقا

کی دائیں جانب کے لئے اور آپ کی دائیں جانب ابوبکرؓ تھے۔ اور تیسری ہوا اسرافیلؑ تھے جو ہزار فرشتوں کے ساتھ نازل ہوتے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مَیسَرہ (یعنی بائیں جانب) کیلئے اور میں مَیسَرہ میں تھا تو جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں کو بھگا دیا مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھوڑے پر سوار کیا وہ مجھے لے کر دوڑ پڑا اور میں اپنی پشت پر گرا تو میں نے اللہ عزّوجلّ سے دعاء کی تو اس نے مجھے روک لیا۔ پھر جب میں اچھی طرح جم گیا تو میں نے اپنے اس ہاتھ سے قوم پر تلوار بجانا شروع کر دی یہاں تک کہ خون سے یہ بھی رنگین ہوگئی اور اپنی بغل کی طرف اشارہ کیا۔ اس کو حاکم نے روایت کیا۔ چوتھی یہ کہ جب اسیرانِ بدر آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کے بارے میں) اصحابؓ سے مشورہ کیا اور حضرت صدیقؓ کے مشورے کو اختیار فرمایا اور اُن کو حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ تشبیہ دی اگرچہ آخر میں (اس واقعہ میں) حضرت فاروقؓ کی فضیلت بہت بڑھی ہوئی نکلی۔ روایت ہے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ جب یوم بدر تھا تو اصحابؓ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان قیدیوں کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ تو عبداللہ بن رواحہؓ نے کہا آپؐ ایسی وادی میں جہاں بہت سوکھی لکڑیاں موجود ہیں (اُن کو جمع کر کے) آگ سلگائیے پھر ان سب کو اس میں ڈال دیجئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرا رحم قطع کر دیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کو اور ان کے سرداروں کو جو آپؐ سے لڑتے اور آپؐ کو جھٹلاتے رہے قریب قریب کر دیجئے میں ان کی گردنیں مار دوں گا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تمہارے خاندان کے اور تمہاری قوم کے ہیں۔ پھر داخل ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور فرمایا جو کچھ تم ان لوگوں کے بارے میں کہہ رہے ہو وہ (سب درست ہے) مثال ان لوگوں کی ان لوگوں کے بھائیوں

ماتقولون فی ہؤلاء ان مثل ہؤلاء کمثل
اخوۃ لھم کانوا من قبلھم قال نوح
رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ
دَيَّارًا ۔ وقال موسٰی رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى أَمْوَالِهِمْ
وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوبِهِمْ الآیۃ وقال ابراھیم
فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ
غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۔ وقال عیسٰی إِنْ تُعَذِّبْهُمْ
فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ
الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۔ وانتم قوم بکم عیلۃ
فلا ینفلتن احد منکم الا بفداء او
بضربۃ عنق اخرجہ الحاکم و ازانجملہ
آنست کہ چوں غزوۂ اُحد واقع شد نصیب
حضرت صدیق رض دراں مشہد فضائلِ عظیمہ
گشت بچند جہت یکے آنکہ حضرت صدیق رض
نہایت سعی در کشفِ بلائے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم بجا آورد قال ابن اسحٰق
فلما عرفوا المسلمون رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نھضوا بہ و نھض
معھم نحو الشعب معہ ابوبکر الصدیق
وعمر بن الخطاب وعلی بن ابی طالب
وطلحۃ بن عبید اللہ والزبیر
ابن العوام والحارث بن الصمۃ
رضوان اللہ علیہم ورھط
من المسلمین عن عائشۃ قالت
قال ابوبکر الصدیق لما جال

جیسی ہے جو ان سے پہلے ہو چکے ہیں۔ نوحؑ نے کہا تھا رَبِّ لَا تَذَرْ الخ
(۷۱: ۲۶) اے میرے پروردگار! کافروں میں سے زمین
پر ایک باشندہ بھی نہ چھوڑ“ اور موسٰیؑ نے کہا تھا رَبَّنَا
اطْمِسْ الخ (۱۰: ۸۸) اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو نیست
و نابود کر دیجئے اور ان کے دلوں کو (زیادہ) سخت کر دیجئے الخ“
اور ابراہیمؑ نے کہا فَمَنْ تَبِعَنِي الخ (۱۴: ۳۶) پھر جو شخص
میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہے ہی اور جو شخص (اس
بات میں) میرا نہ مانے سو آپ تو کثیر المغفرت کثیر الرحمۃ
ہیں“ اور عیسٰیؑ نے کہا تھا اِنْ تُعَذِّبْهُمْ الخ (۵: ۱۱۸)
اگر آپ ان کو سزا دیں گے تو یہ آپ کے بندے ہیں
اور اگر آپ ان کو معاف فرما دیں تو آپ زبردست
ہیں حکمت والے ہیں“ اور تم ایسی قوم ہو کہ تم پر
افلاس ہے (لہٰذا اُساریٰ کو واضح ہونا چاہیئے کہ) تم میں
سے کوئی رہا نہ ہوگا مگر فدیہ سے یا گردن ماری جانے سے۔
اس کو روایت کیا حاکم نے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ
جب غزوۂ اُحد واقع ہوا تو اس موقع پر حضرت صدیق رض
کو فضائلِ عظیمہ حاصل ہوئے چند صورتوں سے۔ ایک یہ کہ
حضرت صدیق رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صعوبتوں سے
بچانے کے لئے نہایت سعی کی۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ جب مسلمانوں
نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تو آپ کو جلد اُٹھا
لے گئے اور آپؐ اُن کے ساتھ گھاٹیوں کی طرف روانہ ہوئے
آپؐ کے ساتھ ابوبکر صدیق رض تھے اور عمر بن الخطاب رض اور علی
ابن ابی طالب رض اور طلحہ رض بن عبید اللہ اور زُبیر بن العوام رض اور
حارث رض بن الصمّہ رضوان اللہ علیہم اور مسلمانوں کی ایک
جماعت۔ حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ کہا کہ فرمایا ابوبکر صدیق رض

الناسُ عن رسول الله صلے الله علیه وسلم
یومَ اُحدٍ کنتُ اول من فاءَ فبصرتُ به
من بُعدٍ فاذا انا برجلٍ قد اعتنقنی من
خَلفی یُرید رسولَ الله صلے الله علیه
وسلم فاذا هو ابو عبیدة بن الجراح
الحدیث اخرجه الحاکم- ومراد از جولان
درینجا فرار نیست بلکه متفرق شدن از
آنحضرت صلے الله علیه و سلم بسبب در
آمدن فوج کفار در فوج آنحضرت صلے الله
علیه وسلم ۲ دیگر آنکه معلوم شد که کفار
قریش اگر بعد آنحضرت صلے الله علیه و سلم
از کسے حساب می گرفتند از حضرت
صدیق رض می گرفتند لہذا چون ابوسفیان
تفحص مے کرد احوالِ فوج آنحضرت ؐ راہمیں
سہ کس را نام می برد زیراکہ از ہمیں سہ کس مے
ترسید ومن حدیث البراء اَشرَفَ ابوسفیان
فقال اَفی القوم محمدٌ فقال لا تُجیبوہ
فقال اَفی القوم ابن ابی قحافۃ فقال
لا تجیبوہ قال اَفی القوم ابن الخطاب
فقال انّ ھٰؤلاء قُتِلوا فلو کانوا
اَحیاءً لَاَجابوا فلم یملک عمر نفسه
فقال کذبتَ یا عدوَّ الله اَبقی الله لک
مَا یُخزیک اخرجه البخاری-
دیگر آنکه چون آنحضرت صلی الله علیه وسلم بتعاقب
کفار بعد احد متوجه شدند حضرت صدیق رض از حاضران

نے کہ جب لوگ یوم اُحد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے متفرق
ہو گئے تو میں پہلا شخص تھا جو لوٹا اور میں نے آپؐ کو دور سے
دیکھ لیا اچانک ایک شخص نے پیچھے سے میری کولی بھر لی وہ
بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں تھا۔ دیکھا ہوں
کہ وہ ابو عبیدہ بن الجراح رض ہیں الخ۔ اس کو حاکم نے روایت کیا۔
اور مراد جولان سے (جس سے لفظ جَالَ مشتق ہے) اس جگہ
فرار نہیں ہے بلکہ کفار کی فوج کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے فوج کے اندر گھس جانے کی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم سے اصحاب رض کا متفرق ہو جانا مراد ہے۔ دوسری یہ کہ
(اس واقعہ سے) یہ بات واضح ہوئی کہ کفارِ قریش اگر آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو (سب سے) نمایاں محسوب کرتے
تھے تو صدیق اکبر رض کو کرتے تھے۔ اسی بناء پر جب ابوسفیان آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی فوج کے احوال کی جانچ کر رہا تھا تو
ان ہی تین آدمیوں کا نام لے رہا تھا، کیونکہ وہ ان ہی تین سے
ڈرتا تھا، حدیث براء رض میں مذکور ہے کہ ابوسفیان اوپر چڑھا
اور (زور سے) بولا کہ کیا قوم میں محمدؐ ہے؟ تو (رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ اس کو جواب نہ دو۔ پھر اس نے کہا کہ کیا
قوم میں ابن ابی قحافہ رض ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ جواب نہ دو۔
پھر اُس نے کہا کہ کیا قوم میں ابن الخطاب رض ہے؟ (جب جواب
نہ ملا) تو بولا کہ اگر یہ زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے۔ اب
عمر رض اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکے اور بولے تو جھوٹ بول رہا ہے
او دشمنِ خدا! تجھے ذلیل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے باقی رکھا ہے۔
اس کو بخاری نے روایت کیا۔ تیسری یہ کہ جب آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم اُحد (کی لڑائی بند ہونے) کے بعد کفار کے تعاقب
کی طرف متوجہ ہوئے تو حضرت صدیق رض اس واقعہ کے

آں واقعہ بود عن عائشۃ فی قولہ تعالیٰ اَلَّذِیْنَ
اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ الآیۃ قالت لعروۃ یا ابن
اُختی کان اَبَوَاکَ مِنْھُمْ الزبیر وابوبکر لما
اصابَ نبیَّ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اصاب
یوم اُحد فانصرف عنہ المشرکون خاف ان
یرجعوا فقال من یذھب اِثرھم فانتدب
منھم سبعون رجلاً کان فیھم ابوبکر و
الزبیر اخرجہ البخاری۔ واز انجملہ آنست کہ
در غزوۂ خندق جانبے از لشکر بدستِ حضرت
صدیق رضی دادند و محافظتِ آں جانب باو مفوض
گشت والآن مسجدِ صدیق نزدیک خندق
موجود است وآں مسجد بحقیقت موضعِ نزولِ
حضرت صدیق رضی بود در غزوۂ خندق واز انجملہ
آنست کہ در غزوۂ مُریسیع حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا متہم شد و منافقان آنچہ نمی بایست گفتند
و گرفتار اَسوءِ حالات گشتند وبعض مسلمین کہ از
برأتِ صدیقہ رضی توقف کردند معاتب شدند
حضرت صدیق رضی دراں واقعہ فضائل نمایاں
نصیب شد بچند جہت یکی آنکہ دراں
واقعۂ ہوش رُبا از ایشاں کمال انقیاد و
تسلیم و فدا بظہور آمد عن عائشۃ فی قصۃ
الافک فتشھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ثم قال اما بعد یا عائشۃ انہ

حاضرین میں سے تھے۔ مروی ہے عائشہ رضی سے ارشادِ حق تعالیٰ اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا الخ کے بارے میں (۳: ۱۷۲) جن لوگوں نے اللہ و رسول ص کے کہنے کو قبول کر لیا بعد اس کے کہ ان کو زخم لگا تھا ان لوگوں میں جو نیک اور متقی ہیں ان کے لئے ثواب عظیم ہے۔" کہ اُنھوں نے عروہ سے فرمایا کہ اے میرے بھانجے! تیرے ابوین یعنی زبیر رضی اور ابوبکر رضی ان میں سے تھے۔ جب یوم اُحد میں نبیّ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ افتاد پڑی تھی پڑ چکی اور مشرکین آپ کی طرف سے واپس ہو گئے تو آپ کو اندیشہ ہوا کہ وہ پھر لوٹ کر آئیں گے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ان کا تعاقب کون کرے گا؛ تو ستّر آدمیوں نے (پورے جوش کے ساتھ) آمادگی ظاہر کی: اُن میں ابوبکر رضی اور زبیر رضی بھی تھے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ خندق میں لشکر کا ایک بازو حضرت صدیق رضی کے سپرد فرمایا اور اس جانب کی حفاظت آپ کے سپرد ہوئی اور اب بھی خندق کے قریب مسجدِ صدیق موجود ہے اور وہ مسجد در حقیقت غزوۂ خندق میں حضرت صدیق رضی کے اُترنے کی جگہ ہے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ مُریسیع[1] میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی اور منافقین نے ناشائستہ باتیں کہیں اور بدترین حالات میں گرفتار ہوتے۔ اور بعض ایسے مسلمان بھی موردِ عتاب ہوئے جنھوں نے صدیقہ رضی کی بے گناہی کے اظہار میں توقف کیا تھا۔ اس واقعہ میں حضرت صدیق رضی کو نمایاں فضائل نصیب ہوتے چند جہت سے۔ ایک یہ کہ اس واقعۂ ہوش ربا میں اُن سے انتہائی فرمانبرداری اور تسلیم و فدائیت ظہور میں آئی۔ حضرت عائشہ رضی سے اِفک (تہمت) کے قصہ میں مروی ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمۂ شہادت پڑھا

[1] مُریسیع حجاز میں ایک مشہور چشمہ کا نام ہے۔ اس غزوہ کو غزوۂ بنی المصطلق بھی کہتے ہیں ۱۲

بلغنی عنکِ کذا و کذا فان کنتِ بریئۃً
فسیبرئکِ اللہ وان کنتِ الممتِ بذنبٍ
فاستغفری اللہ وتوبی الیہ فان العبد اذا
اعترف ثم تاب تاب اللہ علیہ قالت فلما
قضیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقالتہ
قلص دمعی حتی ما احس منہ قطرۃً فقلت
لابی اجب عنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فقال انی واللہ ما ادری ما اقول لرسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخرجہ البخاری دیگر
آنکہ چوں براءۃ صدیقہ رض نازل شد آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم وصدیق اکبر رض شریک آں براءۃ گشتند
اولئک مبرءون مما یقولون زیراکہ معاذاللہ
اگرایں افک تحقق میداشت آں لوث دامن
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ودامن صدیق رض راکدر
میکرد کہ درمثل ایں امور صاحب فراش و والد المرأۃ
ہدف ملامت ونسبۃ می شوند دیگر آنکہ حضرت
صدیق رض بر مسطح بن اثاثہ انفاقے مے
کرد چوں ازوے شرکتے در افک ظاہر
شد از انفاق دست باز داشت دریں
باب نازل شد ولا یاتل
اولوا الفضل منکم والسعۃ
ان یؤتوا اولی القربیٰ آہ
عن عائشۃ قالت قال ابوبکر الصدیق
وکان ینفق علی مسطح بن

پھر اسکے بعد فرمایا اما بعد اے عائشہ رض! مجھے تیرے متعلق یہ اور یہ باتیں پہنچی ہیں اب اگر تو بری (یعنی پاکدامن) ہے تو اللہ تعالیٰ تیری برات ظاہر کردے گا اور اگر تو گناہ کی مرتکب ہوگئی ہے تو اللہ سے استغفار کر اور اس کے سامنے توبہ کر کیونکہ بندہ جب گناہ کرے پھر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ عائشہ رض نے کہا کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنا کلام پورا کرچکے تو میرے آنسو بالکل خشک ہوگئے یہاں تک کہ میں ایک قطرہ بھی محسوس نہیں کرتی تھی تو میں نے اپنے باپ سے کہا کہ میری طرف سے آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جواب دیجئے تو انھوں نے کہا کہ میں تو خدا کی قسم نہیں جانتا کہ کیا کہوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔ دوسری جہت یہ ہے کہ جب صدیقہ رض کی برات نازل ہوئی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رض (بھی) اس براءۃ میں شریک بن گئے۔ اولئک مبرءون مما یقولون (۲۴:۲۶) یہ اس بات سے پاک ہیں جو یہ (منافق) بکتے پھرتے ہیں" کیونکہ معاذاللہ اگر یہ بہتان کچھ بھی سچائی رکھتا ہوتا تو وہ گندگی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رض دونوں کے دامنوں کو آلودہ کرتی کہ اس قسم کے امور میں صاحب فراش یعنی شوہر اور عورت کا باپ دونوں ہی ملامت اور دشنام کا نشانہ بنتے ہیں۔ تیسری یہ کہ حضرت صدیق رض مسطح بن اثاثہ پر خرچ کیا کرتے تھے (یعنی ان کی مالی امداد کرتے رہتے تھے) جب اس افک میں ان کا شریک ہونا ظاہر ہوا تو آپ نے ان کو دینے سے ہاتھ روک لیا، اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ولا یاتل اولوا الفضل الخ (۲۴:۲۲) اور جو لوگ تم میں (دینی) بزرگی

ع۵ مسطح حضرت صدیق رض کی خالہ کے بیٹے تھے۔ اہل بدر اور مساکین میں سے تھے۔

أثاثة لقرابته منه وفقره لا والله لا أنفق على مسطح شيئا أبدا بعد الذي قال لعائشة ما قال فأنزل الله عزوجل وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ إلى غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ قالت قال أبو بكر الصديق بلى والله إني لأحب أن يغفر الله لي فرجع إلى مسطح النفقة التي كان ينفق عليه قال والله لا أنزعها منه أبدا أخرجه البخاري قال ابن عباس قال الله تعالى لأبي بكر قد جعلت فيك يا أبا بكر الفضل والمعرفة بالله وصلة الرحم وجعلت عندك السعة فتعطف على مسطح فله قرابة وله هجرة وله مسكنة ذكره الواحدي في الوسيط

وازاں جملہ آنست کہ چوں صلح حدیبیہ پیش آمد از صدیق اکبرؓ آثارِ جمیلہ ظاہر گشت و فضلِ او بآں آثار دو بالا شد یکے آنکہ صدیق اکبرؓ در مذاکرۂ عروۃ بن مسعود کار فرماے جلادت شد و دشنام غلیظ داد تا قوتِ مسلمین در جہاد ظاہر گردد در آخر فائدہ ایں اغلاظ فی القول واضح گشت کہ عروہ پیش قریش تمکن اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در نصرت آنحضرت

اور (دنیوی) وسعت والے ہیں وہ اہل قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں الخ۔ مروی ہے عائشہؓ سے بیان کیا کہ ابو بکر صدیقؓ نے کہا اور وہ خرچ کیا کرتے تھے مسطح بن اُثاثہ پر اُس سے قرابت کی بناء پر اور اُس کے فقر کی وجہ سے کہ واللہ اب میں مسطح پر کبھی کچھ خرچ نہ کروں گا۔ یہ اُس بات کے بعد فرمایا تھا جو اُس نے عائشہؓ کے متعلق کہی تھی تو اللہ عزوجل نے نازل فرمایا وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ سے غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ تک۔ عائشہؓ نے کہا کہ ابو بکرؓ نے (آیت سن کر) کہا کہ بیشک واللہ میں اس بات کو ضرور پسند کرتا ہوں کہ اللہ میری مغفرت کرے پھر لوٹایا مسطح کی طرف اُس نفقہ کو جو اُن پر خرچ کیا کرتے تھے اور فرمایا کہ خدا کی قسم میں اس کو اُس سے کبھی نہ روکوں گا اس کو بخاری نے روایت کیا۔ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابو بکرؓ سے فرمایا کہ اے ابو بکرؓ میں نے تجھ میں فضیلت رکھی ہے اور اللہ کی معرفت اور صلہ رحمی اور میں نے تجھے مالی وسعت دی تو مسطح پر مہربانی کر اس کی قرابت کی وجہ سے اور اس کی ناداری کی وجہ سے۔ اس کو واحدی نے ذکر کیا وسیط میں۔

اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب صلح حدیبیہ پیش آئی تو حضرت صدیقؓ کے مناقب جمیلہ کا ظہور ہوا اور اُن مناقب سے اُن کی فضیلت دوچند ہوگئی۔ ایک یہ کہ صدیق اکبرؓ سے عروہ بن مسعود کے ساتھ مکالمہ کے وقت بڑی بہادری کا ظہور ہوا اور (جوش میں آکر) اُس کو سخت گالی دی تاکہ جہاد میں مسلمانوں کی قوت ظاہر ہو اور آخر میں گفتگو کے اس کھرے پن کا فائدہ بھی واضح ہوگیا کہ عروہ نے جاکر قریش کے سامنے آنحضرت

ع۵ یہ اس وقت کافر تھا جو مشرکین مکہ کا نمائندہ بن کر گفتگوئے صلح کیلئے آیا تھا ۱۲

بیان نمود وآں سبب صلح شد فی قصۃ الحدیبیۃ
قال عروۃ عند ذلک ای محمد ارایت إن استأصلت
امر قومک هل سمعت باحدٍ من العرب
اجتاح اصله قبلک وان تکن الاخریٰ فانی
واللہ لاری وجوهًا وانی لاری اشوابًا من
الناس خلیقًا ان یفروا ویدعوک فقال له
ابوبکر امصص بظر اللات انحن نفر عنه
وندعه فقال من ذا قالوا ابوبکر فقال
اما والذی نفسی بیده لولا ید کانت لک
عندی لم اجزک بها لاجبتک۔
دیگر چوں حضرت فاروق رض را عرق
غیرت بحرکت آمد حضرت صدیق رض
در جواب سوال او قدم بر قدم
آں حضرت ص رفت ازیں جا دانستہ
شد کہ حضرت صدیق رض را با پیغامبر
چہ نسبت بود و علوم پیغامبر
در نفس وے رضی اللہ چگونہ منطبع
می شد قال عمر بن الخطاب
فاتیت نبی اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فقلت الست نبی
اللہ حقًا قال بلیٰ قلت السنا
علی الحق وعدونا علی
الباطل قال بلیٰ قلت

صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رض کی پوری استقامت کا آنحضرت ص کا ساتھ دینے میں ذکر کیا (جس سے قریش مرعوب ہوئے) اور قصہ حدیبیہ میں صلح کا وہی سبب بھی بنا. عروہ نے اس گفتگو کے وقت کہا تھا کہ اے محمد! کیا تونے اپنی قوم کے معاملہ پر غور کیا کہ تونے اس کی جڑ کاٹنا چاہی، کیا تونے عرب میں سے کسی کو سنا ہے کہ اس نے اپنی اصل (یعنی خاندان) کو ہلاک کیا ہو تجھ سے پہلے. اور تُونے دوبارہ ایسا ہی کیا تو میں واللہ بہت سے چہرے دیکھ رہا ہوں اور مختلف قسم کے ملے جلے خون والے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جن کی طبعی صفت یہ ہوگی کہ وہ بھاگ جائیں گے اور تجھے چھوڑ دیں گے۔ اس پر ابوبکر رض نے اُس کو کہا اُمصص بظر اللات ع یعنی تو لات کا بظر چوس! کیا ہم اُن کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ اس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اُنھوں نے کہا کہ ابوبکر رض. تو اس نے کہا کیا کہوں قسم اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میرے اُوپر تیرا ایک احسان نہ ہوتا جس کا بدلہ ابتک مَیں نے نہیں دیا تو میں تجھے جواب ضرور دیتا.
دوسری یہ کہ (صلح حدیبیہ کے موقع پر) جب حضرت فاروق رض کی رگِ غیرت حرکت میں آئی تو حضرت صدیق رض اُن کے سوال کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلے. یہاں سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ حضرت صدیق رض کو پیغمبر ص کے ساتھ کیا نسبت تھی اور پیغمبر ص کے علوم صدیق رض کے (آئینہ) نفس میں کیونکر جلوہ گر ہوتے تھے۔ عمر بن الخطاب رض نے بیان کیا کہ پھر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور کہا کہ کیا آپ اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ فرمایا کہ بیشک ہوں. میں نے

ع بظر: باکے فتح کے ساتھ گوشت کے اس ٹکڑے کو کہتے ہیں جو فرج کے اُوپر ہوتا ہے جس کو ہندی میں ٹنہ کہتے ہیں. لات ایک بت کا نام تھا جو بشکل عورت تھا جس کی قریش پوجا کرتے تھے. عرب کے نزدیک یہ سخت گالی ہے ۱۲

فَلِمَ نُعْطِى الدَّنِيَّةَ فِى دِينِنَا
إِذًا قَالَ إِنِّى رَسُولُ اللّٰهِ وَ
لَسْتُ أَعْصِيهِ وَهُوَ نَاصِرِى
قُلْتُ أَوَلَيْسَ كُنْتَ تُحَدِّثُنَا
أَنَّا سَنَأْتِى الْبَيْتَ فَنَطُوفُ بِهِ
قَالَ بَلَى أَفَأَخْبَرْتُكَ أَنَّا نَأْتِيهِ
الْعَامَ قُلْتُ لَا قَالَ فَإِنَّكَ
آتِيهِ وَمُطَّوِّفٌ بِهِ قَالَ فَأَتَيْتُ
أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ أَلَيْسَ هٰذَا نَبِىَّ اللّٰهِ حَقًّا
قَالَ بَلَى قُلْتُ أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُوُّنَا

کہا کہ کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ فرمایا کہ بیشک۔ میں نے کہا کہ پھر ہم کس وجہ سے اپنے دین میں عیب[1] لگائیں۔ فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور میں[2] اس کی نافرمانی نہیں کرتا اور وہ میری مدد کرنے والا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ ہم سے نہیں فرماتے تھے کہ ہم عنقریب بیت اللہ پہنچیں گے پھر اس کا طواف کریں گے۔ فرمایا کہ بیشک۔ کیا پھر میں نے تم کو یہ خبر دی تھی کہ ہم بیت اللہ میں اسی سال پہنچیں گے؟ میں نے کہا "نہیں" فرمایا کہ تو اس میں تم (آئندہ) پہنچنے والے ہو اور اس کا طواف بھی کرنے والے ہو۔ عمرؓ نے بیان کیا کہ پھر میں ابوبکرؓ کے پاس پہنچا اور میں نے کہا اے ابوبکرؓ! کیا یہ اللہ کے سچے

---

[1] دین میں عیب پیدا ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ہم عمرہ کرنے کی نیت سے آئے تھے لیکن مشرکین کی اس ضد اور ہٹ کو کہ ہم اپنی عبادت کی تکمیل کئے بغیر ہی واپس ہو جائیں مان لینا ہمارے دین پر دھبہ ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ اپنی عبادت کی تکمیل کے لئے جان کی پروا نہ کریں اور عمرہ ادا کر کے جائیں ۱۲

[2] یعنی حق تعالیٰ کی فرمانبرداری ہی کی بناء پر ہم نے مشرکین کی شرطوں کو قبول کیا تاکہ بیت اللہ کا احترام قائم رکھیں اور ہم نے اُن کی ایسی شرطوں کو بھی مان لیا صرف احترامِ بیت اللہ کے لئے جو بظاہر ذلیل اور رُسوا کرنے والی معلوم ہوتی ہیں جو نفسوں پر شاق گزریں۔ اور عبادت کی حقیقت اس کے سوا اور کیا ہے کہ اپنے معبود کی رضاجوئی کے لئے اپنے عجز و افتقار کا مظاہرہ کیا جائے اس لئے اگر عبادتِ عمرہ کی تکمیل نہ ہو سکی تو کیا ہوا۔ ہم نے اتنی بڑی عبادت کی جو کہ بہت سے عمروں کے برابر ہے۔ کیونکہ اس کا جو نتیجہ یعنی رضاءِ الٰہی ہم کو ملا ہے کہ احترامِ حق کے پیشِ نظر ہم نے اپنا پہلو جتنا زیادہ سے زیادہ رحمت و حمایتِ باری تعالیٰ اور "نصرِ عزیز" ہماری طرف متوجہ ہو چکی ہے جسکا اثر تم آئندہ دیکھو گے۔ اس لئے یہ ہماری بہت بڑی فتح ہے اور اسی کی طرف سورۂ انّا فتحنا جو واپسی کے دوران میں راستہ ہی نازل ہوئی تھی کہ ہم نے تم کو اس وقت بڑے تحمل کی توفیق دی تھی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اب ہماری حمایت اور نصرِ عزیز تمہارے ساتھ ہو گئی ہے کہ تم امتحان میں کامیاب ہو گئے ہو کہ جو لغزش تم سے سرزد ہو گئی تھی کہ تم نے مالی ضرورتوں اور اقارب کو بچانے کا خیال کرتے ہوئے فدیہ قبول کر لیا تھا وہ بھی معاف ہے (لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک) اور اگر کوئی لغزش آئندہ اسی طرح کی تم سے سرزد ہوئی تو وہ بھی معاف (وما تأخر) یاد رکھنا چاہیئے کہ "لیغفر لک" اور "ذنبک" میں اگرچہ خطاب خاص ہے مگر اس کا مفہوم عام ہے۔ یہاں ذنوب کا مفہوم عام معاصی نہیں ہے بلکہ ایسی لغزشیں ہیں جو حصولِ مقصد میں سدِ راہ ہوتی ہیں جن کا وقوع مستقبل میں بھی مسلمانوں سے ہوا مگر اسی وعدۂ خداوندی نے اپنی نصرِ عزیز کے ذریعہ سے بُرے انجام سے ہمیشہ انکو محفوظ رکھا اور فتوحاتِ کاملہ کیلئے بالآخر سیدھا راستہ اُن کے سامنے کر دیا جس کیطرف (ویہدیک صراطاً مستقیماً) میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اور (وینصرک اللہ نصراً عزیزاً) کا وعدہ ہمیشہ پورا ہوتا رہا۔ ان جملہ الطاف و اکرامات کی بنیاد یہی معاہدہ بنا۔ اسی لئے اس کو فتحِ مبین فرمایا گیا۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ فتح کا مقدمہ یہی معاہدہ بنا تھا، قریش نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی جسکی بناء پر سورۂ براءت کے ذریعہ سے معاہدے کے فسخ کا اعلان کر دیا گیا اور پھر حملہ کر کے مکہ فتح کر لیا گیا۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خواب کی اصل تعبیر کا ظہور ہوا کہ ہم بیت اللہ میں پہنچیں گے چنانچہ پہنچے اس طرح کہ ہمیشہ کیلئے کسی کو آنکھ ملانے کی جرأت نہ ہو سکی۔ الغرض آپ کے خواب کی تعبیر یعنی فتح مکہ کا ظہور تدریجاً اسی معاہدے سے شروع ہوا۔ بصیرتِ محمدی اس راز کو بخوبی سمجھ رہی تھی مگر ابتک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ سمجھے تھے ۱۲ اشتیاق احمد

على الباطل قال بلى قلتُ فلِمَ نعطى الدنيّة فى ديننا اِذًا قال يا ايّها الرّجل انه رسول الله صلى الله عليه وسلم وليس يَعْصى ربّه وهو ناصره فاستمسِكْ بِغَرْزِه فوالله انّه على الحقّ قلتُ أليس كان يحدّثنا انا سنأتى البيتَ فنطوفُ به قال بلى أفاخبرك انك تأتيه العامَ قلتُ لا قال فانّك اٰتيهِ ومُطّوفٌ به قال عمر فعملتُ لذالك اعمالًا اخرجه البخارى ديگر آنكه در اختيار صلح و جنگ سخنها مى رفت ومشورها بميان مے آمد آخرها تقريرِ امر بمشورتِ حضرت صديق رضى واقع شد فى قصّة الحديبيّة انه صلى الله عليه وسلم بعث عينًا له من خُزاعة وسار النبىّ صلى الله عليه وسلم حتى كان بغدير الاشطاط اتاه عَينُه قال ان قريشًا جمعوا جموعًا وقد جمعوا لك الاحابيشَ وهم مقاتِلوك وصادّوك عن البيت ومانِعوك فقال اَشيرُوا ايّها النّاسُ علىّ أترون اَنْ اَميلَ الى عيالهم وذرارى هؤلاء الّذين يريدونَ ان يَصُدّونا عن

نبی نہیں ہیں؟ فرمایا کہ بیشک ہیں۔ پھر میں نے کہا کہ کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟ فرمایا بیشک۔ میں نے کہا کہ ہم کس وجہ سے اپنے دین میں عیب لگائیں۔ فرمایا کہ اے شخص وہ اللہ کے رسول ہیں اور وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ ان کو مدد دینے والا ہے۔ بس تو اُن کے رکاب پکڑے رکھ، واللہ وہ حق پر ہیں۔ میں نے کہا کہ کیا رسول اللہ ہم سے یہ نہیں فرما رہے تھے کہ ہم عنقریب بیت اللہ پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ کہا کہ بیشک! تو کیا تم کو یہ خبر دی تھی کہ تم بیت اللہ اسی سال پہنچو گے۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ بیشک تم (آئندہ) پہنچنے والے ہو اور اس کا طواف بھی کرنے والے ہو۔ عمر رضی نے کہا کہ میں نے اس کی وجہ سے (یعنی اپنی اس جرأت گستاخانہ کی وجہ سے) بہت سے عملِ خیر (بطور کفارہ) کئے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔ تیسری یہ کہ صلح اور جنگ کے اختیار کرنے میں گفتگوئیں جاری تھیں اور مشورے ہوئے۔ آخر کار جو بات قرار پائی وہ حضرت صدیق رضی کے مشورے کے مطابق تھی۔ قصۂ حدیبیہ (بخاری) میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک جاسوس (بسر ابن سفیان) جو قبیلۂ خزاعہ کا تھا بھیجا (کہ قریش کے حالات معلوم کرکے آئے) اور آپ چل پڑے۔ جب (مقام) غدیر الاشطاط میں پہنچے وہاں آپ کا جاسوس آپ کے پاس آیا۔ اس نے بتایا کہ قریش کے لوگوں نے تو فوجیں اکٹھا کی ہیں اور یہ فوجیں متفرق قبیلوں میں سے لی ہیں۔ اور وہ آپ سے لڑیں گے اور بیت اللہ جانے سے آپ کو روکیں گے اور مانع ہوں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب رضی سے فرمایا کہ اے لوگو! مجھے مشورہ دو

عہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری اور اپنے سوال وجواب کو حضرت ابوبکر رضی پر ظاہر کیا تھا مگر حضرت ابوبکر رضی نے بھی انکو وہی جواب دیتے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیتے تھے الفاظ بھی نہ بدلے۔ اس حدیث کے ایراد سے یہی غرض ہے ۱۲ مترجم

البیتِ فان یأتونا کان اللہ قد قطع
عیناً من المشرکین والا ترکناھم
محرومین[ای مسلوبین منھوبین ۱۲] قال ابوبکر یا رسول اللہ
خرجتَ عامداً لھذا البیتِ لا ترید
قتلَ احدٍ ولا حربَ احدٍ فتوجّہ
لہٗ فمن صدّنا عنہ قاتلناہ قال امضوا
علےٰ اسمِ اللہ اخرجہ البخاری۔
ازانجملہ آنست کہ چوں غزوۂ خیبر
واقع شد حضرت صدیق رضہ حاضر
آں واقعہ بود و بمقتضائے سیرت
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم در
خلفاء کہ بمنزلہ منتظر الامارت معاملہ
میکردند حضرتِ صدیق رضہ امیر لشکر شد ہرچند
در آخرِ واقعہ فضیلتِ علی مرتضےٰ غالب تر
آمد عن سلمۃ بن الاکوع قال بعث
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
ابابکر الیٰ بعض حصون خیبر
فقاتل وجھد ولم یکن فتح
اخرجہ الحاکم و ازانجملہ آنست کہ بر سریّہ
بنی فزارہ حضرت صدیق رضہ را امیر ساخت
عن سلمۃ بن الاکوع قال امّر رسول اللہ

کیا تم یہ رائے پسند کروگے کہ میں ان کافروں کے متعلقین اور
ان کے بال بچوں پر جھک پڑوں (یعنی بڑھ کر ان کو قید کرلوں)
جو اس ارادے سے پہنچے ہیں کہ ہم کو بیت اللہ سے روک دیں۔
پھر اگر وہ (اپنے بال بچوں کو بچانے کی غرض سے) ہم سے لڑنے
آئیں گے تو اللہ عہ مشرکوں کے جاسوسوں کو (یا انکی ایک آنکھ کو) ختم کردے گا
(یعنی ہمارے ہاتھ سے ان کو ہلاک کردے گا)۔ ورنہ ہم ان کو لُٹا
پٹا چھوڑ دیں گے۔ ابوبکر رضہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! آپ تو بیت اللہ
کے ارادے سے نکلے ہیں۔ کسی کو قتل اور کسی سے جنگ کے ارادہ سے
نہیں نکلے۔ بس اپنا رُخ بیت اللہ کی طرف رکھیے جو ہم کو اس سے
روکے گا اس سے ہم قتال کریں گے۔ آپ نے فرمایا چلو بسم اللہ۔
روایت کیا اس کو بخاری نے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب
غزوۂ خیبر واقع ہوا تو اس میں حضرت صدیق رضہ حاضر تھے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلفاء رضہ کے ساتھ سیرت مبارکہ
کے مطابق کہ آپ بمنزلہ ولی عہد کے معاملہ کرتے تھے حضرت
صدیق رضہ امیر لشکر ہوئے ہرچند کہ آخر جنگ میں علی مرتضیٰ رضہ کی فضیلت
غالب تر ظاہر ہوئی۔ مروی ہے سلمہ بن الاکوع سے کہا کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضہ کو خیبر کے بعض قلعوں کی طرف
بھیجا تو انھوں نے قتال کیا اور کوشش کی اور فتح نہ ہوئی،
روایت کیا اس کو حاکم نے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ سریّہ
بنی فزارہ پر حضرت صدیق رضہ کو امیر بنایا۔ مروی ہے سلمہ بن
الاکوع سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضہ کو امیر

عہ یعنی جب باہر والے لوگ اپنے بال بچوں کو بچانے کے لئے آئیں گے تو قریش کے لوگ تو مکہ میں رہ جائیں گے وہ ان کے ساتھ آنے والے نہیں اس صورت میں کافروں کی جماعت کم ہوجائے گی بہ نسبت اسکے کہ ہم مکہ میں جاکر مقابلہ کریں کیونکہ یہ باہر والے اور قریش سب مجتمع ہیں مل کر ہمارا سخت مقابلہ کرسکتے ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ یہ مطلب ہے کہ اگر یہ باہر والے اپنے بال بچوں کو بچانے آتے تو مارے جائیں گے اور ان کے مارے جانے سے قریش کے جاسوسوں میں کمی ہوگی کیونکہ یہی باہر والے ہماری خبریں قریش کو پہنچایا کرتے ہیں گویا ان کے جاسوس ہیں۔ بنابریں یہ ترجمہ ہوگا "تو جدا کردیا اللہ تعالیٰ نے جاسوس (جماعت) کو جو مشرکین کی تھی ہم سے ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

صلی اللہ علیہ وسلم ابابکر رضی اللہ عنہ فغزونا
ناسا من بنی فزارۃ فلما دنونا من الماء
امرنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فعرسنا فلما
صلینا الصبح امرنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فشننا
الغارۃ قال فوردنا الماء فقتلنا بہ من
قتلنا فانصرف عنق من الناس وفیہم
الذراری والنساء قد کادوا یسبقون
الی الجبل فطرحنا سہما بینہم و
بین الجبل فلما رأوا السہم وقفوا
فجئت بہم اسوقہم الی ابی بکر
رضی اللہ عنہ وفیہم امرأۃ من
بنی فزارۃ علیہا قشع من الادم
معہا ابنۃ لہا من احسن العرب
قال فنفلنی ابوبکر رضی اللہ عنہ ابنتہا
قال فقدمت المدینۃ فلقینی رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت واللہ یا
رسول اللہ ماکشفت لہا ثوبا وہی لک یا
رسول اللہ فبعث بہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم الی مکۃ ففادی بہا اساری من المسلمین
کانوا فی ایدی المشرکین اخرجہ الحاکم وازانجملہ
آنست کہ چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برائے
ملوک آفاق نامہا نوشتند وجمعے را برائے تبلیغ آں
نامہا فرستادند سائلے سوال کرد کہ حضرت
صدیق رض وفاروق رض چرا فرستادہ نمی شوند آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم تعظیم رتبہ ایں دو بزرگ ونسبت

بتایا تو ہم نے بنی فزارہ کے لوگوں سے جہاد کیا تو جب ہم پانی کے (یعنی قبیلہ کے) قریب پہنچ گئے تو ہم کو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تو ہم نے آرام کیا۔ پھر جب صبح کی نماز پڑھ لی تو ہم کو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا پھر ہم نے ہر جانب سے ان پر لوٹ ڈالی۔ کہا کہ ہم قبیلہ پر جا پہنچے تو وہاں جن لوگوں کو قتل کرنا تھا قتل کیا۔ پھر ان لوگوں کے بعض ممتاز لوگوں کی جماعت اور ان میں اُن کے بال بچے اور عورتیں بھی تھیں لوٹے اور پہاڑ کی طرف پہنچنے کے قریب ہوگئے تو ہم نے ان کے اور پہاڑ کے درمیان تیر پھینکے۔ پھر جب انھوں نے تیروں کو دیکھا تو ٹھہر گئے اور میں ان کے پاس پہنچا اور ان کو ہنکاتا ہوا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا اور اُن میں بنی فزارہ کی ایک عورت تھی جو چمڑے کا ایک پوستین اوڑھے ہوئے تھی اسکے ساتھ اُس کی ایک بیٹی تھی جو عرب کی حسین ترین لڑکی تھی۔ کہا کہ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس لڑکی کو غنیمت میں سے مجھے دیدیا۔ کہا کہ پھر میں مدینہ آگیا تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملے۔ تو میں نے کہا واللہ یا رسول اللہ! میں نے اسکے اوپر سے کپڑا بھی نہیں ہٹایا اور یا رسول اللہ! اب یہ آپ کی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مکہ بھیجدیا اُس سے فدیہ (بدلہ) کرلیا مسلمانوں میں کے اُن قیدیوں کا جو مشرکین کے قبضہ میں تھے۔
اس کو حاکم نے روایت کیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چہار جانب کے بادشاہوں (کے پاس بھیجنے) کے لئے خطوط تحریر فرماتے اور ایک جماعت کو ان خطوط کے پہنچانے کے لئے روانہ کیا تو ایک سائل نے سوال کیا کہ حضرت صدیق رض اور حضرت فاروق رض کو کیوں نہیں بھیجا جاتا؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں بزرگوں کے مرتبہ کی عظمت اور اُن کے ساتھ اپنے اتحاد کی نسبت کا اظہار فرمایا

اتحاد ایشاں باخود بیان فرمود و ایں معنی
فضیلتِ ایشاں را دو بالا ساخت عن حذیفۃ
ابن الیمان رضی اللہ عنہما قال سمعتُ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول لقد
هَمَمۡتُ ان اَبۡعثَ الی الاٰفاق رجالاً
یُعَلِّمون النّاس السُّنَنَ والفرائضَ کما
بعثَ عیسی بن مریم الحواریین قیل لہ
فاَینَ انتَ عن ابی بکر وعمر قال انہ لاغنیٰ
لی عنہما انّہما من الدّین کالسّمع والبصر
رواہ الحاکم۔ ازانجملہ آنست کہ حضرت صدیقؓ
در مصالح مسلمین شبانگاہ با آنحضرتؐ مشاورت
می کردند و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم برحسب
مشورہ ایشاں عمل میفرمود قال ابن عباسؓ
فی قولہ تعالیٰ وَشَاوِرۡهُمۡ فِی الۡاَمۡرِ یعنی ابابکر
وعمر وعن عمر رضی اللہ عنہ قال کان رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یَسۡمُرُ عند ابی بکر اللیلۃ
فی الامر من امور المسلمین (یتکلم) وانا معہ رواہ
احمد وعن عبدالرحمٰن بن غَنم انّ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم قال لابی بکر وعمر لو اجتمعتما
فی مشورۃٍ ماخالفتکما اخرجہ احمد۔
وازاں جملہ آنست کہ چوں ازواج طاہرات
غیرت کردند و سورۃ تحریم نازل شد حضرت
صدیقؓ و فاروقؓ مشارالیہ بکلمہ وصالح
المومنین گشتند عن ابی اُمامۃ قال فی قولہ
تعالیٰ فَاِنَّ اللہَ هُوَ مَوۡلٰہُ وَجِبۡرِیۡلُ

اور اس ارشاد نے ان کی فضیلت کو دوچند کر دیا۔ مروی ہے حذیفہؓ
ابن الیمان رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں نے سُنا رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ میں نے عزم کر لیا ہے کہ چاروں طرف
ایسے لوگوں کو بھیجوں جو لوگوں کو امورِ شرعیہ اور فرائض کی تعلیم
دیں جیسا کہ عیسیٰ بن مریمؑ نے حواریین کو بھیجا تھا۔ تو آپ سے کہا
گیا کہ کیا بات ہے آپ ابو بکرؓ و عمرؓ سے ایسے کام نہیں لیتے۔ فرمایا
کہ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں سے میں مُستغنی نہیں ہوتا۔ یہ دونوں
دین کے حق میں ایسے ہیں جیسے سمع اور بصر (انسان کے لئے) اس کو
روایت کیا حاکم نے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت صدیقؓ
مسلمانوں کی مصلحتوں کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے مشاورت کیا کرتے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان کے
مشوروں کے مطابق عمل فرمایا کرتے تھے۔ ابن عباسؓ نے
ذکر کیا حق تعالیٰ کے قول وَشَاوِرۡهُمۡ فِی الۡاَمۡرِ کے بارے میں
(کہ ان سے کاموں میں مشورہ کیا کرو) "یعنی ابو بکرؓ و عمرؓ سے" اور
عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رات
کو گفتگو فرمایا کرتے تھے ابو بکرؓ کے نزدیک (لیٹ کر) امورِ
مسلمین میں سے کسی امر کے متعلق اور میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تھا
روایت کیا اس کو احمد نے۔ اور عبدالرحمٰن بن غنم سے مروی ہے کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ و عمرؓ سے فرمایا جب تم دونوں
کسی مشورے میں متفق ہو جاتے ہو تو میں تمہارے خلاف نہیں کرتا،
اس کو احمد نے روایت کیا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ: جب
ازواج طاہراتؓ نے غیرت کی اور سورۃ تحریم نازل ہوئی تو
حضرت صدیقؓ و فاروقؓ کلمہ وَصَالِحُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ کے مشارالیہ
بنے۔ مروی ہے ابو امامہؓ سے انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے اس قول کے
بارے میں فَاِنَّ اللہَ هُوَ مَوۡلٰہُ الخ (۶۶: ۴) اور اگر (اسی طرح)

وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ابوبکر و عمر اخرجه الحاکم و شاهدهٗ حدیث نعمان بن بشیر استاذنَ ابوبکر علی النبیّ صلی الله علیه وسلم وسمع صوتَ عائشةَ عالیاً فلما دخل تناولها لِیَلْطِمَهَا وقال لا اراكِ (تاکہ طمانچہ زند ۱۲) ترفعین صوتكِ علی رسولِ الله صلی الله علیه وسلم اخرجه ابوداؤد از انجملہ آنست کہ حضرتِ صدیق رض غایتِ سعی در کتمانِ اسرار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم می فرمود در قصہ عرضِ حفصہ رض بر عثمان رض و حضرت صدیق اکبر رض مذکور است قال ابوبکر لم یمنعنی ان ارجعَ الیكَ اِلّا انّی کنت علمتُ انّ رسولَ الله صلی الله علیه وسلم ذکرها ولم اکن لِاُفشِیَ سِرَّ رسولِ الله صلی الله علیه وسلم رواه البخاری واز انجملہ آنست کہ حضرتِ صدیق در ہر خیر سبقت میکرد در قصہ بشارت عبداللہ بن مسعود رض حضرتِ فاروق رض گفتہ است ان فعلتَ اِنّكَ لسابقٌ بالخیر و فی قصصٍ کثیرٍ نحوٌ من ذلک تا آنکہ سَبَّاق الی الخیر لقبِ او شد درمیان صحابہ رض واز انجملہ آنست کہ چوں روز جمعہ کاروانِ شام در رسید مردمان از مسجد متفرق شدہ درپے کاروان رفتند حضرت صدیق رض از ثابتانِ آں جمع بود عن جابر قال بینما النبیّ صلی الله

پیغمبر ص کے مقابلہ میں تم دونوں کارروائیاں کرتی رہیں) تو (یاد رکھو کہ) پیغمبر ص کا رفیق اللہ ہے اور جبرئیل ع ہے اور نیک مسلمان ہیں الخ. یعنی ابوبکر رض و عمر رض. اس کو روایت کیا حاکم نے اور اس کی شاہد نعمان رض بن بشیر کی حدیث ہے کہ ابوبکر رض نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے کی اجازت چاہی اور انھوں نے عائشہ رض کی آواز کو سن لیا جو اونچی ہو رہی تھی، جب گھر میں داخل ہوتے تو اُن کی طرف ہاتھ بڑھایا تاکہ اُن کے طمانچہ ماریں اور فرمایا کہ میں آئندہ نہ دیکھوں کہ تو اپنی آواز کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اونچی کرے. اس کو روایت کیا ابوداؤد نے. اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت صدیق رض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسرار کے چھپانے میں انتہائی کوشش فرماتے تھے. حضرت حفصہ رض کے لئے (حضرت عمر رض) کا حضرت عثمان رض کو اور پھر صدیق اکبر رض کو پیغام دینے کے قصہ میں مذکور ہے کہ ابوبکر رض نے (حضرت عمر رض سے جواب نہ دینے کی معذرت کرتے ہوئے) کہا کہ مجھے کسی بات نے آپ کی طرف رجوع ہونے (یعنی آپ کی بات کا جواب دینے) سے نہیں روکا بجز اس کے کہ میں جانتا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حفصہ رض کا ذکر کیا اور میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے راز کو ظاہر کرنے والا نہ تھا. اس کو بخاری نے روایت کیا. اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت صدیق رض ہر خیر میں سبقت کرتے تھے. عبداللہ بن مسعود رض کی بشارت، کے قصہ میں حضرت فاروق رض نے فرمایا اگر تو نے یہ کیا تو بیشک، تو ہی (ہم سب سے زیادہ) خیر پر سبقت کرنے والا ہے اور بہت سے قصوں میں اس قسم کی مثالیں ملتی ہیں. یہاں تک کہ صحابہ رض کے درمیان اُن کا لقب سَبَّاق الی الخیر (نیک کام کی طرف بڑھنے والا) مشہور ہو گیا. اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب جمعہ کے روز شام سے (تجارتی) قافلہ آپہنچا تو لوگ مسجد سے نکل کر قافلہ کے پیچھے چلے گئے

علیہ وسلم یخطب یوم الجمعۃ قائما اذا قدمت عیر المدینۃ فابتدرہا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی لم یبق منہم الا اثنا عشر رجلا فیہم ابوبکر وعمر اخرجہ الترمذی۔ واز اں جملہ آنست کہ چوں غزوۂ فتح مہیا شد حضرت صدیق رض را دراں واقعہ فضائل نمایاں حاصل گردید بچند وجہ یکے آنکہ پیش از واقعہ ابوسفیان پیش صدیق اکبر رض آمد طلب اعادہ صلح نمود واین نبود مگر از جہت وجاہت عظمی کہ حضرت صدیق رض را درمیان مسلمین حاصل بود واز وے حساب می گرفتند قال محمد بن اسحٰق ثم خرج ابوسفیان حتی اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکلمہ فلم یرد علیہ شیئا ثم ذہب الی ابی بکر رضی اللہ عنہ فکلمہ ان یکلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما انا بفاعل ثم اتی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فکلمہ فقال انا اشفع لکم عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فواللہ لو لم اجد الا الذر لجاہدتکم بہ دیگر آنکہ چوں بمکہ داخل شدند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجانب حضرت صدیق رض متوجہ شدہ فرمودند کیف قال حسان۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال لما دخل

حضرت صدیق رض ان لوگوں میں سے تھے جو اپنی جگہ سے نہیں ہٹے۔

مروی ہے جابر رض سے کہا اس دوران میں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن کھڑے ہوئے خطبہ فرما رہے تھے کہ مدینہ کا قافلہ آپہنچا تو اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر اس کی طرف جھپٹ گئے یہاں تک کہ کوئی اُن میں سے باقی نہ رہا بجز بارہ آدمیوں کے جن میں ابوبکر رض اور عمر رض بھی تھے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب غزوۂ فتح مکہ کی تیاری ہوئی تو حضرت صدیق رض کو اس واقعہ میں نمایاں فضیلت حاصل ہوئی چند وجوہ سے ایک یہ کہ واقعہ فتح سے پہلے ابوسفیان صدیق اکبر رض کے پاس آیا اور آپ سے (سابقہ) صلح کے اعادہ کرنے کی درخواست کی اور آپ سے ایسا کہنا صرف اسی بنا پر تھا کہ حضرت صدیق رض کو مسلمانوں میں بڑی وجاہت حاصل تھی اور آپ کی شخصیت کا اثر قبول کرتے تھے۔ محمد بن اسحٰق نے بیان کیا کہ پھر نکلا ابوسفیان یہاں تک کہ (مدینہ پہنچکر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کے سامنے گفتگو کی مگر آپ نے اسکی کسی بات کا جواب نہ دیا۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو اُن سے یہ گفتگو کی کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے (اس بارے میں) کلام کریں۔ تو انھوں نے جواب دیا کہ میں ایسا کرنے والا نہیں ہوں۔ پھر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور اُن سے کلام کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمہاری سفارش میں کروں؛ خدا کی قسم اگر میں (اپنے اندر) طاقت نہ پاؤں مگر ایک چیونٹی کے برابر تو میں تم سے اس سے بھی جہاد کروں گا۔ دوسری یہ کہ جب مکہ میں داخل ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رض کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ حسان رض نے کس طرح کہا تھا؛ مروی ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فتح کے سال میں (مکہ میں) داخل ہوتے تو آپ نے

رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عام الفتح رأی النساء یَلطِمن وجوہ الخیلِ بِالخمُرِ فتبسم الی ابی بکر رضی اللہ عنہ وقال یا ابا بکر کیف قال حسّان بن ثابتٍ فَاَنشدَہٗ ابو بکر رضی اللہ عنہ ؎

عَدِمتُ بُنَیَّتِیْ اِنْ لَمْ تَرَوْھا ÷ تُثِیرُ النقعَ من کَنَفَیْ کَدَاءٍ ÷ یُنَازِعنَ الاَسِنَّۃَ مُسْرِعَاتٍ ÷ یُلَطِّمُھُنَّ بِالْخُمُرِ النساءُ ÷ فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ادخلوا من حیث قال حسّان اخرجہ الحاکم۔

و دیگر آنکہ پدر صدیقِ اکبرؓ آں روز بشرفِ اسلام تشریف یافت وفضیلت آنکہ چہار پشت آنحضرتؐ را دیدہ باشد ومسلمان شدہ غیر صدیقؓ را میسر نہ شد قال محمد بن اسحٰق فلما دخل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکّۃَ دخلَ المسجد فاتی ابو بکر رضی اللہ عنہ بابیہ یقودُہٗ فلمّا راٰہ رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم قال ھلاّ ترکتَ الشیخَ فی بیتہ حتے اکونَ انا اٰتیہ فیہ قال ابو بکر رضی اللہ عنہ یا رسولَ اللہ ھو اَحَقّ بمشیہ الیکَ من ان تمشیَ انتَ الیہ فاَجلسَہ بین یدیہ ثم مسحَ صدرَہٗ ثم قال اَسلِمْ فاَسلمَ الحدیث وقال علی بن ابی طالب ھٰذہ الاٰیۃ فی ابی بکر یعنے قولہ تعالٰی حتّٰی اِذا بلغَ اَشُدَّہٗ وَ

عورتوں کو دیکھا کہ وہ اپنی اوڑھنیاں گھوڑوں کے مُنہ پر مار رہی ہیں. (یعنی مالش کر رہی تھیں) تو آپ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر مُسکرائے اور فرمایا کہ اے ابو بکرؓ کیسے کہا تھا حسان بن ثابت نے؟ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اُن کے یہ اشعار سُنائے ؎

عَدِمتُ بُنَیَّتِیْ اِنْ لَمْ تَرَوْھا ÷ الخ۔ میں اپنی پیاری بیٹی سے محروم ہو جاؤں اگر تم اُن کو (یعنی گھوڑوں کو) اس حالت میں نہ دیکھ لوں کہ وہ کداعہ کی دونوں جانب سے غبار اُٹھا رہے ہوں گے. جھگڑتی ہوئی ہوں گی عورتیں جلدی کرتی ہوئی چھینے والی لونڈیوں سے. اُن گھوڑوں کے مُنہ پر اپنی اوڑھنیاں مارتی ہوں گی۔" تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جدھر سے حسانؓ نے کہا اُدھر سے ہی داخل ہو جاؤ اس کو روایت کیا حاکم نے. اور تیسری یہ کہ صدیق اکبرؓ کے والد اُس روز اسلام سے مشرّف ہوئے اور یہ فضیلت کہ چار پُشت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو اور سب مسلمان بھی ہوں حضرت صدّیقؓ کے سوا کسی کو میسّر نہیں ہوئی. محمد بن اسحٰق نے کہا کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکّہ میں داخل ہوئے تو مسجد میں پہنچے۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے باپ کو رہنمائی کرتے ہوئے لائے جب اُن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا کہ تم نے ان شیخ کو گھر میں ہی کیوں نہ چھوڑا۔ میں خود ان کے پاس پہنچ جاتا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! بہ نسبت اس کے کہ آپؐ چل کر ان کے پاس پہنچیں ان کے لئے چل کر آپؐ کے پاس آنا زیادہ بہتر تھا. تو آپؐ نے ان کو اپنے سامنے بٹھایا۔ پھر اُن کے سینہ پر ہاتھ پھیرا پھر فرمایا اسلام لاؤ تو وہ اسلام لے آئے، آخر حدیث تک۔

عہ کَدا کاف کے زبر کے ساتھ ایک بلند چوٹی کا نام ہے جو مقابر معلّے سے متصل ہے اور کُدا ضمہ وکسر کے ساتھ باب عمرہ کی جانب ایک پست چوٹی کا نام ہے۔ کدا کے نیچے سے شہر میں داخل ہونے کا ایک راستہ تھا. اشعار کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ وہ وقت آ کر رہے گا کہ لشکر اہلِ اسلام اس طرح مکّہ فتح کرے گا کہ اسکے سوار گھوڑے دوڑاتے ہوئے کداء کے دونوں جانب سے داخل ہو رہے ہوں گے اور آزاد عورتیں تمہارے گھوڑے کے چہروں کو اپنی اوڑھنیوں سے صاف کرتی ہوں گی یا ان کی مالش کرتی ہوئی ہوں گی ۱۲

بلغ اربعين سنة اسلم ابواه جميعا فلم يجتمع لاحد من الصحابة المهاجرين ابواه غيره اوصاه الله بهما ولزم ذلك من بعده اخرجه الواحدي وعن موسى ابن عقبة لم يدرك اربعة من النسل النبي صلى الله عليه وسلم الا هؤلاء ابو قحافة و ابوبكر وابنه عبد الرحمن وابو عتيق ابن عبد الرحمن بن ابي بكر اخرجه الواحدي

واز انجملہ آنست کہ در قصہ حنین و قضیہ ابی قتادہ مشورت ابوبکر بشرف تصویب رسید. عن ابی قتادة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اقام بينة على قتيل قتله فله سلبه فقمت لالتمس بينة على قتيلي فلم ار احدا يشهد لي فجلست ثم بدا لي فذكرت امره لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقال رجل من جلسائه سلاح هذا القتيل الذي يذكره عندي فارضه مني فقال ابوبكر كلا لا تعطيه اصيبغ من قريش وتدع اسدا من اسد الله يقاتل عن الله ورسوله قال فقام

اور علی بن ابی طالبؓ نے فرمایا کہ آیت ابوبکرؓ کے بارے میں ہے. یعنی ارشادِ باری تعالےٰ حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّہٗ الخ (۴۶ : ۱۵)

یہاں تک کہ جب وہ اپنی جوانی کو پہنچا اور چالیس برس کی عمر تک پہنچ گیا." الخ ان کے ماں اور باپ دونوں اسلام لائے اور صحابہ مہاجرین میں سے کسی کے ماں اور باپ بجز اُن کے (اسلام پر) مجتمع نہیں ہوتے. اللہ تعالےٰ نے ان دونوں (والدین) کے ساتھ (بہتر سلوک کی) ان کو وصیت کی اور اُن کے بعد والوں پر بھی اس کو لازم کردیا. اس کو واحدی نے روایت کیا. اور موسےٰ ابن عقبہؓ سے روایت ہے کہ (ایک نسل کے) چار آدمیوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں پایا بجز ان لوگوں کے ابوقحافہ اور ابوبکرؓ اور ان کے بیٹے عبدالرحمنؓ اور ابوعتیق بن عبدالرحمن

ابن ابی بکر، روایت کیا اس کو واحدی نے. اور ان میں سے ایک یہ ہے واقعہ حنین میں ابوقتادہ کے تصفیہ میں ابوبکرؓ ہی کا مشورہ مشرف بہ صواب ہوا. مروی ہے ابوقتادہؓ سے کہا کہ فرمایا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص کسی مقتول کے بارے میں گواہی پیش کرے گا کہ اس نے اس کو قتل کیا تو مقتول کا سامان اُس کو دیا جائے گا. تو میں اُٹھا تاکہ اپنے مقتول پر کوئی گواہ تلاش کروں مگر کوئی ایسا شخص نظر نہ آیا جو میری گواہی دیتا تو میں بیٹھ گیا. پھر مجھے خیال آیا اور قتیل کے واقعہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ذکر کردیا کہ اس کے ساتھ بڑا سخت مقابلہ ہوا تھا) تو آپؐ کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ اس مقتول کے ہتھیار جس کا یہ ذکر کررہا ہے میرے پاس ہیں تو آپ اسکو رضامند کردیجئے میری جانب سے (کہ وہ میرے حق میں دستبردار ہوجائے) تو ابوبکرؓ نے کہا ہرگز نہیں (یا رسول اللہؐ) آپ اس کو نہ دیجئے. قریش میں کی ایک کمزور چڑیا (لیجائے) اور آپ اللہ کے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فاداہ
الیّ فاشتریت منہ خرافاً فکان اول مالٍ
تأثّلتہ اخرجہ البخاری واز انجملہ آنست کہ
در غزوۂ طائف فضائل جلیلہ نصیب حضرت
صدیق رض آمد بجہاتِ متعددہ یکے آنکہ پسر
حضرتِ صدیق رض بزخم تیر مجروح شد و
آخر حال بہماں جراحت شہادت یافت فی
الاستیعاب عبد اللہ بن ابی بکر شہد
الطائف مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
فرمی بسہم فدمل جرحہ فانتقض علیہ
فمات منہ فی خلافۃ ابیہ دیگر آنکہ بازگشتن
از محاصرۂ حصن طائف بغیر فتح باشارہ وے
وتعبیر وے بود رضی اللہ عنہ قال محمد بن اسحٰق
وقد بلغنی ان رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم قال لابی بکر الصدیق رضی
اللہ عنہ وھو محاصر ثقیفاً یا ابابکر انی
رأیت انی اُھدیت الیّ قعبۃ مملوۃ زبداً
فنقرھا دیک فھراق ما فیہا فقال ابوبکر
ما اظن ان تدرک منہم یومک ھذا
ما ترید فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
وانا لا اری ذلک واز انجملہ آنست کہ
چوں غزوۂ تبوک واقع شد حضرت
صدیق رض را دراں مشہد فضائل بسیار
نمایاں گشت یکے آنکہ در انفاق گوئے
سعادت ازہمہ در ربود عن اسلم

شیروں میں سے اس شیر کو چھوڑ دیں (یعنی محروم کردیں) جو اللہ اور اسکے
رسول ؐ کی طرف سے قتال کرے۔ ابو قتادہ رض نے کہا تو اُٹھے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم اور وہ آپ نے مجھے دلوائے۔ تو میں نے اس سے
ایک باغ خریدا۔ تو یہ پہلا مال تھا کہ جو میں نے جمع کیا۔ اور ان میں
سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ طائف میں حضرت صدیق رض کے حصہ میں
بہت سی شاندار فضیلتیں آئیں متعدد جہات سے ایک یہ کہ حضرت
صدیق رض کا بیٹا ایک تیر کے لگنے سے مجروح ہوا بالآخر اسی زخم
سے اُس نے شہادت پائی۔ استیعاب میں ہے کہ عبد اللہ بن ابی بکر
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طائف میں موجود تھے
اُن کے ایک تیر مارا گیا تھا۔ اس زخم میں فساد پیدا ہو گیا اس کے
بعد پھٹ گیا، اُسی سے انتقال کر گئے۔ اپنے باپ کی خلافت کے
زمانہ میں۔ دوسری یہ کہ آپ کا طائف کے قلعہ سے محاصرہ اُٹھا
بغیر فتح کئے ہوئے واپس ہوجانا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ
کے اشارے اور ان کی تعبیر سے ہوا تھا۔ محمد بن اسحٰق رح نے
کہا کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جب آپ ثقیف کا محاصرہ کئے
ہوئے تھے کہ اے ابو بکر! میں نے دیکھا کہ میرے پاس بطور ہدیہ ایک
رکابی بھیجی گئی جو مکھن سے بھری ہوئی تھی۔ ایک مرغ نے اُس
میں چونچ ماری تو جو اس میں تھا وہ بہہ گیا۔ تو ابو بکر رض نے یہ کہا کہ
میں یہ گمان نہیں کرتا کہ جو کچھ آپ ارادہ کر رہے ہیں اس جنگ
میں اُن سے حاصل کرلیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اور میں بھی درحقیقت یہی سمجھ رہا ہوں۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے
کہ جب غزوۂ تبوک واقع ہوا اُس موقع پر حضرت صدیق رض کے
بہت سے فضائل نمایاں ہوئے۔ ایک یہ کہ مال خرچ کرنے میں
آپ نے سب سے بڑھ چڑھ کر سعادت حاصل کی۔ اسلم سے مروی ہے

قال سمعتُ عمر بن الخطاب یقول امرنا
رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان نتصدّق
ووافق ذٰلك عندی مالاً فقلتُ الیوم
اَسْبِقُ ابابکرٍ اِنْ سَبَقْتُہٗ یومًا فقال فجئتُ
بنصفِ مالی فقال رسولُ اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم ما اَبْقَیْتَ لاَھْلِكَ قلتُ مثلہ و
اتی ابوبکر بکل ما عندہٗ فقال یا ابابکر ما ابقیتَ
لاَھلك فقال ابقیتُ لھم اللہَ ورسولہ
قلتُ لا اسبقہ الی شیٔ ابدًا اخرجہ الترمذی
دیگر آنکہ عرضۂ ایں لشکر بصدّیقِ اکبر رض
حوالہ شد و امامتِ لشکر بوے رضی اللہ
عنہ تسلیم یافت. دیگر آنکہ در اثناءِ راہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم با چندکس تعریس
فرمود واز لشکر دُور افتاد دراں حالت برزبانِ
مبارک آنحضرت گزشت کہ اگر لشکر فرمانبرداری
صدّیق رض و فاروق رض کنند راہ یاب
شوند اخرجہ مسلم وقصۂ آں طولے دارد.
واز انجملہ آنست کہ در سالِ نہم آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق رض را
امیر حج فرمود و او اوّل کسے است کہ در
اسلام امیر الحج شد و اینجا غلطیٔ عظیم
افتادہ است جمعی می دانند کہ فرستادنِ
حضرت مرتضٰی رضی اللہ عنہ عزلِ ابوبکر
صدیق رض بود تحقیق آنست کہ امیر حج ابوبکر صدیق رض
بود وابلاغِ برأۃ تحویل علی مرتضٰی رض عن

کہا کہ میں نے سُنا عمر بن الخطاب رض سے فرماتے تھے کہ ہم کو حکم دیا رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم صدقہ دیں (یعنی چندہ لے کر
آئیں) اور یہ بات میرے لئے (موجودہ احوال کے) موافق پڑی کہ
میرے پاس مال موجود تھا۔ مَیں نے سوچا کہ اگر کسی دن میں ابوبکر رض
سے (نیک کام میں) سبقت لیجا سکا تو آج سبقت لیجاؤں گا عمر رض
نے فرمایا کہ پھر میں جو کچھ میرے پاس تھا اس کا نصف لے آیا۔ تو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اپنے اہل کے لئے کتنا باقی چھوڑا؟
میں نے عرض کیا کہ اسی کے برابر۔ اور ابوبکر رض لے کر آئے جو کچھ اُن
کے پاس تھا سب کا سب۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم نے اپنے
اہل کے لئے کیا باقی چھوڑا؟ تو انھوں نے عرض کیا کہ مَیں نے
ان کے لئے اللہ کو اور اُس کے رسول کو باقی چھوڑا تو میں نے (اپنے
دل میں) کہا کہ میں ان سے کبھی کسی بات میں آگے نہیں بڑھ سکتا، روایت
کیا اس کو ترمذی نے۔ دوسری یہ کہ اس لشکر کی تنظیم صدیق اکبر رض کے
حوالہ ہوئی اور اس لشکر کی امامت بھی آپ ہی کے سپرد ہوئی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ۔ تیسری یہ کہ اثناءِ راہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند
لوگوں کے ساتھ آخر شب میں اُتر کر آرام فرمایا اور آپ لشکر سے دُور
رہ گئے۔ اُس حالت میں آپؐ کی زبان مبارک پر یہ بات آئی کہ اگر
لشکر کے لوگ صدیق رض و فاروق رض کی فرمانبرداری کریں تو راہ
پالیں گے، اس کو مسلم نے روایت کیا اور یہ قصہ طول رکھتا ہے۔
اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ نویں سال ہجرت میں آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رض کو امیر حج بنایا اور وہ پہلے
شخص ہیں جو کہ اسلام میں امیر الحج ہوئے۔ اور یہاں ایک بڑا مغالطہ
واقع ہوا ہے۔ ایک جماعت یہ سمجھتی ہے کہ حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
کو (آپ کے بعد) بھیجنا، ابوبکر صدیق رض کو معزول کرنا تھا۔ تحقیق
یہ ہے کہ امیر حج ابوبکر صدیق رض تھے اور سورۂ براۃ کو پہنچانا

محمد بن علی انہ لما انزلت براءۃ علی رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد کان بعث ابا بکر
الصدیق رضی اللہ عنہ لیقیم للناس الحج
قیل لہ یا رسول اللہ لو بعثت بہا الی
ابی بکر فقال یؤدی عنی رجل من
اہل بیتی ثم دعا علی بن ابی طالب
رضی اللہ عنہ فقال اخرج بھذہ القصۃ
من صدر براءۃ واذن فی الناس یوم
النحر اذا اجتمعوا بمنی انہ لا یدخل الجنۃ
کافر ولا یحج بعد العام مشرک ولا
یطوف بالبیت عریان ومن کان لہ عند
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عہد
فہو لہ الی مدتہ فخرج علی بن ابی طا
رضی اللہ عنہ علی ناقۃ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم حتی ادرک ابا بکر رضی
اللہ عنہ فلما راہ ابو بکر قال امیر او
مأمور قال بل مأمور ثم مضیا فاقام
ابو بکر رضی اللہ عنہ للناس الحج و
العرب اذ ذاک فی تلک الساعۃ علی
منازلھم من الحج التی کانوا علیہا فی الجاہلیۃ
حتی اذا کان یوم النحر قام علی بن ابی طالب
رضی اللہ عنہ فاذن فی الناس بالذی
امرہ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فقال ایہا الناس انہ لا یدخل الجنۃ کافر
ولا یحج بعد العام مشرک ولا یطوف بالبیت

(تمام سفر کا حج تک) علی مرتضیٰ رضی کی سپردگی میں تھا۔ مروی ہے محمد بن علی
سے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر سورۃ برائت نازل ہوئی
اور آپؐ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھیج چکے تھے تاکہ آپ لوگوں کو حج پر
قائم کریں (احکام شریعت کے مطابق) تو آپؐ سے کہا گیا کہ یا رسول
اللہؐ! اگر آپؐ اس کو ابو بکرؓ کے پاس بھیجدیں تو مناسب ہوگا۔
تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کو میری جانب سے میرے اہل بیت میں
سے کسی شخص کو پہنچانا چاہیئے۔ پھر آپؐ نے علی بن ابی طالب
رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ اس قصّہ کو آغاز سورۃ برائت سے
لیکر چلے جاؤ اور یوم النحر میں جب کہ لوگ منیٰ میں جمع ہوں اعلان
کردو کہ جنت میں کوئی کافر داخل نہ ہوگا اور اس سال کے بعد کوئی
مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے اور
جس کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عہد ہو تو وہ اس کا حقدار
ہوگا عہد کی مدت تک۔ تو نکلے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ (عضباء) پر یہاں تک کہ ابو بکر رضی
اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔ جب ان کو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے
دیکھا تو فرمایا کہ امیر بن کر آئے ہو یا ماتحت بن کر۔ حضرت علیؓ نے
کہا کہ ماتحت بن کر۔ پھر دونوں روانہ ہوئے۔ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ
لوگوں کو حج کرانے پر قائم رہے اور عرب جب یہ حکم بھیجا گیا اس ساعت
میں اپنی اُن ہی منازلِ حج پر تھے جن پر جاہلیت میں عمل پیرا ہوتے
تھے۔ یہاں تک کہ جب یوم النحر آگیا تو علی بن ابی طالب رضی اللہ
عنہ کھڑے ہو گئے اور انھوں نے لوگوں میں جس چیز کا ان کو رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا اعلان کیا۔ یعنی کہا کہ اے لوگو!
بالیقین جنّت میں کوئی کافر داخل نہ ہوگا اور اس سال کے بعد کوئی
مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے۔
اور جس (قبیلہ) کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی خاص

عُرْيَانٌ ومن كان له عند رسول الله صلى الله عليه وسلم عهد الى مدة فهو له الى مدته فلم يحج بعد ذلك العام مشرك ولم يطف بالبيت عريان ثم قدما على رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان هذا من براءة فيمن كان من اهل الشرك ومن اهل العهد العام واهل المدة الى الاجل المسمى رواه ابن اسحق وعن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث ابا بكر رضى الله عنه وامره ان ينادى بهؤلاء الكلمات فاتبعه عليا فبينا ابو بكر ببعض الطريق اذ سمع رغاء ناقة رسول الله صلى الله عليه وسلم فخرج ابو بكر فزعا فظن انه رسول الله صلى الله عليه وسلم فاذا على فدفع اليه كتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم قد امره على الموسم وامر عليا ان ينادى بهؤلاء الكلمات فقام على فى ايام التشريق فنادى ان الله برئ من المشركين ورسوله فسيحوا فى الارض اربعة اشهر ولا يحجن بعد العام مشرك ولا يطوفن بالبيت عريان ولا يدخل الجنة الا مؤمن فكان ينادى على بها فاذا صحل قام ابو بكر فنادى اخرجه الحاكم و تطع

این شبہ بداں وجہ می شود کہ خطبہ حج را تفحص باید نمود کہ کہ خواند نسائی بعض خطب

مدت تک کے لئے عہد ہے تو اس مدت تک کیلئے اُن کو اجازت ہے پھر اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ بیت اللہ کا ننگا ہو کر طواف کرے۔ پھر دونوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئے۔ اور یہ سب سورۃ برآت سے اخذ کیا تھا جو ان لوگوں کے بارے میں تھا جو اہلِ شرک ہیں اور جو ایسے ہیں کہ اُن سے عام عہد تھا اور ایسے لوگوں کے بارے میں بھی جن سے ایک مدتِ معینہ تک کے لئے عہد تھا، اس کو ابن اسحٰق نے روایت کیا۔ اور ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ وہ ان کلمات کے ساتھ اعلان کردیں۔ پھر ان کے پیچھے پیچھے علیؓ کو بھیجا۔ تو ابوبکرؓ ابھی راستہ ہی میں تھے کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے بلبلانے کی آواز سُنی تو ابوبکرؓ گھبرا کر نکلے اور انھوں نے گمان کیا کہ وہ (آنے والا) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں مگر وہ علیؓ نکلے اور انھوں نے ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خط دیا جس میں ان کو امیر قرار دیا تھا موسم کے امور (یعنی حج) پر اور علیؓ کو مامور فرمایا تھا ان کلمات کے ساتھ اعلان کرنے پر۔ تو علیؓ ایامِ تشریق میں کھڑے ہوتے اور انھوں نے ندا کی کہ اللہ اور اس کا رسول دونوں دستبردار ہوتے ہیں ان مشرکین (کو امن دینے) سے سو تم اس سرزمین میں چار مہینے چل پھر لو۔ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی ننگا ہو کر بیت کا طواف کرے۔ اور جنت میں نہ داخل ہوگا مگر صرف مومن۔ تو علیؓ بلند آواز سے اعلان کرتے رہے۔ جب اُن کی آواز بیٹھ گئی تو ابوبکرؓ کھڑے ہوتے اور وہ ندا کرتے رہے، اس کو حاکم نے روایت کیا۔

اور اس شبہ کا دفعیہ اس صورت سے بھی ہوجاتا ہے کہ حج کے خطبوں کی جانچ کی جائے کہ کس نے پڑھے۔ نسائی نے

۵/۱

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ را در موسم حج ذکر کردہ است
از انجملہ آنست کہ در حجۃ الوداع ہمراہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم بود و اثقالِ آنحضرت را
بر زاملۃ خود بار نمود عن اسماء بنت ابی بکر
قالت خرجنا مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم حُجَّاجًا و انَّ زِمَالَۃَ رسولِ اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم و زُمَالَۃَ ابی بکر
واحدۃٌ فنزلنا العَرْجَ وکانت زُمَالَتنا (زادنا)
مع غلام ابی بکر قالت فجلس رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وجلستْ عائشۃُ
الی جنبہ وجلس ابو بکر الی جنبِ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
من الشق الآخر وجلستُ الی جنب
اَبِی ننتظر غلامہ وزمالتہ متی یاتینا
فاَطْلَعَ الغلامُ یمشی الحدیث اخرجہ
الحاکم وغیرہ وازانجملہ آنست کہ چوں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مریض شدند در بارۂ
صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ عنایتہا تیکہ زیادہ براں متصور نباشد
بعمل آوردند و بامامتِ نماز تشریف دادند
تا آنکہ حاضران بہ یقین فہمیدند کہ وے خلیفۃ
آنحضرت است صلے اللہ علیہ وسلم بعد آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم قال ابو عمر فی الاستیعاب
واستخلفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علی
اُمتہ بعدہ بما اَظْہرہ من الدلائلِ البینۃ
علی محبتہ فی ذلک وبالتعریض الذی

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے بعض ایسے خطبوں کا ذکر کیا ہے جو آپ نے
حج کے موسم میں دیتے ہیں۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ حجۃ الوداع
میں آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے سامان کو آپ نے اپنے باربردار پر لدوایا۔
مروی ہے اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہ سے۔ بیان کیا کہ ہم سب حج کرنے کے
لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اور رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کا باربردار اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا باربردار ایک ہی تھا، ہم نے
عرج میں (جو مکہ کے راستہ میں ایک پہاڑ ہے) پڑاؤ کیا اور ہمارا
زادراہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام کے ساتھ تھا۔ اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا پھر بیٹھے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے برابر بیٹھیں
اور ابوبکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے برابر دوسری کروٹ
کیجانب بیٹھے اور میں اپنے باپ کے برابر بیٹھی۔ ہم انتظار کرتے رہے
ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام اور زادراہ کے آنے کا کہ وہ کب ہمارے پاس
پہنچتا ہے تو غلام پیدل آتا ہوا دکھائی دیا۔ آخر حدیث تک اس کو
حاکم وغیرہ نے روایت کیا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیمار ہوتے تو صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے
میں آپ نے اتنی عنایات فرمائیں کہ اُن سے زیادہ کا تصور
بھی نہیں ہوتا اور امامتِ نماز سے مشرف فرمایا یہاں تک
کہ حاضرین یقین کے ساتھ سمجھ گئے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے۔
ابو عمر نے استیعاب میں کہا اور اُن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے اپنی اُمت پر اپنے بعد خلیفہ بنایا اُن دلائلِ صریحہ
کے ساتھ جو آپ نے اس بارے میں ان سے اپنی محبت کے اظہار
کے ساتھ قائم فرمائیں اور ایسی تعریض کے ساتھ بھی
جو تصریح کے قائم مقام ہو جاتے اور بہت بڑی فضیلت

یقوم مقام النصرت کرد و مآثرۂ عظیمہ کہ حضرت صدیق رض را بعد وفات ظاہر شد دفن اوست ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چنانکہ قرین ساختن ذکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم با ذکر خدائے عزّ وجلّ مآثرۂ عظیمہ است ذکر ذلک ابن عباس فی تفسیر قولہ تعالےٰ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ دفن با آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مآثرہ الیست کہ صدیق رض و فاروق رض بآن از میانِ اصحاب ممتاز گشتند این است شرح اعانت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ آنحضرت را صلے اللہ علیہ وسلم در تحمّلِ اعباءِ نبوّت درینجا دو نکتہ باید فہمید یکے آنکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بعد بعثت قریب بدو قرن در دنیا بودہ اند سیزدہ سال در مکہ و دہ سال در مدینہ سیزدہ سال کہ در مکہ بودند باکفار خصومت میفرمودند و اعلانِ اسلام و تحمّل ایذاء کفار می نمودند و دہ سال کہ در مدینہ اقامت فرمود تعلیم علم و اعلاء کلمہ اسلام بصلح تارۃً و بحرب اُخریٰ مینمود چنانکہ ہر کہ با آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صحبت داشتہ و بسعادتِ مجالست و مخاطبہ او فائز گشتہ افضل است از کسی کہ صحبت نداشتہ است ہمچنان دستور کسے کہ در قرنِ اوّل اعانت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کردہ است و آں واقعات را دیدہ و دراں واقعات ہمراہ آنحضرت بودہ و اثر پذیر آں برکات گشتہ افضل است از ہر کہ آں اعانتہا ازوے صادر نہ گردید و آں صحبتہا ندید لہٰذا در قرآن و سنّت

حضرت صدیق رض کی جو بعد وفات ظاہر ہوتی وہ اُن کا دفن ہونا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے برابر جیساکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو ملا ہوا رکھنا خدائے عزّ وجلّ کے ذکر کے ساتھ عظیم الشان بزرگی ہے (نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے) اس کا ذکر کیا ابنِ عباس رض نے قول باری تعالےٰ ورفعنا لک ذِکرک کی تفسیر میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر دفن ہونا اس قدر باعظمت بزرگی ہے جس سے کہ صدیق رض و فاروق رض تمام اصحاب میں ممتاز ہیں۔ یہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی اُس اعانت کی شرح ہے جو تحمّلِ بارِ نبوّت کے سلسلہ میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتے رہے ہیں۔ یہاں دو نکتے سمجھنے چاہئیں۔ پہلا نکتہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعثت کے بعد دو قرن کے قریب دنیا میں رہے ہیں۔ تیرہ سال مکہ میں اور دس سال مدینہ میں۔ مکہ میں جو تیرہ سال گزرے اُن میں کفار سے آپ جھگڑتے رہے اور اسلام کا اعلان اور کفار کی ایذاؤں کا آپ تحمّل کرتے رہے۔ اور دس سال تک جو آپ نے مدینہ میں اقامت فرمائی تعلیمِ علم میں گزرے اور ان میں سے آپ کلمۂ اسلام کا اعلاء کبھی صلح کے ساتھ اور کبھی جنگ کے ساتھ کرتے رہے جس طرح وہ شخص کہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحبت رکھی اور آپ کے ساتھ ہم نشینی اور ہم کلامی سے مشرف ہوا افضل ہے اُس شخص سے جس کو آپ کی صحبت میسّر نہیں ہوتی۔ اسی طرح جس شخص نے کہ قرنِ اوّل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت کی ہے اور اُن واقعات کو دیکھا اور اُن واقعات میں آپ کے ساتھ رہا اور اُن برکات سے اثر قبول کرتا رہا وہ افضل ہے ہر اُس شخص سے جس سے کہ وہ اعانتیں صادر نہ ہوئی ہوں اور اس نے وہ صحبتیں نہ دیکھی ہوں۔ اسی وجہ سے قرآن اور حدیث میں ہر جگہ مہاجرینِ اوّلین کی شان میں تعظیم و تکریم وارد

ہر جا تنویہ بشانِ مہاجرینِ اوّلین وارد شدہ است
قال اللہ تعالیٰ لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ
قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً
مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا
الآیۃ ولہٰذا مہاجرین اوّلین مستحق خلافت شدند
دُونِ غیرہم و صدیقِ اکبرؓ دریں امر منفرد است
و فضیلتِ او برہمہ ثابت ابو درداءؓ در قصہ مغاضبہ
حضرت صدیقؓ و فاروقؓ روایت می کند قال
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ھل انتم تارکون
لی صاحبی انی قلتُ یا ایُّھا النَّاسُ انی رسولُ
اللہ الیکم جمیعاً فقلتم کذبتَ وقال ابوبکر
صدقتَ اخرج البخاری نکتہ دیگر آنکہ شاہد عدلِ
ایں اعانت ہا و خدمت ہا کلام شریف آنحضرت
است صلی اللہ علیہ وسلم کہ در آخر ہا فرمودہ
بروایتِ مستفیضہ از طریق ابو ہریرۃؓ و ابو
سعیدؓ و ابنِ عباسؓ و ابنِ مسعودؓ و جندبؓ
وغیر ایشاں ثابت شدہ ما لِاَحَدٍ عندنا یَدٌ اِلَّا
قد کافیناہ ما خلا ابابکر فان لہٗ عندنا یدًا
یکافیہ اللہ بہ یوم القیٰمۃ وما نفعنی مال احدٍ
قطّ ما نفعنی مالُ ابی بکر ولو کنتُ متخذًا خلیلًا
من النّاس لاتخذتُ ابابکر خلیلًا
الا انّ صاحبکم خلیلُ اللہ و فی لفظ آخر
انّ من امنّ النّاس علیّ فی صحبتہ ومالہ
ابابکر و جندب گفتہ است من ایں خطبہ را
پیش از وفاتِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

ہوئی ہے لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ الخ (۵۷: ۱۰) جو لوگ تم میں سے
فتح مکہ سے پہلے (فی سبیل اللہ) خرچ کر چکے اور لڑ چکے وہ لوگ مرتبہ
میں برابر نہیں ہیں وہ اُن لوگوں سے درجہ میں بڑے ہیں جنھوں نے
(فتح مکہ کے) بعد میں خرچ کیا اور لڑے۔ آخر تک۔ اور یہی وجہ ہے
کہ مہاجرینِ اوّلین خلافت کے مستحق ہوتے اُن کے علاوہ دوسرے
لوگ نہیں۔ اور صدّیقِ اکبرؓ اس امر میں منفرد ہیں اور اُن کی فضیلت
سب پر ثابت ہے۔ ابو درداءؓ حضرت صدیقؓ و فاروقؓ کے مابین
رنجش پیدا ہو جانے کے قصّہ میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میری وجہ سے میرے ساتھی (کی
ایذا رسانی) کو چھوڑ دوگے؟ اے لوگو! میں نے کہا کہ میں تم سب کی
طرف بھیجا ہوا اللہ کا رسول ہوں تو تم نے کہا کہ تو جھوٹا ہے اور
ابو بکرؓ نے کہا کہ تم سچے ہو۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔ **دوسرا
نکتہ** یہ ہے کہ ان اعانتوں اور خدمتوں کا شاہد عدل آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کا کلام مبارک ہے جو آپؐ نے آخر زمانہ میں فرمایا اور
بروایتِ مستفیضہ ابو ہریرہ و ابو سعید (خدری) و ابن عباس و
ابن مسعود و جندب وغیرہم رضی اللہ عنہم کی سندوں سے ثابت
ہے کہ ہم پر کسی کا کوئی احسان نہیں ہوا جس کا بدلہ ہم نے نہ دیدیا ہو
بجز ابوبکرؓ کے کہ اُن کا ہم پر بہت احسان ہے اللہ تعالیٰ اس کا
بدلہ اُن کو قیامت کے دن دے گا اور کسی کے مال نے مجھے اس قدر
نفع نہیں پہنچایا جس قدر ابو بکرؓ کے مال نے پہنچایا اور اگر میں
لوگوں میں سے کسی کو خلیل (دوست جانی) بناتا تو ابو بکرؓ کو خلیل
بناتا۔ یاد رکھو کہ تمہارا ساتھی (یعنی خود رسولؐ) اللہ کا خلیل ہے۔
اور دوسرے الفاظ میں یوں ہے کہ مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے
والا ساتھ دینے اور مال خرچ کرنے میں ابو بکرؓ ہے۔ اور جندبؓ نے
کہا ہے کہ میں نے اس خطبہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات

به پنج شب شنیده ام و ابو سعیدؓ گفته است که
این کلام بعد انذار آنحضرت بود بوفاتِ خود (خبر دادن)
ان الله خیّر عبداً بین الدنیا و بین ما عنده
فاختار ذٰلک العبد ما عند الله و این کلماتِ
مبارکات اجمال آں واقعات است و تصحیح آں
واقعات است و تصحیح آں قصص مفصّله و تصریح
بقبول آں همه اعمال پیش خدا تعالیٰ اینجا لطیفه باید
شناخت که مدارِ مدح تنها نه وجود ایں اعمال است
بلکه فی الحقیقت مدح دائر است برآنکه حضرت
صدیقؓ بایں اعمال با قصے مقاصدِ خود
فائز گشت و آنچه میخواست یافت ذٰلک
فضل الله یؤتیه من یشاء۔ اما صحبتِ دائمه
حضرتِ صدیقؓ با آنحضرت صلے الله علیه
وسلم و مصافاتِ او و در خلوت و جلوت
حاضر ماندن و در هر منشط (خوشی) و مکرهٔ (ناخوشی) شریک آنحضرت
صلے الله علیه وسلم بودن و اعتنار و توقیر
آنحضرت صلی الله علیه وسلم نسبت بحضرت
صدیقؓ پس زیاده از انست که دریں اوراق
بگنجد لیکن نکتهٔ ما لا یدرک کله
لا یترک کله منظورِ نظر است حضرت
علی مرتضیٰؓ در وقتِ دفنِ حضرت فاروقؓ گفته
است و ایم الله ان کنت لاظن
ان یجعلک الله مع صاحبیک و ذاک
انی کنت کثیراً اسمع رسول الله صلی
الله علیه وسلم یقول جئت انا و ابوبکر

سے پانچ رات پہلے سُنا ہے۔ اور ابو سعید (خدری) نے یہ کہا ہے کہ یہ کلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اپنی وفات کی خبر دینے کے بعد کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا درمیان دنیا کے اور درمیان اُس (عالم آخرت یا نعمتوں) کے جو اس کے پاس ہیں تو اس بندے نے اس چیز کو اختیار کرلیا جو اللہ کے پاس ہے۔ اور یہ کلماتِ مبارکہ (یعنی اِنَّ امنّ النّاس الخ) ان واقعات کا اجمال اور ان مفصّل قصوں کی تصدیق اور ان تمام اعمال کی حق تعالیٰ کے حضور میں مقبول ہونے کی تصریح ہے۔ یہاں ایک باریک نکتہ ہے جس کو پہچاننا چاہیئے کہ مدح کا مدار صرف ان اعمال کا وجود نہیں ہے بلکہ درحقیقت مدح کا مدار اس بات پر ہے کہ حضرت صدیقؓ ان اعمال سے اپنے بلند ترین مقاصد پر کامیاب ہوگئے اور جو چاہتے تھے مل گیا۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو وہ چاہتا ہے دیتا ہے۔

رہی حضرت صدیقؓ کی صحبتِ دائمی اور آپ کا اخلاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور تنہائی ہو یا مجمع ہر حال میں حاضر رہنا اور ہر خوشی اور ناخوشی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیقؓ کی دلداری اور ان کی توقیر کا خیال رکھنا تو ایسے واقعات ان اوراق کی گنجائش سے زیادہ ہیں لیکن نکتۂ مشہور مَا لَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ، لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ (جس چیز کا کُل ادراک نہ کیا جا سکے اُس کا کُل چھوڑ دینا بھی نہ چاہیئے) منظورِ نظر ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ کرّم اللہ وجہہ نے حضرت فاروقؓ کے دفن کے موقع پر فرمایا تھا، وایمُ اللہ الخ یعنی اور خدا کی قسم میں تو یہی گمان کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھے گا اور یہ

وعمر ودخلت انا وابوبکر وعمر وخرجت انا وابوبکر وعمر فان کنت لارجو ولاظن ان یجعلک اللّٰہ معہما اخرجہ البخاری ومسلم وابوہریرۃ در قصۂ تکلّم ذئب وتکلّم بقرہ از آنحضرت صلعم روایت کردہ انّی اؤمن بہ انا وابوبکر وعمر وماہما ثمّ اخرجہ الشیخان وانس رض گفتہ انّ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم کان یخرج علی اصحابہ من المہاجرین والانصار وہم جلوس وفیہم ابوبکر وعمر فلا یرفع الیہ احدٌ منہم بصرہ الّا ابوبکر وعمر فانّہما کانا ینظران الیہ وینظر الیہما ویتبسّمان الیہ ویتبسّم الیہما وابن عمر رض گفتہ انّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم خرج ذات یوم فدخل المسجد وابوبکر وعمر احدہما عن یمینہ والاخر عن شمالہ وھو اخذٌ بایدیہما وقال ھٰکذا نُبعَثُ یومَ القیٰمۃ اخرجہ الترمذی وقیل لعایشۃ رض ایُّ اصحابِ رسول اللّٰہ کان احبَّ الی رسُولِ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قالت ابوبکر وعمر وعمرو بن العاص رض مثل آں روایت کردہ وسعید بن المسیّب رض گفتہ کان ابوبکر الصّدّیق من النّبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم مکان الوزیر فکان یُشَاوِرُہ فی جمیع امورہ وکان ثانیہ فی الاسلام وکان

اس لئے کہ میں بکثرت رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم سے سُنتا رہا ہوں کہ آپؐ فرماتے ہیں جئتُ انا وابوبکر وعمر الخ یعنی میں آیا اور ابوبکر رض و عمر رض اور میں داخل ہوا اور ابوبکر رض و عمر رض اور میں نکلا اور ابوبکر رض و عمر رض۔ تو میں اسی کی پوری امید رکھتا تھا اور قوی گمان کرتا تھا کہ (اب بھی) اللّٰہ تعالےٰ آپ کو ان دونوں کے ساتھ رکھے گا، اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور ابوہریرہ رض نے بھیڑیئے کے کلام کرنے اور گائے کے بات کرنے کے قصہ میں آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ میں اس پر ایمان (یقین) رکھتا ہوں میں بھی اور ابوبکر رض و عمر رض بھی۔ اور وہ دونوں وہاں موجود بھی نہ تھے۔ شیخین رح نے اس روایت کو لیا۔ اور انس رض کا قول ہے کہ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم اپنے اصحاب رض مہاجرین اور انصار کے پاس تشریف لے جاتے جب کہ وہ بیٹھے ہوتے اور ان میں ابوبکر رض و عمر رض موجود ہوتے تھے تو کوئی اُن میں سے آنکھ اُٹھا کر آپ کی طرف نہیں دیکھتا تھا سوائے ابوبکر رض و عمر رض کے۔ بس وہ دونوں آپؐ کی طرف دیکھتے اور آپؐ ان دونوں کی طرف دیکھتے تھے۔ اور یہ دونوں آپکو دیکھتے ہوئے مسکرایا کرتے تھے اور آپؐ انکو دیکھ کر مسکراتے تھے اور ابن عمر رض نے ذکر کیا کہ ایک دن رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم اس طرح نکل کر مسجد میں داخل ہوئے کہ ابوبکر رض و عمر رض دونوں میں سے ایک آپؐ کی دائیں طرف تھے اور دوسرے بائیں طرف اور آپؐ اُن دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور آپؐ نے فرمایا کہ اسی طرح ہم قیامت کے دن اُٹھیں گے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ اور حضرت عائشہ رض سے پوچھا گیا کہ اصحاب رسول اللّٰہؐ میں سے کون رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھے تو انھوں نے کہا کہ ابوبکر رض و عمر رض۔ اور عمرو بن العاص رض نے بھی اسکے مانند روایت کی ہے۔ اور سعید بن المسیّب رض کا قول ہے کہ ابوبکر رض کا تعلّق نبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم کے ساتھ وزیر کے مرتبہ کا تھا کہ آپؐ اپنے تمام امور

ثانیہ فی الغار وکان ثانیہ فی العریش یوم بدر وکان ثانیہ فی القبر ولم یک رسول الله صلے الله علیہ وسلم یقدم علیہ احدًا اخرجہ الحاکم ومحمد بن سیرین گفتہ لو حلفت حلفت صادقًا بارًّا غیر شاك ولا مستثنٍ ان الله تعالیٰ ما خلق محمدًا صلے الله علیہ وسلم ولا ابا بکر ولا عمر الا من طینۃ واحدۃ ثم ردھم الی تلك الطینۃ، شمنہودی این سخن ابن سیرین را بر محملے دیگر فرود آورد یعنی مدفن ہماں جامی باشد کہ ازانجا خاک با نطفہ سرشتہ باشند و فقیر میگوید کان الله تعالیٰ لہٗ فی الدنیا والآخرۃ بلکہ محل صحیح ایں کلمہ آنست کہ طینت مستعار است برائے اصل و معنے ایں ایں اثر بہماں میماند کہ در حدیث آمدہ الارواح جنودٌ مجندۃٌ فما تعارف منها ائتلف یعنی قبل از وجود خارجی ارواح ایشاں دریک محل بود و بعد از انتقال نیز دریک محل قال رسول الله صلے الله علیہ وسلم لبعض اصحابہ وقد راٰہ یمشی بین یدی ابی بکر تمشی بین یدی من ھو خیر منك اخرجہ ابو عمر فی الاستیعاب ولما تلقی النبی صلے الله علیہ وسلم بریدۃ الاسلمی فی سبعین راکبًا من اھل المدینۃ من بنی سہم قال رسول الله صلے الله علیہ وسلم من انت قال انا بریدۃ فالتفت

میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے اور وہ آپؐ کے ثانی (دوسرے) تھے اسلام میں اور آپؐ کے ثانی تھے غار میں اور آپؐ کے ثانی تھے یوم بدر والے عریش (منڈوے) میں اور آپؐ کے ثانی ہیں قبر میں۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی کو اُن پر مقدّم نہیں کیا کرتے تھے۔ اس کو حاکم نے روایت کیا۔ اور محمد بن سیرینؒ نے کہا کہ اگر میں قسم کھاؤں تو میری قسم سچی ہوگی بالکل یقینی جس میں شک کرنے والے کے لئے کوئی گنجائش نہیں اور نہ استثناء کی ضرورت (یعنی انشاء اللہ تعالیٰ کہنے کی) کہ اللہ تعالیٰ نے نہیں پیدا کیا محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم کو اور نہ ابوبکرؓ کو اور نہ عمرؓ کو مگر ایک مٹی سے پھر اُسی مٹی کی طرف اُن سب کو لوٹا دیا۔ شمنہودی نے ابن سیرینؒ کے اس کلام کو دوسرے محل پر اُتارا یعنی مدفن اسی جگہ ہوتا ہے جس جگہ کی خاک نطفہ کے ساتھ گندھی ہوتی ہے۔ اور فقیر کہتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اُن کا (مربّی) رہے، بلکہ اس کلمہ کا محل صحیح یہ ہے کہ طینت میں (یعنی اس مٹی میں جس میں دفن کیا گیا) مستعار طور پر اصل کی (یعنی ارواح کی) صفت پیدا ہوگئی۔ اور اس اثر کے معنے اسی کے مشابہ ہیں جو کہ حدیث میں آیا ہے کہ (ابتداءِ خلقت میں) ارواح فوجوں کی ٹکڑیاں تھیں (یعنی جھنڈ کے جھنڈ) تو جو روحیں آپسمیں اس وقت باہم جان پہچان رکھتی تھیں وہ (دنیا میں آکر) ایک دوسرے سے میل ملاپ رکھنے لگیں۔ یعنی وجودِ خارجی سے پہلے انکی ارواح ایک محل میں تھیں اور بعد انتقال کے بھی ایک ہی محل میں رہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابیؓ سے فرمایا جس کو آپؐ نے ابوبکرؓ کے آگے چلتے ہوتے دیکھا تھا کہ تو اس کے آگے چل رہا ہے جو تجھ سے بہتر ہے اس کو روایت کیا ابو عمر نے استیعاب میں۔ اور جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بُریدہ اسلمی ملے اہلِ مدینہ میں سے بنی سہم کے ستّر سواروں کے ساتھ۔ تو رسول اللہ

الی ابی بکر فقال یا ابا بکر بَرَدَ امرُنا و صَلُحَ ثم قال مِمَّنْ انتَ قال من اسلم قال لابی بکر سَلِمْنا قال ثم قال لی من بنی من قلتُ من بنی سہم قال خرج سہمکَ رواہ فی الاستیعاب قال یوم اُحدٍ اوجبَ طلحۃُ یا ابا بکر

و از ین جنس از میانِ قوم بمخاطبہ مخصوص ساختن حضرت صدیق رضؓ را و مباسطہ و ملاطفہ فرمودن با او زیادہ ازان است کہ بہ تحریر آید اما تشبُّہ قوّتِ عقلیّہ صدیقِ اکبر رضؓ با قوّتِ عقلیّہ انبیاء صلوات اللہ علیہم پس باید دانست کہ چوں فیضِ الٰہی در نفسِ ناطقہ کسے درمے آید اثرِ آں فیض در چندیں ہیاکل ظاہر می شود و از صدیقِ اکبر رضؓ اکثر آں ہیاکل شناختہ شدہ یکے ازانجملہ خوابہائے صادق است کہ سبب وصول راہے بسوئے سعادت باشد یا سبب حصولِ نفعِ عام بخلق اللہ و ہمین است شانِ انبیاء و الّا انطباعِ وقائعِ آتیہ بغیر اقتران یکے ازیں دو وجہ در باب تشبُّہ بانبیاء نتواں شمرد بلکہ کاہنان نیز دراں مشارک اند مانند خوابہائے حضرتِ صدّیق رضؓ کہ حامل شد اورا بر اسلام و خوابے کہ باعث بر فرستادن چہار امیر بر چہار حصہ شام شد و خواب دیگر کہ حامل بر استخلافِ حضرت فاروق رضؓ گشت و بیانِ آں طولے دارد در روضۃ الاحباب مذکور است کہ

صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انھوں نے کہا کہ میں بُریدہ ہوں۔ تو آپؐ حضرت ابوبکر رضؓ کی طرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا کہ اے ابوبکر رضؓ بردَ اَمرُنا (ہمارا کام ٹھنڈا یعنی آرام و راحت کا ہوگیا) پھر آپؐ نے فرمایا کہ تم کن میں سے ہو؟ تو انھوں نے کہا کہ اسلم میں سے۔ تو آپؐ نے ابوبکر رضؓ سے فرمایا سَلِمْنا (ہم سلامتی میں آگئے) بریدہ رضؓ نے بیان کیا کہ پھر مجھ سے فرمایا کہ کس کی اولاد میں سے ہو؟ میں نے کہا بنی سہم کی تو فرمایا خرج سہمک (تیرا تیر نکل آیا) یہ روایت استیعاب میں ہے۔ آپؐ نے یوم اُحد میں فرمایا اے ابوبکر رضؓ! طلحہ رضؓ نے (جنّت کو) واجب کرلیا۔ اور اس قسم کے مخاطبات سے قوم میں سے ابوبکر صدیق رضؓ کو مخصوص کرنے اور آپ کے ساتھ خوش طبعی اور ملاطفت کی مثالیں اس سے زیادہ ہیں کہ وہ تحریر میں آئیں۔ اب لیجئے صدیقِ اکبر رضؓ کی قوّتِ عقلیّہ کا مشابہ ہونا انبیاء صلوات اللہ علیہم کی قوّتِ عقلیّہ کے ساتھ تو جاننا چاہیئے کہ جب کسی کے نفسِ ناطقہ میں فیضِ الٰہی داخل ہوجاتا ہے تو اس فیض کا اثر کتنی ہی مختلف انواع کے مناظر میں ظاہر ہوتا ہے اور صدیقِ اکبر رضؓ سے اکثر وہ مناظر پہچانے جاتے ہیں۔ اُن میں سے ایک ایسے سچّے خواب ہیں جو سعادت کی کسی راہ پر پہنچنے کا سبب ہوں۔ یا خلق اللہ کو کوئی عام نفع حاصل ہونے کا سبب ہوں۔ اور انبیاءؑ کی یہی شان ہوتی ہے ورنہ آنے والے واقعات کے (نفس میں) منعکس ہوجانے کو ان دو وجہوں میں سے ایک وجہ کے بغیر انبیاءؑ کے ساتھ تشبُّہ کے باب میں شمار نہیں کرسکتے بلکہ کاہن لوگ بھی اس میں شرکت رکھتے ہیں۔ جیسے حضرت صدّیق رضؓ کے وہ خواب جنھوں نے اُن کو اسلام پر آمادہ کیا اور وہ خواب جو کہ شام کے چار حصوں پر چار امیر (عمرو بن العاص۔ ابوعبیدہ۔ یزید بن ابی سفیان۔ شرحبیل بن حسنہ) مقرر کرنے کا باعث ہوا تھا۔ اور دوسرا خواب

نزدیک بایّام ہجرت صدیقِ اکبرؓ بخواب دید کہ ماہ از آسمان بر بطحاء مکّہ نازل شد و بشہر مکہ درآمد وصحراو دشت بہ نُورِ آں منوّر گشت باز آں ماہ بطرفِ آسمان میل نمود و بمدینہ فرود آمد و نبیارے از ستارگان بموافقتِ او حرکت کردند باز آں ماہ باستارگان بمکّہ رجوع نمود و زمین مدینہ ہمچناں روشن بود مگر سہ صد و شصت خانہ و بسببِ وُرُود آں ماہ اطرافِ حرم باز منوّر گشت بعد ازاں آں ماہ بہ سمتِ مدینہ رواں شد و بمنزلِ عائشہؓ درآمد پس ازاں زمین بشگافت و ماہ دراں ناپدید گشت و صورتِ حال موافقِ ہمیں رُویا بظہور رسید۲ دیگر تعبیر دے خوابہاء مردم را ذا اصابتِ عجیبہ درآں تاآں حد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خوابہاء خود را بر صدیق اکبرؓ عرض میفرمود و درخواستِ تعبیر می نمود قال ابن اسحٰق فی قصۃ الطائف بلغنی انّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لابی بکرٍ وھو محاصرٌ ثقیفًا یا ابا بکرٍ انّی رأیتُ انّی اُھدِیَتْ الیّ قعبۃٌ الحدیث وقد ذکرناہ من قبلُ وفی قصّۃ رُؤیا النّبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم غنمًا سودًا دخلتْ فیھا غنمٌ کثیرۃٌ بِیضٌ قال یا ابا بکرٍ اعبُرھا فقال ابو بکرٍ یا رسول اللّٰہ ھی العرب تتبعک ثم تتبعھا العجمُ حتے ینعمرھا فقال النّبیّ

جس نے آپ کو حضرت فاروقؓ کے خلیفہ بنانے پر آمادہ کیا اور اس کا بیان طویل ہے۔ روضۃ الاحباب میں مذکور ہے کہ ایّام ہجرت کے قریب صدّیقِ اکبرؓ نے خواب میں دیکھا کہ چاند آسمان سے بطحاء مکّہ پر نازل ہوا اور شہر مکّہ میں آیا اور جنگل اور میدان اُس کے نور سے منوّر ہو گئے۔ پھر وہ چاند آسمان کی طرف رجوع ہوا اور مدینہ میں آیا اور بہت سے ستاروں نے اُس کی موافقت میں حرکت کی۔ پھر اُس چاند نے ستاروں کے ساتھ مکّہ میں رجوع کیا اور مدینہ کی زمین اُسی طرح روشن رہی بجز تین سو ساٹھ گھروں کے اور اس چاند کے اُتر آنے کے سبب۵ حرم کے اطراف پھر منوّر ہو گئے۔ اس کے بعد وہ چاند مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا اور منزلِ عائشہؓ میں اُتر آیا۔ اس کے بعد زمین پھٹی اور وہ چاند اس میں غائب ہو گیا اور صورتِ حال اسی خواب کے مطابق ظہور میں آگئی۔ دوسری۲ نوع ہے اُن کا لوگوں کے خوابوں کی تعبیر دینا اور عجیب طور پر اُس میں مُصیب ہونا اس حد تک کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے خوابوں کو صدیقِ اکبرؓ سے بیان فرمایا کرتے اور تعبیر پوچھا کرتے تھے۔ ابنِ اسحٰق نے ذکر کیا طائف کے قصّہ میں کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ سے فرمایا جب کہ آپ ثقیف کا محاصرہ کئے ہوئے تھے کہ اے ابو بکرؓ! میں نے دیکھا کہ میرے پاس ایک پلیٹ بطور ہدیہ بھیجی گئی، آخر حدیث تک، اور ہم اس کو پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خواب میں کالے رنگ کی بکریاں دیکھنے کے قصّہ میں جن میں بہت سی سفید رنگ کی بکریاں داخل ہو گئی تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابو بکرؓ! اس کی تعبیر دو۔

۵ یہ منافقین کے گھر تھے جن میں تاریکی رہی ۱۲ مترجم

صلی اللہ علیہ وسلم ھکذا اعبّرھا الملکُ
سحراً رواہ الحاکم وقال ابن ھشام فی
زوائد السّیرۃ حدّثنی بعض اھل
العلم عن ابراھیم بن جعفر المحمودی
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رأیتُ انی لقمتُ لقمۃً من حَیْس
فالتذذتُ طعمھا فاعترضَ فی حلقی
منھا شیئٌ حین ابتلعتُھا فادخل علیٌّ یدہٗ
ونزعہ فقال ابوبکر الصدّیق رضی اللہ
عنہ یارسول اللہ ھذہ سریّۃٌ من
سرایاک تبعثُھا فیاتیک بعضُ ماتُحبُّ
ویکون فی بعضھا اعتراض فتبعثُ علیًّا
فیُسھّلہ وعن عائشۃ قالت رأیتُ
ثلثۃَ اقمارٍ سقطن فی حُجرتی فقصصتُ
رؤیای علی ابی بکر الصدّیق قالت فلمّا
تُوفی رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ودفن
فی بیتھا قال لھا ابوبکر ھذا احدُ اقمارِکِ
وھو خیرھا اخرجہ مالک فی المؤطا و
فی قصّۃ اسلام خالد بن سعیدٍ انّہ رأی
فی المنام انہ وُقِفَ بہ علی شفیر النار فذکر
من سعتِھا ما اللہُ اعلم بہ وکانّ اباہ
یدفعہ فیھا ورأی رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم اخذ بحقویہ لا یقع
فیھا فذکر ذلک لابی بکر فقال ابوبکر

تو ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ یہ (کالی بکریاں) عرب ہیں جو آپؐ کا اتباع کر رہے ہیں۔ پھر اُن کے پیچھے عجم کے لوگ آجائیں گے۔ یہاں تک کہ وہ ان پر چھا جائیں گے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی یہی تعبیر فرشتہ نے دی تھی صبح کے وقت۔ اور ابن ہشامؒ نے "زوائد السیرۃ" میں کہا ہے کہ مجھ سے روایت کی بعض اہل علم نے ابراہیم بن جعفر محمودی سے۔ انہوں نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے حَیس؏ کا ایک لقمہ منہ میں لیا۔ پھر میں اس کے ذائقہ سے لذّت اندوز ہوا۔ اس کے بعد جب میں نے اس کو نگلا میرے حلق میں اُس میں سے کوئی چیز اٹک گئی۔ علیؓ نے اپنا ہاتھ داخل کر کے اس کو نکالا۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہؐ! یہ ایک سریّہ ہے آپؐ کے سریّوں میں سے جس کو آپؐ بھیجیں گے تو اس کے نتیجہ میں بعض ایسی چیزیں آپ کے پاس پہنچیں گی جن کو آپؐ پسند کریں گے اور بعض میں کچھ رکاوٹ پیش آئے گی۔ پھر آپؐ علیؓ کو بھیجیں گے تو وہ اس کو سہل کردیں گے۔ اور مروی ہے عائشہؓ سے انہوں نے کہا کہ میں نے خواب میں تین چاند دیکھے جو میرے حجرے میں گرے۔ تو میں نے اپنا یہ خواب ابوبکر صدیقؓ سے بیان کیا۔ عائشہؓ کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاچکے اور وہ اُن کے حجرے میں دفن ہوئے تو (اُس وقت) اُن سے ابوبکرؓ نے کہا تیرے چاندوں میں سے یہ پہلا چاند ہے اور وہ اُن سب سے افضل ہے۔ اس کو امام مالکؒ نے مؤطا میں ذکر کیا۔ اور خالد بن سعیدؓ کے اسلام کے قصّہ میں مذکور ہے کہ اُنہوں نے خواب میں دیکھا کہ اُن کو آگ کے کنارے پر کھڑا کیا گیا ہے پھر

؏ یہ ایک کھانا ہے جو کھجور اور گھی اور دہی سے مل کر بنایا جاتا ہے ۱۲

أُريد بك خيرًا هذا رسول الله
صلى الله عليه وسلم فاتّبعه و
انّك ستتّبعه في الاسلام الذي
يحجزك من أن تقع فيها وابوك دافعٌ فيها
فلقي رسول الله صلى الله عليه وسلم وحسن
اسلامه اخرجه في الاستيعاب سوم
توافق فراست او با فراست آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم و قدم بر
قدم او رفتن در بیان حکم مسئلہ عن سعید
ابن المسيّب انّ رجلاً من اسلم
جاء الى ابي بكر الصديق فقال له
انّ الآخر زنى فقال له ابو بكر [اسم ماعز]
هل ذكرت هذا لاحدٍ غيري
فقال لا فقال له ابو بكر فتب الى
الله واستتر بستر الله فانّ الله
يقبل التوبة عن عباده فلم تقرّر
نفسه حتى اتى عمر بن الخطاب
فقال له مثل ما قال لابي بكر
فقال له عمر مثل ما قال له ابو بكر
قال فلم تقرّر نفسه حتى
جاء الى رسول الله صلى الله عليه
وسلم حتى اذا اكثر بعث
رسول الله صلى الله عليه وسلم
الى اهله فقال أيشتكي [امراض] ام
به جِنّة [جنون] فقالوا يا رسول الله

اُس کے پھیلاؤ کا ذکر کیا کہ اتنا بڑا تھا کہ اس کا حال اللہ ہی جانتا ہے اور گویا اُن کا باپ اُن کو اُس آگ میں دھکیل رہا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اُن کی دونوں کوکھیں پکڑے ہوئے ہیں کہ یہ اس میں نہ گریں۔ انھوں نے اس خواب کا ذکر ابو بکرؓ سے کیا۔ تو ابو بکرؓ نے کہا تمہارے لئے خیر کا ارادہ کیا گیا ہے۔ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں بس ان کا اتباع کرو اور تم یقیناً ان کے اتباع کی خواہش کرنے والے ہو اسلام میں جو تم کو اس آگ میں گرنے سے روکے گا جب کہ تمہارا باپ تمہیں اس میں دھکیلنے والا ہے۔ پھر وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملے اور اُن کا اسلام بہت اچھا رہا۔ اس کو استیعاب میں بیان کیا گیا ہے۔

تیسری نوع ہے آپ کی فراست کا موافق ہونا آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فراست کے ساتھ اور کسی مسئلہ کا حکم بیان کرنے میں آپ کے قدم بقدم چلنا۔ مروی ہے سعید بن المسیبؓ سے کہ ایک شخص قبیلہ اسلم کا (جس کا نام ماعز تھا) ابو بکر صدیقؓ کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ ایک آخر (یعنی کمینہ) نے زنا کیا (اس سے اُس نے خود اپنی ذات مراد لی) تو اس سے ابو بکرؓ نے فرمایا کہ کیا تو نے میرے سوا کسی اور سے بھی اس کا ذکر کیا ہے؟ اس نے کہا نہیں! تو اس سے ابو بکرؓ نے کہا تو اللہ سے توبہ کر اور اس کو چھپا اللہ اس کو چھپالے گا اور اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے مگر اُس کے نفس نے قرار نہ پکڑا یہاں تک کہ عمر بن الخطابؓ کے پاس پہنچا اور اُن سے بھی وہی کہا جو ابو بکرؓ سے کہا تھا تو اس سے عمرؓ نے بھی ویسی ہی بات کہی جیسی اُس سے ابو بکرؓ نے کہی تھی۔ راوی نے کہا پھر بھی اس کے نفس نے قرار نہ پکڑا یہاں تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا پھر آپ سے کہا کہ آخر (یعنی کمینہ) نے زنا کیا۔ سعیدؒ نے بیان کیا تو اُس سے رسول اللہ صلے اللہ

والله انه لصحيح فقال رسول الله صلے الله عليه وسلم أبكر ام ثيب قالوا بل ثيب يا رسول الله فرجم اخرجه مالك وفى قصة الحديبية وقد ذكرناها۔ چهارم شناختن او مقصود آنحضرت صلے الله عليه وسلم وغرض اورا از كلام مرموز آنحضرت صلے الله عليه وسلم تا غايتے كه در صحابه رض مشهور گشت هو اعلمنا برسول الله صلے الله عليه وسلم چنانكه ابو سعيد خدری رض در كلام آخر آنحضرت صلے الله عليه وسلم انّ عبدًا خيّره الله الحديث ۔ بيان كرد عن ابن عباس قال لما اخرج اهل مكة النبيّ صلے الله عليه وسلم قال ابوبكر الصدّيق رضى الله عنه اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ه اخرجوا نبيّهم ليهلكوا قال فنزلت اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ ه قال ابوبكر الصدّيق فعلمتُ انها قتال۔ اخرجه الحاكم۔

علیہ وسلم نے تین مرتبہ مُنہ پھیرا ہر مرتبہ (جب وہ کہتا تھا) اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مُنہ پھیر لیتے تھے۔ یہاں تک کہ جب اس نے بہت مرتبہ ایسا کیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکے گھر والوں کو بُلوا کر دریافت کیا کہ کیا وہ بیمار ہے یا اس کو جنون ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ یارسول اللہؐ! واللہ یہ یقیناً تندرست ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کنوارا ہے یا بیاہا ہے؟ تو اُنھوں نے کہا کہ بیاہا ہے یارسول اللہؐ۔ پھر اس کو سنگسار کر دیا گیا۔ اس کو مالکؒ نے روایت کیا۔ اور قصۂ حدیبیہ میں جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں (ابوبکرؓ کی فراست آپؐ کی فراست کے مطابق رہی) چوتھی نوع ہے اُن کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقصود کو پہچاننا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے رمز و اشارات والے کلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض کو سمجھ لینا، اس حد تک کہ صحابہؓ میں یہ قول زیادہ کہا جانے لگا کہ وہ (یعنی ابوبکرؓ) ہم سب سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سمجھنے والے ہیں۔ جیسا کہ ابوسعید خدریؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری کلام اِنَّ عَبْدًا خیّرہ اللہ الحدیث (کہ ایک بندہ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا الخ) کے بارے میں بیان کیا گیا۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب اہل مکّہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو نکالا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ ان لوگوں نے اپنے نبیؐ کو نکالا تاکہ ہلاک ہوں۔ کہا کہ پھر یہ آیت نازل ہوئی اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ الخ۔ (۲۲: ۳۹) (اب) لڑنے کی اُن لوگوں کو اجازت دی گئی جن سے (کافروں کی طرف سے) لڑائی کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ ان پر بہت ظلم کیا گیا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کو غالب کر دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔" تو ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں جان گیا

پنجم مکاشفہ او حوادثِ خفیہ را
چنانکہ در قصہ بدر التماس کرد
حَسْبُكَ مُنَاشَدَتُكَ عَلٰى رَبِّكَ
(ناشدہ مناشدۃ حلفہ ۱۲)
وے رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضہ را
زمینے دادہ بود ہنوز حضرت عائشہ رضہ
قبض آں نہ کردہ بود کہ وقت حیات
حضرت صدیق رضہ بآخر رسید و
دراں حال بحضرت صدیقہ رضہ فرمود کہ اگر
آں زمین را قبض کردی ازآنِ تو
شد والّا فانما ھو مال وارث وانما ھو
اخواكِ واختاكِ صدیقہ رضہ گفت ھٰذہ لا
اسماء فمنِ الاُخریٰ قال اُرٰی
ذات بطن بنت خارجۃ اُنثیٰ بعد ازاں اُمّ
کلثوم متولّد شد اخرجہ مالک فی الموطا
امّا تشبّہ صدیق اکبر در قوت عملیہ بانبیاء
پس از شواہد آنست حدیث ابوہریرہ رضہ

کہ وہ (ہلاکت جس میں یہ نبی کو نکالنے والے مبتلا ہوں گے) قتال ہے۔ اس کو حاکم نے روایت کیا۔ پانچویں نوع آپ کا مکاشفہ ہے حوادثِ خفیہ کے بارے میں جیسا کہ قصہ بدر میں آپ نے (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے) عرض کیا آپ کا اپنے رب کو قسمیں دینا آپ کے لئے کافی ہو چکا ہے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضہ کو ایک زمین دی تھی۔ ابھی حضرت عائشہ رضہ نے اس پر قبضہ نہ کیا تھا کہ حضرت صدیق رضہ کی زندگی کا آخری وقت آگیا اور اس حال میں آپ نے حضرت صدیقہ رضہ سے فرمایا کہ اگر تو نے اُس زمین پر قبضہ کرلیا ہے تو وہ تیری ہوگئی ورنہ وہ سب وارثوں کا مال ہوگی اور وہ تیرے دونوں بھائی ہیں اور تیری دونوں بہنیں ہیں۔ صدیقہ رضہ نے کہا۔ یہ (ایک بہن) اسماء ہی تو ہیں دوسری کونسی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ "بنتِ خارجہ" کے بطن میں جو ہے وہ لڑکی ہے۔ اس کے بعد اُمّ کلثوم رضہ پیدا ہوئیں۔ اس کو روایت کیا امام مالک رحمہ نے مؤطا میں۔ اب لیجئے صدیق اکبر رضہ کا تشبّہ قوتِ عملیہ میں انبیاء کے ساتھ۔ تو اس کے شواہد میں سے ہے حدیث ابوہریرہ رضہ کی، کہا

ف کتب شیعہ میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضہ نے فدک فاطمہ رضہ کو نہیں دیا حالانکہ پیغمبر علیہ السلام نے ان کو ہبہ کردیا تھا اور ان کے دعوی کو نہ مانا گواہ اور شاہد کا مطالبہ کیا جب وہ حضرت علی رضہ اور اُمّ ایمن کو لائیں تو ان کی شہادت کو رد کردیا کہ ایک مرد اور ایک عورت کی شہادت کافی نہیں۔ اس کے جواب میں شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں کہ اس دعویٔ ہبہ اور ان شہادتوں کا کتب اہلسنت میں کہیں سراغ نہیں ملتا۔ یہ اس گروہ کی محض افتراء پردازی ہے الخ اس موقع پر اس روایت اور اس کے جواب کی طرف ایک لطیف اشارہ موجود ہے کہ اگر مان لیا جاتے کہ ہبہ کا دعوی حضرت فاطمہ رضہ نے کیا تھا تو موہوب لہٗ کا قبضہ جب تک موہوب شئی پر نہ ہوجاتے اس وقت تک اس کی ملک میں داخل نہ ہوگی اور ظاہر ہے کہ فدک پر حضرت فاطمہ رضہ کا قبضہ نہیں تھا اگر ہوتا تو دعوی ہی کیوں کرتیں تو باوجود ہبہ کے وہ ان کی ملک میں داخل نہیں ہوا تھا۔ پھر شہادتوں کا طلب کرنا ایک بے معنی فعل ہے۔ شہادت کا مفاد یہی تو ہوسکتا تھا کہ ہبہ ثابت ہوجائے اور جب تک قبضہ نہ ہو ملک موہوب لہٗ میں داخل ہی نہیں ہوتا جیسا کہ حضرت صدیقہ رضہ سے آپ رضہ نے فرمایا کہ اگر تو نے اس زمین پر قبضہ نہیں کیا تو اب وہ سب وارثوں کے حصہ میں آئے گی۔ اس روایت سے حضرت مصنف رحمہ نے شیعہ کی اس افتراء پردازی کے جواب کی طرف اشارہ کردیا کہ اس کہانی کا یہ جزو کہ ابوبکر رضہ نے ہبہ کا ثبوت طلب کیا اور فلاں و فلاں شہادت میں پیش ہوئے اس بات کو واضح کررہا ہے کہ یہ کہانی فرضی ہے اور کسی ایسے شخص نے اس کو گھڑا ہے جو اصول شرعیہ سے جاہل تھا ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اصبح منکم الیوم صائماً قال ابوبکر انا قال فمن تبع منکم الیوم جنازۃً قال ابوبکر انا قال فمن اطعم الیوم مسکیناً قال ابوبکر انا قال فمن عاد منکم الیوم مریضاً قال ابوبکر انا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اجتمعن فی امرءٍ الا دخل الجنۃ اخرجہ الشیخان وایضاً حدیث ابوھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من انفق زوجین فی سبیل اللہ نودی من ابواب الجنۃ یا عبد اللہ ھذا خیر فمن کان من اھل الصلوٰۃ دعی من باب الصلوٰۃ ومن کان من اھل الجہاد دعی من باب الجہاد ومن کان من اھل الصیام دعی من باب الریان ومن کان من اھل الصدقۃ دعی من باب الصدقۃ فقال ابوبکر بابی انت وامی یا رسول اللہ ما علی من دعی من تلک الابواب من ضرورۃ فھل یدعی احد من تلک الابواب کلھا قال نعم وارجو ان تکون منھم اخرجہ الشیخان والترمذی۔

دیگر بار بمقتضاء بشریت در حضور اضیاف (مہمانان) حضرت صدیق رض را با اہل خانہ خود ملالے واقع شد وقسم خورد کہ ایں طعام را نخورد واہل خانہ و اضیاف ہمہ متوحش شدند وقسم خوردند کہ ما ہم نخواہیم خورد تا وقتیکہ تو نخوری دریں

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن) فرمایا آج تم میں کون روزے سے ہے؟ ابوبکرؓ نے کہا کہ میں۔ پھر فرمایا کہ آج تم میں سے کون جنازے کے ساتھ گیا تھا؟ ابوبکرؓ نے کہا کہ میں (گیا تھا)، پھر آپؐ نے پوچھا کہ کس نے مسکین کو کھانا کھلایا؟ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ میں نے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ کس نے تم میں سے آج مریض کی عیادت کی؟ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ میں نے۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص میں یہ سب باتیں جمع ہوجائیں گی وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا، اس کو روایت کیا شیخینؒ نے۔ اور نیز ابوہریرہؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دو جوڑے خرچ کئے اللہ کی راہ میں اس کو جنت کے دروازوں سے پکارا جائیگا کہ اے اللہ کے بندے یہ خیر ہے (یعنی باب خیر) تو جو اہلِ صلوٰۃ میں سے ہوگا وہ باب الصلوٰۃ سے پکارا جائے گا اور جو اہلِ جہاد میں سے ہوگا اس کو باب الجہاد سے پکارا جائے گا۔ اور جو اہلِ صیام میں سے ہوگا اس کو باب الریّان سے پکارا جائیگا اور جو اہلِ صدقہ میں سے ہوگا اس کو باب الصدقہ سے پکارا جائے گا۔ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان یارسول اللہؐ جو شخص ان ابواب سے پکارا جائے گا اس کے اوپر ضروری تو نہ ہوگا (کہ وہ اس دروازے میں داخل ہو) تو کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جس کو ان تمام دروازوں سے پکارا جائے گا۔ فرمایا کہ ہاں اور میں امید کرتا ہوں کہ تم اُن ہی میں سے ہوگے۔ اس کو شیخین اور ترمذی نے روایت کیا۔ ایک دن بمقتضائے بشریت مہمانوں کی موجودگی میں حضرت صدیقؓ کی اہلِ خانہ کے ساتھ کچھ رنجش واقع ہوگئی اور انھوں نے قسم کھالی کہ وہ یہ کھانا نہ کھائیں گے اور گھر والے اور مہمان سب پریشان ہوگئے اور انھوں نے بھی قسم کھالی کہ ہم بھی نہ کھائیں گے جب تک آپ

ہنگام عنایتِ الٰہی در رسید و داعیۂ نقضِ قسم در دلش پدید آمد و بشناخت کہ ایں داعیہ از کدام منبع جوشیدہ دست در طعام کرد و دو سہ لقمہ تناول نمود و خدائے عزّ و جلّ بزیادت برکت در طعام تنبیہ فرمود بر آنکہ شکستن ایں قسم مرضی الٰہی بود و ریزش ایں داعیہ از منبع فیض و از عجائب صنع حق است با دوستانِ خود اخرج القصة بطولہا البخاری فی الاستیعاب ان ثابت ابن قیس بن شمّاس استشہد فراٰہ بعض الصحابة فی النوم فاوصی بان تؤخذ درعہ ممن کانت عندہ وتباع الی اٰخر القصة وفی اٰخرہا اذا قدمت المدینة علی خلیفة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقل لہ ان علیّ من الدّین کذا وکذا وفلان من رقیقی عتیق وفلانٌ فاجاز ابوبکر وصیتہ ولا نعلم احدًا اُجیزت وصیتہٗ بعد موتہ غیر ثابت بن قیس امّا اتصاف حضرت صدیق رض بصفت صفائی قلب آں را در عرفِ زمانِ ما طریقت گویند در کشف المحجوب مذکور است کہ شیخ جنید بغدادی گفتہ است اشرفُ کلمةٍ فی التوحید قول ابی بکر الصدیق سُبحانَ من لم یجعل لخلقہ سبیلاً الّا بالعجز عن معرفتہ و صاحب کشف المحجوب در مدح صدیق اکبر رض کلمہ دارد ان الصفا صفة الصدیق ان اردت

نہ کھائیں گے۔ اس وقت میں عنایتِ الٰہی آپہنچی اور قسم توڑ دینے کا داعیہ ان کے دل میں ظاہر ہو گیا اور انھوں نے پہچان لیا کہ کس منبع سے اس داعیہ نے جوش مارا ہے تو آپ نے کھانے پر ہاتھ پہنچا دیا اور دو تین لقمے تناول فرمائے اور اللہ عزّ و جلّ نے کھانے میں برکت کی زیادتی فرما کر اس بات پر تنبیہ فرما دی کہ اس قسم کا توڑنا مرضیِ الٰہی تھا اور اس داعیہ کا قلب پر واقع ہونا منبعِ فیض کی جانب سے اور حق تعالیٰ کے عجیب معاملات میں سے تھا جو وہ اپنے دوستوں کے ساتھ فرماتے ہیں۔ اس قصہ کو تفصیل کے ساتھ بخاری نے ذکر کیا ہے۔ استیعاب میں ہے کہ ثابت بن قیس ابن شمّاس (جنگِ یمامہ میں) شہید ہوتے تو ان کو بعض صحابہ رض نے خواب میں دیکھا کہ انھوں نے وصیّت کی کہ اُن کی زرہ اس شخص سے لی جائے جس کے پاس ہے اور فروخت کی جائے، آخر قصہ تک۔ اور اس کے آخر میں ہے کہ جب تم خلیفۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ میں پہنچو تو اُن سے یہ کہنا کہ مجھ پر اتنا اور اتنا قرض ہے اور میرے غلاموں میں سے فلاں آزاد اور فلاں (کے ساتھ ایسا کیا جائے) تو ابوبکر رض نے اُن کی وصیّت کو پورا کیا اور ہم کسی کو نہیں جانتے کہ اُس کی ایسی وصیّت کو پورا کیا گیا ہو موت کے بعد کی گئی بجز ثابت بن قیس رض کے۔ رہا حضرت صدیق رض کا متّصف ہونا صفائی قلب کی صفت کے ساتھ جس کو ہمارے زمانہ کے عُرف میں طریقت کہتے ہیں۔ کشف المحجوب میں مذکور ہے کہ شیخ جُنید بغدادی رح نے کہا ہے کہ توحید میں سب سے زیادہ بلند کلام ابوبکر صدیق رض کا یہ قول ہے سُبحٰنَ مَن لَّم یَجعَل الخ یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی مخلوق کے لئے کوئی راہ (اپنی معرفت کی)، نہیں بنائی مگر اپنی معرفت سے عاجز ہونے کی۔ (حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)۔

صوفیًا علی التحقیق از انچہ صفا را اصلے ہست وفرعی اصلش انقطاع[1] دل است از اغیار وفرعش خلوّ دل است از دنیاءِ غدّار و ایں ہردو صفتِ صدّیقِ رض اکبر است پس امام اہلِ ایں طریقہ اوست انتہٰی کلامہ بعد ازاں برائے صفتِ اوّل شاہدے ذکر کرد و آں خطبۂ او الا مَنْ کَانَ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ اِلٰی آخرھا و برائے صفتِ دیگر شاہدے و آں قصہ مَا خَلَّفْتَ (چہ گذاشتی ۱۲) لِعِیَالِکَ قَالَ اللّٰہ و رسولہ در احیاء آوردہ قال الصدیق من ذاقَ خالِصَ محبۃ اللّٰہ یُشْغِلُہ ذٰلک من طلبِ الدنیا و اوحشہ عن جمیع البشر و ایں غایت تحقیق است در لوازم محبتِ خاصہ واز توکّل وے رضی اللّٰہ عنہ آنست کہ یاران برائے عیادتِ وے آمدند و گفتند یا خلیفۃ رسول اللّٰہ الا ندعولک طبیبًا ینظر الیک قال

اور صاحبِ کشف المحجوب[1] نے صدیقِ اکبر رض کی مدح میں بہت اونچی بات لکھی ہے یعنی اِنَّ الصَّفَا الخ کہ اگر تیرا ارادہ ایسی صوفیت کا ہے جو علی التحقیق ہو (یعنی حقیقی صوفی بننا چاہتا ہے تو صدیق رض کے نقشِ قدم پر چل) کہ صفا صدیق رض کی صفت ہے، کیونکہ صفا کی ایک اصل ہے اور ایک فرع۔ اس کی اصل ہے دل کا منقطع ہوجانا اغیار[2] سے اور اُس کی فرع ہے دل کا خالی ہونا دنیاءِ غدّار سے اور دونوں صفتیں صدیقِ اکبر رض کی ہیں تو جو اس طریقہ والے ہیں ان کے امام وہ ہیں۔" اُن کا کلام ختم ہوا۔ اس کے بعد انھوں نے صفتِ اوّل کے ایک شاہد کا ذکر کیا اور وہ آپ کا خطبہ ہے۔ اَلَا مَنْ کَانَ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا الخ یعنی سُن لو جو شخص محمدؐ کی عبادت کیا کرتا تھا تو محمدؐ یقینًا مرچکے، آخر تک۔ اور صفتِ دوم کی شہادت میں (تمام مال لانے کا) وہ قصہ ذکر کیا۔ جس میں ہے، مَا خَلَّفْتَ لِعِیَالِکَ الخ یعنی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ) گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ تو انھوں نے کہا اللہ اور اس کا رسولؐ۔ اور احیاء العلوم میں (امام غزالیؒ) نے لکھا ہے کہ صدیق رض کا قول ہے کہ جس نے خالص محبتِ الٰہی کا مزہ چکھ لیا وہ اس کو دنیا کی طلب سے متنفر کردے گی اور تمام انسانوں سے متوحّش کردے گی اور لوازم محبتِ خاصہ کے بارے میں یہ انتہائی تحقیق ہے۔ اور صدیق رضی اللہ عنہ کے توکّل کا یہ حال ہے کہ (مرضِ وفات کے زمانہ میں) دوست اُن کی مزاج پُرسی

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۷۹)

عہ یہ ارشاد معرفتِ ذات سے متعلق ہے کہ اس کی معرفت سے عجز ہی عین معرفت ہے۔ یہاں ان لوگوں کا عجز مراد ہے جو اس ذات کو صفات و افعال کے واسطے سے پہچان چکے ہوں اور آگے بڑھ کر ذات بحت کی طلب میں سرگرداں ہوں ان کا منتہائے معرفت یہی قول ہوگا۔ مطلقًا عجز مراد نہیں ورنہ منکرینِ خدا دہریئے اور کمیونسٹ سب سے بڑے عارف قرار پائیں گے ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ۔

لہ یعنی حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش لاہوری قدس اللہ سرہٗ ۱۲ مترجم ۲ہ یعنی ہر غیر اللہ سے صوفی کا مقصود آخرت سے بھی جنت کے حور و قصور نہیں ہوتے بلکہ مشاہدہ جمالِ یار مقصود ہوتا ہے مازاغ البصر و ماطغیٰ ۱۲ مترجم

قد نظر اِلیّ قالوا فماذا قال لک قال
قال انّی فعّالٌ لّما اُرید اخرجہ
ابن ابی شیبۃ واز توکّلِ اوست آنچہ
گذشت کہ جمیع مالِ خود را فی سبیل اللہ
انفاق کرد و گفت اَبقیتُ لعیالی اللہ و
رسولہ واز وَرَع وے رضی اللہ عنہ آنست
کہ از دستِ غلام خود شیر خوردہ بود چوں
تفحّص نمود از وجہ شبہ ظاہر گشت انگشت
در دہان انداخت وآں ہمہ را قَے کرد۔
کذا فی الاحیاء وغیرہ واز احتیاطِ وے
در بیت المال آنکہ چیزے کہ پیشِ او
باقی ماندہ بود از عطاءِ او رَد کرد بہ
بیت المال روے ذٰلک عن عائشۃ
والحسن بن علی وغیرہما بالفاظٍ متغایرۃ
واز احتیاطِ او در عبادات عن ابی
قتادۃ ان النبی صلی اللہ علیہ
وسلم قال لابی بکر متٰی
تُوتِرُ قال اُوتِرُ من اوّلِ
اللیل وقال لعمر متٰی تُوتِرُ
قال اٰخرُ اللیل فقال لابی بکر
اخذ ھٰذا بالحَذَر وقال لعمر
اَخذ ھٰذا بالقوّۃِ اخرجہ
ابوداؤد و مالک و ھٰذا
لفظ ابی داؤد۔
و از دعاء حضرت صدیق رضہ

کے لئے آئے اور کہنے لگے اے خلیفۂ رسول اللہ! کیا ہم آپ کے
لئے طبیب کو بُلا کر نہ لائیں جو آپ کو دیکھ لے تو آپ نے فرمایا
قَدْ نَظَرَ اِلَیَّ یعنی طبیب تو مجھے دیکھ چکا ہے۔ لوگوں نے
کہا پھر اُس نے آپ سے کیا کہا؟ فرمایا کہ یہ کہا اِنِّیْ فَعَّالٌ
لِّمَا اُرِیْدُ یعنی میں وہی کرتا ہوں جو میں چاہتا ہوں، اس کو
ابنِ ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اور ان کے توکّل میں سے وہ واقعہ
ہے جو گزر چکا کہ اپنا تمام مال اللہ کے راستہ میں خرچ کر دیا اور
فرمایا کہ میں نے اپنے اہل وعیال کے لئے اللہ اور اُس کے رسول
کو باقی چھوڑا۔ اور صدیق رضی اللہ عنہ کے تقوٰی کی دلیل
یہ واقعہ ہے کہ آپ نے (ایک دن) اپنے غلام کا لایا ہوا دودھ
پی لیا تھا۔ جب تحقیق کی اور وہ مالِ مُشتبہ میں سے ظاہر ہوا تو
آپ نے اُنگلی مُنہ میں ڈال کر اُس کو قے کر کے نکال دیا، احیاء العلوم
وغیرہ میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اور بیت المال میں آپ کی احتیاط
کا یہ حال تھا کہ آپ کے حصّہ میں جو چیز آتی ہوتی تھی اور
وہ ابھی آپ کے پاس باقی رہی ہوئی تھی اس کو بیت المال میں
واپس کرا دیا، یہ مروی ہے عائشہ رضہ سے اور حسن رضہ بن علی رضہ
وغیرہما سے کچھ بدلے ہوئے الفاظ کے ساتھ۔ اور عبادات
میں احتیاط کا یہ حال تھا کہ ابو قتادہ رضہ سے مروی ہے کہ نبی صلے
اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضہ سے پوچھا کہ تم کس وقت وتر پڑھتے
ہو؟ تو اُنھوں نے کہا کہ میں رات کے اوّل حصّہ میں پڑھ لیتا ہوں۔
اور عمر رضہ سے پوچھا کہ تم کس وقت وتر پڑھتے ہو؟ تو انھوں نے کہا کہ
آخر شب میں تو آپ نے ابوبکر رضہ کے لئے فرمایا کہ انھوں نے یہ طریقہ
اختیار کیا احتیاط کی بناء پر اور عمر رضہ کے لئے فرمایا کہ انھوں نے
یہ اختیار کیا قوّت کی بناء پر، اس کو ابوداؤد رح اور مالک رح نے روایت
کیا اور یہ لفظ ابوداؤد کے ہیں۔ اور حضرت صدّیق رضہ کی

اَللّٰهُمَّ ارنی الحقَّ حقًّا وارزقنی اتباعہ واَرِنی الباطل باطلاً وارزقنی اجتنابہ ولا تجعل مشتبهًا علیَّ فاتّبع الهوٰی کذا فی الاحیاء واز کف اللسان وے کان ابوبکر یضع حصاۃً فی فمه لیمنع بها نفسه من الکلام کذا فی الاحیاء ودخل عمر علیٰ ابوبکر وهو یجبذ لسانہ فقال لہٗ مه غفر الله لك فقال ابوبکر هذا اوردنی الموارد اخرجه مالك در احیاء اینجا قصہ عجیبہ ذکر کردہ است رُؤِیَ ابوبکر الصدیق فی النوم فقیل لہٗ انّك کنت تقول فی لسانك هذا الذی اوردنی الموارد فما فعل الله بك فقال قلت لا الٰه الّا الله فاوردنی الجنّة واز تواضع وے رضی اللہ عنہ آنست کہ چوں یزید ابن ابی سفیان را امیر چہاریک شام ساخت پیادہ بمشایعتِ او بر آمد یزید بن ابی سفیان گفت امّا ان ترکبَ وامّا ان انزلَ فقال ابوبکر ما انت بنازلٍ وما انا براکبٍ احتسبتُ خُطَایَ هٰذه فی سبیل الله اخرجه مالك واز شفقتِ او بر خلق اللہ و تخلی از حظوظِ نفسِ خود قال ابوبکر لو اخذتُ شاربًا احبُّ ان یسترہ الله ولو اخذتُ سارقًا احبُّ ان یسترہ الله

یہ دعا تھی اَللّٰهُمَّ اَرِنِی الْحَقَّ الخ اے اللہ! مجھے حق کا حق ہونا دکھا دیجئے اور مجھے اُس کے اتباع کی توفیق بخشدیجئے اور مجھے باطل کا باطل ہونا دکھا دیجئے اور اس سے بچنے کی توفیق بخشدیجئے اور حق کو مجھ پر مشتبہ نہ کیجئے کہ میں خواہشِ نفسانی کا اتباع کرنے لگوں، احیاء العلوم میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اور زبان کو روکے رکھنا اس درجہ تھا کہ ابوبکر رضؓ اپنے مُنہ میں سنگریزہ رکھ لیا کرتے تھے تاکہ اس کے ذریعہ سے اپنے نفس کو کلام سے روکیں، احیاء العلوم میں ایسا ہی ہے۔ اور عمر رضؓ پہنچے ابوبکر رضؓ کے پاس اور وہ اپنی زبان کھینچ رہے تھے۔ تو عمر رضؓ نے کہا کہ اللہ آپ کو معاف کرے اس سے رُک جاؤ تو ابوبکر رضؓ نے کہا کہ اسی نے تو مجھے ہلاکت کے مقامات میں ڈالا، اس کو مالکؒ نے روایت کیا۔ احیاء العلوم میں اس موقع پر ایک عجیب قصہ بیان کیا ہے: (کسی بزرگ کو) ابوبکر صدیق رضؓ خواب میں دکھاتے گئے تو ان سے کہا گیا کہ آپ اپنی زبان کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ یہ وہ ہے جس نے مجھے ہلاکت کے مقامات میں ڈالا۔ تو اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ تو فرمایا کہ میں نے کہا لا الٰہ الّا اللہ تو اس نے جنت میں داخل کر دیا۔ اور صدیق رضی اللہ عنہ کی تواضع کا یہ حال ہے کہ جب آپ نے یزید بن ابی سفیان کو چوتھائی حصہ شام کا امیر بنایا تو ان کی مشایعت یعنی ساتھ ساتھ چلنے کے لئے پیدل (شہر سے) باہر نکل آئے۔ یزید بن ابی سفیان نے کہا یا تو آپ سوار ہو جائیں اور یا میں نیچے اُتروں تو ابوبکر رضؓ نے فرمایا کہ نہ آپ اُتریں اور نہ میں سوار ہوں۔ میں تو بہ نیت عبادت اپنے یہ قدم اللہ کے راستہ میں اٹھا رہا ہوں، اس کو امام مالکؒ نے روایت کیا۔ اور خلق اللہ پر آپ کی شفقت اور لذاتِ نفس سے خالی ہونے کا حال اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضؓ نے کہا اگر میں کسی شراب پینے والے کو پکڑتا ہوں (یعنی اقدام کرتا ہوں) تو چاہتا ہوں کہ خدا اُس کی پردہ پوشی کرے اور اگر کسی سارق

کذا فی الاحیاء و از رضا او آنکہ
روزے پیش آنحضرتؐ آمد و با آنحضرتؐ
جبرئیلؑ نشستہ بود فقال جبرئیل یا
محمد مالی اری ابابکر علیہ عباءۃ
قد خللھا فی صدرہ فقال یا
جبرئیل انفق مالہ علی قبل
الفتح قال فان اللہ تعالیٰ
یقرأ علیہ السلام و یقول
قل لہ اراض انت عنی فی
فقرک ھذا ام ساخط فقال
ابو بکر أ أسخط علی ربی أنا عن
ربی راض أنا عن ربی راض أنا
عن ربی راض اخرجہ الواحدی
والبغوی بسند غریب جدًا
واز نفی ارادہ او واللہ ما کنت
حریصًا علی الامارۃ قط ولا طلبتھا من
اللہ سرًّا و علانیۃ اخرجہ جماعۃ
واز زہد وے رضی اللہ عنہ عن رافع
ابن ابی رافع قال رافقت ابابکر وکان
لہ کساء فدکی یخللہ علیہ اذا رکب
و نلبسہ انا وھو اذا نزلنا وھو الکساء
الذی عیرتہ بہ ھوازن فقالوا
أ ذا الخلال نبایع بعد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم اخرجہ ابن ابی شیبۃ

(چغہ) کو پکڑتا ہوں تو چاہتا ہوں کہ خدا اس کی پردہ پوشی کرے،
احیاء العلوم میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اور آپ کی رضا (یعنی
راضی برضاء الٰہی ہونے) کا یہ واقعہ ہے کہ ایک دن آپؓ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپؐ کے
پاس جبرئیلؑ بیٹھے ہوئے تھے تو جبرئیلؑ نے کہا کہ اے محمدؐ! کیا بات
ہے میں ابوبکرؓ کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایسا چوغہ پہنے ہوتے ہے
جس کو اپنے سینہ پر اس نے کانٹوں سے جوڑ رکھا ہے تو آپؐ نے
فرمایا کہ اے جبرئیلؑ! اس نے مجھ پر فتح سے قبل اپنا سب مال خرچ
کر دیا۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس پر سلام بھیج رہے ہیں اور
کہتے ہیں کہ اس سے پوچھو کہ کیا تو اپنے اس فقر میں مجھ سے راضی
ہے یا ناراض ہے تو ابوبکرؓ نے کہا میں اپنے رب سے ناراض ہوں گا؟
میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ اس کو
واحدی اور بغوی نے روایت کیا بہت غریب سند کے ساتھ۔
اور آپ کے نفی ارادہ کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ (آپ نے فرمایا)
کہ میں امارت کا حریص کبھی نہیں ہوا اور نہ میں نے اس کو کبھی اللہ
سے پوشیدہ یا کھلے طور پر مانگا، اس کی روایت ایک جماعت نے
کی۔ اور صدیق رضی اللہ عنہ کے زہد کا یہ قصہ ہے۔ رافع بن
ابی رافعؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں ابوبکرؓ کا رفیق
رہا ہوں اور ان کے پاس ایک فدکی کپڑا تھا جس (کے سروں کو)
کانٹوں سے جوڑ کر اوڑھ لیا کرتے تھے جب سوار ہوتے تھے اور
میں اور وہ دونوں اس کو پہنتے رہتے تھے جب اترتے تھے۔ اور یہی
وہ کپڑا تھا جس سے ہوازن والوں نے ان پر عیب لگایا تھا اور کہا
تھا کہ کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم ذو الخلال (کانٹوں
والے) سے بیعت کریں گے، اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔

ع طالب خدا کا ایک بلند حال یہ ہوتا ہے کہ اس کا ارادہ فنا ہو جائے ارادۂ حق میں۔ یہ حال بھی صدیق اکبرؓ میں موجود تھا ۱۲ مترجم

وقال ابوبکر عند موته خذوا هذا الثوب لثوب
علیه أصابه مشق اوزعفران فاغسلوه ثم
کفنونی مع ثوبین اخرین قالت عائشة وما
هذا فقال ابوبکر الحی احوج الی الجدید
من المیت وانما هذا للمهلة اخرجه
مالك واز خوف وے رضی اللہ عنہ عن
الضحاك قال رأی ابوبکر طیرا واقعا علی
شجرة فقال طوبی لك یا طیر
والله انی لوددت انی مثلك تقع
علی الشجر وتأکل من الثمر ثم
تطیر ولیس علیك حساب ولا عذاب
والله لوددت انی کنت شجرة الی
جانب الطریق فمر علی جمل فاخذنی
فادخلنی فاه ولاکنی ثم ازدردنی ثم
اخرجنی بعرا ولم اکن بشرا اخرجه
ابن ابی شیبة واز عبرت وے رضی اللہ عنہ
عن میمون قال أتی ابوبکر بوافر الجناحین
فقال ما صید من صید ولا عضد من
شجر الا بما ضیعت من التسبیح اخرجه
ابن ابی شیبة۔ واز تبری او رضی اللہ عنہ از
عجب چون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود
من جر ثوبه خیلاء لم ینظر اللہ الیه یوم القیامة
فقال ابوبکر ان احد شقی ثوبی یسترخی الا
ان اتعاهد ذلك منه فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه
وسلم انك لست تصنع ذلك خیلاء اخرجه البخاری

اور ابوبکرؓ نے اپنی موت کے قریب فرمایا کہ یہ کپڑا اُتار لو۔ کہ وہ ایسا
کپڑا تھا جس پر گل سرخ یا زعفران کا اثر تھا۔ اور اس کو دھو لینا۔
پھر اس کے ساتھ دوسرے دو کپڑے شامل کر کے مجھے کفنا دینا۔
عائشہؓ نے کہا کہ اور یہ ہے کیسا! (یعنی پرانا کپڑا اس کو کفن میں
کیا استعمال کیا جاتے ؟) تو ابوبکرؓ نے کہا کہ زندہ زیادہ حاجتمند ہے
نئے کپڑے کا بہ نسبت میّت کے کہ وہ (میت کے کپڑے) بدن کی رطوبت
کے لئے ہیں، اس کو مالکؒ نے روایت کیا۔ اور حضرت صدیق
رضی اللہ عنہ کے خوف کا یہ قصہ ہے۔ مروی ہے ضحاکؒ سے بیان
کیا کہ ابوبکرؓ نے ایک پرندے کو دیکھا جو ایک درخت پر آکر گرا تو آپ
کہنے لگے کہ اے پرندے تجھے مبارکباد! واللہ میں پسند کرتا ہوں
کہ میں تجھ جیسا ہوتا۔ تو درخت پر آ گرتا ہے اس کے پھل میں
سے کھاتا ہے۔ پھر اڑ جاتا ہے اور تیرے اُوپر کوئی حساب ہے
نہ عذاب۔ واللہ میں پسند کرتا ہوں کہ میں راہ کی ایک جانب
میں کھڑا ہوا ایک درخت ہوتا پھر مجھ پر کسی اونٹ کا گزر ہوتا اور وہ
مجھے اپنے منہ میں داخل کرتا اور چباتا پھر مجھے حلق میں اُتار لیتا
پھر مینگنی بنا کر مجھے خارج کر دیتا اور میں بشر نہ ہوتا، اس کو ابن ابی
شیبہ نے روایت کیا۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عبرت کا یہ واقعہ
ہے۔ مروی ہے میمون سے کہ ابوبکرؓ کے سامنے (ایک پرندہ)
وافر الجناحین لایا گیا۔ تو آپؓ نے کہا کہ جب کوئی شکار (جانور) شکار کیا
جاتا ہے یا کسی درخت کی کوئی شاخ کاٹی جاتی ہے تو اس وجہ سے
کہ وہ اپنی تسبیح کو ضائع کر دیتا ہے، اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت
کیا۔ اور عجب سے آپؓ کے مبرا ہونے کا شاہد یہ واقعہ ہے کہ
جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے کپڑے
کو کھینچا فخر و نمود کے ساتھ تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس
کی طرف نہیں دیکھے گا۔ تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

وفی لفظ ابی داؤد ان اللہ نزع
الخیلاء منک واز بکاء او رضی اللہ عنہ
قول عائشۃ وکان ابوبکر رجلاً
بکاءً اذا قرء القرآن
لا یملک عینیہ اخرجہ
البخاری فی قصۃ طویلۃ
وقال ابراھیم النخعی کان ابوبکر
سمی الاواہ رأفۃ ورحمۃ واز نفع
او خلق اللہ را مکتوب فی الکتاب الاول
مثل ابی بکر مثل القطر اینما وقع
نفع کلاھما مذکور فی الصواعق
واز ترک سوال او عن ابن ابی ملیکۃ
قال کان ربما سقط الخطام (مہار ۱۲)
من ید ابی بکر الصدیق قال فیضرب
بذراع ناقتہ فینیخھا فیاخذہ قال
فقالوا لہ افلا امرتنا نناولکہ
فقال ان حبیبی صلی اللہ علیہ وسلم
امرنی ان لا اسأل الناس شیئاً
رواہ احمد واز صدق نیت او عن ابی
قتادۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
لابی بکر مررت بک وانت تقرأ وانت
تخفض من صوتک فقال انی اسمعت من
ناجیت الحدیث اخرجہ الترمذی
اینست آنچہ احوال حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
حافظہ بندۂ ضعیف درحالت راہنہ (موجودہ ۱۲) کفایت نمود

کہا کہ میرے کپڑے کا ایک پلّا لٹک جایا کرتا ہے۔ اب میں اس سے بچنے کا اہتمام رکھوں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم یقیناً ایسا از راہِ فخر و نمود نہیں کرتے، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور ابوداؤد کی روایت میں یہ ہے کہ اللہ نے تجھ میں سے خُیَلاء یعنی فخر و نمود کو نکال دیا ہے۔ اور صدیق رضی اللہ عنہ کا گریہ ثابت ہے قول عائشہ رضؓ سے کہ ابوبکر رضؓ ایک بہت رونے والے شخص تھے جب قرآن کی قرارت کیا کرتے تھے تو اپنی آنکھوں پر قابو نہ رکھتے تھے، اس کو بخاری نے روایت کیا ہے ایک طویل قصہ میں اور ابراہیم نخعیؒ نے کہا کہ ابوبکر رضؓ کا لقب اوّاہ پڑگیا ان کی شفقت و رحم دلی کی بنا پر۔ اور خلقِ خدا کو ان سے نفع کے بارے میں الکتاب الاوّل میں لکھا ہے کہ ابوبکر رضؓ کی مثال بارش کی بوند کی مانند ہے جہاں گرے نفع پہنچاتے، دونوں روایتیں "صواعق" میں مذکور ہیں۔ اور آپؓ کا ترکِ سوال اس روایت سے۔ مروی ہے ابن ابی ملیکہ سے کہ بسا اوقات ابوبکر صدیق رضؓ کے ہاتھ سے اونٹ کی مہار چھوٹ کر گر جاتی تو اپنی ناقہ کے ذراع پر ہاتھ مار کر اس کو بٹھاتے اور مہار کو اٹھاتے۔ راوی نے ذکر کیا کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپؓ نے ہمیں کیوں نہ حکم دیا ہم اٹھا کر آپ کو دیدیتے۔ تو فرمایا کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کروں، روایت کیا اس کو احمد نے۔ اور ان کے صدقِ نیت کا حال یہ ہے۔ مروی ہے قتادہ رضؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضؓ سے فرمایا کہ میرا گزر تمہاری طرف ہوا اور تم قرارت کررہے تھے اور تم اپنی آواز پست رکھتے ہو۔ تو فرمایا کہ میں اس کی طرف کان لگاتے رکھتا ہوں جس سے سرگوشی کرتا ہوں، آخر حدیث تک۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا۔ جو کچھ احوال حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا اس بندۂ ضعیف کا حافظہ اس موجودہ حالت میں

والقلیل نموذج الکثیر والغرفۃ تنبئ
عن البحر الکبیر اما تحمل وے رضی اللہ عنہ اعباء
نشر قرآن عظیم راپس بچند وجہ واقع شد یکے آنکہ
در وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از جملہ کاتبان
وحی بود فی الاستیعاب وممن کتب الوحیَ
ابو بکر وعمر وعثمان وعلیؓ دیگر آنکہ جمع کردہ
بود قرآن را یعنی حفظ کردہ بود تمام آں را امام
نوویؒ در تہذیب باں تصریح کردہ وایں معنی را
شاہدیست قوی وآں آنست کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم امر کرد بامامت صدیقؓ حالانکہ در
شریعت مقرر شد لیؤمّکم اقرءکم و
فی لفظ اکثرکم قرآناً و شاہدے دیگر آنکہ
در واقعہ ہوش ربا جانکاہ انتقال سرور عالم علیہ
الصلوٰۃ والسلام کہ اکثر صحابہؓ در محفوظات خود
ذہول ورزیدہ بودند وَمَا مُحَمَّدٌ و اِنَّکَ
مَیِّتٌ تلاوت فرمود ومردم باجمعہم از وے
تلقّی آں کردند ایں دلالت دارد بر قوتِ حافظہ
او وکذا علمہ بالانساب وتواریخ العرب
وروایۃ الحدیث دفن الانبیاء فی ذلک
الوقت الفظیع وشاہدے دیگر است کہ حضرت
صدیقؓ سورتہائے طویلہ در نمازے خواند
مثل سورۃ بقرہ وایں صریح دلالت میکند بر
حفظ جمیع کتاب واگر فرض کنیم کہ وے رضی
اللہ عنہ تمام قرآن یاد نداشتہ باشد

کفایت کر سکا ہے وہ یہ ہے اور قلیل نمونہ ہوتا ہے کثیر کا اور ایک چلّو
خبر دیدیتی ہے بڑے دریا کی۔ اب سنیئے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے
نشر قرآن عظیم کے بار کے تحمل کا حال تو یہ چند صورتوں سے واقع ہوا۔
ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ بھی وحی کے کاتبوں
میں سے تھے۔ استیعاب میں ہے اور جن لوگوں نے وحی کی کتابت کی
ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ تھے۔ دوسری یہ کہ انھوں نے قرآن
کو جمع کیا تھا یعنی تمام قرآن کو حفظ کیا تھا۔ امام نوویؒ نے تہذیب
میں اس کی تصریح کی ہے اور اس معنی کا ایک قوی شاہد ہے اور
وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت صدیقؓ کا حکم
دیا اور اس قاعدہ کو شریعت میں مقرر کیا گیا ہے لیؤمکم اقرأکم
یعنی تمھاری امامت وہ شخص کرے جو سب سے زیادہ قاری ہو
اور ایک روایت میں یوں ہے کہ تم میں بکثرت قرآن پڑھنے والا
ہو۔ اور ایک شاہد اور بھی ہے کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ
وسلم کے واقعہ ہوش ربا، جانکاہ (انتقال) کے وقت جب کہ اکثر صحابہؓ جو
کچھ ان کے حافظہ میں تھا وہ سب کھوتے ہوئے تھے آپؓ نے
وَمَا مُحَمَّدٌ اور اِنَّکَ مَیِّتٌ کی تلاوت فرمائی اور سب کے سب
لوگوں نے یہ آیات آپ سے لیں۔ [عہ] اور یہ واقعہ دلالت رکھتا
ہے آپ کی قوتِ حافظہ پر اور ایسا ہی ان کا علم انساب اور
تواریخ عرب کے متعلق اور روایتِ حدیث دفن انبیاء کے متعلق
ایسے شدید وقت میں۔ اور ایک شاہد اور ہے کہ حضرت
صدیقؓ نماز میں طویل سورتیں پڑھا کرتے تھے مثل
سورۂ بقرہ کے اور یہ صریح دلالت کرتا ہے تمام کتاب
اللہ کے حفظ پر۔ اور اگر ہم فرض کرلیں کہ صدیق رضی اللہ عنہ
کو پورا قرآن حفظ نہیں تھا اس سے آپؓ کے اجتہاد

عہ یعنی یہ آیات اذہان سے گویا محو ہو چکی تھیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تلاوت کے بعد ہی سب کو یاد آئیں ۱۲ مترجم

در صحتِ اجتہادِ او قدح نمیکند زیراکہ حفظِ قرآن عن ظہر القلب شرطِ اجتہاد نیست سوم[۳] آنکہ اوّل کسیکہ سعی کرد در جمع قرآن بین اللوحین صدیقِ اکبر رضؓ بود کہ بالتماسِ فاروقِ اعظم رضؓ اہتمام ایں امرِ عظیم فرمود و ثمرہ سعی او ظاہر شد کہ بسببِ آں قرآن در مشرق و مغرب شائع گشت چہارم[۴] آنکہ در بعض مواضع مشکلہ حل اشکال فرمود و ایں وجہ در خُطب حضرت صدّیق رضؓ مبیّن خواہد شد اما تحمّلِ وے رضی اللہ عنہ نشرِ علم حدیث را بچندیں وجہ بودہ است یکے آنکہ استمطارِ علم کردہ است از منبع العلم قال لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علّمنی دُعاءً اَدعو بہٖ فی صلوٰتی قال قل اللّٰہمّ انّی ظلمتُ نفسی ظلمًا کثیرًا ولا یغفر الذّنوب الّا انت فاغفر لی مغفرۃً من عندک و ارحمنی انک انت الغفورُ الرحیم اخرجہ احمد وابو یعلیٰ وغیرہما وعن ابی ہریرۃ قال قال ابو بکر یا رسول اللہ مُرنی بشیءٍ اقولہ اذا اَصبحتُ واذا اَمسیتُ قال قل اللّٰہمّ عالم الغیبِ والشہادۃِ فاطرَ السّمٰوٰت والارض ربّ کل شیٔ وملیکہ اشہدُ ان لا الٰہ الّا انتَ اعوذُ بک من شرّ نفسی

کی صحت میں کوئی نقص نہیں واقع ہوتا کیونکہ لوحِ قلب میں قرآن حفظ کرنا اجتہاد کی شرط نہیں ہے۔ تیسری[۳] یہ کہ سب سے پہلے قرآن کو دو لوح (یعنی دو[عہ] گتّوں) کے درمیان جمع کرنے کی جس نے کوشش کی وہ صدیقِ اکبر رضؓ تھے جنھوں نے فاروقِ اعظم رضؓ کے التماس سے یہ عظیم کام کیا۔ اور آپ کی کوشش کا نتیجہ ظاہر ہوگیا کہ اس کے سبب سے قرآن مشرق اور مغرب میں شائع ہوگیا۔ چوتھی[۴] یہ کہ بعض مشکل مواقع میں آپ نے اشکال حل فرمائے اور یہ بات حضرت صدیق رضؓ کے خطبات میں خوب واضح ہوجائے گی۔ اب لیجئے آپ کا اشاعت علمِ حدیث کے بار کا تحمّل تو وہ چند صورتوں کے ساتھ ہوا ہے۔ ایک یہ کہ آپ نے فیضانِ علم لینے کی کوشش براہِ راست منبعِ علم سے کی ہے۔ آپ رضؓ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے ایسے کلمات دُعاء سکھا دیجئے جن سے میں اپنی نماز میں دعاء کیا کروں۔ فرمایا کہو اَللّٰھُمَّ اِنّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ الخ (ترجمہ: یا اللہ میں نے تو گناہوں کا مرتکب ہوکر) اپنے نفس پر بہت ظلم کیا اور گناہوں کو آپ کے سوا کوئی نہیں بخشتا آپ اپنی طرف سے درگزر فرماتے ہوئے میرے گناہ بخش دیں اور مجھ پر رحم فرمائیں بیشک آپ ہی بہت مغفرت کرنے والے بڑی رحمت کرنے والے ہیں)، اس کو احمد اور ابو یعلیٰ وغیرہما نے روایت کیا۔ مروی ہے ابوہریرہ رضؓ سے، کہا کہ ابو بکر رضؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے ایسی چیز بتا دیجئے جس کو میں روزانہ جب صبح اور شام آیا کرے تو پڑھ لیا کروں۔ فرمایا کہ کہو اَللّٰھُمَّ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ الخ یا اللہ! ہر غائب اور حاضر کا علم رکھنے والے، آسمانوں اور

عہ کس خوبی کے ساتھ عیسائیت کے اعتقادِ باطل سے بچایا گیا ہے کہ جو گناہ کرو پادری صاحب سے کہدو وہ معافی دیدیں گے تو گناہ سے پاک ہو گئے ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

ومن شر الشيطان وشركه قال
قله اذا اصبحت واذا امسيت و
اذا اخذت مضجعك اخرجه
الترمذی ؤ عن ابی بکر الصدیق
قال کنت عند رسول الله صلی
الله علیه وسلم فانزلت هذه الآية
مَنْ يَعْمَلْ سُوٓءًا يُجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝
فقال النبی صلی الله علیه وسلم یا ابا بکر
الا اقرئك اٰية اُنزلت علی
قلت بلی یا رسول الله فاقرانیها
فلا اعلم الا انی وجدت انقصاما
فی ظهری حتی تمطأت لها فقال
رسول الله صلی الله علیه وسلم اما
انت یا ابا بکر واصحابك
المؤمنون فیجزون بذلك
فی الدنیا حتی تلقوا الله
ولیست لکم ذنوب
واما الاٰخرون فیجمع
ذلك لهم حتی یجزوا یوم
القیمة اخرجه ابو یعلی
عن حذیفة عن ابی بکر
اما حضر ذلك حذیفة
من النبی صلی الله علیه
وسلم واما اخبره

زمین کے پیدا کرنے والے، ہر چیز کے پروردگار اور پوری ملکیت رکھنے والے! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ سے پناہ چاہتا ہوں اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شر سے اور اُس کے شرک سے (جس کی اس کو اجازت بخشی گئی ہے وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ الخ فرما کر (۱۷: ۶۴) کہ تو اُن کے اموال اور اولاد میں اپنا ساجھا کر لینا) فرمایا کہ یہ پڑھ لیا کرو جب تم پر صبح آئے اور جب شام آئے اور جب تم اپنے آرام کی جگہ (یعنی بستر پر سونے کے لئے) پہنچ جاؤ۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا۔ اور مروی ہے ابوبکر صدیق رض سے کہا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی مَنْ يَعْمَلْ سُوٓءًا الخ (۴: ۱۲۳) جو شخص کوئی بُرا کام کرے گا وہ اُس کے عوض میں سزا دیا جائے گا اور اس شخص کو خدا کے سوا نہ کوئی یار ملے گا نہ مددگار ملے گا" تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر رض! کیا میں تم کو وہ آیت نہ پڑھاؤں جو مجھ پر نازل ہوئی ہے؟ میں نے کہا بیشک یا رسول اللہ! تو یہ آیت مجھے پڑھائی۔ تو میں نہیں جانتا بجز اس کے کہ میں نے اپنی کمر میں ہڈی پھوٹنی محسوس کی یہاں تک کہ اُس کی وجہ سے انگڑائی لی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (گھبراؤ نہیں) اے ابوبکر رض! تم اور تمہارے ساتھی مومنین کو اس کا بدلہ دنیا میں دیدیا جائے گا (جسمانی تکالیف اور مالی نقصانات وغیرہ پہنچا کر) یہاں تک کہ تم اللہ سے ایسی حالت میں ملوگے کہ تم پر گناہ نہیں ہوں گے۔ رہے دوسرے لوگ تو اُن کے یہ گناہ جمع ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کو قیامت کے دن اُن کا بدلہ دیا جائے گا۔ اس کو ابویعلے نے روایت کیا۔ مروی ہے حذیفہ رض سے وہ روایت کرتے ہیں ابوبکر رض سے یا اس موقع پر حذیفہ رض خود ہی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے

ابو بکر ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم
قال الشرك فیكم اخفیٰ من دبیب
النمل قال قلت یارسول اللہ وھل الشرك
الا ما عبد من دون اللہ قال ثكلتك
امك یا صدیق الشرك فیكم اخفی من
دبیب النمل الا اخبرك بقول یذھب
صغیرہ وكبیرہ قال قلت بلی یارسول
اللہ قال تقول كل یوم ثلث مرات
اللھم انی اعوذ بك من ان اشرك بك
وانا اعلم واستغفرك لما لا اعلم
والشرك ان تقول اعطانی اللہ وفلان
والند ان یقول الانسان لولا فلان
لقتلنی فلان اخرجہ ابو یعلی بسند غریب
دوم آنکہ نزدیک بصد و پنجاہ حدیث از
مرویات او در دست محدثین باقیماندہ است
وایں معنی نسبت صحبت دائمہ حضرت صدیق رض
وکثرت حضور او در مشاہد خیر قلیل است بہ
بسیارے لیکن دو سہ سبب از کثرت روایت باز
داشت سببے کہ راجع بحال حضرت صدیق است
وآں آنست کہ وی رضی اللہ عنہ بعد آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم دو سال و چند ماہ در قید حیات
بود و مشغول ماند بقتال مرتدین و مانعان زکوٰۃ
باز بہ تجہیز جیوش برائے جہاد فارس و روم اگر ایں
را شاہدے صریح میخواہی تامل کن در حال جمعے
از فضلاء صحابہ رض کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اور یا اُن کو ابو بکر رض نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شرک
تم میں زیادہ پوشیدہ (آتا) ہے چیونٹی کی رفتار سے۔ میں نے کہا کہ
یارسول اللہ اور شرک یہی تو ہے کہ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت
کیجائے۔ فرمایا کہ تجھے تیری ماں روتے اے صدیق رض! شرک (اتنی
ہی بات میں محدود نہیں وہ) تم میں زیادہ پوشیدہ آتا ہے چیونٹی
کی رفتار سے۔ کیا میں تم کو ایسا کلام نہ بتادوں جو اس کے چھوٹے
اور بڑے دونوں کو زائل کردے۔ میں نے کہا ضرور یارسول اللہ
فرمایا کہ ہر دن میں تین مرتبہ یہ کہا کرو اللھم انی اعوذ بك الخ
یعنی اے اللہ میں آپ سے پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میں آپ
کے ساتھ شرک کروں اور میں (اُس کے شرک ہونے کو) جانتا بھی
ہوں اور آپ سے مغفرت چاہتا ہوں اُس سے جو (میں کر گزرا اور)
میں نہیں جانتا تھا۔ اور "شرک" یہ ہے کہ تو یوں کہے کہ (فلاں
شے) مجھے اللہ نے اور فلاں شخص نے عطا کی اور "ند" یہ ہے کہ
انسان یوں کہے کہ اگر فلاں شخص نہ ہوتا تو فلاں شخص مجھے قتل
کر دیتا، اس کو ابو یعلی نے بسند غریب روایت کیا۔ دوسری یہ کہ ڈیڑھ سو
احادیث کے قریب انکی مرویات محدثین کے ہاتھوں میں باقی رہ گئی
ہیں اور یہ مقدار حضرت صدیق رض کی دائمی صحبت اور خیر کے مواقع پر
ان کے بکثرت حاضر ہونے کے لحاظ سے بہت ہی قلیل ہے۔ لیکن دو
تین سببوں نے اُن کو کثرتِ روایت سے باز رکھا۔ ایک سبب تو ایسا ہے
جو راجع ہے حضرت صدیق رض کے حال کی طرف اور وہ یہ ہے کہ آپ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دو سال اور چند
مہینے بقید حیات رہے اور مشغول رہے مرتدین اور مانعین زکوٰۃ
کے ساتھ جنگ کرنے میں اور جہاد فارس و روم کے لئے لشکروں کی
تیاری میں۔ اگر تم اس کا کوئی شاہد صریح چاہتے ہو تو تامل کرو فضلاء
صحابہ رض کی ایک جماعت کے حال میں کہ جن کی تعظیم شان آنحضرت

تنویہ شانِ ایشاں با علمیت فرمودہ چوں مدّت
دراز باقی نماند ازیشاں روایتِ حدیث چندانے در
دستِ محدّثین نماند مثل مُعاذ بن جبلؓ دیگر سببے حاصل
در سامعانِ حدیث ازوے واں آنست کہ حاضرانِ
مجلسِ حضرت صدیقؓ غالباً صحابہؓ بودند و محتاج
نشدند در بسیارے از احادیث بتوسیطِ وے بلکہ اکثر
آں احادیث از زبانِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
شنیدہ بودند وہنوز مُخضرمین وارد نشدہ بودند
الّا قلیلے مثل قیس بن ابی حازم سوم سببے در
تقلیلِ روایت واں قلّت وقائع است وآنچہ بسبب
وقائع بیان کردہ است اکثر در خُطب امّا مرفوعاً
وامّا موقوفاً مع ہذا احادیث وے چند طبقہ
است بعض صحیح مثل حدیثِ مقادیر زکوٰۃ
کہ بخاری آں را نقل کرد واو اصحّ احادیث
زکوٰۃ است ومعمول بہ ومعتمد علیہ
وحدیث ہجرت وآں را حدیث الرّحل
گویند وحدیث نحن معاشر الانبیاء
لا نرث ولا نورث اخرج احمد عن
عبد الرزّاق قال اھل مکّۃ یقولون اخذ
ابن جریج الصّلوٰۃ من عطاءٍ واخذھا
عطاءٌ من ابن الزبیر واخذھا ابن
الزبیر من ابی بکرٍ واخذھا ابو بکرٍ
من النّبی صلے اللہ علیہ وسلم

صلے اللہ علیہ وسلم نے اعلمیت کے ساتھ فرمائی (کہ ان کو "بڑا عالم"
فرمایا) جب وہ مدّت دراز تک باقی نہ رہے تو ان سے جو حدیث روایت
ہوتیں وہ بھی محدّثین کے ہاتھوں میں اتنی باقی نہ رہیں (کہ معتدبہ
کہا جا سکے) جیسے معاذ بن جبلؓ (ان کا انتقال ۱۸ھ میں ہوا)
دوسرا سبب ایسا ہے جو اُن سے حدیث سُننے والوں کی جانب سے
آتا ہے اور وہ ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی مجلس کے
حاضرین زیادہ تر صحابہؓ ہوتے تھے اور وہ بہت سی احادیث
میں آپ کے واسطہ روایت کے محتاج نہ تھے بلکہ ان میں سے اکثر
احادیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے خود سُنے
ہوئے تھے اور ابھی تک مخضرمینؑ وارد نہیں ہوتے تھے مگر
بہت کم مثل قیس بن ابی حازم کے۔ تیسرا ایک خاص سبب ہے
قلّت روایت کا اور وہ ہے وقائع کی قلّت اور جو کچھ آپ نے
وقائع کے سبب سے بیان کیا ہے وہ اکثر خطبات میں مذکور ہے بطریق
مرفوع یا بطریق موقوف۔ اس کے باوجود ان کی احادیث کئی
طبقہ کی ہیں بعض صحیح ہیں جیسی مقادیر زکوٰۃ کی حدیث کہ بخاری
نے اس کو نقل کیا ہے اور وہ احادیث زکوٰۃ میں سب سے زیادہ صحیح
ہے اور معمول بہ اور معتمد علیہ اور ہجرت کی حدیث جس کو حدیث الرحل
کہتے ہیں اور حدیث نحن معاشر الانبیاء الخ یعنی ہم انبیاء کے گروہ
(کا یہ حکم ہے) کہ ہم کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کوئی ہمارا
وارث ہوتا ہے۔" احمدؒ نے روایت کی عبدالرزاقؒ سے انھوں نے کہا کہ
اہل مکہ کہتے ہیں کہ ابن جُریجؒ نے نماز سیکھی ہے عطاءؒ سے اور
عطاءؒ نے اس کو لیا ابن الزبیرؓ سے اور ابن الزبیرؓ نے اس کو لیا
ہے ابو بکرؓ سے اور ابو بکرؓ نے اس کو لیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

ؑ محدثین کی اصطلاح میں مخضرمین ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جنھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر آپؐ سے ملاقات نہیں کر سکے۔ ایسے راوی جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث روایت کرتے ہیں تو وہ کسی صحابی کے واسطہ سے ہوتی ہے اور شعراء میں وہ شاعر مخضرمی کہے جاتے ہیں جنھوں نے جاہلیت کا زمانہ بھی پایا اور اسلام کا بھی ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

ما رأیتُ احدًا احسنَ صلوٰۃً من ابن جریج
آنچہ الحال در کتبِ سُنن در صفتِ صلوٰۃ بطریقِ اہل
مکہ مذکور میشود ماخوذ ازیں جہت است و بعض حسن
مثل حدیث سَلُوا اللّٰہَ العافیۃ و حدیث لا
یدخل الجنۃ سیّئُ الملکۃ و حدیث مَا اَصَرَّ
من استغفر و حدیث صلوٰۃ الاستغفار۔
و نوعِ سوم احادیثے کہ مشہور است بین الناس
بروایتِ اصحابِ دیگر و غریب است بروایتِ حضرت
صدیق رض و اکثر آں احادیث مرداں را بروایتِ
آں حدیث جری ساختہ است و حامل روایتِ آں
گشتہ مثل حدیث اثباتِ قدر بروایتِ عبدالرحمٰن
ابن ابی بکر عن ابیہ و حدیث الذہبُ بالذہب آہ
بروایتِ ابی رافع و حدیث مَن کذَبَ علیّ
متعمّدًا و حدیث اتّقُوا النار و لو بشقّ تمرۃ
و حدیث ما بین منبری و بیتی روضۃٌ من ریاض
الجنۃ و حدیث شفاعتِ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم و حدیث خروج بعضِ اہلِ النّار من النّار
بشفاعۃ الشہدا۔ وغیرہم و حدیث مغفرۃ مَن
کان یُسامحُ فی البیع و حدیث مَن اَوصےٰ
باحراقِ نفسہٖ خوفًا من اللہ تعالےٰ و حدیث
ان المیّت یُعذّب ببکاء الحیّ علیہ
و حدیث یدخل الجنّۃ سبعونَ الفًا بلا حساب
و حدیث رجم ماعز اسلمی و حدیث السّواکُ
مُطہرۃٌ للفم و حدیث الائمۃ من قریش
وشیئٌ کثیر من ھٰذا الجنس روی ہٰذہ

میں نے کسی کو ابنِ جُریج سے زیادہ اچھی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا
اب جو کچھ کُتبِ سُنن میں صفتِ صلوٰۃ بطریقِ اہلِ مکہ ذکر کی جاتی
ہے وہ سب اسی جہت سے ماخوذ ہے۔ اور بعض حسن ہیں
جیسے حدیث سَلُوا اللّٰہَ العافیۃ (اللہ سے عافیت مانگو) اور حدیث
لا یدخل الخ یعنی بُرے ملکات کا شخص جنّت میں نہ داخل ہوگا۔ اور
حدیث ما اصر من استغفر اور صلوٰۃ الاستغفار کی حدیث اور تیسری
قسم وہ احادیث ہیں جو لوگوں میں مشہور ہیں دوسرے اصحابؓ
کی روایت سے اور غریب ہیں صدیقِ اکبرؓ کی روایت سے اور ایسے
لوگوں کی اکثر احادیث کو اُن احادیث کی روایت کے ساتھ چالو
کردیا اور وہ اس روایت کے حامل ہوگئے جیسے اثباتِ قدر کی
حدیث بروایتِ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ جو اپنے باپ ابوبکرؓ سے روایت
کرتے ہیں اور حدیث الذہب بالذہب الخ ابو رافعؓ کی روایت
سے اور حدیث مَن کذب علیّ متعمّدًا اور حدیث اتّقوا
النّار الخ یعنی آگ سے بچاؤ کرو اگرچہ ایک کھجور کے ٹکڑے سے ہو۔
اور حدیث ما بین منبری الخ یعنی میرے منبر اور میرے گھر کے
درمیان ایک باغیچہ ہے جنّت کے باغیچوں میں سے۔ اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی حدیث اور وہ حدیث جس میں
بعض اہلِ نار کا شہدا۔ وغیرہم کی شفاعت سے نکالے جانے کا ذکر
ہے اور اس شخص کی مغفرت والی حدیث جو بیع میں بے احتیاطی کرتا تھا
اور وہ حدیث جس میں ایک شخص کی وصیّت کا ذکر ہے جو اُس نے
اللہ کے خوف سے اپنے جسم کو پھونکدینے کے لئے کی تھی۔ اور یہ
حدیث کہ مُردہ کو عذاب دیا جاتا ہے اُس پر زندہ کے گریہ و بکا سے
اور یہ حدیث کہ جنت میں ستّر ہزار آدمی بغیر حساب کے داخل
ہوں گے اور ماعز اسلمی کو سنگسار کئے جانے کی حدیث اور یہ حدیث
کہ مسواک مُنہ کو پاکیزہ کرنے والی ہے۔ اور الائمۃ من قریش

الاحادیث کلہا احمد و ابو یعلی فی مسندیہما و اخرج الدارمی عن قیس بن ابی حازم عن ابی بکر حدیث کفرٌ باللہ انتفاءٌ من النسب چوں ایں ہمہ مباحث گفتہ شد الحال باید دانست کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر معضلہ کہ پیش آمد صدیق اکبرؓ آں را حل کرد و مسلمین را از حیرت و تردد خلاص ساخت ایں معنے مکرر واقع شد تا آنکہ تقدم وے رضی اللہ عنہ در علم و تربیت او رعیت خود را بر منہاج تربیتِ انبیاء روشن گشت و شبہ نماند۔ از انجملہ آنست کہ چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از عالم دنیا بر فیق اعلی انتقال فرمود تشویشہائے بیشمار بخاطر مردم راہ یافت ظنِ بعضے آنکہ ایں موت نیست حالتے ست کہ عند الوحی پیش می آید و گمانِ بعضے آنکہ موت منافی مرتبہ نبوت است و طائفہ کہ نفاق پیشہ بودند عزم برہم زدنِ دین دریں فترت مصمم ساختند صدیق اکبرؓ اول حال نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رفت و چادر از روئے مبارک برداشت و بوسہ بر پیشانی مبارک داد و تحقق موت بیقین دانست و بکلمات جان فرسا وا نبیاہ وا خلیلاہ وا صفیاہ متکلم شد انگاہ بمسجد در آمد و خطبہ بلیغہ بر خواند عن ابن عمر قال لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ابوبکر فی ناحیۃ المدینۃ فجاء فدخل علی رسول اللہ صلی اللہ

والی حدیث۔ اور اس جنس کی بہت سی چیزیں ہیں۔ ان سب احادیث کو احمد اور ابو یعلی نے اپنی اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ اور دارمی نے روایت کیا ہے قیس بن ابی حازم سے وہ ابو بکرؓ سے یہ حدیث کہ نسب کی نفی کرنا اللہ کے ساتھ کفر کرنا ہے۔ جب یہ مباحث بیان ہو چکے تو اب جاننا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو مشکل بھی پیش آئی صدیقِ اکبرؓ نے اس کو حل کر کے مسلمانوں کو حیرت اور تردد سے رہا کیا۔ ایسی باتیں بار بار واقع ہوئی ہیں یہاں تک کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا علم میں اور اپنی رعیت کی تربیت میں تربیتِ انبیاءؑ کے طریق پر سب سے آگے ہونا روشن ہو گیا اور اس میں کوئی شبہ باقی نہ رہا۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عالمِ دنیا سے رفیقِ اعلیٰ کی طرف انتقال فرمایا تو لوگوں کے لئے بیشمار تشویشیں پیدا ہو گئی تھیں، بعض کا گمان یہ تھا کہ یہ موت نہیں ہے بلکہ یہ اس قسم کی حالت ہے جو وحی کے وقت پیش آتی ہے اور بعض کا گمان یہ تھا کہ موت مرتبۂ نبوت کے منافی ہے اور جو ایک گروہ کے لوگ نفاق پیشہ تھے انہوں نے اس خالی وقت میں دین کو درہم برہم کر دینے کا پکا ارادہ کر لیا۔ صدیقِ اکبرؓ اول حال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک گئے اور آپؐ کے چہرۂ مبارک سے انہوں نے چادر اٹھائی اور پیشانئ مبارک پر بوسہ دیا اور موت کا واقع ہونا یقین کے ساتھ سمجھ لیا اور کلماتِ جاں فرسا وانبیاہ (ہائے نبیؐ) واخلیلاہ (ہائے محبوب) واصفیاہ (ہائے مخلص حقیقی) سے متکلم ہوئے۔ پھر آپؓ مسجد میں آئے اور ایک بلیغ خطبہ آپ نے پڑھا۔ مروی ہے ابن عمرؓ سے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ابو بکرؓ مدینہ کے ایک گوشہ میں تھے۔ پھر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور آپؐ چادر اوڑھے ہوئے تھے تو انہوں نے اپنا منہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانئ مبارک پر رکھ دیا اور اس کو چومتے اور روتے رہے

عليه وسلم وهو مسجّى بردةٍ فوضع فاه على جبين
رسول الله صلى الله عليه وسلم فجعل يقبّله
ويبكي ويقول بابي انت وامي طبت حيًّا
وطبت ميتًا فلما خرج مرّ بعمر بن الخطاب
وهو يقول ما مات رسول الله صلى الله
عليه وسلم ولا يموت حتى يقتل الله
المنافقين وحتى يخزي الله المنافقين
قال وكانوا استبشروا بموت رسول الله
صلى الله عليه وسلم فرفعوا رءوسهم
فقال ايها الرجل اربع على نفسك فان
رسول الله صلى الله عليه وسلم قد مات
الم تسمع الله يقول اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ
وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَاِنْ
مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ۰ قال ثم اتى
المنبر فصعده فحمد الله واثنى عليه
ثم قال ايها الناس ان كان محمد
الٰهكم الذي تعبدون فان الٰهكم قد مات
وان كان الٰهكم الذي في السماء فان الٰهكم
لم يمت ثم تلا وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ
مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ
عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ حتى ختم الأية ثم نزل وقد
استبشر المسلمون بذلك واشتد فرحهم واخذت
المنافقين الكآبة قال عبد الله بن
عمر فوالذي نفسي بيده لكانما كانت
على وجوهنا اغطية فكشفت اخرجه

اور کہتے رہے میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ پاکیزہ رہے حیات
کی حالت میں اور پاکیزہ ہیں موت کی حالت میں۔ پھر جب
نکلے تو عمر بن الخطابؓ پر گزرے اور وہ یہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نہیں مرے اور نہ ہی مریں گے یہاں تک اللہ تعالے
منافقین کو قتل کر دے اور یہاں تک کہ اللہ تعالے منافقین کو رسوا
کر دے۔ بیان کیا کہ منافقین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی موت
کی ایک دوسرے کو خوش خبری دے رہے تھے اور انھوں نے اپنا
سر اُبھارا تھا۔ تو آپ نے (عمرؓ سے) کہا کہ اے شخص اپنے ساتھ نرمی
کر کیونکہ رسول اللہؐ وفات پا چکے کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا ہے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۰ (۳۹: ۳۰) یقیناً آپ کو
بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا الخ (۲۱: ۳۴) اور ہم نے
آپ سے پہلے بھی کسی بشر کے لئے ہمیشہ رہنا تجویز نہیں کیا پھر اگر آپ
کا انتقال ہو جائے تو کیا یہ لوگ (دنیا میں) ہمیشہ کو رہیں گے"۔
ابن عمرؓ نے کہا کہ پھر آپ منبر پر پہنچے اس پر چڑھ کر اللہ کی حمد و ثناء کی
پھر فرمایا اے لوگو! اگر محمدؐ تمہارے معبود تھے جس کی تم عبادت کرتے ہو
تو یقیناً تمہارا معبود مر چکا ہے اور اگر تمہارا معبود وہ ہے جو آسمان میں
ہے تو تمہارا معبود نہیں مرا۔ پھر (اس آیت کی) تلاوت کی وَمَا مُحَمَّدٌ
اِلَّا رَسُوْلٌ الخ (۳: ۱۴۴) اور محمدؐ صرف رسول ہی تو ہیں آپ سے
پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں سو اگر آپ کا انتقال
ہو جائے یا آپ شہید ہی ہو جائیں تو کیا تم لوگ اُلٹے پھر جاؤ گے"۔
آیت کے ختم تک۔ پھر اُتر آئے (اب یہ حال ہو گیا) کہ مسلمان اس
تقریر سے خوش ہو گئے اور ان کو بہت فرحت ہوئی اور منافقین
کو رنج و غم نے پکڑ لیا۔ عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا قسم ہے اُس ذات
کی کہ میرا نفس جسکے ہاتھ میں ہے۔ یقیناً ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہمارے
چہروں پر پردے پڑے ہوتے تھے جو اُلٹ دیئے گئے۔ اس کو ابن

ابن ابی شیبۃ واخرج جماعۃ نحوا من ذالک
بروایۃ عایشۃ وغیرھا واز انجملہ آنکہ در محل
دفن وکیفیت صلوٰۃ جنازہ اختلاف افتاد
حضرت صدیق رض آں اختلاف را بر انداخت
فی مسند ابی یعلی فلما فرغ من جهاز رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یوم الثلثاء وضع
علی سریرہ وقد کان المسلمون اختلفوا
فی دفنہ فقال قائل ندفنہ فی مسجدہ
وقال قائل بل یدفن مع اصحابہ فقال
ابوبکر انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یقول ما قبض نبی الا دفن
حیث قبض فرفع فراش رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم الذی توفی فیہ فحفر لہ تحتہ
ثم دعا الناس علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یصلون علیہ ارسالا الرجال حتی
اذا فرغ منهم ادخل النساء حتی اذا فرغ
من النساء ادخل الصبیان ولم یؤم الناس
علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد
فلدفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اوسط
اللیل لیلۃ الاربعاء بعدازاں دراں حالت
ہوش ربا اعظم اختلافے کہ پیش آمد اجتماع
انصار بود در سقیفۂ بنی ساعدہ بقصد بیعت
سعد بن عبادہ و ایں ہماں اختلاف است کہ اگر
تدبیر حضرت صدیق رض و فاروق رض مباشر دفع

ابن ابی شیبہ نے روایت کیا اور ایک جماعت نے اسی طرح عائشہ رض
وغیرہا سے روایت کی ہے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ مقام
دفن اور کیفیت نماز جنازہ میں اختلاف واقع ہوا۔ حضرت صدیق رض
نے اس اختلاف کو ختم کر ڈالا۔ مسند ابی یعلیٰ میں ہے کہ جب فراغت
ہو گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفن پہنانے سے منگل کے دن
تو آپ کو تخت پر رکھا گیا اور مسلمانوں میں آپ کے دفن کے بارے
میں اختلاف ہو گیا تھا۔ کوئی کہنے والا تو یہ کہہ رہا تھا کہ آپ کو
آپ کی مسجد میں دفن کرو۔ اور کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا تھا کہ نہیں آپ کو
آپ کے اصحاب رض کے ساتھ دفن کرو تو ابو بکر رض نے کہا کہ میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ ہر نبی کی روح جس جگہ
قبض کی گئی ہے اُس کو اسی جگہ دفن کیا گیا ہے۔ جہاں روح قبض
کی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرش اُٹھایا گیا جس پر آپ
کی وفات ہوئی تھی اور اس کے نیچے آپ کے لئے قبر کھودی گئی۔ پھر
ابو بکر رض نے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بلایا کہ آپ
پر نماز پڑھتے رہیں فرقہ فرقہ ہو کر (پہلے) مَردوں کو اور جب اُن سے فراغت
ہو گئی تو عورتوں کو داخل کیا اور جب عورتوں سے فراغت
ہو گئی تو لڑکوں کو داخل کیا گیا اور کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم پر لوگوں کی امامت نہیں کی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
دفن کئے گئے رات کے درمیانی حصہ میں بدھ کی شب میں۔" اس کے[ع]
بعد (حضرت صدیق رض کا اہم کارنامہ سنیئے کہ) اسی حالت ہوش ربا
میں سب سے پہلے جو اختلاف کہ پیش آیا وہ انصار کا اجتماع تھا سقیفہ
بنی ساعدہ میں سعد بن عبادہ رض سے بیعت کرنے کے ارادہ سے۔ اور
یہ ایسا اہم اختلاف تھا کہ اگر (بروقت) حضرت صدیق رض و فاروق رض
اس کو مٹانے کی کوشش میں نہ لگ جاتے تو تلوار چلنے کی نوبت

ع "بعد ازاں" کو دفن سے فراغت کے ساتھ مربوط نہ سمجھا جائے کیونکہ استخلاف کا واقعہ تدفین سے پہلے ہی پیش آ گیا تھا ۱۲ مترجم

آں نمیشد تیل سیف بیان می آمد و دین از
ہم می پاشید حضرت صدیق رض و فاروق رض در سقیفہ
حاضر شدند و بسیف بیان قطع آں اختلاف نمودند
و رواۃ علم در نقل ایں بیانِ قاطع مختلف اند
ہر یکے چیزے حفظ کرد و چیزے ترک
نمود دریں محل روایتے چند بر نگاریم
تا قصہ منقح گردد اما روایتِ فاروق
اعظم رض کہ در جواب اِنَّ بیعۃ
ابی بکر کانت فلتۃً (ناگاہ و بے تاملی) فتمت
در خطبۂ بلیغہ بیان کردہ است آنست کہ
انصار گفتند یا معشر قریش مِنّا امیرٌ و منکم
امیرٌ فقام الحُباب بن المنذر فقال انا
جُذَیلُها المُحکّکُ و عُذَیقُها المرجّب
اِن شئتم واللہ رددناها جذعةً (جوان)
فقال ابوبکر علی رِسلکم فذهبتُ
لا تکلم قال انصت یا عمر (توقف کنید) فحمد
اللہ واثنی علیه ثم قال یا معشر
الانصار انا واللہ ما ننکر
فضلکم و لا بلاءکم فی الاسلام
ولا حقکم الواجب (عظیم) علینا ولکنکم
قد عرفتم ان هٰذا الحیّ من قریش
بمنزلةٍ من العرب لیس بها غیرهم و
ان العرب لن تجتمع الا علیٰ
رجلٍ منهم فنحن الامراء وانتم
الوزراء فاتقوا اللہ ولا تُصدّعوا (تفرقوا)

آجاتی اور دین کے پرخچے اڑ جاتے۔ حضرت صدیق رض اور فاروق رض سقیفہ
میں (فوراً) پہنچ گئے اور سیفِ بیان سے انھوں نے اس
اختلاف کو قطع کر دیا۔ رُواۃِ علم میں اس بیان کو نقل کرنے میں
اختلاف ہے۔ ہر ایک نے ایک بات محفوظ کی اور ایک بات ترک
کر دی اس لئے اس موقع پر ہم چند روایتیں لکھتے ہیں تاکہ قصّہ
منقح ہو جائے۔ اب لیجئے حضرت فاروق رض کی روایت کو جو آپ نے
جواب میں اِنَّ بیعۃ ابی بکر کانت فلتۃً فتمت کے فرمائی تھی
(یعنی ابوبکر رض کی بیعت اچانک شروع ہوئی اور پوری ہوگئی)
آپ نے خطبۂ بلیغہ میں یہ بیان کیا کہ انصار نے کہا کہ اے گروہِ قریش
ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے۔ تو کھڑا ہوا حباب
ابن المنذر اور اس نے کہا کہ میں اس امر کا وہ لکڑ ہوں جس سے
کھجلی دفع کی جاتی ہے (اونٹ جس سے کھجا کر اپنی کھجلی دفع کرتے ہیں)
اور کھجور کا وہ درخت ہوں جس کو میوے کے بوجھ سے ٹیک لگائے
ہیں تاکہ وہ گرے نہیں (مطلب یہ کہ میں بڑا صائب الرائے ہوں
فائدہ اٹھاؤ میری رائے سے) اگر تم چاہو واللہ ہم اس (خلافت)
کو ایک جوان کی طرف لوٹا دیں گے۔ تو ابوبکر رض نے فرمایا ٹھہر جاؤ۔
پھر میں گیا کہ (اس مسئلہ پر) کلام کروں تو کہا کہ اے عمر رض! خاموش
رہو۔ پھر ابوبکر رض نے اللہ کی حمد و ثنا کی اس کے بعد کہا اے گروہ
انصار! ہم لوگ خدا کی قسم تمہاری فضیلت کا انکار نہیں کرتے
اور نہ اُن تکلیفات کا جو کہ اسلام میں تم پر پہنچیں اور نہ تمہارے
اُس حق کا جو ہم پر واجب ہے، لیکن تم خوب جانتے ہو کہ یہ
قبیلہ یعنی قریش تمام عرب میں وہ مقام رکھتا ہے جو دوسروں کو
حاصل نہیں ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ عرب ہرگز جمع نہیں
ہوں گے مگر ایسے شخص پر جو قریش میں سے ہو تو ہم امراء ہوں گے
اور تم وزراء رہو گے تو اللہ سے ڈرو اور اسلام میں تفرقہ نہ ڈالو

الاسلام ولا تكونوا اوّل من احدث
في الاسلام الّا وقد رضيتُ لكم
احد هذين الرّجلين لي و
لابي عبيدة بن الجرّاح فايّهما
بايعتم فهو لكم ثقةٌ قال
فوالله ما بقي شيءٌ كنتُ
اُحبّ ان اقوله الا وقد قاله
يومئذ غير هذه الكلمة فو
الله لأن اُقتل ثم اُحيى ثم اُقتل
ثم اُحيى في غير معصية احبّ الي
من ان اكون اميرًا على قوم
فيهم ابوبكر قال ثم قلت يامعشر
الانصار يا معشر المسلمين ان
اولى الناس بامر رسول الله صلى
الله عليه وسلم من بعده ثاني
اثنين اذ هما في الغار ابوبكر
السبّاق المبين ثم اخذت بيده
وبادرني رجلٌ من الانصار فضرب
على يده قبل ان اضرب على يده ثم
ضربت على يده وتتابع الناس وميل
على سعد بن عبادة فقال الناس قُتل
سعد فقلت اُقتلوه قتله الله
ثم انصرفنا وقد جمع الله امر
المسلمين بابي بكر فكانت لعمر
الله كما قلتم اعطى الله خيرها

يعنے فلتۃ ۱۲

اور تم وہ پہلے شخص نہ بنو جو اسلام میں (تفرقہ) کی ابتدا کرنیوالا ہو
سُن لو کہ میں تم پر خلیفہ بنانے کے لئے ان دو آدمیوں میں سے ایک
کو پسند کرتا ہوں۔ میرے متعلق کہا اور ابو عبیدہ بن الجراحؓ
کے متعلق، تو ان دونوں میں سے جس سے تم بیعت کرلو وہ
تمہارے لئے ثقہ ثابت ہوگا۔ عمرؓ کہتے ہیں کہ واللہ کوئی بات
باقی نہ رہی جس کو میں کہنا چاہتا تھا مگر ابوبکرؓ نے اُس دن وہ
سب کہدیں۔ بجز اس بات کے (یعنی میرا نام پیش کرنے کے)
کیونکہ خدا کی قسم اگر میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر
قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں۔ بغیر اس کے کہ میں نے
کوئی گناہ کیا ہو یہ مجھے پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں ایسی
قوم پر امیر بنوں جن میں ابوبکرؓ موجود ہو۔ عمرؓ نے کہا اے گروہ
انصار! اے تمام مسلمانو! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جانشینی
کے امر میں ان کے بعد سب سے اَولیٰ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار
ابوبکرؓ ہیں جو سب سے پہلے کھُل کر اعلان کے ساتھ اسلام لانیوالے
ہیں۔ پھر میں نے (بیعت کے لئے) اُن کا ہاتھ پکڑا اور مجھ پر سبقت
لے گیا ایک شخص انصار میں سے کہ اُس نے اپنا ہاتھ ابوبکرؓ کے ہاتھ
پر مارا قبل اسکے کہ میں اپنا ہاتھ اُن کے ہاتھ پر ماروں۔ پھر میں نے
اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ پر مارا اور لوگوں نے بیعت کرلی اور لوگوں کا
جھکاؤ سعد بن عبادہؓ کی طرف ہوا (یعنی ان کے بارے میں رائے زنی
کرنے لگے) تو لوگوں نے کہا کہ مارا گیا سعد بن عبادہؓ۔ میں نے کہا
کہ مارو اُس کو خدا اُسے قتل کرے (یعنی چھوڑو اُس کے ذکر کو)
پھر ہم واپس آگئے اور اللہ تعالےٰ نے امر مسلمین کو جمع کردیا
ابوبکرؓ پر، تو وہ بات اسی طرح واقع ہوئی جیسا تم نے کہا کہ
بیعتِ ابوبکرؓ اچانک ہوئی) اللہ تعالےٰ نے (بیعت کی) خیر کو
عطا فرمایا اور اُس کے شر سے بچا لیا۔ تو جو اس قسم کی باتوں

ووقی شرھا فمن دعا الی مثلھا لا بیعۃ
لہ ولا لمن بایعہ اخرجہ البخاری وابن
ابی شیبۃ وھذا لفظ ابن ابی شیبۃ
واما روایۃ عبد اللہ بن مسعود قال لما
قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قالت الانصار منا امیر ومنکم امیر قال
فاتاھم عمر فقال یا معشر الانصار
الستم تعلمون ان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم امر ابابکر ان یصلی بالناس
قالوا بلی قال فایکم تطیب نفسہ ان
یتقدم ابابکر قالوا نعوذ باللہ ان نتقدم
ابابکر اخرجہ ابن ابی شیبۃ
اما روایۃ عبد اللہ بن عون
عن محمد بن سیرین عن رجل
من بنی زریق قال لما کان ذلک
الیوم خرج ابوبکر وعمر حتی اتیا
الانصار فقال ابوبکر یا معشر الانصار
انا لا ننکر حقکم ولا ینکر حقکم مؤمن
وانا واللہ ما اصبنا خیرا الا شارکتمونا
فیہ ولکن لا ترضی العرب ولا تقر الا
علی رجل من قریش لانھم افصح
الناس السنۃ واحسن الناس وجوھا
واوسط العرب دارا واکثر الناس
شجنۃ فی العرب فھلموا الی عمر فبایعوہ
قال فقالوا لا فقال عمر لم فقالوا

کی طرف لوگوں کو بلاتے (کیونکہ بے سوچے سمجھے اتفاقیہ بات تھی)
اُس کی کوئی بیعت نہیں اور نہ اس پر کوئی ذمہ داری جس سے ایسا
شخص بیعت ہو، اس کو روایت کیا بخاری نے اور ابن ابی شیبہ نے
اور یہ الفاظ ابن ابی شیبہ کے ہیں۔ آب لیجئے روایت عبد اللہ بن مسعودؓ
کی کہا کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو انصار نے
کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم میں سے۔ کہا کہ پھر
ان کے پاس عمرؓ پہنچے اور انہوں نے کہا کہ اے گروہ انصار! کیا
تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو حکم دیا تھا
کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ سب نے کہا کہ بیشک۔ عمرؓ نے کہا کہ پھر تم میں کون
ایسا ہے کہ اُس کا نفس اس سے خوش ہو کہ ابوبکرؓ کے آگے ہو جائے؟
تو لوگوں نے کہا نعوذ باللہ کہ ہم ابوبکرؓ کے آگے ہوں، اس کو
ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ آب لیجئے روایت عبد اللہ بن عون
کی وہ روایت کرتے ہیں محمد بن سیرینؒ سے وہ روایت کرتے
ہیں بنی زریق کے ایک شخص سے اس نے کہا کہ جب یہ دن آیا
تو نکلے ابوبکرؓ و عمرؓ یہاں تک کہ انصار کے پاس پہنچے۔ پھر ابوبکرؓ
نے کہا کہ اے گروہ انصار! ہم تمہارے حق کا انکار نہیں کرتے اور کوئی
مومن تمہارے حق کا انکار نہیں کرے گا اور ہم واللہ خیر کو نہیں پہنچے
مگر جب تمہارے ساتھ اسلام میں شریک ہوئے لیکن عرب راضی
نہ ہوگا اور وہ نہیں جمیں گے مگر صرف ایسے شخص پر جو قریش
میں سے ہو کیونکہ وہ زبان کے اعتبار سے سب سے فصیح اور
چہروں کے اعتبار سے سب لوگوں سے زیادہ وجیہ اور
دار (یعنی محلِ سکونت) کے اعتبار سے عرب کے مرکز ہیں اور
شاخ در شاخ ہونے کے اعتبار سے وہ سب سے اکثریت رکھتے
ہیں۔ تو تم سب لوگ عمرؓ کی طرف بڑھو اور اُن سے بیعت کرو۔
راوی نے کہا۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ تو عمرؓ نے کہا کیوں؟

تخاف الاثرة قال عمر اما ما عشت فلا
قال فبايعوا ابا بكر فقال ابو بكر لعمر انت
اقوى منى فقال عمر انت افضل منى فقالها
الثانية فلما كانت الثالثة قال عمر ان قوتى
لك مع فضلك قال فبايعوا ابا بكر قال
محمد وأتى الناس عند بيعة ابى بكر ابا
عبيدة بن الجراح فقال تأتونى وفيكم
ثالث ثلثة يعنى ابا بكر قال ابن عون
فقلت لمحمد من ثالث ثلثة قال يقول
الله ثانى اثنين اذ هما فى الغار اخرجه
ابن ابى شيبة آثار روايت ابى سعيد
خدریؓ قال لما توفى رسول الله
صلى الله عليه وسلم قام خطباء
الانصار فجعل الرجل منهم
يقول يا معشر المهاجرين ان رسول
الله صلى الله عليه وسلم كان اذا
استعمل رجلا منكم قرن معه رجلا
منا فنرى ان يلى هذا الامر رجلان
احدهما منكم والآخر منا قال فتتابعت
خطباء الانصار على ذلك فقام
زيد بن ثابت فقال ان
رسول الله صلى الله عليه وسلم
كان من المهاجرين فان الامام يكون
من المهاجرين ونحن انصاره كما
كنا انصار رسول الله

تو انھوں نے کہا کہ اس لئے کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ دوسروں کو ہم پر ترجیح دی جائے گی۔ عمرؓ نے کہا یاد رکھو جب تک میں زندہ ہوں ایسا نہ ہوگا۔ عمرؓ نے (لوگوں سے) کہا کہ ابوبکرؓ سے بیعت کرو۔ ابوبکرؓ نے عمرؓ سے کہا تم مجھ سے زیادہ قوی ہو تو عمرؓ نے کہا کہ تم مجھ سے افضل ہو۔ پھر دوبارہ دونوں نے پچھلی بات کا اعادہ کیا پھر جب تیسری مرتبہ کی نوبت آئی تو عمرؓ نے کہا کہ میری قوت آپ کے لئے آپ کے فضل کے ساتھ شامل رہے گی۔ کہا کہ پھر لوگوں نے ابوبکرؓ سے بیعت کر لی۔ محمد بن سیرینؒ نے کہا کہ لوگ ابوبکرؓ سے بیعت کے وقت ابو عبیدہؓ بن الجراح کے پاس پہنچے تو انھوں نے کہا کہ تم میرے پاس آتے ہو دراں حالیکہ تم میں ثالث ثلثہ (تین میں کا تیسرا) یعنی ابوبکرؓ موجود ہے۔ ابن عون نے کہا کہ میں نے محمد سے پوچھا کہ ثالث ثلاثہ کون ہے؟ انھوں نے کہا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار (اور ان دونوں کے ساتھ تیسرا اللہ تھا) اس کو روایت کیا ابن ابی شیبہ نے۔ آب لیجے روایت ابو سعید خدریؓ کی انھوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو انصار کے مقررین کھڑے ہو گئے ایک شخص نے ان میں سے کہنا شروع کیا اے گروہ مہاجرین جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی کو تم میں سے عامل بناتے تھے تو اس کے ساتھ ہم میں کے ایک شخص کو بلا دیا کرتے تھے تو ہماری رائے یہ ہے کہ اس امر (خلافت) کے والی دو شخص ہوں ایک اُن میں کا تم میں سے اور دوسرا ہم میں سے۔ کہا کہ پھر پے درپے انصار کے مقررین اس پر اصرار کرنے لگے۔ پھر زید بن ثابت کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین میں سے تھے تو امام بھی مہاجرین میں سے ہونا چاہئے اور ہم اُس کے انصار (مددگار) رہیں جس طرح کہ ہم رسول

صلے اللہ علیہ وسلم فقام ابوبکر فقال جزاکم اللہ خیرًا یا معشر الانصار وثبّت قائلکم ثمّ قال واللہ لوفعلتم غیر ذٰلک لمّا صالحتکم اخرجہ ابن ابی شیبۃ وَاز روایتِ حُمید بن عبد الرحمٰن فانطلق ابوبکر وعُمر یتقاوَدان حتے اتوھم فتکلّم ابوبکر ولم یترک شیئًا اُنزل فی الانصار ولا ذکرہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من شانھم الّا وذکرہٗ قال الا وقد علمتم ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال لوسلک النّاس وادیًا وسلکتِ الانصارُ وادیًا لسلکتُ وادیَ الانصارِ ولقد علمتَ یا سعدُ اَنّ رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال و انت قاعدٌ قریشٌ وُلاۃُ ھٰذا الامر فبرُّ الناس تبعٌ لبرِّھم وفاجرُھم تبع لفاجرھم قال فقال لہٗ سعدٌ صدقتَ نحن الوزراءُ وانتم الامراء اخرجہ احمد چوں روزِ دیگر بیعتِ عامّہ منعقد شد سادات اہل بیت تخلّف نمودند و ایں اشکالے دیگر بہم رسید حضرات شیخین رضہ بحُسنِ تدبیر ایں اشکال را برانداختند اخرج البخاری عن الزھری قال اخبرنی انس بن مالک انہ سمع خطبۃ عمر الاٰخرۃ حین جلس عمرُ علی المنبر وذٰلک الغدَ من یوم توفّی النّبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فتشھّدَ وابوبکر صامتٌ لایتکلّم قال

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے انصار رہے ہیں۔ پھر ابوبکر رضہ کھڑے ہوتے اور اُنھوں نے کہا کہ اللہ جزائے خیر دے تم کو اے گروہ انصار اور ثابت قدم رکھے تمہارے کہنے والے کو واللہ اگر تم اس کے سوا کچھ کرتے تو مَیں تم سے مصالحت نہ کرتا۔ اس کو روایت کیا ابن ابی شیبہ نے اور حُمید بن عبدالرحمٰن کی روایت میں اس طرح ہے پھر چلے ابوبکر رضہ وعمر رضہ ایک دوسرے کو کھینچتے ہوتے یہاں تک کہ انصار کے پاس پہنچ گئے اور ابوبکر رضہ نے کلام کیا اور کوئی بات انھوں نے نہ چھوڑی جو انصار کے بارے میں نازل ہوئی اور نہ ایسی بات جس کا ذکر اُن کی شان میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا، مگر سب بیان کردیں۔ فرمایا دیکھو اور تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر لوگ ایک وادی میں چلیں گے اور انصار دوسری وادی میں تو انصار کی وادی میں چلوں گا اور یقیناً تم جانتے ہو اے سعد رضہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تم بھی بیٹھے ہوتے تھے کہ قریش ہی اس امر کے والی ہوں گے جو نیک لوگ ہوں گے وہ تابع ہوں گے اُن میں کے نیکوں کے اور جو اُن میں سے بداطوار ہیں وہ تابع ہوں گے بداطوار والیانِ امر کے۔ کہا کہ پھر اُن سے سعد رضہ نے کہا کہ آپ نے سچ کہا ہم وُزرار ہوں گے اور تم اُمراء، اس کو احمد نے روایت کیا۔ جب دوسرے دن بیعتِ عامّہ منعقد ہوئی تو ساداتِ اہلِ بیت نے خلاف کیا اور یہ دوسری مشکل پیش آگئی۔ حضرات شیخین رضہ نے حُسنِ تدبیر سے اِس مشکل کو بھی ختم کر دیا۔ بخاری رح نے روایت کی زہری رضہ سے انھوں نے کہا کہ مجھے خبر دی انس بن مالک رضہ نے کہ اُنھوں نے عمر رضہ کا دوسرا خطبہ سُنا ہے جب انھوں نے منبر پر بیٹھ کر دیا اور یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے یوم وفات سے اگلے دن کی بات ہے عمر رضہ نے کلمہ شہادت پڑھا اور ابوبکر رضہ خاموش تھے وہ نہیں بول رہے تھے۔

كنتُ ارجو أن يعيش رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى يدبُرنا يُريد بذٰلك ان يكون آخرهم فإنْ يكُ مُحمّدٌ صلى الله عليه وسلم قد مات فان الله قد جعل بين اظهركم نُورًا تهتدون به هدى الله محمدًا صلى الله عليه وسلم وانّ ابابكر صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم وثاني اثنين وانه اَولى المسلمين بامورِكم فقوموا فبايعوه وكان طائفةٌ منهم قد بايعوه قبل ذٰلك في سقيفة بني ساعدة وكانت بيعة العامة على المنبر قال الزهري عن انس بن مالك سمعتُ عمر قال لابي بكر يومئذٍ اصعد المنبر فلم يزل به حتى اصعده المنبر فبايعه الناس عامّةً واخرج الحاكم من حديث ابي سعيد الخدري فلما قعد ابوبكر على المنبر نظر في وجوه القوم فلم يرَ عليًّا فسأل عنه فقام ناسٌ من الانصار فاتوا به فقال ابوبكر يا ابن عمِّ رسول الله صلى الله عليه وسلم وختنه اردتَّ ان تشقّ عصا المسلمين فقال لا تثريب يا خليفة رسولِ الله فبايعه ثم لم ير الزبير بن العوام فسأل عنه حتى جاءوا به فقال ابن عمة رسول الله صلى الله عليه وسلم

کہا کہ میں امید کرتا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں رہیں گے یہاں تک کہ وہ ہمارے پیچھے (موجود) ہوں گے، اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ وہ اُن سب سے آخر میں ہوں (لیکن اللہ کو یہ منظور نہ ہوا) تو اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے (تو راہِ مستقیم پر چلنے میں رکاوٹ نہیں ہے کیونکہ) اللہ تعالٰی نے تمہارے سامنے ایک ایسا نور کر دیا ہے (یعنی قرآن) جس سے تم اللہ کی وہ ہدایت پاتے رہو جس سے اُس نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کی تھی۔ اور یقیناً ابوبکر رضہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اور ثانی اثنین ہیں اور وہ تمام مسلمانوں میں تمہارے امور کے لئے اَولےٰ ہیں اس لئے اُٹھو اور ان سے بیعت کرو۔ اور ان میں ایک جماعت ایسی بھی موجود تھی جو اس سے پہلے اُن سے سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت کر چکی تھی اور بیعتِ عامہ منبر پر ہوئی۔ زہریؒ انس بن مالک رضہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمر رضہ سے سُنا کہ انھوں نے اس دن ابوبکر رضہ سے کہا کہ منبر پر چڑھئے اور برابر کہتے ہی رہے یہاں تک کہ اُن کو منبر پر چڑھا دیا پھر اُن سے لوگوں نے بیعت کی عامّۃً۔ اور حاکم نے ابو سعید خدری رضہ کی حدیث سے یہ اخذ کیا کہ جب ابوبکر رضہ منبر پر بیٹھ گئے تو اُنھوں نے قوم کے چہروں پر نظر ڈالی تو علی رضہ کو نہ دیکھا تو ان کے بارے میں پوچھا تو انصار میں کے کچھ لوگ اُٹھے اور اُن کو لے کر آئے تو اُن سے ابوبکر رضہ نے کہا کہ اے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے اور اُن کے داماد! کیا تم نے مسلمانوں کا عصا (یعنی قوّتِ اجتماعیہ) توڑ دینے کا ارادہ کیا؟ تو انھوں نے کہا ملامت نہ کیجئے اے خلیفہ رسول اللہ! پھر اُن سے بیعت کر لی۔ پھر (جب ابوبکر رضہ نے زبیر رضہ بن العوام کو نہ دیکھا تو اُن کے بارے میں سوال کیا، یہاں تک کہ لوگ اُن کو لے کر آتے تو اُن سے کہا

وحواريه اردت ان تشق عصا المسلمين
فقال لا تثريب يا خليفة رسول الله صلى
الله عليه وسلم فبايعه اخرج الحاكم من
حديث ابراهيم بن عبد الرحمن بن
عوف ان عبد الرحمن بن عوف كان مع
عمر بن الخطاب رضي الله عنه وان محمد
ابن مسلمة كسر سيف الزبير ثم قام
ابوبكر فخطب الناس واعتذر اليهم
وقال والله ما كنت حريصا على الامارة
يوما ولا ليلة قط ولا كنت راغبا فيها
ولا سألتها الله عز وجل في سر وعلانية
ولكني اشفقت من الفتنة ومالي في
الامارة من راحة ولكن قلدت امرا
عظيما مالي به من طاقة ولا يد الا
بتقوية الله عز وجل ولوددت ان
اقوى الناس عليها مكاني اليوم فقبل المهاجرون
منه ما قال وما اعتذر به قال علي رضي
الله عنه والزبير ما غضبنا الا انا قد اخرنا
عن المشاورة وانا نرى ابابكر احق الناس
بها بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم
انه لصاحب الغار وثاني اثنين وانا لنعلم بشرفه
وكبره ولقد امره رسول الله صلى الله عليه
وسلم بالصلوة بالناس وهو حي
چوں امر خلافت بر حضرت صدیق رض مستقر شد اول مسئلہ کہ
تعلیم آں فرمود تفریق بود درمیان منصب نبوت و

کہ اے رسول اللہ کے پھوپھی کے بیٹے اور اُن کے حواری! کیا تم نے
مسلمانوں کا عصا (یعنی قوت) توڑ دینے کا ارادہ کیا؟ تو انہوں نے کہا ملامت
نہ کیجئے اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر انہوں نے اُن سے
بیعت کرلی۔ حاکم نے ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف رض کی حدیث سے اخذ
کیا کہ عبدالرحمن بن عوف رض عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ
تھے اور محمد بن مسلمہ رض نے زبیر رض کی تلوار توڑ دی تھی پھر ابوبکر رض
نے کھڑے ہو کر لوگوں کے سامنے تقریر کی اور اُن سے معذرت
کی اور فرمایا کہ خدا کی قسم میں امارت پر حریص نہیں ہوا کسی
دن میں اور نہ رات میں کبھی اور میں کبھی اس کی طرف راغب نہیں
ہوا اور نہ میں نے اللہ عزوجل سے پوشیدہ اور ظاہر اس کا سوال
کیا لیکن میں فتنہ پیدا ہونے سے ڈرا اور حال یہ ہے کہ مجھے امارت
میں کوئی راحت نہیں۔ لیکن مجھے ایک ایسے امر عظیم کا مکلف کیا گیا
جس کی مجھ میں قوت اور طاقت نہیں ہے مگر اللہ عزوجل کے قوت
بخشنے سے، اور میں تو اس کو پسند کر رہا تھا کہ میرے آج کے مقام
پر سب لوگوں سے زیادہ قوی شخص ہو (یعنی عمر رض)۔ تو جو کچھ انہوں
نے کہا اور جس عذر کا اظہار کیا اس کو سن کر سب مہاجرین نے قبول
کیا، علی اور زبیر رضی اللہ عنہما نے یہ کہا کہ ہم ناراض نہیں ہوتے
مگر صرف اس بات سے کہ ہم کو مشاورت سے پیچھے ہٹا دیا گیا (یعنی
ہم سے مشورہ نہ کیا گیا) اور ہم جانتے ہیں کہ سب لوگوں سے زیادہ
اس کا حقدار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر رض ہیں جو آپ کے
یار غار اور ثانی اثنین ہیں اور ہم اچھی طرح اُن کے شرف اور بڑائی
کو جانتے ہیں اور اس امر کو کہ ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے اپنی حیات میں نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ جب امر خلافت حضرت
صدیق رض پر مستحکم ہو گیا تو پہلا مسئلہ جس کی آپ نے لوگوں کو تعلیم دی وہ
تفریق تھا منصب نبوت اور منصب خلافت کے درمیان، اور امت

منصبِ خلافت وتفاوتِ معاملہ امّت بانبی و با
خلیفہ وایں مسئلہ را در مجالسِ متعدّدہ باسالیب مختلفہ
مشروح فرمود تا آنکہ اشکال مرتفع شد قیس بن
ابی حازم گوید بعد یکماہ از وفاتِ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم منادیِ صدیق رض ندا داد کہ انّ الصّلوٰۃ جامعۃ
وایں اوّل نمازے بود کہ درِ وے بایں کلمہ ندا درداند
بعد ازاں بر سر منبر بر آمد وایں اوّل خطبہ بود
کہ گفت فحمد اللہ واثنیٰ علیہ ثم قال ایھا
النّاس لوددتُ انّ ھٰذا کفانیہ غیری ولئن
اخذتمونی بسُنّۃِ نبیّکم صلے اللہ علیہ وسلم ما
اطیقُھا اِن کان لمعصومًا من الشیطان وان
کان لینزل علیہ الوحیُ من السّماء اخرجہ احمد
وعن ابی برزۃ الاسلمیّ قال اَغلظ رجلٌ
الی ابی بکر الصّدیق فقال ابو برزۃ اَلا
اَضرِب عنقہ قال فانتھرہ وقال ماھی
لِاحدٍ بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
اخرجہ احمد و ابو یعلٰے بطرقٍ مختلفۃ والفاظ
متغایرۃ وعن عبد اللہ بن ابی مُلیکۃ
قیل لابی بکر الصّدیق یاخلیفۃ اللہ فقال
بل خلیفۃ محمدٍ صلے اللہ علیہ وسلم وانا
ارضٰی بہ اخرجہ احمد وابو یعلٰے بطرقٍ مختلفۃ
وعن عائشۃ انّھا تمثّلت لھذا البیت وابو بکر
رضی اللہ عنہ یقضی نحبہ۔ شعر

وابیض یُستسقی الغمام بوجھہ
ثمال الیتامٰی عصمۃ للاراملِ

کے معاملہ کا تفاوت تھا نبی کے ساتھ اور خلیفہ کے ساتھ۔ اور اس مسئلہ کو آپ نے کئی مجلسوں میں مختلف اسلوبوں کے ساتھ مشرح فرمایا۔ یہاں تک کہ اشکال مرتفع ہو گیا۔ قیس بن ابی حازم رح کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک ماہ کے بعد صدیق رض کے مُنادی نے ندا کی کہ الصّلوٰۃ جامعۃ (نماز تیار ہے) اور یہ پہلی نماز تھی کہ جس میں اس کلمہ سے لوگوں کو پکارا اس کے بعد صدیق رض منبر پر آتے اور یہ پہلا خطبہ تھا جو آپ رض نے کہا۔ آپ نے اللہ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا کہ اے لوگو! میں یہ پسند کرتا تھا کہ اس امر کے لئے میرے سوا کوئی اور کافی ہو جاتے اور البتہ اگر تم نے مجھ پر گرفت کی اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے پیشِ نظر تو مَیں اُس پر (کماحقہٗ چلنے کی) طاقت نہیں رکھتا وہ تو یقیناً بچاتے ہوتے تھے شیطان سے اور اُن کے اوپر تو آسمان سے وحی نازل ہوتی تھی، اس کو روایت کیا احمد نے۔ اور مروی ہے ابو برزہ اسلمی رض سے کہا کہ ایک شخص نے سخت کلامی کی ابو بکر صدیق رض کے متعلق تو ابو برزہ رض نے کہا کہ کیا میں اس کی گردن نہ ماردوں؟ کہا کہ اس پر ابو بکر رض نے اُن کو جھڑک دیا اور فرمایا کہ یہ بات کسی کے لئے نہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد، اس کو روایت کیا احمد اور ابو یعلےٰ نے مختلف سندوں اور مختلف الفاظ کے ساتھ۔ اور مروی ہے عبد اللہ بن ابی مُلیکہ سے کہ ابو بکر صدیق رض سے کہا گیا کہ اے اللہ کے خلیفہ! تو آپ رض نے فرمایا (نہیں) بلکہ خلیفہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور میں اس سے راضی ہو جاؤں گا، اس کو احمد اور ابو یعلےٰ نے مختلف سندوں سے روایت کیا۔ اور مروی ہے عائشہ رض سے کہ انھوں نے آپ کی مثال دی اس بیت سے جس حال میں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ وفات پا رہے تھے۔ شعر:۔
وابیض یُستسقی الخ یعنی اور وہ ایسا سفید (نورانی

فقال ابوبکرؓ ذٰلک رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اخرجہ احمد وابویعلی بعد
ازاں اشکال دیگر پدید آمد در تاویل آیہ کریمہ
لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ
واحتمال ترکِ مواخذہ برامر معروف بہم
رسید حضرت صدیقؓ بر خواند یا ایہا الناس
انکم تقرءون ھٰذہ الاٰیۃ وتضعونھا
علی غیر ما وضعھا اللہ عزّ وجلّ یٰاَیُّھَا
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا
یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ
سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یقول ان الناس اذا راوا المنکر
فیھم فلم ینکروہ یوشک ان یعمّھم اللہ
بعقاب اخرجہ احمد وابویعلی بطرق
مختلفۃ بعد ازاں اشکالے دیگر ظاہر
گردید در مقاتلہ منع کنندگانِ زکوٰۃ
حالانکہ بکلمۂ اسلام متکلم بودند حضرت
صدیقؓ افادہ فرمود کہ تاویل در
ضروریاتِ دین مقبول نیست عن ابی
ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ
وسلم اُمرتُ ان اقاتل الناس
حتّٰی یقولوا لا الٰہ الا اللہ

وجود) ہے جس کے چہرے کے وسیلہ سے بادل سے پانی مانگا جاتا ہے۔
یتیموں کا پشت پناہ اور بیواؤں کا (مصائب سے) بچاؤ"۔ تو ابوبکرؓ
نے کہا کہ وہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے، اس کو
روایت کیا احمد اور ابو یعلےٰ نے۔ اس کے بعد ایک اور اشکال
پیش آیا۔ اس آیتِ کریمہ کی تاویل میں لَا یَضُرُّکُمْ الخ (۵: ۱۰۵)
"جب تم سیدھی راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے تو اس سے
تمہارا کوئی نقصان نہیں" کہ اس سے امر بالمعروف کے ترک پر
مواخذہ نہ ہونے کا احتمال پیدا ہو گیا۔ حضرت صدیقؓ نے خطبہ
پڑھا کہ اے لوگو! تم اس آیت کو پڑھتے ہو اور اس کو اس کے اس
اصل محل کے خلاف رکھتے ہو جس پر اس کو اللہ عزّ وجلّ نے رکھا ہے
یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ (۵: ۱۰۵) اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو
جب تم سیدھی راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے تو اس سے
تمہارا کوئی نقصان نہیں"۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
سے سنا ہے آپؐ فرماتے تھے کہ جب لوگ آپس میں بدافعال کو دیکھیں
اور اس کو نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب کو
عامؑ کردے، اس کو احمد اور ابو یعلےٰ نے روایت کیا مختلف سندوں
کے ساتھ۔ اس کے بعد ایک دوسری مشکل ظاہر ہوئی زکوٰۃ کو روکنے
والوں سے قتال کے بارے میں جب کہ وہ کلمۂ اسلام پڑھنے والے
بھی ہوں۔ حضرت صدیقؓ نے یہ افادہ فرمایا کہ ضروریاتِ دین میں
تاویل مقبول نہیں ہے۔ مروی ہے ابو ہریرہؓ سے کہ نبی صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مامور ہوا ہوں اس پر کہ لوگوں سے قتال کروں
یہانتک کہ وہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہیں (یعنی صرف اللہ کو معبود مانیں)

عہ حاصل ارشاد یہ ہے کہ یہ حدیث واضح کر رہی ہے کہ امر بمعروف ونہی از منکر تم پر ضروری ہے اور جب تم نے ضروری چیز کو ترک کر دیا تو اِذَا اهْتَدَيْتُمْ کے مخاطب صحیح تم کیسے ہو سکتے ہو۔ یہ چیز تو اہتداء کے لوازم میں سے ہے۔ ہاں اگر تم نے جہاں تک تم سے ممکن تھا برائی سے روکنے کی کوشش کرلی مگر کوئی بدبخت پھر بھی باز نہ آیا اور اس فعل کا ارتکاب کرتا ہی رہا تو اس کے اس فعل سے تمہیں ضرر نہ پہنچے گا۔ آیت کا محمل یہ ہے۔ وہ نہیں جو تم نے خیال کر لیا ۱۲ مترجم عفی عنہ

فاذا قالوها عصموا منّی دماءھم و اموالھم الّا بحقّھا وحسابھم علی اللہ فلمّا کانت الرِدّۃ قال عُمر لابی بکر تقاتلھم و قد سمعت انّ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم یقول کذا وکذا فقال ابوبکر لافرقنّ بین الصّلوٰۃ والزّکوٰۃ ولاُقاتلنّ من فرّق بینھما قال فقاتلنا معہ فرأینا ذلک رُشدًا اخرجہ احمد و البخاری وھذا لفظ احمد و فی روایۃ قال عمر فواللہ ماھو الّا انّی رایت اللہ عزّ وجلّ قد شرح صدر ابی بکر للقتال فعرفت انّہ الحقّ ودریں موضع بسوئے دو دقیقہ اشارت نمود یکے آنکہ الّا بحقّھا شامل زکوٰۃ است دیگر آنکہ استثناء صلوٰۃ مسلم است وزکوٰۃ مقیس است بروے بقیاس جلی بعد ازاں در امضاء جیش اُسامہ مباحثہ واقع شد صدیق بامرے کہ نفع آں ظاہر شد موفق گشت عن ابی ھریرۃ قال واللہ الذی لا الٰہ الا ھو لولا انّ ابابکر استُخلِف ماعُبد اللہ ثم قال الثانیۃ ثمّ قال الثالثۃ فقیل لہ مہ یا ابا ھریرۃ فقال انّ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وجّہ اُسامۃ بن زید فی سبع مائۃ

تو جب اُنھوں نے وہ کلمہ کہہ لیا تو بچا لیا مجھ سے اپنے خونوں کو اور اپنے اموال کو مگر اُس کلمہ کے حق پر (یعنی جب اللہ کو معبود مان لیا تو اس کی عبادت بھی یعنی نماز ضروری ہے جو اس کلمہ کا حق ہے) اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ سے متعلّق ہے (کہ اُنھوں نے اذعانِ قلب سے یہ کلمہ کہا یا منافقت سے) الغرض جب ردّت پھیل گئی تو عمر رضؓ نے ابوبکر رضؓ سے کہا کہ آپ ان سے قتال کریں گے حالانکہ آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپؐ ایسا اور ایسا فرماتے تھے تو ابوبکر رضؓ نے فرمایا کہ نماز اور زکوٰۃ میں کوئی فرق نہیں ہے اور میں ضرور قتال کروں گا اس شخص سے جو ان دونوں میں تفریق کرے گا۔ کہا کہ پھر ہم نے اُن کے ساتھ ہو کر قتال کیا تو ہم نے دیکھ لیا کہ یہ نیک کام تھا، اس کو روایت کیا احمد اور بخاری نے اور یہ لفظ احمد کے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ عمر رضؓ نے کہا کہ بس خدا کی قسم سوائے اس کے کوئی بات نہیں کہ میں نے دیکھا کہ اللہ عزّ وجلّ نے ابوبکر رضؓ کے سینہ کو قتال کے لیے کشادہ (یعنی مطمئن) کر دیا تھا تو میں نے پہچان لیا کہ حق وہی ہے اور اس مقام میں ابوبکر رضؓ نے دو دقیقوں کی طرف اشارہ کیا ایک یہ کہ الّا بحقّھا زکوٰۃ کو شامل ہے۔ دوسرا یہ کہ نماز کا استثنا مسلم ہے اور بروئے قیاس جلی زکوٰۃ کو اس پر قیاس کر لیا گیا ہے، اس کے بعد جیش اُسامہ رضؓ کے روانہ کرنے میں مباحثہ واقع ہوا تو صدیق رضؓ ایسی رائے پر (منجانب اللہ) موفّق ہوئے کہ جس کا نفع ظاہر ہو گیا۔ مروی ہے ابوہریرہ رضؓ سے کہ انھوں نے کہا کہ قسم ہے اُس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر ابوبکر رضؓ خلیفہ نہ بنائے جاتے تو اللہ کی عبادت نہ کی جاتی۔ پھر دو بارہ یہی کہا۔ پھر سہ بارہ یہی کہا۔ اس پر اُن سے کہا گیا کہ بس کرو اے ابوہریرہ رضؓ (یعنی مبالغہ نہ کرو) تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسامہ بن زید رضؓ کو سات سو کا لشکر

الی الشام فلما نزل بذی خشب قبض
النبی صلی اللہ علیہ وسلم وارتدت العرب
حول المدینۃ فقال والذی لا الٰہ
الا ھو لو جرّت (سارت) الکلاب بارجل
ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ما رددت جیشاً وجّھہٗ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ولا حللت لواءً عقدہ
فوجّہ اسامۃ فجعل لا یمر بقبیل
یریدون الارتداد الا قالوا لولا
ان لھؤلاء قوۃ ما خرج مثل
ھؤلاء من عندھم ولکن ندعھم
حتی یلقوا الروم فلقوھم فھزموھم
وقتلوھم ورجعوا سالمین
فثبتوا علی الاسلام من کور
فی الصواعق معزواً الی البیہقی
وابن عساکر بعد ازاں در قتال مرتدین
مباحثہ واقع شد صدیق اکبرؓ بجد
عظیم دریں باب ملہم گشت وآں سرّ
قول آنحضرتؓ بود دریں فتنہ کہ
العصمۃ بالسیف قال عمر یا خلیفۃ
رسول اللہ تألف الناس وارفق
بھم فقال أجبار فی الجاہلیۃ و
خوار فی الاسلام انہ قد انقطع الوحی
وتم الدین اینقص وانا حی مذکور
فی المشکوٰۃ معزواً الی رزین

دے کر شام کی طرف متوجہ کیا۔ جب انھوں نے ذی خشب میں (یہ ایک
موضع ہے) پڑاؤ کیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی، اور
مدینہ کے گرد کے عرب مرتد ہوگئے تو ابوبکرؓ نے (ان اصحاب سے جو
اس نوجوانوں کے لشکر کو واپس بلانے کے حق میں تھے اور کہا
تھا کہ ازواج النبی صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت ضروری ہے) کہا
تھا کہ خدا کی قسم جسکے سوا کوئی معبود نہیں اگر ازواج النبی صلے اللہ
علیہ وسلم کی ٹانگوں کو کتّے کھینچنے لگیں تو میں اُس لشکر کو واپس نہ
بلاؤں گا جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے روانہ کیا ہے اور نہ وہ جھنڈا
کھولوں گا جس کو آپؐ نے باندھا ہے پھر آپؓ نے اُسامہؓ کو روانہ
کردیا۔ اب اس لشکر نے ان قبیلوں پر سے گزرنا شروع کیا جو ارتداد
کا ارادہ کررہے تھے تو ہر ایک یہی کہتا کہ اگر ان لوگوں کے
پاس پُوری قوت نہ ہوتی تو ان جیسا (طاقتور لشکر) ان کے
پاس سے نہ نکلتا۔ لیکن ہم (ابھی) ان لوگوں کو چھوڑیں یہاں
تک کہ یہ روم سے لڑیں۔ تو یہ لوگ رومیوں سے لڑے اور اُن کو
شکست دی اور قتل کیا اور سلامتی کے ساتھ واپس آئے،
تو یہ قبائل اسلام پر جمے رہے، یہ واقعہ صواعق میں بحوالہ بیہقی
وابن عساکر مذکور ہے۔ اس کے بعد مُرتدین سے قتال کے بارے
میں مباحثہ واقع ہوا تو صدیقِ اکبرؓ پورے شرحِ صدر کے ساتھ
اس معاملہ میں مُلہَم ہوگئے اور وہی راز تھا اس فتنہ کے موقع پر
حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے اس قول کا کہ العصمۃ بالسیف (بچاؤ تلوار
سے ہوتا ہے) عمرؓ نے کہا اے خلیفۂ رسول اللہؐ! لوگوں کی تالیف قلب
کیجئے اور اُن کے ساتھ نرمی کیجئے۔ تو آپؓ نے فرمایا کہ کیا جاہلیت میں جبّار
(دلیر) تھے اور اسلام میں بزدل ہوگئے ہو۔ سمجھ لو کہ وحی منقطع ہوگئی
اور دین پورا ہوچکا، کیا دین میں کمی کی جائے اور میں زندہ رہوں۔
یہ مذکور ہے مشکوٰۃ میں بحوالہ رزین۔ اور اُسی جیسا حضرت

وَمِثلہ قول المرتضیٰ لا تُفجِعْنا بنفسِکَ یا خلیفۃ رسول اللہ فاجاب بنحوٍ ممّا اجاب عمر مذکورٌ فی الصواعق وغیرہ

بعدازاں در تعیّن امیرے برائے قتالِ مُرتدین اشکال افتاد و حضرتِ صدّیقؓ حدیثے درباب خالد بن ولید روایت کرد و آخر کار فتح بر دستِ خالدؓ واقع شد عن وحشی بن حرب ان ابا بکرٍ عَقَد لخالدِ بن الولید فی قتالِ اهل الرِّدۃ وقال انّی سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول نعم عبدُ اللہ واخو العشیرۃ خالدُ بن الولید سیفٌ من سیوف اللہ سلّہ اللہ عزّ وجلّ علی الکفّار والمنافقین اخرجہ احمد باز جمعے از مسلمین محقّقین راکہ مبشر بہشت بودند مثل حضرت عثمانؓ وطلحہؓ بعد وفاتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شبہ عظیم پیش آمد اِنّ رجالاً من اصحابِ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حزنوا علیہ حتی کاد بعضهم یُوَسوِسُ وفی بعض الفاظ الحدیث انهم ابتلوا بحدیث النفس و فی روایۃ محمد بن جبیر بن مطعم عن عثمان قال تمنّیتُ اَنْ اکون سألتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ذا یُنجینا ممّا یُلقی الشیطانُ فی انفسنا در علاج ایں داهیہ متحیّر شدند وندانستند کہ نجاتِ ایں امر چیست صدیق اکبرؓ وجہ نجات ازیں داهیہ

مرتضےٰ رضی اللہ عنہ کا قول تھا کہ آپ اپنی ذات سے ہمیں کرب میں میں نہ ڈالیں اے خلیفۂ رسول اللہ! تو آپ نے اُن کو بھی ایسا ہی (تیز) جواب دیا جیسا عمرؓ کو دیا تھا، یہ صواعق وغیرہ میں مذکور ہے۔

اس کے بعد مرتدین سے قتال کرنے کے لئے کسی امیر کے تعیّن میں اشکال پڑا اور حضرت صدیقؓ نے خالد بن ولیدؓ کے بارے میں ایک حدیث بیان کی اور انجام کار فتح خالدؓ کے ہاتھ پر واقع ہوئی وحشی بن حرب سے مروی ہے کہ ابوبکرؓ نے خالد بن الولیدؓ کے لئے جھنڈا باندھا مرتدین سے قتال کے لئے اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ فرماتے تھے کہ اللہ کا اچھا بندہ اور ساتھیوں کا بھائی (یعنی غمگسار) خالد بن الولیدؓ ہے جو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جس کو اللہ عزّ وجلّ نے کفار اور منافقین پر کھینچا ہے، روایت کیا اس کو احمد نے۔ پھر مسلمین محققین کی ایک جماعت کو جس کو بہشت کی بشارت دی گئی تھی جیسے حضرت عثمانؓ و طلحہؓ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ۔ ۔ ۔ ۔ بعد ایک عظیم شبہ پیش آیا (حدیث میں ہے) بہت سے لوگ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے تھے جن پر آپؐ کے فراق سے رنج غالب آگیا یہاں تک کہ اُن میں سے بعض قریب تھا کہ وسوسوں میں مبتلا ہو جائیں (یعنی مالیخولیا میں) اور بعض الفاظ حدیث میں ہیں کہ وہ حدیث النفس میں مبتلا ہو گئے۔ اور محمد بن جبیر ابن مطعمؓ کی روایت میں حضرت عثمانؓ سے مروی ہے فرمایا کہ ”میں پچھتایا کہ کاش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتا کہ اس چیز سے جو شیطان ہمارے نفوس میں القا کرتا ہے نجات دینے والی کیا چیز ہے؟“ اس افتادِ عظیم کے علاج میں متحیّر ہو گئے اور نہ سمجھے کہ اس امر سے نجات کی کیا صورت ہے۔ صدیق اکبرؓ نے اس بڑی افتاد سے نجات کی صورت ارشاد فرمائی کہ نبی

شدیدہ ارشاد فرمود عن النبیؐ صلی اللہ علیہ
وسلم ینجیکم من ذلکم ان تقولوا ما امرت
عمی ان یقول فلم یقل اخرج احمد و
ابو یعلیٰ بطرقٍ مختلفۃٍ والفاظ متغایرۃ
یفسر بعضہا بعضاً و حاصل ایں قصہ آنست
کہ قوم معتاد بودند بدوامِ صحبتِ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم و حالتِ اتصال کہ سرّ و روح
بکارہائے خود مشغول باشند بصحبتِ آنجنابؐ
کسب می نمودند چوں سعادتِ صحبت از دست
رفت و آں حالت مفقود شد در تفرقہ افتادند
و حدیثِ نفس برایشان مستولی گشت
حضرت صدیق رضؓ کہ خلیفہ مطلق آنحضرتؐ
بود و نائب برحق او صلے اللہ علیہ و
سلم در علمِ ظاہر و باطن طریقہ ذکر تعلیم نمود
این است معنیٰ ایں قصہ کہ بعد جمع طرقِ حدیث
مفہوم گشت فلا تغترّ باقاویل الناس فی
ذٰلک و ایں اوّل احیاء طریقہ صوفیہ
است کہ از دست خلیفہ اوّل رضی اللہ
عنہ وارضاہ بظہور پیوست بعد ازاں
حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
صلوٰۃ استغفار از صدیق اکبرؓ
اخذ نمود و بآں اعتناء تمام فرمود
عن علیؓ قال کنتُ اذا سمعتُ
من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
حدیثاً نفعنی اللہ بہ

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھیں اس سے نجات دلاتے گی یہ بات
کہ تم وہ (کلمہ) کہو جس کا امر میں نے اپنے چچا کو کیا تھا کہ وہ یہ
کہیں مگر انھوں نے نہ کہا (یعنی لا الٰہ الا اللہ) احمد اور ابو یعلیٰ
نے اس کو مختلف اسناد کے ساتھ اور ایک دوسرے سے ایسے
مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کیا جن میں سے بعض بعض کی
تفسیر کرتے ہیں۔ اور اس قصہ کا حاصل یہ ہے کہ قوم عادی
تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوامِ صحبت کی اور
یہ صاحبان اِتصال کی حالتِ (خاصہ یعنی اُس کیفیت) کو کہ
(لطیفۂ) سِرّ و (لطیفۂ) رُوح اپنے کاموں میں مشغول
رہیں۔ آنحضرتؐ کی صحبت سے کسب کرتے رہتے تھے، وہ سعادتِ
صحبت ہاتھ سے جاتی رہی اور وہ حالت مفقود ہوگئی تو تفرقۂ
(قلب) میں مُبتلا ہو گئے اور ان پر حدیثِ نفس غالب
آگئی۔ حضرت صدیق رضؓ نے جو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے خلیفۂ مطلق اور نائب برحق تھے علمِ ظاہر و باطن میں ذکر کا
طریقہ تعلیم فرمایا۔ یہ حقیقت ہے کہ اس قصہ کی جو طُرقِ
حدیث کو جمع کرنے سے مفہوم ہوتی ہے تو اس بارے میں لوگوں
کے اقوالِ مختلفہ سے دھوکہ میں نہ پڑنا۔ اور طریقۂ صوفیہ کا
یہ اولِ اِحیاء ہے جو کہ خلیفۂ اوّل رضی اللہ عنہ وارضاہ
کے دستِ (مبارک) سے ظہور میں آیا۔ اس کے بعد حضرت مرتضیٰ
رضی اللہ عنہ نے صدیقِ اکبرؓ سے صلوٰۃ استغفار اخذ کی اور
اس کی پوری قدر کی۔ مروی ہے علی رضؓ سے کہا کہ میں جب کوئی
بات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کرتا تھا تو مجھے اس
سے اللہ تعالیٰ نفع پہنچایا کرتا تھا جتنا اس میں سے چاہتا تھا اور
جب مجھ سے کوئی دوسرا شخص آپؐ سے کوئی بات روایت کرتا
تھا تو میں اس کو قسم دیتا تھا جب وہ قسم کھالیتا تو میں

بما شاء منه واذا حدثني عنه غيري استحلفته (حلف میداد م اورا ۱۲)
فاذا حلف لی صدقته وان ابابکر حدثنی و
صدق ابوبکر انه سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال مامن عبد یذنب ذنبا فیتوضأ فیحسن
الوضوء ثم یصلی رکعتین فیستغفر اللہ
عزوجل الا غفر لہ۔ اخرجہ احمد وابو یعلی
بطرق متعددۃ پس ازاں صعب ترین اشکالات
آں بود کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا وحضرت عباس
رضی اللہ عنہ بظاہر عموم آیت یُوصِیکُمُ اللہُ فِی
اَولَادِکُم لِلذَّکَرِ مِثلُ حَظِّ الاُنثَیَینِ متمسک
شدہ میراث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
طلب کردند مشکل آنکہ میراث دہند مخالف قاعدہ شرع
باشد واگر ندہند ملال خاطر اہل بیت لازم آید
حضرت صدیق رض دریں باب حدیثے روایت کرد کہ میراث
بردن از پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم وبودن ایں
قرای مملوک وے صلے اللہ علیہ وسلم ہر دو مقدمہ
را منع نمود وبا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا وسائر
اہل بیت آں قدر ملاطفت فرمود کہ جبر نقصان
آں آزردگیہا شد دریں ایام مشکلے دیگر کہ فوق
جمیع مشکلات تواں شمرد پیش آمد آں ایں بود کہ
زبیر رض وجمعے از بنی ہاشم درخانہ حضرت فاطمہ
رضی اللہ تعالےٰ عنہا جمع شدہ درباب
نقض خلافت مشورت ہا بکارمے بردند
حضرت شیخین رض آں را بہ تدبیرے کہ
بایستے برہم زدند وتدارک ملالے کہ

اُس کی تصدیق کرتا۔ اور یہ کہ ابوبکر رض نے مجھ سے حدیث بیان کی اور ابوبکر رض
سچے ہیں کہ اُنھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ نے
فرمایا ہر ایک ایسا بندہ جس سے کوئی گناہ ہو جاتے اور وہ
وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے
پھر اللہ عزّ وجلّ سے استغفار کرے تو اللہ تعالےٰ اس کا گناہ
بخش دے گا۔ اس کو روایت کیا احمد نے اور ابو یعلےٰ نے متعدد
روایات سے۔ پھر اس کے بعد سخت ترین اشکال یہ پیش آیا کہ
حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ
نے بظاہر اس آیت کے عام حکم سے یُوصِیکُمُ اللہُ الخ (۴:۱۱)
اللہ تعالےٰ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے باب میں لڑکے کا
حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر الخ دلیل پکڑتے ہوئے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی میراث طلب کی۔ مشکل یہ پیش
آئی کہ اگر میراث دیں تو قاعدہ شرع کے خلاف ہوگا۔ اور اگر
نہ دیں تو اہل بیت کا ملال خاطر لازم آتا ہے۔ حضرت صدیق رض
نے اس باب میں ایک حدیث کی روایت کی کہ پیغمبر صلے اللہ
علیہ وسلم سے میراث لینا اور (خیبر) کی ان بستیوں کا آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کا مملوک ہونا دونوں صحیح نہیں ہیں۔
اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور تمام اہل بیت کی آپ رض نے
اتنی دلجوئی کی کہ اس سے اُن آزردگیوں کی تلافی ہوگئی جو
پیدا ہوگئی تھیں۔ ان ہی ایام میں ایک اور مشکل پیش آئی جو سب
مشکلات سے بالاتر سمجھی جاسکتی ہے اور وہ یہ تھی کہ زبیر رض نے
اور بنی ہاشم کی ایک جماعت نے حضرت فاطمہ رض کے گھر میں
جمع ہو کر خلافت کے توڑنے کے لئے مشورے شروع کردیئے۔
حضراتِ شیخین رض نے اس کو ایسی تدبیر سے جو ہونا چاہیے
تھی مٹایا اور اس ملال کا تدارک حُسنِ ملاطفت سے فرمایا

برمزاجِ حضرت مرتضیٰ رض عارض شدہ بود بحسن
ملاطفت فرمودند رواۃ ایں قصہ ہر یکے
چیزے را حفظ کرد و چیزے ترک نمود دریں جا
چند روایت بنویسیم تا قضیہ منقح گردد عن
زید بن اسلم عن ابیہ انہ حین بُویع لابی بکر
بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان علی و
الزبیر یدخلان علی فاطمۃ بنت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیشاورونھا و
یرتجعون فی امرھم فلما بلغ ذلک عمر
ابن الخطاب خرج حتی دخل علی فاطمۃ
فقال یا بنت رسول اللہ واللہ ما من
الخلق احدٌ احبّ الینا من ابیکِ و ما من
احدٍ احبّ الینا بعد ابیکِ منکِ وایمُ
اللہِ ما ذاک بمانعی اِن اجتمع ھؤلاء
النفرُ عندکِ ان اُمر بھم ان یُحرّق
علیھم البیتُ قال فلما خرج عمر جاءوھا
فقالت تعلمون ان عمر قد جاءنی
وقد حلف باللہ لئن عدتم لیُحرّقنّ
علیکم البیتَ وایمُ اللہ لیُمضینّ لما
حلف علیہ فانصرفوا راشدین فرَوا رأیکم
ولا ترجعوا الیّ فانصرفوا عنھا فلم یرجعوا
الیھا حتی بایعوا لابی بکر اخرجہ ابن ابی
شیبۃ وعن عائشۃ انّ فاطمۃ رضی اللہ عنھا
بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارسلت
الی ابی بکر الصدیق تسألہ میراثھا من رسول

جو حضرت مرتضیٰ رض کے مزاج پر عارض ہو گیا تھا۔ اس قصہ کے
راویوں میں سے ہر ایک نے ایک چیز کا تو ذکر کر دیا اور ایک چیز کو
ترک کر دیا اس لئے اس موقع پر ہم چند روایتیں لکھتے ہیں
تاکہ واقعہ کی تنقیح ہو جائے۔ مروی ہے زید بن اسلم رض سے وہ اپنے
باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد ابوبکر رض سے بیعت ہو گئی تو علی رض اور زبیر رض فاطمہ رض بنت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے لگے یہ ان سے
مشورے کرتے تھے اور اپنی خاص تجویز کے سلسلہ میں بار بار آجا رہے
تھے۔ جب یہ خبر عمر بن الخطاب رض کو پہنچی تو نکلے اور فاطمہ رض کے پاس
پہنچے اور کہا کہ اے رسول اللہ ص کی بیٹی! خدا کی قسم کوئی تمام مخلوق
میں سے ہمیں تمہارے باپ سے زیادہ محبوب نہ تھا اور اب ہمیں تمہارے
باپ کے بعد کوئی تم سے زیادہ محبوب نہیں اور خدا کی قسم یہ محبت
مجھے اس بات سے روکنے والی نہیں کہ اگر یہ لوگ تمہارے پاس جمع
ہوئے تو میں ان کے بارے میں یہ حکم دوں کہ ان کے اوپر اس گھر کو
پھونک دیا جائے۔ بیان کیا کہ جب عمر رض چلے گئے تو یہ لوگ فاطمہ رض کے
پاس آئے تو فاطمہ رض نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ عمر رض میرے پاس آئے
تھے اور وہ اللہ کی قسم کھا چکے ہیں کہ اگر تم لوگ پھر یہاں جمع ہوئے
تو وہ تمہارے اوپر اس گھر کو جلا دیں گے اور بخدا وہ ضرور ایسا کر
گزریں گے جس پر انہوں نے قسم کھائی ہے۔ بس خیریت سے
واپس ہو جاؤ۔ تمہاری اپنی جو رائے ہو کرتے رہو اور میرے
پاس لوٹ کر نہ آؤ، تو یہ لوگ ان کے پاس سے واپس ہو گئے
اور پھر نہیں آئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے ابوبکر رض سے بیعت کر لی،
اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اور مروی ہے عائشہ رض سے کہ
فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی نے
ابوبکر صدیق رض کو بلایا اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مما افاء اللہ علیہ بالمدینۃ وفدک ومابقی من خمس خیبر فقال ابوبکر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نورث ما ترکنا صدقۃ انما یاکل آل محمد فی ھذا المال وانی واللہ لا اغیر شیئا من صدقۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن حالھا التی کانت علیھا فی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولاعملن فیھا بما عمل بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فابی ابوبکر ان یدفع الی فاطمۃ منھا شیئا فوجدت (غضبت) فاطمۃ علی ابی بکر فی ذلک وقال ابوبکر والذی نفسی بیدہ لقرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الی ان اصل من قرابتی واما الذی شجر بینی وبینکم من ھذہ الاموال فانی لم آل فیھا عن الحق ولم اترک امرا رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصنعہ فیھا الا صنعتہ اخرجہ احمد والبخاری وغیرھما وھذا لفظ احمد وفی روایۃ لہ ان فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سألت ابابکر بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقسم لھا میراثھا مما ترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مما افاء اللہ علیہ فقال لھا ابوبکر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

طرف سے اپنے حصّہ وراثت کا سوال کیا جو اللہ تعالےٰ نے آپ کو دلوایا تھا مدینہ میں اور فدک میں اور خُمسِ خیبر میں سے مابقی کا۔ تو ابوبکر رضؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا (پیغمبروں کا) کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑیں گے وہ صدقہ (یعنی غریبوں کا حق) ہے۔ اس مال سے آلِ محمدؐ صرف کھاتے رہیں اور بخدا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں کچھ تغیّر نہ کروں گا اُس کے اُس حال سے جس پر وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا اور میں اُس میں ضرور وہی عمل کروں گا (یعنی تقسیم) جو اس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے، غرض ابوبکر رضؓ نے اُس میں سے فاطمہ رضؓ کو کچھ دینے سے انکار کردیا تو فاطمہ رضؓ اس پر ابوبکر رضؓ سے ناراض ہوگئیں اور ابوبکر رضؓ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے البتہ قرابت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں نیک برتاؤ کروں اپنی قرابت سے اور رہا یہ اختلاف جو میرے اور تمہارے درمیان ان اموال کے بارے میں واقع ہوا تو میں اس میں حق سے نہیں ہٹا ہوں اور میں نے کسی ایسے امر کو نہیں چھوڑا جس کے بارے میں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جو عمل آپؐ اس میں کرتے تھے وہی میں نے کیا، اس کو احمد اور بخاری وغیرہما نے روایت کیا اور یہ الفاظ احمد کے ہیں۔ اور اُن کی ایک روایت میں یہ ہے کہ فاطمہ بنتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ابوبکر رضؓ سے سوال کیا کہ وہ اُن کا حصّہ میراث اس جائداد میں سے تقسیم کرکے دیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چھوڑی ہے اور اللہ تعالےٰ نے اُن کو دی تھی تو اُن سے ابوبکر رضؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث

قال لا نورث ما ترکناہ صدقۃ فغضبت
فاطمۃ علیہا السلام فہجرت ابا بکر
رضی اللہ عنہ فلم تزل مہاجرتہ حتی
توفیت قال و عاشت بعد وفات
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستۃ اشہر
قال فکانت فاطمۃ علیہا السلام تسأل
ابابکر نصیبہا مما ترک رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم من خیبر و فدک و صدقتہ
بالمدینۃ فابی ابو بکر ذلک علیہا
وقال لست تارکا شیئا کان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یعمل بہ الا عملت
بہ انی اخشی ان ترکت شیئا من امرہ
ان ازیغ فاما صدقتہ بالمدینۃ
فدفعہا عمر الی علی وعباس
فغلبہ علیہا علی واما خیبر و
فدک فامسکہما عمر رضی اللہ عنہ و
قال ہما صدقۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کانتا لحقوقہ التی تعروہ ونوائبہ
وامرہما الی من ولی الامر قال فہما علی
ذلک الیوم اخرجہ احمد وعن عقبۃ بن
الحارث قال خرجت مع ابی بکر رضی اللہ
عنہ من صلوۃ العصر بعد وفات رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلیال و علی

نہ ہوگا ہم جو کچھ چھوڑیں گے وہ صدقہ ہوگا تو فاطمہ علیہا السلام
ناراض ہوگئیں تو ابوبکرؓ کو چھوڑ دیا اور انقطاع تعلق باقی
رکھا یہاں تک کہ اُن کی وفات ہوگئی کہا کہ وہ بعد وفاتِ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چھ ماہ زندہ رہیں۔ کہا کہ فاطمہ
علیہا السلام ابوبکرؓ سے سوال کرتی تھیں اپنے حصہ کا اس میں
سے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا تھا یعنی خیبر اور
فدک اور آپ کا صدقہ جو مدینہ میں تھا تو ابوبکرؓ نے اُن سے اسکا
انکار کردیا اور کہا تھا کہ میں کوئی چیز چھوڑنے والا نہیں ہوں جسپر
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عمل کرتے تھے مگر مجھے بھی اس پر عمل
کرنا ہے۔ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ میں نے اگر آپؐ کے امر میں سے
کسی چیز کو ترک کردیا تو میں حق سے پھر جاؤں۔ ہاں جو آپؐ کا مدینہ
کا صدقہ تھا اس کو عمرؓ نے علیؓ اور عباسؓ کو دیدیا تھا۔
(بطور تولیت) تو غالب رہے۔ اُس صدقہ میں عباسؓ پر علیؓ۔
رہا خیبر اور فدک تو اُن دونوں کو عمرؓ نے روک لیا تھا اور فرمایا
کہ یہ دونوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایسا صدقہ ہیں جو اُن
حقوق کے پورا کرنے کے لئے تھے جو آپ کو پیش آتے تھے اور
آپ کے نوائب (یعنی حوادث و فتنہ) کے لئے تھے اور ان دونوں
کا معاملہ سپردگی میں رہے گا اس کے جو ولیِ امر (یعنی خلیفہ)
ہو۔ کہا کہ یہ دونوں آج تک اسی حال پر ہیں۔ اور مروی ہے عقبہؓ
ابن الحارث سے کہا کہ میں نکلا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز
عصر کے بعد جب کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر چند
راتیں گزری تھیں اور علیؓ آپؓ کے پہلو میں چل رہے تھے تو اُن کا
گزر حسن بن علیؓ پر ہوا جو کہ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے

ع مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ نے تحفۂ اثناعشریہ میں باغ فدک کے قصہ کی تفصیل اور اس حدیث کی شرح بلیغ انداز کے ساتھ کی ہے جو خواہشمند ہو وہ اس کا مطالعہ کرے ۲

يمشي الى جنبه فمرّ بحسن بن عليّ يلعبُ مع
غلمانٍ فاحتملَ على رَقَبَتِهٖ وَقال وَاَبى شبيهٌ
بالنبيّ ليس شِبيهًا بعليّ وقال وعليٌّ (تبسمیہ ۱۲) رضى الله
يضحك اخرجه احمد وعن عايشة انّ
فاطمة ارسلت الى ابى بكر تسأله عن
ميراثها من النبى صلى الله عليه وسلم
مما افاء الله على رسوله من المدينة
وفدك وما بقى من خمس خيبر فقال ابوبكر
انّ رسول الله صلى الله عليه وسلم
قال لا نُوْرَثُ ما تركنا صدقة انما
ياكلُ ال محمد من هذا المال و
انى والله لا اُغيّر شيئًا من صدقة
رسول الله صلى الله عليه وسلم عن حالها
التى كانت عليها فى عهد رسول الله صلى الله
عليه وسلم ولاَعملنّ فيها بما عمل رسول
الله صلى الله عليه وسلم فابى ابوبكر ان يدفع
الى فاطمةَ منها شيئًا فوجدت فاطمةُ على
ابى بكر فى ذلك فهجرتْه فلم تكلمه حتى توفيت
وعاشت بعد النبىّ صلى الله عليه وسلم ستة
اشهر فلما توفيت دفنها زوجها عليٌّ ليلاً ولم
يُؤْذِن بها ابابكر وصلى عليها وكان لعليٍّ من
الناس وجهٌ (يجبر ۱۲) حيوةَ فاطمة فلمّا توفيت استنكر
عليٌّ وجوهَ النّاسِ فالتمس مصالحةَ ابى بكر و
مبايعتَه ولم يكن بايع تلك الاشهر فارسل
الى ابى بكر انِ ائتنا ولا يأتينا معك احدٌ

تو ابوبکرؓ نے اُن کو اُٹھاکر اپنے کندھے پر رکھ لیا اور کہا کہ میرا باپ اس پر قربان (یہ محاورہ کلام ہے) یہ مشابہ ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے علیؓ کے مشابہ نہیں ہے۔ کہا اور علیؓ ہنس رہے تھے، اس کو روایت کیا احمد نے۔ اور مروی ہے عائشہؓ سے کہ فاطمہؓ نے ابوبکرؓ کو بُلا بھیجا اور اُن سے سوال کیا اپنے حصۂ وراثت کا جو اُن کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پہنچتا تھا اُس میں سے جو اللہ نے اپنے رسولؐ کو دیا تھا مدینہ میں سے اور فدک میں سے اور خیبر کے پانچویں حصہ کے باقی ماندہ میں سے۔ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم (پیغمبر) جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔ اس مال میں سے آلِ محمدؐ صرف کھائیں گے اور میں واللہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں جس حال پر وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا اُس کی کسی چیز میں تغیر نہ کروں گا اور میں اس میں ضرور وہی عمل کروں گا جو عمل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ تو ابوبکرؓ نے اس سے انکار کردیا کہ فاطمہؓ کو اس میں سے کچھ دیں۔ اس سے فاطمہؓ ابوبکرؓ سے ناراض ہوگئیں اور اُن کو چھوڑ دیا اور اُن سے کلام نہیں کیا یہاں تک کہ انتقال ہوگیا اور وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد چھ مہینے زندہ رہیں۔ جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے شوہر حضرت علیؓ نے ان کو رات میں ہی دفن کردیا اور اس وفات کی اطلاع ابوبکرؓ کو نہیں دی۔ اور ان پر نماز انھوں نے ہی پڑھی۔ اور علیؓ کی لوگوں میں خاص عزت رہی فاطمہؓ کی زندگی تک۔ پھر جب ان کا انتقال ہوگیا تو علیؓ نے لوگوں کے رُخ بدلے ہوتے پائے تو ابوبکرؓ سے مصالحت اور ان سے بیعت کی درخواست کی اور ان مہینوں میں وہ بیعت نہیں کر رہے تھے پھر انھوں نے ابوبکرؓ

كراهية ليحضر عمر فقال عمر واللہ
لا تدخل عليهم وحدك فقال
ابو بكر وما عسيتهم ان يفعلوه بى
واللہ لآتينهم فدخل عليهم ابو بكر
فتشهد على فقال انا قد عرفنا
فضلك وما اعطاك اللہ ولم ننفس (حسد نہ بردیم)
عليك خيرا ساقه اللہ اليك ولكنك
استبددت علينا بالامر وكنا نرى
لقرابتنا من رسول اللہ صلى اللہ عليه
وسلم ان لنا نصيبا حتى فاضت عينا
ابى بكر فلما تكلم ابو بكر قال والذى
نفسى بيده لقرابة رسول اللہ صلى
اللہ عليه وسلم احب الى من ان اصل
قرابتى واما الذى شجر بينى و
بينكم من هذه الاموال فانى
لم آل فيها عن الخير ولم اترك
امرا رأيت رسول اللہ صلى اللہ عليه
وسلم يصنعه فيها الا صنعته فقال
على لابى بكر موعدك العشية للبيعة
فلما صلى ابو بكر الظهر رقى المنبر
فتشهد وذكر شأن على وتخلفه
عن البيعة وعذره (عذر قبول کردہ) بالذى اعتذر
اليه ثم استغفر وتشهد على فعظم (خطب)
حق ابى بكر وحدث انه لم يحمله
على الذى صنع نفاسة (حسد) على ابى بكر

کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ ہمارے پاس آئیں اور تمہارے ساتھ کوئی
دوسرا نہ آئے اس کراہیت کی وجہ سے کہ عمرؓ ضرور ساتھ
ہوں گے۔ اس پر عمرؓ نے کہا واللہ آپ اُن کے پاس تنہا
نہ جائیں۔ تو ابو بکرؓ نے کہا کہ واللہ مجھے امید نہیں کہ وہ میرے
ساتھ (بُرا معاملہ) کریں گے۔ واللہ میں اُن کے پاس
ضرور جاؤں گا۔ اور اُن کے پاس ابو بکرؓ پہنچ گئے۔ تو
علیؓ نے کلمۂ شہادت پڑھا اور کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ ہم
آپ کی بزرگی کو پہچانتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے آپ کو دیا ہے
اور اُس خیر پر جو اللہ نے آپ کی طرف بھیجدی ہے ہم نے
آپ کے اُوپر حسد نہیں کیا۔ لیکن آپ نے اس امر (یعنی
خلافت) کے سلسلہ میں اکیلے اکیلے ہی سب کچھ کیا اور
ہم خیال کرتے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنی
قرابت کی وجہ سے کہ (مشاورت میں) ہمارا حصہ ہوگا۔ یہاں تک
کہ ابو بکرؓ کے آنسو بہنے لگے۔ پھر جب ابو بکرؓ نے گفتگو شروع کی تو فرمایا
کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ البتہ رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں اپنی
قرابت کے ساتھ ناطہ جوڑوں۔ رہی وہ بات کہ ان اموال کے سلسلہ میں
میرے اور تمہارے درمیان اختلاف واقع ہوا تو یقیناً میں اُن کے بارے
میں خیر سے نہیں ہٹا اور نہ میں نے کسی ایسے کام کو چھوڑا جو میں نے
اُن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا، مگر میں نے
وہی کیا۔ اس کے بعد علیؓ نے ابو بکرؓ سے کہا آپ سے بیعت کیلئے شام
کو آنے کا وعدہ ہے۔ پھر جب ابو بکرؓ نے نماز ظہر پڑھ لی تو منبر پر چڑھے
اور کلمۂ شہادت پڑھا اور علیؓ کی شان کا ذکر کیا اور ان کی بیعت سے
تخلف کا اور حضرت علیؓ کے اس عذر کو قبول کرنے کا اظہار کیا جو انھوں نے
ان سے کیا تھا۔ اس کے بعد (علیؓ نے) استغفار کیا اور کلمۂ شہادت

ولٰکن انکار الذی فضّل اللہ بہ
وَلٰکنّا کنّا نرٰی لنا فی ھٰذا الامر
ای المشورۃ کما یدلّ علیہ بقیۃ
الرّوایات نصیبًا فاستبدّ علینا
فوجدنا فی انفسنا فسرّ بذٰلک
المسلمون و قالوا اصبتَ و
کانَ المسلمون الی علیّ قریبًا
حین راجعَ الاَمر المعروف
رواہ البخاری وعن ابی سعید
الخدریّ قال قال ابوبکر الستُ
احقّ الناس بھا الستُ اوّل من اَسلمَ
الستُ صاحبَ کذا الستُ صاحبَ
کذا رواہ الترمذی بعد ازاں اہم مہمات
نزدیک حضرت صدّیق رض آں بود
کہ برائے اُمّتِ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم قاعدہ مرتّب فرماید تا در
مسائلِ اجتہادیہ بکدام راہ سلوک نمایند
وترتیب ادلّہ شرعیہ بچہ اسلوب بعمل
آرند اِلٰی یومنا ہٰذا ہمہ مجتہدین بر
ہمیں قاعدہ عمل می کنند و وے رضی اللہ
عنہ شیخ و اُستاد جمیع مجتہدین شد بوضع
ایں قاعدہ عن میمونٰ بن مھران
قال کان ابوبکرٍ اذا ورد علیہ الخصمُ
نظر فی کتاب اللہ فاذا وجد فیہ

پڑھ کر ابوبکر رض کے حق کی عظمت کا اظہار کیا اور بیان کیا کہ جو کچھ اُنھوں نے (توقف) کیا اس پر اُن کو ابوبکر رض پر حسد نے برانگیختہ نہیں کیا اور نہ اُن فضائل سے انکار کی بنا پر کیا جن سے اللہ تعالٰی نے اُن کو فضیلت بخشی، لیکن ہم یہ خیال کر رہے تھے کہ اس امر میں (یعنی مشورہ میں جیسا کہ اس پر بقیہ روایات دلالت کرتی ہیں[1]) ہمارا بھی حصہ ہوگا مگر ہم کو الگ (یعنی نظرانداز) کر دیا تو ہم نے اپنے نفوس میں اس کا رنج پایا۔ تو اس سے سب مسلمان خوش ہوئے اور سب نے کہا کہ آپ نے اچھا (اقدام) کیا اور سب مسلمان (اب) علی رض سے قریب ہو گئے جب اُنھوں نے اس نیک کام کی طرف رجوع کر لیا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور مروی ہے ابوسعید خدری رض سے کہا کہ ابوبکر رض نے (سقیفہ بنی ساعدہ میں) کہا کہ کیا میں اس (خلافت) کا سب لوگوں سے زیادہ مستحق نہیں ہوں؟ کیا میں سب سے اوّل اسلام لانیوالا شخص نہیں ہوں؟ کیا میں فلاں فضیلت والا نہیں ہوں؟ کیا میں فلاں بات والا نہیں ہوں؟ اس کو ترمذی نے روایت کیا۔ اس کے بعد اہم مہمات حضرت صدّیق رض کے نزدیک یہ کام تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لئے ایک قاعدہ مرتب فرمادیں کہ مسائل اجتہادیہ میں لوگ کس راہ پر چلیں اور دلائل شرعیہ کی ترتیب کس اسلوب کے ساتھ عمل میں لائیں۔ ہمارے آج کے دن تک تمام مجتہدین اسی قاعدہ پر عمل کر رہے ہیں اور صدّیق رضی اللہ عنہ شیخ اور اُستاد تمام مجتہدین کے ہوئے اس قاعدہ کو وضع فرمانے کی وجہ سے۔ مروی ہے میمون بن مہران سے کہا کہ ابوبکر رض کے پاس جب کوئی مدعی آتا تو وہ نظر کرتے کتاب اللہ میں اگر اس میں وہ بات پاتے جس سے اُن کے درمیان فیصلہ کر دیں

[1] اس عبارت کو قوسین کے درمیان اس لئے کر دیا کہ حضرت مصنفؒ کی طرف سے ہے جس میں ہٰذا الامر کا مشار الیہ ذکر کیا گیا ہے ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

مایقضی بینھم قضی بہ وان لم یکن فی الکتاب وعلم من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی ذلک سنۃً قضی بہ فان اعیاہ خرج فسأل المسلمین و قال اتانی کذا وکذا فھل علمتم ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قضی فی ذلک بقضاءٍ فربما اجتمع الیہ النفر کلھم یذکر من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فیہ قضاءً فیقول ابو بکر الحمد للہ الذی جعل فینا من یحفظ علی نبینا فان اعیاہ ان یجد فیہ سنۃً من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جمع رءوس الناس واخیارھم فاستشارھم فاذا اجتمع رأیھم علی امرٍ قضی بہ رواہ الدارمی بعد ازاں درمیراث جدہ مسئلہ وارد شد حضرت صدیق رض تفحص بلیغ فرمود تا آنکہ حدیث ظاہر شد و مسئلہ منقح گشت عن الزھری قال جاءت الی ابی بکر جدۃٌ ام اب او ام ام فقالت ان ابن ابنی او ابن ابنتی توفی وبلغنی ان لی نصیباً فمالی فقال ابو بکر ما سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال فیھا شیئاً و سأسأل الناس فلما صلی الظھر فقال ایکم سمع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال فی الجدۃ

تو اُس کے مطابق فیصلہ کردیتے اور اگر کتاب میں نہ ہوتا اور اُن کو اس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی سُنّت کا علم ہوتا تو اسکے مطابق فیصلہ کردیتے۔ پھر اگر اس سے بھی عاجز ہوتے تو مسلمانوں سے سوال کرتے اور فرماتے کہ میرے پاس ایسا اور ایسا مسئلہ آیا ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کیا ہے؟ تو بسا اوقات ایسا ہوتا کہ سب کی نظر ایک ہی بات پر جمع ہوجاتی ہر ایک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں ایک ہی فیصلہ کا ذکر کرتا تو ابو بکر رض کہتے اللہ کا شکر ہے جس نے ہم میں ایسے لوگ رکھے جو ہمارے نبیؐ کی باتیں محفوظ رکھتے ہیں۔ پھر اگر اس سے عاجز ہوجاتے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سُنّت میں سے کوئی بات پائیں تو لوگوں میں سے ممتاز اور اخیار لوگوں کو جمع کرتے اور ان سے مشورہ لیتے تو جب اُن کی رائے کسی بات پر متفق ہوجاتی تو اس کے مطابق فیصلہ کردیتے، اس کو روایت کیا دارمی نے۔ اس کے بعد دادی کی میراث کا مسئلہ آپ کے سامنے آیا تو حضرت صدیق رض نے بہت جستجو کی یہانتک کہ ایک حدیث ظاہر ہوگئی اور مسئلہ واضح ہوگیا۔ مروی ہے زہریؒ سے کہا کہ ابو بکر رض کے پاس ایک جدہ آئی یعنی باپ کی ماں یا ماں کی ماں اور کہنے لگی کہ میرے بیٹے کے بیٹے کی یا بیٹی کے بیٹے کی وفات ہوگئی اور مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ میرا بھی کچھ حصّہ ہے تو وہ کیا ہے؟ تو ابو بکر رض نے کہا کہ میں نے اسکے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں سُنا کہ آپؐ نے اسکے بارے میں کچھ فرمایا اور میں عنقریب لوگوں سے پوچھونگا۔ تو جب آپ نے ظہر کی نماز پڑھ لی تو فرمایا کہ تم میں سے کسی نے

شيئًا فقال المغيرة بن شعبة انا قال ماذا قال اعطاها رسول الله صلى الله عليه وسلم سدسًا قال أيعلم ذلك احدٌ غيرُك فقال محمد بن مسلمة صدق (مغیرہ ۱۲) فاعطاها ابوبكر السدس فجاءت الى عمر مثلها فقال ما ادري ما سمعتُ من رسول الله صلى الله عليه وسلم فيها شيئًا وسأسأل الناس فحدثوه بحديث المغيرة بن شعبة و محمد بن مسلمة فقال عمر ايتكما خلت به (الجدتان ۱۲) فلها السدس فان اجتمعتما فهو بينكما رواه مالك والدارمي وهذا لفظ الدارمي

بعد ازاں در میراث جد اختلاف افتاد کہ وے عند عدم الاب بمنزلہ اب است یا حالتِ او متردد است شبیہے بہ پدر دارد و شبیہے بہ برادر صحابہ رض دریں باب اقوالِ شتیٰ دارند فاروقِ اعظم رض قولے دارد و علی مرتضیٰ رض قولے و عبد اللہ بن مسعود رض قولے و زید بن ثابت رض قولے و از ہمہ نوعے تردد و رجوع منقول گشتہ ثابت ترین ہمہ اقوال دریں باب قول صدیقِ اکبر رض است قال ابن عباس و ابن الزبیر اما الذی قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (فی حقہ ۱۲) لو كنتُ متخذًا احدًا خليلًا لاتخذته

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ نے جدّہ کے بارے میں کچھ فرمایا ہے تو مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ مَیں نے۔ فرمایا کہ کیا؟ کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھٹا حصّہ دیا ہے۔ فرمایا کہ کیا اس بات کو تیرے سوا کوئی اور بھی جانتا ہے تو محمد بن مسلمہ رض نے کہا کہ مغیرہ رض نے سچ کہا ہے۔ تو ابو بکر رض نے اس کو چھٹا حصّہ دیدیا۔ پھر عمر رض کے پاس ایسی ہی ایک عورت آئی۔ تو انھوں نے کہا کہ میں نہیں جانتا مَیں نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سُنا، اور میں عنقریب اس کے بارے میں لوگوں سے پوچھوں گا۔ تو لوگوں نے اُن سے مغیرہ بن شعبہ رض اور محمد بن مسلمہ رض کی حدیث بیان کی تو عمر رض نے فرمایا کہ تم دونوں (دادی اور نانی) میں سے جو تنہا ہو تو اس کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر تم دونوں جمع ہو جاؤ تو وہ (چھٹا حصّہ) تم دونوں کے درمیان (تقسیم) ہوگا، روایت کیا اس کو مالک اور دارمی نے اور یہ لفظ دارمی کے ہیں۔ اس کے بعد جدّ (دادا) کی میراث میں اختلاف واقع ہوا کہ وہ باپ نہ ہونے کے وقت بمنزلہ باپ کے ہے یا اس کی حالت متردّد ہے کچھ مشابہت تو باپ کے ساتھ رکھتا ہے اور کچھ مشابہت بھائی کے ساتھ۔ صحابہ رض اس بارے میں مختلف اقوال رکھتے ہیں۔ ایک قول فاروقِ اعظم رض کا ہے اور ایک قول علی مرتضیٰ رض اور عبد اللہ بن مسعود رض کا ایک قول اور زید بن ثابت رض کا ایک قول اور سب کی طرف سے تردّد اور (اپنے قول سے) رجوع منقول ہے۔ اس باب میں تمام اقوال سے پختہ ترین صدیقِ اکبر رض کا قول ہے۔ ابن عباس رض اور ابن الزبیر رض نے کہا کہ اس شخص نے جس کے حق میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ اگر میں کسی شخص کو اپنا خلیل بنانیوالا ہوتا تو اس کو خلیل بناتا اسی کو (یعنی جد کو)

خلیلاً قد جعله ابا اخرج قول الاوّل (ابن عباسؓ)
الدارمیؒ وقول الثانی (ابن الزبیرؓ) البخاری وقال
الحسنؒ ان الجدّ قد مضت سُنّته وان
ابابکرؓ جعل الجدّ ابا ولکن الناس تحیّروا
اخرجہ الدارمی بعد ازاں در تفسیر کلالہ اختلاف
واقع شد و در جواب آں اکثر صحابہؓ راعیّ
در گرفت عقبۃ بن عامرؓ جُہنی گفت
ما اعضل باصحاب النبیؐ صلے اللہ علیہ
وسلم شیئٌ ما اعضلتْ بہم الکلالۃُ صدیقِ
اکبرؓ متصدّی جواب آں شد عن الشعبی
قال سُئِلَ ابوبکرؓ عن الکلالۃ فقال
انّی ساقول فیہا برأیی فان کان صوابًا
فمن اللہ وان کان خطأً فمنّی ومن الشیطان
أُراہ ما خلا الوالد والولد فلمّا استخلف
عمر قال انّی لَاَستحیی ان اَرُدَّ شیئًا
قالہ ابوبکرؓ اخرجہ الدارمیؒ بعد ازاں
در حدِّ شُربِ خمر تحیّرے رُو داد بآں جہت
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بحضور
شریف شارب خمر را بضرب امر مے
فرمود چوں مقدارے کہ میخواست بعمل
مے آمد منع مے فرمودند و بس مے
فرمودند و لہذا قدرِ آں معیّن
نشد صدیقِ اکبرؓ بر چہل ضربہ

باپ قرار دیا، قولِ اوّل (یعنی ابن عباسؓ) کو دارمی نے اور دوسرے
(یعنی ابن الزبیرؓ) کے قول کو بخاری نے روایت کیا۔
اور حسنؒ نے کہا کہ جد کے بارے میں سنّت جاری ہوگئی
اور ابوبکرؓ نے جد کو باپ قرار دیدیا لیکن لوگ حیرت میں
مبتلا رہے، اس کو روایت کیا دارمی نے۔ اس کے بعد
کلالہ کی تفسیر میں اختلاف واقع ہوا۔ اس کے جواب میں
اکثر صحابہؓ کو عجز لاحق ہوگیا۔ عقبہ بن عامر جُہنیؓ کا
قول ہے کہ اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کسی چیز کے بارے
میں اتنی الجھن میں نہیں پڑے جس قدر الجھن میں کلالہ
(کی تفسیر) میں پڑے۔ صدیق اکبرؓ اس کے جواب کے
لئے تیار ہوئے۔ مروی ہے شعبیؒ سے کہا کہ سوال کیا گیا
ابوبکر صدیقؓ سے کلالہ کے (معنے) کے بارے میں، تو
فرمایا کہ میں اس میں جو کچھ کہوں گا اپنی رائے سے کہوں گا
اور وہ صحیح ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر خطا رہے تو
میری اور شیطان کی طرف سے ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کلالہ
وہ ہے جو نہ والد کو (یعنی باپ دادا وغیرہ اُوپر کے مرتبہ کے
ورثاء) کو چھوڑے اور نہ اولاد کو (یعنی بیٹے پوتے وغیرہ نیچے
کے مرتبہ کے وُرثاء کو) تو جب عمرؓ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے کہا
کہ مجھے اللہ سے حیا معلوم ہوتی ہے کہ میں اُس بات کو ردّ کردوں
جس کو ابوبکرؓ نے فرمایا، اس کو روایت کیا دارمی نے۔ اسکے بعد شراب پینے
کی حد میں ایک تحیر پیدا ہوا اس وجہ سے کہ آنحضرتؐ اپنے حضور شریف (یعنی
موجودگی) میں شارب خمر کے لئے مارنے کا حکم دیتے تھے۔ جب وہ مقدار جو
آپؐ چاہتے تھے پوری ہو جاتی تھی تو منع کر دیا کرتے تھے

ع یہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہے، "انا النبی لا کذب، انا ابن عبد المطلب"۔ اس میں آپؐ نے اپنے کو اپنے دادا عبد المطلب کا بیٹا فرمایا تھا ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

تعین آں کرد عن ابن عباس قال ان الشراب
کانوا یضربون علی عہد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالایدی و
النعال حتی توفی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم وکانوا فی خلافۃ ابی بکر اکثر
منہم فی عہد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فقال ابو بکر لو فرضنا لہم
حداً فتوخی نحواً مما کانوا یضربون
علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فکان ابو بکر یجلدہم اربعین حتی
توفی الحدیث اخرجہ الحاکم والبیہقی
وغیرہما واللفظ للحاکم بعد از آنکہ
خدای عزوجل ہزیمت بر مرتدین انداخت و
مرتدین جوق جوق نادم شدہ پیش حضرت صدیق
آمدند وے رضی اللہ عنہ درباب آنجماعات
کلمات عجیبہ بقدر حال ہر جمعے ارشاد می فرمود
عن طارق بن شہاب عن ابی بکر انہ
قال لوفد بزاخۃ تتبعون اذناب
الابل حتی یری اللہ خلیفۃ نبیہ
والمہاجرین امراً یعذرونکم بہ اخرجہ
البخاری وفی روایۃ عبید اللہ بن
عبد اللہ لما ارتد من ارتد علی عہد
ابی بکر اراد ابو بکر ان یجاہدہم
فقال لہ عمر أتقاتلہم وقد سمعت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول

اور بس فرمادیتے تھے اس وجہ سے اس کی مقدار متعین نہ ہوئی. صدیق
اکبر رضؓ نے چالیس ضربوں پر اس کا تعین کر دیا. مروی ہے ابن عباسؓ
سے کہا کہ شراب پینے والے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ
میں پیٹے جاتے تھے ہاتھوں سے اور جوتوں سے یہاں تک کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور ایسے لوگ ابوبکرؓ
کی خلافت کے زمانہ میں زیادہ ہوگئے اُن سے جو رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے تو ابوبکرؓ نے کہا کہ بہتر ہے کہ ایسے
لوگوں کے لئے ہم ایک حد مقرر کردیں تو انھوں نے جستجو کی
اُس مقدار کی جس سے یہ لوگ پیٹے جاتے تھے رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو ابوبکرؓ اُن کے چالیس کوڑے
لگواتے رہے اپنی وفات تک، الحدیث، اس کو حاکم اور
بیہقی وغیرہما نے روایت کیا اور لفظ حاکم کے ہیں. بعد
اس کے کہ خدائے عزّ وجلّ نے مرتدین میں بھگدڑ ڈال دی اور
مرتدین جوق در جوق نادم ہو کر حضرت صدیقؓ کے سامنے
آنے لگے اور آپ رضی اللہ عنہ ان میں سے ہر جماعت کے بارے
میں ان کے حسب حال کلمات عجیبہ ارشاد فرماتے تھے. مروی
ہے طارق بن شہابؓ سے وہ روایت کرتے ہیں ابوبکرؓ سے کہ
اُنھوں نے وفد بزاخہ سے فرمایا کہ تم اونٹوں کی دموں کے پیچھے
لگے رہتے رہو یہاں تک کہ اللہ تعالٰے نے دکھا دیا اپنے نبیؐ
کے خلیفہ اور مہاجرین کو ایسا امر جس سے وہ تمہارے عذر کے
سبک ہونے کو سمجھ لیں، روایت کیا اس کو بخاری نے. اور عبید اللہؓ
ابن عبد اللہ کی روایت میں ہے کہ جب مرتد ہونے والے مرتد ہوتے
ابوبکرؓ کے زمانہ میں تو ابوبکرؓ نے ارادہ کیا کہ اُن کے ساتھ جہاد
کریں تو اُن سے عمرؓ نے کہا کہ کیا آپ ان کے ساتھ قتال
کریں گے حالانکہ آپ سن چکے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے

من شهد ان لا اله الا الله وان
محمداً رسول الله حرم ماله ودمه
الا بحق وحسابه على الله فقال
ابوبكر انا لاقاتل من فرق بين
الصلوٰة والزكوٰة والله لاقاتلن
من فرق بينهما حتى اجمعهما قال
عمر فقاتلنا معه فكان والله رشداً
فلما ظفر بمن ظفر به منهم قال
اختاروا بين خطتين اما حرب
مجلية واما الخطة المخزية
قالوا هذه الحرب المجلية
قد عرفناها فما الخطة المخزية
قال تشهدون على قتلانا انهم في
الجنة وعلى قتلاكم انهم في النار
ففعلوا رواه ابن ابي شيبة بعد ازاں حضرت
صدیقؓ بنا بر رؤیائی و الہامیکہ بخاطرش
در دادند مصمم فرمود کہ برائے جہادِ شام فوج
مسلمین را فرستد یزید بن ابی سفیان را امیر
چہار یک شام ساخت و وقتِ وداعِ او
وصایائے عجیبہ فرمود کہ دستور العمل
امراءِ مسلمین شد در جمیع امصار و اعصار
عن یحیی بن سعید ان ابا بکر الصدیق
بعث جیوشاً الی الشام فخرج یمشی
مع یزید بن ابی سفیان وکان امیر
ربع من تلک الارباع فزعموا ان یزید قال

آپ فرماتے تھے کہ جس نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کا رسول ہے تو اس کا مال اور خون حرام ہے بجز۔۔۔۔ کسی حق کے اور اُس کا حساب اللہ کے حوالہ ہے۔ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ میں ضرور ہر ایسے شخص سے قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرے واللہ میں ضرور قتال کروں گا ایسے لوگوں سے جو دونوں (فرضوں) کے درمیان تفریق کریں (کہ صرف نماز کو فرض سمجھیں اور زکوٰۃ کو نہ سمجھیں جس طرح نماز کے انکار کو الاّ بحقہا فرما کر حرمتِ مال ودم سے مستثنیٰ کیا گیا ہے زکوٰۃ اور دیگر ضروریاتِ دین بھی اسکے ساتھ شامل ہیں) یہانتک کہ وہ ان دونوں کو جمع کریں۔ عمرؓ نے بیان کیا کہ پھر ہم نے ان کے ساتھ مل کر قتال کیا تو واللہ دو واضح ہوگیا کہ) یہ کار نیک تھا۔ جب ابوبکرؓ فتمند ہوگئے ان میں سے جن پر فتمند ہوتے ان سے فرمایا کہ تم دو حال میں سے ایک حال اختیار کرو یا حرب مُجلیہ (یعنی جلا وطنی پر مجبور کردینے والی جنگ) اور یا خطۂ مخزیہ (یعنی رسوائی میں ڈال دینے والی حالت) تو اُنھوں نے یہ کہا کہ حرب مُجلیہ جو آپ نے کہا اس کو تو ہم سمجھ گئے۔ مگر خطۂ مخزیہ کیا ہے؟ فرمایا وہ یہ ہے کہ تم شہادت دو ہمارے مقتولوں کے بارے میں کہ وہ جنّت میں ہیں اور اپنے مقتولوں کے بارے میں کہ وہ دوزخ میں ہیں، تو اُنھوں نے ایسا کیا، روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہ نے۔ اس کے بعد حضرت صدیقؓ نے ایک خواب اور اس الہام کی بنا پر جو آپ کے دل میں ڈالا گیا مصمم ارادہ کیا کہ شام سے جہاد کے لئے مسلمانوں کی فوج بھیجیں تو آپ نے یزید بن ابی سفیانؓ کو ایک چوتھائی حصّۂ شام کا امیر بنایا اور اُن کو رخصت کرنے کے وقت اتنی عجیب وصیتیں فرمائیں جو امراءِ مسلمین کیلئے تمام شہروں اور تمام زمانوں میں دستور العمل بن گئیں۔ مروی ہے یحییٰ بن سعیدؒ سے کہ ابوبکر صدیقؓ نے شام کی طرف لشکر بھیجے پھر پیدل چلتے ہوئے نکلے یزید بن ابی سفیانؓ کیساتھ جو سواری پر بیٹھے ہوئے تھے) اور وہ (شام کے) ان چار حصّوں میں سے ایک حصّہ پر امیر تھے

لابی بکر اما ان ترکب واما ان انزل
فقال ابو بکر ما انت بنازلٍ وما انا
براکبٍ انی احتسبتُ خُطای ھذہ فی
سبیل اللہ ثم قال انک ستجد قوماً
زعموا انھم حبسوا انفسھم فی سبیل اللہ
فذرھم وما زعموا انھم حبسوا انفسھم
لہ وستجد قوماً فحصوا عن اوساط رؤسھم
من الشعر فاضربْ ما فحصوا عنہ بالسیف
وانی موصیک بعشرٍ لا تقتلنّ امرأۃً و
لا صبیاً ولا کبیراً ھرماً ولا تقطعنّ شجراً
مثمراً ولا تخربنّ عامراً ولا تعقرنّ
شاۃً ولا بعیراً الا لمأکلۃٍ ولا تحرقنّ نخلاً
ولا تغرقنّہ ولا تغلل ولا تجبن اخرجہ
مالک فی المؤطا عن یزید بن ابی سفیان
قال قال ابو بکر رضی اللہ عنہ حین بعثنی
الی الشام یا یزید ان لک قرابۃً خشیتُ
ان تؤثرھم بالامارۃ وذلک اکبر ما
اخافُ علیک فان رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم قال من ولی من امر المسلمین
شیئاً فامّر علیھم احداً محاباۃً فعلیہ لعنۃ
اللہ لا یقبل اللہ منہ صرفاً ولا
عدلاً حتی یدخلہ جھنم ومن اعطی
احداً حمی اللہ فقد انتھک فی حمی اللہ
شیئاً بغیر حقہ فعلیہ لعنۃ اللہ او قال
تبرأت منہ ذمۃ اللہ عز وجل

تو لوگوں نے یہ اندازہ کیا کہ یزیدؓ نے ابو بکرؓ سے کہا کہ یا تو آپ سوار ہوں
یا میں اُتروں تو ابو بکرؓ نے فرمایا نہ تمہارے اُترنے کی ضرورت نہ
میرے سوار ہونے کی کیونکہ میں نے اپنے قدموں سے اللہ کے
راستہ میں چلنے کی نیت کر رکھی ہے۔ پھر فرمایا تم وہاں پہنچکر
ایسے لوگوں کو پاؤ گے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے
آپ کو اللہ کے راستہ میں لگا رکھا ہے تو اُن کو اُن کے اس
گمان پر کہ انھوں نے خود کو اللہ کے کام میں لگا رکھا ہے چھوڑ دینا
اور تم ایسی قوم کو بھی پاؤ گے جو اپنی چندیا کے بال نکال دیتے ہیں
(اِدھر اُدھر بال رکھتے ہیں) اُس چندیا پر تلوار کی ضرب لگاؤ۔ اور
میں تم کو دس وصیتیں کرتا ہوں، ہرگز قتل نہ کرنا کسی عورت کو اور نہ
لڑکے کو اور نہ بڑی عمر والے بوڑھے کو اور نہ کسی پھل دینے والے درخت
کو کاٹنا اور نہ کسی آبادی کو اُجاڑنا اور نہ کسی بکری یا اونٹ کی کونچیں
کاٹنا بجز اسکے کھانے کی وجہ کے اور نہ کسی درخت خرما کو پھونکنا اور
نہ کھودنا اور نہ خیانت کرنا اور نہ بزدلی کرنا، ان کو امام مالکؒ نے
ذکر کیا موطا میں۔ مروی ہے یزید بن ابی سفیانؓ سے کہا کہ جب مجھے
ابو بکرؓ نے شام کی طرف بھیجا تو فرمایا کہ اے یزید! تجھ سے
قرابت ہے مجھے اندیشہ ہے کہ تو لوگوں پر امارت کی وجہ سے اپنی
برتری نہ جتانے لگے اور یہ سب سے بڑا اندیشہ ہے تجھ سے کیوں کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو متولی ہو جائے
مسلمانوں کے اموریں سے کسی امر کا پھر وہ لوگوں پر کسی شخص کو امیر
بنائے باہمی عطیہ وبخشش کے طور پر تو اس پر اللہ کی لعنت، نہ اُسکے
فرض قبول کئے جائیں گے اور نہ نفل یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ اس کو
جہنم میں داخل کریگا اور جس نے کسی کو دیدی اللہ کی محفوظ چیز (مثلاً مال
یا صدقات کے جانور جو اسکی حفاظت میں تھے) تو اس نے اللہ کی حرمت میں
تصرف کیا بغیر اس کا حق حاصل ہونے کے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے یا یہ فرمایا

اخرجہ احمد وذکر الواقدی فی کتاب
فتوح الشام فی قصۃ وصیۃ ابی بکر
لیزید بن ابی سفیان عند الوداع فقال
تقدم یزید بن ابی سفیان وقال یا
خلیفۃ رسول اللہ اوصنی فقال اذا
سرت فلا تعنف الی اخر
الوصیۃ (درشتی مکن ۱۲) وذکر الواقدی ایضاً
فی قصۃ وصیۃ ابی بکر لعمرو بن
العاص عند وداعہ وتولیتہ علی
جیش المسلمین فقال ابو الدرداء
کنت مع عمرو بن العاص فی جیشہ الخ
بالجملہ ازیں جنس بود رجوع مردم بسوے
حضرت صدیق رضہ در مسائل نازلہ وقیام
وے رضی اللہ عنہ بحل اشتباہ دراں
والقلیل نموذج الکثیر والغرفۃ تنبئ
عن البحر الکبیر تا آنکہ آخرکار خود فاروق
اعظم رضہ راخلیفہ ساخت وایجا فراستے
عظیم بکار برد۔ عن عبد اللہ بن
مسعود قال افرس الناس
ثلثۃ ابوبکر حین تفرس فی عمر
فاستخلفہ والتی (دختر شعیب) قالت استأجرہ
ان خیر من استأجرت القوی
الامین والعزیز حین قال
حاکم مصر ۱۲

کہ اللہ عزّ وجل کا ذمہ اس سے ہٹ گیا، اس کو احمد
نے روایت کیا۔ اور واقدی نے ذکر کیا کتاب
فتوح الشام میں یزید بن ابی سفیانؓ کو رخصت
کرنے کے وقت حضرت ابوبکرؓ کے نصیحت کرنے
کے قصہ میں کہ یزید بن ابی سفیانؓ نے آکر
کہا کہ اے خلیفۂ رسول اللہ ! مجھے وصیت کیجیے۔
تو آپ نے فرمایا کہ جب تم پہنچو تو بدخلقی نہ کرنا، آخر وصیت
تک۔ اور واقدی ہی نے عمرو بن العاصؓ کو اُن کے
رخصت کرنے اور مسلمانوں کے لشکر پر افسر بناتے وقت
ابوبکرؓ کے وصیت کرنے کے قصہ میں یہ بھی لکھا ہے
کہ پھر کہا ابودرداءؓ نے کہ میں عمرو بن العاصؓ کے ساتھ
تھا اُن کے لشکر میں، آخر تک۔ الغرض اس طرح کا رجوع تھا
لوگوں کا حضرت صدیقؓ کی طرف پیش آمدہ مسائل میں اور صدیق
رضی اللہ عنہ اس طرح لوگوں کے اشتباہ حل کرتے تھے۔ اور قلیل
نمونہ ہوتا ہے کثیر کا اور ایک چلّو بھر پانی حال بتاتا ہے بحر کبیر
کا۔ یہاں تک کہ آخرکار آپ نے خود فاروقِ اعظمؓ کو خلیفہ
بنایا اور یہاں آپ ایک عظیم فراستؑ کو کام میں لائے۔
عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ سب سے زیادہ
صاحبِ فراست تین ہوتے ہیں۔ ابوبکرؓ جب کہ انھوں
نے گہری نظر ڈالی عمرؓ میں اور اُن کو خلیفہ بنایا اور جس عورت
(یعنی حضرت شعیبؑ کی بیٹی) نے کہا تھا اِستَأجِرہُ الخ یعنی اے
باپ! اس (موسیٰؑ) کو ملازم رکھ لیجیے سب سے اچھا ملازم جو آپ رکھیں گے
وہ ہے جو قوی ہو اور امین بھی۔" اور عزیز (حاکم مصر) جب کہ اس نے

عہ کسی کو دیکھ کر اس کے باطن کا حال معلوم کر لینا فراست ہے۔ ذکاوت، ہوشمندی، تفرّس گہری نظر سے دیکھنا ۱۲ مترجم

لامرأته أكرمي مثواه أخرجه أبو بكر ابن أبي شيبة والحاكم وعن قيس بن أبي حازم قال رأيت عمر بن الخطاب وبيده عسيب نخل وهو يجلس الناس ويقول اسمعوا لقول خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فجاء مولى لأبي بكر يقال له شديد بصحيفة فقرأها على الناس فقال يقول أبو بكر اسمعوا وأطيعوا لمن في هذه الصحيفة فوالله ما ألوتكم قال قيس فرأيت عمر ابن الخطاب بعد ذلك على المنبر رواه ابن أبي شيبة وعن زبيد بن الحارث ان أبا بكر حين حضره الموت أرسل إلى عمر يستخلفه فقال الناس أتستخلف علينا فظًا غليظًا ولو قد ولينا كان أفظ وأغلظ[سخت خو] فما تقول لربك إذا لقيته وقد استخلفت علينا عمر قال أبو بكر أبربي تخوفوني أقول اللهم استخلفت عليهم خير خلقك ثم أرسل إلى عمر فقال إني موصيك بوصية ان أنت حفظتها ان لله حقًا بالنهار لا يقبله بالليل وان لله حقًا بالليل لا يقبله بالنهار وإنه لا يقبل نافلة حتى تؤدى الفريضة وإنما

اپنی عورت سے کہا آکرمی مثواہ (اس کو باعزت مقام دو) اس کو ابو بکر بن ابی شیبہ نے اور حاکم نے روایت کیا۔ اور قیس بن ابی حازم سے مروی ہے کہا کہ میں نے دیکھا عمر بن الخطاب کو اور ان کے ہاتھ میں ایک کھجور کی چھپٹی تھی اور وہ لوگوں کو بٹھارہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سُنو۔ تو ابو بکر رضہ کا غلام جس کو شدید کہا جاتا ہے ایک صحیفہ (لکھا ہوا کاغذ) لے کر آیا پھر اس نے اس کو لوگوں کے سامنے پڑھا۔ پھر کہا کہ ابو بکر رضہ کہتے ہیں کہ سنو اور اطاعت کرو اس شخص کی جس کا نام اس صحیفہ میں ہے، اور واللہ میں تمہارے سامنے کوتاہی نہیں کر رہا ہوں۔ قیس نے کہا پھر میں نے عمر بن الخطاب رضہ کو اس کے بعد منبر پر دیکھا، روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہ نے۔ اور مروی ہے زبید بن الحارث سے کہ ابو بکر رضہ نے جب ان کی موت کا وقت آیا تو عمر رضہ کو بلا بھیجا۔ وہ ان کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے، تو لوگوں نے کہا کہ کیا آپ ہم پر ایسے شخص کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں جو تُند مزاج اور سخت دل ہے اور اگر وہ ہم پر والی بن گیا تو اور بھی تند مزاج اور زیادہ سخت ہو جائے گا تو آپ اپنے رب کو کیا جواب دیں گے جب اس سے ملیں گے جب کہ آپ رضہ نے ہم پر عمر رضہ کو خلیفہ بنادیا ہوگا۔ ابو بکر رضہ نے کہا کہ کیا میرے رب سے تم مجھے ڈراتے ہو؟ میں کہوں گا کہ اے اللہ! میں نے ایسے شخص کو خلیفہ بنایا جو آپ کی مخلوق میں بہتر ہے پھر عمر رضہ کو بلایا اور فرمایا کہ میں تم کو ایک وصیت کرنیوالا ہوں اگر تم نے اس کو محفوظ رکھا تو کامیاب ہو گے) درحقیقت اللہ تعالیٰ کا ایک حق ہے دن میں وہ اس کو رات میں قبول نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کا ایک حق ہے رات میں وہ اسکو دن میں قبول نہیں کرتے اور دیہ یادرکھو کہ اللہ تعالیٰ نافلہ کو قبول نہیں کرتے یہاں تک کہ فریضہ ادا کر لو۔

ثقلت موازينه من ثقلت موازينه
يوم القيمة باتباعهم في الدنيا
الحق وثقله عليهم وحق لميزان لا
يوضع فيه الا الحق ان يكون ثقيلا
وانما خفت موازين من خفت
موازينه يوم القيمة باتباعهم
الباطل وخفته عليهم وحق لميزان
لا يوضع فيه الا الباطل ان يكون
خفيفا وان الله ذكر اهل الجنة
وصالح ما عملوا وانه تجاوز عن
سيأتهم فيقول القائل لا ابلغ
هؤلاء وذكر اهل النار
باسوء ما عملوا وانه رد عليهم
صالح ما عملوا فيقول قائل انا
خير من هؤلاء وذكر اية الرحمة
واية العذاب ليكون المؤمن
راغبا راهبا لا يتمنى على الله
غير الحق ولا يلقى بيده الى
التهلكة فان انت حفظت
وصيتي لم يكن غائب احب
اليك من الموت وان انت
ضيعت وصيتي لم يكن غائب
ابغض اليك من الموت ولم
تعجزه اخرجه ابن ابي شيبة
و اخرج القاضي ابو يوسف في

اور (یہ یاد رکھو) کہ قیامت کے دن بھاری ہوں گے وزن (اعمال کے) جس کے بھاری ہوں گے، دنیا میں اُن کے حق کا اتباع کرنے کی وجہ سے اُن پر اُس کا ثقل ہونے کی وجہ سے اور میزان کو یہ لیاقت (واستعداد) دی گئی ہو گی کہ جب اس میں حق رکھا جائے گا تو وہ بھاری ہو جائے گی اور ہلکے ہوں گے وزنِ (اعمال) قیامت کے دن جن لوگوں کے ہلکے ہوں گے اُن کے باطل کا اتباع کرنے کی وجہ سے اُس میں خفت ہونے کی وجہ سے اور میزان کو یہ لیاقت دی گئی ہو گی کہ جب اُس میں باطل پہنچ جائے گا تو وہ ہلکی ہو جائے گی۔ اور (یہ یاد رکھو) کہ اللہ تعالےٰ نے اہلِ جنت کا اور اُن کے اچھے اعمال کا ذکر فرمایا اور اس نے اُن کے بُرے اعمال کو معاف فرمایا ہے (تو صرف اچھے اعمال کا ذکر پڑھ کر) ایک کہنے والا یہ کہنے لگے گا کہ میں کبھی اُن کے مرتبہ کو نہ پہنچوں گا (کہ ان سے بُرے اعمال صادر نہیں ہوتے) اور اللہ تعالےٰ نے ذکر کیا اہلِ نار اور ان کے بُرے اعمال کا اور اُس نے اُن کے نیک اعمال کو ان (کے مُنہ) پر مار دیا ہے (یہ نہ سمجھو کہ انہوں نے اچھے عمل کیے ہی نہ تھے) کہ (یہ سمجھ کر) ایک کہنے والا یہ کہنے لگے گا کہ میں ان لوگوں سے اچھا ہوں اور (یاد رکھو) کہ اللہ تعالیٰ نے آیتِ رحمت اور آیتِ عذاب کا (ساتھ ساتھ) ذکر کیا ہے تاکہ مؤمن راغب (رحمت کی طرف) اور راہب (یعنی عذاب سے ڈرنے والا بھی) رہے اور اللہ سے غیر حق کی تمنا کرکے اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالے۔ اب اگر تم نے میری آخری باتوں کو یاد رکھا تو کوئی غائب چیز تمہیں موت سے زیادہ عزیز نہ ہوگی اور اگر تم نے میری وصیت کو ضائع کردیا تو کوئی غائب چیز تمہارے لئے موت سے زیادہ بُری نہ ہوگی اور تم اُس کو روک نہیں سکتے، اس کو ابنِ ابی شیبہؒ نے روایت کیا۔ اور قاضی ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں یہ روایت اسی

كتاب الخراج نحوه الا انه قال
عن زُبيد بن الحارث عن ابن سابط
وساق الحديث وعن اسماء بنت
عميس انه قال له يا ابن الخطاب انى
انما استخلفتك نظرًا لِما خلّفت ورائى
وقد صحبت رسول الله صلى الله عليه
وسلم فرايت من اثرته انفسنا
على نفسه واهلنا على اهله حتّى
ان كنّا لنظلّ نُهدِى الى اهله من
فضول ما يأتينا عنه وقد صحبتنى فرايتنى
انّما اتبعت سبيل من قبلى
والله ما نِمتُ فحلمتُ ولا
توهّمتُ فسهوتُ لعلى السبيلَ ما
زِغتُ وانّ اوّلَ ما احذّرك يا عمر
نفسكَ وان لكلّ نفسٍ شهوةً فاذا
اعطيتها تمادت فى غيرها وَاُحذّرك
هؤلاء النفر من اصحاب محمّد صلى
الله عليه وسلم الذين قد انتفخت
اجوافهم وطمحت ابصارهم واحبّ
كل امرءٍ منهم لنفسه وانّ لهم
لحيرةً عند زلةِ واحدةٍ منهم
فايّاكَ ان تكونَ واعلمْ انّهم
لن يزالوا منكَ خائفين ما خفتَ
الله لك مستقيمين ما استقامت
طريقتك هذه وصيتى واقرأ

طرح اخذ کی ہے بجز اس کے کہ انھوں نے روایت کی ہے زُبید بن الحارث سے اُنھوں نے ابن سابط سے اور حدیث کو شروع کر دیا۔ اور اسماء بنت عمیسؓ سے مروی ہے کہ ابو بکرؓ نے عمرؓ سے کہا کہ اے ابن الخطابؓ! میں نے تم کو خلیفہ بنایا اُس کام پر نظر کرتے ہوئے جو تم نے میرے بعد قائم مقام ہو کر کیا اور (اس وجہ سے) کہ تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے ہو تم نے آنحضرت ؐ کا ہمارے نفسوں کو اپنے نفس پر اور ہمارے اہل وعیال کو اپنے اہل پر ترجیح دینا دیکھا ہے یہاں تک کہ ہم ہمیشہ اُن کے اہل کے پاس جو کچھ ہمارے پاس آپ کے پاس سے آنے کے بعد بچا کھچا ہوتا تھا وہ پہنچایا کرتے تھے اور تم میری صحبت میں بھی رہے ہو میں بھی اسی راستہ پر چلا ہوں جو مجھ سے پہلے تھا (یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے طریق پر) واللہ اس اندیشہ سے کہ کہیں اس راستہ سے مَیں ہٹ تو نہیں گیا میں نہیں سویا کہ پریشان خواب دیکھنے لگا اور جب اس وہم میں مبتلا ہوا تو مجھ سے سہو ہونے لگا اور سب سے پہلے اے عمرؓ! جس چیز سے میں تم کو ڈراتا ہوں وہ تمہارا نفس ہے اور ہر نفس میں کوئی خواہش پیدا ہوتی ہے پھر جب تم اس کی خواہش پوری کر دو گے تو وہ بڑھ کر دوسری کی طرف پہنچے گا اور میں تم کو اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے اُن لوگوں کے طریقہ سے بچانا چاہتا ہوں جن کے پیٹ پھول گئے اور ان کی نگاہیں اونچی ہو گئیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے نفس کو پسند کرنے لگا اور ہر لغزش کو ایک خیر سمجھنے لگا۔ خبردار کہ تم ایسے ہو جاؤ۔ اور جان کہ ہمیشہ لوگ تم سے خائف رہیں گے جب تک تم اللہ سے خائف رہو گے اور لوگ تم سے سیدھے رہیں گے جب تک تمہارا طریقہ سیدھا رہیگا۔ یہ میری وصیت ہے

علیك السلام اخرجہ ابو یوسف رح
اینجا نکتہ ایست باید دانست کہ صدیق
اکبر رض مشارک بود باسائر علماء صحابہ رض در علم
کتاب و سنّت مدار مزیتے کہ درمیانِ
ایشاں داشت خصلتے دیگر است و آں
آن است کہ نصیب وے رضی اللہ عنہ از
تقاسیم رحمتِ الٰہی آں بود کہ چوں مسئلہ
وارد می شد یا مشورتے درپیش مے
آمد فراستِ خود را درپے آں مے
دوانید دریں اثنا شعاعے از غیب
بردلِ او مے اُفتاد و بآں شعاع
بر حقیقتِ کار مہتدی مے گشت و
مطرح ایں شعاع از لطائفِ نفسِ او
لطیفۂ قلبیہ می بود لہذا بصورتِ
عزیمت ظاہر می شد نہ بطریقِ مکاشفہ
و بایں واقعہ در وے مے اُفتاد نہ در رنگِ
خاطر و سخن را بطریق غلبۂ سکر ادا می فرمود
نہ بطورِ صحو و سخن کم مے گفت و چوں
می گفت خطا نمے کرد و لہذا چوں
درقصۂ عریش حسبک مناشدتک
مع ربک گفت آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم شناختند کہ ایں واقعہ

اب میں تم کو سلام کہتا ہوں، اس کو ابو یوسف رح نے روایت کیا یہاں
ایک نکتہ ہے جاننا چاہیئے کہ صدیقِ اکبر رض تمام علماء صحابہ رض کے
ساتھ کتاب و سُنّت میں مشارک تھے۔ ان کے درمیان جو
زیادتی (افضلیت) آپ رکھتے تھے اس کا مدار ایک دوسری
خصلت ہے اور وہ یہ ہے کہ رحمتِ خداوندی کی تقسیمات میں
سے اُن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں یہ آیا تھا کہ جب کوئی مسئلہ پیدا
ہو جاتا تھا یا کوئی مشورہ سامنے آتا تھا تو آپ اپنی فراست کو
اس کے پیچھے دوڑاتے تھے اس دَوران میں غیب سے ایک شعاع
ان کے دل پر پڑتی تھی اور اس شعاع سے وہ حقیقت کار سے
مطلع ہو جاتے تھے اور اس شعاع کے واقع ہونے کا مقام
اُن کے لطائف نفس میں سے لطیفہ قلبیہ ہوا کرتا تھا لہذا وہ
حقیقت بصورتِ عزیمت ظاہر ہوتی تھی نہ بطریقِ مکاشفہ (کہ
جس میں صورت مثالی محسوس ہو کہ اس میں تاویلات کا احتمال
ہوتا ہے) اور (جو حقیقت قلب پر پڑتی تھی) وہ واقعہ کے طور
پر پڑتی تھی خیال کے رنگ میں نہیں۔ اور (اس حالت میں)
آپ بات کو بطریقِ غلبۂ سکر ادا فرمایا کرتے تھے بطورِ صحو نہیں
اور آپ بات کم کہتے تھے اور جب کہتے تھے تو وہ بے خطا ہوتی
تھی اور اسی بناء پر ہے کہ جب قصۂ عریش میں آپ نے کہا
حسبک مناشدتک مع ربک (بس کافی ہو چکا
آپ کا اپنے رب کے سامنے اُس کے وعدوں کا ذکر
کرنا) تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پہچان لیا کہ
یہ وقوع کی خبر کس طرف سے ہے۔

عہ قلب پر ایسے حال کا ظاہر ہونا کہ وہ اُن چیزوں کو پوشیدہ نہ رکھ سکے جن کا پوشیدہ رکھنا اس کے وارد ہونے سے پہلے ضروری تھا اس کو اصطلاح میں سکر کہتے ہیں۔ اس حالت میں شعور کا زائل ہونا ضروری نہیں مگر کمال شعور میں کمی آجاتی ہے۔ اور جب شعور پورے طور پر قائم ہو جیسا اس حال سے پہلے تھا اس حالت کو صحو کہتے ہیں ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

از کجاست و قس علیہ سائر خطبہ و احکامہ ازینجا واضح شد کہ خلیفۂ اول را صدیق اکبر چرا گفتند آخرج الحاکم عن النزال بن سبرۃ عن علی رضی اللہ عنہ انہ قال فی ابی بکر ذاک امرءٌ سماہ اللہ تعالیٰ صدیقاً علیٰ لسان جبرئیل و محمد صلی اللہ علیہما و سلم صاحب کشف المحجوب سخنے از مشائخ صوفیہ نقل کردہ است کہ پیرامون ہمین نکتہ میگردد مشائخ صدیق اکبرؓ را مقدم ارباب مشاہدہ داشتہ اند در قلت حکایت و روایتش را و عمرؓ را مقدم ارباب مجاہدہ نہند در صلابۃ و معاملتش را شاہد آں حدیث اسرار و جہر ایشانان در نماز تہجد انتہیٰ چوں ایں مبحث تمام شد الحال پارۂ از مواعظ و رقائق حضرت صدیق رضی اللہ عنہ و حکمت ہائے او برنگاریم عن عبد اللہ بن عُکیم قال خطبنا ابو بکرٍ فقال اما بعد فانی اوصیکم بتقوی اللہ و ان تثنوا علیہ بما ہو لہ اہل و ان تخلطوا الرغبۃ بالرھبۃ و تجمعوا الالحاف بالمسألۃ فان اللہ اثنیٰ علی زکریا و علی اھل بیتہ فقال انھم کانوا یسارعون

اور اسی پر قیاس کر لیجئے اُن کے تمام خطبوں اور احکام کو یہاں سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ خلیفۂ اولؓ کو صدیق اکبر کیوں کہتے ہیں؟ حاکم روایت کرتے ہیں نزال بن سبرہؓ سے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو بکرؓ کے بارے میں فرمایا کہ وہ ایسے شخص تھے جن کا نام اللہ تعالیٰ نے صدیق لیا ہے زبانِ جبرئیل و زبانِ محمد صلے اللہ علیہما وسلم پر۔ صاحب کشف المحجوب (داتا گنج بخش علیؒ ہجویری لاہوری) نے مشائخ صوفیہ سے ایک بات نقل کی ہے وہ بھی اسی نکتہ سے تعلق رکھتی ہے کہ صدیق اکبرؓ کی قلتِ حکایت و روایت کے پیش نظر مشائخ نے صدیق اکبرؓ کو مقدم (امام) اربابِ مشاہدہ کہا ہے (کہ حق تعالیٰ کے نورِ وجود کے شہود سے اس حالت میں اپنی ذات کی بھی خبر نہیں رہتی، تکلم بھی ختم ہوجاتا ہے اور حکایت و روایت سب تکلم پر ہی متفرع ہیں ع آنراکہ خبر شد خبرش باز نیامد) اور عمرؓ کو مقدم (امام) ارباب مجاہدہ رکھا ہے اُن کی سختی اور اعمال عبادت کے پیشِ نظر۔ اس کی شاہد وہ حدیث ہے جس میں نماز تہجد میں ان دونوں حضرات کے اسرار و جہر کا ذکر ہے (حضرت ابوبکرؓ تہجد میں قرآن بہت ہلکی آواز سے پڑھتے اور حضرت عمرؓ خوب زور سے) انتہیٰ۔

جب یہ مبحث پورا ہوگیا اب تھوڑا سا حصہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے مواعظ اور رقائق (یعنی قلب میں سوز و گداز پیدا کرنے والا کلام) اور ان کی حکمتوں کا بھی لکھ دینا چاہتے ہیں۔ مروی ہے عبداللہ بن عکیمؓ سے انھوں نے کہا کہ ہم کو خطبہ دیا ابوبکرؓ نے اور فرمایا۔ اما بعد (یعنی بعد حمد و صلوٰۃ) میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو اور اللہ کی ایسی حمد و ثنا کرو جس کا وہ اہل ہے اور ہمیشہ (جنت و مغفرت کی) رغبت کو (دوزخ و عذاب کے) خوف کے ساتھ ملاتے رکھو اور شامل رکھو (اللہ تعالیٰ کے حضور میں) سوال کے ساتھ الحاف (یعنی عاجزانہ طلب اصرار کے ساتھ) کو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زکریا نبی اور اُن کے

فِی الْخَیْرٰتِ وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا وَکَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ ۝ ثم اعلموا عِبَادَ اللّٰہِ انّ اللہ قد اَرْتَهَن بحقّہ انفسکم واخذ علٰی ذٰلک مواثیقکم واشترٰی منکم القلیل الفانی بالکثیر الباقی وھٰذا کتابُ اللّٰہِ فیکم لا تفنٰی عجائبُہ ولا یُطْفَأُ نورہٗ فصدّقوا بقولہٖ وانتصحوا کتابہ واستبصروا فیہ لیوم الظلمۃ فانّما خلقکم للعبادۃ ووکّل بکم الکرام الکاتبین یعلمون ماتفعلون ثم اعلموا عبادَ اللہ انّکم تَغْدُوْنَ وتروحون فی اجلٍ قد غِیْبَ عنکم علمہٗ فان استطعتم ان تنقضی الاٰجالُ وانتم فی عمل اللہ فافعلوا ولن تستطیعوا ذٰلک الا باللّٰہِ فَسَابِقوا فی مُهَل اٰجالکم قبلَ ان تنقضی اٰجالکُم فَتَرُدّکم الٰی سوءِ اعمالکم فان اقواماً جعلوا اٰجالھم لغیرھم ونَسُوْا انفسَھم فانھاکم اَن تکونوا امثالَھم فَالْوَحَاءَ الوحاء والنّجاء النّجاء فان وراءکم طالبًا

اہلِ بیت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا اِنَّھُمْ کَانُوْا الخ (۲۱ : ۹۰) یہ سب نیک کاموں میں دَوڑتے تھے اور امید و بیم کے ساتھ ہماری عبادت کرتے تھے اور ہمارے سامنے دب کر رہتے تھے۔" پھر اے اللہ کے بندو! یہ بھی جان لو کہ اللہ نے اپنے حق کے بدلے میں تمہارے نفوس کو رہن رکھا ہے اور اس پر تم سے پختہ عہد لیا ہے اور اس نے تم سے تھوڑی اور فنا ہونے والی چیز (حیاتِ دنیا) کو خریدا ہے بہت اور ہمیشہ رہنے والی چیز (جنّت) کے بدلے میں اور یہ اللہ کی کتاب تم میں موجود ہے جسکے عجائب ختم نہیں ہوتے اور اُس کا نور نہیں بجھتا تو اُس کے قول کی تصدیق کرو اور اللہ کی کتاب سے نصیحت حاصل کرو اور اس میں بصیرت حاصل کرو ظلمت والے دن (یعنی یوم قیامت) کیلئے کیونکہ اللہ نے تم کو صرف عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور تم پر متعین کر دیا ہے کراماً کاتبین کو جو وہ سب کچھ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو پھر اے اللہ کے بندو! یہ بھی جان لو کہ تم صبح و شام برابر موت کیطرف چل رہے ہو جس کا علم تم سے پوشیدہ رکھا گیا ہے پھر اگر تم ایسا کر سکو کہ (موت کے وقت معیّن اور موجودہ وقت کی درمیانی) ساعتیں اس طرح پوری ہوں کہ تم اللہ کے کام میں لگے رہو تو ایسا کر لو اور تم اس پر قدرت ہرگز نہیں پا سکتے مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے تو اے لوگو! جلدی کرو (نیک اعمال کرنے میں) اپنی ان مہلتوں کے زمانہ میں قبل اس کے کہ وقت معیّن پورا ہو پھر وہ تم کو تمہارے اعمال کی بُرائی کی طرف دھکیلے کیونکہ بہت اقوام ہیں جنھوں نے اپنے اوقات (کی متاعِ گرانمایہ) کو دوسروں کے لئے (ضائع) کر دیا اور اپنے نفوس کو بھلا دیا تو میں تم کو روکتا ہوں کہ تم ایسے نہ بن جانا۔ تو جلدی کرو جلدی کرو نجات (کی طرف دَوڑو) نجات (کی طرف) کیونکہ تمہارے

حَثِيثًا مَزِرَّةً سريعًا اخرجه ابن ابی شيبة والحاكم وعن انس قال كان ابوبكر يخطبنا فيذكر بدء خلق الانسان فيقول خُلِق من مجری البول مرتين فيذكر حتى يتقذر احدنا نفسه اخرجه ابن ابی شيبة و ایں خطبہ ابلغ علاج عجب نفس است وعن عرفجة السلمی قال قال ابوبکر ابکوا فان لم تبکوا فتباکوا اخرجه ابن ابی شيبة وفی الاحياء عن ابی بکر الصديق انه كان يقول فی خطبته اين الوضاة الحسنة وجوههم المعجبون بشبابهم اين الملوك بنوا المداين وحصنوا بالحيطان اين الذين كانوا يعطون الغلبة فی مواطن الحرب قد تضعضع بهم الدهر فاصبحوا فی ظلمات القبور الوحا الوحا النجا النجا وعن مجاهد قال قام ابوبكر خطيبًا فقال ابشروا فانی ارجو ان يتم الله هذا الامر حتى تشبعوا من الزيت والخبز اخرجه ابن ابی شيبة و ایں خطبہ در وقتے بود کہ مسلمین را بجہاد شام می فرستاد و دریں جا بشارت است بفتح شام زیرا کہ

پیچھے تیزی کے ساتھ ڈھونڈنے والا وفعۃً سرعت کے ساتھ پہنچ جانے والا لگا ہوا ہے، اس کو روایت کیا ابن ابی شیبہ اور حاکم نے۔ اور مروی ہے انس رضؓ سے کہا کہ ابوبکر رضؓ ہم کو خطبہ دیا کرتے تھے اور انسان کی ابتداء پیدائش کا ذکر کیا کرتے اور فرماتے کہ وہ پیدا کیا گیا پیشاب کے جاری ہونے کی جگہ سے دو مرتبہ (ایک مرتبہ مرد کے مجرائے بول کا ہے اور دوسرا مرتبہ عورت کے مجرائے بول کا)، پھر ہم کو اس ڈھنگ سے نصیحت کیا کرتے تھے کہ ہم میں کا ہر ایک اپنی ذات سے گھن کرنے لگتا تھا، اس کو روایت کیا ابن ابی شیبہ نے۔ اور یہ خطبہ نفس کی خود پسندی کا پورا پورا علاج ہے۔ اور عرفجہ سلمی رحؒ سے مروی ہے کہا کہ (ایک مرتبہ) ابوبکر رضؓ نے فرمایا کہ روؤ۔ اگر تم کو رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بنا لو، اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اور احیاء العلوم میں ہے کہ مروی ہے ابوبکر صدیق رضؓ سے کہ آپ اپنے خطبہ میں فرمایا کرتے تھے کہاں گئے وہ گورے رنگ کے لوگ جن کے چہرے خوبصورت تھے جو اپنی جوانی سے پھولے نہ سماتے تھے کہاں گئے وہ بادشاہ جنھوں نے شہروں کی بنیادیں رکھیں اور ان کو دیواروں سے قلعہ بند کیا، کہاں گئے وہ لوگ جو جنگ کے مواقع پر فتحمند رہا کرتے تھے، ان کو زمانہ نے ایک جھٹکا دیا تو سب قبر کی اندھیریوں میں پہنچ گئے۔ بس جلدی کرو۔ جلدی! نجات، نجات۔ اور مروی ہے مجاہدؒ سے کہا کہ ابوبکر رضؓ خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ بشارت سنو کہ میں کامل امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالے اس امر (تمکین فی الارض) کو پورا کرے گا یہاں تک کہ تم روغن زیتون اور روٹی پیٹ بھر کر کھاؤ گے، اس کو روایت کیا ابن ابی شیبہ نے۔ اور یہ خطبہ اس وقت کا ہے جبکہ مسلمانوں کو آپ شام کے جہاد کے لئے بھیج رہے تھے اور اس جگہ فتح شام کی بشارت ہے کیونکہ زیتت

زیت ہمین در شام یافتہ می شود عن اسلم
مولیٰ عمر انّ عمر اطّلع علیٰ ابی بکر وھو یمدّ لسانہ
فقال ما تصنع یا خلیفۃ رسول اللہ فقال انّ ھذا
اوردنی الموارد انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم قال لیس شیءٌ من الجسد الا وھو یشکو
ذربۃ اللسان اخرجہ ابو یعلیٰ و فی الاحیاء
قال ابوبکر الصدیق لا یحقرنّ احدکم احدًا من
المسلمین فانّ صغیر المسلمین عند اللہ کبیر و
فی الاحیاء ایضًا قال ابوبکر وجدنا الکرم فی
التقوی والغنا فی الیقین والشرف فی
التواضع وعن عائشۃ عن ابی بکر کان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا حزنہ الامر قال
اللّٰھم خِرلی واخترلی اخرجہ ابو یعلیٰ عن
عُروۃ عن عائشۃ او عن اسماء انّ ابا بکر
قام مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من العام المقبل من العام الذی توفی
فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال
انی سمعت نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم فی
الصیف عام الاول ثم فاضت عیناہ
ثم قال انی سمعت نبیکم صلی اللہ
علیہ وسلم فی الصیف عام
الاول ثم فاضت عیناہ ثم
قال انی سمعت نبیکم صلی
اللہ علیہ وسلم

شام میں ہی پایا جاتا ہے۔ مروی ہے اسلمؒ مولیٰ عمرؓ سے کہ عمرؓ
حضرت ابوبکرؓ کے سامنے آگئے (ایسے وقت میں) جب کہ وہ
اپنی زبان کھینچ رہے تھے۔ تو عمرؓ نے کہا کہ اے خلیفۂ رسول اللہ
آپ کیا کر رہے ہیں؟ تو فرمایا کہ یہی ہے جس نے مجھے مقامات
ہلاکت میں ڈالا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسد میں
جتنی بھی چیزیں ہیں سب ہی زبان کی تیزی کی شکایت کرتی ہیں،
اس کو روایت کیا ابو یعلیٰ نے۔ اور احیاء العلوم میں ہے کہ ابوبکر
صدیقؓ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی مسلمانوں میں سے کسی کو ہرگز
حقیر نہ سمجھے کیونکہ مسلمانوں میں سے جو (دنیا میں) کم رتبہ ہے وہ
اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے مرتبہ والا ہے۔ اور احیاء میں یہ بھی ہے کہ
ابوبکرؓ نے فرمایا کہ ہم نے بزرگی تقویٰ میں پائی اور غنا یقین میں
پایا (یعنی خلق سے وہ شخص بے پرواہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے حاجت روا
ہونے کا یقین رکھتا ہو) اور شرف تواضع میں پایا۔ اور عائشہؓ
روایت کرتی ہیں ابوبکرؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب
کوئی بات غمگین کرتی تو آپؐ یہ کہتے، یا اللہ! میرے لئے خیر لکھیے
اور (اچھی بات کو) میرے لئے آپ ہی پسند کر لیجئے، اس کو
ابو یعلیٰ نے روایت کیا۔ اور مروی ہے عُروہؓ سے وہ روایت
کرتے ہیں عائشہؓ سے یا اسماءؓ سے کہ ابوبکرؓ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی جگہ کھڑے ہوئے جس سال میں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تھی اس سے اگلے سال پھر بولے کہ "میں
نے سنا ہے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے سال گرمی کے
موسم میں۔" اس کے بعد ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔
پھر بولے کہ "میں نے سنا ہے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
پہلے سال گرمی کے موسم میں۔" پھر آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔
پھر فرمایا کہ "میں نے سنا ہے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

فی الصیف عام الاوّل یقول سلوا اللّٰہ
العفو والعافیۃ والمعافاۃ فی الدنیا و
الآخرۃ اخرجہ احمد وابو یعلیٰ وللحدیث طرق
مختلفۃ والفاظ متغایرۃ فی بعضہا انہ لم یقسم
شیٌ بین الناس افضل من المعافاۃ
بعد الیقین الا ان الصدق والبر فی الجنۃ
وان الکذب والفجور فی النار و فی
بعضہا سلوا اللّٰہ العفو والعافیۃ والیقین
فی الاولیٰ والاخریٰ و فی بعضہا من
الزیادۃ ولا تقاطعوا ولا تباغضوا ولا
تحاسدوا وکونوا عباد اللّٰہ اخوانا کما
امرکم اللّٰہ و عن انس قال قال ابوبکر
بعد وفاۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ
وسلم لعمر انطلق بنا الی ام ایمن
نزورہا کما کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ
علیہ وسلم یزورہا فلما انتہیا الیہا بکت
فقالا لہا ما یبکیک ما عند اللّٰہ خیر لرسولہ
قال فقالت ما ابکی ان لا اکون اعلم
ان ما عند اللّٰہ خیر لرسولہ ولکن
ابکی ان الوحی انقطع من السماء
فہیجتہما علی البکاء فجعلا
یبکیان معہا اخرجہ
ابو یعلیٰ و عن انس ان
ابابکر دخل علی النبی

پہلے سال گرمی کے موسم میں کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ سے سوال کرو عفو (یعنی گناہوں سے معافی) کا اور عافیت (یعنی امراض سے رہائی یعنی تندرستی) کا اور معافات کا (یعنی اللہ ہم کو دوسروں کا اور دوسروں کو ہمارا محتاج نہ کرے) دنیا اور آخرت میں، اس کو روایت کیا احمد اور ابو یعلیٰ نے اور اس حدیث کی مختلف سندیں ہیں اور ان میں الفاظ کا تغیر بھی ہے۔ بعض روایات میں یوں ہے کہ لوگوں کے درمیان ایمان کے بعد کوئی چیز معافات سے بہتر تقسیم نہیں کی گئی۔ یاد رکھو سچائی اور نیکی کا مقام جنت میں ہے اور جھوٹ اور بدکرداری کا دوزخ میں۔ اور بعض روایات میں یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مانگو معافی اور تندرستی اور یقین دنیا اور آخرت میں۔ اور بعض روایات میں یہ اضافہ ہے کہ اور ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور نہ حسد کرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن کر رہو جیسا کہ تم کو اللہ نے حکم دیا ہے۔ اور مروی ہے انس رض سے کہا کہ بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ابوبکر رض نے عمر رض سے کہا کہ ہمارے ساتھ ام ایمن رض سے ملنے چلو جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے پاس جایا کرتے تھے۔ تو جب دونوں ان کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں ان دونوں نے کہا کہ آپ کیوں روتی ہیں؟ جو اللہ کے پاس ہے وہ اس کے رسول ؐ کے لئے بہتر ہے۔ تو انھوں نے کہا کہ میں اس لئے تو نہیں روتی کہ میں اس بات سے ناواقف ہوں کہ جو اللہ کے پاس ہے وہ اس کے رسول ؐ کے لئے بہتر ہے لیکن میں اس بات سے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی کا آنا منقطع ہو گیا۔ تو ام ایمن رض نے (یہ کہہ کر) ان میں بھی جوشش گریہ پیدا کر دیا اور یہ دونوں بھی ان کے ساتھ رونے لگے، اس کو ابو یعلیٰ نے روایت کیا۔ اور مروی ہے انس رض سے کہ ابوبکر رض رسول اللہ

۹/۲

صلی اللہ علیہ وسلم کئیباً فقال لہ
النبی صلی اللہ علیہ وسلم مالی اراک
کئیباً قال یا رسول اللہ کنت عند ابن
عم لی البارحۃ عہ وھو یکید بنفسہ قال
فھلا لقنتہ لا الہ الا اللہ قال قد فعلت
یا رسول اللہ قال فقالہا قال نعم قال
وجبت لہ الجنۃ قال ابو بکر کیف
ھی (الکلمۃ) للاحیاء یا رسول اللہ قال ھی
اھدم لذنوبھم ھی اھدم لذنوبھم
اخرجہ ابو یعلی وعن زید بن ارقم
عن ابی بکر ان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم قال لا یدخل الجنۃ جسد
غذی بحرام اخرجہ ابو یعلی وعن
ابی بکر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
لا یدخل الجنۃ خب (متکبر) ولا سیئ الملکۃ (بخیل)
وان اول من یقرع باب الجنۃ
المملوک والمملوکۃ اذا احسنا عبادۃ
ربھما ونصحا لسیدھما (عبد و جاریہ) اخرجہ احمد و
ابو یعلی بطرق مختلفۃ والفاظ متغایرۃ
فی بعضھا قال رجل یا رسول اللہ
اخبرتنا ان ھذہ الامۃ اکثر
الامم مملوکین واماءً قال
فاکرموھم کرامۃ

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غمگین پہنچے تو اُن سے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہے میں تم کو غمگین دیکھتا ہوں۔
عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ گزشتہ رات میں اپنے چچا کے بیٹے
کے پاس تھا اور وہ دم توڑ رہا تھا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ تم نے اس
کو کلمۂ لا الہ الا اللہ کی تلقین کیوں نہ کی؟ تو انہوں نے کہا
کہ کی تھی یا رسول اللہؐ۔ آپؐ نے فرمایا کہ تو اُس نے اس کو
کہہ لیا؟ ابو بکرؓ نے کہا جی ہاں! تو آپؐ نے فرمایا کہ اُس کے لئے
جنّت واجب ہو گئی۔ تو ابو بکرؓ نے کہا کہ ... یا رسول اللہؐ یہ
کلمہ زندوں کے لئے کیسا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ کلمہ لوگوں کے
گناہوں کو مسمار کر دینے والا ہے۔ یہ کلمہ لوگوں کے گناہوں کو
مسمار کر دینے والا ہے، اس کو ابو یعلیٰ نے روایت کیا۔ اور زید
ابن ارقمؓ ابو بکرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ جنّت میں کوئی ایسا جسم داخل نہ ہوگا جس کو حرام
غذا دی گئی ہے، اس کو روایت کیا ابو یعلیٰ نے۔ اور ابو بکرؓ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جنّت میں کوئی دھوکے باز
اور بد طینت داخل نہ ہوگا اور سب سے پہلے جنّت کا دروازہ مملوک
(غلام) اور مملوکہ (باندی) کھٹکھٹائیں گے جب کہ انہوں نے
اپنے رب کی عبادت عمدگی کے ساتھ کی ہوگی اور اپنے آقا کی خیر خواہی
بھی کرتے رہے ہوں گے، اس کو روایت کیا احمد اور ابو یعلیٰ نے
مختلف سندوں اور متغایر الفاظ کے ساتھ۔ بعض روایات میں یہ
ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! آپ نے ہمیں خبر دی ہے
کہ اس اُمّت میں غلام اور باندیاں تمام اُمّتوں سے زیادہ ہوں گی۔
آپؐ نے فرمایا تو تم اُن کی ایسی عزّت کرو جیسی اپنی اولاد کی عزّت

عہ محاورۂ عرب یہ ہے کہ گزشتہ رات کا ذکر جب زوال سے پہلے کرتے ہیں تو اللیلۃ کہتے ہیں اور جب بعد زوال کرتے ہیں تو البارحۃ کہتے
ہیں ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

اولادکم و اطعموہم مما تاکلون واکسوہم مما تکسون قال فما ینفعنا من الدنیا یارسول اللہ قال فرس ترتبطہ فی سبیل اللہ و مملوک یکفیک فاذا صلی فہو اخوک وفی بعضہا زیادۃ ملعون من ضار مسلما او غیرہ وعن ابی بکر سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما شیبک قال شیبتنی ہود والواقعۃ وعم یتساءلون واذا الشمس کورت اخرجہ ابو یعلی وعن ابی بکر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اہل الجنۃ لا یتبایعون ولو تبایعوا ما تبایعوا الا بالبز اخرجہ ابو یعلی بسند غریب جدا ومعنی حدیث آنست کہ افضل مکاسب کسبی است کہ اقرب بنفع خلق اللہ باشد وابعد از شبہہ ربوا و دورتر از نجاسات و نزدیک تر بمروت وعن ابی بکر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال علیکم بلا الہ الا اللہ والاستغفار فاکثروا منہما فان ابلیس قال اہلکت الناس بالذنوب فاہلکونی بلا الہ الا اللہ والاستغفار فلما رأیت ذلک اہلکتہم بالاہواء وہم یحسبون انہم مہتدون اخرجہ

کرتے ہو اور ان کو وہ کھانا کھلاؤ جس میں سے تم خود کھاتے ہو۔ اور اُن کو ایسا لباس پہناؤ جس کو تم خود پہنتے ہو۔ اُس شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! ہمیں دنیا کی کیا چیز نفع پہنچیگی: تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ گھوڑا جو تو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں (کام لینے کے لئے) باندھے اور ایک مملوک کافی ہے تیرے لئے تو جب وہ نماز پڑھے تو تیرا بھائی ہے۔ اور بعض روایات میں یہ زیادتی ہے کہ ملعون ہے وہ شخص جو کسی مسلمان یا غیر مسلمان کو نقصان پہنچائے۔ اور ابو بکرؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپؐ کو کس چیز نے بوڑھا کر دیا؟ فرمایا کہ مجھے بوڑھا کر دیا (سورۃ) ہود نے اور واقعہ اور عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت نے، اس کو ابو یعلیٰ نے روایت کیا۔ اور مروی ہے ابو بکرؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اہلِ جنت خرید و فروخت نہ کرینگے اور اگر خرید و فروخت کریں تو کس چیز کی کریں بجز کپڑے کے، اس کو ابو یعلیٰ نے بہت غریب سند سے روایت کیا۔ اور معنے حدیث کے یہ ہیں کہ کمائی کے حیلوں میں سے سب سے افضل وہ پیشہ ہے جو خلق اللہ کو نفع پہنچانے سے قریب تر ہو اور بعید ہو شبہ ربوٰ سے اور دور تر ہو نجاسات سے اور نزدیک تر ہو مروّت (یعنی خدمتِ خلق) سے۔ اور مروی ہے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے وہ روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ تمہارے اوپر لازم ہے لا الٰہ الا اللہ اور استغفار تو ان دونوں کو بکثرت پڑھو۔ ابلیس نے کہا کہ میں نے لوگوں کو ہلاک کیا گناہوں سے اور انھوں نے مجھے ہلاک کیا لا الٰہ الا اللہ اور استغفار سے جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے ان کو ہلاک کیا نفسانی خواہشوں سے دراں حالیکہ وہ یہ سمجھتے ہوں کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں، اس کو

ابو یعلیٰ وفی الاحیاء قال سعید بن المسیب لما احتضر ابو بکر رضی اللہ عنہ اتاہ ناس من اصحابہ فقالوا یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زودنا فانا نراک (من شدۃ المرض) فقال ابو بکر رضی اللہ عنہ من قال ہؤلاء الکلمات ثم مات جعل اللہ روحہ فی الافق المبین قالوا ما الافق المبین قال قاع بین یدی العرش فیہا ریاض وانہار واشجار تغشاہ کل یوم مائۃ رحمۃ فمن قال ہذا القول جعل اللہ روحہ فی ذلک المکان وہو اللہم انک ابتدأت الخلق من غیر حاجۃ بک الیہم ثم جعلتہم فریقین فریقا للنعیم و فریقا للسعیر فاجعلنی للنعیم ولا تجعلنی للسعیر اللہم انک خلقت الخلق فرقا ومیزتہم قبل ان تخلقہم فجعلت منہم شقیا وسعیدا وغویا ورشیدا فاسعدنی بطاعتک ولا تشقنی بمعاصیک اللہم انک علمت ما تکسب کل نفس قبل ان تخلقہا فلا محیص لہا مما علمت فاجعلنی ممن شغلتہ بطاعتک

ابو یعلیٰ نے روایت کیا۔ اور احیاء العلوم میں ہے کہ سعید بن المسیبؒ نے کہا کہ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آیا تو اُن کے پاس اُن کے اصحاب میں سے کچھ لوگ آئے اور کہا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! ہمیں کچھ روح کی غذا (یعنی نصیحت کی بات اور دُعا) عطا کر دیجئے کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں جو (شدّتِ مرض) آپ کے اوپر ہے۔ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو یہ کلمات کہے گا اور پھر مر جائے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کی روح کو اُفقِ مبین میں پہنچا دے گا۔ اُنھوں نے کہا کہ اُفقِ مبین کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ایک میدان ہے عرش کے سامنے اُس میں باغ ہیں اور نہریں ہیں اور درخت ہیں اُس کو روزانہ سَو رحمتیں ڈھانپ لیتی ہیں تو جو شخص یہ کلمات کہے گا اللہ تعالیٰ اُس کی روح کو اس مکان میں داخل کر دے گا اور وہ یہ ہیں: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اَبْدَأْتَ الخ (ترجمہ) یا اللہ بیشک آپ نے خلق کو پیدا کیا بغیر اس کے کہ آپ کو اُن کی طرف کوئی حاجت ہو پھر آپ نے اُن کے دو فریق بنائے ایک فریق جنّت کے لئے اور ایک فریق دوزخ کے لئے تو مجھے جنّت کے لئے تجویز کر دیجئے اور دوزخ کے لئے نہ کیجئے۔ اے اللہ! آپ نے خلق کو مختلف فرقوں پر پیدا کیا اور پیدا کرنے سے پہلے ہی ان کو متمیز کر دیا ان میں سے بعض کو آپ نے شقی بنایا اور بعض کو سعید اور بعض کو غوی (گمراہ) اور بعض کو رشید، تو مجھ کو سعید بنا دیجئے اپنی فرمانبرداری سے اور مجھ کو شقی نہ بنائیے اپنی نافرمانیوں سے۔ یا اللہ! بیشک آپ کو سب معلوم ہے جو کسب ہر ایک نفس کرتا ہے قبل اسکے کہ آپ اس کو پیدا کریں تو جس چیز کا آپ کو علم ہے اُس سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں تو آپ مجھ کو اُن لوگوں میں داخل کر دیجئے جن کو آپ نے اپنی طاعت میں مشغول کر رکھا ہے

اللهم ان احدا لا يشاء حتى تشاء فاجعل
مشيتك ان اشاء ما يقربني اليك
اللهم انك قدرت حركات العباد
فلا يتحرك شيء الا باذنك فاجعل
حركاتي في تقواك اللهم انك خلقت
الخير والشر وجعلت لكل واحد
منهما عاملا يعمل به فاجعلني من خير
القسمين اللهم انك خلقت الجنة
والنار فجعلت لكل واحد منهما اهلا
فاجعلني من سكان جنتك اللهم
انك اردت الهدى بقوم
وشرحت به صدورهم واردت بقوم
الضلالة وضيقت بها صدورهم فاشرح
صدري للاسلام وزينه في قلبي اللهم
انك دبرت الامور وجعلت مصيرها اليك
فاحيني حيوة طيبة بعد الموت وقربني
اليك زلفى (قربت) اللهم من اصبح وامسى
ثقته ورجاؤه غيرك فانك ثقتي
ورجائي ولا حول ولا قوة الا بالله
قال ابوبكر رضي الله عنه وهذا كله
في كتاب الله عز وجل والحال كلمة
چند از باب قيام صديق اكبرؓ بحقوق
خلافت بر نگاريم وے رضي الله عنه
در بيان فخامة (بزرگی) خلافت راشده
فرموده قالت امرأة

یا اللہ بیشک کوئی نہیں چاہتا جب تک آپ نہ چاہیں تو آپ اپنی مشیت کو اس امر سے متعلق کر دیجئے کہ میں وہ بات چاہوں جو مجھے آپ سے قریب کر دے۔ یا اللہ آپ نے سب بندوں کی حرکات کا اندازہ مقرر کر دیا ہے تو کوئی شے حرکت نہیں کرتی بغیر آپ کے ارادے کے تو آپ میری حرکات اپنے سے تقویٰ کے لئے بنا دیجئے۔ یا اللہ! آپ نے ہی خیر اور شر کو پیدا کیا اور دونوں میں سے ہر ایک پر عمل کرنے والے آپ نے بناتے تو مجھے دونوں قسموں میں سے بہتر قسم والا بنا دیجئے۔ یا اللہ! آپ نے پیدا کیا جنت اور دوزخ کو پھر دونوں میں سے ہر ایک کے لئے آپ نے اہل بنا دیئے تو مجھے آپ اپنی جنت کے رہنے والوں میں سے بنا دیجئے۔ یا اللہ! آپ نے جس قوم کو ہدایت دینے کا ارادہ کیا اور اُن کے سینوں کو اُس کے لئے کشادہ کر دیا اور آپ نے کسی قوم کو گمراہ رکھنے کا ارادہ کیا اور اُن کے سینوں کو گمراہی سے تنگ کر دیا (کہ اس میں) ہدایت نہ داخل ہو سکے تو میرے سینہ کو آپ اسلام کے لئے کھول دیجئے اور اس کو میرے قلب میں زینت والا بنا دیجئے۔ اے اللہ! آپ ہی نے جملہ امور کی تدبیر کی اور تمام امور کا مرجع اپنی ہی ذات کو قائم رکھا تو آپ مجھے بعد موت کے پاکیزہ زندگی عطا فرمایئے اور مجھے اپنا تقرب دائمی بخش دیجئے۔ اے اللہ! کسی نے صبح اور شام اس طرح کی کہ اس کا بھروسہ اور امید آپ کے غیر پر ہے لیکن میرا بھروسہ اور امید آپ کی ذات پر ہے اور کوئی پناہ کی جگہ نہیں اور کسی میں کوئی طاقت نہیں بجز اللہ کے۔" ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور یہ سب اللہ عز وجل کی کتاب میں موجود ہے۔ اب ہم چند کلمات صدیق اکبرؓ کے حقوق خلافت کی کامل ادائیگی پر لکھتے ہیں۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت راشدہ کی عظمت پر ارشاد فرمایا ایک عورت نے

لابی بکر ما بقاؤنا علیٰ ہذا الامر الصالح الذی جاء اللہ بہ بعد الجاہلیۃ فقال بقاؤکم علیہ ما استقامت بکم ائمتکم قالت و ایما الائمۃ قال اما کان لقومک روساء و شراف یامرونہم فیطیعونہم قالت بلیٰ قال فہم مثل اولئک علی الناس اخرجہ الدارمی واز کبراء صحابہؓ و تابعینؒ جماعۃ وصف قیام صدیق اکبرؓ کردند بحقوق خلافت عن عبد خیر قال سمعت علیاً یقول قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ خیر ما قبض علیہ نبیٌّ من الانبیاء واثنیٰ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ثم استخلف ابو بکر فعمل بعمل رسول اللہ وسنتہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قبض ابو بکر علیٰ خیر ما قبض علیہ احدٌ وکان خیر ہذہ الامۃ بعد نبیہا ثم استخلف عمر فعمل بعملہما وسنتہما ثم قبض علیٰ خیر ما قبض علیہ احدٌ وکان خیرُ ہذہ الامۃ بعد نبیہا و بعد ابی بکر اخرجہ ابن ابی شیبۃ وعن عائشۃ انہا کانت تقول توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنزل بابی بکر مالو نزل بالجبال لہاضہا و اشرأبّ النفاق بالمدینۃ وارتدت العرب فو اللہ

ابو بکرؓ سے کہا کہ ہماری بقاء کی کیا صورت ہے اس امر صالح پر جس کو اللہ دورِ جاہلیت کے بعد لایا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس پر تمہارا بقاء اُس وقت تک رہے گا جب تک تمہارے ائمہ سیدھے رہیں گے۔ اُس نے کہا کہ ائمہ کونسے ؟ آپ نے فرمایا کیا تیری قوم میں کچھ روساء اور اشراف نہیں ہیں جو قوم کے لوگوں کو حکم دیتے ہوں اور وہ اُن کی اطاعت کرتے ہوں؟ اُس نے کہا کہ ضرور ہیں تو آپ نے فرمایا تو وہ لوگوں پر مثل ائمہ کے ہیں، اس کو روایت کیا دارمی نے۔ اور اکابر صحابہؓ اور تابعینؒ کی ایک جماعت نے صدیق اکبرؓ کے حقوقِ خلافت پر قیام کی تعریف کی ہے۔ مروی ہے عبد خیرؒ سے کہا کہ میں نے علیؓ سے سُنا فرماتے تھے کہ وفات پائی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے بہترین حال میں جس پر انبیاءؑ میں سے کسی نبی نے وفات پائی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح کی۔ کہا کہ پھر ابو بکرؓ خلیفہ بنائے گئے تو انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عمل اور آپؐ کی سنّت کے مطابق کام کئے۔ پھر ابو بکرؓ نے وفات پائی جیسی بہترین حالت پر کسی کی وفات ہوتی ہے اور وہ اس اُمت کے نبی کے بعد سب سے افضل تھے۔ پھر خلیفہ بنائے گئے عمرؓ تو اُنھوں نے اُن دونوں کے عمل اور اُن کی سُنّت کے مطابق کام کئے پھر اُنھوں نے وفات پائی جیسی بہترین حالت پر کسی کی وفات ہوتی ہے اور وہ اس امت کے نبیؐ اور ابو بکرؓ کے بعد سب سے افضل تھے، اس کو ابنِ ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اور مروی ہے عائشہؓ سے کہ وہ فرمایا کرتی تھیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے تو ابو بکرؓ پر جو (بوجھ) آپڑا تھا وہ اتنا سخت تھا کہ اگر پہاڑ پر آپڑتا تو اُس کو بھی توڑ دیتا اور مدینہ میں نفاق بلند ہوگیا اور عرب مُرتد ہوگئے تو واللہ

ما اختلفوا في نقطة إلا طار أبي بحظها و
غنائها في الاسلام وكانت تقول مع
هذا ومن رأى عمر بن الخطاب عرف أنه خلق
غناء للاسلام كان والله أحوذيا نسيج وحده
قد أعد للأمور أقرانها أخرجه ابن أبي شيبة
وقال عبدالله بن الاهتم واعظ الشام في
خطبته الطويلة ثم قام بعده أبو بكر فسلك
سنته (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) وأخذ سبيله وارتدت
العرب أو من فعل ذلك منهم فأبى
أن يقبل منهم بعد رسول الله صلى
الله عليه وسلم إلا الذي كان قابلا
انتزع السيوف من أغمادها (برکشید ۱۲)
وأوقد النيران في شعلها (پیانہا ۱۲) ثم ركب
بأهل الحق أهل الباطل فلم يبرح
يقطع أوصالهم ويسقي الأرض (مفاصلہم ۱۲)
دماءهم حتى أدخلهم في الذي
خرجوا منه (ای الاسلام ۱۲) وقررهم بالذي نفروا
عنه وقد كان أصاب من
مال الله بكرا يرتوي عليه و
جشية أرضعت له ولدا له
فرأى ذلك عند موته غصة
في حلقه فأدى ذلك إلى
الخليفة من بعده وفارق
الدنيا تقيا نقيا على منهاج
صاحبه أخرجه الدارمي بأن أول أمر كه

اگر (اصحاب نے) ایک نقطہ میں بھی آپس میں اختلاف کیا تو میرے باپ (اس کو حل کرنے کے لئے) اڑ کر پہنچے کیونکہ اسلام میں اُن کا بڑا اور کامل حصہ تھا۔ اور اسی کے ساتھ یہ بھی کہا کرتی تھیں کہ ور جس نے دیکھا ہے عمر بن الخطاب کو وہ جانتا ہے کہ وہ پیدا کئے گئے تھے اسلام کے لئے کافی اور وافی بناکر۔ واللہ بڑے صاحب تدبیر اور خوبیوں والے تھے اور انھوں نے امور کے انتظام پر اُن کے مناسب لوگوں کو تیار کیا تھا، اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اور عبداللہ بن الاہتمؒ نے جو شام کے واعظ تھے اپنے ایک طویل خطبہ میں کہا۔ پھر قائم ہوئے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ابوبکرؓ تو وہ آپؐ کی سنت پر چلے اور انھوں نے آپؐ کے راستہ کو اختیار کیا اور عرب مرتد ہوا یا جس نے اُن میں سے ایسا کام کیا تو ابوبکرؓ نے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ان کو معاف کرنے سے انکار کردیا بجز ایسے شخص کے جو (اسلام کو) قبول کرنے والا تھا۔ تلواریں میانوں سے کھینچ لیں اور جنگ کے شعلے بھڑکا دیئے اور اہل حق کو ساتھ لے کر اہل باطل کو اوندھے منہ گرادیا تو برابر اُن کے جوڑ بند کاٹتے اور زمین کو اُن کا خون پلاتے رہے یہاں تک کہ اُن کو اُس چیز میں داخل کرکے چھوڑا جس سے وہ نکلے تھے (یعنی اسلام میں) اور وہاں اُن کو جماکر چھوڑا جہاں سے وہ بھاگے تھے۔ اور بیت المال میں اُن کے پاس ایک اونٹ تھا جس پر لاد کر پانی لایا جاتا تھا اور ایک حبشی کنیز تھی جو آپ کے ایک بچہ کو دودھ پلاتی تھی تو آپ نے اپنی موت کے قریب ان کو بھی اپنے حلق میں اٹکا ہوا دیکھا تو اُن کو اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کے پاس بھیجدیا اور دنیا سے بحالت تقوی پاک وصاف گزر گئے اپنے رفیق کے طریقہ پر، اس کو دارمی نے روایت کیا۔ پھر سب سے پہلا کام جس کے پورا کرنیکا

صدیقِ اکبرؓ متصدی امضائے آن شد
انجازِ وعدہای آنحضرت بود صلے اللہ علیہ
وسلم وقضای دیون و عن ربیعۃ بن
ابی عبدالرحمن انہ قال قدم علے
ابی بکر الصدیق مال من البحرین فقال من
کان لہ عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
دین او عدۃ فلیأتنی فجاءہ جابر بن عبداللہ
فحفن لہ ثلٰث حثیات اخرجہ مالک واخرج
البخاری قصۃ حثیات جابر بطرق مختلفۃ
بعد ازان بالتماس حضرتِ فاروقؓ بجمع
قرآن بین اللوحین باہتمام عظیم مشغول شد
واین قصہ بخوب ترین صورتے در
بخاری مذکور است حضرتِ مرتضیٰؓ میگفت
رحم اللہ ابابکر جمع القرآن بین اللوحین
بعد ازان نسق حضرت صدیقؓ درباب نصب
عمال آن بود کہ عاملانِ آنحضرت را صلے اللہ علیہ
وسلم مسلم می گزاشت مگر آنکہ ایشان خود استعفا
کنند فی الاستیعاب کان خالدؓ یعنی ابن سعید
واخوتہ عمالا لرسولِ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
فرجعوا عن عمالاتہم حین مات رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم فقال ابوبکر مالکم رجعتم عن
عمالتکم ما احد احق بالعمل من عمال رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارجعوا الی اعمالکم
فقالوا نحن بنو ابی احیحۃ لا نعمل لاحد بعد
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابدا

صدیق اکبرؓ نے اہتمام کیا وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وعدوں کا پورا کرنا اور آپؐ کے قرضوں کا ادا کرنا تھا۔ ربیعہ بن ابی عبدالرحمنؒ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ ابوبکر صدیقؓ کے پاس بحرین سے مال آیا تو آپ نے کہا (یعنی اعلان کیا) کہ جس کسی کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذمہ قرض ہو یا کوئی وعدہ ہو تو اس کو چاہیئے کہ میرے پاس آئے۔ تو ان کے پاس جابر بن عبداللہؓ گئے تو ان کو تین دوہتڑیں بھر کر دیں، اس کو روایت کیا امام مالکؒ نے۔ اور بخاریؒ نے جابرؓ کی دوہتڑوں کے قصہ میں مختلف اسناد کے ساتھ روایت کیا۔ اس کے بعد حضرت فاروقؓ کے التماس پر قرآن کو دو لوح (یعنی دو گتوں کے درمیان) جمع کرنے کے اہتمام عظیم میں مشغول ہوتے۔ اور یہ قصہ بہت خوبصورتی کے ساتھ بخاری میں مذکور ہے۔ حضرتِ مرتضیٰؓ فرمایا کرتے تھے اللہ رحمت نازل کرے ابوبکرؓ پر کہ انھوں نے قرآن کو دو تختیوں کے درمیان جمع کر دیا۔ اس کے بعد عاملوں کے نصب کرنے کے بارے میں حضرت صدیقؓ کا طرزِ عمل یہ تھا کہ جو عامل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے رکھے ہوئے تھے اُن کو بدستور رہنے دیتے تھے بجز اس کے کہ یہ لوگ خود استعفاء دیں۔ استیعاب میں ہے کہ خالد یعنی خالد بن سعیدؓ اور اُن کے بھائی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عمّال تھے تو جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو یہ اپنے عہدۂ عمالت سے لوٹ آئے تو اُن سے ابوبکرؓ نے فرمایا کہ کیا بات ہے تم کیوں اپنے عہدۂ عمالت سے لوٹے ہو اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عمال میں سے کوئی تم سے زیادہ عمل کا حقدار نہیں ہے؛ اپنے عہدوں پر واپس جاؤ۔ تو انھوں نے کہا کہ ہم ابواحیحہ کی اولاد ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اب ہم کبھی کسی کے لئے عمل (یعنی ملازمت) نہیں کریں گے۔

فمضوا الی الشام فقتلوا جمیعًا و فی الاستیعاب
کتب عبداللہ بن الارقم للنبی صلی اللہ علیہ
وسلم ثم لابی بکر و استکتبہ عمرو استعملہ علی
بیت المال وعثمان بعدہ و فی الاستیعاب عتاب
ابن اسید استعمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
علی مکۃ عام الفتح واقرہ علیہا ابوبکر فلم یزل
علیہا الی ان مات بعد ازاں ہر کسے را کہ آں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحفظ و رعایت او
امر فرمودہ بود صدیق اکبر رض بنا بر تعظیم
وصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در
رعایت وے اہتمام تمام می نمود فی الاستیعاب
سندر مولی زنباع مثل بہ مولاہ فاعتقہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول
اللہ اوص بی فقال اوصی بک کل مسلم
فلما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتی
سندر الی ابی بکر فقال احفظ فی وصیۃ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعالہ
ابوبکر حتی توفی ثم اتی بعدہ الی عمر
فقال لہ عمر ان شئت ان تقیم
عندی اجریت علیک و الا فانظر
ای المواضع شئت فاکتب لک
فاختار سندر مصر فکتب لہ
عمر الی عمرو بن العاص تحفظ
فیہ وصیۃ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فلما قدم علی عمرو

پھر یہ سب شام چلے گئے اور سب مقتول ہوئے۔ اور استیعاب میں
ہے کہ عبداللہ بن الارقم رض کاتب تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پھر کاتب ہوئے ابوبکر رض کے اور اُن کو کاتب بنایا عمر رض نے
اور اُن کو بیت المال پر عامل بنایا اور اُن کے بعد عثمان رض نے بھی۔
اور استیعاب میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح
والے سال عتاب بن اُسید رض کو مکہ پر عامل بنایا اور ابوبکر رض نے اُن کو
برقرار رکھا پھر وہ برابر اپنے انتقال تک مکہ پر عامل رہے۔ اس
کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کی حفاظت
اور رعایت کے لئے حکم فرمایا تھا صدیق اکبر رض آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے احترام کے پیش نظر اُس کی رعایت
کرنے کا پورا اہتمام رکھتے تھے۔ استیعاب میں ہے کہ سندر زنباع
کا غلام تھا اُس کے آقا نے اُس کے ناک کان کاٹ دیئے تھے
پھر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر دیا تھا۔ اُس نے
کہا یا رسول اللہ! میرے حق میں کچھ وصیت کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا
کہ میں تیرے حق میں ہر مسلمان کو وصیت کرتا ہوں۔ پھر جب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو سندر ابوبکر رضی اللہ
عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میرے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی وصیت کا لحاظ رکھیئے تو اس کا ابوبکر رض نے نفقہ مقرر کر دیا
یہاں تک کہ اُن کی وفات ہو گئی۔ پھر اُن کے بعد یہ عمر رض کے
پاس آیا تو اُس سے عمر رض نے فرمایا کہ اگر تو میرے پاس قیام کرنا چاہے
تو میں تیرا وظیفہ مقرر کر دوں ورنہ غور کر لے کہ تو کس جگہ رہنا
پسند کرتا ہے (وہاں کے حاکم کو) تیرے بارے میں لکھ دوں۔ تو
سندر نے مصر کو پسند کیا تو حضرت عمر رض نے اس کے بارے میں
عمرو بن العاص رض کو لکھا کہ اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی وصیت کی حفاظت کرو۔ جب یہ عمرو بن العاص کے پاس پہنچا

[illegible] لہٗ ارضًا واسعۃً و دارًا و فی (علیحدہ کرد ۱۲)
الاستیعاب کان رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم یزور اُمّ ایمن و کان
ابو بکر و عمر یزورانہا بعد ازان حضرت
صدیق رض بتوقیر اہلِ بیتِ نبوت و تعظیم
ایشان اقصے الغایت وصیت فرمود
و قال ابو بکر ارقبوا محمدًا صلے اللہ علیہ
وسلم فی اہلِ بیتہ رواہ جماعۃ بعد ازاں
در حفظِ ناموس آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم در منکوحاتِ او سعی تمام بجا آورد
و در مسئلہ تحریم نکاح غیر مدخولہ آں
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم مباحثہ اُفتاد
فی الاستیعاب قُتَیلۃ بنت قیس تزوّجہا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و مات
عنہا قبل ان یدخل بہا فتزوجہا عکرمۃ بن
ابی جہل بحضر موت فبلغ ابابکر فقال
لقد ہممتُ ان اُحرِقَ علیہما بیتہما فقال لہٗ
عمر ماہی من اُمّہات المؤمنین لا دَخَل بہا ولا
ضَرَبَ علیہا الحجاب باز حضرت صدیق
اوّل خلیفہ است کہ برائے او وظیفہ از
بیت المال مقرر شد عن عائشۃ لما استخلف
ابو بکر الصدیق قال لقد علم قومی انّ حرفتی (یعنی التجارۃ ۱۲)
لم تکن تعجز عن مؤنۃ (نفقہ) اہلی و شُغلتُ
بامر المسلمین فیأکلُ آلُ ابی بکر
من ھٰذا المال (بیت المال ۱۲)

تو اُنھوں نے اس کو ایک وسیع قطعہ زمین اور ایک مکان جاگیر
دیدیا۔ اور استیعاب میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُمّ
ایمن رض سے ملنے جایا کرتے تھے اور ابو بکر رض و عمر رض بھی اُن سے ملنے کے
لئے جاتے رہے۔ اس کے بعد حضرت صدیق رض نے اہل بیتِ نبوت
کی توقیر اور اُن کی تعظیم کی زیادہ سے زیادہ رعایت رکھنے کی وصیت
فرمائی (استیعاب میں ہے) اور ابو بکر رض نے فرمایا محمد صلے اللہ
علیہ وسلم کے احترام کا خیال رکھو اُن کے اہلِ بیت کے بارے میں،
اس کو ایک جماعت نے روایت کیا۔ اس کے بعد جن عورتوں سے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہوا اُن کے ناموس کے تحفظ
میں آپ پوری سعی فرماتے رہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کی غیر مدخولہ سے تحریم نکاح کے بارے میں مباحثہ ہوا۔ استیعاب
میں ہے کہ قُتیلہ بنتِ قیس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
نکاح کر لیا تھا اور اُن کے پاس جانے سے پہلے آپ کی وفات
ہوگئی تو اُن سے حضر موت میں عکرمہ رض بن ابی جہل نے نکاح کر لیا
یہ خبر ابو بکر رض کو پہنچی تو فرمایا کہ یہ دل چاہتا ہے کہ ان دونوں
کے اوپر ان کے گھر کو پھونک دوں۔ تو اُن سے عمر رض نے کہا کہ
وہ اُمّہات المؤمنین میں سے نہیں ہے، نہ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم اس کے پاس گئے اور نہ اس پر پردہ ڈالا (یعنی تخلیہ
کیا)۔ پھر حضرت صدیق رض سب سے پہلے خلیفہ ہیں جن کے لئے
بیت المال سے وظیفہ مقرر ہوا۔ مروی ہے عائشہ رض سے کہا کہ جب
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنا دیئے گئے تو فرمایا
کہ میری قوم کو معلوم ہے کہ میرا پیشہ (یعنی تجارت)
میرے اہل و عیال کے (مصارف کو) برداشت کرنے سے عاجز
نہیں تھا اور میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہو گیا تو اب
آلِ ابو بکر رض کو اس مال میں سے (یعنی بیت المال سے) کھانا ہوگا

و یحترف للمسلمین فیہ اخرجہ البخاری
باز حضرت صدیق رض را در مسئلہ ہل تجب
علی المرتدین اذا تابوا دیۃ من قتلوہ
فی ایام الردۃ با حضرت فاروق رض اختلاف
افتاد قال البغوی روی عن ابی بکر انہ
قال لقوم جاءوہ تائبین تدون قتلانا (دیت بدہید) و
لا ندی قتلاکم فقال عمر لا ناخذ لقتلانا
دیۃ اصح قولی امام شافعی رح مذہب
حضرت صدیق است جمعی از علماء گفتند
منہم البغوی احتمال دارد کہ مذہب
حضرت فاروق رض موافق مذہب صدیق
اکبر رض باشد غیر انہ رای الاعراض عن
الزام الدیۃ ترغیبا لہم فی الثبات علی
الاسلام باز فقہاء مسلمین در تغریب بکر (گردن جلا وطن کردن)
زانی اختلاف دارند حضرت صدیق رض
احیاء سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نمود در تغریب زناۃ و الی الیوم اکثر فقہاء
و جملہ محدثین بر مذہب وے رفتند عن ابن
عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جلد و غرب وان ابابکر جلد و غرب و
ان عمر جلد و غرب اخرجہ البغوی وغیرہ
باز علماء مسلمین متفق اند در انکہ

اور ابوبکر مسلمانوں کی خدمت* کرے گا، اس کو بخاری نے روایت
کیا۔ پھر اس مسئلہ میں کہ کیا مرتدین پر جب کہ وہ توبہ کر لیں اُن
لوگوں کی دیت واجب ہے جن کو انھوں نے مرتد ہونے کے
دنوں میں قتل کیا تھا حضرت صدیق رض کا حضرت فاروق رض کے
ساتھ اختلاف واقع ہوا۔ بغوی نے کہا کہ مروی ہے ابوبکر رض سے
کہ انھوں نے قوم کے اُن لوگوں سے جو توبہ کر کے آئے کہا کہ تم
ہمارے یں کے مقتولوں کی دیت دو اور ہم تم یں کے مقتولوں
کی دیت نہ دیں گے۔ پھر عمر رض نے کہا کہ ہم اپنے مقتولوں کی دیت
نہ لیں گے۔ امام شافعی رح کے دو قولوں میں سے زیادہ صحیح قول
حضرت صدیق رض کا مذہب ہے۔ علماء کی ایک جماعت نے کہا
ہے جن میں بغوی رح بھی ہیں کہ یہ احتمال ہے کہ حضرت فاروق رض
کا مذہب صدیق اکبر رض کے مذہب کے موافق ہو (اور اس ارشاد
کی کوئی وجہ نہ ہو) بجز اس کے کہ انھوں نے دیت کے لازم
کرنے کی رائے سے اعراض کیا ہو تاکہ ان لوگوں کو ترغیب ہو جائے
اسلام پر ثابت قدم رہنے میں۔ پھر فقہاء مسلمین میں اختلاف ہے
ایسے زانی کو جلا وطن کرنے کے بارے میں جو کنوارا ہو۔ حضرت
صدیق رض نے زانیوں کو شہر بدر کرنے میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی سنت کا احیاء کیا اور آج تک اکثر فقہاء اور تمام
محدثین ان ہی کے مذہب پر چل رہے ہیں۔ مروی ہے ابن عمر رض
سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوڑے مارے اور
شہر بدر کیا اور عمر رض نے کوڑے مارے اور شہر بدر کیا۔ اس کو
بغوی رح وغیرہ نے روایت کیا۔ پھر علماء مسلمین اس میں متفق ہیں کہ

*عہ بعض نے کہا ویحترف للمسلمین سے یہ مراد ہے کہ وہ مسلمانوں کے فائدے کیلئے تجارت بھی کریں گے، یعنی بیت المال سے جو روپیہ میں اپنے گھر والوں کے ضروری خرچ کے لئے لوں گا اتنا ہی یا اس سے زیادہ تجارت کر کے پھر اُس میں داخل کروں گا" (لغات الحدیث) اس معنے میں یہ استبعاد ہے کہ اگر آپ کے پاس تجارت کے لئے وقت ہوتا تو ہرگز نہ لیتے۔ اس لئے مطلب یہ ہے کہ ابوبکر رض اب وہ پیشہ تجارت ترک کرتے ہیں اب جو اس کا پیشہ ہو گا وہ امور خلافت کی انجام دہی ہو گا ۱۲ مترجم

ذا سَرَقَ اوّلاً قُطِعَت یدُہ الیمنیٰ فان
سَرَقَ ثانیاً قُطِعت رجلہُ الیُسریٰ باز
مختلف شدند درآنکہ چون ثالثاً سرقہ کند
چہ باید کرد امام مالکؒ و امام شافعیؒ
قُطِعَتْ یدہ الیسریٰ اختیار کردہ اند ثم
اِن سَرَقَ قُطِعَت رجلہ الیمنیٰ و امام ابو حنیفہؒ
گفتہ یُعزَّر ویُحبَس ولا قُطِعَ علیہ اذا
سَرَق بعد قطعِ الیدِ الیمنیٰ و الرِّجلِ الیسریٰ
مآخذ امام مالکؒ و شافعیؒ حدیثے است
کہ ہر دو در کُتُب خود روایت کردہ اند
و بران اعتماد نمودہ مالکؒ عن عبدالرحمٰن
بن القاسم عن ابیہ انّ رجلاً من اہلِ
الیمن اَقطعُ الیدِ والرِّجلِ قدم فنزل علیٰ
ابی بکر الصدّیق فشکیٰ الیہ انّ عامل
الیمن ظلمہ وکان یُصلّی من اللیل فیقولُ
ابو بکرٍ و ابیکَ مالیلکَ بلیلِ سارقٍ
ثم انہم افتقدوا حلیاً لاسماء بنتِ
عُمیس امرأۃ ابی بکر فجعلَ یطوفُ
معہم ویقول اللّٰہم علیکَ بمَن بیّتَ (الاقطع، وفی نسخۃ)
اہلَ ہذا البیتِ الصالح فوجدُوا الحُلی عند
صائغٍ زعم ان الاقطعَ جاءہ بہ
فاعترفَ الاقطعُ او شُہِدَ
علیہ فامر بہ ابو بکرٍ فقُطِعت
یدہ الیُسریٰ و قال ابو بکرٍ
واللّٰہ لدُعاءہ علیٰ نفسہ

جب کوئی پہلی مرتبہ چوری کرے تو اس کا داہنا ہاتھ کاٹا جائے۔ پھر اگر دوسری مرتبہ چوری کرے تو اُس کا بایاں پاؤں کاٹا جائے۔ پھر اس میں مختلف الرائے ہو گئے کہ جب تیسری مرتبہ چوری کرے تو کیا کیا جائے؟ امام مالکؒ و امام شافعیؒ نے یہ اختیار کیا کہ اُس کا بایاں ہاتھ کاٹا جائے پھر اگر چوری کرے تو اُس کا داہنا پاؤں کاٹا جائے۔ اور امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ سزا دی جائے اور قید کیا جائے اور اُس کا کوئی عضو نہیں کاٹا جائے گا جب کہ اُس نے داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹے جانے کے بعد چوری کی۔ امام مالکؒ اور شافعیؒ کا ماخذ ایک حدیث ہے جس کو دونوں نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے اور اس پر اعتماد کیا۔ مالکؒ روایت کرتے ہیں عبدالرحمٰن بن القاسمؒ سے وہ اپنے باپ سے کہ اہلِ یمن میں کا ایک شخص جس کا ہاتھ اور پاؤں کٹا ہوا تھا آیا اور ابو بکر صدیقؓ کے پاس اُترا اور اُن سے شکایت کی کہ یمن کے عامل نے اُس پر ظلم کیا اور وہ رات کو نماز (یعنی نفلیں) پڑھا کرتا تھا تو ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ تیرے باپ کی قسم تیری رات چور کی رات جیسی نہیں ہے۔ پھر یہ واقعہ پیش آیا کہ اسماءؓ بنتِ عمیس ابو بکرؓ کی بی بی صاحبہ کا زیور چوری ہو گیا جس کو اُنھوں نے تلاش کیا تو یہ شخص اُن کے ساتھ پھرتا رہا اور یہ بھی کہتا رہا کہ یا اللہ! آپ پکڑیں اُس شخص کو جس نے اس نیک گھر والوں پر چھاپہ مارا۔ اس کے بعد لوگوں نے اس زیور کو ایک سُنار کے پاس پایا جس نے یہ بیان دیا کہ وہ ہاتھ پاؤں کٹا ہوا اُس کو دے گیا ہے، پھر اُس ہاتھ پاؤں کٹے نے اقرار کر لیا یا اس پر شہادت گزر گئی تو اس کے بارے میں ابو بکرؓ نے حکم دیا پھر اُس کا بایاں ہاتھ کاٹا گیا۔ اور ابو بکرؓ نے فرمایا کہ واللہ اُس کا اپنے نفس پر بددعا کرنا کہ الٰہی پکڑ اس شخص کو الخ

اشد عندی علیہ من سرقتہ و سابق تحریر یافت کہ صدیق اکبرؓ حد شارب خمر را بچہل ضربہ معین ساخت و علیہ الشافعی قال الاربعون الاخرےٰ تعزیرٌ یجوز فعلہ ویجوز ترکہ قال البغوی رحمہ اللہ اختلفوا فی التفضیل علی السابقۃ والنسب عند قسمۃ الفئ (غنیمت) فذہب ابوبکر الی التسویۃ بین الناس واولی الفضل بالسابقۃ حتی قال لہ عمر اتجعل الذین جاہدوا فی اللہ باموالہم وانفسہم وھاجروا دیارہم کمن دخل فی الاسلام کرہاً فقال ابوبکر انما عملوا للہ وانما اجورہم علی اللہ وانما الدنیا بلاغ وکان عمر یفضل علی السابقۃ والنسب (کفایت بقدر) بندہ ضعیف گوید کہ این اختلاف در حکم شرعی نیست بلکہ درزمان حضرت صدیقؓ کثرۃ فئ کہ محل تفضیل بسابقہ ونسب باشد حاصل نشد لاچار منظور نظر صدیق اکبرؓ احیاء این نفوس شد باقل آنچہ وجہ کفاف ایشان تواند بود و درعہد فاروق اعظمؓ فئ بکثرت جمع شدہ واز قدر کفایت بیشتر حاصل گشتہ پس تفضیل اہل سوابق راگنجایش بہم رسید عن میمون بن مہران قال کان ابوبکر اذا اراد ان یبعث بعثاً

لشکرے ۱۲

میرے نزدیک اس شخص کے حق میں زیادہ سخت ہے اُس کے چوری کرنے سے (اس لئے کہ اگر وہ خدا کو عالم الغیب اور قادر مطلق سمجھتا تو یہ کلمات نہ کہتا) اور پہلے لکھا جاچکا ہے کہ صدیق اکبرؓ نے شارب خمر کی چالیس (کوڑے) ضربیں مقرر کردی تھیں اور اسی پر شافعیؒ کا قول ہے کہ دوسری (مرتبہ کی) چالیس ضرب (حد نہیں بلکہ) تعزیر (یعنی سزا) ہے جس کا فعل بھی جائز ہے اور ترک بھی جائز۔ بغوی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس بارے میں انہوں نے اختلاف کیا کہ اسلام پر سبقت کرنے اور نسب کی بناء پر مال غنیمت کی تقسیم میں فضیلت (ترجیح) دی جائے۔ تو ابوبکرؓ عام لوگوں کے (اور) اسلام پر سبقت کی بناء پر جو صاحب فضیلت تھے ان کے درمیان برابری قائم رکھنے کی طرف گئے۔ یہاں تک کہ اُن سے عمرؓ نے کہا کہ کیا آپ اُن لوگوں کو جنھوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اپنے اموال سے اور اپنی جانوں سے اور اپنے شہروں کو چھوڑا اُن کے برابر کر رہے ہو جو اسلام میں کراہت کے ساتھ داخل ہوتے ؟ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ انھوں نے جو کچھ عمل کئے اللہ کے لئے کئے اور اُن کے اجر اللہ پر ہیں اور دنیا تو گزشتنی (حقیر چیز) ہے۔ اور عمرؓ (اپنے زمانہ میں) اہل سابقہ اور نسب پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ بندہ ضعیف کہتا ہے کہ یہ اختلاف حکم شرعی میں نہیں ہے بلکہ حضرت صدیقؓ کے زمانہ میں مال غنیمت کی کثرت جو خدمات سابقہ ونسب کا محل ہے حاصل ہی نہ ہوتی تھی اس مجبوری کی وجہ سے صدیق اکبرؓ کی نظر ان نفوس کے (کسی نہ کسی طرح) زندگی قائم رکھنے پر رہی کہ کم سے کم گزارے کی صورت میسر ہوسکے اور فاروق اعظمؓ کے عہد میں اموال غنیمت بکثرت جمع ہوتے اور قدر کفایت سے زیادہ حاصل ہوا تو اہل سوابق کی تفضیل کے لئے گنجائش نکل آتی۔ مروی ہے میمون بن مہران سے کہ ابوبکرؓ جب کہیں لشکر بھیجنے کا ارادہ کرتے

ندب الناس فاذا کمل لہ من العدۃ ما یرید جہزہم دعاہم
بما کان عندہ ولم تکن الاعطیۃ فرضت علی عہد
اخرجہ ابن ابی شیبۃ باز در آخر ایام آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فتنۂ ردت نمودار گردید و بعد از وفات
وے صلی اللہ علیہ وسلم این فتنہ استحکام یافت از انجملہ
مسیلمہ کذاب دعوی نبوت کرد و فوجے عظیم از
اہل یمامہ و اہل نجد با خود جمع نمود حضرت صدیق رض
مسلمین را برای قتال آنجماعہ برخواند و خالد بن ولید
را امیر ساخت چون تلاقی فئتین واقع شد اول بر
مسلمانان ہزیمت افتاد ثانیاً بسعی جمعے از نبلاء بزرگان
صحابہ رض مانند ثابت بن قیس و زید بن الخطاب برادر
فاروق اعظم رض و براء بن مالک فتح اسلام میسر
شد و این عزیزان شربت شہادت چشیدند رضوان
اللہ علیہم و مسیلمہ بدوزخ پیوست و جماعۂ او
متفرق گشت و آن یکے از فتوح عظیم اسلام بود گویا
فرمودۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در باب خالد سیف
من سیوف اللہ تمہید و توطیہ ہمین فتح بودہ است و
از انجملہ بنو عبد القیس و جمعے از ناحیۂ بحرین بشرفِ
اسلام مشرف شدہ بودند و قدم راسخ پیدا کردہ
درین ایام بنو بکر با منذر بن ساوی در ساختہ
قصدِ آن مسلمانان نمودند ایشان این ماجرا
را بعرض صدیقِ اکبر رض رسانیدند و وے رضی
اللہ عنہ جماعۂ از مسلمین را بر جہاد دعوت
فرمود و بسرکردگی علاء بن الحضرمی ایشان را
بحرب بنو بکر روان نمود

تو لوگوں کو طلب کرتے تھے تو جب وہ شمار پوری ہو جاتی جس کا وہ
ارادہ رکھتے ہوتے تو ان کے لئے اتنا سامان کر دیتے جو اُن کے پاس
ہوتا اور اُن کے عہد میں وظائف مقرر نہیں کئے گئے تھے، اس کو
روایت کیا ابنِ ابی شیبہ نے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے آخری ایام میں مرتد ہونے کا فتنہ نمودار ہوا اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ فتنہ مستحکم ہو گیا۔ اُن میں
سے ایک فتنہ یہ تھا کہ مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور یمامہ
اور نجد والوں کی ایک عظیم فوج اپنے پاس جمع کر لی۔ حضرت
صدیق رض نے مسلمانوں کو اس جماعت کے ساتھ قتال کے لئے بلایا
اور خالد بن ولید رض کو امیر بنایا۔ جب دونوں جماعتوں میں مڈ بھیڑ
ہوئی تو اوّل مسلمانوں پر ہزیمت واقع ہوئی۔ اس کے بعد بزرگان
صحابہ رض کی ایک جماعت کی کوشش سے جیسے ثابت بن قیس رض اور
زید بن الخطاب رض فاروقِ اعظم رض کے بھائی اور براء بن مالک رضی
اللہ عنہم تھے فتح اسلام کی ہوئی اور ان عزیزوں نے شربتِ
شہادت پیا اور مسیلمہ جہنم رسید ہوا اور اس کی جماعت
متفرق ہو گئی اور یہ اسلام کی ایک بڑی عظیم الشان فتح ہوئی۔
گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد خالد رض کے بارے میں کہ
وہ ایک تلوار ہے اللہ کی تلواروں میں سے تمہید اور اطلاع اسی
فتح کی ہوئی ہے۔ اور اُن میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ بنو عبد القیس
اور بحرین کے نواحی کی ایک جماعت مشرف باسلام ہوئی تھی اور
ان میں پختگی پیدا ہو گئی تھی، ان ایام میں بنو بکر نے منذر بن ساوی
کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے ان مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا
اُنھوں نے یہ ماجرا صدیقِ اکبر رض کی خدمت میں پہنچایا اور آپ رض
نے مسلمانوں کی جماعت کو جہاد کے لئے دعوت دی اور علاء رض
ابن الحضرمی کی سرکردگی میں ان کو بنو بکر سے جنگ کے لئے روانہ کیا

و علاء حضرمی را در راه کرامتی باہرہ ظاہر شد و آن
استجابتِ دعا. او بود بظہور آبے کہ دفعِ عطش نماید
آخرہا شبخون برکفار زدند و فتحے عظیم نمایان گشت
و از انجا بجزیرۂ دارین (موضعہ بالشام) نہضت نمود و درین اثناء
کرامتے دیگر نمودار شد و آن نیز استجابتِ دعائے
او بود در نقصِ آب تا آنکہ اخفافِ ابل تمام
درآب غرق نشد اینجا نیز فتحے عظیم برروئے کار
آمد و از انجا بطرف منذر بن ساوی متوجہ شدہ
غلبۂ نمایان بدست آوردند و فی الاستیعاب
کان یُقال ان العلاء بن الحضرمی کان مُجاب الدعوۃ
و انہ خاض البحر بکلماتٍ قالہا و دعا بہا و ذلک
مشہور عنہ در اینجا سرّ تقدیم صدیق اکبرؓ علاء بن
حضرمی را ظاہر و نمایان گردید و از انجملہ آنکہ
اہلِ عمان و مہرہ کہ در زمانِ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم مسلمان شدہ بودند درین ہنگام
مرتد گشتند و جیفر و عبد کہ حکومت آن دیار
بامر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تعلّق بایشان
داشت قصہ ارتدادِ آن طائفہ بعرض صدیقِ
اکبرؓ رسانیدند و وی رضی اللہ عنہ مسلمین را
برائے جہاد جمع کرد حُذیفہ بن محصن حِمیَری را
برائے ریاستِ عمان و عرفجہ بارقی را
بریاستِ مہرہ مقرر فرمود و عکرمہ را
کہ از فتحِ یمامہ ہنوز مراجعت نہ
کردہ بود بکمکِ ایشان مامور ساخت
بعد تلاقیِ فئتین

اور علاءؓ بن الحضرمی کی راستہ میں ایک کھلی ہوئی کرامت ظاہر
ہوئی اور وہ اُن کی دعاء کی مقبولیت تھی ایک پانی کے ظہور
کی صورت میں کہ جس سے (تمام لشکر) اپنی پیاس بجھالے۔
اس کا آخر انجام یہ ہوا کہ اُنھوں نے کفار پر شبخون مارا اور ایک
فتحِ عظیم نمایاں ہوئی اور وہاں سے جزیرۂ دارین کی طرف
(جو شام کا ایک موضع ہے) کوچ کیا۔ اس دوران میں ان کی دوسری
کرامت نمودار ہوئی اور وہ بھی اُن کی دعاء کی مقبولیت تھی پانی
کے کم ہوجانے کی صورت میں یہاں تک کہ اُونٹوں کے پورے کُھر
بھی پانی میں نہیں ڈوبے۔ (حالانکہ دریا چڑھاؤ پر تھا) یہاں بھی
ایک عظیم فتح میسّر ہوئی، پھر یہاں سے مُنذر بن ساوی کی طرف
متوجہ ہوتے اور نمایاں غلبہ حاصل ہوا۔ اور استیعاب میں ہے
کہ کہا جاتا تھا کہ علاءؓ بن الحضرمی مستجاب الدعوات تھے اور وہ
دریا میں گُھس گئے کچھ کلمات پڑھ کر اور اُن کے ساتھ دعاء کرکے
اور یہ بات اُن کی نسبت مشہور ہے۔ اس موقع پر یہ راز ظاہر و نمایاں
ہوگیا کہ صدیقِ اکبرؓ نے اس وجہ سے علاءؓ بن الحضرمی کو سردار
لشکر بنایا تھا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ اہلِ عمان و مہرہ جو
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسلام لاتے تھے
اس زمانہ میں مُرتد ہوگئے۔ اور جیفر اور عبد نے کہ اُن شہروں کی
حکومت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان سے متعلق
تھی اس جماعت کے مُرتد ہوجانے کا قصہ صدیقِ اکبرؓ کی خدمت
میں پہنچایا اور صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو جہاد کے
لئے جمع کیا اور حُذیفہ بن مُحصن حِمیَری کو عمان پر حکومت کے
لئے اور عرفجہ بارقی کو مہرہ پر حکومت کے لئے آپ نے متعین
فرمایا اور عکرمہ کو جو کہ یمامہ کی فتح سے ابھی تک نہیں لوٹے
تھے ان کی کُمک کے لئے مامور کیا۔ دونوں جماعتوں کے مل جانے کے بعد

جنگِ عظیم واقع شد و ہزیمت نمایان برکفار افتاد و ازانجملہ آنکہ قبیلہ کندہ و ناحیہ حضرموت و یمن در آخر سنین ہجرت بشرفِ اسلام مشرف شدہ بودند و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تعین امراء برایشان فرمودہ درین ولاء ارتداد پیش گرفتند و امرائے مسلمین بجبالِ متحصن شدہ ماجرا بعرض حضرت صدیق رضؓ رسانیدند وی رضے اللہ عنہ برائے قتالِ آنہا مسلمین را برخواند و ہمراہ زیاد بطرف آنجماعہ فرستاد مسلمانان بعد زد و برد بسیار بکمکِ عکرمۃ بن ابی جہل بامرادِ خویش فیروز و منظفر بازگشتند و اشعث بن قیس را کہ از رؤسارِ مرتدین بود مسلسل و مغلول بحضورِ حضرتِ صدیق رضؓ فرستادند صدیقِ اکبر چون دلاوری و سپہ سالاری و صدق توبہ اشعث ملاحظہ نمود اورا خلاص فرمود و خواہر خود امّ فروہ را بنکاحِ او داد و آخرِہا فراست حضرتِ صدیق رضؓ کارِ خود کرد کہ در مجاہداتِ عراق ترددہا نمایان از وے ظاہر گشت فی الاستیعاب روی عن الاشعث قدم علٰے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثلثین راکباً من کندۃ فقالوا لہٗ یارسول اللہ نحن بنو آکل المرار وانت ابن آکل المرار فتبسم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وقال نحن

جنگِ عظیم واقع ہوئی اور کفار پر نمایاں شکست واقع ہوئی۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ قبیلہ کندہ اور اطراف حضرموت و یمن کے رہنے والے ہجرت کے آخری برسوں میں شرف اسلام سے مشرّف ہوتے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن پر اُمراء کا تقرّر بھی فرمادیا تھا اس زمانہ میں یہ لوگ بھی مُرتد ہوگئے اور اُمرارِ مسلمین نے پہاڑوں میں قلعہ بند ہو کر تمام ماجرا حضرت صدیقِ اکبر رضؓ کے حضور میں پہنچایا۔ صدّیق رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے قتال کے لئے مسلمانوں کو دعوت دی اور ایک لشکر زیاد رضؓ کی سرکردگی میں اُس جماعت کی طرف بھیجا۔ مسلمان بہت کُشت وخون کے بعد عکرمہ رضؓ بن ابی جہل کی کمک سے کامران، فتحمند اور منظفر واپس ہوتے۔ اور اشعث بن قیس کو جو کہ مُرتدین کے رؤسار میں سے تھا زنجیرمیں جکڑ کر اور ہاتھ باندھ کر حضرت صدّیق رضؓ کے حضور میں بھیجا۔ صدّیق اکبر رضؓ نے جب اشعث کی سچائی اور اس کی دلاوری وسپہ سالاری کا ملاحظہ فرمایا تو اس کو رہا کردیا اور اپنی بہن اُمّ فروہ کو اُس کے نکاح میں دیدیا۔ انجام کار حضرت صدّیق رضؓ کی فراست نے اپنا کام کیا کہ عراق کے مجاہدات میں اس شخص کے نمایاں کارنامے ظاہر ہوتے۔ استیعاب میں ہے روایت کیا گیا ہے اشعث رضؓ سے کہ وہ آیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس قبیلہ کندہ کے تیس ۳۰ سواروں کے ساتھ پھر ان لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یارسول اللہ ہم آکل المرار عہ کے بیٹے ہیں اور آپ بھی آکل المرار کے بیٹے ہیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تبسم کیا اور کہا کہ ہم

عہ مُرار بضم میم ایک کڑوا درخت ہے جب اس میں سے اونٹ کھاتا ہے تو اُسکے ہونٹ سکڑ جاتے اور دانت کُھل جاتے ہیں۔ اس مناسبت سے ایسے شخص کو جسکے دانت کُھلے ہوتے رہیں آکل المرار کہا گیا۔ اس مناسبت سے حُجر کو جو مشہور شاعر امرء القیس کا پردادا تھا آکل المرار کہا جاتا تھا جو کندہ کی اولاد میں سے اور ان لوگوں کے اجداد میں سے تھا۔ ان میں سے کوئی عورت آنحضرت ؐ کے اجداد میں سے کسی کی بیوی تھیں اسلئے انھوں نے بھی آپ ؐ کو ابن آکل المرار کہدیا جس کا آپ نے جواب دیا ۱۲ اشتیاق احمد

بنو النضر بن کنانۃ لا نقفو (نتّبع) امّنا و لا ننتفی من ابینا
وفیہ ایضاً کان فی الجاہلیۃ رئیساً مطاعاً فی
کندۃ وکان فی الاسلام وجیہاً فی قومہ الا
انہ کان ممن ارتدّ عن الاسلام بعد النبی صلی
اللہ علیہ وسلم ثم راجع الاسلام فی خلافۃ
ابی بکر الصدیق و اُتی بہ ابوبکر اسیراً قال اسلم
مولی عمر بن الخطاب کانّی انظر الی الاشعث
ابن قیس وھو فی الحدید وھو یقول فعلتُ
و فعلتُ حتی کان آخر ذلک سمعتُ الاشعث
یقول استبقنی (باقی بگذار مرا) لحربک وزوّجنی اختک ففعل
ابوبکر قال ابو عمر اخت ابی بکر الصدیق التی
زوّجہا من الاشعث بن قیس ہی امّ فروۃ بنت
ابی قحافۃ وہی امّ محمد بن الاشعث فلما استخلف
عمر خرج الاشعث مع سعد بن ابی وقاص
العراق فشہد القادسیۃ والمدائن وجلولاء ونہاوند
واختطّ (اختطّ ای اتخذہ لنفسہ واعلم علیہ) بالکوفۃ داراً فی کندۃ ونزلہا بالجملہ
بتائید الٰہی آخر سال اوّل از خلافتِ صدیقِ اکبرؓ
اسلام بطور اوّل رجوع کرد و فتنہ ارتداد
فرو نشست و سال دوم مثنّٰی بن حارثہ شیبانی
راکہ بمقتضاء کینہاء سابقہ با ملوکِ عجم بجنگ
آویختہ بود حضرتِ صدیق استمالت
نمودہ بخلعت و لواء نواختہ بحرب
عجم مامور ساخت اینجا صنعتِ ملک
داری را کار فرما شد و تیر تدبیر
او بر نشانہ رسید

نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں ہم اپنی ماں کا اتباع نہیں کرتے اور اپنے باپ
سے جدا نہیں ہوتے۔ اور اسی میں یہ بھی ہے کہ یہ شخص جاہلیت
میں رئیس تھا کندہ میں اس کی اطاعت کی جاتی تھی اور اسلام
میں بھی اپنی قوم میں وجیہ رہا ہے۔ مگر یہ ان لوگوں میں سے تھا
جو اسلام سے مرتد ہو گئے تھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد۔ پھر
مراجعت کی اسلام کی طرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت
(کے زمانہ) میں اور آپ کے پاس قیدی بنا کر لایا گیا۔ اسلم مولی
عمرؓ بن الخطاب کا قول ہے کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں اشعث بن
قیس کی طرف جب کہ وہ لوہے (کی زنجیروں) میں بندھا ہوا
تھا اور وہ فعلتُ و فعلتُ کہہ رہا تھا (یعنی میں نے ایسا کام کیا اور
یہ بھی کیا) یہاں تک کہ آخر کلام میں میں نے اشعث سے سنا کہ وہ
کہہ رہا تھا کہ آپؓ مجھ کو باقی رکھئے اپنی جنگ کے لئے اور اپنی بہن
کا مجھ سے نکاح کر دیجئے تو ابوبکرؓ نے ایسا کیا۔ ابو عمر نے کہا کہ
ابوبکر صدیقؓ کی بہن جن کا نکاح انہوں نے اشعث بن قیس
سے کیا تھا امّ فروہ بنتِ ابی قحافہ تھیں اور یہ والدہ ہیں محمد بن
الاشعث کی۔ پھر جب عمرؓ خلیفہ ہوئے تو اشعث سعدؓ بن ابی وقاص
کے ساتھ نکلے اور قادسیہ اور مدائن اور جلولاء اور نہاوند کی جنگوں
میں شریک رہے اور کوفہ میں ایک مکان بنایا اور اس میں رہنے لگے۔
الغرض اللہ تعالیٰ کی مدد سے خلافتِ صدیقِ اکبرؓ کے پہلے سال
کے آخر میں اسلام پہلی حالت پر واپس آیا اور فتنہ ارتداد مٹ
گیا۔ اور دوسرے سال میں مثنّٰی بن حارثہ شیبانی کو جو کہ پچھلے
کینوں کی بناء پر عجم کے بادشاہوں کے ساتھ جنگ میں الجھ رہا تھا
حضرت صدیقؓ نے ہمت افزائی کے طور پر خلعت اور جھنڈے سے
سرفرازی بخشتے ہوئے عجم کے ساتھ جنگ پر مامور کیا۔ یہاں پر
ملک داری کی حکمتِ عملی کارفرما ہوئی اور آپ کی تدبیر کا تیر نشانہ پر بیٹھ گیا۔

باز چون عجم در صدد انتقام آمدند و فوجے
بیرون از حساب گرد آوردند خالد بن الولید
را بجنگ مثنیٰ فرستاد و مثنیٰ را باحترام اقصے
الغایت خالد امر فرمود و این دستور العمل خلفاء
است در توقیر قدماء دولت فی الاستیعاب
المثنیٰ بن حارثۃ الشیبانی کان اسلامہ
وقدومہ فی وفد قومہ علی النبی صلی
اللہ علیہ وسلم سنۃ تسع وقد قیل
سنۃ عشر و ذکر عمر بن شبۃ عن
شیوخہ من اہل الاخبار ان المثنیٰ بن
حارثۃ کان یُغیر علی اہل فارس بالسواد
فبلغ ابابکر والمسلمین خبرہ و قال عمر
ہذا الذی یأتینا وقائعہ قبل معرفۃ نسبہ
فقال لہ قیس بن عاصم اما انہ غیر خامل
الذکر ولا مجہول النسب ولا قلیل العدد
ولا ذلیل العمارۃ ذلک مثنیٰ بن حارثۃ
الشیبانی ثم ان المثنیٰ قدم علی ابی بکر
فقال یا خلیفۃ رسول اللہ ابعثنی علی قومی
فان فیہم اسلاما اقاتل بہم اہل فارس واکفیک اہل
ناحیتی من العدو ففعل ذلک ابوبکر فقدم المثنیٰ العراق
فقاتل واغار علی اہل فارس ونواحی السواد حولاً مجرّماً
ثم بعث اخاہ مسعود بن حارثۃ الی ابی بکر
یسألہ المدد و یقول ان امددتنی
وسمعت بذلک العرب

پھر جب کہ عجم (یعنی ملوک فارس) انتقام کے پیچھے پڑے اور بیشمار
فوج میدان میں لے آئے تو آپ رضؓ نے خالد بن الولید کو مثنیٰ کی
کمک کے لئے بھیجا اور مثنیٰ کو خالد رضؓ کے انتہائی درجہ احترام کا
حکم بھیجا اور یہ یعنی مملکت کے قدیم کارگزاروں کی عزت افزائی
خلفاء رضؓ کا دستور العمل ہے۔ استیعاب میں ہے کہ مثنیٰ بن حارثہ
کا اسلام لانا اور ان کا اپنی قوم کے وفد کے ساتھ نبی صلے اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا سن نو ہجری میں ہوا ہے
اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سن دس میں۔ اور عمر بن شبہ نے اپنے مورخین
شیوخ کی روایت سے ذکر کیا کہ مثنیٰ بن حارثہ اہل فارس کے علاقوں
پر حملے کرتے رہتے تھے یہ اطلاعات ابوبکر رضؓ کو اور عام مسلمانوں
تک پہنچیں اور عمر رضؓ نے کہا کہ یہ ایسا شخص ہے کہ جسکے کارنامے
ہمارے پاس اس کے نسب کی دریافت سے پہلے پہنچ رہے ہیں،
اس پر ان سے قیس بن عاصم نے کہا کہ سنیئے وہ غیر معروف اور
مجہول النسب نہیں اور نہ قلیل تعداد والا اور نہ گرے ہوئے خاندان
کا فرد ہے وہ مثنیٰ بن حارثہ شیبانی ہے۔ پھر مثنیٰ حضرت ابوبکر رضؓ
کے پاس آئے اور کہا کہ اے خلیفہ رسول اللہ صلعم مجھے میری قوم
کے پاس بھیجئے کہ ان میں (جذبہ) اسلام (پورا) ہے تاکہ
میں ان کو ساتھ لے کر اہل فارس سے لڑوں اور میں اپنے قرب
وجوار کے دشمنوں پر اچانک چھاپہ ماردوں۔ تو ابوبکر رضؓ نے ایسا
ہی کیا اس کے بعد مثنیٰ عراق آگئے اور انھوں نے اہل فارس
پر قتال اور لوٹ مار کی اور فارس کے دور کے علاقوں پر بھی
پورے ایک سال تک۔ پھر انھوں نے اپنے بھائی مسعود بن حارثہ
کو ابوبکر رضؓ کے پاس بھیجا کہ وہ ان سے مدد کی درخواست کرے
اور کہے کہ اگر آپ رضؓ نے ہماری مدد کی اور اس کو عرب نے سن لیا تو

عہ عمارۃ بطن سے اوپر ہے۔ پہلے شعب ہے۔ پھر قبیلہ۔ پھر عمارہ۔ پھر بطن۔ پھر فخذ۔ اس کی جمع عمائر آتی ہے ۱۲ مترجم از لغات الحدیث عہ فتک ناگاہ گرفتن وناگاہ کشتن ۱۲

اسرعوا الیّ واذلّ اللہ المشرکین مع انی اخبرک
یا خلیفۃ رسول اللہ ان الاعاجم تخافونا و تتقینا
فقال لہ عمر یا خلیفۃ رسول اللہ ابعث خالد
ابن الولید مددا للمثنی بن حارثۃ یکون قریبا
من اہل الشام فان استغنی عنہ اہل الشام
الحّ علی اہل العراق حتی یتیم اللہ علمہ فہو
الذی اہاج ابابکر علی ان یبعث خالد بن الولید*
فکن معہ فکان المثنی بسواد الکوفۃ فخرج الی
خالد فتلقاہ بالنباج وقدم معہ البصرۃ وذکر قصۃ
طویلۃ آخرہا فتوح عظیم میسر شد بعد
ازان صدیق اکبر رض را داعیہ فتح شام و روم
بخاطر افتاد در مجمع صحابہ رض خطبہ بلیغہ برخواند
و مردم را بر جہاد کفار ترغیب فرمود و امر
نمود کہ بجہت حرب روم ساختگی نمایند
پس چہار امیر را معین گردانید و ہر یکے
را بامارت ناحیہ نامزد ساخت عمرو بن العاص
را از راہ ایلہ بفلسطین راہی کرد و ابو عبیدہ
را بحمص و یزید بن ابی سفیان را بدمشق
و شرجبیل بن حسنہ را باردن و حکم کرد کہ
چون ہمہ یکجا جمع شوند امارت تمامی لشکر تعلق
بابو عبیدہ داشتہ باشد و اگر متفرق
شوند ہر یکے امیر قوم خود باشد و
امیر آن ناحیہ کہ برائے او
معین گشتہ است دران ایام
کرامتے باہرہ ظاہر شد

وہ میرے پاس جلد پہنچ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو ذلیل کردیا ہے۔ اس کے ساتھ اے خلیفہ رسول اللہ! میں آپ کو خبر دیتا ہوں کہ عجمی لوگ ہم سے خوف زدہ ہو گئے ہیں اور ہم سے بچنے لگے ہیں تو ان سے عمر رض نے کہا کہ اے خلیفہ رسول اللہ! خالد بن الولید کو مثنیٰ بن حارثہ کی مدد کے لئے بھیجئے تاکہ وہ اہل شام سے قریب رہے، پھر جب اہل شام کو ان کی ضرورت نہ رہے تو وہ اہل عراق کی طرف بڑھ جائیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ وہاں اپنا جھنڈا قائم کردے۔ تو یہ ہے وہ بات جس نے ابوبکر رض کو اس پر ابھارا تھا کہ خالد ابن الولید کو عراق کی طرف بھیجیں۔ مروی ہے ابو رجاء عطاردی سے کہا کہ ابوبکر صدیق رض نے مثنیٰ بن حارثہ کو لکھا کہ میں نے خالد ابن الولید کو والی بنا دیا ہے اس لئے تم ان کے ساتھ رہو اور مثنیٰ سواد کوفہ میں تھے تو خالد کی طرف چل پڑے اور ان سے نباج میں آکر ملے اور ان کے ہمراہ بصرہ آئے اور طویل قصہ ذکر کیا۔ جس کا آخر یہ ہے کہ عظیم فتوحات میسر ہوئیں۔ اس کے بعد صدیق اکبر رض کے دل میں شام و روم کی فتح کا داعیہ پیدا ہوا تو آپ نے صحابہ رض کے مجمع میں ایک بلیغ خطبہ پڑھا اور لوگوں کو کفار کے ساتھ جہاد پر ترغیب دے کر حکم دیا کہ روم سے جنگ کے لئے تیاری کریں۔ اس کے بعد آپ نے چار امیروں کا تقرر فرمایا اور ہر ایک کو ایک علاقہ کی امارت پر نامزد کیا۔ عمرو بن العاص کو ایلہ کی راہ سے فلسطین روانہ کیا اور ابو عبیدہ کو حمص اور یزید بن ابی سفیان کو دمشق اور شرجبیل بن حسنہ کو اردن میں، اور حکم دیا کہ جب سب ایک جگہ جمع ہو جائیں تو پورے لشکر کی امارت کا تعلق ابو عبیدہ رض سے رہے گا اور اگر متفرق ہو جائیں تو ہر ایک اپنی قوم کا امیر ہو گا اور اس علاقہ کا امیر رہے گا جس کے لئے اس کا تقرر کیا گیا ہے۔ اور ان ایام میں ایک روشن کرامت کا ظہور ہوا کہ

و بسبب گفتن لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ قصر قیصر در جنبش آمد باز چون ہرقل بمحاربۂ مسلمین آمادہ شد و فوج بیشمار فراہم آورد حضرت صدیق رضؓ بجانب خالد رضؓ مکتوبے نوشت کہ مہم عراق بمثنیٰ ابن حارثہ رضؓ سپردہ خود بطرفِ شام متوجہ شود و وے درانجا امیر الاُمرا باشد۔ بالجملہ فتحِ دمشق و یرموک بردستِ وے واقع شد و بر قیصر ہزیمت افتادہ فراستِ صدیقِ اکبر رضؓ در تفویض منصب امیر الامرائی بخالد بن الولید تیر بر نشانہ زد مؤرخان بار دیگر فتحِ دمشق و یرموک در زمانِ فاروقِ اعظم رضؓ تقریر میکنند وجہ جمع آنست کہ این فتوح مکرر واقع شدہ واللہ اعلم جمعی کہ بغورِ سخن نمی رسند اینجا تردد میکنند کہ حضرتِ صدیق رضؓ ابو عبیدہ رضؓ را چرا معزول فرماید و خالد رضؓ را چرا امیر الاُمرا سازد و فاروقِ اعظم رضؓ چرا معاملہ برعکس آن نماید۔

بندۂ ضعیف گوید کہ حضرت صدیق رضؓ بفراستِ خود دریافت کہ بعض فتوح بردستِ خالد خواہد بود و حضرت فاروق رضؓ نیز بفراستِ خود معلوم فرمود کہ فتوحِ دیگر بردستِ ابو عُبَیدۃ میسّر خواہد آمد ع ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد ؛ بالجملہ ازینجانب مثنیٰ بن حارثہ بر عجم تاختہا می آورد و ازانجانب اُمراء اربعہ با خالد بن ولید بر قیصر ہزیمت ہا می ریختند روز بروز فتحے تازہ و غنیمتے بے اندازہ نصیب مسلمانان می شد الٰی ان توفی ابو بکر الصدّیق رضی اللہ عنہ وارضاہ و در حالِ مرض

بسبب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے کے قیصر کا محل ہلنے لگا تھا۔ پھر جب ہِرَقُل مسلمانوں سے جنگ کے لئے آمادہ ہو گیا اور اس نے بے شمار فوج جمع کر لی تو حضرت صدّیق رضی اللہ عنہ نے خالد رضؓ کو ایک مکتوب تحریر فرمایا کہ عراق کی مہم مثنّٰیؓ بن حارثہ کو سپرد کر کے خود شام کی طرف روانہ ہو جائیں اور وہ وہاں امیر الاُمراء ہوں گے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ دمشق اور یرموک کی فتح اُن کے ہاتھ پر واقع ہوئی اور قیصر کو شکست ہوئی اور صدّیقِ اکبر رضؓ کی فراست نے خالد رضؓ بن الولید کو منصب امیر الامرائی کے سپرد کرنے میں (اتنا بڑا مناسب کام کیا کہ گویا) تیر نشانہ پر مار دیا۔ مؤرخین دمشق اور یرموک کی فتح کی دوسری مرتبہ حضرتِ فاروقِ اعظم رضؓ کے زمانہ میں تقریر کر رہے ہیں۔ (دونو اقوال کو) جمع کرنے کی صورت یہ ہے کہ یہ فتوح مکرر واقع ہوئی ہیں واللہ اعلم۔ ایک جماعت جو بات کی تہ تک نہیں پہنچی اس موقع پر اس میں تردّد کرتی ہے کہ حضرت صدّیق رضؓ نے ابو عبیدہ رضؓ کو (امیر الاُمرائی سے) کیوں معزول فرمایا اور خالد رضؓ کو کیوں امیر الاُمراء بنایا اور فاروقِ اعظم رضؓ نے معاملہ اس کے برعکس کیوں کیا؟

بندۂ ضعیف کہتا ہے کہ حضرت صدّیق رضؓ نے اپنی فراست سے معلوم کر لیا کہ بعض فتوح خالد رضؓ کے ہاتھ پر ہوں گی اور حضرت فاروق رضؓ نے بھی اپنی فراست سے معلوم کر لیا کہ دوسری فتوح ابو عبیدہ رضؓ کے ہاتھ سے میسّر ہوں گی۔ ع ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد۔ الغرض اِس طرف سے تو مثنیٰ بن حارثہ عجم پر حملے کر رہے تھے اور اُس جانب سے ہر چہار اُمراء خالد رضؓ بن ولید کے ساتھ مِل کر قیصر کو شکستیں دے رہے تھے۔ روز بروز ایک نئی فتح اور بے اندازہ غنیمت مسلمانوں کے حصّہ میں آ رہی تھی یہاں تک کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ وارضاہ کی وفات ہو گئی۔ اور آپ رضؓ نے اپنی بیماری

حضرتِ فاروق را بابلغ تدبیر خلافت وصیت
نمود ازانجملہ تعین مثنیٰ بن حارثہ برائے
جہادِ عجم زیراکہ ہیبتِ وے دردلِ عجم مستقر شدہ
بود حضرتِ فاروقؓ بآن ہمہ وصایا قیام فرمود
آخر حال حضرت عثمانؓ راکہ درزمانِ خلافتِ
صدیقؓ کاتبِ وے بود طلبید و فرمود
بنویس ہٰذا ما عہد ابوبکر بن ابی قحافۃ
الی المسلمین اما بعد فانی قد استخلفت
علیکم این سخن بگفت و بیہوش شد پس
عثمانؓ آنچہ ابوبکرؓ گفتہ بود بقلم آورد
و از پیشِ خود نوشت کہ عمر بن الخطاب
چہ از ابوبکرؓ قبل ازین این معنیٰ را
معلوم کردہ بود بعد ازانکہ ابوبکرؓ از
بیہوشی بافاقت آمد باعثمانؓ گفت چہ نوشتہ
عثمانؓ آنچہ نوشتہ بود بر وے خواند تابذکر
عمرؓ رسید کہ از پیشِ خود نوشتہ بود ابوبکرؓ
گفت ای عثمانؓ خدا ترا از اسلام جزائے خیر دہاد
انگاہ فرمود بنویس فاسمعوا لہ، واطیعوا فان
عدل فذلک ظنی و علمی فیہ وان جار
فلکل امرء ما اکتسب والخیر اردت ولا اعلم
الغیب وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب
ینقلبون والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعد
ازان ابوبکر صدیق دستہائی خود برداشت و
گفت خدایا ویرا خلیفہ ساختم بر مسلمانان و
درین امر نخواستم جز صلاحِ حالِ ایشان

کی حالت میں حضرت فاروقؓ کو امور خلافت کے انصرام کے بارے میں
بلیغ وصیتیں فرمائیں۔ اُن میں سے ایک ہے مثنیٰ بن حارثہ کا تعین
عجم کے جہاد کے لئے کیونکہ اُن کا رُعب عجم کے دل میں بیٹھ چکا تھا۔
حضرتِ فاروقؓ نے اِن تمام وصیتوں پر عمل کیا۔ آخر حال میں حضرت
عثمانؓ کو جو خلافتِ صدیقؓ کے زمانہ میں اُن کے کاتب تھے
بُلایا اور فرمایا کہ لکھو ھٰذا ما عھد الخ یعنی وہ ذمہ داری ہے جو ابوبکرؓ
ابن ابی قحافہ مسلمانوں پر عائد کر رہا ہے امّا بعد میں نے تم پر
خلیفہ بنایا" اتنی بات کرنے کے بعد بیہوش ہوگئے۔ تو عثمانؓ نے
جو کچھ ابوبکرؓ نے فرمایا تھا لکھ لیا۔ اور اپنی طرف سے لکھا" کہ عمر
ابن الخطابؓ" کیونکہ ابوبکرؓ کی طرف سے ان کو اس ارادے کا علم
ہوگیا تھا۔ پھر اس کے بعد جب کہ ابوبکرؓ بے ہوشی سے افاقہ میں
آئے تو آپؓ نے حضرت عثمانؓ سے پوچھا کہ تم نے کیا لکھا ہے؟
تو عثمانؓ نے جو کچھ لکھا تھا وہ آپؓ کو سنایا یہاں تک کہ عمرؓ
کے نام پر پہنچے جو کہ خود ہی لکھ لیا تھا تو ابوبکرؓ نے کہا کہ اے
عثمانؓ! خدا تم کو اسلام کی طرف سے جزاءِ خیر دے اور اس کے
بعد فرمایا کہ لکھو فاسمعوا لہ، الخ یعنی ان کی بات سنو اور فرمانبرداری
کرو پھر اگر اُنھوں نے عدل کیا تو میرا گمان اور میرا علم ان کے
بارے میں یہی ہے اور اگر اُنھوں نے ظلم کیا تو ہر ایک شخص کے لئے
اُس کے عمل کی پاداش ضروری ہے جو اُس سے سرزد ہو۔ اور صرف
خیر ہی کا مَیں نے ارادہ کیا۔ اور غیب کو میں نہیں جانتا وسیعلم
الذین الخ (اور جنھوں نے ظلم کیا وہ عنقریب جان لیں گے کہ
کیسی جگہ ہے جہاں ان کو لوٹ کر جانا ہوگا) والسلام علیکم و
رحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔ اس کے بعد ابوبکر صدیقؓ نے اپنے ہاتھ اٹھائے
اور کہا کہ یا اللہ میں نے اس کو مسلمانوں پر خلیفہ بنایا اور اس
کام میں بجز مسلمانوں کے حال کی بہتری کے میں نے اور کچھ نہیں چاہا

و عملے بجا آوردم کہ تو اعلم بودی بآن و اجتہاد نمودم
و بہترینِ ایشان را برایشان والی ساختم و کار ہمہ
را بخدا مفوض گردانیدم خدایا تو علام الغیوبی و نخواستم
درین قصہ حمایتِ عمر رضی اللہ عنہ و من از دنیا
میروم بجانبِ آخرت تو خلیفہ باش برایشان
زیرا کہ بندگانِ تو اند و والیِ ایشان را تو اصلاح
کن برائے ایشان یعنی عمر را رضی اللہ عنہ و
ادرا از خلفائے راشدین گردان کہ متابعت کند
سیرتِ پیغمبر خود را صلے اللہ علیہ وسلم و سیرتِ
صالحانے کہ بعد از پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم
بودہ اند و کارِ رعیتِ دے را بصلاح آر
پس فرمود تا عہد نامہ مہر کردند و بامراءِ جیوش
کہ در اطراف و جوانب بودند مثل این عہد نامہ
نوشت و مہر کرد بعد از آن عمرؓ را طلبید و ادرا اخبار کرد کہ
ترا بر اصحابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم خلیفہ
ساختم عمر گفت یا خلیفۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم این
زحمت را از من دور دار کہ مرا بخلافت حاجت نیست صدیق
گفت اگر ترا بآن حاجت نیست آن را بتو حاجت ہست
القصہ صدیق فاروق را رضی اللہ عنہما در باب
حقوق اللہ و حقوق المسلمین وصیت ہائے
خوب و مواعظ و نصائح مرغوب فرمود و ختم
وصیت باین سخن کرد کہ اگر وصیتِ مرا نگاہداری
ہیچ غایبے پیش تو از موت دوست تر نہ
باشد و اگر وصیتِ مرا ضائع
سازی ہیچ غایبے پیشِ تو

اور میں ایک ایسا عمل بجا لایا ہوں جس کو آپ سب سے زیادہ جاننے
والے تھے اور میں نے پورا غور و خوض کیا اور مسلمانوں میں جو
سب سے بہتر دیکھا اُس کو اُن پر والی بنا دیا۔ اور سب کے کاموں
کو میں نے خدا کے سپرد کیا۔ خدا تو غیب کا بہت جاننے والا ہے
میں نے اس قصہ میں عمر (رضی اللہ عنہ) کی جانب داری نہیں
چاہی اور میں ... دنیا سے آخرت کی طرف جا رہا ہوں آپ اُن کے
محافظ رہیے کیونکہ وہ آپ کے بندے ہیں اور اُن کے والی (یعنی
عمر رضی اللہ عنہ) کی اُن کی بھلائی کے واسطے آپ اصلاح
(یعنی رہ نمائی) فرماتے رہیے اور اُن کو خلفائے راشدینؓ میں
سے بنا دیجئے کہ وہ اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی پیروی
کریں اور اُن صالحینؓ کی سیرت پر عمل پیرا ہوں جو پیغمبر صلے اللہ
علیہ وسلم کے بعد ہوں گے اور اُن کی رعیت کے کاموں کو سنوار
دیجئے۔ اس کے بعد آپ کے حکم سے اس دستاویز پر مُہر لگائی گئی
اور اُمراء جیوش جو کہ اطراف و جوانب میں تھے اس دستاویز
کا مضمون لکھا اور مُہر لگائی گئی۔ اس کے بعد آپؓ نے عمرؓ کو بلایا
اور اُن کو خبر دی کہ میں نے تم کو اصحابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم پر خلیفہ بنا دیا ہے۔ عمرؓ نے کہا کہ اے خلیفۂ رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم اس زحمت کو مجھ سے دُور رکھئے کہ مجھے خلافت
کی حاجت نہیں ہے۔ صدیقؓ نے فرمایا کہ اگر تمہیں اُس کی حاجت
نہیں ہے تو اُس کو تو تمہاری حاجت ہے۔ القصہ صدیقؓ نے
فاروقؓ کو حقوق اللہ اور حقوقِ مسلمین کے بارے میں بہت عمدہ
وصیتیں اور مواعظ اور اعلیٰ درجہ کی نصیحتیں فرمائیں۔ اور وصیت
کو اس کلام پر ختم کیا کہ اگر تم میری وصیت کی نگہداشت کروگے
تو کوئی غائب چیز تمہارے نزدیک موت سے عزیز تر نہ رہے گی۔
اور اگر تم نے میری وصیت کو ضائع کر دیا تو کوئی غائب چیز تمہارے نزدیک

از موت کردہ تر نبود حالانکہ موت را عاجز نتوانی
کرد مروی است از مُعَیقیب دَوسی کہ گفت من وکیلِ
خرچ ابوبکر صدیق بودم چون مرض برو مستولی گشت
نزدِ وے درآمدم وسلام کردم بامر استخلاف مشغول بُود
چون فارغ گشت گفت ای معیقیب تو متصدی خرچ
مابودی میانِ من وتو معاملہ بر چہ وجہ است گفتم
مرا بر تو بست وپنج درہم ہست وآن را بر تو حلال
کردم فرمود خاموش باش و زاد راہ آخرتِ من
ازدین مساز گفتم یا خلیفۂ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم گمان نمی برم این مجلس را الاصحبتِ
آخرین میانِ من وتو ودر گریہ افتادم ابوبکر صدیقؓ
گفت یا معیقیب گریہ مکن وجزع منمای وطریق
شکیبائی مسلوک دار کہ من امید وارم کہ بجائے
روم کہ مرا بہتر وباقی تر بود ازین خاکدانِ
دنیا معیقیب گوید انگاہ صدیقؓ بریرہؓ را
طلب کرد وبنزدِ عائشہ صدیقہؓ فرستاد
تا بست وپنج درہم آورد وبمن داد بثبوت
پیوستہ از عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
کہ گفت ابوبکر صدیقؓ در روزِ آخر مرض
موت بیہوش شد ومن میگریستم ومیگفتم
عجب مرضی صعب بر پدرِ من طاری گشتہ وی چون
بہوش می آمد واین سخن از من می شنید
می گفت ای دخترکِ من چنین نیست کہ
تو میگوئی ولیکن جَاءَتْ سَکْرَةُ الْمَوْتِ
بِالْحَقِّ ذٰلِکَ مَا کُنْتَ مِنْہُ تَحِیْدُ

موت سے زیادہ مکروہ نہ ہوگی درانحالیکہ موت کو (آنے سے)
تم عاجز نہیں کر سکتے۔ اور مروی ہے مُعَیقیب دَوسی سے اُنھوں
نے کہا کہ میں ابوبکر صدیقؓ کے خرچ کا وکیل تھا۔ جب ان پر
بیماری کا غلبہ ہوا تو میں اُن کے پاس گیا اور اُن کو سلام
کیا۔ وہ خلیفہ بنانے کے کام میں مشغول تھے۔ جب فارغ ہوگئے
تو فرمایا اے مُعَیقیب! تم ہمارے خرچ کے منتظم رہے ہو، ہمارے اور
تمھارے درمیان اب معاملہ کی کیا صورت ہے؟ میں نے کہا کہ
میرے آپؓ کے ذمہ پچیس ۲۵ درہم ہیں اور میں نے آپ کو معاف
کر دیتے ہیں۔ فرمایا کہ خاموش رہو اور میرا زادِ آخرت قرض
سے نہ بناؤ۔ میں نے کہا اے خلیفۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
میں گمان نہیں کر رہا ہوں اس مجلس کے بارے میں مگر یہ کہ یہ
صحبتِ آخری ہے میرے اور آپؓ کے درمیان، اور میں رو پڑا۔
ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ اے مُعَیقیب روؤ نہیں، گھبراؤ نہیں،
طریق صبر اختیار کرو کہ میں امیدوار ہوں کہ میں ایسی جگہ جا رہا ہوں
جو میرے لئے اِس خاکدانِ دنیا سے بہتر... اور باقی تر ہے۔
مُعَیقیب کہتے ہیں کہ اُس وقت صدیقِ اکبرؓ نے بَریرہؓ کو طلب
کیا اور عائشہ صدیقہؓ کے پاس بھیجا وہ جا کر اُن سے پچیس درہم
لے آئی وہ مجھے دیدیئے اور عائشہ صدیقہؓ سے یہ بات ثابت
ہے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مرضِ موت
کے آخر دن میں بے ہوش ہوگئے اور میں رو رہی تھی اور یہ کہہ
رہی تھی کہ بڑا سخت مرض ہے جو میرے باپ پر آپڑا ہے۔
وہ جب ہوش میں آتے تھے اور یہ بات مجھ سے سنتے تھے
تو کہتے تھے کہ اے میری بیٹی! بات وہ نہیں ہے جو تو
کہہ رہی ہے لیکن جَاءَتْ سَکْرَةُ الْمَوْتِ الخ (۱۹:۵۰) اور موت
کی سختی یقیناً پیش آئے گی۔ یہی ہے جس سے تو بھاگتا پھرتا تھا۔"

و پرسید کہ رسولِ خدا را صلے اللہ علیہ وسلم در چند جامہ کفن کردند گفتم در سہ جامہ سفید سُحُولے کہ دران سہ جامہ پیراہن و عمامہ نبود پس گفت چہ روز از دنیا نقل فرمود گفتم روزِ دوشنبہ گفت امروز چہ روز است گفتم دوشنبہ گفت اُمید دارم بخدای تعالےٰ کہ موتِ من میانِ امروز و امشب باشد پس در جامہ کہ در بر داشت و بیمار دارے وے در انجامہ کردہ بودند نظرے فرمود حالانکہ دران جامہ اثرے از زعفران بود گفت این جامہ مرا بشویند و بران دو جامہ دیگر زیادہ سازند و مرا دران کفن کنند گفتم این کہنہ است گفت انّ الحیّ احقّ بالجدید والمیّتُ انّما یصیرُ الے البلےٰ والصّدید پس وصیّت نمود زوجہ خود را اسماء بنت عمیسؓ کہ ویرا غسل دہد و عبدالرحمٰن وے را امداد و معاونت نماید و گفت نخواہم کہ ہیچکس جز ایشان جسدِ برہنہ مرا بیند شب ہنگام از دنیا نقل کرد و بعد از غُسل تجہیز و تکفینِ وے بدستور وصیت کردہ بود بعمل آوردند عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ برو نماز گزارد و در حُجرۂ عائشہ برابر قبر حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قبر وی کندند و پسرش عبدالرحمٰن و عمر بن الخطاب و عثمان بن عفان و طلحہ در قبر وے در آمدند و ہم در شب ویرا دفن کردند جزاہ اللہ عن المسلمین احسن الجزاء۔

اور پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا تھا۔ میں نے کہا کہ تین کپڑوں میں جو سفید سحولیؔ تھے کہ ان تین کپڑوں میں پیراہن اور عمامہ نہیں تھا۔ پھر پوچھا کہ کس دن دنیا سے انتقال فرمایا تھا؟ میں نے کہا کہ پیر کے دن۔ پھر پوچھا کہ آج کیا دن ہے؟ میں نے کہا کہ پیر۔ فرمایا کہ میں اللہ تعالےٰ سے امیدوار ہوں کہ میری موت آج کے دن اور آج کی رات کے درمیان ہوگی۔ اس کے بعد جو کپڑا اوڑھے ہوتے تھے اور بیماری کے زمانہ میں اُسی کپڑے کا استعمال کیا تھا اُس پر نظر فرمائی اور حال یہ تھا کہ اس پر کچھ اثر زعفران کا تھا۔ فرمایا کہ میرے اس کپڑے کو دھولیں اور اسی پر دو کپڑے اور بڑھا لیں اور میرا کفن ان میں کر دیں۔ میں نے کہا کہ یہ پرانا ہے۔ تو فرمایا کہ زندہ زیادہ مستحق ہے نئے کپڑے کا اور مُردہ جسم گلنے اور پیپ بننے والا ہے۔ اس کے بعد اپنی زوجہ اسماء بنتِ عمیس کے لئے وصیّت کی کہ وہ اُن کو غسل دیں اور عبدالرحمٰن اُن کی امداد اور اعانت کرے اور کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ ان کے سوا کوئی شخص میرے برہنہ جسم کو دیکھے۔ رات کے وقت آپ دنیا سے رخصت ہوتے اور غسل کے بعد اُن کی تجہیز وتکفین جس طرح آپؓ نے وصیّت کی تھی اسی طرح کی گئی۔ عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اُن پر نماز پڑھائی اور حجرۂ عائشہؓ میں حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر کے برابر آپؓ کی قبر کھودی گئی اور آپؓ کے بیٹے عبدالرحمٰنؓ اور عمرؓ ابن الخطاب اور عثمانؓ بن عفان اور طلحہؓ قبر میں اُترے اور رات ہی میں آپؓ کو دفن کر دیا گیا۔ اللہ تعالےٰ تمام مسلمانوں کی طرف سے آپؓ کو بہترین جزاء عطا فرمائے۔

عہ سُحول پیش کے ساتھ یمن کے ایک شہر کا نام ہے جو پارچہ بافی میں مشہور تھا۔ یا ایک دھوبی کا نام ہے جو کپڑے دھونے میں مشہور تھا ۱۲

اما مآثر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ

پس از انجملہ آنست کہ قبل از اسلام در قریش تمکنے و وجاہتی تمام داشت فی الاستیعاب قال الزبیر یعنی صاحب النسب کان عمر بن الخطاب من اشراف قریش والیہ کانت السفارۃ فی الجاہلیۃ وذلک ان قریشًا کانت اذا وقعت بینہم حرب او بینہم وبین غیرہم بعثوہ سفیرًا وان نافرہم منافرٌ وفاخرہم مفاخر بعثوہ منافرًا ومفاخرًا ورضوا بہ واز انجملہ آنست کہ تدبیر غیب اورا خواہی نخواہی باسلام آورد ع گر نیاید بخوشی موی کشانش آرید مراد بود نہ مرید مخلِص بود نہ مخلَص شتان بین المرتبتین درین راہ نیامد تا آنکہ از در و دیوار ندایش نکردند و بر خوانِ نعمت نرسید تا آنکہ مکرر بہر زبانش نخواندند و کثرتِ اسباب مقتضیہ اسلام او ازین جہت بودہ است حملۂ علم ہر یکے درین باب چیزے ذکر کردہ و چیزے فروگذاشتہ اینجا روایتے چند بر سبیل استشہاد بنویسیم آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجنابِ عزت دعا نمود فی روایۃ ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہم اید الدین بعمر بن الخطاب

مناقبِ جمیلۂ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ

اُن میں سے ایک یہ ہے کہ قریش میں آپ ایک خاص مقام اور پوری وجاہت رکھتے تھے۔ استیعاب میں ہے کہ کہا زبیر (بن بکّار) یعنی صاحب النسب نے کہ عمر رضؓ بن الخطاب قریش کے اشراف میں سے تھے۔ اور زمانۂ جاہلیت میں گفت و شنید صلح (قومی نظم کے مطابق) ان سے متعلق تھی اور ایسا اُس وقت ہوتا تھا کہ جب قریش کے آپس میں لڑائی واقع ہوجاتی یا قریش اور غیر قریش میں جنگ ہوجاتی تو لوگ ان کو سفیر بنا کر بھیجتے اور کسی حَکَم کے سامنے مقدمہ پیش کرنے یا کسی فخر کرنے والے کے مقابلہ پر اپنا فخر بیان کرنے والے ہوتے تو ان کو مقدمہ پیش کرنے والے اور اپنا فخر جتانے والے کی حیثیت سے بھیجا کرتے تھے اور اُن سے خوش تھے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ تدبیر غیب اُن کو کھینچ کر اسلام کی طرف لاتی (بقولِ بعض) ع "اگر خوشی سے نہ آتے تو اس کے بال پکڑ کر کھینچتے ہوئے لاؤ" آپ مُراد تھے مُرید نہ تھے، مُخلِص تھے نہ کہ مُخلَص۔ دونوں مرتبوں میں بڑا بُعد ہے۔ اُس راہ پر نہ آتے جب تک ان کو در و دیوار سے نہ پکارا گیا اور خوانِ نعمت پر نہ پہنچے جب تک بار بار ہر زبان سے اُن کو نہ بلایا گیا۔ ایسے اسباب کی اُن کے لئے کثرت جو اُن کو اسلام کی جانب تقاضا کرنے والے تھے اسی جانب سے واقع ہوتی۔ حاملینِ علم میں سے ہر ایک نے اس باب میں ایک بات ذکر کی اور ایک بات چھوڑ دی۔ ہم یہاں چند روایات بطور استشہاد لکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ ربّ العزت میں دُعا کی۔ ابنِ عمر رضؓ کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کی کہ اے اللہ عمر رضؓ بن الخطاب

و فی روایۃ عائشۃ اللّٰھم اعزّ الاسلام بعمر
ابن الخطّاب خاصّۃً و فی روایۃ مسروق عن
ابن مسعود اللّھم اعزّ الاسلام بعمر بن الخطاب
او بابی جہل بن ہشام فجعل اللہ دعوۃ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لعمر فبنے
علیہ الاسلام وہدم بہ الاوثان اخرج ہذہ
الرّوایات کلّھا الحاکم حضرت فاروق رض گفتہ
است بینما انا نائم عند آلہتہم اذ جاء رجل
بعجل فذبحہ فصرخ بہ صارخٌ لم اسمع
صارخا قط اشدّ صوتا منہ یقول یا جلیح
امرٌ نجیحٌ رجلٌ فصیحٌ یقول لا الہ الا اللہ
فوثب القوم قلتُ لا ابرح حتے اعلم ما وراء
ہذا ثمّ نادی یا جلیح امر نجیح رجلٌ فصیح یقول
لا الہ الا اللہ فقمتُ فما نشبنا ان قیل ہذا نبیّ
اخرجہ البخاری محمد بن اسحٰق گفتہ است کہ
فاطمہ رض خواہر فاروق رض وزوج او سعید بن زید
پیش از فاروق رض مسلمان شدہ بودند چون این
خبر بفاروق رسید بتعصب برخاست وختن خود را
اہانت نمود وسر خواہر را بکوفت تا آنکہ خون آلودہ
شد بعد ازان در دلش رحمے افتاد وسورۂ طٰہٰ
کہ پیش ایشان بود قرارت نمود وازین راہ
داعیۂ اسلام بخاطرش پدید آمد و
بخدمت آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم بشتافت و مسلمان شد
ازانجملہ آنست کہ

کے ذریعہ سے دین کو مدد پہنچایئے۔ اور عائشہ رض کی روایت میں ہے یا اللہ
دین کو عزّت عطا فرمایئے بذریعہ عمر بن الخطاب خاص طور پر۔ اور مسروق
کی روایت ابن مسعود رض سے یہ ہے کہ یا اللہ اسلام کو عزّت عطا فرمایئے
عمر رض بن الخطاب یا ابوجہل بن ہشام کے ذریعہ سے، تو اللہ تعالےٰ
نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دُعا عمر رض کے لئے قبول کرلی۔
اور اس سے اسلام کی بنیاد کو مضبوط کیا اور بُتوں کو گرایا، ان
تمام روایات کو حاکم نے اخذ کیا۔ حضرت فاروق رض نے بیان کیا کہ میں
اُن کے معبودوں کے نزدیک سو رہا تھا کہ اسی دَوران میں ایک شخص
ایک بچھڑا لے آیا اور اُس نے اس کو ذبح کیا پھر اُس کے ساتھ
ایک چلّانے والا اتنی سخت آواز سے چلّایا کہ میں نے کبھی اُس سے
زیادہ سخت چلّانے کی آواز نہیں سُنی وہ کہہ رہا تھا یا جلیح الخ
یعنی اے جلیح (یہ کسی کا نام تھا) ایک نجات دینے والی بات سُن۔
ایک فصیح شخص کہہ رہا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو قوم
اُس پر لوٹ پڑی۔ مَیں نے دل میں کہا کہ میں معلوم کرکے رہوں گا
کہ اس کا پس منظر کیا ہے۔ پھر اُس نے ندا کی یا جلیح امر نجیح رجلٌ
فصیح یقول لا الہ الا اللہ تو میں اُٹھ گیا۔ اس کے بعد کچھ وقت نہ
گزرا تھا کہ کہا گیا یہ نبی ہیں، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ محمد بن
اسحٰق نے بیان کیا کہ فاروق رض کی بہن فاطمہ رض اور ان کے شوہر
سعید بن زید فاروق رض سے پہلے مسلمان ہوگئے تھے۔ جب اس کی
اطلاع فاروق رض کو ہوئی تو تعصب سے اُٹھ کھڑے ہوتے اپنے
بہنوئی کی بہت کچھ توہین کی، بہن کے سر کو کُوٹ دیا یہاں تک کہ
وہ خون آلودہ ہوگئیں۔ اس کے بعد اُن کے دل میں رحم پیدا ہوگیا
اور سورۂ طٰہٰ جو اُن کے سامنے تھی اُس کو پڑھا اور اس راہ سے اسلام
کا داعیہ اُن کے دل میں پیدا ہوگیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں جا پہنچے اور مسلمان ہوگئے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ

چون فاروق اعظم رضہ تشریف اسلام یافت آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم برائے او دعاء فرمودند و آن دعاء بدرجۂ اجابت رسید عن عبداللہ ابن عمرؓ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ضرب صدرَ عُمر بن الخطّاب بیدہ حین اَسلم ثلاثَ مرّاتٍ و ہو یقول اللّٰہم اَخرِجْ مافی صدرہٖ من غِلّ و اَبدِلہ ایماناً یقول ذٰلک ثلثاً اخرجہ الحاکم وازا نجملہ آنست کہ چون مسلمان شد اعلان نمود اسلامِ خودرا وازین راہ متاعبات تشویش بسیار نمود و آن را مانند شہد وشکر گوارا فرمود قال ابن اسحٰق وحدثنی نافعؒ مولےٰ عبداللہ بن عمر عن ابنِ عمر قال لمّا اسلمَ عُمر قال ایُّ قریش انقل للحدیث قیل لہ جمیل بن معمر الجُمحی قال فغدا علیہ قال عبداللہ بن عمر و غدوتُ اَتّبع اِثرہٗ و اَنظر مایفعلُ و اَنا غلام اعقلُ کلّما رأیتُ حتّےٰ جآءہٗ فقال اَعلمتَ یاجمیلُ انی اسلمتُ و دخلتُ فی دِینِ محمّدٍ صلے اللہ علیہ وسلم قال فواللہِ ما رَاجعہ حتّےٰ قامَ یجُرُّ رِدآءہٗ واتبعہ عُمر و اتبعتُ اَبیُ حتّےٰ اذا قامَ علےٰ باب المسجد

جب فاروق اعظم رضہ اسلام سے مشرف ہوتے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کے لئے دُعاء فرمائی اور وہ دُعاء مرتبۂ قبولیت کو پہنچ گئی۔ مروی ہے عبداللہ بن عمر رضہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب عمر رضہ اسلام لائے تو اپنا ہاتھ اُن کے سینہ پر تین مرتبہ مارا اور یہ فرماتے رہے کہ یا اللہ! اس کے سینہ میں جو کھوٹ ہے اُس کو نکال دیجئے اور اس کے بجائے ایمان دیدیجئے یہ آپ تین مرتبہ فرماتے رہے، اس کو روایت کیا حاکم نے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جب مسلمان ہوتے تو اپنے اسلام کا اعلان کردیا اور اس وجہ سے بہت تشویش اور ایذاؤں کا ہدف بنے اور ان کو شہد اور شکر کی طرح گوارا فرمایا۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا نافع مولےٰ عبداللہ بن عمر رضہ نے کہا کہ جب عمر رضہ اسلام لائے تو انھوں نے (لوگوں سے) پوچھا کہ قریش میں کسی نئی بات کو سب سے زیادہ لوگوں سے کہتے ہوئے پھرنے والا شخص کون ہے؟ تو اُن سے کہا گیا کہ جمیل بن معمر الجُمحی ہے۔ کہا (ابن عمر رضہ نے) کہ صبح کو اُس کی طرف روانہ ہوگئے۔ عبداللہ بن عمر رضہ کہتے ہیں کہ میں بھی صبح سے ہی اُن کے پیچھے ہولیا اور دیکھتا رہا کہ کیا کرتے ہیں، اور میں اس وقت لڑکا[عہ] تھا جو کچھ دیکھتا اُس کو سمجھ لیتا تھا، غرض کہ عمر رضہ اُس کے پاس پہنچ گئے اور بولے کہ اے جمیل! کیا تجھے معلوم ہوگیا ہے کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہوگیا ہوں۔ کہا (ابن عمر رضہ نے) کہ واللہ اُن کی بات کا جواب دیتے بغیر ہی اپنی چادر کھینچتا ہوا کھڑا ہوگیا (اور چلنے لگا) اور عمر رضہ اس کے پیچھے چلنے لگے اور میں اپنے باپ کے پیچھے چل رہا تھا یہاں تک کہ جب وہ مسجد حرام کے دروازے پر کھڑا ہوا تو

عہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ولادت نزولِ وحی سے ایک سال پہلے ہوتی اپنے والد محترم کے ساتھ مکہ میں اسلام قبول کیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبوت کے چھٹے سال میں اسلام لائے تو اس قصہ کے وقت جس کا بیان کررہے ہیں ان کی عمر تقریباً سات برس کی تھی ۱۲ مترجم

صَرَخَ بِاَعْلٰی صَوْتِہٖ یا معشر قریش
وہم فی اَنْدِیَتِہِمْ (مجالسہم) حول الکعبۃ
الا ان ابن الخطابَ قد صَبَا (خرج من الدین)
قال یقولُ عمرُ من خلفہ کذبَ
ولکن قد اسلمتُ و شہدتُ اَنْ
لا الٰہ الا اللہ و ان محمدًا عبدہٗ
رسولہ و ثاروا الیہ فما برح
یُقاتلہم و یُقاتلونہ حتّٰی قامتِ
الشمس علٰی رؤسہم قال و بَلِحَ (اعییٰ)
فقعدَ و قاموا علٰی رأسہٖ و
ہو یقول افعلوا ما بدا لکم فاَحْلِفُ
باللّٰہِ لو کُنّا ثلٰث مائۃ رجل
لقد ترکناہا لکم او ترکتموہا
لنا قال فبینا ہو علٰی
ذٰلک اِذْ اَقْبَلَ شیخٌ من
قریش علیہ حُلّۃ حِبَرَۃٍ (چادر ہائے یمن) و قمیصٌ
مُوَشّٰی (منقش) حتّٰی وقفَ علیہم فقال ما
شانکم قالوا صبا عمرُ قال فَمَہْ (پس چہ شد)
رجلٌ اختار لنفسہٖ امرًا فما ذا تریدون
اَتَرَوْنَ بنی عدی بن کعب یُسلمون
لکم صاحبہم ہٰکذا خلّوا عن الرجل قال
فو اللّٰہ لکانّما کانوا ثوبًا کُشِطَ (ازیل)
عنہ قالَ فقلتُ لِاَبِی
بعدَ (عمر) اَن ہاجرَ الی المدینۃِ
یا ابتِ من الرجلُ الذی

بہت اونچی آواز سے چلّایا کہ "اے قریش کی جماعت! اور اُس وقت وہ کعبہ کے گرد اپنی ایک مجلس جماتے ہوتے تھے "آگاہ ہو جاؤ کہ ابن الخطاب بے دین ہو گیا"۔ کہا کہ عمرؓ اس کے پیچھے یہ کہہ رہے تھے کہ اس نے جھوٹ بولا۔ لیکن میں تو اسلام لے آیا ہوں اور گواہی دے چکا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔ پھر وہ سب عمرؓ کی طرف آ لئے (اور لڑائی شروع ہو گئی تو برابر عمرؓ) اُن لوگوں سے لڑتے رہے اور وہ لوگ ان سے لڑتے رہے یہاں تک کہ سورج اُن سب کے سروں پر آ لیا۔ کہا کہ اور عمرؓ تھک کر بیٹھ گئے تھے اور وہ سب لوگ اُن کے سر پر کھڑے ہوتے تھے اور عمرؓ کہہ رہے تھے کہ جو تمہارے جی میں آئے کر لو میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر ہم تین سو آدمی ہو گئے تو مکّہ کو ہم تمہارے لئے چھوڑ دیں گے یا تم کو اُسے ہمارے لئے چھوڑنا پڑے گا۔ کہا کہ اسی دوران میں جبؔ اس جھگڑے میں تھے کہ قریش میں کا ایک شیخ آ گیا جس کے بدن پر یمنی چادروں کا جوڑا تھا اور منقّش کُرتہ پہنے ہوتے تھا، وہ اُن کے سامنے کھڑا ہوا اور بولا کہ تم لوگ یہ کیا کر رہے ہو؟ اُنھوں نے کہا کہ عمرؓ بے دین ہو گیا۔ اُس نے کہا پھر ہوا کیا؟ ایک شخص نے اپنی ذات کے لئے ایک امر اختیار کر لیا تو اب تم کیا چاہتے ہو۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ بنی عدی بن کعب اپنے میں کے ایک فرد کو اسی طرح تمہارے سپرد کئے رکھیں گے۔ چلے جاؤ اس شخص کے پاس سے۔ کہا واللہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ لوگ ایک کپڑے کی طرح تھے (جو اُن پر چھائے ہوتے تھے) وہ اُن پر سے ہٹا دیا گیا (یعنی سب لوگ فوراً چلے گئے) عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے اُس زمانہ میں دریافت کیا جب مدینہ میں ہجرت کر کے آ گئے کہ ابّا جان! وہ کون شخص تھا جس نے قوم کو

زجر القوم فیک بمکۃ یوم اسلمت وہم
یقاتلونک قال ذاک ای بُنَیَّ العاص
ابن وایل السہمی ؎ و عن عبد اللہ بن عمر
قال لما اسلم عمر اجتمع الناس عند دارہ
قالوا صبا عمر و انا غلام فوق ظہر بیتی فجاء
رجل علیہ قباء من دیباج فقال صبا
فما ذاک فانا لہ جار فرأیت الناس
تصدعوا عنہ فقلت من ہذا قالوا
العاص بن وائل اخرجہ البخاری و رینجا
نکتہ باید فہمید کہ فاروق اعظم سال ششم
از بعثت بعد اسلام چہل مرد و پانزدہ
زن مسلمان شد علے اختلاف یسیر
بین حملۃ العلم فی ذلک بالجملہ اسلام
او اگرچہ بنصف قرن از اول بعثت متاخر
شد و آن سابقہا از وی فوت گشت
اما بتائید الٰہی در قیام بحقوق خلافت باتم
وجہ و توسط میان پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم
وامت او در نشر دین از ہمہ سبقت نمود
در اول امر مفضول بود بنسبت صدیق اکبرؓ
بر بسیارے از جہت تاخر اسلام و در آخر
حال ہمعنان او وسہیم وشریک او شد
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیان ہر دو وجہ
فرمودہ اند در قضیہ مغاضبہ صدیق اکبرؓ
باوے خطاب عتاب آلود فرمود
ہل انتم تارکون لی صاحبی ہل انتم

آپ کے بارے میں مکہ میں ڈانٹا تھا جس دن آپ اسلام لاتے تھے اور وہ آپ سے لڑ رہے تھے ؟ تو انھوں نے فرمایا کہ میرے بیٹے ! وہ شخص عاص بن وائل السہمی تھا۔ (عمرو بن العاص کا باپ) اور مروی ہے عبداللہ بن عمرؓ سے کہا کہ جب عمرؓ اسلام لاتے تو لوگ ان کے مکان کے پاس جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ عمرؓ بے دین ہو گیا اور میں (اس وقت) لڑکا تھا اپنے گھر کی چھت پر چڑھا ہوا تھا۔ پھر ایک شخص آیا جو دیبا کی قبا پہنے ہوتے تھا تو اس نے کہا بے دین ہو گیا تو پھر ہوا کیا، میں بھی تو اس کا ہمسایہ ہوں تو میں نے لوگوں کو دیکھا کہ سب تتر بتر ہو گئے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون تھا؟ تو لوگوں نے بتایا کہ عاص بن وائل تھا، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ یہاں ایک نکتہ سمجھ لینا چاہیئے کہ فاروق اعظمؓ بعثت کے چھٹے سال میں جب کہ چالیس مرد اور پندرہ عورتیں اسلام لا چکی تھیں مسلمان ہوئے۔ اہل علم کا اس (عدد) میں تھوڑا سا اختلاف بھی ہے۔ الغرض ان کا اسلام اگرچہ اول بعثت سے نصف قرن کے قریب (بحساب قیام مکہ) متاخر ہو گیا اور وہ سبقتیں (جو ان سے پہلے والوں کو حاصل ہوئیں) ان سے فوت ہو گئیں لیکن بتائید الٰہی حقوق خلافت کو پورے طور پر قائم رکھنے میں اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اور امت کے درمیان دین کی اشاعت میں واسطہ بننے میں سب سے سبقت لے گئے۔ اول امر میں بہ نسبت صدیق اکبرؓ کے بوجہ دیر میں اسلام لانے کے بہت سی باتوں میں کم رتبہ رہنے اور آخر حال میں ان کے برابر کے ساتھی اور شریک وسہیم رہے۔ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قضیہ میں جو صدیق اکبرؓ سے ناراض ہونے کا پیش آیا تھا دونوں حالتوں کا اظہار ان سے عتاب آمیز خطاب کے ساتھ فرمایا تھا کہ کیا تم میری وجہ سے میرے رفیق کو (اذیت دینا) چھوڑ دو گے ؟ کیا تم میری وجہ سے

تارِکون لی صاحبی قُلتُ یا اَیُّہا الناسُ اِنّے
رسولُ اللہ الیکم جمیعًا فقلتم کذبتَ وقالَ
ابوبکرٍ صدقتَ اخرجہ البخاری و در حدیث
رُؤیا قَلیبْ فرمود ثُمّ اَخذ ابوبکر وفی
نزعِہٖ ضعفٌ واللہ یغفر لہ ثُمّ اَخذہا عُمر
ابن الخطابِ فاستحالت غَرْبًا فلم اَرَ عبقریًا
من الناسِ یَفری فَرِیَہ حتے ضربَ
الناسُ بعَطَنٍ اخرجہ الشیخان وغیرہما
وازا نجملہ آنست کہ بسببِ دخولِ او در
اسلام مسلمانان عزیز شدند و اعلان
اسلام نمودند عن ابن مسعود قال
مازلنا اَعِزّۃً مُنذُ اسلم عُمرُ اخرجہ
البخاری قال ابن اسحٰق ولمّا قدِمَ عَمرو
ابن العاص و عبداللہ بن ابی ربیعۃ
علے قریش ولم یُدرِکوا ماطلبوا
و ردّہم النجاشی بما یکرہون واسلم
عُمر بن الخطّاب وکانَ رجلًا ذا
شکیمۃ لایُرامُ ما وراءَ ظہرہ امتنع
بہ اصحابُ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم وبحمزۃ رضے اللہ عنہ حتے غاظوا
قریشًا فکانَ عبدُاللہ بن مسعود یقولُ ماکنّا
نقدرُ علے اَن نصلّے عندالکعبۃ حتے اَسلم عمر
ابن الخطاب فلمّا اَسلَم قاتَلَ قریشًا حتے
صلّے عندالکعبۃ وصلّینا معہ عن
سعد بن ابراہیم قالَ

میرے رفیق کو اذیت دینا) چھوڑ دوگے؟ میں نے کہا کہ اے لوگو! میں
تم سب کے پاس اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں، تو تم نے کہا کہ تو
جھوٹا ہے ابوبکرؓ نے کہا کہ تو سچا ہے، اس کو بخاری نے روایت کیا۔
اور کنویں والے خواب کی حدیث میں فرمایا پھر ابوبکرؓ نے (ڈول)
پکڑا اور اس کے کھینچنے میں ضعف تھا اور اللہ اس کی مغفرت کرے
پھر اس کو عمرؓ بن الخطاب نے پکڑ لیا تو وہ ایک موچرس بن گیا تو
میں نے لوگوں میں کوئی جوانمرد نہیں دیکھا جو اس جیسا کام کرتا ہو
یہاں تک کہ لوگوں نے اپنے اونٹوں کو پانی پلاکر پانی کے گرد بٹھادیا
اس کو شیخین وغیرہما نے روایت کیا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ
ان کے اسلام میں داخل ہونے کے سبب سے مسلمانوں کے حوصلے
بڑھ گئے اور انھوں نے اسلام کا اعلان کردیا۔ ابن مسعودؓ سے
مروی ہے انھوں نے کہا کہ جب سے عمرؓ اسلام لائے ہم عزت
کے ساتھ رہے، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ
جب عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ قریش کے پاس (واپس)
آئے اور جس مقصد سے گئے تھے اس کو نہ پا سکے اور ان کو ایسے
طور پر نجاشی نے نکال دیا جو ان کو ناگوارا تھا اور عمرؓ بن الخطاب
اسلام لے آئے اور وہ بڑے حوصلے والے شخص تھے پروا نہیں
کرتے تھے ان کی پیٹھ پیچھے جو کچھ (خطرہ) ہو تو ان سے اور حمزہ
رضی اللہ عنہ (کے اسلام لانے) سے اصحاب رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم طاقتور ہوگئے یہاں تک کہ ان لوگوں نے قریش کو
غضبناک کردیا۔ اس پر عبداللہ بن مسعودؓ کہا کرتے تھے کہ ہم اس
پر قدرت نہیں رکھتے تھے کہ کعبہ کے قریب نماز پڑھ لیں یہاں تک
کہ عمرؓ اسلام لائے۔ جب وہ مسلمان ہوگئے تو وہ قریش سے
لڑے یہاں تک کہ انھوں نے کعبہ کے نزدیک نماز پڑھی اور ہم نے
بھی ان کے ساتھ پڑھی۔ اور سعد بن ابراہیم سے مروی ہے کہا کہ

قال عبداللہ بن مسعود ان اسلام عمر رضی اللہ عنہ کان فتحاً و ان ہجرتہ کانت نصراً و ان امارتہ کانت رحمۃً ولقد کنا ما نصلی عند الکعبۃ حتی اسلم عمر فلما اسلم قاتل قریشاً حتی صلی عند الکعبۃ و صلینا معہ اخرجہ ابن ہشام فی زیادتہ علی السیرۃ و اخرج الحاکم مثلہ واز انجملہ آنست کہ ہجرۃ نمود بسوی مدینہ قبل از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و تمہید و توطیہ ساخت برائی قدوم وے صلی اللہ علیہ وسلم عن البراء بن عازب اول من قدم علینا مصعب بن عمیر و ابن ام مکتوم وکانوا یقرؤن الناس فقدم بلال و سعد و عمار ابن یاسر ثم قدم عمر بن الخطاب فی عشرین من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث اخرجہ البخاری و از انجملہ آنست کہ در غزوہ بدر آثر جمیلہ نصیب فاروق رض گشت بوجوہ بسیاریکی آنکہ خال خود را للہ فی اللہ کشت محبت قرابت مانع مباشرت قتل او نشد فی الاستیعاب قتل العاص بن ہشام بن مغیرۃ کافراً یوم بدر قتلہ عمر بن الخطاب وکان خالاً لہ دیگر آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ عباس را نکشند ابوحذیفہ آن را قبول نکرد درینجا نوعی از وہن در امتثال حکم پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم پدید آمد و نحوی از اختلاف نمودار گردید آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

عبداللہ بن مسعود رض نے فرمایا کہ عمر رض کا اسلام ایک فتح تھا اور اُن کی ہجرت ایک مدد تھی اور اُن کی امارت ایک رحمت تھی اور ہم اس حال میں تھے کہ کعبہ کے قریب نماز نہیں پڑھ سکتے تھے یہاں تک کہ عمر رض اسلام لے آئے۔ جب وہ مسلمان ہوتے تو قریش سے لڑے یہاں تک کہ اُنھوں نے کعبہ کے پاس نماز پڑھی اور ہم نے اُن کے ساتھ نماز پڑھی اس کو ابن ہشام نے اپنی "زیادۃ علی السیرۃ" میں نقل کیا ہے اور حاکم نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ رض نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے لئے وہاں کی فضا کو مناسب اور ہموار کیا۔ براء بن عازب رض سے مروی ہے کہ سب سے پہلے جو لوگ ہمارے پاس آئے وہ مصعب رض ابن عمیر اور ابن ام مکتوم رض تھے اور وہ لوگوں کو قرآن پڑھایا کرتے تھے۔ پھر بلال رض اور سعد رض اور عمار رض بن یاسر آئے۔ پھر اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں سے بیس آدمیوں میں عمر رض بن الخطاب آئے پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آخر حدیث تک، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ غزوہ بدر میں اچھی فضیلتیں حضرت فاروق رض کے حصہ میں آئیں بہت سی وجوہ کے ساتھ ایک یہ کہ آپ نے اللہ کی رضا کے لئے اپنے ماموں کو قتل کیا۔ قتل کرنے میں قرابت کی محبت آپ کے لئے مانع نہ ہوتی۔ استیعاب میں ہے کہ قتل کیا گیا عاص بن ہشام بن مغیرہ بدر کے دن کفر کی حالت میں۔ اس کو عمر رض بن الخطاب نے قتل کیا اور یہ اُن کا ماموں تھا۔ دوسری یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و وسلم نے فرمایا کہ عباس کو نہ ماریں۔ ابو حذیفہ رض نے اس کو قبول نہ کیا۔ اس موقع پر تعمیل حکم پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم میں کوتاہی کا ظہور ہوا۔ اور ایک طرح کا اختلاف نمودار ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

این حادثہ را بدو وجہ تدارک فرمود در حالتِ راہنہ تخویف و تہدیدِ شخصے کہ از قبولِ امر نافرمانی نمود و جارحہ آن تہدید و تشدید فاروقِ اعظم رض را ساخت و گفت یا باحفصٍ اَیُضرب وجہُ عمِّ رسولِ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بالسّیفِ حضرتِ فاروق رض ازین کلمہ بجوشید و مقصود بحصول انجامید و در وقتِ اخذ فِدا ہرچند انصار گفتند کہ ابنِ اُخت مارا معاف باید داشت قبول نہ فرمود تا سدِّ ذریعہ اختلاف شود اینجا بر قدرِ عقولِ مردم تنزل نمود عن ابن عباسٍ انّ النّبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لاصحابہ یومئذٍ انّی قد عرفتُ انّ رجالاً من بنی ہاشم وغیرہم قد اُخرجوا کرہاً لاحاجۃَ لہم بِقتالنا فمن لقِیَ اَحدًا من بنی ہاشم فلایقتلہُ ومن لقِیَ اباالبختری ابن ہشام فلایقتلہ ومن لقِیَ العباسَ بنَ عبدالمطلب عمَّ رسولِ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فلایقتلہ فانما خرج مُستکرہاً قال فقال ابوحذیفۃ اَنقتُلُ آباءَنا و ابناءَنا واخوانَنا وعشیرتَنا ونترک العبّاسَ واللہِ لئن لَقیتُہ لاُلحِمَنَّہ السّیفَ قال فبلغتْ رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقالَ لعُمرَ بن الخطابِ یاباحفصٍ قال عُمر واللہِ انّہ لاوّلُ یوم کنّانی رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بابی حفصٍ اَیُضرب وجہُ عمِّ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بالسّیف فقال عُمر یارسولَ اللہ

اس حادثہ کا تدارک دو طرح سے فرمایا (ایک یہ کہ) ایسے شخص کو ڈرانا اور دھمکانا جس نے کہ حکم کے ماننے میں نافرمانی کی اور اُس ڈرانے دھمکانے کا آلہ آپ نے فاروقِ اعظم رض کو بنایا اور فرمایا کہ اے ابوحفص! کیا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے چچا کے مُنہ پر تلوار ماری جاتے گی۔ حضرتِ فاروق رض اس کلمہ سے جوش میں آگئے اور مقصود حاصل ہو گیا۔ اور (دوسری یہ کہ) فدیہ لینے کے وقت ہرچند انصار نے کہا کہ ہمارے بھانجے کو معاف رکھنا چاہیئے (یعنی عباس رض سے فدیہ نہ لیا جائے) مگر آپ نے قبول نہ فرمایا تاکہ اختلاف کا سبب بند ہو جائے۔ یہاں عام لوگوں کے مرتبۂ عقل پر آپ نے تنزّل فرمایا۔ مروی ہے ابنِ عباس رض سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس دن اپنے اصحاب رض سے فرمایا کہ بہت سے لوگ بنی ہاشم وغیرہم کے زبردستی نکالے گئے ہیں اُن میں ہم سے لڑنے کا داعیہ نہیں تھا تو جس کا بنی ہاشم میں سے کسی کے ساتھ مقابلہ ہو جائے وہ اُس کو قتل نہ کرے، جو شخص ابوالبختری بن ہشام کے مقابل ہو وہ اس کو قتل نہ کرے اور جو عباس بن عبدالمطلب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا کا مقابل ہو وہ اُن کو قتل نہ کرے۔ بیان کیا کہ اس پر ابوحذیفہ (ابن عتبہ بن ربیعہ) نے کہا کہ کیا ہم اپنے باپ اور اپنے بیٹوں اور اپنے بھائیوں اور اپنے رشتہ داروں کو تو قتل کر دیں اور عباس کو چھوڑ دیں واللہ اگر میرا اُس سے مقابلہ ہو گیا تو میں اپنی تلوار کو اُس کا گوشت ضرور کھلاؤں گا۔ کہا کہ یہ بات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی۔ تو آپ نے عمر رض ابن الخطاب سے فرمایا اے ابوحفص! عمر رض فرماتے ہیں کہ واللہ یہ پہلا دن تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو کُنیتِ ابوحفص سے خطاب کیا، کیا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے چچا کے مُنہ پر تلوار ماری جاتے گی؟ تو عمر رض نے کہا کہ یا رسول اللہ!

دعني فلأضرب عنقه بالسيف فوالله لقد
نافق فكان ابو حذيفة رضـ يقول ما انا بآمن
من تلك الكلمة التي قلت يومئذ ولا ازال
منها خائفاً الا ان تكفرها عني الشهادة فقتل
يوم اليمامة شهيداً اخرجه ابن اسحٰق سوم
آنکہ بعد فتح در باب اسیران اختلاف
افتاد کہ فدا بگیرند یا قتل کنند رائے حضرت
فاروق رضـ موافق مراد حق واقع شد عن ابن
عباس قال حدثني عمر بن الخطاب فذكر
قصة الى ان قال فاستشار رسول الله
صلى الله عليه وسلم ابابكر وعلياً وعمر
فقال ابو بكر يا نبي الله هؤلاء بنو العم
والعشيرة والاخوان فاني ارى
ان تاخذ منهم الفدية فيكون
ما اخذنا منهم قوة لنا على الكفار و
عسى الله ان يهديهم فيكونون لنا
عضداً فقال رسول الله صلى الله عليه
وسلم ما ترى يا ابن الخطاب قال
قلت والله ما (نافیہ) ارى ما رأى ابو بكر
ولكني ارى ان تمكنني من فلان
قريب لعمر فاضرب عنقه وتمكن
علياً من عقيل فيضرب عنقه و
تمكن حمزة من فلان اخيه فيضرب عنقه
حتى يعلم الله انه ليست في قلوبنا
هوادة للمشركين هؤلاء صناديدهم و

نرمی ۱۲ — بہتران ۱۲

مجھے اجازت دیجئے کہ میں تلوار سے اس کی گردن اڑادوں۔ خدا کی
قسم اس نے نفاق برتا ہے۔ اس پر ابو حذیفہ رضـ کہا کرتے تھے کہ جو کلمہ
اُس دن میری زبان سے نکل گیا تھا میں اُس سے مطمئن نہیں ہوں
اور ہمیشہ اُس سے خائف رہتا ہوں (آخرت کے مواخذہ سے بچنے
کی کوئی صورت نہیں) بجز اس کے میری طرف سے اس معصیت
کا کفارہ شہادت بن جائے۔ تو وہ یوم یمامہ میں قتل کئے گئے اور
شہید ہوگئے۔ اس کو ابن اسحٰق نے روایت کیا۔ تیسری یہ کہ فتح
(بدر) کے بعد قیدیوں کے بارے میں اختلاف واقع ہوا کہ فدیہ
لے لیں یا قتل کریں۔ اس بارے میں حضرت فاروق رضـ کی رائے
مراد حق کے موافق واقع ہوئی۔ مروی ہے ابن عباس رضـ سے کہا کہ
مجھ سے بیان کیا عمر رضـ بن الخطاب نے۔ پھر اس قصہ کا ذکر کرتے
ہوئے فرمایا کہ پھر مشورہ لیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ابو بکر رضـ سے اور علی رضـ سے اور عمر رضـ سے۔ تو ابو بکر رضـ نے کہا یا رسول اللہ
یہ لوگ چچا کے بیٹے اور رشتہ دار بھائی ہیں میری رائے یہ ہے
کہ ہم ان سے فدیہ لے لیں تو جو کچھ ہم ان سے لیں گے وہ ہمارے
لئے کفار پر موجب قوت ہوگا اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت
کردے گا تو وہ ہمارے لئے ایک بازو بنیں گے۔ پھر رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابن الخطاب! تمہاری کیا رائے ہے؟
کہا کہ میں نے کہا واللہ میں وہ رائے نہیں رکھتا جو ابو بکر رضـ رائے
رکھتے ہیں۔ میری رائے تو یہ ہے کہ میرے سپرد آپ کریں فلاں کو،
یہ حضرت عمر رضـ کے ایک رشتہ دار تھے، تاکہ میں اس کی گردن
ماردوں اور علی رضـ کے سپرد کیجئے عقیل کو تاکہ وہ اس کی گردن کاٹ
دیں اور حمزہ رضـ کے سپرد کیجئے اُن کے فلاں بھائی (یعنی عباس) کو کہ
وہ اُن کی گردن ماردیں۔ تاکہ اللہ پر ظاہر ہو جائے کہ ہمارے دلوں
میں مشرکین کے لئے نرمی نہیں ہے۔ یہ لوگ مشرکین کے سردار اور

أئمتہم وقادتہم فہوی (ای احب ۱۲) رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم ما قال ابو بکر ولم یہو ما قلتُ
فأخذ منہم الفداء فلما کان من الغد قال
عمر غدوتُ الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فاذا
ہو قاعد و ابو بکر و اذا ہما یبکیان فقلتُ یا
رسول اللہ اخبرنی ماذا یبکیک انت و
صاحبک فان وجدتُ بکاء بکیتُ و ان
لم اجد بکاء تباکیتُ لبکا کما قال فقال
النبی صلے اللہ علیہ وسلم ابکی للذی
عرض علیَّ اصحابک من الفداء ثم قال
لقد عرض علیَّ عذابکم ادنی
من ہذہ الشجرۃ بشجرۃ قریبۃ
و انزل اللہ عزّ و جلّ
مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ
لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي
الْأَرْضِ إلى لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ
اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ
من الفداء ثم احلّ لہم الغنائم
فلما کان یوم احدٍ من العام
المقبل عوقبوا بما صنعوا یوم
بدر من اخذہم الفداء فقتل
منہم سبعون و فرّ اصحاب
النبی عن النبی صلے اللہ علیہ
وسلم و کسرت رباعیتہ و
ہشمت البیضۃ علی رأسہ

شکست ۱۲ — خود ۱۲

اُن کے پیشوا اور اُن کے راہ نما ہیں۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پسند کیا اُس رائے کو جو ابو بکرؓ نے دی تھی اور جو کچھ میں نے کہا تھا اس کو پسند نہ کیا اور ان سے فدیہ لے لیا۔ عمرؓ نے بیان کیا کہ جب اگلا دن ہوا تو صبح کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ آپؐ بیٹھے ہیں اور ابو بکرؓ بھی اور دونوں رو رہے ہیں تو میں نے کہا یا رسول اللہؐ! مجھے بتایئے کہ آپ کیوں رو رہے ہیں اور آپ کے ساتھی بھی، تو اگر مجھے رونا آئے گا تو میں بھی روؤں گا اور اگر نہیں آئے گا تو آپ کے گریہ کے ساتھ شریک ہونے کے لئے رونے کی کوشش کروں گا۔ کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں رو رہا ہوں اس وجہ سے جو میرے سامنے تمہارے ساتھیوں نے فدیہ کا معاملہ پیش کیا۔ پھر فرمایا کہ مجھ پر پیش کیا گیا تمہارا عذاب جو قریب آگیا تھا اس درخت کے۔ ایک قریب کے درخت کی طرف اشارہ فرمایا اور اللہ عزّ وجلّ نے یہ آیت نازل فرمائی مَا كَانَ لِنَبِيٍّ الخ (۸: ۶۷۔ ۶۸) نبی کی شان کے لائق نہیں کہ اُن کے قیدی باقی رہیں (بلکہ قتل کر دیئے جائیں) جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح (کفار کی) خونریزی نہ کرلیں تم تو دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالےٰ آخرت (کی مصلحت) کو چاہتے ہیں اور اللہ تعالےٰ بڑے زبردست اور بڑے حکمت والے ہیں۔ اگر خدا تعالےٰ کا ایک نوشتہ مقدر نہ ہو چکتا تو جو امر تم نے اختیار کیا ہے یعنی فدیہ لینا اس کے بارے میں تم پر کوئی بڑی سزا واقع ہوتی۔" پھر حلال کر دیا گیا اُن کے لئے غنیمتوں کو۔ پھر جب آئندہ سال جنگ اُحُد ہوئی تو اس چیز کا ان کو بدلہ دیا گیا جو اُنھوں نے یوم بدر میں کیا تھا یعنی اُن سے فدیہ لے لینا۔ تو مسلمانوں میں سے ستّر قتل کئے گئے اور اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں ہزیمت واقع ہوئی اور آپؐ کا دانت توڑا گیا اور آپ کے سر پر خود توڑا گیا

وسال الدّمُ علٰے وجہہ وأنزل اللہ تعالٰے
اَوَ لَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ
مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ۭ قُلْ هُوَ
مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ باخذکم الفدآء، اخرجہ
احمد چہارم آنکہ عمیر بن وہب بعد از
فتح برائے استخلاص برادرِ خود بحضور
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آمد وے
از فاتکان قریش و دلیرانِ ایشان بود و
حضرتِ فاروق رضؓ درحفظِ مراتب احتیاط
از مکرِ وے شرطِ محبّت بتقدیم رسانیدؓ
عن عُروۃ بن الزّبیر فی قصّۃ عُمیر بن
وہب فبینا عُمر بن الخطاب فی نفر
من المسلمین یتحدّثون عن یوم بدر و
یذکرون ما اکرمہم اللہ بہ وما اراہم بہ
من عَدُوّہم اذ نظر عمر الٰے عمیر بن
وہب حین اَناخَ علٰے بابِ المسجد
مُتوشّحاً السّیفَ فقالَ ہٰذا الکلبُ
عَدُوُّ اللہ عمیر بن وہب ماجاءَ الاّ بشرٍّ و
ہو الّذی حرّشَ بیننا وحزّزنا للقوم یوم
بدر ثم دخلَ عمر رضی اللہ عنہ علٰے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم فقال یا نبی اللہ ہٰذا
عدُوُّ اللہِ عُمیر بن وہب قد جآء متوشّحاً
سیفہ قال فادخِلہ علیَّ قال فاقبل
عُمر حتّٰے اخذ بحمالۃ سیفہ

اور خون آپؐ کے چہرۂ مبارک پر بہا۔ اور اللہ تعالٰے نے نازل کیا
اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ الخ (۳: ۱۶۵) اور جب تمہاری ایسی ہار ہوئی جس
سے دُو حصے تم جیت چکے تھے تو کیا ایسے وقت میں تم یوں کہتے ہو
کہ یہ کدھر سے ہوئی۔ آپ فرما دیجئے کہ یہ ہار خاص تمہاری طرف سے
ہوئی بیشک اللہ تعالٰے کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے۔" (تمہاری طرف
سے یعنی) تمہارے فدیہ لینے کی وجہ سے۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔
چوتھی یہ کہ عُمیر بن وہب فتح (بدر) کے بعد اپنے بھائی کو چھوڑانے
کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور یہ شخص
قریش کے خونریز اور دلیر لوگوں میں سے تھا۔ اور حضرت فاروق رضؓ
نے اس کے مکر سے (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی) حفاظت
کے سلسلہ میں احتیاط کے تمام مراتب آپؐ کی محبّت کی وجہ سے
پورے ادا کئے۔ عُمیر بن وہب کے قصّہ میں عُروہ بن الزبیرؒ سے مروی
ہے کہ اس دَوران میں کہ عمر رضؓ بن الخطاب مسلمانوں کی ایک جماعت
میں بیٹھے ہوتے تھے جو آپس میں یوم بدر کی باتیں کر رہے تھے اور
جو اِکرام اللہ تعالٰے نے ان پر کئے تھے اور دشمنوں کی جو حالت
اللہ تعالٰے نے ان کو دکھائی تھی اُس کو یاد کر رہے تھے کہ عمر رضؓ کی نظر
پڑی عُمیر بن وہب پر جب کہ اُس نے اپنے اونٹ کو مسجد
کے دروازے پر بٹھایا اور وہ اپنی تلوار گلے میں لٹکائے ہوئے
تھا۔ آپ نے کہا کہ یہ کُتّا اللہ کا دشمن عُمیر بن وہب ہے یہ بجز شر
کے اور کسی ارادے سے نہیں آیا۔ اور یہ وہی شخص ہے جس نے
بدر کے دن ہمارے خلاف قوم کو خوب بھڑکایا تھا اور قوم کے جذبات
کو تیز کیا تھا۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے
پاس پہنچے اور عرض کیا کہ اے نبی اللہؐ! یہ اللہ کا دشمن عُمیر بن وہب
آیا ہے اپنی تلوار گلے میں لٹکائے ہوتے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میرے
پاس لے آؤ۔ تو عمر رضؓ اس کو اس طرح لے کر آئے کہ اس کی تلوار

فی عُنُقِه فلبّبَه بها و قال لرجالٍ ممّن کانَ معه من الانصار ادخلوا علیٰ رسولِ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم فاجلسوا عنده واحذروا علیه من هٰذا الخبیثِ فانّهٗ غیر مامونٍ ثم دخلَ به علیٰ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم و عُمر آخذ بحمالة سیفهٖ فی عنقه فقالَ ارسله یا عُمر اُدنُ یا عُمیر فدنیٰ الحدیث بطولِه وفیه معجزة اخرجه ابن اسحٰق و

ازانجمله آنست که در غزوۂ اُحُد فضائل نمایان نصیب حضرت فاروقؓ شد بچندین جهت یکی آنکه در وقت تحصّن بشعب با جماعه از مهاجرین بالاے کوه برآمد و دفع کفّار نمود قال ابن اسحٰق فبینا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بالشعب معه اولٰئک النفر من اصحابه اذ علت عالیةٌ من قریش الجبل فقالَ رسولُ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم

کے تسمہ کو جو اس کی گردن پڑا تھا اُس کے گریبان کے ساتھ پکڑے ہوتے تھے۔ اور جو انصاری کہ آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے ان سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ جاؤ اور اُن کے قریب جاکر بیٹھو اور اس خبیث سے چوکنے رہو کیونکہ یہ قابلِ اطمینان شخص نہیں ہے۔ پھر اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پاس لے کر آئے اور عمرؓ اس کی گردن میں پڑے ہوئے تلوار کے تسمہ کو پکڑے ہوتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو اے عمرؓ! اور اے عمیرؓ قریب آ۔ یہ لمبی حدیث ہے اور اس میں ایک معجزہ[۵] بھی ہے، اس کو ابنِ اسحٰق نے روایت کیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ اُحد میں نمایاں فضائل فاروقِ اعظمؓ کو حاصل ہوتے متعدد جہت سے ایک یہ کہ گھاٹی میں پناہ گزین ہونے کے وقت مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ عمرؓ نے پہاڑ کے اوپر چڑھ کر کفّار کو دفع کیا۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ ایسے وقت میں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گھاٹی میں تھے، اور آپؐ کے اصحاب میں سے وہ لوگ موجود تھے کہ ایک اوپر چڑھنے والی قریش کی جماعت پہاڑ کے اوپر پہنچ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا

[۵] اس کے بعد کا واقعہ یہ ہے کہ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اے عمیر! تو کیوں آیا ہے؟ تو اُس نے کہا کہ اُس قیدی کی وجہ سے آیا ہوں جو تمہارے قبضہ میں ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تلوار کیوں لٹکائی؟ اُس نے (ٹالنے کے لئے) جواب دیا کہ ہماری تلوار کا منہ کالا ہو کہ یہ کبھی ہمارے کام نہ آئی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صحیح بات بتاؤ۔ بغیر سچ بولے چھٹکارا نہ ملے گا۔ اُس نے کہا کہ اس مہم کے سوا میرا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو نے صفوان بن اُمیہؓ کے ساتھ بیٹھ کر کشتگانِ بدر کو یاد نہیں کیا اور جب کہ اُس نے تیرے قرض کو اور تیرے اہل و عیال کی کفالت کو اپنے ذمہ لے لیا تو تو محمدؐ کے قتل کے لئے نہیں آیا؟ تو اس مہم کے لئے آیا ہے، لیکن میرے اور تیرے درمیان خدا حائل ہو گیا۔ (اس سے فاروقِ اعظمؓ کی یہ اہم فضیلت نکلی کہ خدا تعالیٰ نے ان کو حفاظتِ نبی کے لئے اپنا جارحہ اور آلہ بنایا) عمیرؓ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اپنی انتہائی جہالت کی وجہ سے ہم آپؐ کا انکار کر رہے تھے۔ آپؐ کی سچائی مجھ پر ظاہر ہو گئی کیونکہ اس بات کی میرے اور صفوان کے سوا کسی کو بھی خبر نہ تھی۔ اور اس کی آپؐ کو خدا کے سوا کسی نے بھی خبر نہیں دی۔ اسی نے مجھے دولتِ اسلام سے مشرف کیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کو اسلام کے احکام سکھاؤ اور قرآن کی تعلیم دو۔ اس کے بعد اس نے مکہ واپس جانے کی اجازت چاہی اور لوگوں کو خدا کی طرف آنے کی دعوت دینا شروع کر دی۔ اور ایک جماعتِ کثیر اُس کے ذریعہ سے دولتِ اسلام سے مشرف ہوئی ۱۲ شواہد النبوۃ مولانا جامیؒ مترجمہ اشتیاق احمد عفی عنہ۔

اللہم انہ لاینبغی لہم ان یعلونا فقاتل عمر بن
الخطاب رضی اللہ عنہ ورہط معہ من المہاجرین
حتے اہبطوا من الجبل ذکرہ فی السیرۃ دوم آنکہ
ابوسفیان نزدیک انصراف از احد گفت اعل
ہبل فاروق را غیرت اسلام بجوش آمد وآن موجب
اعلاء کلمۃ اللہ شد سوم آنکہ درین حادثہ واضح گشت
کہ کفار بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وبعد
صدیق اکبر اگر از کسے حسابے میگرفتند از فاروق
میگرفتند قال ابن اسحق ان اباسفیان حین
اراد الانصراف اشرف علے الجبل ثم
صرخ باعلے صوتہ فقال ان الحرب سجال
یوم بیوم بدر اعل ہبل فقال رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم قم یا عمر فاجبہ
فقال اللہ اعلے واجل لاسواء قتلانا فی
الجنۃ وقتلاکم فی النار فلما اجاب عمر رضی
اللہ عنہ اباسفیان قال لہ ابوسفیان ہلم الی
یا عمر فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لعمر
ائتہ فانظر ماشانہ فقال ابوسفیان
انشدک اللہ یا عمر اقتلنا محمدا
قال اللہم لا وانہ لیسمع
کلامک الآن قال انت
اصدق عندی من ابن قمئۃ
وابر یقول ابن قمئۃ لہم
انی قتلت محمدا واز انجملہ
آنست کہ درغزوۂ خندق حاضر شد و

یااللہ! یہ تو ٹھیک نہیں کہ وہ ہم سے بلند ہو جائیں تو عمرؓ بن الخطاب نے ایک جماعتِ مہاجرین کو ساتھ لے کر اُن سے قتال کیا یہاں تک کہ وہ پہاڑ سے نیچے اُتار دیے گئے، اس کا ذکر کیا ہے سیرت میں۔ دوسری یہ کہ اُحد سے واپس ہوتے وقت ابوسفیان نے نعرہ لگایا اُعلُ ھُبَل (بلند ہو لے ہُبَل! یہ قریش کے بُت کا نام تھا) فاروقؓ کی غیرتِ اسلام جوش میں آئی اور وہ اعلاء کلمۃ اللہ کا موجب ہوئی (کہ انہوں نے نعرہ لگایا اَللہُ اَعلیٰ واَجَلّ) تیسری یہ کہ اس حادثہ میں یہ واضح ہو گیا کہ کفار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ رضی اللہ عنہ کے بعد اگر کسی کو سربرآوردہ شمار کرتے تھے تو حضرت فاروقؓ کو کرتے تھے۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ ابوسفیان نے جب واپس ہونے کا ارادہ کیا تو پہاڑ کے اوپر چڑھا پھر بلند آواز سے چیخا اور کہا کہ "لڑائی برابر سرابر کی ہو گئی یہ یوم بدر کے یوم کا جواب ہے۔ بلند ہو لے ہُبَل" تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُٹھو اے عمرؓ! اور اس کا جواب دو۔ تو عمرؓ نے نعرہ لگایا اللہ اعلیٰ واجلّ (اللہ سب سے بلند مرتبہ اور سب سے بڑا ہے) لڑائی برابر سرابر نہیں ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول جہنم میں۔ جب عمر رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو جواب دیا تو ابوسفیان نے کہا کہ اے عمرؓ! میری طرف آ۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت عمرؓ سے کہ جاؤ دیکھو کیا بات ہے؟ تو عمرؓ اس کے پاس پہنچے۔ تو ابوسفیان نے کہا کہ اے عمرؓ! میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کیا ہم نے محمدؐ کو قتل کر دیا ہے؟ عمرؓ نے کہا کہ بارخدایا نہیں اور وہ یقیناً تیری گفتگو سُن رہے ہیں اب بھی۔ اُس نے کہا کہ تو میرے نزدیک ابن قمئہ سے زیادہ سچا اور زیادہ نیک ہے۔ ابن قمئہ لوگوں سے یہ کہہ رہا ہے کہ میں نے محمدؐ کو قتل کر دیا ہے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ خندق میں شریک ہوئے اور

مساعی جمیلہ دران واقعہ بکار بردہ یکے آنکہ محافظت
طرفی از خندق عہدۂ وے بود والآن مسجدے بنام
او رضی اللہ عنہ درانجا بنا کردہ اند دوم آنکہ اہل سیر
نوشتہ اند کہ فاروق رض و زبیر رض روزے از روزہای
خندق بر جماعۂ کفار حملہ آوردند و آن جماعہ را از ہم
متفرق ساختند دران میان ضرار بن الخطاب باز
گشت و نیزہ بجانب عمر کشید و بعد ازان آن نیزہ را
باز گرفت و گفت این نعمت مشکورہ است کہ بر تو
ثابت کردم سوم آنکہ در بعض ایام خندق بسبب
اہتمام بشغل دفع کفار نماز عصر از حضرت فاروق رض
فوت شد و تأسفے عظیم ازین وجہ بخاطرش
راہ یافت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خود را
دران وقت ہمراہ او عدّ فرمودند و باین شفقت
علاج تأسفش ساختند عن جابر بن عبداللہ
انّ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جاء یوم الخندق
بعد ما غربت الشمس جعل یسبّ کفار
قریش وقال یا رسول اللہ ما کدتُ ان اُصلی
حتے کادت الشمس تغرب قال النبیّ صلے
اللہ علیہ وسلم واللہ ما صلیتہا فنزلنا مع النبیّ
صلے اللہ علیہ وسلم بطحان فتوضأ للصلوٰۃ وتوضأنا
لہا فصلے العصر بعد ما غربت الشمس ثم صلے بعدہا
المغرب اخرجہ البخاری واز انجملہ آنست کہ در غزوۂ
بنی مصطلق حاضر شد و سعیہا مصروف
داشت بچند وجہ یکے آنکہ اہل
سیر ذکر کردہ اند کہ

اس واقعہ میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ ایک یہ کہ خندق کی ایک
جانب کی حفاظت اُن کے ذمہ تھی اور اب بھی وہاں ایک مسجد موجود
ہے جو عمر رضی اللہ عنہ کے نام سے وہاں بنائی گئی ہے۔ دوسرا یہ
کہ اہل سیر نے لکھا ہے کہ خندق کے دنوں میں سے ایک دن فاروق رض
اور زبیر رض نے کفار کی جماعت پر حملہ کیا اور اُس کو درہم برہم کردیا
اور اسی دوران میں ضرار بن الخطاب پلٹا اور عمر رض کی طرف نیزہ کھینچا
اور پھر اُس کو روک لیا اور کہا کہ یہ میرا قابل شکر احسان ہے جو
میں نے تجھ پر قائم کیا ہے۔ تیسرا یہ کہ خندق کے بعض ایام میں دفع
کفار کے اہتمام و مشغولیت کے سبب سے حضرت فاروق رض کی نمازِ
عصر فوت ہوگئی اور اس وجہ سے بہت بڑا افسوس و رنج آپ
کے دل میں پیدا ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت
اپنے کو اُن کے ہمراہ شمار کیا اور اس شفقت کے ساتھ آپ کے
تأسف کا علاج فرمایا۔ مروی ہے جابر بن عبداللہ رض سے کہ عمر بن
الخطاب رضی اللہ عنہ یوم خندق میں آفتاب غروب ہونے کے بعد
آئے اور کفارِ قریش کو گالیاں دینا شروع کردیں اور کہنے لگے
کہ یارسول اللہ ﷺ! مجھے اتنا موقع نہ ملا کہ نماز پڑھ لوں یہاں تک کہ
آفتاب غروب ہونے لگا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واللہ
نمازِ عصر میں نے بھی نہیں پڑھی تو ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ بُطحان میں اُترے (بطحان مدینہ کے ایک نالے کا نام ہے)
آپ نے نماز کے لئے وضو کی اور ہم سب نے وضو کی پھر عصر
کی نماز پڑھی غروب آفتاب کے بعد پھر اس کے بعد مغرب کی
نماز پڑھی، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور ان میں سے ایک یہ
ہے کہ عمر رض غزوۂ بنی مصطلق میں حاضر ہوتے اور بڑی کوششوں
میں لگے ہوتے تھے (اس میں بھی) چند خاص وجوہ کے ساتھ
(فضیلت حاصل ہوئی) ایک یہ کہ اہل سیر نے ذکر کیا ہے کہ

مقدمۃ لشکر او بود و جاسوسی را از طرف کفار گرفتار کرد و احوال آنہا از وے استفسار نمود بعد از ان او را بکشت و باین جہت رعب عظیم بر دل کفار افتاد دوم آنکہ در عین قتال فاروق رض مامور شد بآنکہ ندا در دادند کہ ہر کہ کلمۂ اسلام بگوید از تعرض مامون باشد سوم آنکہ جہجاہ غفاری اجیر فاروق رض با اعرابے در مناقشہ افتاد اعرابی بعبد اللہ ابن ابی منافق رجوع آورد و وے بکلمات نفاق آمیز آتش نفاق خود را دو بالا ساخت و زید بن ارقم آن کلمات را بعرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم رسانید و غیرت حضرت فاروق رض بجوش آمد و قصد ایقاع بآن منافق نمود و منافقان در صدد عذر آمدند خدائے عز و جل در باب تصدیق قول زید بن ارقم و تحسین رائے فاروق رض درین قدر کہ منافق مستحق اہانت است در دنیا و مستوجب عقوبت در آخرت اگرچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم افادہ فرمودند کہ بجہت مصلحت احتراز از تفرق کلمۂ مسلمین و توحش داخلان در اسلام سزائے کردار او در کنار او نہادند آیات نازل فرمود إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ اہ

مقدمۃ الجیش کے افسر وہی تھے اور انھوں نے کفار کا ایک جاسوس گرفتار کیا تھا اور ان کے احوال اس سے دریافت کئے تھے اس کے بعد اس کو قتل کر دیا اس وجہ سے کفار کے دل پر بڑا رعب واقع ہوگیا۔ دوسری یہ کہ خاص قتال کے وقت حضرت فاروق رض اس پر مامور ہوئے کہ یہ ندا کر دیں کہ جو کلمۂ اسلام کہے گا اس سے تعرض نہ کیا جائے گا۔ تیسری یہ کہ جہجاہ غفاری کا جو حضرت فاروق رض کے اجیر تھے ایک اعرابی کے ساتھ جھگڑا ہوگیا۔ اعرابی نے عبد اللہ بن ابی منافق کی طرف رجوع کیا اور اس نے نفاق آمیز کلمات کے ساتھ اپنی آتش نفاق کو بھڑکایا۔ اور زید بن ارقم نے ان کلمات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیا اور حضرت فاروق رض کی غیرت جوش میں آئی اور آپ نے اس منافق کو مارنے کا ارادہ کیا اور منافق لوگ عذر و معذرت کرنے لگے (اور انھوں نے زید بن ارقم کو جھٹلایا) تو خدائے عز و جل نے زید بن ارقم کے قول کی تصدیق اور حضرت فاروق رض کی اس بارے میں تحسین کے سلسلہ میں کہ منافق بیشک دنیا میں اہانت کا مستحق ہے اور آخرت میں عذاب کے قابل، اگرچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کلمۂ مسلمین میں تفریق سے بچنے کی مصلحت اور اسلام میں داخل ہونے والوں کو توحش سے بچانے کے لئے (کہ کسی نومسلم کو یہ خوف نہ پیدا ہونے لگے کہ کہیں مجھے منافق قرار دے کر قتل نہ کر دیا جائے) درگزر کیا جائے اس شخص کے کردار کی سزا اس کو نہیں دی، یہ آیات نازل فرمائیں إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ الخ (۶۳: ۱ تا ۸) (پورا رکوع اسی کے بارے میں ہے آخر میں ارشاد فرمایا گیا ہے یہ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پاس جمع ہیں ان پر

والقصۃ مبسوطۃ فی معالم التنزیل
وغیرہ چہارم آنکہ آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم حضرت فاروق رض را
درین حادثہ رمزے عجیب کہ در
باب ملک داری بکار آید ارشاد
فرمودند قال ابن اسحٰق فحدثنی
عاصم بن عمر ان عبداللہ بن
عبداللہ بن اُبَیّ اَتیٰ رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقالَ
یارسولَ اللہ انہ قد بلغنی انک ترید
قتلَ عبد اللہ بن اُبَیّ فیما
بلغکَ عنہ فان کُنتَ لابُدَّ
فاعلاً فمُرنی بہ فانا اَحمِلُ
الیکَ رأسہ فو اللہِ لقد
عَلِمتِ الخزرجُ ما کانَ بہا
مِن رجل اَبَرَّ بوالدِہ مِنّی
اِنّی اخشیٰ اَن تامر غیرِی
فیقتلہ فلاتدَعُنی نفسی اَن
انظرَ الی قاتلِ عبداللہ بن
اُبَیّ یَمشی فی النّاس
فاقتُلہ فاَقتُلُ مؤمناً
بکافرٍ فاَدخل النّارَ فقالَ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
بل نُترفّقُ بہ و نُحسن صُحبتہ
ما بقی معنا

کچھ خرچ مت کرو یہاں تک کہ یہ آپ ہی منتشر ہو جائیں گے اور ان کا
یہ کہنا جہل محض ہے کیونکہ) اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں سب خزانے آسمانوں
کے اور زمین کے ولیکن منافقین سمجھتے نہیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ
اگر ہم مدینہ میں لوٹ کر جائیں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت
والے کو باہر نکال دے گا حالانکہ عزت تو اللہ ہی کی ہے اور اس کے
رسول کی اور مومنین کی لیکن منافقین جانتے نہیں") اور یہ قصہ
تفصیل کے ساتھ معالم التنزیل وغیرہ میں موجود ہے۔ چوتھی یہ کہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حادثہ میں حضرت فاروق رض کو
ایک عجیب رمز سے آگاہ فرمایا جو کہ ملک داری کے اصول میں بہت
کارآمد ہے۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عاصم بن عمر نے کہ
عبداللہ بن اُبَیّ (منافق) کا بیٹا عبداللہ (جو سچا مسلمان تھا) رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ یارسول
اللہ! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اُس اطلاع کی بناء پر جو عبداللہ بن
اُبَیّ کے بارے میں آپ کو پہنچی آپ اُس کے قتل کا ارادہ رکھتے
ہیں تو اگر آپ کو ایسا کرنا ضروری ہے تو آپ مجھے اس کا حکم دیں
میں آپ کے پاس اُس کا سر لے آؤں گا۔ کیونکہ خدا کی قسم تمام
(قبیلہ) خزرج جانتا ہے کہ اُن کے تمام مردوں میں اپنے باپ کا
خدمت گزار مجھ سے زیادہ کوئی نہیں ہے۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر آپ
کسی دوسرے کو حکم دیں گے اور وہ اُس کو قتل کرے گا تو میرا
نفس مجھے نہ چھوڑے گا کہ میں عبداللہ بن اُبَیّ کے قاتل کو دیکھتا
رہوں کہ وہ لوگوں میں چل پھر رہا ہے پھر میں اُس کو قتل کر دوں
تو میں ایک مومن کو کافر کے بدلے میں قتل کروں گا اور جہنم میں
داخل ہوں گا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں
بلکہ ہم اس کے ساتھ نرمی کریں گے اور جب تک وہ (بظاہر) ہمارے
ساتھ رہے گا ہم اُس کے ساتھ حُسنِ صحبت قائم رکھیں گے۔

وجعلَ بعد ذٰلک اذا احدثَ الحدثَ کان
قومُہ (ابن ابی ۱۲) الَّذین یعاتبونہ ویاخذونہ ویُعنِّفُونہ (سرزنش میکردند ۱۲) فقالَ
رسولُ اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم لعُمر بن الخطَّاب رضی
اللّٰہ عنہ حین بلغہ ذٰلک من شأنہم کیف ترٰی
یا عُمر اما واللّٰہِ لو قتلتہٗ یومَ قُلتَ لِیَ اقتُلہ
لأُرعِدَت لہ آنِفاً ولو امرتک الیوم بقتلِہ (اخذتک الرعدة ۱۲)
لقتلتہٗ قال فقال عمر رضی اللّٰہ عنہ
قد واللّٰہِ علمتُ لَاَمرُ رسولِ اللّٰہ صلے
اللّٰہ علیہ وسلم اعظم برکۃً من امرِی
واز انجملہ آنست کہ در حدیبیہ حاضر
بود و آنجا فضائل بے حساب نصیبِ
او شد یکے[1] آنکہ حمیتِ اسلام برحضرت
فاروق رض غلبہ کرد و بتربیتِ آنحضرت
صلے اللّٰہ علیہ وسلم تسکین یافت
قال ابن اسحٰق فلمّا التام الامرُ ولم یبق
بینہما الا الکتاب وثب (جست) عُمر بن الخطاب
رضی اللّٰہ عنہ فاتے ابابکر رضی اللّٰہ
عنہ فقال یا ابابکر الیس برسولِ اللّٰہ صلے اللّٰہ
علیہ وسلم قال بلٰی قال اَوَلَسنا بالمسلمین
قال بلٰی قال اَوَلیسوا بالمشرکین
قال بلٰی قال فعلامَ نُعطی الدَّنِیَّۃ

اب اس کے بعد یہ ہونے لگا کہ جب بھی عبداللہ بن ابی کوئی نیا شوشہ اُٹھاتا تو اُس کی قوم کے لوگ ہی اُس پر عتاب کرنے لگتے اور اس پر گرفتیں کرنے لگتے اور اس کو دھمکانے لگتے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے جب آپ کو ان لوگوں کے اس حال کی اطلاع پہنچی فرمایا کیا رائے رکھتے ہو اے عمر رض کیا واللہ اگر تم اس کو قتل کر دیتے جس دن تم نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اسے قتل کروں گا تو اب تم پر لرزہ خیز حال پیش آجاتا؟ اور اگر میں اُس دن تمہیں اُس کے قتل کا حکم دیدیتا تو تم اُس کو قتل کر دیتے (راوی نے) کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا بیشک واللہ میں سمجھ گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا امر عظیم البرکت ہے میرے امر سے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ حُدَیبیہ میں حاضر تھے اور اُس جگہ بے حساب فضائل اُن کے حصّہ میں آئے۔ ایک[1] یہ کہ حمیتِ اسلام نے حضرت فاروق رض پر غلبہ کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تربیت سے تسلّی پائی۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ جب پورا معاملہ طے ہوچکا اور دونوں کے درمیان بجز تحریر کے کوئی بات باقی نہ رہی تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کود پڑے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہا کہ اے ابوبکر رض! کیا وہ اللہ کے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) نہیں ہیں؟ اُنھوں نے کہا کیوں نہیں۔ پھر کہا کہ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ ابوبکر رض نے کہا کیوں نہیں۔ پھر کہا کیا وہ مشرکین نہیں ہیں؟ اُنھوں نے کہا کیوں نہیں ہیں۔ کہا کہ پھر کس بناء پر ہم اپنے دین میں

[1] اس روایت میں حضرت فاروق رض کا اوّل حضرت صدیق رض کے پاس جاکر گفتگو کرنے کا ذکر ہے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچنے کا۔ لیکن صحیح بخاری کی اُس روایت میں جو مناقبِ صدیق رض میں گزر چکی ہے یہ ہے کہ اوّل آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی تھی اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تھے۔ بہرحال اس اختلاف سے اصل مقصد پر اثر نہیں پڑتا حضرت فاروق رض کی یہ منقبت کہ آپ اس موقع پر عزّتِ اسلام کے لئے دوڑ دھوپ کر رہے تھے دونوں سے ثابت ہے ۱۲ مترجم

فی دِیننا قال ابو بکر یا عمر الزم غرزہٗ
فانّی اشھد انّہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم قالَ عمر وانا اشھد انّہ رسولُ اللہ
ثمّ اتیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
فقالَ یارسولَ اللہ اَلستَ برسول اللہ
حقًا قال بلےٰ قال اولسنا بالمسلمین
قال بلےٰ قال اولیسوا بالمشرکین قال
بلےٰ قال فعلامَ نعطی الدّنیّۃ فی
دِیننا قال اَنا عبدُ اللہ ورسولہٗ
لَن اُخالفَ امرَہٗ ولن یُّضیّعنی قالَ
فکان عمر رضی اللہ عنہ یقولُ
مازلتُ اَصومُ و اَتصدّقُ و اُصلّی
و اُعتِقُ من الذی صنعتُ یومئذٍ
مخافۃَ کلامی الّذی تکلّمتُ بہ
حتّی رجوتُ اَن یکونَ خیرًا و
قال ابن اسحٰق فوثب عمر بن
الخطاب رضی اللہ عنہ مع ابی
جندل یمشی الی جانبہ ویقول
اصبر یا ابا جندل فانّما ھم المشرکونَ
وانّما دمُ احدھم دم کلب قال ویدنی قائم
السیف قال یقول عمر رضی اللہ عنہ رجوتُ ان یأخذ السیف فیضرب بہ
اباہ قال فضنّ الرجل بابیہ ونفذت القضیۃ ؎ دیگر
آنکہ فَاَنزَلَ اللہُ سَکِینَتَہٗ عَلٰی
رَسُولِہٖ وَعَلَی المُؤمِنِینَ

عیب لگائیں۔؎ ابو بکر رضؓ نے کہا کہ اے عمر رضؓ بس اُن کی رکاب پکڑے
رکھو میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں صلے اللہ علیہ وسلم
عمر رضؓ نے کہا اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔
پھر عمر رضؓ پہنچے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہا
یارسول اللہؐ! کیا آپؐ اللہ کے سچے رسول نہیں ہیں؟ فرمایا کیوں
نہیں۔ پھر کہا کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ فرمایا کیوں نہیں۔ پھر کہا
کیا وہ مشرک نہیں ہیں؟ فرمایا کیوں نہیں۔ عرض کیا کہ پھر ہم کس
بنا پر اپنے دین میں عیب لگائیں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ میں اللہ کا
بندہ اور اس کا رسول ہوں میں ہرگز اُس کے حکم کے خلاف نہ
کروں گا اور وہ ہرگز مجھے ضائع نہ کرے گا۔ (راوی نے) کہا تو
عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ میں روزے رکھتا رہا اور صدقہ دیتا
رہا اور نوافل پڑھتا رہا اور غلام آزاد کئے اُس بات کی وجہ سے
جو میں اُس دن کر گزرا (یعنی) اپنی اُس گفتگو کے خوف سے جو
میں نے اُس دن کی تھی یہاں تک کہ مجھے امید ہو گئی کہ خیر ہو گی۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ پھر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جا پہنچے ابو جندل
کے پاس اور اس کے ساتھ اُس کے ایک پہلو کے قریب چلنے لگے اور
کہتے جاتے تھے کہ ابو جندل صبر کر یہ لوگ تو مشرک ہیں اور ان میں
سے ہر ایک کا خون کتّے کے خون کے برابر ہے (عمر رضؓ نے) کہا
اور میرے ہاتھ میں تلوار کا قبضہ تھا (راوی نے) کہا کہ عمر رضی
اللہ عنہ نے کہا کہ میں یہ امید کرتا تھا کہ یہ مجھ سے تلوار لے لیگا اور
پھر اس کو اپنے باپ پر مارے گا مگر اس شخص نے اپنے باپ کے
ساتھ ایسا کرنے سے اجتناب کیا اور جو قضیہ چل رہا تھا وہ ختم ہو گیا۔
دوسری فضیلت یہ کہ آیت فَاَنزَلَ اللہُ سَکِینَتَہٗ الخ (۲۶:۴۸)
سو اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول اور مؤمنین کو اپنی طرف سے تحمل

؎ یہ حدیث اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ مناقب صدیق رضؓ میں پہلے گزر چکی ہے وہاں اس کی شرح تحریر کر دی گئی ہے دیکھ لی جائے ۱۲

وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى در حق او نازل شد سوم آنکہ وقت مراجعت بسوئی مدینہ سورۂ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوّل بر فاروق رضؓ خواند و باین تشریف او را از میان اصحاب ممتاز ساخت گویا حکمت درین صورت آن بودہ باشد کہ حضرت فاروق رضؓ احکام انواع غلبات را بشناسد

اخرج مالک عن یزید بن اسلم عن ابیہ انَّ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یسیر فی بعض اسفارہ وعمر بن الخطاب یسیر معہ لیلاً فسألہ عمر عن شیٔ فلم یجبہُ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم سألہ فلم یجبہ ثم سألہ فلم یجبہ فقال عمر ثکلتک اُمّک عمر نزرتَ (الححت علیہ) رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث مرات کلُّ ذلک لا یجیبُک قالَ عُمر فحرّکتُ بعیری حتی اذا کنتُ امامَ النّاس و خشیتُ ان ینزلَ فیَّ قرآنٌ قال ما نشبتُ ان سمعتُ صارخًا یصرخ بی قال فقلتُ لقد خشیتُ ان یکونَ نزل فیَّ قرآنٌ قالَ فجئتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسلّمتُ علیہ فقالَ لقد اُنزلت علیَّ فی ھٰذہ اللیلۃ سورۃٌ لَھِیَ احبُّ الیَّ ممّا طلعت علیہ الشمس ثم قرأ

عطا کیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کلمہ تقویٰ پر جمائے رکھا، اُن کے حق میں نازل ہوئی۔ تیسری یہ کہ مدینہ کی طرف واپسی کے وقت سورۂ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوّل فاروق رضی اللہ عنہ کو سُنائی اور اس عزّت افزائی سے ان کو تمام اصحاب رضؓ میں ممتاز فرمایا۔ گویا اس صورت میں یہ حکمت ملحوظ ہوگی کہ حضرت فاروق رضؓ غلبات کی قسموں کے احکام کو پہچان لیں (غلبات کی تشریح آگے آرہی ہے) مالکؒ نے روایت کیا یزید بن اسلم سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک سفر میں (اونٹ پر) تشریف لیجارہے تھے اور عمر رضؓ بن الخطاب رات کے وقت آپؐ کے ساتھ جارہے تھے تو آپؐ سے عمر رضؓ نے کسی بات کو پوچھا تو اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہ دیا۔ پھر آپؐ سے وہی سوال کیا تو پھر آپؐ نے اُن کو جواب نہ دیا۔ پھر آپؐ سے وہی سوال کیا تو پھر آپؐ نے اُن کو جواب نہ دیا تو عمر رضؓ نے (اپنے دل میں) کہا کہ اے عمر رضؓ! تجھے تیری ماں روئے تو نے التجا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین مرتبہ اور کسی مرتبہ میں بھی آپؐ نے تجھے جواب نہ دیا۔ عمر رضؓ کہتے ہیں کہ پھر میں نے اپنے اونٹ کو حرکت دی (اور آگے بڑھادیا) یہاں تک کہ سب لوگوں سے آگے پہنچ گیا۔ اور مجھے یہ ڈر لگا کہ میرے بارے میں کوئی آیت نازل ہوجائے۔ فرمایا کہ پھر کچھ دیر نہ گزری تھی کہ میں نے سُنا کہ ایک چیخنے والا مجھے پکار رہا ہے۔ کہا کہ میں نے (دل میں) کہا کہ میں تو پہلے ہی ڈر رہا تھا میرے بارے میں قرآن نازل ہوا ہوگا۔ کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا اور آپؐ کو سلام کیا تو فرمایا کہ اس رات میں مجھ پر ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے زیادہ پیاری ہے ہر اُس چیز سے جس پر آفتاب طلوع ہوا۔ پھر آپؐ نے پڑھا

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ اینجا دو نکتہ باید
شناخت یکی آنکہ غلبہ عبارت از انست
کہ چون نورِ ایمان با قلب مخالطت نماید و
درمیان نور ایمان و طبیعتِ قلب داعیہ متولد
شود کہ امساک از موجب آن مقدور نباشد
و بسبب غلبۂ آن داعیہ از بعض آداب شرع
و عقل فرو اُفتد و غلبہ بر دو نوع می باشد
غلبۂ منبجسہ از انقیادِ قلب نکتہ را کہ از
شرع تلقی کردہ است اگرچہ در صورتِ
حال مرضی نباشد مانند انقیادِ ابولبابہ داعیہ
شفقت بر خلق اللہ را ہنگامے کہ برائے بنو قریظہ
اشارہ کرد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایشان
را خواہد کشت و شفقت علیٰ خلق اللہ در سائر
مواضع ہرچند محمود است چون اینجا معارض اعلاء
کلمۃ اللہ واقع شد مرضی الٰہی نیفتاد و غلبۂ دوم
داعیۂ الٰہیہ کہ از بعض مواطن شاہقہ بمنزلہ شعاعِ برق
بر دل میریزد و شتان بین المرتبتین و حضرت فاروق
بیان حال ہر دو غلبہ کردہ است برائے غلبۂ کہ در حدیبیہ از
جہت حمیتِ اسلام جوشید و بحقیقت خلافِ مصلحت
کلیہ بود گفتہ است فمازلت اصوم واتصدق الخ
یعنی حالِ این غلبہ محتاج کفارت شد و در قضیۂ
موتِ ابن اُبی گفتہ است فتحولت حتی
قمت فی صدرہ و قلت یا رسول اللہ
أتصلی علیٰ ھذا و قد قال
یوم کذا کذا و کذا

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ یہاں دو نکتہ پہچان لینے چاہئیں
پہلا یہ کہ غلبہ سے یہ مراد ہے کہ جب نورِ ایمان قلب کے ساتھ
گھُل مِل جاتے اور نورِ ایمان اور طبیعتِ قلب کے درمیان
ایک داعیہ پیدا ہو جاتے کہ اس چیز کا روکنا جس کا موجب وہ
داعیہ ہو رہا ہے قدرت سے باہر ہو اور اُس داعیہ کے غالب آجانے
کی وجہ سے شریعت اور عقل کے بعض آداب بھی نیچے گر جائیں
اور غلبہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک وہ غلبہ ہے جو پھوٹ نکلنے
والا ہوتا ہے قلب کے ایسے نکتہ کے زیر حکم آجانے سے جو کہ
اُس نے شرع سے حاصل کیا ہے اگرچہ بصورت موجودہ پسندیدہ
نہ ہو جیسا کہ "مخلوقِ خدا پر شفقت" کے داعیہ کے زیر حکم ابولبابہ
کے قلب کا مغلوب ہو جانا جس وقت میں کہ انھوں نے بنو قریظہ
کو اشارہ کر دیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو قتل
کریں گے اور خلق اللہ پر شفقت تمام مواقع میں اگرچہ محمود
ہے مگر چونکہ اس جگہ وہ اعلاء کلمۃ اللہ کے معارض واقع
ہوتی اس لئے پسندیدۂ الٰہی نہ ہوئی۔ دوسرا غلبہ اُس داعیۂ
الٰہیہ کا ہے جو بعض چوٹی کے مقامات سے بجلی کی شعاع کے
مرتبہ میں دل پر گرتا ہے اور دونوں مرتبوں میں بہت بڑا بُعد
ہے اور حضرت فاروق رضؓ نے دونوں مرتبوں کے غلبہ کا حال
ظاہر کیا ہے۔ آپ کے اُوپر جس غلبہ نے حمیتِ اسلام کی جہت سے
حدیبیہ میں زور مارا تھا اور وہ درحقیقت مصلحتِ کُلیہ کے خلاف
تھا اُس کے بارے میں آپ نے فرمایا فمازلت اصوم واتصدق الخ
یعنی اس غلبہ کی حالت کفارے کی محتاج ہوئی اور ابنِ اُبی منافق
کی مَوت کے قضیہ میں فرمایا کہ میں گھوم کر بالمقابل جا کھڑا ہوا
اور میں نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ اس پر نماز پڑھیں گے
حالانکہ اس نے فلاں دن ایسا اور ایسا کہا تھا اور فلاں دن یہ کہا تھا

اُعِدُّ ایامہ قال فتعجبتُ بی دجرأتی پس فرق درمیان این دو کلمہ ملاحظہ بباید کرد بسیاراست کہ بر سالک یکی ازین دو قسم با دیگرے مشتبہ شود و فہم او برائے حل این اشتباہ کفایت نہ نماید و این اشدّ مزلۃ الاقدام است حضرت فاروق را چندین دفعہ اشتباہ درمیان غلبات واقع شدہ بود و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میان آنہا تمیز فرمودند تا آنکہ حضرت فاروق درین باب حذاقتے پیدا کرد و بعد ازان اشتباہ رُو نمی داد آنگاہ مُحدَّث کامل گشت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اشارۃ خفیہ باین معنے فرمودہ اند جائیکہ بلفظ تعلیق واقع شدہ لقد کان فیما کان قبلکم مُحدَّثون فان یکن من امتی فعمرُ واللہ اعلم و صدیق اکبر را در غلبات کم بود کہ اشتباہ واقع شود و این یکے از وجوہ افضلیت اوست بر فاروق در ذیل این نکتہ باید دانست کہ امر دواعی مشابہت تمام دارد بامر رؤیا ہر دو امر فیضے ہست نازل از احیاز شاہقہ لیکن رؤیا نزد یک تعطیل حواس نمودار میگردد و داعیہ باوجود استقلال حواس برُ دستے کار مے آید و در رؤیا مطرح شعاع بالاصالۃ عقل میباشد و در دواعی مطرح آن قلب چنانکہ در رؤیا اضغاثِ احلام و تشبّح اخلاق و اعمال

اُس کے دنوں کو شمار کرنے لگا۔ فرماتے ہیں کہ پھر مجھے اپنے اوپر اور اپنی جرأت پر تعجب ہوا۔ تو ان دونوں کلموں کے درمیان جو فرق ہے اُس کو بخوبی ملحوظ کر لینا چاہیے۔ ایسا بکثرت ہوتا ہے کہ سالک پر ان دونوں قسموں میں سے ایک قسم کا دوسری پر اشتباہ ہو جاتا ہے اور اُس کی فہم اس اشتباہ کے حل کے لئے کفایت نہیں کرتی اور یہ اَقدام کی سخت لغزش کا موقع ہے۔ حضرت فاروقؓ کو کتنی ہی مرتبہ غلبات کے درمیان اشتباہ واقع ہوا تھا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو الگ الگ کر کے دکھا دیا۔ یہاں تک کہ حضرت فاروقؓ اس باب میں پورے تجربہ کار ہو گئے پھر آپ کو کوئی اشتباہ نہیں ہوتا تھا اُس وقت آپ محدَّث کامل ہو گئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دقیق اشارہ اس حقیقت کی طرف کیا ہے جہاں کہ کلمہ شرط واقع ہوا (یعنی اس ارشاد میں) لقد کان فی ما کان قبلکم محدَّثون فان یکن من امتی فعمر (یعنی جو اُمتیں تم سے پہلے ہو چکی ہیں اُن میں محدَّث (صاحب کشف) ہوتے تھے اگر میری امت میں سے کوئی ہے تو عمرؓ ہے) واللہ اعلم۔ اور صدیق اکبرؓ کو غلبات میں کم اشتباہ واقع ہوا اور فاروقؓ پر اُن کی افضلیت کی وجوہ میں سے ایک یہ وجہ بھی ہے۔ اس نکتہ کے ذیل میں یہ جاننا چاہیے کہ داعیوں کا معاملہ خواب کے معاملہ سے پوری مشابہت رکھتا ہے۔ دونوں امر ایک فیض ہوتے ہیں جو چوٹی کے مقامات سے آتا ہے لیکن (دونوں میں یعنی داعیہ اور رؤیا میں یہ فرق ہے کہ) رؤیا حواس کے معطّل ہونے کے وقت نمودار ہوتا ہے اور داعیہ حواس کے بجا ہونے کے باوجود پیدا ہوتا ہے اور (دوسرا فرق یہ ہے کہ) رؤیا میں (فیض کی) شعاع کے گرنے کا محل بالاصالۃ عقل ہوتی ہے اور دواعی میں اُسکے گرنے کا مقام قلب ہوتا ہے۔ جس طرح کہ رؤیا میں "اضغاث احلام" اور "اخلاق و اعمال کا

بصورِ مثالیہ با فیضِ نازل از ملک رؤیا
مشتبہ می شود و حلّ اشتباہ متعذر مے
گردد ہمچنان در دواعی داعیہ منبجسہ (جاریہ) از
طبیعتِ نفس واز عادات و مالوفات و
داعیۂ متولّدہ درمیانِ نورِ ایمان و
طبیعت قلب نزدیک انقیاد آن نکتہ کہ
از شرع تلقّی نمودہ باداعیۂ نازلہ از منبع
صدق و حق مشتبہ مے شود وحلّ اشتباہ
متعذر میگردد چون بعون اللہ عزّ و
جلّ اشتباہ منقطع شد وحق از باطل
ممتاز گشت آن داعیہ و آن
رؤیا قابل اعتماد مے باشد و لکن
دونَ ذٰلک خرطُ القتادِ نکتۂ
دوم آنکہ معلوم بالقطع است کہ
صحابہ از نزدیکِ خود ہدایت را
نیاوردہ اند بلکہ ہمہ بتاثیرِ نفسِ قدسیہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم مہتدی گشتند کما قال عزّ
من قائل وَ اِنَّکَ لَتَہۡدِیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ
وتاثیر نفس مطہرۂ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم در ایشان گاہے بتقریب امر ونہی فقط
می باشد وگاہی باقترانِ غضب و
تہدید و زمانے بمجرد صحبت پس تنبیہ و تہدید
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
یکے از اسباب وصول بمرتبۂ سعادت است
وآن را یکے از مناقبِ عظیمہ صحابہؓ

مثالی صورتوں کے ساتھ نظر آنا" یا "فرشتے کی طرف سے فیض کا نازل
ہونا" (یہ امور) مشتبہ ہوجاتے ہیں اور اشتباہ کا حل دشوار ہوجاتا
ہے (کہ یہ فیصلہ کیا جاتے کہ یہ رؤیا مذکورہ بالا انواع میں سے کس
نوع سے تعلق رکھتا ہے) یہی اشتباہ دواعی میں پیش آتا ہے،
ایک داعیہ ہے جو جاری ہونے والا ہے طبیعت اور عادات اور
مالوفات (یعنی نفس کے مرغوبات) سے، اور ایک داعیہ ہے جو پیدا
ہوا ہے نورِ ایمان اور طبیعت قلب کے درمیان سے اس حالت میں
جب کہ وہ کسی نکتہ پر جو شریعت سے اس نے حاصل کیا اور پورے
طور پر اس پر جم چکا ہے (یہ داعیہ مشتبہ ہوجاتا ہے) اس داعیہ
کے ساتھ جو نازل ہونے والا ہے صدق وحق کے منبع سے (جو
چوٹی کا مقام ہے) اور اشتباہ کا حل دشوار ہوجاتا ہے۔ جب اللہ
عزّ وجلّ کی مدد سے اشتباہ منقطع ہوجاتے اور حق باطل سے
ممتاز ہوجاتے تو وہ داعیہ اور رؤیا قابلِ اعتماد ہوجاتا ہے اور
بغیر اس کے خاردار شاخ پر ہاتھ ملنا ہے۔ دوسرا نکتہ یہ ہے
کہ یہ قطعی طور پر معلوم ہے کہ صحابہؓ ہدایت کو اپنی طرف سے نہیں
لائے (یعنی از خود ہدایت یافتہ نہیں بنے) بلکہ سب آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے نفسِ قدسیہ کی تاثیر سے ہدایت یافتہ
بنے۔ جیسا کہ اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا ہے وَاِنَّکَ لَتَہۡدِیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ
مستقیم (اور بیشک آپ صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کرتے ہیں)
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نفسِ مطہرہ کی تاثیر ان حضرات
میں (مختلف طریقوں سے ہوتی تھی) کبھی صرف امر ونہی کے ارشاد
فرما دینے سے۔ اور کبھی غضب اور دھمکی کی آمیزش سے۔ اور
کبھی صرف صحبت سے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تنبیہ
کرنا اور دھمکانا بھی مرتبۂ سعادت پر پہنچنے کے اسباب میں
سے ایک سبب ہے اور اس کو صحابہؓ کی مناقبِ عظیمہ میں سے ایک

بیاید شمرد و لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ است اللّٰہم انی بشر ایما مسلم آذیتہ شتمتہ ضربتہ فاجعلہ لہ رحمۃ او کما قال و اگر نفس بعضے از صحابہ رضؓ بوجہے مخلوق شدہ باشد کہ بغیر تقریب تخویف و تہدید باصل مقصدِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مہتدی شود و بمرضی وے صلی اللہ علیہ وسلم متمثل گردد آن از عنایاتِ حق است کہ بطریق ندرت بعضی را بآن برمیگزیند در تہذیب و تربیتِ حضرت فاروق رضؓ چندین دفعہ عنف و تہدید از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر شدہ است چنانکہ در قرأت او نسخہ توریت را واقع شد و بنسبتِ حضرت صدیقؓ ازین قسم معاملہا بسیار کم بظہور آمد و این نیز بوجہے از وجوہ افضلیتِ صدیقِ اکبر است واللہ اعلم

و از انجملہ آنست کہ در غزوۂ خیبر آثارِ جمیلہ نصیبِ فاروق گشت بوجوہ بسیار یکی آنکہ اہلِ سیر ذکر کردہ اند کہ درین غزوہ میمنۂ لشکر مفوض بحضرتِ فاروق رضؓ شد دیگر آنکہ ہر شبی تعہدِ حراستِ لشکر بیکے از صحابہ رضؓ مقرر می شد شبے کہ نوبت حراستِ فاروقِ اعظم رضؓ بود یہودے بر دستِ وے رضی اللہ عنہ افتاد و پیشِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آورد و آنحضرت احوالِ خیبر از وے استفسار فرمود و این معنی سبب فتح خیبر شد سوم آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در حق شخصے فرمود رحم اللہ فلانا فاروق رضؓ بحدس ذہن معاملۂ الٰہی

منقبت شمار کرنا چاہیئے اور اسی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللّٰہم انی بشر الخ یعنی یا اللہ میں بشر ہوں جس مسلمان کو میں نے ایذا دی ہو، بُرا کہا ہو، مارا ہو تو اس کو اس کے لئے رحمت بنا دیجئے او کما قال اور اگر صحابہ رضؓ میں سے کسی کا نفس ایسی صورت میں مخلوق ہوا ہو کہ تخویف و تہدید کے استعمال کے بغیر ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل مقصد پر فائز ہوجاتے اور آپؐ کی مرضی کے مطابق متمثل ہوجاتے تو یہ حق تعالیٰ کی عنایاتِ خاصہ میں سے ہے کہ شاذ و نادر طور پر کسی کو اس سے نواز دیتے ہیں۔ حضرت فاروق رضؓ کی تہذیب و تربیت میں کتنی ہی مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غصہ اور ناراضی کا ظہور ہوا جیسا کہ اُن کے نسخۂ توریت کے پڑھنے کے وقت ایسا وقوع میں آیا۔ اور بہ نسبت حضرت صدیق رضؓ کے اس قسم کے معاملوں کا ظہور بہت کم ہوا۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی وجوہ میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے، واللہ اعلم

اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ خیبر کے موقع پر حضرت فاروق رضؓ کے حصہ میں جو مناقب آئے اُن کی بہت سی وجوہ ہیں۔ ایک یہ کہ اہلِ سیر نے ذکر کیا ہے کہ اس غزوہ میں لشکر کا میمنہ حضرت فاروق رضؓ کے سپرد کیا گیا تھا۔ دوسری یہ کہ ہر رات میں لشکر کی نگہبانی کی ذمہ داری صحابہ رضؓ میں سے ایک کے لئے مقرر کی جاتی تھی جس رات میں حضرت فاروق رضؓ کی نگہبانی کی باری تھی تو ایک یہودی آپؓ کے قبضہ میں آگیا اور اُس کو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاکر پیش کیا۔ آپؐ نے اُس سے خیبر کے حالات دریافت کئے اور اس معنے سے یہ گرفتاری فتح خیبر کا سبب ہوگئی۔ تیسری یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے حق میں فرمایا رحم اللہ فلاناً (یعنی اللہ تعالیٰ رحمت کرے فلاں شخص پر) فاروق رضؓ نے اپنی ذہنی قوت سے اس کے ساتھ اللہ کے

با آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در دعاء او شناخت وگفت وجبتْ یا رسولَ اللہ قال ابن اسحٰق فحدّثنی محمد ابن ابراہیم التیمی عن ابی الہیثم بن نضرۃ الاسلمی ان اَباہ حدّثہ انّہ سمعَ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی مسیرہ الی خیبر لعامر بن الاکوع اَنزِلْ یا ابنَ الاکوع فحدّثنا من ہُنیّاتِک قال فنزل یرتجزُ برسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ؎

واللہِ لولا اللہُ ما اہتدینا
ولا تصدّقنا ولا صلّینا
انّا اذا قومٌ بغوا علینا
وانْ ارادوا فتنۃً اَبَینا
فَاَنزِلَنْ سکینۃً علینا
وثبّتِ الاقدامَ انْ لاقینا

فقالَ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرحمک ربّک فقال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وَجبتْ واللہِ یا رسول اللہ لو لا امتعتنا بہ فقُتِل یومَ خیبر شہیداً چہارم آنکہ در بعض ایام خیبر او امیر لشکر بود مجاہدہا فرمود ہر چند فتح بر دست حضرت مرتضیٰ واقع شد و فضیلتِ وے رضی اللہ عنہ درین واقعہ غالب بر آمد علی مرتضیٰ گفت سارَ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی خیبر فلمّا اَتاہا بعثَ عمر وبعثَ النّاسَ الی مدینتہم اوقصرہم فقاتلوھم فلم یلبثوا ان ہزموا عمرؓ واصحابہ

معاملہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کلماتِ دُعا سے پہچان لیا اور کہا کہ واجب ہوگئی یا رسول اللہ (یعنی شہادت اس شخص کے حق میں)، ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن ابراہیم تیمی نے وہ روایت کرتے ہیں ابو الہیثم بن نضرۃ الاسلمی سے کہ اُس نے بیان کیا کہ اُس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ خیبر کی طرف سفر کے دَوران میں عامر بن الاکوعؓ سے فرما رہے تھے اُتر آ اے ابن الاکوعؓ! ہم کو کچھ اپنے اشعار سُنا۔ کہا کہ وہ رجزیہ اشعار کہتا ہوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اُترا۔ اُس نے کہا ؎ واللہ لولا اللہ الخ یعنی خدا کی قسم اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت نہ پاتے، نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے؛ ہم ایسی قوم ہیں کہ جب کسی قوم نے ہمارے ساتھ سرکشی کی، اور اگر انھوں نے ہمارے ساتھ فتنہ کا ارادہ کیا تو ہم نے مقابلہ کیا؛ تو (یا اللہ) ہم پر اطمینان ورحمت نازل کر دیجئے، اور ہم کو ثابت قدم رکھئے جب دشمن کا ہم سامنا کریں؛ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھ پر تیرا رب رحمت کرے۔ تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا واجب ہوگئی (یعنی شہادت) خدا کی قسم یا رسول اللہ! ابھی اس سے ہمیں کچھ اور آپ منتفع ہونے دیتے۔ تو یہ (عامر بن الاکوعؓ) خیبر میں قتل ہو کر شہید ہوئے۔ چوتھی یہ کہ خیبر کے بعض ایام میں وہ امیر لشکر تھے آپ نے بڑی جانفشانی کی اگرچہ (آپ فتحمند نہ ہو سکے اور) فتح حضرت علی مرتضیٰؓ کے ہاتھ پر واقع ہوئی اور اس واقعہ میں علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت غالب رہی۔ علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خیبر کو روانہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے تو عمرؓ کو بھیجا اور (ان کے ساتھ) لوگوں کو روانہ کیا اُن (یہودیوں) کے شہر یا قصر (شکِ راوی) کی طرف، تو زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ عمرؓ اور اُن کے اصحابؓ پسپا ہو کر لوٹ آئے ساتھی اُن پر بزدلی کا

فجآؤا یجبنونہ و یجبنہم اخرجہ
الحاکم و این کلمہ بلیغہ است از حضرت
مرتضیٰ چون اینجا مقصود اقتحام (در آمدن بلا فکر) در
حرب بود ترک اقتحام را بلفظ جُبن تعبیر
رفتہ و از انجملہ آنست کہ در غزوۂ فتح
فضائل فاروق بچندین وجہ ظاہر گشت
اوّل آنکہ چون حاطب بن ابی بلتعہ
خبر توجہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم بجانب قریش نوشت و آن
بر خلاف مصلحتِ آنحضرت ؐ بود
غیرتِ فاروق رضؓ بجوشید و بتدبیر
نبوی ؐ آن غلبہ فرونشست قال
عمر انہ قد خان اللہ و رسولہ
والمؤمنین فدعنی فلاضرب عنقہ
فقال الیس من اہل بدر لعل
اللہ اطلع علی اہل بدر فقال
اعملوا ما شئتم فقد وجبت لکم الجنۃ
او قد غفرت لکم فدمعت عینا
عمر و قال اللہ و رسولہ اعلم
اخرجہ البخاری دوم آنکہ چون ابوسفیان
احکام صلح درخواست نمود
حضرت فاروق رضؓ بشدت
ردّ سوال او فرمود و
آن موافقِ مرضئ حق
افتاد

الزام لگا رہے تھے اور وہ ان پر عائد کر رہے تھے، اس کو حاکم نے روایت
کیا۔ اور حضرت مرتضےٰ رضؓ نے یہ ایک بلیغ کلام فرمایا ہے۔ چونکہ یہاں
مقصود جنگ میں (اپنے نقصان کی پرواہ کئے بغیر) گھس جانا تھا تو
اس کے ترک کو لفظ جُبن (نامردی) سے تعبیر کی۔ اور اُن میں سے
ایک یہ ہے کہ غزوۂ فتح میں (یعنی فتح مکہ کے سلسلہ میں) فاروق رضؓ
کے فضائل متعدد وجوہ سے ظاہر ہوتے۔ اوّل یہ کہ جب حاطب رضؓ
ابن ابی بلتعہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ کی طرف متوجہ
ہونے کی خبر قریش کو لکھ دی اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کی مصلحت کے خلاف تھی حضرتِ فاروق رضؓ کی غیرت جوش میں
آگئی اور تدبیرِ نبوی ؐ سے اُس کا غلبہ فرو ہوا۔ (اس حدیث میں
مذکور ہے کہ) عمر رضؓ نے کہا (جب حاطب بن ابی بلتعہ کا خط پڑھا گیا
جو حضرت علی رضؓ نے مکہ جانے والی ایک عورت کے پاس سے برآمد
کیا تھا اور حاطب نے خط لکھنے کا اقرار کر لیا اور اس کی وجہ عرض
کی جس کو آپ ؐ نے قبول فرمایا) یقیناً اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی اور
اُس کے رسول ؐ کی اور تمام مومنین کی خیانت کی اس لئے مجھے
اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن مار دوں، تو رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا یہ اہل بدر میں سے نہیں ہے؟ (جن کی
مغفرت فرما دی گئی ہے اور مغفرت بھی ایسی کہ) گویا اللہ تعالیٰ نے اہلِ
بدر پر طلوع ہو کر فرما دیا ہے کہ تم اب جو چاہو کرو تمہارے لئے
جنت واجب ہو چکی ہے یا (یہ فرمایا) میں تمہاری مغفرت کر چکا۔ تو
عمر رضؓ کی دونوں آنکھوں میں آنسو آگئے اور انھوں نے کہا اللہ اور
اُس کے رسول ؐ ہی سب سے بہتر جاننے والے ہیں، اس کو بخاری
نے روایت کیا۔ دوم یہ کہ جب ابو سفیان نے (دوبارہ) صلح کو محکم
کرنے کی درخواست کی تو حضرت فاروق رضؓ نے بہت سختی کے
ساتھ اس کی درخواست کو رد کر دیا اور وہ مرضئ حق کے مطابق رہا۔

۱۲/۲

سوم آنکہ ابوسفیان چون قائدِ لشکر کفار
بود و مسلمانان از دستِ وی چندین بار
ایذا کشیدہ بودند فاروق رض را داعیہ قتلِ او
و عدمِ قبول امانِ او مصمم شد و دران باب
قیل و قال بمیان آمد تا آنکہ تربیتِ نبوی ﷺ
آن شورشِ اورا فرونشاند قال ابن اسحٰق
فی حدیث العباسِ وشفاعتہٖ لابی سفیان
مررتُ بنارِ عمر بن الخطاب رضی اللہ
عنہ قال مَن ھٰذا و قامَ الیَّ فلمّا رآے
ابا سفیان علےٰ عجُزِ الدّابۃ قال ابوسفیان
عدوّ اللہ الحمد للہ الّذی اَمکن منک بغیر
عقدٍ و لا عہدٍ ثم خرج یشتدّ (میدوید) نحو رسولِ
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ورکضتُ (دوانیدم)
البغلۃ فسبقتُہ بما (آن قدر) تسبق الدّابۃ البطیئۃ (دوندہ سست)
الرّجلَ البطیٔ قال فاقتحمتُ (بے تامل انداختم خود را) عن البغلۃ
فدخلتُ علیٰ رسولِ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
و دخلَ علیہ عمر رضی اللہ عنہ فقال یارسولَ
اللہ ھٰذا ابو سفیان قد اَمکن اللہ منہ بغیر
عقدٍ و لا عہدٍ فدعنی فاضرب
عنقہ قال قلتُ یارسولَ اللہ
انّی قد اَجَرتُہ (پناہ دادہ ام) ثم جلستُ الےٰ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
فاَخذتُ برأسہٖ فقلتُ و
اللہِ لایناجیہ اللیلۃ دُونی
قال فلمّا اَکثرَ عُمَر

سوم یہ کہ ابوسفیان چونکہ لشکر کفار کا سردار تھا اور مسلمان کئی مرتبہ اُس کے ہاتھ سے ایذائیں اُٹھا چکے تھے اس لئے فاروق رض کے دل میں اُس کے قتل اور اُس کے لئے امن نہ قبول کرنے کا داعیہ مصمم پیدا ہوا اور اس باب میں قیل و قال واقع ہوئی یہاں تک کہ تربیتِ نبوی ﷺ نے اس شورش (یعنی جوش) کو دبایا۔

ابن اسحٰق نے بیان کیا حدیث عباس رض میں اور اُن کے ابوسفیان کی سفارش کرنے کے سلسلہ میں (عباس رض فرماتے ہیں کہ) میں عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کی آگ سے گزرا تو انھوں نے کہا کہ یہ کون ہے اور اٹھ کر میری طرف آتے تو جب اُنھوں نے ابوسفیان کو میرے جانور کی پچھاڑی پر بیٹھے ہوتے دیکھا تو کہا کہ ابوسفیان خدا کا دشمن، اللہ کا شکر ہے جس نے تجھے قابو میں کر دیا بغیر اس کے کہ تجھ سے کوئی وعدہ ہو یا عہد ہو۔ پھر نکل کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف بھاگنے لگے اور میں نے بھی اپنا خچر دوڑا دیا تو میں اُن سے اتنا آگے نکل گیا جتنا سُست چلنے والا جانور سُست چلنے والے آدمی سے آگے ہوتا ہے۔ کہا کہ میں پہنچتے ہی فوراً خچر سے کود پڑا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا اور (جبھی) عمر رضی اللہ عنہ بھی آ پہنچے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! یہ ابوسفیان ہے، اب اللہ تعالیٰ نے اس کو قابو میں کر دیا ہے بغیر کسی وعدے اور عہد کے۔ بس آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن مار دوں۔ عباس رض کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اس کو امن دیدیا ہے۔ پھر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا۔ پھر میں نے اُس کا (یعنی ابوسفیان کا) سر پکڑا اور کہا کہ خدا کی قسم آج کی رات اس سے تنہائی میں میرے بغیر کوئی بات نہیں کرے گا۔ عباس رض نے کہا کہ جب عمر رض نے اُس کے بارے میں گفتگو

فی شارنہ قال قلتُ مہلاً یا عمر فواللہِ لو کانَ من رجال بنی عدی بن کعب ما قلتَ ہٰذا ولکنک قد عرفتَ انہ من رجالِ بنی عبد منافٍ فقال مہلاً یا عباسُ فواللہِ لَاِسلامک یومَ اَسلمتَ کان احبَّ اِلیَّ من اِسلام الخطّاب لو اَسلَمَ وازانجملہ آنست کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فاروق رض را بر صدقاتِ مدینہ عامل ساخت فمنع العباسُ و خالدٌ وابنُ جمیلٍ الحدیث مذکورٌ بطولہ فی صحیح البخاری وعن عمر انی عَمِلتُ لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فاَعطانی عمالۃً فقلتُ اَعطِہ افقرَ الیہ مِنّی الحدیث اخرجہ ابوداؤد وغیرہ وازان جملہ آنست کہ در غزوۂ حُنین فضائل عظیمہ حاصل نمود اہلِ سِیَر نوشتہ اند کہ روزِ حُنین رایتے از راایاتِ مہاجرین بفاروق دادند مانند جماعت داری از جماعتداران الیوم وازان جملہ آنست کہ در طائف فضیلتُ نمایان نصیب وے رضی اللہ عنہ آمد بدو وجہ یکی آنکہ در قصۂ رؤیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہ قعبِ زبد (قدح مسکہ) را خروسی منقار زدہ پراگندہ ساخت وتعبیر صدیق کہ در حالتِ راہنہ (حاضرہ) فتح طائف میسّر نخواہد شد در سیرتِ ابن اسحٰق مذکور است ثم انّ خولۃ بنت حکیم بن امیّۃ وہی امراۃ عثمٰن بن مظعونٍ قالت یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اَعطِنی اِن فتحَ اللہُ علیک الطائف

زیادہ بڑھادی تو میں نے کہا کہ اے عمر رض! بس رہنے دو واللہ اگر یہ بنی عدی بن کعب کے لوگوں میں سے ہوتا تو تم یہ گفتگو نہ کرتے لیکن تم بخوبی جانتے ہو کہ یہ بنی عبد مناف کے لوگوں میں سے ہے۔ تو عمر رض نے کہا ٹھہرو اے عباس رض (تم نے مجھے غلط سمجھا کہ میں خاندانی تعصب میں مبتلا ہوں) خدا کی قسم جس دن تم اسلام لائے تھے تمہارا اسلام قبول کرنا میرے لئے خطاب کے اسلام سے زیادہ خوشی کا باعث ہوا تھا اگر وہ اسلام لاتے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فاروق رض کو مدینہ کے صدقات پر عامل بنایا تو منع کیا عباس رض اور خالد رض ابن جمیل نے، یہ حدیث تفصیل کے ساتھ صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ اور عمر رض سے مروی ہے (فرمایا) کہ میں نے عمل کیا (یعنی عامل کی خدمت انجام دی) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے۔ پھر آپ نے مجھ کو معاوضہ خدمت عطا کرنا چاہا تو میں نے عرض کیا کہ یہ اس کو دیدیجئے جو مجھ سے زیادہ اس کا حاجتمند ہو، اس کو ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ حُنین میں فضائلِ عظیمہ حاصل کئے۔ اہلِ سِیَر نے لکھا ہے کہ یوم حُنین میں مہاجرین کے جھنڈوں میں سے ایک جھنڈا فاروق رض کو دیا گیا جیسا کہ کسی جماعت کے سربراہ کو آج کے سرداروں کی مانند دیا جاتا ہے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ طائف میں عمر رضی اللہ عنہ کے حصہ میں نمایاں فضیلت دو وجہ سے آئی ایک یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اُس خواب کے قصہ میں کہ مکھن کی رکابی میں ایک مرغ نے چونچ مار کر اس کو پراگندہ کردیا اور حضرت صدیق رض نے یہ تعبیر دی کہ موجودہ حالت میں طائف کی فتح میسّر نہ ہوگی۔ سیرت ابن اسحٰق میں مذکور ہے کہ خولہ رض بنت حکیم ابن اُمیّہ نے جو عثمان بن مظعون کی بیوی تھی کہا کہ یا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) اگر اللہ آپ کو طائف فتح کرادے تو بادیہ بنت

حُلِّی بادیۃ بنت غیلان او حُلی الفارعۃ بنت
عقیلٍ وکانت من اَحلٰی نساء ثقیف وذُکرلی
انّ رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال لہا وان
کانَ لم یُؤذَنْ فی ثقیف یاخولۃُ فخرجتْ
خولۃُ فذکرتُ لعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
فدخل عمرُ علےٰ رسولِ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
فقالَ یارسولَ اللہ ما حدیثٌ حدّثتنہ خولۃ
زَعمتُ انک قلتَہا قال قد قلتُہا قال اَوَما
اُذِنَ فیھم یارسولَ اللہ قال لا قال
افلا اُوذِنُ بالرحیل قالَ بلےٰ قال فاَذّنَ
عمرُ بالرحیلِ (اجرا) دوم آنکہ وقت قسمت غنائم
در جعرّانہ ذوالخویصرۃ حاضر شد و
فاروق رض را داعیہ قتل او بخاطر آمد عن
عبداللہ بن عمرو بن العاص قیل لہٗ ہل
حضرتَ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
حینَ کلّمہ التمیمی یومَ حُنین قالَ نعم
جاءہ رجلٌ من تمیم یُقال لہٗ ذُوالخُویصرۃ
فوقفَ علیہ وہو یُعطے الناس
فقال یا محمّد قد رأیتُ ما صنعتَ فی
ہٰذا الیوم فقالَ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلّم اَجَلْ فکیفَ رأیتَ قالَ لم
اَرَکَ عَدَلتَ قالَ فغضبَ النّبی
صلے اللہ علیہ وسلم فقالَ ویحکَ اذا
لم یکن العدلُ عندی فعندَ مَن
یکون فقالَ عمرُبن الخطّاب یارسول اللہ اَلَا

غیلان کے زیور یا فارعہ بنتِ عقیل کے زیور مجھے عطا کیجئے اور بنو ثقیف کی عورتوں میں یہ بہت زیور والی تھی اور مجھ سے ذکر کیا گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس سے یہ فرمایا کہ اے خُولہ اور اگر ایسا ہو کہ ہم کو اجازت نہ دی گئی ثقیف پر (یعنی غلبہ نہ دیا گیا)، تو خولہ نے آپؐ کے پاس سے نکل کر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا تو عمرؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور کہا کہ اس بات کی کیا حقیقت ہے جو خولہ نے بیان کی وہ یہ سمجھتی ہے کہ آپؐ نے اُس سے ایسا فرمایا ہے۔ فرمایا کہ میں نے اُس سے ایسا کہا ہے۔ عمرؓ نے کہا کہ کیا یارسول اللہؐ اُن کے بارے میں اجازت نہیں دی گئی؟ فرمایا کہ نہیں عرض کیا کہ تو پھر میں کوچ کرنے کا اعلان نہ کردوں؟ فرمایا کہ ہاں کردو۔ تو عمرؓ نے کوچ کا اعلان کردیا۔ دُوسری یہ کہ جعرّانہ میں غنیمتوں کی تقسیم کے وقت ذوالخُوَیصرہ حاضر ہوا تو فاروقؓ کے دل میں اُس کے قتل کا داعیہ پیدا ہوا۔ مروی ہے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے کہ اُن سے کہا گیا کہ کیا آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت موجود تھے جب آپؐ سے یوم حُنین میں تمیمی نے گفتگو کی تھی؟ کہا کہ ہاں آپؐ کے پاس تمیم میں کا ایک شخص آیا تھا جس کو ذُوالخُوَیصرہ کہا جاتا تھا۔ وہ آپؐ کے پاس کھڑا ہوا جب آپؐ لوگوں کو دے رہے تھے پھر بولا کہ اے محمدؐ! میں نے دیکھ لیا ہے جو کچھ آپؐ نے آج کے دن کیا ہے۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں تو پھر تو نے کیا دیکھا؟ بولا کہ میں نے آپ کو نہیں دیکھا کہ آپ عدل کرتے ہوں۔ کہا کہ اس سے غصہ میں آگئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور فرمایا کہ افسوس ہے تجھ پر جب کہ عدل میرے پاس بھی نہ ہو گا تو پھر کس کے پاس ہو گا۔ پھر عمرؓ بن الخطاب نے کہا یارسول اللہؐ کیا ہم اس کو

نقتلہٗ قال لادعوہ فانہ ستکون لہ شیعۃٌ یتعمقون فی الدّین حتّٰی یخرجوا منہ کما یخرج السھم من الرمیۃ ینظر فی النّصل فلا یوجد شیئٌ ثم فی القدح فلا یوجد شیئٌ ثم فی الفوق فلا یوجد شیئٌ سبق الفرث والدم اخرجہ ابن اسحٰق سوم آنکہ استیذان نمودہ از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ انی نذرتُ فی الجاہلیۃ اَن اعتکفَ لیلۃً فی المسجد الحرام فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَوفِ بنذرِکَ اخرجہ البخاری وفی بعضِ الروایات یا اَخی اَشرِکنا فی دعائِک او لا تُنسِنا فی دُعائِکَ واین تشریفے بود در حق حضرت فاروق رضی اللہ عنہ وازانجملہ آنست کہ در غزوۂ تبوک نصفِ مال خود انفاق نمود وازانجملہ آنست کہ در حجّۃ الوداع حاضر بود وآن ہمہ مواعظ استماع نمود وجمیع آن مشاہد متبرکہ را ادراک فرمود وازانجملہ آنست کہ بسیارے از فضائل شریک صدیقِ اکبر رض بود وسہیم او در مشاورت

قتل نہ کر دیں۔ فرمایا نہیں چھوڑو اس کو۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کی پیروی کرنے والی ایک جماعت ہو گی جو دین میں عیب جوئی کرے گی یہاں تک کہ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح (زور دار) تیر شکار سے نکل جاتا ہے کہ ایک شخص اُس تیر کی نوک کو دیکھتا ہے تو کوئی چیز (لگی ہوئی) نہ ملے گی پھر اُس کے قدح (سیدھے حصہ) کو دیکھا جائے گا تو کوئی شے نہ ملے گی۔ پھر سوفار (تیر کے اوپر کا حصہ جو چلّہ پر رکھا جاتا ہے) کو دیکھے گا تو وہاں کچھ نہ ملیگا۔ وہ تیزی کے ساتھ گوبر اور خون میں سے نکل گیا، اس کو روایت کیا ابن اسحٰق نے۔ تیسری یہ کہ آپ رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ میں نے جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ میں ایک رات مسجدِ حرام میں معتکف رہوں گا۔ تو اُن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کرو، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ (آپ نے یہ بھی فرمایا کہ) میرے بھائی ہم کو اپنی دعا میں شریک رکھنا یا (یہ فرمایا) کہ ہم کو اپنی دُعا میں بھلا نہ دینا۔ اور یہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے حق میں بڑی عزّت افزائی تھی۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ تبوک میں آپ نے اپنا نصف مال خرچ کر دیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ فاروق رضی اللہ عنہ حجّۃ الوداع میں حاضر تھے اور آپ نے وہاں کے تمام مواعظ کو خوب سُنا اور متبرک مقامات میں حاضری کو بخوبی سمجھا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ بہت سے فضائل میں آپ صدیقِ اکبر رض کے شریک تھے اور مشاورت میں آپ حصّہ دار رہے (یعنی رسول اللہ

عہ نہایہ میں ہے کہ تیر کو کاٹتے ہی قِطعٌ کہتے ہیں۔ پھر تراش کر چھیل کر صاف کریں تو بَرِیٌ کہتے ہیں پھر سیدھا کریں تو قِدحٌ کہتے ہیں پھر پَر اور پیکان لگائیں تو سَھْمٌ کہتے ہیں ۱۲ لغات الحدیث۔ یہ حدیث شرح و بسط کے ساتھ مقصد اول جلد ثانی میں گزر چکی ہے۔ عہ اسی طرح یہ لوگ اسلام میں داخل ہو کر فوراً ہی نکل جائیں گے۔ اس طرح کہ اسلام کا معمولی سا اثر بھی ان لوگوں میں باقی نہ رہے گا ۱۲

ودر تعبیر بلفظِ صالح المؤمنین نزدیکِ نزول آیۃ تحریم و در ثباتِ روز جمعہ وقت انفضاض (تفرق) قوم و این ہمہ مباحث را در مآثرِ حضرت صدیق رض بیان کردیم و ازا نجملہ آنست کہ بعد انتقالِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ساعی ترینِ مردم بود برائے خلافتِ صدیق رض و ناصح ترین مردم درحق او واین معنی را بالا نوشتیم وازا نجملہ آنست کہ در خلافتِ صدیقِ اکبر رض نائب مطلق خلیفہ ووزیر ومشیرِ او درمہمات وقاضی مدینہ او بود عن ابراہیم النخعی قالَ اوّل مَن وَلّٰی ابو بکرٍ شیئًا من امور المسلمین عمر بن الخطاب ولّاہُ القضاء فکان اوّل قاضٍ فی الاسلام و قال اقضِ بینَ النّاس فانّی فی شُغلٍ اخرجہ ابو عمر وازا نجملہ آنست کہ صدیقِ اکبر رض در آخر ایّام خود فاروق رض را ولیعہدِ خود ساخت واورا از افضلِ امّت خواند چنانکہ گزشت و ماخذِ قولِ او حدیثِ آنحضرت بود صلے اللہ علیہ وسلم عن جابر بن عبداللہ قال قال عُمَر لابی بکر یا خیر النّاس بعدَ رسولِ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقالَ ابو بکر اَمَا انّکَ اِن قلتَ ذاکَ فلقد سمعتُ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

صلے اللہ علیہ وسلم مشوروں میں ابو بکر رض کے ساتھ عمر رض کو بھی شریک رکھتے تھے) اور سورۂ تحریم کی آیت کے نزول میں لفظ صالح المؤمنین کی تعبیر میں (بھی آپ ابو بکر رض کے ساتھ شریک ہیں) اور جمعہ کے دن (خطبہ کے وقت) جب قوم متفرّق ہوگئی (جس کا بیان سورۂ جمعہ میں ہے) آپ کا موجود رہنا اور ان تمام مباحث کو ہم حضرت صدیق رض کے مناقب میں بیان کرچکے ہیں۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت صدّیقِ اکبر رض کی خلافت کے لئے آپ سب سے زیادہ سرگرم سعی رہے اور اُن کے حق میں تمام لوگوں سے زیادہ خیر خواہ رہے اور اس حقیقت کو ہم پہلے بیان کرچکے ہیں۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ صدّیقِ اکبر رض کی خلافت میں خلیفہ کے نائب مطلق اور مہمات میں اُن کے وزیر و مشیر اور مدینہ کے قاضی وہی تھے۔ مروی ہے ابراہیم نخعی سے اُنھوں نے کہا کہ سب سے پہلے جس شخص کو مسلمانوں کے کچھ امور پر ابو بکر رض نے متولّی بنایا وہ عمر رض بن الخطاب تھے۔ ان کو عہدۂ قضا سپرد کیا تو وہ اسلام کے سب سے پہلے قاضی ہوئے اور ابو بکر رض نے اُن سے فرمایا کہ لوگوں کے درمیان فیصلے آپ کیا کیجیے کیونکہ میں دوسرے شغل میں ہوں، اس کو ابو عمر نے روایت کیا۔

اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ صدّیقِ اکبر رض نے اپنے آخری ایام میں فاروق رض کو اپنا ولی عہد بنایا اور ان کو افضلِ اُمّت فرمایا جیسا کہ گزرچکا اور اُن کے قول کا ماخذ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث تھی۔ مروی ہے جابر بن عبداللہ سے اُنھوں نے بیان کیا کہ (ایک مرتبہ) عمر رض نے ابو بکر رض کو اس طرح خطاب کیا "اے سب لوگوں سے بہتر بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے" تو ابو بکر رض نے کہا کہ اب تم نے یہ کہدیا (تو مجھ سے بھی سُن لو کہ) واللہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا

یقولُ ما طلعتِ الشمسُ علٰے رجلٍ خیرٍ من عمرُ اخرجہ الترمذی و معنی این کلام آنست کہ فاروق رضؓ افضل امّت باشد در زمانے از ازمنہ این قضیہ را مطلقہ عامہ می باید شمرد لہٰذا فاروق رضؓ صدیق رضؓ را افضل می گفت و صدیق رضؓ این معنی را از وی مسلم میگذاشت وحضرت صدیق رضؓ فاروقِ اعظم رضؓ را اقوی و خیر النّاس می گفت و او نیز این معنی را از وی مسلّم میداشت این است شرح اعانتہا۔ فاروق بہ نسبت جناب نبوّت و نسبتِ خلیفۂ پیغامبر باز چون نوبت خلافتِ او رسید سیاستے از وے ظاہر شد کہ ہیچ خلیفہ را میسّر نہ نیامد نہ پیش از وے نہ بعد از وے فی الاستیعاب وُلِّیَ الخلافۃَ بعد ابی بکر بُویِعَ لہٗ بہا یومَ ماتَ ابو بکر باستخلافہ سَنَۃَ ثلٰث عشرۃَ فسار باحسنِ سیرۃٍ وانزلَ نفسہ من مالِ اللہ بمنزلۃ رجلٍ من النّاس وفتح اللہ لہ الفتوحَ بالشّام والعراق ومصر ودوّنَ الدّواوین فے العطآءِ ورتّب النّاس فیہ علٰے سوابقھم وکانَ لایخافُ فی اللہِ لومۃَ لائم وہو الّذی نوّرَ شہر الصّوم بصلوٰۃِ الاشفاعِ فیہ و ارّخَ التّاریخَ من الہجرۃ الّذے (ونوشت سال را ۱۲) بایدے النّاس الٰے الیوم وہو اوّل مَن سُمّی بامیر المؤمنین

آپؐ فرماتے تھے کہ سورج طلوع نہیں ہوا کسی ایسے شخص پر جو عمر رضؓ سے بہتر ہو، اس کو ترمذی نے روایت کیا۔ اور اس کلام کے معنے یہ ہیں کہ زمانوں میں سے ایک زمانہ میں فاروق رضؓ افضلِ اُمّت ہوگا۔ اس قضیہ کو مطلقہ عامہ سمجھنا چاہیے۔ لہٰذا فاروق رضؓ صدّیق رضؓ کو افضلِ اُمّت کہتے تھے اور صدیق رضؓ اس معنے کو ان کے لئے تسلیم شدہ قرار دیتے تھے اور حضرت صدیق رضؓ فاروق اعظم رضؓ کو اقوای (بڑا طاقتور) اور خیر النّاس (سب سے بہتر) کہتے تھے۔ اور وہ بھی اس معنے کو اُن کے حق میں تسلیم شدہ قرار دیتے تھے۔ یہ ہے اُن اعانتوں کی شرح جو فاروق رضی اللہ عنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور خلیفۂ پیغمبرؐ کی کرتے رہے۔ پھر جب خود اُن کی خلافت کی نوبت آئی تو اُن سے ایسی سیاست کا ظہور ہوا کہ کسی خلیفہ کو میسّر نہ ہوئی نہ اُن سے پہلے اور نہ اُن کے بعد۔ استیعاب میں ہے کہ ابوبکر رضؓ کے بعد عمر رضؓ خلیفہ بنائے گئے۔ جس دن ابوبکر رضؓ کا انتقال ہوا آنؓ سے اُسی دن خلافت کی بیعت کی گئی تو وہ بہت اعلیٰ سیرت پر چلے اور وہ اپنی ذات کو اللہ کے مال کے سلسلہ میں ایک عام آدمی کے مرتبہ میں اتارے ہوئے تھے اور اللہ نے ان کو شام اور عراق اور مصر میں بہت فتوحات عطا فرمائیں اور عطیات کے لئے آپ نے رجسٹر بنوائے اور ان میں لوگوں کے ناموں کی ترتیب اُن کی سابقہ اعمال و خدمات کے لحاظ سے قائم کی اور وہ اللہ کے (احکام کے) بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہیں کرتے تھے اور وہی ہیں جنھوں نے ماہِ صیام (یعنی رمضان) کو نماز تراویح سے منوّر بنا دیا اور ہجرت کے حساب سے تاریخ کو قائم کیا جس پر آج تک سب لوگ عمل پیرا ہیں۔ اور وہ پہلے شخص ہیں جن کو امیر المؤمنین کے خطاب سے موسوم کیا گیا۔

وہو اول من اتخذ الدِّرّۃ و کان نقش
خاتمہ کفٰی بالموت واعظًا یا عمر درین
مقام حکایتے چند از قیام او بامر جہاد
و ظہورِ کثرتِ فتوح و وفورِ غنائم در
ایام او ایراد کنیم سال سیزدہم از ہجرت
فاروقِ اعظم رض چند روز متصل خطبہ
می خواند و تحریض مے فرمود مردمان را
بر جہادِ عجم و ایشان بملاحظہ کثرت عَدَد
و عُدَدِ آن جمع تقاعدی می نمودند زیرا کہ
پادشاہی آنہا از زمانِ دراز در فارس
و رُوم محکم شدہ بود و افواج بسیار
و خزائن بیشمار ذخیرہ داشتند کہ عرب را ہیچ گاہ
مانند آن امکان نبود ازینجہت خدائے عزّ و جل
فرمود سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِی بَاْسٍ شَدِیْدٍ
اول کسیکہ داعیہ جہاد در خاطرِ او افتاد ابو عُبَیدہ ثقفی
بود از کبار تابعین بعد از انجماعہ بعد جماعہ برای
حرب مُہیا شدن گرفتند از انجملہ سلیط بن قیس کہ از حضار
مشہدِ بدر بود و حضرتِ فاروق رض قدر اولیتِ ابو
عُبَیدہ در قبول داعیہ الٰہیہ بشناخت و اورا
بر جیشِ مسلمین امیر گردانید ہرچند در
میانِ ایشان اصحابِ آنحضرت
صلے اللہ علیہ و سلم بودند
لکن مبالغہ فرمود کہ در قضایا و
سوانح امور با صحابِ جنابِ رسالت
مشاورت کند و ایشان را شریکِ خود

اور وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے دِرّہ پکڑا۔ اور اُن کی مُہر کا نقش
یہ تھا کفٰی بالموتِ واعظًا یا عمر (اے عمر بحیثیتِ واعظ موت
کافی ہے) اس موقع پر اُن کے امرِ جہاد کے قیام اور کثرتِ فتوحات
کے ظہور اور اُن کے زمانہ میں مالِ غنیمت بکثرت آنے کے بارے
میں درج کرتے ہیں۔ ہجرت کے تیرھویں سال میں فاروقِ اعظم رض
چند روز مسلسل خطبہ دیتے رہے جس میں لوگوں کو جہادِ عجم
کے لئے ترغیب دیتے تھے اور لوگ ان کے پاس سامانِ جنگ
کی فراوانی اور ان کی عددی کثرت کی وجہ سے مذبذب ہو رہے
تھے کیونکہ اُن کی بادشاہی زمانہ دراز سے فارس و روم میں
محکم شدہ تھی اور اُن کے پاس بہت سی افواج اور بے شمار خزانوں
کے ذخیرے موجود تھے کہ اُن کی سطح پر آنے کا عرب کے لئے امکان
نہیں تھا، اسی جہت سے اللہ عزّ و جل نے فرمایا سَتُدْعَوْنَ
الخ (۴۸: ۱۶) عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں (سے لڑنے) کی
طرف بُلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہوں گے الخ سب
سے پہلے جس شخص کے دل میں جہاد کا داعیہ پیدا ہوا وہ ابو عُبیدہ
ثقفی تھے جو کبارِ تابعین میں سے تھے اس کے بعد ایک جماعت
کے بعد دوسری جماعت جنگ کے لئے تیار ہونے لگی۔ ان میں سے
سلیط بن قیس رض تھے جو کہ جنگِ بدر کے حاضرین میں سے تھے اور
حضرت فاروق رض نے ابو عبیدہ رض کی داعیہ الٰہیہ (یعنی عجم پر جہاد)
کو سب سے پہلے قبول کرنے میں اولیت کی قدر شناسی کی اور
اُن کو مسلمانوں کے لشکر پر امیر بنایا۔ اگرچہ اُن کے درمیان آں
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رض موجود تھے۔ لیکن آپ
نے (ابو عبیدہ رض کو) مبالغہ (کے ساتھ حکم) فرمایا کہ قضایا کے
فیصلوں اور پیش آنے والے امور میں اصحابِ جنابِ رسالت
مآب صلے اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کرتے رہیں اور اُن کو اپنا شریک

داند فرمود ہیچ چیز مرا از تامیر سلیط مانع نشد اِلّا تعجیل و مسارعت او در حرب و خوفِ ہلاکِ مردم بسبب تہور او. بالجملہ مثنیٰ بن حارثہ شیبانی و ابو عبیدہ ثقفی با ہمراہیان خویش متوجہ عراق گشتند و ازاں طرف رستم فرخ زاد و جابان را بالشکرے جرار بمقابلہ فرستاد و بعد تلاقی فئتین جنگے عظیم درپیوست آخر کار کفار ہزیمت یافتند و غنیمت بے حساب بدست اہلِ اسلام آمد ہنوز تقسیم غنائم نہ شدہ بود کہ نرسی سپہ سالار عجم کہ خالہ زادہ کسریٰ بود بالشکرے عظیم بسوئے ایشان متوجہ شد و رستم سردارے دیگر جالیوس نام را با فوجِ کثیرے بکمکِ او تعین نمود ابو عُبیدہ پیش از انکہ اجتماع ہر دو فریق شود بہ نرسی رسید و وی را منہزم گردانید و بر مال خطیر دست یافت انگاہ بے توقف بجانب جالیوس متوجہ شد و او را نیز ہزیمت داد و از وی نیز غنائم فراوان در تصرف آورد و بعد ازاں ابو عُبیدہ ازاں ہمہ غنائم و سبایا خمس را جدا کردہ بدار الخلافت فرستاد و باقی را بر غزاۃ قسمت نمود چون خبر ہزیمت افواج بملکِ فارس رسید انفعالِ عظیم بخاطرش راہ یافت و بہمن جادو را برائے تدارک با سی ہزار مرد و سی فیل فرستاد و ازاں جملہ فیلِ ابیض کہ از وقتِ پرویز

سمجھیں۔ آپ نے فرمایا سلیط کو امیر بنانے میں مجھے کوئی بات مانع نہیں ہوئی بجز اس کے کہ زیادہ دلیر ہونے کی وجہ سے وہ جنگ میں عجلت و سرعت کے خوگر ہیں جس میں لوگوں کے ہلاک ہونیکا اندیشہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مثنیٰ بن حارثہ شیبانی اور ابو عبیدہؓ ثقفی اپنے ساتھیوں کو لے کر عراق کی جانب متوجہ ہو گئے، اور اُس طرف سے (شاہ فارس نے) رستم فرخ زاد اور جابان کو ایک جرار لشکر کے ساتھ مقابلہ کے لئے بھیجا، ہر دو فریق کے مل جانے کے بعد ایک جنگِ عظیم شروع ہو گئی، انجام کار کفار کو شکست ہوئی اور اہلِ اسلام کے ہاتھوں میں بے حساب مالِ غنیمت آیا۔ ابھی تک اموالِ غنیمت کی تقسیم نہ ہونے پائی تھی کہ عجم کا سپہ سالار نرسی جو کسریٰ کی خالہ کا بیٹا تھا ایک زبردست لشکر کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہو گیا، اور رستم نے ایک دوسرے سردار کو جس کا نام جالیوس تھا ایک کثیر فوج کے ساتھ اُس کی کمک کے لئے متعین کیا۔ ابو عبیدہؓ قبل اس کے کہ دونوں (نرسی اور جالیوس) کی افواج مجتمع ہوں، نرسی پر جا پہنچے اور اُس کو ہزیمت دیدی اور بہت سے مال پر قابض ہو گئے۔ اس کے بعد بے توقف جالیوس کی جانب متوجہ ہو گئے اور حملہ کر کے اُس کو بھی شکست دیدی اور وہاں سے غنیمت میں اموالِ فراواں تصرف میں لائے اس کے بعد ابو عبیدہؓ نے ان تمام غنیمتوں اور اسیروں میں سے پانچواں حصہ نکال کر دار الخلافہ بھیجا اور باقی کو غازیوں پر تقسیم کر دیا۔ جب افواج کی ہزیمت کی خبر ملک فارس میں پہنچی تو اُن کے دلوں میں بہت غیرت و شرمندگی پیدا ہوئی اور تدارک کے لئے (شاہ فارس نے) بہمن جادو کو تیس ہزار جوانوں اور تیس ہاتھیوں کے ساتھ بھیجا، اُن میں ایک سفید ہاتھی بھی تھا جس کو پرویز کے

اورا مبارک می شمردند و در ہیچ معرکہ نے بود
الا کہ اہل آن معرکہ فیروز می شدند بادرفش کاویانی
کہ از زمان فریدون در خزائن عجم ذخیرہ بود و
آن را رایت فتح و آیت نصرت می پنداشتند
ہمراہ کرد رستم نیز فوجی عظیم ہمراہ او داد ابوعبیدؓ
این مرتبہ کارفرمای تہور شدہ از پل فرات
گزشتہ بمحاربہ در پیوست اوّلاً تزلزلے در
میان مسلمین افتاد جاہلے از اہل اسلام پل
را برہم زد تا راہ گریز نداشتہ باشند ابوعبیدؓ
با جمعے سپاہ از اسپان فرود آمدہ شمشیرہا
کشیدہ خراطیم فیلان را قطع نمودند و ابوعبیدؓ
بر فیل ابیض رسید و خرطوم اورا برید و وقت
معاودت بلشکر خود پایش بلغزید و بیفتاد و
درین حالت فیل ابیض اورا زیر پا در آورد و شہید
ساخت و بعد از وی ہفت کس از جوانمردان لوائے
او برمیگرفتند و بدرجۂ شہادت میرسیدند تا آنکہ آخر کار
آن لوا را مثنیٰ بن حارثہ برداشت و بصرفہ و حکمت
بجنگ مباشرت نمود انجام کار کفار از حرب متقاعد شدند
و مسلمانان فرصت غنیمت یافتہ بر سر پل آمدند
و کیف ما اتفق پل شکستہ را درست ساختہ عبور
نمودند درین مقتلہ چہار ہزار کس شہید شدند
حضرت فاروقؓ ازین ماجرا بغایت محزون
گشت و بسبب انکسار مسلمین نزدیک
بود کہ قاعدۂ جہاد برہم خورد عنایت الٰہی
ناگہان در رسید و در فوج رستم

زمانہ سے مبارک سمجھا جاتا تھا اور وہ جس معرکہ میں بھی بھیجا گیا تھا
اُس میں لوگوں کو فتح ہوتی رہی ہے۔ اور درفش کاویانی کو بھی
جو کہ فریدوں کے زمانہ سے عجم کے خزانوں میں محفوظ تھا اور
اُس کو ان لوگوں نے فتح کی نشانی اور نصرت (غیبی) کی علامت
قرار دے رکھا تھا ساتھ کر دیا۔ رستم نے بھی ایک بہت بڑی
فوج اُس کے ہمراہ کر دی۔ اس مرتبہ ابو عبیدہؓ دلیری کے ساتھ
فرات کے پُل کو عبور کر کے جنگ میں مشغول ہو گئے۔ اوّلاً مسلمانوں
میں ایک تزلزل واقع ہوا۔ اہلِ اسلام میں سے کسی جاہل نے
پُل کو توڑ دیا کہ گریز کی راہ باقی نہ رہے۔ ابو عبیدہؓ نے فوج کی
ایک ٹکڑی کے ساتھ گھوڑوں سے اُتر کر تلواریں کھینچ لیں اور
ہاتھیوں کی سونڈوں کو کاٹنا شروع کر دیا۔ اور ابو عبیدہؓ سفید
ہاتھی کے مقابلہ پر پہنچے اور انھوں نے اُس کی سونڈ کو کاٹ
دیا، جب اپنے لشکر کی طرف لوٹنے لگے تو ان کا پاؤں پھسلا اور
وہ گر پڑے۔ اس حالت میں سفید ہاتھی نے حملہ کر کے اُن کو اپنے
پاؤں سے مسل کر شہید کر دیا۔ اُن کے بعد جوانمردوں میں سے
سات آدمی یکے بعد دیگرے اُن کے جھنڈے کو سنبھالتے اور
درجۂ شہادت پر پہنچتے رہے، یہاں تک کہ آخر کار وہ جھنڈا
مثنیٰ بن حارثہؓ نے اُٹھایا اور بڑی ہمت اور حکمت کے ساتھ جنگ
میں مصروف ہو گئے، انجام کار کفار جنگ میں (پیش قدمی سے)
ڈھیلے پڑے اور مسلمان یہ موقع غنیمت جان کر پُل پر آ گئے
اور کسی نہ طرح اُس ٹوٹے ہوئے پُل کو درست کر کے اُس سے عبور
کر گئے۔ اس قتال میں چار ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ حضرت
فاروقؓ اس واقعہ سے بہت غمگین ہوئے، اور مسلمانوں کے
حوصلے ٹوٹ جانے سے قریب تھا کہ اُس اُٹھنے والے جہاد میں
برہمی ہو جاتے کہ اچانک رحمتِ خداوندی آ پہنچی اور رستم کی فوج میں

اختلافی اُفتاد و دو فریق گشتند و حدّتِ ایشان کلیل گشت چندروز بر حرب جرأت نیارستند سالِ چہاردہم بقول اکثر اہلِ تاریخ فتح دمشق دست داد و بقولِ جمعے دیگر این واقعہ در سال سیزدہم بود نزدیک بوفاتِ حضرت صدّیق رضی اللہ عنہ بالجملہ ہرقل ماہان نام سردارے را با گران لشکری بمددِ اہلِ دمشق فرستاد و کفّار در ہر ناحیہ متحصّن بحصون گشتہ بإعدادِ آلاتِ حرب مشغول شدند و ابو عبیدہ بن الجراح صورتِ حال را بعرض حضرتِ فاروق رسانید حضرت فاروق رضہ برائے او مکتوبے نوشت متضمن آنکہ اوّلاً عنانِ عزیمت بجانبِ دمشق معطوف سازد و در ہر ناحیہ فوجے از مسلمانان فرستد تا اہلِ آن ناحیہ را مشغول دارند و توغّل در حربِ ہیچ کدام نکنند تا آنکہ دمشق مفتوح شود از آن طرف ماہان با لشکرِ خود از دمشق برآمدہ بآراستگیِ صفوف مشغول شد ازین طرف ابو عبیدہ رضہ بمقابلہ آنہا دادِ قتال بداد بعد تردّدِ عظیم شکست بر لشکرِ کفّار افتاد جمعے جانبِ ہرقل گریختند و طائفہ بشہرِ دمشق متحصّن شدند باز ابو عبیدہ رضہ و خالد رضہ بمحاصرۂ دمشق اہتمام کلّی بکار بردند و این محاصرہ مدّتِ دراز کشید اتفاقاً بطریقے از بطارقہ دمشق را درہمین ایّام فرزندے متولّد شد ازین سبب بترتیب جشنے

ایک اختلاف واقع ہو گیا اور وہ دو فریق ہو گئے اور اُن کی تیزی کُند ہو گئی اس لئے وہ چندروز تک جنگ کی جرأت نہ کر سکے۔ بقولِ اکثر اہل تاریخ کے چودھویں سال میں دمشق کی فتح حاصل ہوئی اور بقولِ دیگر مؤرخین کی ایک جماعت کے یہ واقعہ تیرھویں سال میں پیش آیا تھا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے قریب۔ الغرض ہرقل نے ایک سردار کو جس کا نام ماہان تھا ایک بھاری لشکر کے ساتھ اہلِ دمشق کی مدد کے لئے بھیجا اور کفّار ہر علاقہ میں قلعوں میں محفوظ ہو کر آلاتِ حرب کی تیاری میں مشغول ہو گئے اور ابو عبیدہ رضہ بن الجراح نے اس صورتِ حال کو حضرت فاروق رضہ کی خدمت میں پہنچایا۔ حضرت فاروق رضہ نے اُن کو ایک مکتوب تحریر فرمایا جو ان احکام پر مشتمل تھا۔ اوّلاً یہ کہ آپ کو دمشق کی طرف روانہ ہو جانا چاہیئے اور ہر علاقہ میں مسلمانوں کی ایک فوج بھیجدیں تاکہ وہ ان علاقہ والوں کو (گاہے گاہے حملے کر کے) مشغول رکھیں اور ان میں سے کسی علاقہ پر لڑائی میں زیادہ زور نہ ڈالیں یہاں تک کہ دمشق فتح ہو جائے۔ اُس طرف سے ماہان اپنے لشکر کے ساتھ دمشق سے نکل کر صفوں کی درستی میں مشغول ہوا اور اس طرف سے ابو عُبَیدہ رضہ نے اُن کے مقابلہ پر دادِ شجاعت دی گھمسان کی جنگ کے بعد کفّار کے لشکر پر شکست پڑی ان کی ایک جماعت ہرقل کی طرف بھاگی اور ایک جماعت شہر دمشق میں قلعہ بند ہو گئی، اس کے بعد ابو عُبَیدہ رضہ اور خالد رضہ نے دمشق کے محاصرہ کا پورا اہتمام کیا اور اس محاصرہ پر مدّتِ دراز گزر گئی۔ اتفاقاً دمشق کے بطریقوں (یعنی سرداروں) میں سے ایک سردار کے گھر میں ان ہی دنوں میں ایک لڑکا پیدا ہو گیا اس سبب سے وہ ایک جشن مرتب

مشغول شدند وافراط در لہو ولعب ایشان از محافظتِ سور (شہر پناہ)
غافل نمود دلیرانِ اسلام فرصت را غنیمت شمردہ سلالیم و اوہاق (نردبانہا) (کمندہا)
کہ برای مثل ہمین روز آمادہ ساختہ بودند استادہ نمودہ تکبیر
گویان بر بلندی سور برآمدہ بوابان را بزخم سیوف بدوزخ
رسانیدہ دروازہ را کشادند وجنگے عظیم بظہور پیوست از
جانب خالدؓ عنوۃً (بزور و قہر) واز جانب ابو عبیدہؓ صلحاً فتح
دمشق متحقق گشت و درہمین سال جریر بن عبداللہ بجلی
از جانبِ یمن بملازمتِ فاروق رسید حضرت فاروق
چہار ہزار مرد از بجیلہ و کندہ و دیگر قبائل مرتب
ساختہ جریر را امیرِ آن لشکر فرمود و بجانبِ عراق
بمددِ مثنیٰؓ روان نمود جریر و قوم او از آنکہ تحت
رایت مثنیٰؓ درآیند استنکاف (کراہت) ورزیدند
حضرت فاروقؓ برای تالیفِ قلوب ایشان ربع خمس
ہر غنیمتے کہ باہتمام ایشان حاصل شود وزیادہ بر
سہم غنیمت بایشان تنفیل (عطا) فرمود و برای مثنیٰؓ
نامہ نوشت کہ شرائط توقیر (تعظیم) و تبجیلِ جریر را مرعی
دارد زیرا کہ شرفِ صحبتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
دریافتہ است سردارانِ عجم چون این خبر شنیدند
فوج کثیر فراہم آوردہ مہران ہمدانی را بامارتِ
آنہا منصوب ساختہ برائے مقابلہ مثنیٰؓ
و جریر نامزد گردانیدند ایشان این ماجرا
بعرضِ حضرتِ فاروقؓ رسانیدند وے
رضی اللہ عنہ از ہر قبیلہ جمعے
را برائے مددِ مثنیٰؓ معین فرمود و
حکم کرد کہ مستعجلاً کارسازی (آمادگی) نمودہ

کرنے میں مشغول ہوتے اور لہو ولعب میں منہمک ہو کر دیوارِ
شہر پناہ کی حفاظت سے غافل ہو گئے۔ اسلام کے بہادروں
نے اس فرصت کو غنیمت سمجھا اور سیڑھیاں اور کمندیں جو
اُنھوں نے اسی دن کے لئے تیار کر رکھی تھیں کھڑی کرتے تکبیر
کہتے ہوئے دیوار کی فصیل پر چڑھ گئے (اور نیچے اُتر کر)
دربانوں کو تلوار کی دھار پر رکھ کر جہنم رسید کیا اور دروازۂ
شہر کھول دیا اور ایک جنگِ عظیم واقع ہوئی۔ خالدؓ کی
طرف کا شہر کا حصہ جنگ سے مغلوب ہوا اور ابو عبیدہؓ کی
جانب کا حصہ صلح سے، اس طرح سے شہر دمشق فتح ہو گیا۔
اسی سال میں جریرؓ بن عبداللہ بجلی یمن کی جانب سے حضرت
فاروقؓ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت فاروقؓ نے چار ہزار
مَردوں کا لشکر قبیلۂ بجیلہ و کندہ اور دیگر قبائل کا مرتب کر کے
جریر کو اُس لشکر کا امیر بنا کر عراق کی جانب مثنیٰؓ کی مدد کے
لئے روانہ کیا۔ جریرؓ اور اُن کی قوم نے اس بات سے اعراض
کیا کہ وہ مثنیٰؓ کے جھنڈے کے نیچے آئیں۔ حضرت فاروقؓ نے
ان لوگوں کی تالیف قلوب کے لئے ہر اُس غنیمت میں سے جو اُن
کے اہتمام سے حاصل ہو ایک خُمس کا چوتھائی حصہ اُن کے غنیمت
کے حصہ پر بڑھا دیا اور مثنیٰؓ کو ایک خط لکھا کہ شرائط توقیر و تعظیم
جریرؓ کی رعایت رکھے اس لئے کہ جریرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے شرفِ صحبت سے مشرف ہوتے ہیں۔ سردارانِ عجم نے
جب یہ خبر سُنی تو ایک فوج کثیر فراہم کر کے مہران ہمدانی کو
اس کا سردار بنایا اور اس کو مثنیٰؓ اور جریر کے مقابلہ پر نامزد
کر دیا۔ اُنھوں نے یہ ماجرا حضرت فاروقؓ کی خدمت میں پہنچایا۔
فاروق رضی اللہ عنہ نے ہر قبیلہ میں سے ایک جماعت کو مثنیٰؓ
کی مدد کے لئے معین فرمایا اور حکم کیا کہ عجلت کے ساتھ تیاری کر کے

خود را بر مصاف حاضر گردانید و مثنیٰ نیز ازان بلاد کہ در تصرف او بود لشکری آراست بعد تلاقی فریقین مہران بر اسپے گلگون بر گستوانے از اطلس بران انداختہ بمیدانِ مبارزت جولان کنان درآمد غلامے از اہل ذمہ تیرے بجانب او روان کرد بتائیدِ الٰہی بر مقتلِ وے رسید واز اسپ بیفتاد و شکست بر لشکرِ عجم واقع شد و طرفہ معرکہ و عجیب مقتلہ آن روز بظہور انجامید ازین جہت آن را یوم الاعشار گویند زیرا کہ صد کس از مبارزان بشمار درآمد کہ دران روز ہر یکے دہ کس از کفار کشتہ بود و چندان غنائم و سبایا بدست آمد کہ پیش ازین گاہے میسر نہ شدہ بود بعد ازان مثنیٰ بن حارثہ بشر بن الخصاصیہ صحابی را بر بلادِ عراق خلیفہ ساختہ خود با وجودِ عدمِ اندمال جراحات کہ در واقعہ الجسر بوی رسیدہ بود قصد غارت خنافس نمود و آن سوقی بود کہ در سال یکبار تجارِ کفار آنجا اجتماعِ عظیم میداشتند ناگاہ بر سر آنجماعہ ریخت و غنائم فراوان بدست آورد باز قصدِ سوقِ بغداد کرد و آن نیز سوقے عظیم بود کہ ہر سال جمِ غفیرے آنجا مجتمع می شدند بغتۃً بر آنہا حملہ آورد و یارانِ خود را فرمود کہ سوائے نقدین و جواہر و اقمشہ و امتعہ قیمتی بر ندارند ہزار شتر ازین اجناس پر کردہ بسلامت مراجعت نمودند

اپنے کو میدانِ جنگ میں حاضر کر دیں۔ مثنیٰ نے بھی ان شہروں میں سے جو انکے زیر تصرف تھے ایک لشکر مہیا کر لیا۔ فریقین کے مل جانے کے بعد مہران ایک سرخ رنگ کے گھوڑے پر جس پر اطلس کا جامہ پڑا ہوا تھا سوار ہو کر میدانِ جنگ میں دوڑتا ہوا آیا۔ اہلِ ذمہ میں سے ایک غلام نے ایک تیر اس کی طرف پھینکا، تائیدِ الٰہی سے وہ اس کے مقتل پر پہنچ گیا اور وہ گھوڑے سے گر پڑا اور لشکرِ عجم پر شکست واقع ہو گئی۔ اور یہ ایک عجیب جنگ اور نادر معرکہ تھا جو اس دن ظہور میں آیا۔ اسی بنا پر اس کو یوم الاعشار کہتے ہیں۔ (اعشار عشر کی جمع ہے جس کے معنے ہیں دس) اس لئے کہ لڑنے والوں میں ایسے ایک سو آدمی شمار میں آئے کہ اس دن ان میں سے ہر ایک نے کفار کے دس دس آدمیوں کو قتل کیا تھا اور اتنے اموالِ غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے کہ اس سے پہلے کبھی میسر نہ ہوئے تھے۔ اس کے بعد مثنیٰ بن حارثہ نے بشیر بن الخصاصیہ صحابی کو بلادِ عراق پر قائم مقام بنا کر خود باوجود ان زخموں کے ابھی تک مندمل نہ ہونے کے جو پل کی جنگ میں ان کو پہنچے تھے خنافس پر لوٹ ڈالنے کا قصد کیا اور یہ ایک بازار تھا کہ کفار تاجرین سال میں ایک مرتبہ وہاں بہت بڑا اجتماع کیا کرتے تھے، اچانک اس جماعت کے سر پر جا پڑے اور بہت سے اموالِ غنیمت پر قبضہ کیا۔ پھر بازارِ بغداد کا قصد کیا اور وہ بھی بہت شاندار بازار تھا کہ ہر سال وہاں ایک زبردست میلہ لگتا تھا، اچانک ان پر حملہ کر دیا اور اپنے ساتھیوں کو یہ ہدایت کی کہ سونے چاندی اور جواہر اور ریشمی کپڑوں اور بیش قیمت چیزوں کے سوا اور کچھ نہ اٹھائیں۔ اس قسم کی چیزوں کو ایک ہزار اونٹوں پر لدوا کر سلامتی کے ساتھ مراجعت کی۔

سالِ پانزدہم و سالِ شانزدہم فرقانِ اکبر درمیانِ اسلام و کفر بسعی و اہتمام او رضی اللہ عنہ بظہور پیوست و اینجا واضح گشت کہ تسمیہ خلیفۂ ثانی بفاروقِ اعظم بچہ وجہ بودہ است و اینجا دو نکتہ باید شناخت نکتہ اُولیٰ آنکہ در شریعت متواتر بالمعنی است کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خبر دادند بآنکہ فارس و روم فتح خواہد شد و غنائم بے شمار از ایشان بدستِ مسلمین خواہد آمد قال اللہ تعالیٰ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وقال وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا الآیۃ بعد ما قال وَعَدَكُمُ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هَٰذِهِ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ اگر منصفے درین آیۃ تأمل کند و سیاق و سباق را مستحضر سازد مضطر شود بآنکہ غنائم کثیرہ کہ اوّل مذکور شد غنائم حنین است کہ در زمانِ سعادت نشانِ جناب نبوی صلے اللہ علیہ وسلم صورت وجود یافت عَجَّلَ لَكُمْ هَٰذِهِ فتح خیبر است وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا غنائم فارس و روم است قال ابن عباس والحسن و مقاتل ہی فارس والروم ما کانت العرب

پندرھویں سال اور سولھویں سال میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مساعی سے اسلام اور کفر کے درمیان "فرقانِ اکبر" (امتیازِ کامل) کا پورا پورا ظہور ہوگیا۔ اور اس موقع پر واضح ہوگیا کہ خلیفۂ ثانی کو "فاروقِ اعظم" کہنے کی وجہ تسمیہ کیا ہے۔ اور یہاں دو نکتے پہچاننے چاہئیں پہلا نکتہ یہ ہے کہ شریعت میں یہ بات متواتر بالمعنے ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ فارس اور روم فتح ہوگا اور ان لوگوں سے بے شمار اموالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھوں میں آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ (۶۱: ۹) تاکہ اس (دین) کو (بقیہ) سب دینوں پر غالب کردے) اور فرمایا وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا الخ (۴۸: ۲۱) اور ایک فتح اور بھی ہے جو تمہارے قابو میں نہیں آئی خدا تعالیٰ اُس کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔" یہ اس ارشاد کے بعد فرمایا وَعَدَكُمُ اللَّهُ الخ (۴۸: ۲۰) اللہ تعالیٰ نے تم سے (اور بھی) بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کو تم لوگے سو سرِ دست تم کو یہ دیدی ہے اور لوگوں کے ہاتھ تم روک دیئے۔" اگر کوئی منصف اس آیت میں غور کرے تو وہ مجبور ہوجائے گا یہ تسلیم کرنے پر کہ غنائم کثیرہ (بہت سے اموالِ غنیمت) جو کہ پہلے مذکور ہوئے وہ غزوۂ حُنین کے اموالِ غنیمت ہیں جو جناب نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانِ سعادت نشان میں ظہور میں آئے اور عَجَّلَ لَكُمْ هَٰذِهِ (سو سرِ دست تم کو یہ دیدی ہے) فتح خیبر ہے اور وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا (اور ایک فتح اور بھی ہے جو تمہارے قابو میں نہیں آئی) فارس اور روم کی غنیمتیں ہیں۔ ابن عباسؓ اور حسنؒ اور مقاتلؒ کا قول ہے کہ یہ فارس اور روم ہیں۔ عرب فارس اور روم کے ساتھ

تقدر علی قتال فارس والروم کانوا خولاً لہم (العرب اتباعا لفارس والروم)
حتی قدروا علیہا بالاسلام ونیز مضطر شود
بآنکہ سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ
شَدِیْدٍ مراد ازین اولی بأس شدید فارس
وروم است قال ابن عباس و مجاہد
والحسن ہم فارس والروم ودر حدیث
شیخین آمدہ رأیت کانما وضع فی یدی
مفاتیح خزائن الارض ونیز در حدیث
شیخین ہلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ
وہلک قیصر فلا قیصر بعدہ ونیز
در باب رمی (یعنی تیر اندازی) عن عقبۃ بن عامر قال
سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یقول ستفتح علیکم الروم
ویکفیکم اللہ فلا یعجز احدکم ان یلہو
باسہمہ اخرجہ مسلم پس این ہمہ
نعم الٰہی است ووجود این امور معجزہ
آنحضرت است صلی اللہ علیہ وسلم و
بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متضمن
است فتح فارس را قال تعالیٰ وَّاٰخَرِیْنَ
مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ یعنی فارس
خدای عز وجل از فوق سموات ارادہ
ابطال سلطنت فارس وروم و
برہم زدن ملت ایشان فرمود و
آنحضرت را صلی اللہ علیہ و
سلم جارحہ اتمام مراد

لڑنے پر قادر نہیں تھے یہ لوگ تو اُن کے پچھ لگو تھے یہاں تک کہ
اِسلام کی بدولت اس پر قادر ہو گئے۔ اور نیز مجبور ہو گا یہ تسلیم
کرنے پر کہ سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ (۴۸: ۱۶)
یعنی عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں (سے لڑنے) کی طرف بلائے جاؤ گے
جو سخت لڑنے والے ہوں گے۔" اس "اُولی بأس شدید" سے مراد
فارس اور روم ہیں۔ ابن عباس رض اور مجاہد رح اور حسن رح کا قول
ہے کہ وہ فارس اور روم ہیں۔ اور حدیث شیخین (بخاری و مسلم)
میں آیا ہے کہ میں نے دیکھا کہ گویا میرے ہاتھ میں تمام زمین کے
خزانوں کی کنجیاں رکھدی گئیں۔ اور نیز حدیث شیخین میں ہے کہ
کسریٰ ہلاک ہوا پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور قیصر
ہلاک ہوا پھر اُس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔ اور نیز باب الرمی
میں ہے مروی ہے عقبہ رض بن عامر سے کہا کہ میں نے سنا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے عنقریب تم پر روم مفتوح ہو جائیگا
پھر تم میں سے کوئی اس سے عاجز نہ ہوگا کہ اپنے تیروں سے کھیلے،
اس کو مسلم نے روایت کیا۔ تو یہ سب اللہ کی نعمتیں ہیں اور ان
امور کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت متضمن ہے فارس کی فتح کو (یعنی
جس طرح بعثت کا مقصد شرک کو مٹانا اور توحید الٰہی کو قائم کرنا
تھا اسی طرح فارس کا فتح کرنا بھی تھا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا
وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ الخ (۶۲: ۳) اور (علاوہ ان
موجودین یعنی عرب کے) دوسروں کے لئے بھی (آپ کو مبعوث
کیا) جو ابھی ان کے ساتھ شامل نہیں ہوتے (یعنی فارس
خدائے عزّ وجل نے آسمانوں کے اوپر سے سلطنت فارس و روم
کو باطل کرنے اور ان کی ملت کو درہم برہم کر دینے کا ارادہ کر لیا
تھا اور اپنی مراد کو پورا کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

خود ساخت و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پیش از ظہورِ این امر خطیر برفیقِ اعلےٰ انتقال نمودند و ہمان داعیہ بواسطہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم از سینۂ فاروقِ اعظم رضہ باز جوشید و ہمگی او را رضی اللہ عنہ مطیع امر خود ساخت و عقل و قلب اورا منقادِ آن امر فرمود و در دلِ حاضرین پرتوِ نورِ فاروق رضہ انداخت تا غزاۃِ اسلام اجتماع تمام پیدا کردند و دست بُردی عجیب ظاہر گشت کشایش زیادہ از کوشش دیدند وَ اَبعثُ جَیشًا نَبعثُ خمسۃً مِثلَہٗ (کما ورد فی الحدیث القدسی) بنقدِ حال ایشان شد نکتۂ دوم آنکہ اہتمامِ فاروق رضہ درفتح فارس و روم بوجوہ بسیار بودہ است یکی آنکہ دعا می نمود در صلوٰۃِ خود و ہمتی تمام درین کار بکار می بُرد قالَ النووی فِی الاذکار جآءَ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انہٗ قنتَ (دعا) فی الصبح بعدَ الرکوع فقالَ اللّٰھمَّ انا نستعینُک و نستغفرُک و لا نکفرُک و نؤمنُ بک و نخلعُ مَن یفجرُک اللّٰھمَّ ایاکَ نعبدُ و لکَ نصلی و نسجد و الیکَ نسعٰی و نحفدُ نرجوا رحمتکَ و نخشٰی عذابکَ ان عذابکَ الجِدَّ بالکفار مُلحق اللّٰھمَّ عذّبِ الکفرۃَ الذین

آلۂ کار بنایا، اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس اہم کام کے ظہور میں آنے سے پہلے رفیقِ اعلیٰ سے جاملے اور اُسی داعیہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے پھر فاروقِ اعظم رضہ کے سینہ سے جوشش مارا اور آپ کو (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) پورے طور پر اپنے قبضہ میں کرلیا اور آپ کی عقل کو اور قلب کو اُس امر کا بخوبی مطیع کرلیا۔ اور حاضرین کے دلوں میں حضرت فاروق رضہ کے نور کا پرتو ڈال دیا، یہاں تک کہ غازیانِ اسلام اس پر مکمل طور پر مجتمع ہوگئے اور عجیب وغریب تصرّفات ظاہر ہوئے اور سب نے اپنی کوشش سے زیادہ کشایش کا مشاہدہ کرلیا اور یہ (حدیث قُدسی) گویا اُن ہی کے حال سے متعلق ہوگئی اَبعثُ جَیشًا الخ یعنی تو اپنا لشکر بھیج ہم اُس سے پانچ گنا اپنا لشکر بھیج دینگے۔ **دوسرا نکتہ** یہ کہ فاروق رضی اللہ عنہ کا اہتمام فارس اور روم کی فتح میں بہت سی وجوہ کے ساتھ جاری رہا۔ اوّل یہ کہ آپ اپنی نماز میں دُعاء کیا کرتے اور پوری ہمت اس کام میں بسر کرتے رہتے۔ نووی نے کتاب الاذکار میں ذکر کیا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ صبح کی نماز میں بعد (دوسری رکعت کے) رکوع کے دُعاء قنوت پڑھا کرتے تھے۔ یہ پڑھتے اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَستَعِینُکَ الخ یعنی اے اللہ! ہم آپ سے مدد مانگتے ہیں اور ہم آپ سے مغفرت چاہتے ہیں اور آپ کے ساتھ کفر نہیں کرتے اور آپ پر ایمان لاتے ہیں اور اُن سے ترکِ تعلق کرتے ہیں جو آپ کی نافرمانی کرنے والے ہیں۔ یا اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی کے لئے نماز پڑھتے اور سجدے کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف دَوڑتے اور جھپٹتے ہیں۔ ہم آپ کی رحمت کی اُمید کرتے اور آپ کے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک آپ کا عذاب حقیقی کفّار سے ملنے والا ہے۔ یا اللہ عذاب دے ان کفّار کو (دنیا

یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِکَ وَیُکَذِّبُوْنَ رُسُلَکَ وَ
یُقَاتِلُوْنَ اَوْلِیَائَکَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ
الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَاَصْلِحْ ذَاتَ
بَیْنِھِمْ وَاَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَاجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِھِمْ
الْاِیْمَانَ وَالْحِکْمَۃَ وَثَبِّتْھُمْ عَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِکَ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَوْزِعْھُمْ اَنْ یُّوْفُوْا
بِعَھْدِکَ الَّذِیْ عَاھَدْتَّھُمْ عَلَیْہِ وَانْصُرْھُمْ
عَلٰی عَدُوِّکَ وَعَدُوِّھِمْ اِلٰہَ الْحَقِّ وَ
اجْعَلْنَا مِنْھُمْ دوم آنکہ خطب بلیغہ متضمن
تحریص بر جہاد وترغیب مجاہدین
مے خواند و احادیث آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم دریں باب روایت می نمود
سوم آنکہ تہیئہ اسباب مجاہدین باہتمام
ہرچہ تمام تر می فرمود اخرج مالک عن
یحییٰ بن سعید ان عمر بن الخطاب کان
یحمل فی العام الواحد علی اربعین الف
بعیر (سوار میکرد) یحمل الرجل الی الشام علی بعیر و
یحمل الرجلین الی العراق علی بعیر
فجاء رجل فقال احملنی و سحیماً فقال لہ عمر
ابن الخطاب انشدک اللہ اسحیم زق (مشک)
قال نعم چہارم آنکہ
ترتیب جیوش و تقدیم
فتح

ہی ہیں) جو آپ کے راستہ سے روکنے والے ہیں اور آپ کے رسولوں
کی تکذیب کرنے والے ہیں اور آپ کے خاص بندوں سے قتال کرنے
والے ہیں۔ اے اللہ! مغفرت کیجئے ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں
کی اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی اور اُن کے تعلقاتِ
باہمی کی اصلاح کیجئے اور اُن کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت
پیدا کر دیجئے اور اُن کے دلوں میں ایمان اور دانائی رکھد یجئے
اور اُن کو اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی ملت پر ثابت قدم
رکھئے اور ان کو توفیق بخش دیجئے اس امر کی کہ وہ آپ کے اُس
عہد کو پورا کریں جو عہد آپ نے اُن سے لیا ہے اور مدد دیجئے
ان کو اُن کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کے مقابلہ پر۔ اے
سچے معبود اور ہم کو اُن لوگوں میں شامل رکھئے۔ دوم یہ کہ ایسے
بلیغ خطبے آپ دیتے رہتے تھے جو دلوں میں جوش جہاد پیدا کرتے
اور مجاہدین کو جہاد کی ترغیب دیتے تھے اور اس باب میں آں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی روایت کیا کرتے تھے۔
سوم یہ کہ اسباب مجاہدین کی تیاری میں پورا پورا اہتمام فرمایا
کرتے تھے۔ مالکؒ نے روایت کی یحییٰ بن سعید سے کہ عمرؓ بن الخطاب
ایک سال میں چالیس ہزار اونٹوں کی سواری کا انتظام کرتے رہے
ہیں۔ آپ شام کی طرف ایک آدمی کو ایک اونٹ پر سوار کر کے
بھیجتے اور عراق کی طرف ایک اونٹ پر دو آدمیوں کو۔ ایک دن
آپ کے پاس ایک شخص آیا اور اُس نے کہا کہ مجھے اور سُحیم کو
سواری دیجئے تو اس سے عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ میں تجھے اللہ
کی قسم دیتا ہوں کہ کیا سُحیم (سے تیری مراد) مشک ہے؟ اُس
نے کہا ہاں۔ چہارم یہ کہ افواج کی ترتیب اور کونسا مقام دوسرے

عہ سُحیم تصغیر ہے سحم کی جسکے معنے ہیں سیاہ۔ سائل کی مراد اس لفظ سے مشکیزہ تھا مگر اس نے ایسا انداز بیان اختیار کیا جس سے یہ مفہوم ہو کہ سُحیم کوئی دوسرا آدمی ہے جو اس کے ساتھ عراق جانا چاہتا ہے۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذکاوت نے حقیقتِ حال کو عیاں کر دیا ۱۲

برفتحے واختیار صلح وجنگ ہمہ برائے فاروق رض مفوض بود اما قصہ برہم شدنِ دولت ساسانیان بدین وجہ بودہ است کہ چون صنادیدِ (سرداران ۱۲) فارس دیدند کہ مسلمانان را ہر روز فتحے جدید بدست می آید انفعال جدید بخاطرِ ایشان راہ یافت فکر واقعی نمودہ ملکۂ فارس را معزول ساختند و یزدجرد را کہ اشجع اولاد کسریٰ بود بپادشاہی برافراختند و خزائن اکاسرہ کہ بیرون از شمار بود برآوردہ اَدوات (آلاتِ جنگ ۱۲) وافواج بے حساب مجتمع نمودند و رستم فرخ زاد را سردار معرکہ معین گردانیدند و یزدجرد در مدائن نشست مستعدِ آنکہ ادوات وابطال را دفعۃً بعد دفعۃٍ پیشِ رستم فرستد مثنیٰ رض بن حارثہ این ماجرا را بعرض حضرتِ فاروق رض رسانید و وی رضی اللہ عنہ بہر یک از عمالِ خود کہ در اطرافِ ممالک اسلام بودہ اند احکام فرستاد کہ در ہر ناحیہ با ہر کہ اسپے وسلاحی باشد واز اہلِ نجدۃ وشجاعت باشد سردارانِ آنجا را می باید کہ زود ساختگی آنہا نمودہ بمدینۂ مطہرہ فرستند چون آن ہمہ مجتمع شدند سعد بن ابی وقاص را بسرداری آن جمع منصوب ساخت وسعد را موعظتِ بلیغہ فرمود بتقوی وصبر بر مکارہ وثباتِ قدم بر مواطنِ حرب امر فرمود وقوم را بمتابعت وی در جمیع سوانح مامور ساخت و برای مثنیٰ رض وجریر نامہ نوشت کہ ہمہ در تحتِ رایتِ سعد رض در آیند و او را امیر الامراء عراق تصور نمایند یکے از حکمتہائے الٰہی کہ درین واقعہ

مقام سے پہلے فتح کیا جائے اور صلح وجنگ کا اختیار سب حضرت فاروق رض کی رائے پر مفوض تھا۔ **دولتِ ساسانیاں کے برباد ہونے کا حال** اس صورت سے واقع ہوا کہ جب سرداران فارس نے دیکھا کہ مسلمانوں کو ہر روز ایک نئی فتح حاصل ہو رہی ہے تو اپنے دل میں بہت پیچ وتاب کھانے لگے اور نظم مملکت پر غور کرکے ملکۂ فارس کو معزول کر دیا اور یزدجرد کو جو کسریٰ کی اولاد میں سب سے زیادہ بہادر تھا بادشاہی سے سربلند کیا اور خاندانِ کسریٰ کے خزانے جو حدِ شمار سے باہر تھے نکال کر اُن سے آلاتِ حرب اور بے حساب فوجیں جمع کیں اور رستم فرخ زاد کو جنگ کا افسر اعلیٰ مقرر کیا اور یزدجرد نے مدائن میں قیام کیا تاکہ سامانِ حرب اور شجاعانِ فارس کو یکے بعد دیگرے رستم کی مدد کے لئے بھیجتا رہے۔ مثنیٰ رض بن حارثہ نے یہ ماجرا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچایا۔ آپ رض نے اپنے تمام عاملوں میں سے ہر ایک کو جو مختلف اسلامی ممالک میں تھے احکام بھیجے کہ ہر علاقہ میں جس شخص کے پاس کوئی گھوڑا اور ہتھیار ہو اور وہ دلیر اور بہادر ہو وہاں کے سرداروں کو چاہیئے کہ جلد اُن کو تیار کرکے مدینہ مطہرہ روانہ کر دیں۔ جب یہ سب جمع ہو گئے تو آپ رض نے سعد بن ابی وقاص رض کو اُس جمعیت کا افسر اعلیٰ بنایا اور سعد رض کو بہت دُور رس نصیحتیں فرمائیں تقویٰ کے متعلق۔ اور مکروہات پر صابر رہنے اور جنگ کے مواقع پر ثابت قدم رہنے کا امر فرمایا اور قوم کو جملہ امور میں اُن کے تابع رہنے کا حکم دیا۔ مثنیٰ رض اور جریر کے نام فرمان تحریر کئے کہ سب سعد رض کے جھنڈے کے نیچے آجائیں اور اُن کو عراق کا امیر الامراء تصور کریں۔ اس واقعہ میں حق تعالیٰ کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ

بر دلِ فاروق رض پرتو افگند آن بود کہ سعد را
بامارتِ عراق برگزینند زیرا کہ عمر مثنیٰ بن حارثہ
بآخر رسیدہ بود اگر درین وقت سعد آنجا نمی
رسید تزلزلِ عظیم در امرِ جہاد پدید مے آمد
و سعد را بسبب شدتِ سرما توقفے در راہ
واقع شد درین اثنا فاروقِ اعظم رض دفعۃً بعد
دفعۃً پہلوانانِ نامدار و جوانانِ کامگار بکمکِ
وے روان مے نمود و اہتمام تمام درین باب
مے فرمود تا آنکہ در عرب از اشرافِ قبائل و
اہلِ شجاعت و رائے کم کسی را گذاشتہ باشد
سی و چند ہزار مرد ہمراہِ سعد مجتمع شدند از انجملہ
یکہزار کس از صحابہ بودند کہ نود و نہ کس از ایشان
اہلِ بدر بودند انگاہ سعد بامیر المؤمنین نامہ
نوشت و توجہِ رستم بعزمِ قتال و کثرتِ عَدد
و عُددِ او بتفصیل باز نمود حضرتِ فاروق در جوابش
نوشت کہ ہیچ دغدغہ را بخاطرِ خود راہ ندہی و از
کثرتِ آلات و ادواتِ دشمن بیجا نہ گردی و نظر بر
لطفِ پروردگارِ خود عزوجل داشتہ متوکل بتائیدِ او
باش و ہرگاہ لشکرِ خود را تعبیہ نمائی موضع ہر کسی را برای
من بوجہی اعلام کن کہ گویا من بچشمِ خود معاینہ میکنم سعد
کیفیتِ تعبیہ جیش پیشِ حضرت فاروق رض نوشتہ
فرستاد و وے رضی اللہ عنہ تحسینِ آن صورت
فرمود و امر نمود کہ نخستِ آن جماعہ
را کہ بکمالِ حسب و نسب و طلاقتِ لسان
و زیادۂ عقل موصوف باشند

حضرت فاروق رض کے قلب پر جو پرتو ڈالا وہ یہ تھا کہ امارتِ عراق
کے لئے سعد رض کو منتخب کریں کیونکہ مثنیٰ بن حارثہ کی عمر آخری
حد پر پہنچ چکی تھی اگر اس وقت سعد رض وہاں نہ پہنچتے تو امر جہاد
میں ایک بڑا تزلزل واقع ہو جاتا اور سخت سردی کی وجہ سے
سعد رض کو راستہ میں کچھ توقف واقع ہوا اس دوران میں
فاروق اعظم رض کے بعد دیگرے نامی پہلوانوں اور بہادر جوانوں
کو اُن کی کمک کے لئے برابر روانہ کرتے رہے اور اس بارے
میں پورا اہتمام فرماتے رہے اس حد تک کہ عرب کے اشرف
قبائل میں سے اور اہل شجاعت اور صاحب رائے لوگوں میں
سے ایسے کم ہوں گے جن کو آپ رض نے چھوڑ دیا ہوگا۔ تیس اور
چند ہزار مرد جو سعد رض کی ہمراہی کے لئے جمع ہوئے اُن میں
ایک ہزار حضرات صحابہ رض تھے جن میں سے ننانوے اصحاب اہل
بدر تھے۔ اُس زمانہ میں سعد رض بن ابی وقاص نے امیر المؤمنین رض
کو خط لکھا اور قتال کے لئے رستم کے متوجہ ہونے اور دشمنوں
اور اُن کے سامان کی کثرت کی تفصیلات کا اظہار کیا۔ حضرت
فاروق رض نے اُن کو جواب میں لکھا کہ تم اپنے دل میں کوئی خدشہ
نہ آنے دو اور دشمن کے آلات اور سامان کی کثرت سے اندیشہ
نہ کرو۔ بس اپنے پروردگار عزوجل کے لطف پر نظر رکھتے ہوئے
اُس کی مدد پر متوکل رہو اور جب تم اپنے لشکر کو صف بستہ کرو
تو ہر ایک کے مقام کی تفصیل ایسی طرح واضح لکھو کہ گویا میں
اپنی آنکھ سے دیکھ لوں۔ (کہ کس کو میمنہ پر رکھا اور کس کو میسرہ
پر وغیرہ ذٰلک)۔ سعد رض نے لشکر کی صف بندی کا پورا نقشہ آپ رض
کی خدمت میں لکھ بھیجا اور فاروق رضی اللہ عنہ نے اُس نقشہ
کی تعریف کی اور حکم دیا کہ سب سے پہلے ایک ایسی جماعت کو
جو کمال حسب و نسب اور زبان آوری اور زیادتی عقل سے موصوف ہو

پیش صنادید فرس فرستد و دعوت
باسلام کند سعد ہمچنان کرد یکے ازاں
جماعہ مغیرۃ بن شعبۃ بود اخرج
الحاکم عن ایاس بن معاویۃ بن قرۃ
عن ابیہ قال لما کان یوم القادسیۃ
بُعِثَ بالمغیرۃ بن شعبۃ الی صاحب
فارس فقال ابعثوا معی عشرۃً
فبعثوا فشدّ علیہ ثیابہ ثم اخذ
جحفۃً ثم انطلق حتی اتوہ
فقال القوا لی ترسًا فجلس
علیہ فقال العلج انکم معشر
العرب قد عرفت الذی حملکم
علی المجیء الینا انتم قومٌ لا
تجدون فی بلادکم من الطعام
ما تشبعون منہ فخذوا نعطیکم
من الطعام حاجتکم فانا
قومٌ مجوسٌ و انا نکرہ قتلکم
انکم تنجسون علینا ارضنا فقال
المغیرۃ واللہ ما ذاک جاء بنا ولکنا
قومًا نعبد الحجارۃ والاوثان فاذا
رأینا حجرًا احسن من حجر
القیناہ واخذنا غیرہ ولا نعرف ربًا
حتی بعث اللہ الینا رسولاً
من انفسنا فدعانا الی الاسلام
فاتبعناہ و

فارس کے سرداروں کے پاس بھیجیں جو اُن کو اسلام کی طرف
دعوت دیں۔ سعدؓ نے ایسا ہی کیا۔ اُس جماعت میں سے ایک
مُغیرہؓ بن شعبہ تھے۔ حاکم نے روایت کی ایاس بن معاویہ بن قرہ
سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے اُنھوں نے کہا کہ جب
جنگِ قادسیہ واقع ہوئی تو مغیرہؓ بن شعبہ شاہِ فارس
(یزدجُرد) کے پاس بھیجے گئے، اُنھوں نے کہا کہ میرے ساتھ
دس آدمی بھیجدیئے جائیں تو بھیجدیئے گئے۔ اب اُنھوں نے
اپنے بدن پر اپنے کپڑے کسے (پٹکے یا رسی وغیرہ سے) اور ڈھال
لے کر روانہ ہوگئے یہاں تک کہ شاہِ فارس کے یہاں جا پہنچے
پھر (یہ دیکھ کر کہ یہ کوئی کرسی وغیرہ پر بطورِ تکریم نہیں بٹھا رہا
ہے ساتھیوں سے) کہا کہ میرے لئے ڈھال رکھدو تو اُس پر
بیٹھ گئے۔ پھر اُس کافر مجوسی (یزدجُرد) نے کہا کہ تم لوگ
عرب کے گروہ ہو میں پہچان چکا ہوں کہ ہمارے شہروں کی طرف
آنے پر تم کو کس چیز نے اُبھارا تم ایسی قوم ہو کہ تم کو اپنے شہروں
میں کھانے کی ایسی چیزیں نہیں ملتیں جن سے تم اپنا پیٹ بھرلو
سو ہم تم کو کھانے کی چیزیں دیدیں گے جس سے تم اپنی حاجت
پوری کرلو، کیونکہ ہم مجوس قوم ہیں اور ہمیں کراہت معلوم ہوتی
ہے تمہارے قتل سے اس وجہ سے کہ تم ہمارے مُلک میں گھس
آتے ہو۔ اس کو سُنکر مغیرہؓ نے کہا کہ واللہ یہ چیز نہیں ہے جو ہمیں
یہاں لائی لیکن جو اصل بات ہے وہ یہ ہے کہ ہم ایسی قوم تھے
جو پتھروں کو پوجتے تھے اور بُتوں کو۔ تو جب ہم کوئی ایسا
پتھر دیکھتے جو پہلے پتھر سے اچھا ہوتا تو اس کو معبود بنا لیتے
اور پہلے کو پھینک دیتے اور ہم رب کو نہیں پہچانتے تھے، یہاں
تک کہ اللہ تعالےٰ نے ہم میں سے اپنا ایک رسولؐ بھیجا جس نے
ہم کو اسلام کی طرف دعوت دی تو ہم نے ان کا اتباع کیا اور

اِنَّا اُمِرْنَا بقتالِ عدوِّنا ممَّن ترکَ الاسلامَ ولم نَجِیُٔ للطعام ولکنَّا جِئْنَا لِنقتل مقاتِلتَکُم و نَسْبِیَ ذرارِیکم و امّا ماذکرتَ من الطعام فانَّا لَعَمْرِی مانجدُ من الطعام ماتشبع منه و رُبما نجد ریًّا من المآء احیانًا فجئنا الیٰ ارضکم ہذہ فوجدنا فیہا طعامًا کثیرًا و ماءً کثیرًا فواللّٰہ لانبرحُہَا حتّٰی تکون لنا او لکم فقال العلج بالفارسیۃ صدق قالَ و انتَ تُفقَأُ عینک غدًا ففقئت عینہ من الغدِ اصابتہٗ نُشّابۃٌ گویند یزدگرد جوالے از خاک پُر کردہ بقصدِ اہانت بطریق جوائز الوفود بایشان پیش آورد و عرب آن را فالِ فتحِ بلاد شمردند بعد ازان سعد بعوث و سرایا باطراف و اکناف منتشر ساخت تادر نواحی بلادِ عجم طرحِ غارت و نہب ریزند القصہ رستم باشوکت و اُبّہت تمام بجانب لشکر اسلام متوجہ شد و پلی ترتیب دادہ ازدریا این طرف عبور نمود درین حالت یزدگرد در ہر نعرہ داری شخصے را مقرر داشتہ بود کہ ہرچہ رستم گوید یا کند دراسرعِ اوقات باو رسد و سعد بسبب دَمامیل و بثرات امکان نیافت کہ خود در وسطِ لشکر باشد

ہم کو حکم دیا گیا ہے اپنے اُن دشمنوں سے قتال کرنے کا جو اسلام کو ترک کریں اور ہم کھانے کے لئے نہیں آتے لیکن ہم اس لئے آتے کہ تمہارے جنگی مردوں سے لڑیں اور تمہاری ذریات کو قید کرلیں۔ رہا کھانے کا ذکر جو تم نے کیا ہے تو اپنی عمر کی قسم ہم کو اتنا کھانا نہیں ملتا جس سے ہم چمک جائیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم کو اتنا پانی بھی نہیں ملتا جس سے ہم سیراب ہوجائیں پھر ہم تمہاری اس سرزمین کی طرف آئے تو یہاں ہم نے کھانے کی بہت چیزیں پائیں اور بہت پانی پیا، اب واللہ ہم یہاں سے جانے والے نہیں ہیں یہاں تک کہ یہ سرزمین ہمارے لئے رہے یا تمہارے لئے۔ تو اس کافر مجوس نے فارسی زبان میں کہا کہ اس نے سچ کہا۔ مُغیرہ نے کہا اور تیرا یہ حال ہوگا کہ کل تیری آنکھ پھوٹ جائیگی۔ چنانچہ اگلے دن اُس کی آنکھ پھوٹ گئی، اُس پر ایک تیر آکر لگا تھا۔ کہتے ہیں کہ یزدگرد نے توہین کے ارادے سے ایک بوری مٹی سے بھر کر اس رسم کی ادائگی کے طور پر کہ وفود کو بادشاہوں سے کچھ ہدایا و انعامات ملا کرتے ہیں ان کو دی، اور عرب نے اس سے یہ فال لی کہ ہم تمام شہر فتح کرینگے (وہ اس مٹی کو لے آتے)۔ اُس کے بعد سعد رضؓ بن ابی وقاص نے بڑے اور چھوٹے لشکر عجم کے شہروں کے اطراف و اکناف میں منتشر کردیئے تاکہ ان پر حملے کریں اور لوٹیں۔ القصہ رستم پوری شوکت و دبدبہ کے ساتھ لشکر اسلام کی طرف متوجہ ہوا اور ایک پل بنا کر دریا سے اس طرف پار ہوگیا۔ اس حالت میں یزدگرد نے ہر ایک چوکی پر ایک شخص مقرر کیا تھا کہ رستم کی تمام گفتگو اور کارروائی کی اطلاع اُس کو جلد از جلد پہنچتی رہے۔ اور سعد رضؓ دنبلوں اور آبلوں کے سبب اس سے مجبور ہو گئے کہ خود لشکر کے درمیان رہیں

بر بلندیٔ قصرے قرار گرفت و جمعی از سوار و پیادہ را زیرِ قصر حاضر داشت تا ہرچہ فرماید بے توقّف بسردارانِ فوج رسانند انگاہ سعد اعیانِ لشکر را نزد خود خواند و موعظتِ بلیغہ فرمود و مواعیدِ الٰہی در بابِ فتحِ عجم بیادِ ایشان داد و بتفصیل واضح گردانید کہ امروز اگر دستبُردی نمائید سعادتِ دنیا و اُخری ازانِ شما باشد واگر بددلی کنید دولتِ صوری و معنوی از دستِ شما رود و امیرِ ہر قوم را فرمود تا بہمین کلمات اَتباعِ خود را سرگرم کارزار کند و شعراء را بانشادِ اشعارِ مُہیّج شجاعت برانگیخت و قُرّاء را بتلاوتِ سورۃ انفال ارشاد فرمود قُرّاء چون در تلاوتِ آن شروع نمودند دلہا را اطمینانے رُوی نمود انگاہ فرمود کہ چون ساعتِ ہُبُوبِ ریاحِ نصر یعنی وقتِ نماز در رسد تکبیرے خواہم گفت شما نیز تکبیر بگوئید و اَدواتِ حرب مہیا سازید باز چون تکبیرِ دوم گفتہ شود جوشن پوشید و اَدواتِ جنگ بر خود راست کنید و چون تکبیرِ سوم بشنوید جوانان بجولانگاہِ مبارزت درآیند و باستماعِ تکبیرِ چہارم کلمۂ لاحولَ ولاقوّۃَ الاّ باللہ العلیّ العظیم گوئید و ہمہ بہیئتِ اجتماعیہ با دشمن درآویزید القصہ سہ[۳] روز و یک شب میانِ ہر دو فریق جنگ قائم ماند چہارم روز نصر نازل شد و فُرقانِ اکبر بظہور پیوست و ہر یکی ازین اوقات نامے علٰحدہ دارد روزِ اَرمَاث[اختلاط ۱۲] و روزِ اَغواث[کمک ۱۲]

وہ ایک قصرِ بلند کے اُوپر بیٹھ گئے اور سوار اور پیادوں کی ایک جماعت قصر کے نیچے موجود رکھتے تھے تاکہ جو کچھ وہ ہدایت دیں بے توقّف یہ لوگ فوج کے سرداروں کو پہنچا دیں۔ اُس وقت سعدؓ نے اعیانِ لشکر کو اپنے پاس بلایا اور اُن کو دور رس نصیحتیں فرمائیں اور اللہ کے وعدے فتحِ عجم کے بارے میں اُن کو یاد دلائے اور بتفصیل واضح کیا کہ اگر تم نے پوری ہمت و شجاعت سے مقابلہ کیا تو دنیا اور آخرت کی سعادت تمہارے لئے ہوگی اور اگر بددلی کر گئے تو ظاہری اور معنوی دولت تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ ہر قوم کے امیر کو فرمایا کہ ان ہی کلمات سے اپنے ماتحتوں کو جنگ میں سرگرم کریں اور شُعراء کو ایسے اشعار کہنے پر برانگیختہ کیا جو شجاعت میں ہیجان پیدا کریں اور قاریوں کو سورۂ انفال کی تلاوت کا ارشاد فرمایا۔ قُرّاء نے جب اس کی تلاوت شروع کی تو دلوں میں اطمینان پیدا ہونے لگا اُس وقت فرمایا کہ جب مددِ الٰہی کی ہوائیں چلنے کی ساعت یعنی وقتِ نماز آ پہنچے گا تو میں تکبیر کہوں گا، تم بھی تکبیر کہنا اور آلاتِ حرب کو تیار کر لینا۔ پھر جب دوسری تکبیر کہی جائے تو زرہ پہن لو اور آلاتِ حرب اپنے بدن پر لگا لو اور جب تیسری تکبیر سُنو تو ہمارے جوان میدانِ جنگ میں پہنچ جائیں اور چوتھی تکبیر کے سُننے کے وقت کلمۂ لاحول ولاقوّۃَ الاّ باللہ العلیّ العظیم کہو اور سب ہیئتِ اجتماعیہ کے ساتھ دشمنوں پر ٹوٹ پڑو۔ القصّہ تین[۳] دن اور ایک رات دونوں فریقوں کے مابین جنگ برپا رہی۔ چوتھے روز اللہ کی مدد نازل ہوئی اور فرقانِ اکبر کا نزول ہوگیا۔ اور ان اوقات میں سے ہر ایک کا علٰحدہ نام ہے۔ روزِ ارماث[۱]، روزِ اغواث (یعنی کمک پہنچ جانیکا دن)

[۱] ارماث، رمث کی جمع ہے یعنی وہ لکڑیاں جو جوڑ کر باندھی جاتی ہیں اور ان پر سوار ہو کر سمندر میں جاتے ہیں۔ یہ دن عجمیوں کے ساز و سامانِ حرب سے آراستہ ہو کر نکلنے کی وجہ سے اس نام سے موسوم ہوا ۱۲ مترجم

وروز عماس (حرب سخت) ولیلۃ الہریر (شور مثل آواز آسیا) اما روز ارماث ہمہ صنادید عجم با ہیئۃ عجیبہ تاجہای مکلل برسر وکمر ہائے مرصع برمیان بر اسپانِ عراقی سوار صف آراستند و تیراندازانِ حکم انداز را بر فیلان نشانده وجمعے گِرداگردِ آنہا برائی محافظتِ فیلان پیاده گشتہ مقدّمۃ الجیش ساختند وطورِ عرب وساده وضعی ایشان معلوم است باآن ہمہ بتائید الٰہی دست بُردہای عجیب کردند اوّلاً غالب بن عبداللہ اسدی وعاصم بن عمرو تمیمی بجولانگاہ مبارزت درآمدند ہرمزان نام شخصے از رؤسای عجم مقابل غالب وشخصے دیگر از سرداران مقابلِ عاصم برآمد غالب بزخم نیزه قِرنِ (ہمسر) خود را بر زمین غلطانید انگاه بکمند بستہ پیشِ سعد رسانید وعاصم نیز بر قرنِ خود حملہ آورد وقرنِ او بیقین دانست کہ حریف عاصم نمی تواند شد ازمیان بگریخت عاصم بتعاقب او تاختہ ہرچند جست اورا نیافت عوض او را شتر سوارے راگرفتہ آورد سعد رض راکب ومرکوب را نفلِ (غنیمت) او ساخت ثانیاً تیراندازے کہ تیرِ او خطا نمی شد از طرف عجم بقصدِ عمرو ابن معدیکرب بمیدان درآمد مسلمانان عمرو را آگاه گردانیدند عمرو تیرے بجانب او انداخت وبآن زخم اورا از اسپ برزمین افگند عمرو خود را زود بر سرِ او رسانید وسرِ اورا بُرید وکمرِ قیمتے وسلب (اسباب) گران بہائے اورا

روز عماس (سخت لڑائی کا دن) اور لیلۃ الہریر (چکی کے شور والی رات) اب **روزِ ارماث** کا حال سنیئے۔ تمام سردارانِ عجم عجیب عجیب ہیئت کے ساتھ سروں پر زرنگار تاج اوڑھے ہوئے اور مرصّع پٹکے کمر پر باندھے ہوئے، عراقی گھوڑوں پر سوار صف آرا ہوئے اور ایسے تیراندازوں کو جو قادر انداز تھے ہاتھیوں پر بٹھایا اور اُن کے گرداگرد ہاتھیوں کی حفاظت کے لئے پیدل سپاہیوں کو مقدمۃ الجیش بنایا۔ اور عرب کا انداز اور ان کی سادہ وضعی معلوم ہی ہے (وہاں یہ طمطراق کہاں مگر) اس کے باوجود قدرت نے عجیب تصرّفات کئے۔ اوّلاً غالب بن عبداللہ اسدی اور عاصم بن عمرو تمیمی میدانِ جنگ میں آئے۔ رؤسائے عجم میں سے ایک شخص جس کا نام ہرمزان تھا غالب کے مقابل آیا اور سرداروں میں سے ایک دوسرا شخص عاصم کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ غالب نے نیزے سے زخمی کرکے اپنے مقابل (ہرمزان) کو زمین پر لٹا دیا اور پھر کمند سے باندھ کر سعد رض کے پاس پہنچا دیا۔ عاصم نے بھی اپنے مقابل پر حملہ کیا۔ اُس کے مقابل نے یقین کے ساتھ سمجھ لیا کہ وہ عاصم کے مقابلہ کا نہیں ہے تو وہ بھاگ نکلا۔ عاصم نے اس کا تعاقب کیا ہرچند اُس کو ڈھونڈا مگر نہ پایا تو اس کے بدلے میں ایک اونٹ سوار کو قابو میں کرکے لے آئے۔ سعد رض نے سوار اور سواری دونوں عاصم کو بطور حصّہ غنیمت دیدیئے۔ ثانیاً ایک تیرانداز جس کا تیر خطا نہیں ہوتا تھا عجم کی طرف سے عمرو بن معدیکرب سے مقابلہ کے لئے میدان میں آیا۔ مسلمانوں نے عمرو کو آگاہ کیا۔ عمرو نے اُس پر ایک تیر مارا جس کے زخم سے وہ گھوڑے سے زمین پر گرا۔ عمرو نے سرعت کے ساتھ پہنچکر اُس کا سر کاٹ دیا اور اس کا قیمتی پٹکا اور بیش قیمت سامان اپنے

بدست آورد ثالثاً مہران حاکم آذربیجان برباد پائے
عجیبے سوار تبختر کنان رُوی بمیدان نہاد و
بتقلید رستم میگفت الیوم ندق العرب دقاً
شخصے از حاضرانِ اوگفت انشاء اللہ آن بے
دولت برزبان راند شاء اللہ اولم یشاء درین
اثناء منذر بن حسّان ضبیؒ نیزہ در پہلوی او
خلانید واز اسپش غلطانید خواست کہ
خود پیادہ شدہ سرش بردارد اسپ منذر
رمید ساعتے بضبط اسپ مشغول ماند درین
توقف جریر بن عبداللہ بجلی از میمنہ لشکر
مانندِ باد باو رسید وسر او را برید منذر چون
بر سرِ صریع خویش آمد کشتہ یافت درباب سلب
او قیل وقال بلند شد آخر الامر بحکم سعد کمر بہ منذر
دادند وباقی سلب بجریر گویند قیمت کمر سی ہزار
بود وقیمت باقی سلب ہزار سپاہ عجم چون این
دار وگیر را دیدند فیلان را نیز حرکت نمودند جملۃً
حملہ برلشکرِ اسلام آوردند کتائب اسلامیہ را
متفرق ساختن گرفتند مقصدِ اصلی ایشان استیصال
قومِ بجیلہ بود زیرا کہ قتل مہران بردستِ جریر
بجلی واقع شدہ است نزدیک بود کہ بجیلہ
بالکلیۃ متاصل شوند سعد بطلیحہ اسدی
حکم فرمود کہ با قوم خود زود بمددِ ایشان رسد چون
دران معرکہ رسیدند عظیمے از عظماء عجم
بمبارزت برآمد طلیحہ دفعۃً بطعن نیزہ
بدوزخش فرستاد انگاہ

قبضہ میں لیا۔ ثالثاً مہران آذربیجان کا حاکم ایک تیز رفتار گھوڑے پر جو بہت اعلیٰ قسم کا تھا سوار ہو کر اکڑتا ہوا میدان میں آیا اور رستم کی تقلید میں کہنے لگا الیوم ندق العرب دقاً (آج ہم عربوں کو کوٹ ڈالیں گے) اُس کے پاس والوں میں سے ایک شخص نے کہا "انشاء اللہ"۔ وہ بدنصیب یہ کلمہ زبان پر لایا اِن شاء اللہ اولم یشاء (یعنی اللہ چاہے یا نہ چاہے) لڑائی کے دوران میں منذر ابن حسّان ضبیؒ نے اُس کے پہلو میں نیزہ مارا اور اس کو گھوڑے سے گرادیا، چاہا کہ خود پیادہ ہو کر اُس کا سر کاٹے لیکن منذر کا گھوڑا بدک گیا اور وہ ایک ساعت اُس کو قابو میں لانے کے لئے مشغول رہے اس توقف میں جریر بن عبداللہ بجلی میمنہ لشکر سے ہوا کی طرح نکل کر اُس کے پاس پہنچے اور اُس کا سر کاٹ ڈالا۔ منذر نے جب اپنے پچھاڑے ہوئے شخص کو مقتول پایا تو اُس پر سے اُتارے ہوئے سامان کے بارے میں بات بڑھی آخر کار سعدؓ کے حکم سے اُس کا پٹکا منذر کو دیا گیا اور باقی سامان جریر کو۔ کہتے ہیں کہ پٹکے کی قیمت تیس ہزار تھی اور باقی سامان کی دس ہزار۔ عجم کی افواج نے جب یہ پکڑ دھکڑ دیکھی تو وہ ہاتھیوں کو بھی حرکت میں لے آئے۔ اور لشکر اسلام پر سب نے مل کر حملہ کردیا اور اسلامی لشکروں کی صفوف کو متفرق کرنا شروع کردیا۔ اُن کا مقصدِ اصلی قوم بجیلہ کو برباد کرنا تھا کیونکہ مہران کا قتل جریر بجلی کے ہاتھ سے واقع ہوا تھا۔ قریب تھا کہ بجیلہ کلیۃً برباد ہوجائیں مگر سعدؓ نے طلیحہ اسدی کو حکم دیا کہ جلد اپنی قوم کو ساتھ لے کر اُن کی مدد کے لئے پہنچ جائے۔ جب یہ اُس معرکہ میں پہنچے تو عجم کے جنگی مردوں میں سے ایک بڑا شخص مقابلہ کے لئے نکلا طلیحہ نے پھرتی کے ساتھ نیزے کے ایک حملہ سے اُس کو دوزخ میں پہنچادیا۔ اس وقت

با جماعۂ خود یکبارگی بر پیل سواران
تیرباران کردند چنانکہ اکثرے منہزم
گشتند اشعث بن قیس کندی بانگ
بر قومِ خود زد کہ بنو اسد کارِ شیران
نمودہ اند شمارا چہ شدہ است اقوام
او نیز حملہ آوردند و بقیہ را زدہ زدہ
تا بہ قلب گاہِ لشکرِ عجم رسانیدند بعد
ازان جالیوس و ذوالحاجب از رؤسارِ
عجم با لشکرے بے حساب با فیلان ژیان
بر فوجِ اسلام حملہ آوردند درین اثنا غضبناک
از طرفِ سعد تکبیر چہارم بلند شد اہلِ
اسلام ہمہ باجمعہم کلمۂ طیبہ لاحولَ و
لا قوۃَ الاّ باللہ العلی العظیم گفتہ بر
کفّار ریختند و آسیای حرب بر بنی اسد و بجیلہ و کندہ
دائرگشت ازینجماعہ بسیارے بدرجۂ شہادت رسید
سعد بجانب عاصم بن عمرو تمیمی زود قاصدے دوانید
تا حیلہ سازد کہ راکبانِ فیلِ ازین طغیان پابدامان
گشند عاصم تیراندازانِ تمیم و اسد را فرمود کہ
تا بر فیلان ہجوم کردند و رُوئے ایشان را
باز گردانیدند انگاہ ندا درداد کہ حبالِ فیلان
را قطع نمایند چون حبال را بریدند راکبانؔ بر
زمین غلطیدند و دشمن پُشت داد سعد در
فکرِ تکفین و تجہیز قتلیٰ نتاد و مجروحان
را بر زنانِ لشکر سپردند تا مداواے ایشان
قیام کنند روزِ اغواث

اپنی جماعت کے ساتھ انھوں نے دفعتہً ہاتھیوں کے سواروں پر
تیروں کی بارش کر دی جس سے اکثر لوگ بھاگ گئے۔ اشعث
ابن قیس کندی نے اپنی قوم کو للکارا کہ بنو اسد (طلیحہ کے قبیلے
والے) شیروں کا کام کر رہے ہیں تمھیں کیا ہو گیا تو اُن کی
قوم کے لوگوں نے بھی سخت حملہ کر دیا اور باقی ماندہ لوگوں
کو مارتے مارتے لشکر گاہِ عجم کے قلب تک پہنچا دیا۔ اس کے
بعد جالیوس اور ذوالحاجب نے جو عجم کے رئیسوں میں سے
تھے بیشمار لشکر کے ساتھ مع غضبناک ہاتھیوں کے اسلامی
فوج پر حملہ کیا۔ اس دَوران میں سعدؓ کی طرف سے چوتھی
تکبیر بلند ہوئی (جس کو سُنکر) تمام اہلِ اسلام سب کے سب
کلمۂ طیبہ لاحولَ ولاقوۃ الاّ باللہ العلیّ العظیم کہتے ہوئے
کُفّار پر جا پڑے اور جنگ کی چکّی بنی اَسد اور بجیلہ اور
کندہ پر گھومنے لگی ان قبائل کے بہت سے لوگ درجۂ شہادت
پر پہنچے۔ سعدؓ نے عاصم بن عمرو تمیمی کے پاس قاصد دوڑایا
کہ جلد کوئی ایسا حیلہ کر دیں کہ ہاتھیوں کے سواروں کے اس
طوفان میں پاؤں اُکھڑ جائیں (کہ ان سے زیادہ نقصان
پہنچ رہا ہے) عاصمؓ نے تمیم اور اسد کے تیراندازوں کو
حکم دیا جس سے سب کے سب نے ہاتھیوں پر تیراندازی شروع
کر دی اور اُن کے رُخ موڑ دیئے ایسے وقت اُنھوں نے
للکارا کہ ہاتھیوں کے رسّے (جن سے ہودے بندھے ہوتے تھے)
کاٹ ڈالو! جب رسے کاٹے گئے تو سب سوار لڑھک کر زمین
پر گر پڑے اور دشمن پُشت پھیر کر بھاگے۔ اب سعدؓ نے
اپنے مقتولین کو کفنانے دفنانے کا انتظام کیا اور زخمیوں
کو لشکر کی عورتوں کے سپرد کیا تاکہ وہ اُن کی مرہم پٹی اور
دیکھ بھال کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔ حال روزِ اغواث۔

حضرتِ فاروق رضی برائے ابو عُبیدہ امیر الأمراء شام نوشتہ بود کہ فوجے ترتیب دادہ بسر کردگی ہاشم بن ابی وقاص بمددِ سعد بفرستد باتفاقِ حسن قعقاع کہ مقدمۂ لشکر ہاشم بود بایک ہزار و پانصد سوار درین حالت رسید جماعۂ خود را دہ قسم ساخت و فرمود یک طائفہ مسلّح و مکمّل اوّلاً در عسکرِ اسلام داخل شوند چون داخل شدند قسمتے دیگر نمایان گردد الیٰ آخر الاقسام چون نظر اہلِ لشکر برین جماعہ افتاد دل قوی شدند بالجملہ قعقاع در قسمِ اوّل بہ لشکرِ اسلام در آمدہ بمصاف پیوست و مسلمین را بر حرب کفار تحریض تمام نمود و مُبارز طلبید از ان طرف ذوالحاجب بر آمد قعقاع چون دانست کہ ذوالحاجب است بانگ برداشت یا ثاراتِ (انتقام) اصحابِ الجسر انگاہ باندک فرصتے بدوزخش رسانید و باز مُبارز دیگر خواست بُندان و فیروزان تاختہ بمیدان آمدند حارث بن ظبیان بمددِ قعقاع رسید فیروزان بمقابلۂ قعقاع و بُندان حریف حارث شد ہر دو پہلوان غنیم خود ہا را کشتند و بسببِ قتل آنہا کسرِ عظیمے در لشکرِ کسرٰے اُفتاد

حضرت فاروق رضی نے شام کے امیر الامراء ابو عبیدہ رضی کو لکھا تھا کہ ایک فوج تیار کر کے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کی سر کردگی میں سعد ابن ابی وقاص کی مدد کے لئے بھیجیں۔ حُسنِ اتفاق سے قعقاع جو کہ ہاشم کے لشکر کے کمانڈر تھے ایک ہزار پانچسو سواروں کے ساتھ اس شدید جنگ کی حالت میں پہنچ گئے۔ اُنھوں نے (یہاں پہنچنے سے پہلے) اپنی فوج کے دس حصے کر دیتے اور حکم دیا کہ پہلے ایک حصہ مسلّح اور مکمّل حالت میں (یعنی ڈیڑھ سو مجاہدین) اولاً لشکرِ اسلام میں داخل ہو جائیں۔ جب وہ شامل ہو چکیں تو دوسرا حصہ نمایاں ہو۔ اسی طرح ہر ایک حصہ آخر تک داخل ہوتا رہے۔ جب اہلِ لشکر کی نظر ان امدادی دستوں پر پڑی تو ان کے دل قوی ہو گئے۔ چنانچہ قعقاع جو اس لشکر اسلام کے پہلے دستہ کے کمانڈر تھے آکر جنگ میں شریک ہوئے اور اُنھوں نے مسلمانوں کو کفار کے ساتھ لڑنے پر جوش دلانا شروع کر دیا اور کفار سے مبارز طلب کیا (یعنی کوئی میرے مقابلہ پر آئے) اُس طرف سے ذوالحاجب نکلا۔ قعقاع کو جب معلوم ہو گیا کہ یہ ذوالحاجب ہے تو اُنھوں نے للکار کر کہا یا ثارات اصحاب الجسر (پُل کی جنگ میں جو شہید ہوئے تھے اُن کے خون کا بدلہ لینے کا موقع آگیا۔ وہ نقصان اسی ذوالحاجب نے پہنچایا تھا۔) بس تھوڑے سے وقفہ کے بعد قعقاع نے اُس کو دوزخ میں پہنچا دیا اور پھر اور مُبارز طلب کیا تو بُندان اور فیروزان گھوڑے دوڑاتے ہوئے میدان میں آگئے۔ اِدھر سے حارث بن ظبیان قعقاع کی مدد کے لئے پہنچ گئے۔ فیروزان تو قعقاع کے مقابلہ پر آیا اور بُندان حارث کے مقابلہ پر۔ دونوں بہادر پہلوانوں نے اپنے اپنے حریفوں کو مار ڈالا۔ ان کے قتل سے کسریٰ کے لشکر میں ایک عظیم کسر (یعنی شکستگی) واقع ہو گئی۔

گویند قعقاع سی دفعہ درین روز بر لشکرِ
کفار حملہ آورد و ہر دفعہ کارے کرد و درین
وقت دانایانِ لشکرِ اسلام شتران را جلال (جمع جل)
واسع پوشانیدہ بر شکلِ مہیب نمودار کردند
آنچہ فیولِ عجم دیروز با خیولِ عرب کردہ
بودند امروز جمالِ عرب با افراسِ (اسپان) فرس
بعمل آوردند چون (شتران) ہنگام نصف النہار در رسید
ہر دو فریق ساعتے مشغول استراحت شدند
بعد از نمازِ پیشین (ظہر) نارِ حرب مشتعل شد
گویند سعد بن ابی وقاص ابو محجن را بواسطہ
شُربِ خمر محبوس ساختہ بود چون ابو محجن
این حالت مشاہدہ نمود غیرتِ اسلامش
بجوشید از اُمّ ولدِ سعد درخواست کہ
وے را از حبس خلاص کند و اسپِ ابلقِ
سعد و سلاحِ او عاریت دہد بقرار آنکہ
اگر حیات باقی است خود را در محبس رساند
اُمّ ولد سعد ہمچنان کرد و ابو محجن نعرہ زنان
بمیدان در آمد و تردّدے بکار برد کہ جمیع
لشکر استحسانِ او کردند بلکہ گمانِ
جمعے آن شد کہ او خضرؑ ست کہ بمددِ
لشکر اسلام رسیدہ طائفہ را نظر بر آنکہ ملکے
برائے نصرِ ایشان نازل شد روزِ دیگر
چون حالِ ابو محجن بر سعدؓ واضح
شد بدل جوئی وے در آمد و
گفت من بعد ترا در حبس

کہتے ہیں کہ قعقاعؓ نے اس دن لشکر کفار پر تیسؓ دفعہ حملہ کیا اور
ہر حملہ میں بڑا کام کیا۔ اس موقع پر لشکر اسلام کے بعض دانشمندوں
نے اونٹوں کو (گودڑ باندھ کر ان کے بدن کو خوب پھیلایا اور)
کشادہ جھولیں پہنا کر ہیبتناک شکل پر نمودار کیا تو جو کچھ
عجم کے ہاتھیوں نے عرب کے گھوڑوں کے ساتھ کیا تھا (کہ وہ
ان کو دیکھ کر بدکنے اور قابو سے باہر ہونے لگے تھے) وہی کام
آج عرب کے اونٹوں نے فارس کے گھوڑوں کے ساتھ کیا۔ جب
لڑتے لڑتے دوپہر ہو گیا تو دونوں فریق ایک ساعت کے
لئے کچھ آرام کرنے لگے۔ ظہر کی نماز کے بعد پھر جنگ کی آگ
مشتعل ہوئی۔ کہتے ہیں کہ سعدؓ بن ابی وقاص نے شراب پینے
کی بنا پر (اپنے جائے قیام پر) ابو محجن کو محبوس کر رکھا تھا۔
جب ابو محجن نے اس حالت کا مشاہدہ کیا (ان کے محبس کے
دریچہ سے میدانِ جنگ نظر آتا تھا انھوں نے دیکھا کہ کفار کا
دباؤ بڑھ رہا ہے) تو اُن کی غیرتِ اسلامی نے جوش مارا
اور اُنھوں نے سعدؓ کی اُمّ ولد سے درخواست کی کہ وہ اُس کو
قید سے خلاص کر دے اور سعدؓ کا ابلق گھوڑا اور اُن کے ہتھیار
عاریۃً دیدے اس اقرار پر کہ اگر زندگی باقی رہی تو وہ پھر اپنے
کو محبس میں پہنچا دے گا۔ سعدؓ کی اُمّ ولد نے ایسا کر دیا،
ابو محجن نعرے مارتے ہوئے میدان میں جا پہنچے اور دشمنوں
پر اتنے سخت حملے کئے کہ تمام لشکر اسلام اُن کی تعریف
کرنے لگا۔ بلکہ ایک جماعت کا گمان یہ ہو گیا کہ یہ خضرؑ ہیں
جو لشکر اسلام کی مدد کے لئے پہنچ گئے ہیں اور ایک جماعت
کا خیال یہ ہو گیا کہ یہ کوئی فرشتہ ہے جو اُن کی مدد کے لئے
نازل ہوا ہے۔ دوسرے دن جب ابو محجن کا حال سعدؓ پر واضح
ہوا تو وہ اُن کی دلجوئی کرنے لگے اور کہا کہ اب میں تجھے قید میں

نگزارم ابو محجن گفت من نیز از سر صدق و اخلاص عزم کردم کہ باز گردِ آن خبیث نگردم روز عماس قعقاع جماعہ خود را فرمود کہ بغیر اطلاع لشکر اسلام بصفتِ روز گزشتہ دہ دہ فرقہ شوند و باشکالِ عجیبہ در آیند تا مسلمانان درین ظن افتند کہ فوج ہاشم رسیدہ است بالجملہ چنان کردند و متعاقبِ ایشان لشکر ہاشم رسید و وے نیز صنیعِ قعقاع در قوم خود مرعی داشت ازین راہ اطمینان اہلِ لشکر دو بالا گشت دران روز اوّلاً مُطاردہ بود بعد ازان مُراماۃ بعد ازان مُرامحہ بعد ازان مُسابقہ بعد ازان مُصارعہ ہاشم با جوقِ اوّل

نہیں ڈالوں گا۔ ابو محجن نے کہا کہ میں نے بھی سچائی اور اخلاص سے یہ عزم کر لیا ہے کہ آئندہ اس خبیث (یعنی شراب) کے قریب بھی نہ آؤں گا۔ **روزِ عماس کے واقعات۔** قعقاع نے اپنی جماعت کے لوگوں کو حکم دیا کہ لشکرِ اسلام کے شرکاء کی نظروں سے بچ کر (دُور نکل جائیں اور پھر) گزشتہ دن کی طرح دس دس جماعتیں بن کر کچھ اوپری وضع بنا کر آئیں تاکہ عام مسلمانوں کو یہ گمان ہو جائے کہ اب ہاشم کی فوج ہماری مدد کے لئے پہنچ گئی ہے۔ چنانچہ اُنھوں نے ایسا کرنا شروع کر دیا اور (یہ اللہ کا فضل ہوا کہ) ان کے پیچھے ہاشم کا لشکر بھی پہنچ گیا اور اُنھوں نے بھی قعقاع کی روِش اپنے ساتھیوں کو لشکرِ اسلام تک پہنچانے میں اختیار کی۔ اس طریقہ پر عمل کرنے سے لشکر والوں کا اطمینان دوگنا ہو گیا۔ اس دن میں تجویز کیا گیا تھا کہ اوّلاً عام حملہ ہو، اس کے بعد تیر اندازی، اس کے بعد نیزہ بازی، اس کے بعد دفعۃً ہلّہ بول کر آگے بڑھنا، پھر کُشتی لڑ کر پچھاڑنا۔ ہاشم نے اپنے پہلے ساتھیوں کے ساتھ

ع ۵ واقدی نے اس قصہ کو اسی طرح روایت کیا ہے اور غالباً ان ہی سے دیگر مورخین نے اخذ کر لیا۔ اور تاریخ کامل ابنِ اثیر میں یہ لکھا ہے کہ وہ اپنے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ اذا متُّ فادفنّی الیٰ جنب کرمۃٍ ۔ تروّی عظامی بعد موتی عروقہا۔ ولا تدفننّی فی الفلاۃِ فانّنی۔ اخافُ اذا ما متُّ ان لا اذوقہا۔ جب میں مر جاؤں تو مجھے انگور کے برابر دفن کرنا تاکہ میری ہڈیاں میرے مرنے کے بعد اس کی جڑ سے بہرہ اندوز ہوتی رہیں۔ اور مجھے کھلے میدان میں نہ دفن کرنا کیونکہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ جب میں مر جاؤں تو اس کو چکھنا نصیب نہ ہوگا۔ جس کی اطلاع سعد کو پہنچا دی گئی اور انھوں نے ان کو گرفتار کر کے اپنے جائے قیام پر محبوس کر دیا۔ کامل ابن اثیر میں ان کا بیان نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کے بعد میں نے کبھی شراب نہیں پی۔ صرف ان اشعار کی بناء پر سعدؓ نے گرفتار کر لیا تھا۔ یہ غلط ہے کہ شراب پیتے ہوئے پکڑے گئے تھے۔ اور یہ بات مستبعد بھی ہے کہ شراب پیتے ہوئے دیکھ کر پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر محبوس کر دیا جاتے۔ اگر شراب پینا ثابت ہو جاتا تو اس کی حد کا جاری کرنا اتنا طویل کام نہیں تھا کہ اس کو آئندہ وقتِ فرصت پر موقوف رکھا جاتے اور ایسے بہادر مجاہد کی خدمت سے اپنے لشکر کو محروم رکھا جاتے اس کا اجراء فوراً کر دیا جاتا چالیس کوڑے لگوا دینا چند منٹوں کی بات تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعدؓ کی نظر میں یہ الزام محتاج ثبوت تھا جس کی سماعت میں وقت صرف ہوتا۔ اسی لئے گرفتار کر کے محبوس کر لیا تھا کہ بوقتِ فرصت اس کی تحقیق کی جائیگی۔ پھر جب ابو محجن نے سعدؓ کی بی بی سلمیٰ سے حقیقت بیان کر دی ادھر ان کی بے نظیر شجاعت سے بڑا اثر پیدا ہو چکا تھا تو ان کو خود آ کر کھول دیا اور عزت کے ساتھ رہا کر دیا۔ واقدی کو محدثین نے غیر معتمد قرار دیا ہے۔ کامل ابنِ اثیر میں جو کچھ لکھا ہے وہ قیاس کے مطابق ہے ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

برمیمنۂ عجم حملہ کردہ صفوفِ ایشان
رامتفرق ساخت وتا بمسافتے تاختہ رفت۔
باز عمرو بن معدیکرب یارانِ خودرا برائے
حرب مہیا نمود و بر قلبِ لشکرِ کفار تاخت و
بسیارے راکشت فارسانِ فرس بیکبارہ
متوجہ اوگشتند وغبارے عظیم برخاست دران
میان عمرو بن معدیکرب ناپدید گشت واسپِ
اوکشتہ شد عمرو فی الحال پای اسپ سوارے را
ازسوارانِ عجم محکم گرفت تا آنکہ از رفتار باز
ماند سوار چون مجالِ مقاومت باوے ندید
از اسپ پیادہ گردید عمرو رض بران اسپ سوار
شد وبسلامت از قلبِ لشکرِ کفار برآمد
دیگر بار سوارے از فوجِ عجمی جولان نمود
ومبارز خواست مردے از اہلِ اسلام قصیر
القامت وصغیر الجثۃ درمعرض قتال درآمد
عجمی بیک ضرب آن مرد مسلمان را از اسپ
بینداخت وخود نیز از اسپ فرود آمد وبسینہ او
نشست تا اورا بکشد درین حال لطیفۂ غیبی دررسید
کہ اسپ عجمی رم خورد و عجمی رسن اسپ در
کمر خود بستہ بود اسپش بہمان رسن از سینۂ
مسلمان برداشت آن مسلمان بسلامت برجست
وشمشیر بر فرقِ او زد وبدوزخش فرستاد ومشاہدۂ
این لطیفہ موجب اطمینان قلوب مسلمانان شد چون کافران حال را
بدین منوال معاینہ نمودند ابطال (بہادران ۱۲) وافیال (جمع فیل ۱۲) خودرا باز
آراستند ودو جوق ساختند

عجم کے میمنہ پر حملہ کردیا اور اُن کی صفوں کو درہم برہم کردیا اور دُور تک گھستے چلے گئے۔ پھر عمرو بن مَعدیکرب نے اپنے ساتھیوں کو لڑنے کے لئے تیار کیا اور لشکرِ کفّار کے قلب پر حملہ کردیا اور بہت لوگوں کو مار ڈالا اس پر فارس کے سوار ایک بار اُن پر دَوڑ پڑے اور بہت بڑا غبار اُٹھ کھڑا ہوا جس میں عمرو بن معدیکرب چھپ گئے اور (اُن پر یہ حادثہ پیش آیا تھا کہ) اُن کا گھوڑا مارا گیا تھا تو عمرو نے فوراً ہی ایک گھوڑے کے پاؤں مضبوط پکڑ لئے جس پر ایک عجمی سوار تھا۔ یہاں تک کہ گھوڑا آگے نہ چل سکا۔ سوار نے جب اپنے میں مقاومت کی طاقت نہ پائی تو وہ گھوڑے سے اُتر کر پیدل ہوا اور عمرو فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر لشکرِ کفّار کے قلب سے سلامتی کے ساتھ باہر آگئے۔ اسی وقت ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ فوجِ عجم میں سے ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور اس نے مبارز طلب کیا (یعنی چیلنج کیا کہ کوئی مقابلہ پر آئے) اہلِ اسلام میں سے ایک شخص پستہ قد لاغر اندام میدان جنگ میں نکلا۔ عجمی نے ایک ہی ضرب میں اس کو گھوڑے سے نیچے گرادیا اور وہ بھی اپنے گھوڑے سے اُتر آیا اور اُس کے سینہ پر بیٹھا تاکہ اس کو مار ڈالے۔ اسی حال میں ایک لطیفہ غیبی آپہنچا۔ عجمی کا گھوڑا دفعۃً اُچھلا اور عجمی نے اُس کی رسّی اپنی کمر سے باندھ رکھی تھی۔ اُس کے گھوڑے نے اُسی رسّی سے اُس کو مسلمان کے سینہ سے اُٹھا کر گرادیا۔ مسلمان نے فوراً اُٹھ کر اس کے سر پر تلوار ماری اور اُس کو دوزخ میں پہنچا دیا۔ اس لطیفہ کا مشاہدہ مسلمانوں کے دلوں کے لئے اطمینان کا موجب ہوا (کہ اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہوگئی ہے) اور جب کافروں نے حالات کے اس طور کا مشاہدہ کیا تو اپنے بہادروں کو اور اپنے ہاتھیوں کو پھر صف بستہ کیا اور ان کے دو حصّے کردیئے اور لشکرِ اسلام کے

روبروی لشکر اسلام شدند مقدم جوقِ اوّل فیلِ
و آنجماعہ مواجہہ (روبرو ۱۲) قعقاع و عاصم شدند
و مقدم جوقِ ثانی فیلِ اَجْرَب (قطران مالیدہ ۱۲) و آن طائفہ
مقابلہ جمال بن مالک اسدی بفرمانِ سعدؓ
قعقاع و عاصم نیزہا برداشتہ یکبار متوجہ
بجانبِ فیلِ ابیض شدند و جمال باقرینِ
دیگر قصدِ فیلِ اَجرب نمود و باہر یکے جمعے
ہمراہ شدہ حارسانِ فیلان را بزخم تیر متفرق
ساختند و این چہار جوانمرد بفیلان رسیدہ
نیزہائے خود را حوالہ چشم فیلان نمودند
فیلان نعرہ زنان تا بہ لشکرگاہِ خود گریزان
برگشتند و اہلِ لشکر را متفرق گردانیدند بعد
ازان مسلمانان آواز تکبیر بلند برداشتہ
مشغولِ حرب و ضرب شدند و تا بشب
ہمین معاملہ ماند لیلۃ الہریر بعد العشائین
از طرفین مشعلہا افروختہ بیشتر متقیدِ قتال
شدند و خدائے عزّ و جلّ صبرِ عظیم در
دلِ مسلمین القاء فرمود یک فوج بفوجِ
دیگر در پیوست تا آنکہ اصواتِ مردم از
سعد و رستم ہر دو منقطع گشت و تمام شب
بہمان صفت گزشت در دلِ شب سعد
بجنابِ کبریا التجا نمودہ مشغول بدعاء و
زاری شد درین حال نوید فتح بگوش
وہوشِ او در دادند علی الصباح بمسلمانان
تسلّی دادہ و بر زیادتِ اجتہاد در حرب

مقابلہ پر آئے۔ پہلے حصہ میں سب سے آگے سفید ہاتھی کو رکھا
اور یہ حصہ قعقاعؓ اور عاصم کے مقابلہ پر آیا۔ اور دوسرے
حصّہ میں سب سے آگے فیلِ اَجْرَبْ (یعنی چکنے ہاتھی) کو رکھا،
اور یہ حصّہ جمال بن مالک اسدی کے مقابلہ پر آیا۔ سعدؓ کے حکم
سے قعقاعؓ اور عاصم نے نیزے اُٹھائے اور اُس سفید ہاتھی
کی طرف متوجہ ہوگئے۔ اور جمال نے دوسرے شخص کی معیّت
میں چکنے ہاتھی کا قصد کیا اور ہر ایک کے ہمراہ ایک جماعت ہوگئی
ان لوگوں نے ہاتھیوں کے نگہبانوں کو تیروں کے زخم پہنچا کر
متفرّق کردیا اور ان چاروں بہادروں نے (دونوں) ہاتھیوں
تک پہنچ کر اپنے نیزوں کو ہاتھیوں کی آنکھوں پر مارا۔ ہاتھی
چنگھاڑتے ہوئے لوٹے اور بھاگتے ہوئے اپنی لشکرگاہ میں
جا گھسے اور اہلِ لشکر کو متفرّق کردیا۔ اس کے بعد مسلمانوں
نے تکبیر کے نعرے بلند کئے اور حرب و ضرب میں مشغول ہوگئے
اور رات تک یہی معاملہ رہا۔ لیلۃ الہریر۔ مغرب اور عشاء کے بعد
طرفین کی جانب سے مشعلیں روشن ہوگئیں اور پہلے سے زیادہ
تیزی کے ساتھ قتال میں مصروف ہوگئے اور اللہ عزّ و جلّ نے
بہت بڑا صبر مسلمانوں کے دلوں میں ڈال دیا۔ ہر فوج اپنی
مقابل فوج کے ساتھ گتھم گتھا ہو رہی تھی یہاں تک لوگوں کی
آوازیں بلند ہو رہی تھیں جن سے سعدؓ کی اور رستم کی دونوں
کی آوازیں دب گئیں اور تمام رات اسی طرح (لڑتے ہوئے)
گزر گئی۔ وسطِ شب میں سعدؓ نے جناب کبریا میں دعائیں اور
گریہ و زاری شروع کی۔ اس حالت میں فتح کی خوش خبری
منجانب اللہ ان کو دی گئی (بذریعہ خواب یا ہاتفِ ہاتف جس
سے ان کو اطمینان ہوگیا) علی الصباح انھوں نے مسلمانوں کو
(یہ خوش خبری سُنا کر) تسلّی دی اور جنگ میں پہلے سے اور زیادہ

ترغیب فرمود بتائیدِ الٰہی این موعظۃ دلہائے مسلمانان را اطمینان افزود و تاثیر بلیغ نمود تا آنکہ صبحوۃ کبریٰ (چاشت) ریاحِ نصر وزیدن آغاز کرد کہ ہر تیرے کہ از لشکرِ اسلام روان می شد بأعداء می رسید و از اعداء ہر حربہ کہ مے آمد منعکس مے اُفتاد درین فرصت غزات مسلمین از مراکب و جنائب (اسپان غیر تل) چقدر ہا کہ در حوطۂ تصرّف نیاوردند انجام کار نزدیک رستم رسیدند و ہلال بن علقمہ سر رستم بریدہ بر نیزہ آویختہ ندا درداد اَلَا اِنِّی قَتَلْتُ رُستماً چون این ندا شنیدند و کُشتہ شدنِ رستم بر سپاہِ عجم محقق شد مقہور و مخذول رُو بگریز نہادند و مسلمانان بتعاقبِ آنہا تاختہ چہ مقتلہا کہ بظہور نہ رسانیدند و جَسدِ مُردہ رستم راپیشِ سعد آوردند و وے بدیدنِ این کرامت شکر الٰہی بجا آورد و بعد ازان فتحِ قلعہ قادسیہ کردند و جمعے کثیر بہ سی ہزار گریختگان جمع شدہ بودند سعد لشکرے عظیم فرستاد تا آن جمع را متفرق ساختند من بعد نامۂ فتح برائے فاروقِ اعظم رض نوشت وے رضی اللہ عنہ و جمیع اصحاب رض ازین بشارت مسرور و مبتہج گشتہ محامدِ ایزدی بجا آوردند و شمارِ مقتولانِ کفار در معرکۂ قتال و بعد وزیدنِ نسیم فتح در فتحِ قلعہ قادسیہ

کوشش اور ثابت قدم رہنے کی ترغیب دی۔ اللہ تعالےٰ کی مدد سے مسلمانوں کے قلوب میں اطمینان بڑھ گیا اور آپ کی نصیحتوں کا دلوں پر بڑا اثر ہوا (کہ تھکے ہوئے اجسام میں تازہ روح دوڑ گئی) یہاں تک کہ بوقتِ چاشت (اللہ تعالےٰ کی) مدد کی ہوا چلنا شروع ہو گئی کہ جو بھی تیر لشکرِ اسلام کی طرف سے چلایا جاتا تھا وہ دشمنوں پر پہنچ کر اپنا پورا کام کرتا تھا اور دشمنوں کی طرف سے جو حربہ بھی مسلمانوں پر پھینکا جاتا تھا وہ بے کار ہو کر گر جاتا تھا۔ اس موقع پر مسلمان غازیوں نے بے شمار اونٹوں اور اصیل گھوڑوں پر قبضہ کر لیا۔ غازیانِ اسلام لڑتے لڑتے رستم کے پاس پہنچ گئے اور ہلال بن علقمہ نے رستم کا سر کاٹ کر نیزے پر لٹکا کر بلند آواز سے ندا کر دی اَلَا اِنِّی قَتَلْتُ رُستماً (لوگو! سن لو میں نے رستم کو قتل کر دیا) جب عجمیوں نے یہ آواز سنی اور سپاہِ عجم پر رستم کا مارا جانا ثابت ہو گیا تو وہ مغلوب اور رسوا ہو کر بھاگنے لگے اور مسلمان اُن کے تعاقب میں دوڑتے رہے قتل کا اس قدر وقوع ہوا کہ حساب میں آنا دشوار ہے۔ اور رستم کے مُردہ جسد کو سعد رض کے سامنے لایا گیا۔ آپ (اللہ کے) اس فضل کو دیکھ کر اللہ تعالےٰ کا شکر بجا لاتے۔ اس کے بعد مسلمانوں نے قادسیہ کا قلعہ فتح کیا۔ اور شکست کھا کر بھاگنے والوں کی تیس ہزار کی ایک تعداد مجتمع ہو گئی تھی۔ سعد رض نے ایک عظیم لشکر بھیجا جس نے پہنچ کر سب کو تتر بتر کر دیا۔ اس کے بعد نامۂ فتح حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھا آپ رض اور تمام اصحاب رض اس بشارت سے پُر مسرت اور بہت خوش ہوئے اور سب نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور شکر کیا۔ اور معرکۂ قتال میں مقتولینِ کفار کے شمار اور نسیم فتح چلنے کے بعد اور قادسیہ کے قلعہ کے فتح کے موقعہ پر جو کفار قتل ہوئے اور شکست

وتفریق جماعہ کہ از گریختگان جمع شدہ بودند بصد
ہزار رسید واز لشکر اسلام قبل لیلۃ الہریر دہ ہزار
وپانصد مرد ودر لیلۃ مذکورہ وروز مسطور نزدیک
فتح قلعہ شش ہزار کس بدرجہ علیاء شہادت در رسیدند
بعد ازان سعد بن ابی وقاص خمس غنیمت را ارسال
دار الخلافت نمود وباقی بر غزات تقسیم فرمود بعد ازانکہ
غزات اسلام آسایشی کردند واستراحتے نمودند حضرت
فاروق رض برائے سعد حکم فرستاد کہ بجانب فتح مداین
ہمت گمار وسعد باہتمام تمام بترتیب جیوش قیام
نمودہ طرف مداین روان شد ودر اثناء راہ بعض
بلاد را بطریق صلح وبعضے دیگر را بطور عنوۃ مفتوح
ساخت وطائفہ را کہ در بابل سکونت داشتند بعد
محاربہ متفرق گردانید درین دار وگیر شصت ہزار سوار
در رکاب سعد حاضر بود چون خبر توجہ سعد بہ یزدجرد
رسید امارت سپاہ بہر کہ میفرمود از خوف سعد قبول
نمی نمود لاچار طرف شرقی دجلہ درمیان شہر اقامت گاہ
خود ساخت وغربی آن را از برائے سعد گذاشت و
پل را ویران کردند وکشتی ہا باز کشیدند فارسان اسلام
متوکلاً علی اللہ دران بحر زخار خوض نمودہ بسلامت
عبور فرمودند ویزدگرد آنچہ توانست از اموال سبک
بار گران بہا با خود برداشتہ جانب حلوان روان شد
سعد قعقاع را بتعاقب وی فرستاد وعمرو بن
مقرن را بضبط وجمع غنائم مامور ساخت
اہل تاریخ حساب آنچہ کہ از غنائم
مداین وآنچہ قعقاع

خوردہ لوگوں کے اجتماع کے متفرق کرنے کے موقع پر جو کفار قتل کئے
گئے ایک لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ اور لشکر اسلام میں سے لیلۃ الہریر
سے پہلے دس ہزار پانچسو اور لیلۃ الہریر اور اُس خاص یوم میں جس کا
حال ابھی ذکر کیا ہے قلعہ کے فتح ہونے کے وقت تک چھ ہزار آدمی
شہادت کے بلند مقام پر پہنچے۔ اس کے بعد سعد بن ابی وقاص رض نے
غنیمت کا پانچواں حصہ دار الخلافت میں روانہ کیا اور باقی غازیوں پر
تقسیم کیا۔ پھر جب کہ مجاہدین اسلام نے آرام کر لیا اور بخوبی راحت
حاصل کر لی تو حضرت فاروق رض کا سعد رض کے پاس حکم پہنچا کہ اب مدائن
کو فتح کرنے کی ہمت کریں۔ سعد رض پوری کوشش کے ساتھ فوجوں کی
نظم وترتیب میں لگ گئے اور مدائن کی طرف روانہ ہوگئے، اس دوران
میں بعض شہر بطریق صلح کے اور بعض جنگ کے دباؤ کے ساتھ
فتح کرلئے اور ایک گروہ کو جو بابل میں سکونت رکھتا تھا جنگ کے
بعد متفرق کر دیا۔ اس دار وگیر کے وقت حضرت سعد رض کے ہمرکاب
ساٹھ ہزار سوار تھے۔ جب سعد رض کے (مدائن کی طرف) متوجہ ہونے
کی خبر یزدجرد کو پہنچی تو (اس نے پھر مقابلہ کا ارادہ کیا لیکن)
فوج کی امارت کے لئے جس سردار کو بھی تجویز کرتا تھا وہ سعد رض کے
خوف سے قبول نہیں کرتا تھا۔ مجبور ہو کر دجلہ کی جانب شرقی میں
شہر کے درمیان اُس نے اپنی جائے قیام بنائی اور اُس کی غربی
جانب کو سعد کے لئے چھوڑ دیا اور پُل کو خراب کر دیا اور کشتیاں
وہاں سے دُور کر دی گئیں۔ اسلامی سوار اللہ کے توکل پر اس
بحر زخار میں گُھس گئے اور سلامتی کے ساتھ عبور فرما گئے۔ یزدجرد جو کچھ
ہلکے اور قیمتی اموال میں سے اپنے ساتھ لیجا سکا لے کر حلوان کی طرف
روانہ ہو گیا۔ سعد رض نے قعقاع کو اُس کے تعاقب میں بھیجا اور عمرو
ابن مقرن کو اموالِ غنیمت کے منضبط اور جمع کرنے پر مامور کیا۔ اہل تاریخ
نے جو کچھ کہ مدائن کی غنیمتوں سے حاصل ہوا اور جو کچھ قعقاع نے

از بنگاہ یزدگرد نہب نمودہ نوشتہ اند تفصیل آن در ینجا متعذر است بالجملہ چون تفرقِ کلی بحالِ سپاہ عجم راہ یافت یزدگرد بحلوان اقامت نمود و لشکر بسیارے از عجم در شہر حلولا بسرکردگی مہران رازی مجتمع شدند و باہم عہد بستند برآنکہ نگریزند و استقامت ورزند و جمعے کثیر از ہزیمت زدگان نیز بالیشان ملحق شدند سعد حقیقتِ حال بعرض حضرت فاروق رض رسانید و ے رضی اللہ عنہ حکم فرستاد کہ دوازدہ ہزار کس بسرکردگی ہاشم بن عتبہ بجانب حلولا روان کند بالجملہ ایشان را با سپاہِ عجم ہشتاد بار مصاف درمیان آمد و در آخر ہزیمت بر کفار افتاد غنائم بے حساب بدست مسلمانان آمد یزدگرد چون این خبر شنید از حلوان برخاستہ بجانب رَیّ روان گردید و فوجے را در حلوان گذاشت ہاشم این ماجرا بسعد نوشت سعد رض فرمود جہدے کن و اہتمامی نما و حلوان را بہر وجہ در تصرف آر قصہ کوتاہ حلوان نیز مفتوح شد باز سال بستم حضرت فاروق رض سعد بن ابی وقاص را از جہتِ اظہار شکایتِ مردم و بیم و اختلاف قوم برائے بحضورِ خود طلبید چون این معنی بگوش یزدگرد رسید فرصت را غنیمت دید و با نواعِ حیَل اہلِ رَیّ و خراسان و ہمدان و نہاوند را رفیقِ خود گردانیدہ لشکرے بیحساب بہم آورد گویند صد و پنجاہ ہزار مرد جمع شدہ بود بسرکردگی فیروزان بجانبِ عراق روان نمود چون این ماجرا بعرضِ امیر المومنین رسید نعمان بن مقرن را فرمود تا بتدبیرِ حرب زود قیام نماید

یزدجرد کے جائے قیام سے لوٹا سب کا حساب لکھا ہے۔ یہاں اس کی تفصیل لکھنا دشوار ہے۔ المختصر جب عجم کی فوج بالکل پارہ پارہ ہوگئی تو یزدجرد نے حلوان میں قیام کر لیا اور عجمیوں کا بہت سا لشکر شہر حلولا میں مہرانِ رازی کی سرکردگی میں اکٹھا ہو گیا۔ اور اہلِ لشکر نے باہم عہد کیا کہ وہ بھاگیں گے نہیں اور جمے رہیں گے اور ہزیمت زدہ لوگوں کی ایک بڑی جماعت بھی ان سے آملی۔ سعد رض نے حقیقتِ حال کو حضرتِ فاروق رض کی خدمت میں پہنچایا۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے حکم بھیجا کہ بارہ ہزار آدمی ہاشم بن عتبہ کی سرکردگی میں حلولا روانہ کر دیں۔ مختصر یہ ہے کہ عجم کی فوجوں کے ساتھ ان کی جنگ اسّی ۸۰ مرتبہ ہوئی ہے۔ آخر میں کفار کو شکست ہوئی اور بے حساب اموالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ یزدجرد نے جب یہ حال معلوم کیا تو حلوان سے اٹھ کر رَےّ کی طرف روانہ ہو گیا اور ایک فوج کو حلوان میں چھوڑ دیا۔ ہاشم رض نے یہ ماجرا سعد رض کو لکھا۔ سعد رض نے حکم بھیجا کہ پوری جد و جہد کرو اور جس طرح بھی ممکن ہو حلوان پر قبضہ کرو۔ قصہ کوتاہ یہ کہ حلوان بھی فتح ہو گیا۔ پھر بیسویں سال میں حضرت فاروق رض نے سعد بن ابی وقاص کو اس وجہ سے اپنے پاس واپس بلا لیا کہ لوگوں نے اُن کے بارے میں کچھ شکایتیں کی تھیں آپ رض کو یہ اندیشہ ہو گیا تھا کہ ان کے ساتھ اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ جب اس بات کی اطلاع یزدجرد کے کانوں تک پہنچی تو اُس نے یہ موقع غنیمت سمجھا اور طرح طرح کے حیلوں سے رَےّ اور خراسان اور ہمدان و نہاوند کے لوگوں کو اپنا ساتھی بنا کر بے شمار لشکر جمع کر لیا۔ کہتے ہیں کہ لشکر کی تعداد ڈیڑھ لاکھ تھی۔ اس لشکر کو فیروزان کی سرکردگی میں عراق کی جانب روانہ کر دیا۔ جب اس واقعہ کی اطلاع امیر المومنین رض کی خدمت میں پہنچی تو آپ رض نے نعمان بن مقرن کو حکم دیا کہ جلد انتظام جنگ شروع کر دیں

و جیوشِ کوفہ را باتباعِ او امر کرد در وقت تولیتِ نُعمان برزبان غیب ترجمانِ حضرت فاروق رضؓ جاری شد کہ اگر نُعمان شہادت یافت امارت بحذیفہؓ ابن الیمان مقرر باشد بالجملہ چون نُعمان متوجہ شد درمیانِ ہر دو جیش وادی پیش آمد پُر از خار کہ عبور از آن متعسّر بود نخست مغیرۃ بن شعبہؓ را بپیشِ فیروزان فرستاد تا دعوتِ اسلامش کند و آن بی دولت تُرّہات بسیارے بگفت چون مغیرہ بازگشت مصلحت الحرب خدعۃٌ را کار فرما شدند و یک منزل این طرف رجوع نمودند مجوسیں را گمان شد کہ از تُرّہاتِ فیروزان ہراسان شدہ گریزان شدند کفار ازان وادی خارناک گذشتہ بمیدانِ صاف برآمدند و دلیرانِ اسلام دلیرانہ حملہ بران جماعہ آوردند و نُعمان بجناب کبریا دعاء نمود کہ درین معرکہ بدرجۂ شہادت فائز گردد بالجملہ بعد کوشش بسیار فتحِ اسلام و ہزیمت کفار بروئے کار آمد و نعمان برفیقِ اعلےٰ انتقال نمود و فیروزان گریزان شد قعقاع دنبالِ او افتادہ بدوزخش فرستاد و غنائم بسیار و سبایاء بیشمار بدستِ لشکرِ مسلمین آمد و این را فتوح الفتوح نام نہادند زیرا کہ عجم را من بعد اجتماعے معتد بہ مقدور نہ شد و بلادِ ایشان تمام مُسخرِ اہلِ اسلام گردید و دولتِ ساسانیان منہزم گشت و الحمد للہ رب العالمین۔

اور کوفہ کے لشکروں کے پاس حکم بھیجا کہ اُن کی اتباع کریں۔ نعمانؓ کو سپہ سالار بناتے وقت حضرت فاروق رضؓ کی زبانِ غیب ترجمان پر یہ بھی جاری ہو گیا کہ اگر نعمان رضؓ نے شہادت پائی تو امیر افواج حذیفہؓ ابن الیمانؓ مقرر ہوں گے۔ الغرض جب نعمانؓ (افواج مجاہدین کو لے کر مقابلہ کے لئے) چلے تو دونوں لشکروں (یعنی اسلامی لشکر اور فارس کے لشکر) کے درمیان ایک وادی پُرخار پیش آ گیا جس سے عبور کرنا بہت مشکل تھا۔ اوّل اُنھوں نے مغیرہ بن شعبہ رضؓ کو فیروزان کے پاس بھیجا تاکہ اس کو دعوتِ اسلام دیں۔ (جب مغیرہ رضؓ نے جاکر اس کو دعوتِ اسلام پہنچائی تو) اس بدنصیب نے بہت کچھ ڈینگیں ماریں۔ جب مغیرہ رضؓ واپس ہوئے تو الحربُ خدعۃٌ (جنگ دھوکا ہے) پر عمل کرتے ہوئے مصلحت یہ ہوئی کہ ایک منزل پیچھے واپس ہو جائیں۔ (اس واپسی سے) مجوسیوں کو یہ گمان ہو گیا کہ فیروزان کی ڈینگوں سے گھبرا کر اہلِ اسلام بھاگ پڑے تو یہ کفّار اس وادئ خارزار سے گزر کر صاف میدان میں (جس کو چھوڑ کر اہلِ اسلام پیچھے ہٹے تھے) آ گئے اب دلیرانِ اسلام نے بہادری کے ساتھ اس لشکر پر حملہ کر دیا۔ نعمان رضؓ نے بارگاہِ کبریا میں دعاء کی کہ اس معرکہ میں وہ درجۂ شہادت پر کامیاب ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ بہت کوشش کے بعد اسلام کی فتح ہوئی اور کفّار کو شکست ہوئی اور نعمان رضؓ رفیقِ اعلیٰ کی طرف انتقال کر گئے اور فیروزان بھاگا تو قعقاع نے اس کا تعاقب کر کے اس کو جہنّم میں پہنچا دیا اور بہت اموالِ غنیمت اور بیشمار قیدی لشکرِ اسلام کے ہاتھ آئے اور اس کا نام فتح الفتوح رکھا گیا۔ کیونکہ عجم کو پھر کبھی یہ قدرت نہ حاصل ہو سکی کہ وہ کوئی معتد بہ لشکر جمع کر لیں اور ان کے تمام شہر اہلِ اسلام کے زیرِ حکم آگئے اور دولتِ ساسانیان کا کلّیۃً خاتمہ ہو گیا، والحمد للہ رب العالمین

اینست منتخب آنچہ اصحاب فتوح عراق تقریر نمودہ اند اما برہم شدن دولتِ رومیان از شام باین صورت بود کہ چون دمشق مفتوح شد ابو عُبیدہ اُمرار اسلام را بفتح بلادِ شام معیّن گردانید اکثر قُرے قریبۂ دمشق بردستِ ابی سفیان ومعاویہ مفتوح شد و میسان بردستِ شرجیل ابن حسنہ وطبریہ باہتمام ابوالاعور بدستور دمشق صلحاً بدست آمد وبعلبک عنوۃً خالد بن الولید فتح نمود بعدازان ابوعبیدہ وخالد بحمص متوجہ شدند کہ معسکر ہرقل بود ہرقل بطریقے از بطارقۂ خود نودر نام را با لشکرے گران بمقابلۂ ایشان فرستاد و بطریقے دیگر سنش نام را بکمکِ وی روان کرد ابو عبیدہ در مواجہہ سنش و خالد بمقابلۂ نودر معسکر آراستند اتفاقاً نودر را بخاطر آمد کہ مقابلۂ این جماعہ سنش واگزاشتہ خود بجانبِ دمشق وسائر بلدان کہ در حکم اسلام داخل شدہ بودند متوجہ گردد چون بدمشق رسید یزید بن ابی سفیان امیر دمشق بمقابلۂ او برآمد وخالدؓ نیز مانند باد درعقب رسید لشکرِ کفار را درمیان گرفتہ داد مقاتلہ دادند وجمعے کہ فرار کردہ بودند مسلمانان در عقبِ ایشان دویدند وہمہ را افنا نمودند خالدؓ دیگر بار ملحق بہ ابو عبیدہؓ شد و بہئیت اجتماعیہ متوجہ مصافِ سنش گشتہ اورا ہزیمت نمایان دادند بعد ازان بطرفِ حمص متوجہ گشتند ہرقل برائے محافظتِ حمص

یہ ہے اُن تمام احوال کا منتخب جو اہلِ تاریخ نے عراق کی فتوحات کے بارے میں بیان کئے ہیں۔ **شام سے رومیوں کی حکومت کا خاتمہ** اس صورت سے ہوا کہ جب دمشق فتح ہوگیا تو ابو عبیدہؓ نے اُمراء اسلام کو شام کے شہروں کو فتح کرنے کے لئے معین کیا۔ چنانچہ دمشق کے قریب کے اکثر شہر ابو سفیانؓ اور معاویہؓ کے ہاتھ پر فتح ہوتے اور میسان شرجیل بن حسنہ کے ہاتھ پر، اور طبریہ ابو الاعورؓ کی سرکردگی میں دمشق کے طور پر صلح کے ساتھ قبضہ میں آیا۔ اور بعلبک کو جنگ کرکے خالدؓ ابن الولید نے فتح کیا۔ اس کے بعد ابو عبیدہؓ اور خالدؓ حمص کی طرف متوجہ ہوئے جو ہرقل کی ایک فوجی چھاؤنی تھا۔ ہرقل نے اپنے سرداروں میں سے ایک سردار کو جس کا نام نودر تھا ایک بھاری لشکر دے کر اُن کے مقابلہ کے لئے بھیجا اور ایک دوسرے سردار کو جس کا نام سَنِش تھا اُس کی کمک کے لئے روانہ کیا۔ ابو عبیدہؓ نے سَنِش کے مقابلہ پر اور خالدؓ نے نودر کے مقابلہ پر لشکر کو مرتب کیا۔ اتفاقاً نودر کے دل میں یہ خیال آیا کہ اس جماعت کے مقابلہ پر سَنِش کو چھوڑ کر خود دمشق کی اور اُن شہروں کی طرف متوجہ ہو جاتے جو اسلام کے زیرِ حکم آگئے ہیں۔ جب وہ دمشق پہنچا تو یزید بن ابی سفیانؓ اُس کے مقابلہ کے لئے نکل آئے اور خالدؓ بھی ہوا کی طرح اُس کے پیچھے پہنچ گئے۔ اب اُنھوں نے لشکرِ کفار کو گھیر کر قتل کر ڈالا اور ان میں کی ایک جماعت فرار ہوگئی تھی مسلمانوں نے اُس کا تعاقب کرکے سب کو فنا کردیا۔ خالدؓ پھر ابو عبیدہؓ کے ساتھ آملے اور دونوں متفقہ طور پر سَنِش کے ساتھ جنگ پر متوجہ ہوگئے اور اس کو نمایاں شکست دی اس کے بعد حمص کی طرف بڑھنا شروع کردیا۔ ہرقل نے حمص کی حفاظت کیلئے

بطریقے را منصوب ساخت وخود درمقام رہا معسکر آراست واز اہل جزایر مدد بحمص فرستاد وسعد بحسب حسن اتفاق بعد فتح قادسیہ کہ افواج خود برائے نہب وغارت کفار منتشر ساختہ بود درین حالت جمعی از ایشان بجزایر رسید چون این خبر بمتعینان کمک حمص رسید خایب باز گشتند درین ایام شدت برودت مانع بود مسلمین را از وصول بحمص بعد انقضائے موسم سرما لشکر اسلام عزیمت فتح حمص مصمم نمودند گویند در وقت مناہدہ (محاربہ) چون بکلمۂ طیبۂ اللہ اکبر متکلم شدند در حمص زلزلہ افتاد وبیوت اہل حمص منہدم گشت باز تکبیر دوم گفتند زلزلۂ سخت تر از اول واقع شد بالجملہ رعب عظیم ازین حادثہ بردل ایشان افتاد صلح نمودند وبدل الصلح اداکردند ابو عبیدہؓ خمس آن مصحوب عبداللہ بن مسعودؓ بحضرت خلافت ارسال نمود وجماعۂ از قبائل راکہ بشرف اسلام تشریف یافتہ بودند در حمص ساکن گردانید حضرت فاروقؓ حکم فرستاد کہ اہل نجدات (دلیری) را از نواحی شام نزدیک خود جمع بکن وما نیز ازینجا بعوث (لشکر) وسرایا بجانب تو فرستیم باید کہ برائے فتح بقیۂ بلاد ہمت گماری ابوعبیدہ اطاعۃً للامر عبادہ بن الصامت را بر حکومت حمص گذاشتہ خود متوجہ جہاد وفتح بلاد گشت بلدۃً بعد بلدۃٍ مفتوح مے ساخت گویند چون بلاذقیہ

ایک بطریق (سردار) کو قائم کیا اور وہاں سے ہٹ کر (مقام رہا میں) چھاؤنی قائم کرلی اور جزائر والوں میں سے ایک لشکر کی مدد حمص کے لئے بھیجی۔ حسن اتفاق یہ ہوا کہ سعدؓ نے قادسیہ فتح کرنے کے بعد اپنی افواج کو کفار کے لوٹنے اور غارت کرنے کے لئے جو ادھر اُدھر بھیجا تھا اسی حالت میں ان کی ایک جماعت جزائر میں پہنچی۔ جب یہ خبر ان لوگوں کو پہنچی جو حمص کی کمک کے لئے متعین ہوگئے تھے تو یہ لوگ پریشان ہوکر (بطریق کی مدد سے دست کش ہوکر) واپس لوٹ گئے۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کو حمص پہنچنے سے سردی کی شدت مانع ہوگئی۔ پھر موسم سرما گزرجانے کے بعد لشکر اسلام نے حمص کو فتح کرنے کا پختہ ارادہ کیا۔ کہتے ہیں کہ جنگ کے وقت جب کہ مجاہدین کلمۂ طیبہ اللہ اکبر کا نعرہ مارنے لگے تو حمص میں زلزلہ واقع ہوگیا اور اہل حمص کے مکانات منہدم ہوگئے۔ پھر دوبارہ تکبیر کہی تو پہلے سے زیادہ سخت زلزلہ واقع ہوا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس واقعہ سے بہت بڑا رعب اہل حمص کے دلوں پر چھاگیا اور انھوں نے صلح کرلی اور معاوضۂ صلح اداکیا۔ ابو عبیدہؓ نے اس کا پانچواں حصہ عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ بارگاہ خلافت میں ارسال کیا۔ اور قبائل کی ایک جماعت کو جو اسلام کے شرف سے مشرف ہوگئی تھی ان کو حمص میں آباد کیا۔ پھر حضرت فاروقؓ نے حکم بھیجا کہ شام کے علاقوں سے دلیر لوگوں کو بلاکر اپنے پاس جمع کرو اور ہم بھی یہاں سے بڑے چھوٹے لشکروں کو تمہاری طرف بھیج رہے ہیں چاہیئے کہ اب بقیہ شہروں کے فتح کرنے کی ہمت کرو۔ ابوعبیدہؓ حکم کی اطاعت میں عبادہؓ بن الصامت کو حمص کی حکومت پر چھوڑ کر خود جہاد کرنے اور شہروں کے فتح کرنے کی طرف متوجہ ہوتے اور ایک شہر کے بعد دوسرا شہر فتح کرتے رہے۔ جب لاذقیہ کے

رسیدند دروازہ آن را دیدند کہ سخت محکم است و
شکستِ آن مقدور نبود بحکم الحربُ خدعۃٌ معسکر را
دور از شہر قرار دادہ خندقے برگرد لشکر کندند بعد
ازان روزی یک جماعتی را مسلح و مکمّل درمیانِ خندق
متواری ساختہ ازانجا کوچ نمودند اہلِ لاذقیہ کوچ
لشکر معلوم کردہ لشکرگاہ را خالی دید دروازہ را کشاد
دلیرانِ اسلام از میانِ خندق برجستہ بَغتۃً (ناگاہ ۱۲)
بشہر درآمدند عجیب مقتلہ بظہور آمد آخر کار مدار بر
صلح افتاد بعد ازان خالد بن الولید بجانب قِنّسرین
توجہ نمود وباعظیمے از عظماء روم میناس نام محاربہ
درافتاد عاقبۃ الامر میناس بلاجمعے کشتہ شد آنگاہ
قنسرین را محاصرہ کرد و آخر بصلح مفتوح شد
بعد ازان ابو عبیدہ در نواحی حلب معسکر ساختہ
صلحاً مفتوح نمود بعد ازان اہل انطاکیہ ہم بعد جنگے
بصلح تن دادند ابو عبیدہؓ جمعے کثیر از اہلِ اسلام
درانطاکیہ ساکن گردانید و درین ایام ہرقل از ملکِ
شام مایوس گشت وآن ولایت را وداع نمودہ
بصوبِ قسطنطنیہ متوجہ شد و بقدر امکان در ضبط
و ربطِ بلادِ قریبۂ قسطنطنیہ انواعِ سعی مصروف
داشت ازانجملہ قیساریہ واجنادین بود حضرت
فاروقؓ برائے ابوعبیدہ نوشتہ فرستاد
کہ معاویہ را با پنج ہزار بجانبِ قیساریہ و
عمرو بن العاص را بجانبِ اجنادین
روان کنند حاکم اجنادین ارطبون
بود و ارطبون

پر پہنچے تو اس کے دروازے کو دیکھا کہ نہایت مستحکم ہے اور اس کا توڑنا
قدرت سے باہر ہے تو حسب قول الحرب خدعۃٌ (یعنی لڑائی دھوکا
ہوتی ہے) انھوں نے اپنے لشکر کا پڑاؤ شہر سے دور قرار دیا اور
لشکر کے گرد ایک خندق کھودی اس کے بعد ایک دن ایک جماعت
کو مسلح اور مکمل کرکے خندق کے درمیان پوشیدہ کرکے وہاں سے
کوچ کر دیا۔ لاذقیہ والوں کو جب لشکر کے کوچ کرنے کا حال معلوم
ہوا اور انھوں نے لشکرگاہ کو خالی دیکھا تو دروازہ کھول دیا۔ بہادرانِ
اسلام خندق میں سے کود کر نکلے اور ایک دم شہر میں جا گھسے
اور سخت کشت و خون شروع ہوگیا۔ انجام کار صلح پر جنگ کا خاتمہ
ہوا۔ اس کے بعد خالدؓ بن الولید نے قِنّسرین کی طرف توجہ کی
اور رومی سرداروں میں سے ایک بڑے سردار کے ساتھ جس کا
نام میناس تھا ان کی جنگ ہوئی انجام کار میناس ایک جماعت کے
ساتھ مارا گیا۔ اس وقت قِنّسرین کا محاصرہ کر لیا اور بالآخر صلح
کے ساتھ فتح ہوگیا۔ اس کے بعد ابو عبیدہؓ نے حلب کے اطراف
میں فوجیں قائم کردیں اور وہ بھی صلح کے ساتھ فتح ہوگیا۔ اس
کے بعد انطاکیہ والوں کو بھی ایک جنگ کے بعد صلح کرنا پڑی۔
ابو عبیدہؓ نے اہلِ اسلام کی ایک بڑی جماعت کو انطاکیہ میں بسا دیا
اور ان ایام میں ہرقل ملک شام سے مایوس ہوگیا اور اس
ولایت کو رخصت کرکے قسطنطنیہ کی طرف متوجہ ہوا اور بقدر
امکان قسطنطنیہ کے قریب کے شہروں کا دفاع مضبوط کرنے اور
ان میں رابطہ کے قائم کرنے میں طرح طرح کی کوششیں عمل
میں لایا۔ ان شہروں میں سے قیساریہ اور اجنادین تھے حضرت
فاروقؓ نے ابو عبیدہؓ کے پاس یہ لکھ کر بھیجا کہ معاویہ کو پانچ ہزار
سواروں کے ساتھ قیساریہ کی طرف اور عمرو بن العاص کو اجنادین
کی طرف روانہ کریں۔ حاکم اجنادین ارطبون تھا اور ارطبون

بلغتِ روم فطن وذکی را گویند فاروقِ اعظم رضؓ فرمود کہ رَمَینا ارطیونَ الرّوم بارطیُون العرب بتائیدِ الٰہی معاویہ بقیساریہ رسید وپنجاہ ہزار کس بلکہ زیادہ را ہزیمت داد وعمرو ابن العاص نیز ارطیون را منہزم ساخت آن بے دولت ملتجی بہ بیت المقدس شد چون ہرقل دید کہ دران مرز بوم ہم اورا نمے گزارند مضطر شدہ سہ کس از سرداران نام دار برگزید مبلغے خطیر بایشان عطا داد و فوجے عظیم بسرکردگی ماہان برائے مقابلہ مسلمانان مُہیّا کرد چون این خبر بابو عبیدہ رسید اُمراء را جمع فرمود ودر مقدماتِ حرب با ایشان مشورت نمود وقاصدے را بحضورِ خلیفہ اعظم رضؓ فرستاد در حالتِ راہنہ رُجحانِ رائے ایشان مُجوّز آن شد کہ قبائلِ مسلمین را از حمص برآوردہ بدمشق رسانند زیراکہ براہل حمص اطمینان نداشتند حضرتِ فاروق رضؓ درجواب ایشان دلاسا نوشت وسہ ہزار کس برائے مددِ ایشان فرستاد أخرج مالك عن زيد بن أسلم قال كتب أبو عبيدة بن الجراح إلى عمر بن الخطاب يذكر له جموعا من الرّوم وما يتخوّف من أمرهم فكتب إليه عمر أمّا بعد فإنّه مهما ينزل بعبدٍ مؤمن من منزلِ شدّةٍ يجعل الله بعده فرجا وإنّه لن يغلب عسرٌ يسرين

رومی زبان میں ذہین اور اہلِ ذکاوت کو کہتے ہیں۔ فاروقِ اعظم رضؓ نے فرمایا کہ رَمَینا ارطیونَ الروم بارطیون العرب۔ (یعنی ہم نے ارطیونِ روم کے مقابلہ پر ارطیونِ عرب کو ڈالا ہے) اللہ تعالیٰ کی مدد سے معاویہ قیساریہ میں پہنچے اور پچاس ہزار لوگوں کو بلکہ زیادہ کو شکست دی اور عمرو بن العاصؓ نے بھی ارطیون کو بھگا دیا۔ وہ بدنصیب بیت المقدس میں جا کر پناہ گزین ہوا۔ جب ہرقل نے دیکھا کہ اس سرزمین میں بھی اس کو نہیں چھوڑ رہے ہیں تو پریشان ہو کر اُس نے اپنے نامور سرداروں میں سے تین آدمیوں کا انتخاب کیا اور اُن کو بہت مال عطا کیا اور ایک بہت بڑی فوج ماہان کی سرکردگی میں مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے تیار کی۔ جب یہ خبر ابو عبیدہ رضؓ کو پہنچی تو اُنھوں نے اُمراء کو جمع فرمایا اور ان کے ساتھ جنگ کے مقدمات میں مشورہ کیا اور ایک قاصد خلیفہ اعظم رضؓ کے حضور میں روانہ کیا۔ پیش آمدہ حالت میں ان صاحبان کی رائے کا رجحان اس تجویز کی طرف ہوا کہ مسلمانوں کے قبیلوں کو حمص سے نکال کر دمشق میں پہنچا دیں، کیونکہ حمص والوں پر وہ اطمینان نہیں رکھتے تھے۔ حضرت فاروق رضؓ نے اُن کے جواب میں ہمت افزائی کے کلمات لکھے اور تین ہزار کا لشکر اُن کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ مالکؒ نے روایت کی زیدؒ بن اسلم سے اُنھوں نے کہا کہ ابو عبیدہ ابن الجراحؓ نے عمرؓ بن الخطاب کو لکھا اور (مراسلہ میں) روم کے لشکروں کا ذکر کیا اور ان کی جانب سے جو اندیشے تھے وہ بھی لکھے تو اُن کو عمرؓ نے جواب لکھا امابعد یاد رکھو کہ جب بھی بندۂ مومن پر کوئی سختی کا موقع آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے بعد کشائش بھیجا کرتا ہے اور ایک عُسر (تنگی) کبھی دو یُسر (آسانی) پر ہرگز غالب نہیں ہوتی (فانّ مع العسر یسرا الخ

وان اللہ تعالیٰ یقول فی کتابہ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ دبر آوردن قبائل مسلمین از حمص وخالی گذاشتن حمص پسند نہ فرمود و گفت اما چون مسلمین دران واقعہ چنین مصلحت دانستند امید کہ ضرر نہ رسد بالجملہ در ساحل یرموک تلاقی فئتین واقع شد جنگے درمیان آمد کہ زبانِ قلم طاقتِ شرح وبیانِ آن ندارد وخالد ابن الولید بدستِ خود چندان محاربہ فرمود کہ ہفت شمشیر در دستِ او شکستہ شد بعد کوشش بسیار فتح اسلام بظہور آمد ودر افنای جماعہ کہ گریختہ بودند سیوف مسلمین کارے عجیب نمود گویند مجموع قتلے ہفتاد ہزار کس بودند غنائم بسیار وسبایا بیشمار بدستِ مسلمانان افتاد خمس بدار الخلافہ ارسال داشتہ باقی بر غزات قسمت کردند چون ارطبون فرار کردہ بہ بیت المقدس پناہ برد عمرو بن العاص درپے او افتاد ومحاصرہ کرد ودرین اثناء عمرو بن العاص شخصے را کہ بہ لغتِ روم آشنا بود فرستاد ووصیت نمود کہ براطلاع خود بہ لغتِ روم کسے را از ایشان مطلع نہ سازد چون بمجلس ایشان در آمد ارطبون با قوم خود می گفت کہ فتح بیت المقدس بردستِ عمرو بن العاص نہ خواہد بود قوم پرسید تدلیس بردستِ کدام کس مفتوح خواہد شد گفت شخصے کہ اسم او سہ۳ حرف است ووی یکے از اربعہ است

کی طرف اشارہ ہے) اور اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا الخ (۳: ۲۰۰) اے ایمان والو خود صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو" اور مسلمانوں کے قبیلوں کو حمص سے نکالنے اور حمص کو خالی چھوڑ دینے کو آپ نے پسند نہ فرمایا اور کہا کہ جب مسلمانوں نے اس واقعہ میں اسی کو مصلحت سمجھا ہے تو امید ہے کہ نقصان نہ پہنچے گا۔ الغرض ساحل یرموک پر دونوں جماعتوں کی مڈ بھیڑ ہوئی تو اتنی شدید جنگ واقع ہوئی کہ زبانِ قلم اُس کی شرح اور بیان کی طاقت نہیں رکھتی اور خالدؓ بن الولید نے اپنے ہاتھ سے اس قدر محاربہ فرمایا کہ (اس دن) اُن کے ہاتھ سے سات تلواریں ٹوٹی تھیں۔ بہت کوشش کے بعد اہلِ اسلام کی فتح ظہور میں آئی۔ اور اُس جماعت کے فنا کرنے میں جو بھاگ گئی تھی مسلمانوں کی تلواروں نے عجیب کام کیا۔ کہتے ہیں کہ مقتولین کی مجموعی تعداد ستر ہزار آدمی تھے۔ بہت سے اموالِ غنیمت اور بے شمار قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ پانچواں حصہ دار الخلافہ روانہ کرنے کے بعد باقی غازیوں پر تقسیم کر دیا گیا۔ جب ارطبون نے بھاگ کر بیت المقدس میں پناہ لی تو عمروؓ بن العاص نے اُس کا تعاقب کیا اور محاصرہ کر لیا۔ اس دوران میں عمروؓ بن العاص نے ایک ایسے شخص کو (قاصد بنا کر) بھیجا جو رومی زبان جانتا تھا اور اس کو ہدایت دی کہ رومی زبان سے اپنی واقفیت پر کسی کو مطلع نہ کرے۔ جب یہ اُن کی مجلس میں پہنچا تو ارطبون اپنی مجلس میں کہہ رہا تھا کہ بیت المقدس کی فتح عمروؓ بن العاص کے ہاتھ پر نہیں ہو گی۔ قوم نے پوچھا کہ پھر کس کے ہاتھ پر ہو گی؟ تو اس نے کہا کہ وہ ایسا شخص ہے جس کے نام میں تین حروف ہیں اور وہ اُن چار آدمیوں میں سے ایک شخص ہے

بر دستِ او فتحِ بیت المقدّس خواہد بود یعنی صفاتے کہ ہمہ منطبق بر فاروقِ اعظم رضؓ بود تقریر نمود عمرو بن العاص این ماجرا بعرض حضرتِ فاروق رضؓ رسانید و وی رضی اللہ عنہ بساختگی توجہ خود بجانب بیت المقدس اہتمامِ تمام نمود فی تاریخ الیافعی نزلَ عمر رضی اللہ عنہ علے بیتِ المقدّس و کانَ المسلمون قد حاصروا تلکَ المدِینۃ المقدّسۃ المبارکۃ و طالَ حِصارُہم فقال لہم اہلُہا لاتتعبُوا فلَن یفتحَہا الاّ رجلٌ نحن نعرفہ لہ علامۃٌ عندنا فاِن کانَ اِمامکُم بہ تلک العلامۃ سلّمناہا لہ من غیر قتالٍ فارسل المسلمون الی عمر یُخبرُونہ بذلک فرکِبَ رضی اللہ عنہ رَاحِلتہ و توجَّہ الی بیتِ المقدّسِ و کانَ معہٗ غلام لہ یعاقبہ فی الرکوب نوبۃً بنوبۃٍ و قد تزوّد شعیرًا و تمرًا و زیتًا و علیہ مُرَقّعۃ (جامہ باپیوند ۱۲) لم یزل یَطوِی القِفَارَ (میدان بے آب ۱۲) اللّیلَ والنّہارَ الی اَن قربَ من بیت المقدس فتلقّاہ المسلمون و قالوا لہ ما ینبغی اَن یرے المشرکون امیرَ المؤمنین فی ھٰذہ الہیئۃ و لم یزالوا بہ حتّٰی اَلبسُوہ لباسًا غیرہا و اَرکبُوہ فرسًا فلمّا رکبَ وجدَّ بہٖ (اسرع ۱۲) الفرسُ دَاخلہ شیء من العُجب

جس کے ہاتھ پر بیت المقدس فتح ہوگا۔ یعنی اس نے ان تمام صفات کی تقریر کی جو فاروقِ اعظم رضؓ پر منطبق تھیں۔ عمرو رضؓ بن العاص نے یہ ماجرا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچایا۔ آپ رضؓ نے بیت المقدّس کی جانب سفر کا پورا اہتمام فرمایا۔ تاریخ یافعی میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس پر نازل ہوئے اس حالت میں کہ مسلمانوں نے اس شہرِ مقدس و مبارک کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ اور اُن کا محاصرہ طویل ہوگیا تھا تو اُن سے اہلِ شہر نے کہا کہ تم تکلیف نہ اُٹھاؤ اس کو ہرگز کوئی شخص فتح نہ کرسکے گا بجز ایک ایسے شخص کے جس کو ہم پہچانتے ہیں۔ ہمارے پاس اُس کی علامت ہے، تو اگر تمہارے خلیفہ میں وہ علامت موجود ہوگی تو ہم یہ شہر بغیر قتال کے اُس کے سپرد کردیں گے۔ تو مسلمانوں نے حضرت عمر رضؓ کے پاس قاصد بھیجا اور صورتِ احوال کی اُن کو خبر پہنچائی تو عمر رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر سوار ہوکر بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ رضؓ کے ساتھ آپ کا غلام تھا جو سوار ہونے میں باری باری سے ان کا قائم مقام ہوتا تھا۔ اور آپ نے اپنا زادِ راہ بنایا جَو اور کھجوروں اور زیت کو اور آپ کے بدن پر پیوندوں والا لباس تھا۔ چٹیل میدانوں کو رات اور دن برابر آپ طے کرتے رہے یہاں تک کہ بیت المقدّس کے قریب پہنچ گئے تو آپ سے مسلمانوں نے ملاقات کی اور اُن سے کہا کہ یہ مناسب نہیں کہ مشرکین اس ہیئت میں امیر المؤمنین رضؓ کو دیکھیں اور برابر آپ رضؓ سے اس پر اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ اُنھوں نے آپ کو دوسرا لباس پہنوا دیا اور آپ رضؓ کو گھوڑے پر سوار کرایا۔ تو جب آپ رضؓ سوار ہوگئے اور گھوڑا ان کو لے کر دَوڑا تو اُن میں کچھ عُجب (خود بینی) کا اثر پیدا ہوا تو

فنزلَ عن الفرس و نزع اللباسَ ولبس المرقعۃَ وقال اَقیلُونی ثم سارَ فی ھٰذہ الہیئۃ الیٰ اَن وصل فلماً رآہ المشرکون من اہل الکتاب کبّروا و قالوا ہٰذا ہو وفتحوا لہ البابَ بالجملہ فاروقِ اعظم رض بعمالِ شام احکام فرستاد کہ ہر شخصے عمل خود راکہ بآن ماموراست بدیگرے کہ بروے اعتماد داشتہ باشد بسپارد وخود در جابیہ کہ شہریست بر پنج مرحلہ از بیت المقدس حاضر شود اوّل کسیکہ آنجا رسید ابو عبیدہ و یزید بن ابی سفیان بود بعد ازان تترائے مرۃً بعد اُخرے سپہ سالارانِ شام بملازمتِ امیر المؤمنین مستسعد می شدند حضرتِ فاروق رض متوجہ بیت المقدس شد وارطیون ازینجا گریختہ راہ مصر گرفت وحضرت امیر المؤمنین بمبارکی داخلِ بیت المقدس شد و اعلانِ شعائرِ اسلام فرمود سال ہفتدہم ہرقل با اہلِ جزائر متفق شد جمعے راکہ قبولِ اسلام ایشان را بطوع و رغبت نہ بود بخود کشید وفوجے عظیم قریب صد ہزار سوار فراہم آوردہ بطرفِ شام روان شد اوّل قصد حمص نمود کہ مقر حکومتِ او بود ابو عبیدہ این ماجرا را بعرض حضرتِ فاروق رض رسانیدہ وے رضی اللہ عنہ برائے حکّام جمیع ممالکِ اسلام حکم فرستاد کہ

آپ گھوڑے سے اتر پڑے اور وہ لباس اُتار دیا اور وہی پیوندوں والا لباس پہن لیا اور لوگوں سے کہا کہ مجھے (میرے حال پر) چھوڑ دو۔ پھر اسی ہیئت میں آپ روانہ ہوگئے یہاں تک کہ (شہر تک) پہنچ گئے تو جب اُن کو اہلِ کتاب کے مشرکوں نے دیکھا تو انھوں نے اللہ اکبر کہا اور بولے کہ وہ شخص یہی ہے اور اُن کے لئے دروازہ کھول دیا۔ المختصر فاروقِ اعظم رض نے شام کے عاملوں کو احکام بھیجدیئے تھے کہ (ان میں سے) ہر ایک اپنے کام کو جس پر کہ وہ مامور ہے کسی دوسرے شخص کے سپرد کردے جس پر کہ وہ اعتماد رکھتا ہو اور خود جابیہ میں پہنچ جائے جو بیت المقدس سے پانچ منزل پر ایک شہر ہے۔ سب سے پہلے جو لوگ وہاں پہنچے وہ ابو عُبیدہ رض اور یزید رض بن ابی سفیان تھے۔ اس کے بعد متفرقاً ایک دوسرے کے بعد شام کے سپہ سالار امیر المؤمنین رض کی ملاقات سے سعادت اندوز ہوتے رہے اور حضرت فاروق رض بیت المقدس کی جانب متوجہ ہوئے اور ارطیون نے اس جگہ سے بھاگ کر مصر کی راہ اختیار کی اور حضرت امیر المؤمنین رض مبارک قدوم کے ساتھ بیت المقدس میں داخل ہوئے اور آپ رض نے شعائرِ اسلام کا اعلان فرمادیا۔ سترھویں سال میں ہرقل جزائر والوں سے مل گیا اور اُس نے ایک ایسی جماعت کو جن کا قبولِ اسلام خوشی اور رغبت کے ساتھ نہیں تھا اپنی طرف کھینچ لیا اور ایک بہت بڑی فوج جو ایک لاکھ سواروں کے قریب تھی فراہم کرلی اور شام کی طرف روانہ ہوگیا۔ اوّل اُس نے حمص کا قصد کیا جو اس کا دار الحکومت تھا۔ ابو عبیدہ رض نے اس واقعہ کی اطلاع امیر المؤمنین رض کی خدمت میں پہنچائی۔ آپ رض نے تمام ممالکِ اسلام کے حکّام کے پاس حکم بھیجا کہ

از ہر ناحیہ ساختگی افواج نمودہ خود ہا را با بو عبیدہ ملحق گردانند و قاصدے بجانب سعد بن ابی وقاص روان کرد کہ قعقاع بن عمرو را با چہار ہزار سوار بمددِ ابو عبیدہ ؓ فرستند و برای ابو عبیدہ پیغام نمود کہ تا رسیدن کمک در حمص متحصن باشند و مبادرت بجنگ نکنند و خود حضرت فاروق رضی اللہ عنہ تا جابیہ رسید و خالد بن ولید انتظار کمک نکشید نزد ابو عبیدہ رفتہ مبالغہ از حد گزرانید تا برآید و استعدادِ مقابلہ نماید بالجملہ پیش از وصول افواجِ کمک درمیانِ فریقین مقاتلہ و مقابلہ واقع شد و بہ نصرتِ الٰہی لشکر کفار ہزیمت یافت و غنایم و سبایا بیرون از شمار بدست مسلمانان آمد و مملکتِ شام برای ابو عبیدہ مُستصفٰی گشت لیکن حضرت فاروق این عجلت و مُبادرت در قتال از خالد بن ولید و عدم انتظارِ لشکرِ امداد اورا کہ بنا بر ضِنّ (بخل ۱۲) بر غنایم و سبایا و متضمن عُجُب و خود بینی بود پسند نفرمود و ویرا معزول ساخت و چون درین ایام ارطبون در مصر متحصن شدہ اغوای اہلِ شام می نمود لہٰذا برا عمرو بن العاص نوشت کہ بجانبِ مصر روان شود و ارطبون را بسزا رساند عمرو بن العاص بامتثالِ امر متوجہ مصر شد و با ارطبون مصاف نمود و اورا با اکثر سردارانِ لشکرش بقتل آورد و آنگاہ عمرو بن العاص بصوبِ اسکندریہ عنانِ عزیمت تافت و آن را بطریقِ صلح مفتوح ساخت آزان باز

ہر علاقہ سے فوجوں کی تیاری کر کے لپنے کو ابو عبیدہ ؓ کے پاس پہنچا دیں اور ایک قاصد سعد ؓ بن ابی وقاص کے پاس روانہ کیا کہ قعقاع بن عمرو کو چار ہزار سواروں کے ساتھ ابو عبیدہ ؓ کی مدد کے لئے بھیجیں۔ اور ابو عبیدہ ؓ کو یہ پیغام بھیجا کہ کمک کے پہنچنے تک حمص میں قلعہ بند رہیں اور جنگ پر پیش قدمی نہ کریں۔ اور خود حضرت فاروق رضی اللہ عنہ جابیہ تک پہنچے۔ اور خالد ؓ بن الولید نے کمک کا انتظار نہ کیا اور ابو عبیدہ ؓ کے پاس پہنچے اور اس بات پر کہ باہر نکلیں اور مقابلہ کی تیاری کریں مبالغہ حد سے گزار دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ امدادی فوجوں کے پہنچنے سے پہلے ہی دونوں فریق کے درمیان مقاتلہ اور مقابلہ واقع ہو گیا اور اللہ کی مدد سے لشکر کفار نے شکست کھائی اور بے شمار اموالِ غنیمت اور بہت سے قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے اور شام کی مملکت ابو عبیدہ ؓ کے لئے صاف اور بے خطر ہو گئی۔ لیکن حضرت فاروق ؓ نے خالد ؓ ابن الولید کی طرف سے قتال میں اس جلدی اور پیش قدمی کو اور امدادی لشکر کے پہنچنے کا انتظار نہ کرنے کو جو اموالِ غنیمت اور قیدیوں کے بارے میں بخل کے شبہ پر مبنی تھا (کہ اگر امدادی افواج کے پہنچنے کے بعد فتح ہوئی تو وہ سب اموالِ غنیمت میں حصہ دار بن جائیں گے) اور جو عُجب اور خود بینی پر بھی متضمن تھا پسند نہ فرمایا اور خالد ؓ کو معزول کر دیا۔ اور چونکہ ان ایام میں ارطبون مصر میں قلعہ بند ہو کر اہلِ شام کو بھڑکا رہا تھا اس لئے آپ ؓ نے عمرو ؓ بن العاص کو لکھا کہ مصر کی طرف روانہ ہو جائیں اور ارطبون کو سزا دیں۔ عمرو ؓ بن العاص تعمیلِ حکم کے لئے مصر روانہ ہو گئے اور ارطبون کے ساتھ جنگ کر کے اس کو اس کے اکثر سردارانِ لشکر کے ساتھ قتل کر دیا۔ پھر عمرو ؓ بن العاص نے اسکندریہ پر چڑھائی کی اور اس کو بطریقِ صلح کے فتح کر لیا۔ اس کے بعد

ہر روز فتح اسلام افزودن گرفت و بلادِ کفّار
در تحت و تصرّف مسلمانان در آمد و دولتِ رومیان
از بلادِ شام بمعرضِ انقطاع و اختتام افتاد و
الحمد للہ رب العالمین این است منتخب آنچہ اصحابِ
فتوحِ شام بتحریر آوردہ اند بعد ازان ظہور دیگر
فتوحِ رونقِ اسلام را افزودن گرفت مانندِ فتحِ
اَہواز بر دستِ ابو موسیٰ و آذربیجان بسعی مغیرۃ
ابن شعبۃ و نہاوند بطریقِ صلح و دینور و ہمدان
عنوۃً باہتمامِ حذیفہ و طرابلس مغرب بکوششِ
عمرو بن العاص و اوایل فتحِ خراسان و اطرافِ
قسطنطنیہ در زمانِ حضرت فاروق شروع شدہ
بود و بیانِ آنہمہ طولے دارد حظِ فطنِ لبیب۔
ازین مبحث نکتہ ایست و آن آنست کہ حق عزّ و
علا از فوقِ سمٰوات ظہور دینِ محمّدی را علیہ الصّلوٰۃ
والسّلام در جمیعِ ارض ارادہ فرمودہ و این
ارادہ در تمام عالم سیلان نمود مانندِ سیلانِ آب
بر وضعِ طبعی در مجرے خود و حکمِ وضعِ طبیعی
سیلانِ این ارادہ در حالتِ راہنہ آن
بود کہ اولاً کسرِ دولتِ کسرٰے و
قیصر بروے کار آید و دینِ مرتضےٰ
قائم مقام ملّتِ ایشان شود و بان
شیوعِ دولت در اطرافِ ممالک شائع
گردد چون ظہور این فرقانِ اکبر
بر دستِ فاروقِ اعظمؓ اتفاق
افتاد بالقوۃ القریبۃ

فتح اسلام یومًا فیومًا بڑھتی رہی اور کفار کے شہر مسلمانوں کے
ماتحت وزیرِ تصرّف آتے رہے اور رومیوں کی سلطنت شام
کے شہروں سے منقطع و مختتم ہوگئی، والحمد للہ رب العالمین۔
یہ اُن واقعات کا منتخب ہے جو فتوحِ شام کے مؤرخین نے
تحریر کئے ہیں۔ اس کے بعد دیگر فتوحات کے ظہور سے رونقِ اسلام
بڑھنا شروع ہوئی جیسے اہواز کی فتح ابو موسیٰؓ کے ہاتھ پر
اور آذربیجان کی فتح مغیرہؓ بن شعبہ کی کوشش سے اور
نہاوند بطورِ صلح کے اور دینور اور ہمدان جنگ کے ساتھ
حذیفہؓ کے اہتمام سے اور طرابلسِ مغرب عمروؓ بن العاص کی
کوشش سے وقوع میں آئیں۔ اور خراسان واطرافِ قسطنطنیہ
کی فتوحات کی ابتداء حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں
ہوچکی تھی اور ان سب کا بیان بہت طول رکھتا ہے۔
اس مبحث سے ایک دقیقہ شناس ہوشیار کے حصّہ میں ایک
نکتہ آئے گا اور وہ یہ کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آسمانوں کے
اُوپر سے دینِ محمّدی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ظہور کا تمام
زمین میں ارادہ فرمایا تھا اور یہ ارادہ تمام عالم میں اس طرح جاری
ہوا جس طرح پانی اپنی طبعی وضع پر اپنے مجرے (یعنی بہاؤ کے
راستہ) پر بہتا ہے اور اس ارادے کے سیلان کی (دنیا کی)
پیش آمدہ حالت کے لحاظ سے طبعی وضع کا حکم یہ تھا کہ اوّلاً
کسرٰے اور قیصر کی حکومتوں کا زوال ظہور پذیر ہو اور جو
دین پسندیدۂ حق ہے وہ اُن کی مِلّتوں کا قائم مقام بن جائے
اور اطرافِ ممالک میں حکومت کے پھیل جانے کے طور پر شائع
ہوجائے۔ جب اس فرقانِ اکبر (یعنی حق و باطل میں امتیازِ
کامل۔ مراد دینِ محمّدی جو حق کو باطل سے جُدا کر دینے والا
ہے) کا ظہور فاروقِ اعظمؓ کے ہاتھ سے قوّتِ قریبہ سے

من الفعل ظہور دینِ محمدیؐ در جمیع ارض حاصل گشت عن جبیر بن حیۃ قال بعث عمر رضی اللہ عنہ الناس فی افناء الامصار یقاتلون المشرکین فاسلم الہرمزان فقال انی مستشیرک فی مغازیّ ہذہ قال نعم قال مثلہا و مثل من فیہا من الناس من عدو المسلمین مثل طائر لہ رأس ولہ جناحان و لہ رجلان فان کسر احد الجناحین نہضت الرجلان بجناح والرأس فان کسر الجناح الاخرٰی نہضت الرجلان و الرأس فان شدخ (شکستہ شود) الرأس ذہبت الرجلان والجناحان و الرأس فالرأس کسرٰی و الجناح قیصر والجناح الاخرٰی فارس فمُر المسلمین فلینفروا اخرجہ البخاری وسعی حضرت فاروقؓ درین امر روپوشی بیش نہ بود ظہور ارادۂ حق را عزّ و علا ونعم ما قیل ؎ این ہمہ مستی و بیہوشی نہ حدِ بادہ بود ؛ با حریفان ہرچہ کرد آن نرگس مستانہ کرد ؛ و این معنی را قراین بسیار است بمجرد ملاحظہ آن قراین حدس قوی بآن وجہ حاصل می شود یکے از ان قراین این است کہ کسر این دو دولت مستقرہ ممتدہ از مدتِ چہار صد سال باآن ہمہ عدد و عُدد و دلاوری و سپہ سالاری

فعل میں واقع ہو گیا (یعنی اس دین کا ظہور تمام عالم کے لئے پہلے بالقوۃ تھا اب فعلیت میں آگیا)، تو دینِ محمدی کا ظہور تمام زمین میں حاصل ہو گیا۔ جبیر بن حیہ سے مروی ہے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو (یعنی لشکروں کو) شہروں کی حدود پر بھیجا جو مشرکین سے قتال کر رہے تھے پھر ہرمزان اسلام لے آیا تو عمرؓ نے فرمایا کہ میں تم سے مشورہ لینا چاہتا ہوں ان غزوات کے بارے میں۔ اس نے کہا ہاں (اور) کہا اُن ملکوں کی مثال اور جس قدر اُن میں مسلمانوں کے دشمن لوگ رہتے ہیں ایک پرندے کی سی ہے جس کے ایک سر ہے اور دو بازو ہیں اور دو ٹانگیں ہیں تو اگر دو بازوؤں میں سے ایک توڑ دیا جائے تو وہ دونوں پاؤں اور ایک بازو سے اور سر سے کھڑا رہے گا۔ پھر اگر دوسرا بازو توڑ دیا جائے گا تو پھر بھی وہ دونوں پاؤں اور سر سے کھڑا رہے گا، لیکن اگر سر ہی کچل ڈالا جائے گا تو دونوں پاؤں اور دونوں بازو اور سر سب ختم ہو جائیں گے۔ تو سر (دنیائے کفر کا) کسریٰ ہے اور ایک بازو قیصر ہے اور دوسرا بازو فارس تو مسلمانوں کو حکم دیجئے کہ وہ (لڑنے کے لئے) نکلیں، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور حضرت فاروق رضؓ کی سعی اس امر میں ارادۂ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ظہور کے لئے ایک نقاب سے زیادہ نہیں تھی۔ اور کیا خوب کہا گیا ہے ؎ این ہمہ مستی و بیہوشی الخ یعنی یہ تمام مستی اور بیہوشی شراب کا ذاتی اثر نہیں تھا، یارانِ ہم مشرب کے ساتھ جو کچھ کیا اس (چشم) نرگس مستانہ نے کیا ہے۔" اور اس حقیقت کے لئے بہت سے قرائن ہیں جن کے ملاحظہ سے دقیقہ شناس عقل اس وجہ پر جا پہنچتی ہے۔ اُن قرائن میں سے ایک یہ ہے کہ ان دو مضبوط و پائدار سلطنتوں کا جو چار سو برس سے اس قدر عددِ کثیر اور فوجی سامانِ جنگ کے ساتھ اور دلاوری اور فنونِ سپہ گری کے ساتھ

درین مدتِ قلیلہ از دستِ عرب بااین سامانے
کہ داشتند ہرگز مثلِ آن ہیچگاہ متحقق نشدہ ونخواہد
شد نہ درزمانِ اسکندر ذوالقرنین ونہ دروقتِ ترکانِ
چنگیزیہ ونہ درایامِ تیموریہ بر متتبعانِ فنِ تاریخ پوشیدہ
نیست کہ فتحِ بلاد ہرچند مساعدتِ بخت غالب
باشد واسبابِ آن مہیا حدی دارد وغایتے وآنچہ در
خلافتِ حضرت فاروق رض از فتوح واقع شد
فائتست از حد وغایت است درمیانِ کشورکشائی
درگزرندہ ۱۲
حضرت فاروق رضی اللہ عنہ وکشورکشائی جمعے
کہ قبل ازوی بودہ اند وبعد ازوی آمدند فرقے
بین است زیراکہ درعرب بادشاہی وکشورستانی
وفوج کشی نبود ورسوم سپاہیان رانمی دانستند
ومقابلۂ کسری وقیصر بخاطر ایشان گزشتن چہ احتمال
حضرتِ فاروق رض صنعتِ فروسیت را بمردم آموخت
سواری ۱۲
ولشکرہا ساخت وخوفی کہ دردلہای ایشان بود برانداخت
وجمعے کہ بعد از حضرتِ عمر رض فوج کشی کردند از فوجِ
آمادہ ومستعد کار گرفتند وچیزیکہ رسومِ آن معلوم و
قواعدِ آن ممہد بود باتمام رسانیدند شتّان بینہما
چنان محسوس می شود کہ درعہد حضرتِ فاروق رض
تائیدِ الٰہی ونصرتِ غیبی گویا مانندِ باران از آسمان
مے بارید اخرج الحاکم عن حذیفۃ انہ
قال کان الاسلام فی زمان
عمر کالرجل المقبل لا
یزداد الا قربا فلما قتل عمر
کان

قائم تھیں عرب کے ہاتھوں سے ایسے (حقیر) سامان کے ساتھ جو اُن کے پاس تھا آکھڑ جانا ایسا عظیم واقعہ ہے جس کا مثل کبھی زمانہ میں بھی وجود نہیں آیا اور نہ آئے گا۔ نہ (عمر رض سے پہلے) اسکندر ذوالقرنین کے زمانہ میں متحقق ہوا اور نہ (بعد میں) ترکانِ چنگیزیہ کے وقت میں اور نہ خاندانِ تیموریہ کے ایام میں۔ فنِ تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے کہ کتنی ہی بخت کی یاوری غالب ہو اور اسباب فتح مہیا ہوں پھر بھی اُن کی ایک حد اور نہایت ہوتی ہے۔ اور جو کچھ فتوحات حضرت فاروق رض کی خلافت میں واقع ہوئیں وہ تو حد و نہایت سے گزری ہوئی ہیں آپکی کشورکشائی اور آپ سے اگلوں اور پچھلوں کی کشورکشائی میں نمایاں فرق ہے کیونکہ عرب میں بادشاہی اور کشورستانی کا وجود ہی نہ تھا، وہ رسوم سپاہیانہ کو جانتے ہی نہ تھے اور کسریٰ و قیصر کے مقابلہ کا ان کے دلوں میں خیال ..... گزرنے کا بھی کیا احتمال تھا۔ حضرت فاروق رض نے گھوڑے سواری کا فن لوگوں کو سکھایا اور بہت سے لشکر مرتب کئے اور جو خوف کہ اُن کے دلوں میں بیٹھا ہوا تھا اس کو نکال پھینکا۔ اور جن جماعتوں نے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد فوج کشی کی وہ اُس فوج سے کی جو آمادہ اور کام پر مستعد بنائی جا چکی تھی اور اُنھوں نے اس چیز کو اتمام کو پہنچایا جس کے رسوم معلوم اور قواعد مفصّل ہو چکے تھے۔ دونوں میں (یعنی عمر رض کی مساعی اور بعد کے لوگوں کی مساعی میں) بڑا فرق ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ فاروق رض کے عہد میں تائیدِ الٰہی اور نصرتِ غیبی گویا بارش کی مانند آسمان سے برستی تھی۔ حاکم نے روایت کیا حذیفہ رض سے کہ اُنھوں نے کہا کہ عمر رض کے زمانہ میں اسلام اُس شخص کی مانند تھا جو دُور سے) چلا آرہا ہو کہ دم بدم اُس کا قرب بڑھتا ہی رہتا ہے پھر جب عمر رض قتل ہوگئے تو اُس شخص کی مانند ہوگیا جو

کالرجل المدبر لایزداد الا بعداً قرینۂ دیگر آنکہ ہر شہرے کہ در زمانِ حضرت فاروق رض مفتوح شد شعائر اسلام درانجا باندک فرصتے شیوع یافت وبشاشتِ اسلام ظاہر و باطن آن قوم را درگرفت تا الیوم سکانِ آن بلاد ہمہ مسلمان و متصف بہ نورِ ایمان اند وبلادے کہ بعد از فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ مسلمانان مفتوح ساختند اسلام درانجا گاہے قوت می گیرد وگاہی ضعف می پذیرد فرقہ کہ آبائی ایشان درہندوستان داخل شدند عمدۂ اہلِ اسلام درین دیار ایشان اند و غیر ایشان از متوطنانِ ہندوستان اکثرے مستمر بر کفر خود اند طائفہ کہ شرفِ اسلام حاصل کردہ اند بغایت ضعیف الاسلام وہمچنین ترکستان وحبشہ وافریقیہ وغیرہا اسلام آنہا ضعیف است این معنی بر متتبعان کتبِ تاریخ مستور نیست گویا عنایتِ الٰہی سعی فاروق رض را بہانۂ شیوع دینِ محمدی ﷺ ساختہ بود درمقامیکہ عمدۂ کمالات فاروقِ اعظم رض ہمان است یعنی جارحہ فیضِ الٰہی بودن فضیلتے بالاتر ازان نمی تواند بود کہ ارادۂ الٰہی بغلبۂ تمام محیطِ عالم کرد و سعی بندہ را روپوش آن احاطہ سازد بوجہے کہ ناظران تعجب کنند کہ آیا از مثل این اسباب مثل مسبب بظہور می آید باز شخصے کہ علمِ سیاست مدن را شناختہ باشد و بر احوالِ ملوک درکشورستانی مطلع شدہ میداند کہ ہیچ دقیقہ از دستِ فاروق رض درین واقعات

پشت پھیر کر جارہا ہو کہ دمبدم دور ہی ہوتا چلا جائے گا۔ دوسرا قرینہ یہ ہے کہ ہر اُس شہر میں جو کہ حضرت فاروق رضؓ کے زمانہ میں فتح ہوا اُس میں اسلامی شعائر قلیل عرصہ میں ہی شائع ہوگئے اور بشاشتِ اسلام نے اُس قوم کے ظاہر و باطن کو گرفت میں لے لیا۔ آج تک ان شہروں کے رہنے والے سب مسلمان نورِ ایمان سے متصف ہیں اور جو شہر کہ بعد فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے مفتوح ہوتے ان میں اسلام کبھی قوت پکڑتا ہے اور کبھی ضعف قبول کرتا ہے۔ اور جو فرقہ ایسا ہے کہ اُن کے باپ دادا ہندوستان میں داخل ہوتے اس دیار کے چیدہ اہلِ اسلام میں سے وہی لوگ ہیں اور ان کے علاوہ ہندوستان کے رہنے والے دوسرے لوگوں کا اکثر حصّہ اپنے کفر پر بدستور چل رہا ہے اور جس جماعت نے شرفِ اسلام حاصل کیا ہے وہ نہایت ضعیف الاسلام رہے۔ اسی طرح ترکستان اور حبشہ اور افریقہ وغیرہ کا حال ہے کہ ان کا اسلام ضعیف ہے۔ یہ حقیقت کُتبِ تاریخ کا پورا مطالعہ کرنے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ گویا عنایتِ الٰہی نے فاروق رضؓ کی سعی کو دینِ محمدی ﷺ کی اشاعت کے لئے بہانہ بنایا تھا دراں حالیکہ فاروقِ اعظم رضؓ کے خاص و بہترین کمالات میں سے یہی وصف ہے یعنی فیضِ الٰہی کے لئے اُن کا جارحہ (یعنی آلہ اور واسطہ) بننا اور کوئی فضیلت اس سے بالاتر نہیں ہو سکتی کہ ارادۂ الٰہی پورے غلبہ کے ساتھ عالم کو محیط ہوجائے اور بندے کی سعی کو اُس احاطہ کا نقاب بنالے ایسے طریقہ سے کہ دیکھنے والے تعجب کریں کہ کیا ایسے اسباب سے اس طرح کا مسبب (یعنی نتیجہ) ظہور میں آیا بھی کرتا ہے۔ پھر جو شخص کہ سیاستِ شہریہ کا علم رکھتا ہوگا اور بادشاہوں کے احوال سے جو کشورستانی میں رہے ہیں باخبر ہوگا وہ جانتا ہے کہ فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے ان واقعات

نامرعی نماند و این کمال نفس اوست کہ بمعیارِ آن فیضِ الٰہی ظہور فرمود التجلّی لایکونُ ابدًا الّا بقدر المتجلّٰی لہٗ فقیر اشارتے لطیفہ باین معنے کردہ است درین بیت ؏ کانُبوبٍ لرحمۃ تعالٰی: وَمَا الاُنبُوبُ اِلّاَ قَبسُ مَاءٍ (مقدار) و نیز می داند کہ اعدا در صنعتِ فوج کشی و مردانگی ہیچ دقیقہ فرو نگذاشتہ و در مقدماتِ مبارزت تقصیرے نمودہ اند تا فتوح اسلام را کسے بران حمل کند لیکن ارادہ حق جلّ و علاؔ مساعی ایشان را برہم زد و تمام ایشان را باطل ساخت اذا جآء نہرُ اللہِ بطلَ نہرُ عیسٰی و اگر جاہلے این واقعات را باَوضاعِ فلکیہ منسوب سازد گوئیم فکذلک کلّ نبیٍّ و ولیٍّ ہمیشہ الطوارِ عجیبہ انبیاء و اولیاء بزعمِ این قائل موافق ہمان اَوضاعِ فلکیہ بودہ است باوجود این تحقق فضائلِ ایشان را نقصانے نیست

میں کوئی دقیقہ بھی ایسا نہیں جو رعایت کئے بغیر چھوٹ گیا ہو اور یہ اُن کے نفس کا کمال ہے کہ جس کے معیار سے اُس فیضِ الٰہی نے ظہور فرمایا کہ التجلّی لایکون الخ یعنی تجلّی کبھی نہیں ہوتی مگر بقدر (ظرف) متجلّٰی لہٗ کے (یعنی جس پر تجلّی کی جارہی ہے اس کے ظرف کے مناسب) اس بیت میں فقیر نے اس معنے کی طرف ایک لطیف اشارہ کیا ہے ؏ کانُبوبٍ لرحمۃِ الخ ترجمہ:۔ وہ مثل ٹونٹی کے ہے اللہ تعالٰی کی رحمت (کے ذخیرے) کے لئے۔ اور ٹونٹی نہیں ہوتی مگر پانی کے اندازے کے مطابق۔ اور نیز (تاریخ پر نظر رکھنے والا) جانتا ہے کہ دشمنوں نے فوج کشی کے خاص اصولوں میں اور بہادری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور مقدّماتِ محاربہ میں کوئی غلطی نہیں کی، کہ کوئی شخص فتوحاتِ اسلام کو اس پر محمول کرے۔ لیکن (بنیادی بات صرف یہ ہے کہ) ارادہ حق جلّ و علاؔ نے اُن کفار کی مساعی کو برہم کردیا اور ان کی تمام کوششوں کو بیکار کردیا جب اللہ کی نہر آگئی تو عیسٰی کی نہر بیکار ہوئی۔ اور اگر کوئی جاہل ان واقعات کو اوضاعِ فلکیہ (یعنی گردش سیارگان) کی طرف منسوب کرے تو ہم کہتے ہیں کہ پھر ایسا ہر نبی اور ولی کے حق میں کہا جاسکتا ہے۔ انبیاءؑ اور اولیاءؒ کے اطوارِ عجیبہ اس قائل کے زعم کے مطابق وہی اوضاعِ فلکیہ ہوئے ہیں اس کے باوجود اُن کے فضائل کے تحقق میں کوئی نقصان نہیں ہوتا

؏ یہ اس اشکال کا جواب ہے جو کسی کوتاہ فہم کو پیش آسکتا ہے کہ آپ کے بیان کے مطابق عمرؓ فیضِ الٰہی کا ایک آلہ وجارحہ تھے تو اس میں ان کی فضیلت کی کیا صورت ہے جب کہ جو کچھ کام کیا وہ فیض و نصرتِ الٰہی نے کیا۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ عمرؓ کا کمال ان کا وسیع الظرف ہونا ہے کہ جس نے اس عظیم الشان فیض کا تحمل کیا جو اُن کے ذریعہ سے تمام عالم پر پھیلنے والا تھا۔ اگر کوئی ایسا بند (ڈیم) بنایا جائیگا جس میں پانی کا اتنا بڑا ذخیرہ محفوظ رکھا جائے جو سیکڑوں میل کے رقبہ کو سیراب کرسکے تو اس کو کروڑوں روپیہ صرف کرکے اعلیٰ و مستحکم بنایا جاتا ہے جو پانی کے زور ٹوٹ نہ جائے جب وہ حسب منشا بن جائیگا اور عمدہ کام دیگا تو اس کو پسندیدہ اور اعلیٰ مانا جائیگا ۱۲ مترجم

ومنّتِ ایشان بر گردنِ مردمان ثابت است
الحال حکایتے چند از سیاست وجہانبانی
حضرت فاروق رض تقریر کنیم از انجملہ
آنست کہ چون خلیفہ شد غایت تادّب
بنسبتِ صدّیق رض بجا آورد و مردم از وے
می ترسیدند وہیبتی عظیم در دلِ مردمان
افتاد بجہتِ تدارکِ این خلل خطبہ بلیغہ
متضمّن ملاطفہ عامہ برخواند عن جامع بن
شدّادٍ عن ابیہ قال اوّلُ کلام تکلّم
بہ عمر اَن قال اللّٰھم انّی ضعیف فقوّنی
و انّی شدید فلیّنّی و انّی بخیلٌ
فسخّنی اخرجہ ابن ابی شیبۃ فی الریاض
قال ابن شہاب وغیرہ من اہل العلم
اوّل ما ابتدا بہ عمر حین جلس
علی المنبر انہ جلس حیثُ کان ابوبکر
یضعُ قدمیہ وہو اوّلُ درجۃ و وضع
قدمیہ علی الارض فقالوا لو جلست حیثُ
کان ابوبکر یجلس قال حسبی اَن یکونَ
مجلسی حیث کانتْ تکون قدما ابی
بکرٍ قالوا وہاب الناسُ عمر ہیبۃً
عظیمۃً حتّٰی ترک الناس (اہل العلم) المجالس بالافنیۃ
قالوا ننتظر ما رائ عمر وقالوا بلغ من ابی بکرٍ
ان الصّبیان کانوا اذا راوہ یسعون
الیہ ویقولون یا آبتِ فیمسح
رؤسہم

اور ان کا احسان لوگوں کی گردنوں پر ثابت ہے۔ اب ہم حضرت

فاروق رض کی سیاست اور جہانبانی کی چند حکایات

بیان کرتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب خلیفہ ہوتے تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت انتہائی ادب بجالایا کرتے تھے اور اور لوگ اُن سے ڈرتے تھے اور لوگوں کے دلوں میں ایک عظیم ہیبت واقع ہوگئی تھی، آپ رض نے اس خلل کے تدارک کے لئے ایک خطبہ بلیغہ پڑھا جس میں دلداری اور ملاطفتِ عامہ پر مشتمل کلمات ارشاد فرمائے۔ جامع بن شداد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ (خلیفہ بننے کے بعد) عمر رض نے پہلا کلمہ جو بولا تھا وہ یہ تھا کہ انھوں نے کہا یا اللہ میں ضعیف ہوں مجھے طاقتور بنادے اور میں سخت مزاج ہوں مجھے نرم مزاج بنادے اور میں بخیل ہوں مجھے سخی بنادے، اس کو اخذ کیا ہے ابن ابی شیبہ نے ریاض میں۔ ابن شہاب وغیرہ اہلِ علم لوگوں نے بیان کیا کہ سب سے پہلی چیز جس سے عمر رض نے ابتداء کی جب آپ (خلیفہ بننے کے بعد) منبر پر بیٹھے تو وہ اس جگہ بیٹھے جہاں ابوبکر رض اپنے قدم رکھتے تھے اور وہ (منبر کا) پہلا درجہ تھا اور اپنے دونوں قدموں کو زمین پر رکھا۔ لوگوں نے کہا کہ (اس میں کیا مضائقہ تھا) اگر آپ وہیں بیٹھ جاتے جہاں ابوبکر رض بیٹھا کرتے تھے، فرمایا کہ میرے لئے (یہ شرف) کافی ہے کہ میرے بیٹھنے کی جگہ وہاں ہو جہاں ابوبکر رض کے قدم ہوتے تھے۔ (ابن شہاب وغیرہ علماء نے یہ بھی) بیان کیا کہ لوگوں پر عمر رض کی بہت بڑی ہیبت طاری ہوگئی یہاں تک کہ لوگوں نے عام نشستگاہوں میں بیٹھنا چھوڑ دیا کہنے لگے کہ ہم انتظار کرتے ہیں کہ عمر رض کی رائے (یعنی طرزِ عمل) کیا ہوتا ہے اور (علماء نے) ذکر کیا کہ ابوبکر رض کا حال اس حد تک پہنچا ہوا تھا کہ لڑکے جب اُن کو دیکھتے تھے تو اُن کے پاس اے میرے ابا جان کہتے ہوئے دوڑ کر آتے تھے اور ابوبکر رض اُن کے سروں پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے۔

وبلغ من هيبة عمر أن الرجال تفرقوا
من المجالس هيبة حتى ينظروا ما
يكون من أمره قالوا فلما بلغ عمر
هيبة الناس له أمر فصيح في
الناس الصلوة جامعة فحضروا ثم
جلس من المنبر حيث كان ابوبكر
يضع قدميه فلما اجتمعوا قام قائما
فحمد الله واثنى عليه بما هو اهله
وصلى على النبي صلى الله عليه وسلم
ثم قال بلغني ان الناس قد هابوا
شدتي وخافوا غلظتي وقالوا قد
كان عمر يشتد علينا ورسول الله
صلى الله عليه وسلم بين اظهرنا ثم اشتد
علينا وابوبكر والينا دونه فكيف اذا صارت
الامور اليه من قال ذلك فقد صدق
قد كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم
فكنت عبده وخادمه وكان من لا يبلغ
احد صفته من اللين والرحمة صلى الله عليه
وسلم وقد سماه الله بذلك ووهب له اسمين
من اسمائه رؤف رحيم فكنت سيفا
مسلولا حتى يغمدني او يدعني فامضي
حتى قبض رسول الله صلى
الله عليه وسلم وهو عني
راض والحمد لله وانا اسعد
بذلك

اور عمرؓ کی ہیبت اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ بڑے آدمی نشستگاہوں سے تتر بتر ہو گئے تاکہ یہ دیکھ لیں کہ ان کا طرز عمل کیا ہوگا (اور وہ اس مجالست پر ناراض تو نہیں ہو جائیں گے) کہا کہ جب عمرؓ کو لوگوں کے اُن سے خائف ہونے کی اطلاع پہنچی تو لوگوں میں ان کے حکم سے الصلوٰۃ جامعۃ (نماز تیار ہے) کی بلند آواز لگائی گئی۔ اس پر لوگ حاضر ہو گئے تو آپؓ منبر پر اس جگہ بیٹھے جہاں ابوبکرؓ اپنے پاؤں رکھا کرتے تھے۔ جب پورا اجتماع ہو گیا تو سیدھے کھڑے ہوتے ہو تو اللہ کی حمد و ثنا ان کلمات سے کی جو اُس کے مناسب ہیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا۔ پھر فرمایا کہ مجھے یہ اطلاع پہنچی کہ لوگوں کو میری تیز مزاجی سے ہیبت ہو رہی ہے اور وہ میری تُند خوئی سے خوفزدہ ہو رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ عمرؓ ہم پر سخت گیری اس زمانہ میں بھی کیا کرتا تھا جب کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان میں موجود تھے۔ پھر ہم پر سختی کرتا رہا جب کہ ابوبکرؓ ہم پر حاکم تھے نہ کہ وہ۔ تو اب کیا حال ہوگا جب کہ امور کا پورا اختیار اُسی کے ہاتھ میں پہنچ گیا۔ جس نے یہ کہا اُس نے سچ کہا بیشک میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور آپؐ کا غلام اور آپؐ کا خادم تھا اور آپؐ ایسے تھے کہ کوئی شخص آپؐ کی نرمی اور رحمدلی کی صفت تک نہیں پہنچ سکتا صلے اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو اس سے موسوم کیا اور آپؐ کو اپنے اسماء میں سے دو نام رؤف و رحیم عطا کئے۔ اور میں ایک کھنچی ہوئی تلوار تھا کہ (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اگر چاہیں تو) مجھے نیام میں کرلیں یا مجھے چھوڑ دیں تو میں کاٹ ڈالوں۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور وہ مجھ سے خوش تھے اور اللہ کا شکر ہے۔ میں اس بنا پر سعادتمند رہا

ثم ولیَ امر النّاس ابوبکرؓ فکان ممّن لاتُنکِرون رِقّتہ وکرمہ ولینہ فکنتُ خادمہ وعونہ اخلطُ شِدّتی بلینہ فاکون سیفًا مسلولاً حتّی یُغمِدنی اویدعنی فامضی فلم ازل معہ کذلک حتی قبضہ اللّٰہ عزّوجلّ وہو عنّی راضٍ والحمدللّٰہ وانا اسعد بذلک ثم قد وَلیتُ امورکم ایّہا النّاسُ واعلموا ان تلک الشّدّۃ قد اُضعِفَت (سست کردہ شدہ) ولکنّہا اِنّما تکون علی اہلِ الظلم والتعدّی علی المسلمین واما اہلُ السّلامۃ والدّین والقصد فانا اَلیَنُ لہم من بعضٍ لبعضٍ ولستُ اَدَعُ احدًا یظلِمُ احدًا اَو یتعدّی علیہ حتّی اَضعَ خدّہ الارض واَضعَ قدمی علی الخدّ الآخر حتّی یُذعِنَ بالحقّ ولکم علیّ ایّہا النّاسُ خصالٌ اذکرہا لکم فخذُونی بہا لکم علیّ اَن لا اَختبئَ (پنہان وکتم) شیئًا من خراجکم ولا مما اَفاء اللّٰہُ علیکم الّا من وجہہ ولکم علیّ اذا وقع عندی اَن لا یخرُجَ (خرج نشود) الّا بحقّہ ولکم علیّ اَن اَزیدَ عطایاکم و

پھر لوگوں کے والیٔ امر یعنی حاکم ابوبکرؓ ہوئے تو وہ ایسے لوگوں میں سے تھے کہ تم میں سے کوئی منکر نہیں ہے اُن کی رقیق القلبی اور کرم اور نرم مزاجی کا اور میں اُن کا خادم اور اُن کا مددگار تھا اپنی سختی کو اُن کی نرمی کے ساتھ مخلوط کرتا تھا اور کبھی ہوئی تلوار بن جاتا تھا (اور اُن کے ہاتھ میں ہوتا تھا) کہ وہ مجھے نیام میں بند کردیں یا (اگر چاہیں تو) مجھے چھوڑ دیں اور میں کاٹ ڈالوں۔ تو میں اُن کے ساتھ اسی طرح رہا یہاں تک کہ اللہ عزوجلّ نے ان کو اس حال میں وفات دی کہ وہ مجھ سے خوش تھے۔ الحمدللہ میں اس بنا پر سعادت مند رہا۔ پھر اے لوگو! میں تمہارے امور کا والی بن گیا ہوں (یعنی امیر) اب سمجھ لو کہ وہ تیزی کمزور کردی گئی۔ لیکن وہ ظاہر ہوگی مسلمانوں پر ظلم و دراز دستی کرنے والوں پر۔ رہے وہ لوگ جو نیک خُو اور دیندار اور صاحب فضیلت ہیں میں ان کے ساتھ اس سے بھی زیادہ نرم ثابت ہوں گا جو نرمی وہ ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں اور میں کسی ایسے شخص کو جو دوسرے پر ظلم و دراز دستی کرتا ہوگا نہیں پاؤں گا مگر میں اُس کے رخسار کو زمین پر ڈال کر اپنا پاؤں اُس کے دوسرے رُخسار پر رکھ دوں گا یہاں تک کہ وہ حق کو اچھی طرح سمجھ لے اور اے لوگو! تمہارے مجھ پر بہت سے حقوق ہیں جو میں تم سے ذکر کرتا ہوں تم اُن پر میری گرفت کرسکتے ہو۔ تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ میں اس مال میں سے جو تم پر خرچ کرنا ہے کوئی شے تم سے چھپاکر نہ رکھوں اور نہ اُس میں سے جو اللہ تعالےٰ نعمتوں میں سے تمہارے لئے بھیجے بجز اس کے جو اللہ کے کام کے لئے روکوں اور تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ وہ (روکا ہوا مال) کہیں خرچ نہ ہو مگر اپنے حق کے موقعہ پر اور تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ میں تمہارے وظائف اور

أرزاقكم إن شاء الله و لكم عليّ أن لا
أُلقيكم المهالك وإذا غبتم في
البعوث فأنا أبو العيال حتى ترجعوا
إليهم أقول قولي هذا و أستغفر الله لي و
لكم قال سعيد بن المسيب. وأبو سلمة
ابن عبدالرحمن فوفى والله عمر وزاد في
الشدة في مواضعها و اللين في مواضعه
وكان أبا العيال حتى إن كان ليمشي
إلى المغيبات فيسلم على أبوابهن ثم
يقول ألكن حاجة (التي غابت ازواجهن) إذا كنتن تردن حاجة
أشتري لكن شيئا من السوق فإني
أكره أن تخدعن في البيع والشراء
فيرسلن معه بجواريهن فيدخل السوق
و إن وراءه من جواري الناس وغلمانهم
ما لا يحصى فيشتري لهم حوائجهم ومن
كانت ليس عندها منهن شيء اشترى
لها من عنده وإذا قدم الرسول من
بعض البعوث يبلغهن هو بنفسه بكتب
أزواجهن ويقول لهن إن أزواجكن
في سبيل الله وأنتم في بلد رسول
الله صلى الله عليه وسلم
إن كان عندكن من يقرأ
وإلا فادنين من الباب
حتى أقرأ لكن ثم يقول
رسولنا يخرج

روزینے انشاء اللہ تم کو دیتا رہوں۔ اور تمہارا مجھ پر یہ حق بھی ہے کہ میں تم کو ہلاکت کے مقامات میں نہ ڈالوں اور جب تم لشکر میں شامل ہو کر گھر سے غائب رہو تو میں تمہارے بال بچوں کا باپ بنا رہوں یہاں تک کہ تم اُن کے پاس واپس آؤ۔ میں اپنی یہ بات کہہ رہا ہوں اور اللہ سے اپنے اور تمہارے لئے مغفرت چاہتا ہوں سعید بن المسیبؒ اور ابو سلمہ بن عبدالرحمنؒ نے کہا کہ واللہ عمرؓ نے (جو کچھ کہا اس کو) پورا کر دیا۔ سختی کرنے کے مواقع پر سختی میں اور نرمی کے مواقع پر نرمی میں بڑھ گئے اور وہ لوگوں کے بال بچوں کے باپ بن گئے تھے یہاں تک کہ ان عورتوں کے پاس جاتے جن کے شوہر باہر گئے ہوتے ہوتے تھے۔ اُن کے دروازوں پر پہنچ کر ان کو سلام کرتے پھر کہتے کیا تمھیں کوئی حاجت ہے جب تم کوئی ضرورت کی چیز منگانا چاہو تو میں وہ چیز تمھیں بازار سے خرید کرا دوں گا۔ مجھے یہ ناگوار ہے کہ خرید و فروخت میں تمھیں دھوکا دیا جائے تو وہ عورتیں آپؓ کے ساتھ اپنی لڑکیوں کو بھیجدیتی تھیں تو آپؓ بازار میں اس طرح جاتے کہ آپؓ کے پیچھے لوگوں کی لڑکیاں اور لڑکے اتنے ہوتے کہ اُن کا شمار مشکل ہوتا پھر ہر ایک کے لئے اُن کی ضرورت کی چیزیں خریدتے اور جو عورت ایسی ہوتی کہ اس کے پاس کوئی بال بچہ نہ ہوتا تو اس کے لئے خود خریدتے اور جب کسی لشکر میں سے کوئی ایلچی آتا تو اس سے اُن عورتوں کے شوہروں کے خطوط لے کر خود اُن کو پہنچاتے اور اُن سے فرماتے کہ تمہارے شوہر اللہ کی راہ میں گئے ہوتے ہیں اور تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے شہر میں ہو اگر تمہارے پاس کوئی ایسا شخص موجود ہے جو یہ خط پڑھ دے تو فبہا ورنہ دروازے کے قریب کھڑی ہو جاؤ تاکہ میں پڑھ کر سنا دوں۔ پھر فرماتے کہ ہمارا ایلچی یہاں سے فلاں دن

يوم كذا و كذا فاكتبن حتى نبعث
بكتبكن ثم يدور عليهن بالقراطيس و
الدوى (دوات قلم) فمن كتبت منهن اخذ
كتابها و من لم تكتب قال هذا
قرطاس و دواة ادنين من الباب
فاملي على فيمر على كذا و كذا
بابا فيكتب لاهله ثم يبعث بكتبهن و
اذا كان في سفر نادى الناس في
المنزل عند الرحيل ارحلوا ايها
الناس فيقول القائل ايها الناس
هذا امير المؤمنين قد ناداكم فقوموا
فاسقوا و ارحلوا ثم ينادي الثانية
الرحيل فيقول الناس اركبوا فقد
نادى امير المؤمنين الثانية فاذا استقلوا (اسباب باندھ)
قام فرحل بعيره و عليه غرارتان (شلیتہ)
احدهما فيها سويق والاخرى فيها تمر بين يديه
قربة فيها ماء و جفنة (کاسہ کلاں) كلما نزل جعل في
الجفنة من السويق و صب عليه الماء و
بسط شناره قال والشنار مثل النطع (دستر خوان چرمیں)
الصغير من جاءه يخاصم او يستفتي
او يطلب حاجة قال له كل من هذا السويق و
التمر ثم ترحل فياتي المكان الذي رحل
الناس منه فان وجد متاعا ساقطا
اخذه وان وجد احدا به عرجة او
عرض لدابته او بعيره

اور فلاں وقت جانے گا تم خط لکھ دینا تاکہ ہم تمہارے خطوط بھیجدیں پھر سب عورتوں کے یہاں (خطوط کے لئے) کاغذ اور دواتیں بھیجتے۔ پھر ان میں سے جو خط لکھدیتی اس کا خط لیتے اور جو نہ لکھ سکتی تو فرماتے کہ یہ کاغذ ہے اور دوات (بھی) موجود ہے تم دروازے کے قریب آجاؤ اور مجھے بتاتی رہو اس طرح ہر ایک دروازے پر جاتے اور اُن کے شوہروں کو (اُن کی طرف سے خطوط لکھتے۔ پھر ان خطوط کو بھیجتے۔ اور جب آپ کسی سفر میں ہوتے تو منزل (یعنی پڑاؤ کی جگہ) میں کوچ کرنے کے وقت ندا کرتے "اے لوگو! کوچ کرو" پھر ایک کہنے والا پکارتا اے لوگو! یہ امیر المؤمنین ہیں انھوں نے تم کو پکار کر کہا ہے پس اُٹھو اور (اونٹوں پر) پانی رکھ لو اور کوچ کرو۔ پھر آپؓ دوبارہ آواز لگاتے "الرحیل" (یعنی کوچ کرو) تو لوگ (آپس میں) کہتے سوار ہو جاؤ امیر المؤمنین نے دوبارہ ندا کی ہے۔ پھر جب کہ سب لوگ اپنا سامان باندھ لیتے تو کھڑے ہو کر اپنا اونٹ ہنکاتے اور اُس کے اوپر دو شلیتے ہوتے اُن میں سے ایک میں ستو ہوتا اور دوسرے میں کھجوریں ہوتیں۔ اور سامنے ایک مشکیزہ ہوتا جس میں پانی ہوتا اور ایک بڑا کونڈا۔ جب کہیں پڑاؤ کرتے تو کونڈے میں ستو ڈال کر اس پر پانی ڈالتے اور اپنا شنار (دستر خوان) بچھاتے۔ سعیدؒ نے کہا کہ شنار چمڑے کے چھوٹے دستر خوان کی طرح ہوتا تھا۔ جو شخص آپؓ کے پاس آتا کوئی جھگڑا لے کر یا کوئی مسئلہ پوچھتا یا اپنی ضرورت کی چیز مانگتا اُس سے فرماتے اس ستو اور کھجوروں میں سے کھاؤ پھر چلے جانا۔ پھر (قافلہ کو چلتا کرکے) آپ اُس جگہ پہنچتے جہاں سے لوگوں نے کوچ کیا تھا تو اگر کوئی چیز پڑی ہوئی دیکھتے تو اُس کو اُٹھاتے اور اگر کسی شخص کو دیکھتے کہ اُس کے گھٹنے لگ گئے ہیں یا اس کے چوپایہ یا اونٹ میں تھکن کی وجہ سے

تكادُ ازالَہ و يَساقُ بہ فيتبعُ آثارَ النّاس كذلك فما سقطَ من متاعٍ اخذہ ومن اصابتہ عرجۃٌ تخلّفَ عليہ فاذا اَصبحَ النّاسُ فی المسآءِ من الغدِ لم يفتقد احدٌ متاعًا لہ منہ الّا قال حتّٰی ياتی اميرُ المؤمنين فيطّلعُ عمرُ واِنّ جملہ مثل الشجب بما اَتٰی عليہ من المتاعِ فياتی ھذا فيقولُ يا اميرَ المؤمنين اِداوتی فيقولُ فھل يغفلُ الرجلُ الحكيمُ عن اِداوتہ التی يشرب فيھا و يتوضّأ للصّلوٰۃ منھا او كلّ ساعۃٍ اُبصرُ مايسقط او كلّ الليل اكلأُ عينی من النّوم ثم يدفع اليہ اِداوتہ و يقولُ انذا قوسی و ھذا رِشائی او مادقع منھم فيعنفھم ثم يدفع ذلك اليھم ولما بلغ الشّام تلقوہ ببرذونٍ و ثيابٍ بيضٍ فكلّموہ ان يركبَ البرذونَ ليراہ العدوُّ وليكون ذلك اَھيبَ لہ عندھم و يلبس البياضَ و يطرح الفروَ الذی عليہ فابٰی ثم الحوا عليہ فركب البرذونَ بفروہ وثيابہ فھملج بہ البرذونُ وخطام ناقتہ بعدُ فی يدہ فنزلَ

(پٹھوں میں) گرفتگی پیدا ہو گئی ہے تو اس کو (مالش کر کے) زائل کرتے اور اُس کو ہنکاتے۔ پھر قافلہ کے نشانِ راہ کو دیکھتے ہوئے چلتے تو جو چیز کسی کی گر گئی ہوتی اس کو اُٹھاتے اور جس کو لنگ عارض ہو جاتا اُس کے پیچھے لگے رہتے پھر جب لوگوں کو شام سے چلتے ہوئے صبح ہو جاتی تو جس کی کوئی چیز کھوئی گئی ہوتی وہ کہتا کہ امیر المؤمنین کو آنے دو تو جب عمرؓ دکھائی دینے لگتے اور آپ کا اونٹ (گرا پڑا) سامان رکھتے رکھتے مثل گھڑونچی کے بنا ہوا ہوتا تھا (جب آپؓ قافلہ سے آملتے) تو ایک شخص آتا اور کہتا کہ اے امیر المؤمنین! میرا لوٹا رہ گیا تھا (یا گر گیا تھا) تو آپؓ کہتے کہ کیا دانشمند آدمی اپنے لوٹے سے غافل ہوا کرتا ہے جس سے وہ پیتا ہے اور نماز کے لئے اُس سے وضو کرتا ہے کیا میں ہر ساعت دیکھتا ہی رہوں کہ کیا چیز گرتی ہے؟ کیا تمام رات میں نیند سے اپنی آنکھ کو بچاتا ہی رہوں؟ پھر اس کا لوٹا اُسے دیتے۔ پھر دوسرا آتا اور کہتا کہ یہ میری کمان ہے اور یہ میری رسّی ہے یا جو چیز ان کی گرتی آپ ہر ایک کو کچھ سرزنش کرتے اور دیتے جاتے تھے۔ اور جب آپ شام میں پہنچے تو لوگ اُن سے گھوڑا اور سفید کپڑوں کا جوڑا لے کر ملے اور اُنھوں نے آپ سے اس میں گفتگو کی کہ آپ گھوڑے پر سوار ہوں تاکہ دشمن آپ کو اس حالت میں دیکھیں اور تاکہ ان کے نزدیک ایسا کرنے سے دشمنوں پر آپ کا رُعب پڑے اور سفید کپڑے پہنیں اور جو پوستین آپ کے بدن پر تھا اُس کو اُتار دیں تو آپؓ نے انکار کر دیا پھر لوگوں نے اس درخواست پر زیادہ اصرار کیا تو آپ گھوڑے پر اپنے پوستین اور کپڑوں کے ساتھ سوار ہو گئے اور گھوڑا آپ کو لے کر قدم مارتا ہوا دوڑا اور ابھی تک اونٹنی کی مہار آپ کے ہاتھ میں ہی تھی تو آپؓ اتر گئے

وبرکب راحلتہ وقال لقد غیرنی ہذا
حتی خفت ان انکر نفسی ذکر ذلک
کلہ ابو حذیفۃ اسحٰق بن بشر فی فتوح الشام
وخرج ابن بشر خطبتہ الی آخرہا و
جلوسہ علی المنبر فقط و از انجملہ
آنست کہ طلاق داد زنی را کہ باوے
محبت داشت فی الاحیاء لما ولی عمر
الخلافۃ کانت لہ زوجۃ یحبہا فطلقہا
خیفۃ ان تشیر علیہ بشفاعۃ فی
باطل فیطیعہا و یطلب رضاہا۔
و از انجملہ آنست کہ خطبہ خواند متضمن
آنکہ وظیفہ عمال او چیست عن معدان بن
ابی طلحۃ من جملۃ خطبۃ عمر اللہم انی
اشہدک علی امراء الامصار فانی بعثتہم
یعلمون الناس دینہم و سنۃ نبیہم و یقسمون
فیئہم و یعدلون علیہم و ما اشکل
علیہم یرفعونہ الی اخرجہ
مسلم و احمد و عن ابی فراس
من جملۃ خطبۃ عمر الا و اللہ
انی ما ارسل عمالی الیکم لیضربوا
ابشارکم و لا لیأخذوا اموالکم و
جلدکم لکن ارسلہم الیکم لیعلموکم
دینکم و سنتکم فمن فعل
بہ سوی ذلک

اور اپنی اسی سواری پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اس نے مجھ کو بدل دیا یہاں
تک کہ مجھے اندیشہ ہوگیا کہ میرا نفس بگڑ جائے گا، ان سب کو
بیان کیا ابو حذیفہ اسحٰق بن بشر نے فتوح شام کے بیان میں۔
اور ابن بشر نے اخذ کیا صرف اُن کے خطبہ کو آخر تک اور اُن کے
منبر پر بیٹھنے کو۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے (خلیفہ
بننے کے بعد) اپنی ایک بی بی کو طلاق دیدی کہ جس کے ساتھ
محبت رکھتے تھے۔ احیاء میں ہے کہ جب عمرؓ والیٔ خلافت ہوئے
تو اُن کی ایک ایسی بیوی موجود تھی جس سے محبت کرتے تھے
تو اس خوف کے پیش نظر کہ یہ کسی باطل میں شفاعت پر زور
دے گی تو میں اس کی اطاعت و رضا جوئی میں لگ سکوں گا
اُس کو طلاق دیدی۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آپؓ نے
خطبہ دیا جس کا مضمون یہ تھا کہ ان کے عاملوں کو کیا کام سپرد
ہیں۔ معدان بن ابی طلحہ سے خطبۂ عمرؓ میں کا ایک حصہ اس طرح
مروی ہے کہ اے اللہ! میں آپ کو گواہ بناتا ہوں شہروں کے
امراء پر کہ میں نے ان کو اس لئے بھیجا ہے کہ وہ لوگوں کو ان
کے دین کی تعلیم دیں اور اُن کے نبیؐ کا طریقہ سکھائیں اور
اُن کا حصہ تقسیم کریں اور اُن پر عدل کریں اور جس امر کا فیصلہ
ان کو مشکل ہو جاتے اس کو میرے پاس بھیجدیا کریں، اس کو
مسلم اور احمد نے روایت کیا۔ اور ابو فراس سے خطبۂ عمرؓ
کا ایک یہ حصہ مروی ہے کہ یاد رکھو خدا کی قسم میں اپنے عاملوں
کو تمہارے پاس اس لئے نہیں بھیجتا کہ وہ تمہاری جلد کو پیٹا
کریں اور نہ اس لئے کہ وہ تمہارے اموال چھین لیں، لیکن
میں اُن کو اس غرض سے تمہارے پاس بھیجتا ہوں کہ وہ تم کو
تمہارے دین کی تعلیم دیں اور تم کو سنت نبویؐ سکھائیں تو
جس شخص کے ساتھ اس کے سوا کچھ کیا گیا تو چاہیئے کہ

فلیرفعہ الیّ فو الّذی نفسی بیدہٖ اذاً لَاَ قُتَصَّنَّہٗ منہ فوثبَ عمرو بن العاص فقال یاامیر المؤمنین اورآیتَ ان کان رجلاً من المسلمین غدا علے رعیّتہ فادَّبَ بعض رَعیّتہ آئنکَ لَمُقتَصُّہٗ قال ایُ والّذی نفس عمر بیدہ اذاً لاقتصنّہ منہ انا لا اقتصُ منہ وقد رآیتُ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم یُقتَصُّ من نفسہ اَلاَ لاَ تضربوا المسلمین فتذلّوہم ولا تُجَمِّرُوہم فتفتِنوہم ولا تمنعوہم حقوقہم فتَکَفِّروہم ولاتُنزِلوہم الغِیاضَ فتُضَیِّعُوہم اخرجہ احمد قولہ ولا تُجَمِّروہم تَجَمیر الجیش جمعہم فی الثغور و حبسہم عن العودِ الے اہلیہم قولہ ولاتُنزِلوہم الغیاض فتضیّعوہم الغِیاض جمع غَیضۃٍ وہی الشجر الملتفّ یعنی اذانزلوہا تفرّقوا فیہا فتمکّن منہم العدوُّ فقیر گوید این کنایت است از ارتکاب امرے کہ وجہ مصلحت دران برقوم مشتبہ باشد وعلاقہ کنایت آنکہ غیضہ محلِّ تستّر واختفا است سائرَ خطب فاروقِ اعظم رضہ مصرّحِ این مدّعاست واللّٰہ اعلم وازانجملہ آنکہ در روضۃ الاحباب مذکور است کہ در زمانِ خلافت وے رضی اللّٰہ عنہ

مجھے اس کی اطلاع دیں تو قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس صورت میں میں اُس سے قصاص لوں گا، تو کھڑے ہوتے عمرو بن العاص رضہ اور انھوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین رضہ کیا آپ نے اس پر غور کیا ہے کہ وہ شخص مسلمانوں میں سے ہوگا جو اپنی رعیّت کی طرف جائے گا اور رعیّت میں سے کسی کی اس نے تادیب بھی کی تو کیا آپ اس سے ضرور قصاص لیں گے؟ فرمایا ہاں قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں عمر رضہ کی جان ہے میں اُس سے ضرور قصاص لوں گا۔ میں اُس سے قصاص نہ لوں؟ حالانکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ اپنی ذات سے قصاص لیتے تھے۔ یاد رکھو مسلمانوں کو نہ مارو کہ تم ان کو ذلیل کرو اور نہ اُن کی تجمیر کرنا کہ تم ان کو فتنوں میں ڈالو اور نہ اُن سے اُن کے حقوق روکو کہ تم اُن کو (اپنے سامنے) جھکاؤ اور نہ اُن کو غیاض میں اُتارو کہ تم ان کو ضائع کر ڈالو، اس کو روایت کیا احمد نے (تفسیر) یہ ارشاد ولاتجمّروہم تجمیر الجیش کے معنے ہیں یعنی ان کو سرحدوں پر جمع رکھنا اور ان کو اپنی بیوی بچوں کے پاس لوٹنے سے روک کے رکھنا۔ اور اس ارشاد ولاتُنزلوہم الغیاض میں غیاض جمع ہے غیضۃ کی اور اس کے معنے گھنے درخت اور جھاڑیاں یعنی جب تم لشکر کو ایسی جگہ اُتاروگے تو وہ اُس میں متفرّق ہو جائیں گے اور ان کے ایک حصہ پر دشمن قابو پالے گا۔ فقیر کہتا ہے کہ یہ کنایہ ہے ایسے امر کے ارتکاب سے کہ جس میں مصلحت کی صورت قوم پر مشتبہ ہو اور اس کنایہ کی مناسبت یہ ہے کہ غیضہ (یعنی جھاڑیوں والا بن) چھپ جانے اور مخفی ہو جانے کا مقام ہے۔ فاروقِ اعظم رضہ کے تمام خطبے اس مدعا کی تصریح کرتے ہیں، واللہ اعلم۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ روضۃ الاحباب میں مذکور ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ

ہزار و سی و شش شہر با توابع و لواحق آن
مفتوح شد و چہار ہزار مسجد ساختہ گشت و
چہار ہزار کنیسہ خراب گردید و نُہ صد منبر بر جنوبِ
محاریبِ جوامع بجہت خطبۂ جمعہ بنا کردند و
ازآنجملہ بنا کردنِ شہر بصرہ بر ساحلِ بحر و آباد ساختن
جماعۂ از غزات درانجا بجہت آنکہ چون آن موضع
محل ورودِ مراکب عجم و ہند است نباید کہ ناگاہ
جمعے از فارس و ہند درانجا برسند و بر اہلِ اسلام
مصیبتے ریزند و ازآنجملہ بنا کردنِ شہر کوفہ
چون اتفاقِ اقامتِ عرب در شہر مدائن واقع
شد ہوای آن موضع با مزاجِ ایشان نساخت
اکثرے گرفتار مرض شدند سعد بن ابی وقاص
کیفیتِ حال برائے حضرتِ فاروق رض نوشتہ
فرستاد وی رضی اللہ عنہ فرمود کہ برای اقامتِ
عرب ہیچ مکانے اصلح ازان نیست کہ ہم برّی
باشد و ہم بحری جائے وسیعے بدین صفت
اختیار باید نمود و باید کہ درمیانِ من و آن موضع
پلے و دریائے حائل نباشد سعد رض برای تفحص
این چنین سرزمینے مردمان را منتشر ساخت و
برین موضع کہ الحال مسمّٰی بکوفہ است اتفاقِ
آرا واقع شد اوّلِ حال امر کرد کہ بناہا از قصب
و خشتِ خام کنند یعنی تا میلِ ساکنانِ آن موضع
بعماراتِ رفیعہ پیدا نشود و خود را مہیا برای جہاد
داشتہ مانندِ مسافران بسر برند بالآخرہ چون حریق
افتاد رخصت باحکامِ عمارات فرمود

کے زمانۂ خلافت میں ایک ہزار چھتیس شہر مع اپنے ماتحت اور
ملحقہ دیہات کے فتح ہوئے ہیں اور چار ہزار مسجد یں بنائی گئیں
اور چار ہزار گرجے توڑے گئے اور نو سو منبر جامع مسجدوں کی محرابوں
کے پہلوؤں میں بنائے گئے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ شہر
بصرہ کی بنیاد ڈالنا ساحلِ دریا پر اور غازیوں کی ایک جماعت
کو وہاں آباد کرنا چونکہ یہ موقع ایسا تھا جو عجم اور ہندوستان
کی کشتیوں کے وارد ہونے کا مقام تھا کہ ایسا نہ ہو کہ اچانک
کوئی جماعت فارس اور ہندوستان سے یہاں پہنچ جاتے
اور اہلِ اسلام پر کوئی مصیبت ڈالیں۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے
شہر کوفہ کی بنیاد ڈالنا۔ جب عرب کو شہر مدائن میں اقامت
گزیں ہونے کا اتفاق پڑا تو اس مقام کی ہوا اُن کے مزاجوں
کے موافق نہ آئی اور بہت سے لوگ امراض میں گرفتار ہو گئے
تو سعد بن ابی وقاص رض نے یہ کیفیتِ حال حضرت فاروق رض کو
لکھ کر بھیجی۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عربوں کی اقامت
کے لئے کوئی مقام اس سے زیادہ بہتر نہ ہوگا کہ وہ برّی بھی
ہو اور بحری بھی اس لئے کوئی مقام جس میں یہ وصف ہو انتخاب
کر لیا جائے اور چاہیئے کہ میرے اور اُس مقام کے درمیان کوئی
پل اور دریا حائل نہ ہو۔ سعد رض نے ایسی سرزمین کی جستجو میں
لوگوں کو اطراف میں بھیجا اور اس سرزمین پر کہ اب جس کا نام
کوفہ ہے سب کی رائے متفق ہو گئی۔ ابتداء حال میں حکم دیا کہ بانس
اور کچی اینٹوں کے مکان بنالیں یعنی جب تک اُس مقام پر
رہنے والوں میں بلند عمارات کی رغبت نہ پیدا ہو اور (یہ مصلحت
بھی پیشِ نظر تھی) کہ اپنے کو جہاد کے لئے تیار رکھتے ہوئے
مسافروں کی مانند بسر اوقات کریں۔ آخر کار جب (ایک مرتبہ)
آگ لگی تو مضبوط اور پختہ عمارتیں بنانے کی اجازت مل گئی۔

بالجملہ چون مسلمانان درانجا اختیارِ اقامت نمودند الوان وقوائے ایشان بحالِ اصلی عود کرد و ازانجملہ وضع تاریخ زیراکہ پیش از وضع تاریخ تعیین شہور در سجلات می نمودند نہ تعیین سنین این معنے موجب اشتباہ می شد حضرت فاروقؓ ابتداء حساب تاریخ از ہجرت مقرر فرمود وإلے الیوم ہمان دستور جاری است وازانجملہ آنکہ چون خالد بن ولید ابوعبیدہ را طوعاً وکرہاً بران باعث شد کہ از حصارِ حمص بیرون برآمدہ باکفار مقاتلہ کند وانتظارِ وصولِ فوج کمک از ہرجانب نکشد حضرت فاروقؓ آن را از وی نہ پسندید بجہت آنکہ وجہش یا عُجبِ نفس است بشجاعت وپہلوانی خود یا بُخل است بغنائم یا استہانتِ امرِ خلیفۂ برحق است وکیف ماکان از خصالِ ذمیمہ اعتبار نمود وغالباً این چنین جرأت در عادت موجبِ ہزیمت می شد ہرچند اینجا شمولِ فضلِ حق وتائیدِ الٰہی کار خود فرمودہ باشد دیگر آنکہ خالدؓ بن ولید شاعرے را بر مدیح خود دہ ہزار درہم صلہ داد چون رسم فاسد بود گوارای طبیعت حضرتِ فاروقؓ نیفتاد خالدؓ را از حکومتِ قنسرین معزول ساختہ در مدینہ نشاند وإلے آخر العمر اورا بحکومتے نامزد نہ کرد و براے ابوعبیدہؓ نوشتہ فرستاد کہ اورا از قنسرین بنزدِ خود خواند و در محضر

المختصر جب مسلمانوں نے وہاں اقامت اختیار کرلی تو اُن کے رنگ اور اُن کے قُوٰے اصلی حالت پر عود کر آئے۔ اور اُن میں سے ایک ہے تاریخ کا وضع کرنا۔ کیونکہ تاریخ کے وضع کرنے سے پہلے مُہر شدہ مکاتیب میں صرف مہینوں کا تعیّن کرتے تھے سنوں کا تعیّن نہیں اور یہ صورت موجب اشتباہ ہوتی تھی حضرت فاروقؓ نے تاریخ کے حساب کی ابتداء ہجرت سے مقرر فرمادی اور آج کے دن تک وہی دستور جاری ہے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جب حضرت خالد بن الولیدؓ نے ابو عبیدہؓ کو طوعاً وکرہاً اس پر آمادہ کیا کہ حمص کے حصار سے باہر آکر کفار کے ساتھ جنگ کریں اور ہر جانب سے جو (حضرت عمرؓ کے احکام کے ماتحت) کمک کی فوجیں پہنچ رہی تھیں ان کا انتظار نہ کریں تو حضرت فاروقؓ کو ان کی یہ بات پسند نہ آئی کیونکہ اس کی وجہ یا نفس کا اپنی بہادری اور پہلوانی پر عُجب ہے یا غنیمتوں پر بُخل ہے (کہ اموالِ غنیمت میں حصہ دار وہ لشکر بھی ہو جائیں گے جو مختلف مقامات سے آنے والے تھے) یا خلیفۂ برحق کے حکم سے لاپرواہی برتنا اور جو کچھ بھی ہو آپ نے اُس کو خصالِ ذمیمہ میں اعتبار کیا اور بسا اوقات عادۃً اس طرح کی جرأت موجب ہزیمت ہوا کرتی ہے ہرچند کہ اس موقع پر حق تعالیٰ کے فضل اور تائیدِ الٰہی نے شامل ہو کر اپنا کام فرمادیا۔ دوسری بات یہ پیش آئی کہ خالدؓ بن الولید نے ایک شاعر کو اپنی مدح پر دس ہزار درہم انعام دیدیا۔ چونکہ یہ رسم فاسد تھی اس لئے حضرت فاروقؓ کی طبیعت کو گوارا نہ ہوئی۔ آپؓ نے خالدؓ کو قنسرین کی حکومت سے معزول کر کے اُن کو مدینہ میں بٹھادیا اور آخر عمر تک اُن کو کسی حکومت پر نامزد نہ کیا اور ابو عبیدہؓ کو لکھا کہ اُن کو قنسرین سے اپنے پاس بلائیں اور اعیانِ لشکر کی

اعیانِ لشکر استادہ نماید و بفرماید کہ عمامہ را از سرش بردارند و بہمان عمامہ مقید سازند بعد ازان استفسار کنند کہ این دہ ہزار را ازچہ مکان صرف کردہ است اگر از بیت المال یا از دفینِ جاہلیت برامد خیانت کردہ باشد و اگر از مالِ خود عطا نمود باسراف کار فرمود بالجملہ ہمچنان بعمل آوردند کہ مامور شدہ بودند تحفہ نزآنکہ خالدؓ باآن ہمہ جلادتے (بہادری ۱۲) کہ داشت برین ماجرا بچون وچرا مجالِ دم زدن ندید و دیگر لشکریان و اُمراء از دیدِ این معاملہ نیز بددل نشدند و این خصائصِ صولتِ حضرت فاروقؓ بودہ است بعد اللّتیا واللتی بامراء امصار نوشت کہ عزلِ خالدؓ نہ بجہتِ خیانتے از وے بودہ است بلکہ برائے آنکہ بخاطرِ او چنان خطور کردہ بود کہ این فتوح بدستیاری او وقوتِ او ظہور نمود و اِنَّ الامر کلہ للہ وہمچنین چون سعدؓ را از عراق معزول فرمود بجہتِ خوفِ اختلاف قوم بردے ہیچ فتنہ برنخاست و در آخر عمر تصریح نمود بآنکہ عزل سعدؓ نہ بنا بر عجز او بود یا بسبب صدور خیانتے از وے بل بجہت از مظانِّ اختلاف و وجہ این تصریح آن بود کہ عدالتِ او از نظرِ مردم ساقط نشود و از انجملہ آنکہ سالے بقصدِ عمرہ بمکہ محترمہ توجہ فرمود و توسیع وتفسیح مسجدِ حرام بتقدیم رسانید و نزدیک مراجعت امر نمود تا درمنازلے

موجودگی میں کھڑا کر کے کسی کو حکم دیں کہ عمامہ اُن کے سر سے اُتار لے اور اُسی عمامہ سے اُن کو باندھ کر استفسار کریں کہ تم نے ان دس ہزار روپیہ کو کہاں سے صرف کیا ہے؟ اگر بیت المال سے یا کسی جاہلیت کے دفینہ سے برآمد کیا تو یہ خیانت ہوگی اور اگر اپنے مال سے عطا کیا تو اِسراف (یعنی فضول خرچی) پر عمل کیا۔ الغرض جس طرح مامور ہوتے تھے عمل میں لایا گیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ خالدؓ نے باوجود اس دلیری کے جو وہ رکھتے تھے اِس ماجرا پر چون وچرا کے ساتھ دم مارنے کی مجال نہ دیکھی اور دوسرے لشکر والے اور اُمراء بھی اس معاملہ کے دیکھنے سے بددل نہیں ہوتے اور یہ حضرت فاروقؓ کے دبدبہ کی خصوصیتوں میں سے ہے۔ آپؓ نے کچھ چناں وچنیں کے بعد اُمراء بلاد کو لکھا کہ خالدؓ کا عزل اُس سے کسی خیانت کے صادر ہونے کی بنا پر نہیں ہوا بلکہ اس وجہ سے ہوا ہے کہ اُس کے دل میں یہ بات پیدا ہوگئی تھی کہ یہ فتوحات اُس کے زور اور قوت سے ظہور میں آتی ہیں حالانکہ تمام امر اللہ کی طرف سے ہے۔ اور اسی طرح جب سعدؓ کو عراق سے معزول فرمایا تھا اس وجہ سے کہ قوم میں ان کی نسبت اختلاف پیدا ہوگیا تھا تو کوئی فتنہ نہ اُٹھا اور آخر عمر میں اس بات کی تصریح کر دی کہ سعدؓ کا عزل اُن کے عجز کی بنا پر نہیں ہوا تھا، نہ اُن سے کسی خیانت کے صادر ہونے کی وجہ سے بلکہ مظنۂ اختلاف سے محتاط رہنے کی بنا پر۔ اور اس تصریح کی وجہ یہ تھی کہ ان کی عدالت لوگوں کی نظر سے ساقط نہ ہو جائے۔

اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ ایک سال بقصد عمرہ آپؓ نے مکہ مکرمہ کی طرف توجہ کی تو مسجدِ حرام کو وسیع کرنے اور کشادہ کرنے کا اہتمام فرمایا اور لوٹتے وقت حکم دیا کہ اُن تمام منزلوں میں

که مابین حرمین واقع اند سایہا و پناہہا سازند و
ہر چاہے کہ انباشتہ شدہ باشد آن را پاک کنند و
صاف نمایند و در منازلِ کم آب چاہہا کنند تا
بر حُجاج باستراحت تمام قطعِ مراحل میسّر شود فی
الاستیعاب لما وَلّی عمر بن الخطاب بعث اربعةً
من قریش فنصبوا اَعلام الحرم مخرمة[1] بن نوفل
وازہر[2] بن عوف وسعید[3] بن یربوع وخویطب
ابن عبدالعزیٰ[4] وازانجملہ آنکہ توسیع مسجد
شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بچوب خرما
وجرید آن وخشت خام فرمود مانند صنیعِ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم در بناء مسجد خود اخرجہ البخاری
بعد ازان فرمود کہ حصیر در مسجد فرش کنند
عن عبداللہ بن ابراہیم قال اوّل من اَلقی
الحصیرَ فی مسجدِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم عمر بن الخطاب
کان النّاسُ اذا رفعوا رؤسہم من السجود نفضوا
ایدیہم فامَرَ بالحصیر فجیئ بہ من العقیق فبُسط فی مسجد
النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخرجہ ابن ابی شیبة وازانجملہ
آنکہ سالِ رمادہ چون قحط شدید طاری شد حضرت
فاروق بانواعِ تدبیر حَلِّ این مشکل فرمود
اوّلاً ہر چہ در بیت المال بود بر فقراء و مساکین تقسیم
نمود ثانیاً جمعے کہ احتکار پیشہ بودند ایشان را ازان
احتکار بشدّتِ تمام باز داشت ثالثاً بامرائے
امصار احکام فرستاد کہ

جو کہ حرمین کے درمیان واقع ہیں سایہ گاہیں اور پناہ گاہیں بنائیں اور
ہر وہ کنواں جو پاٹ دیا گیا ہو اُس کو کھولا جائے اور صاف کیا جائے اور کم
پانی والی منزلوں میں کنویں کھودے جائیں تاکہ عازمین حج پوری
راحت کے ساتھ قطع مراحل کر سکیں۔ استیعاب میں ہے کہ جب
عمرؓ بن الخطاب خلیفہ ہوئے تو اُنھوں نے قریش کے چار آدمیوں
کو بھیجا جنھوں نے حرم کی علامتیں نصب کیں۔ مخرمہ[1] بن نوفل
اور ازہر[2] بن عوف اور سعید[3] بن یربوع اور خُوَیطب[4] بن عبدالعزیٰ۔
اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
مسجد شریف کی توسیع آپؓ نے کھجور کی لکڑیوں اور شاخوں اور
کچی اینٹوں سے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق
جو آپؐ نے اپنی مسجد کی بناء میں استعمال کیا تھا، اس کو بخاری نے
روایت کیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ مسجد میں بوریئے بچھائیں مروی
ہے عبداللہؓ بن ابراہیم سے فرمایا کہ سب سے پہلے جس نے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں بوریئے بچھائے عمرؓ بن الخطاب
تھے۔ (پہلے) جب لوگ اپنا سر سجدے سے اُٹھایا کرتے تھے تو
اپنے ہاتھ جھاڑا کرتے تھے تو اُنھوں نے بوریئے لانے کا حکم دیا
جو عقیق سے لائے گئے پھر وہ مسجد نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں
بچھائے گئے، اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اور اُن میں
سے ایک یہ ہے کہ سالِ[1] رمادہ میں جب شدید قحط پھیل گیا حضرت
فاروقؓ نے مختلف قسم کی تدابیر سے اس مشکل کو حل فرمایا۔
اوّلاً جو کچھ بیت المال میں تھا وہ سب فقراء اور مساکین پر تقسیم
کر دیا۔ دوم جو لوگ کہ احتکار[2] پیشہ تھے ان کو اس احتکار سے پوری
سختی کے ساتھ روک دیا۔ سوم شہروں کے اُمراء کو احکام بھیجے کہ

۱ رمادہ خاکستر کو کہتے ہیں اور اس سالِ قحط کو اس وجہ سے رمادہ کہتے ہیں کہ لوگوں کا رنگ اس سال میں خاکستری ہو گیا تھا ۱۲ ۲ احتکار کے معنی ہیں گرانی کے وقت غلہ خرید کر رکھ لینا اور اس کو بند کر کے رکھ چھوڑنا اس امید پر کہ اور گراں ہو جائے ۱۲

ہر یکے از محل حکومتِ خود طعام بمدینہ منورہ روان کند. ابو عبیدہ چہار ہزار راحلہ (شتر) از شام بمدینہ فرستاد و عمرو بن العاص صد سفینہ از راہِ دریا روان نمود در اندک فرصتے نرخ مدینہ با نرخِ مصر دم مساوات می زد و در ایامِ غلا (گرانی) و قحط بر خود لازم گرفت کہ تا ہنگام رفعِ این حادثہ گوشت و روغن را تناول نفرماید و شیر را نیاشامد و از انجملہ آنکہ در کوفہ و بصرہ و غیرہما من البلاد حاکمی جدا معین فرمود و قاضی جدا و تحویلدار بیت المال علیحدہ و این امریست کہ تا زمانِ حضرت فاروق واقع نشدہ بود و یکے از حکمتہا آن تفریق آنست کہ اگر بالفرض از یکے خیانتے ظاہر شود دیگرے بانکار برخیزد اجتماع جماعہ از مسلمین کہ مجرب الصدق باشند بر خیانت بعید است و از انجملہ آنکہ دفتر مسلمین وضع فرمود و در انجا رعایت حکمتِ دقیقہ نمود و آن جمع است در اعتبار سوابقِ اسلام و اعتبار مراتبِ قرب با آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و قاعدہ الرجلُ و سابقتہ و الرجلُ و بلاءہ و الرجل و عیالہ رعایت فرمود اگر باکسے خرد خورد بین باشد بداند کہ اختراعِ این امر و وفا باین التزام چیزیست کہ عقولِ حکماء دران عاجز مے شوند اخرج البیہقی عن الشافعی انہ قال اخبرنی غیر واحدٍ من اہلِ العلم و الصدقِ من اہلِ المدینۃ و مکۃ من قبائلِ قریشٍ و من

ہر ایک اپنے زیر حکومت شہروں سے مدینہ منورہ میں غلہ روانہ کرے. ابو عبیدہ رضی نے چار ہزار اونٹ شام سے مدینہ بھیجے اور عمرو رضی بن العاص نے ایک سو (۱۰۰) کشتیاں دریا کے راستہ سے روانہ کیں۔ تھوڑے عرصہ میں مدینہ کا نرخ مصر کے نرخ کی برابری میں آگیا اور گرانی و قحط کے زمانہ میں آپ رضی نے اپنے اوپر لازم کر لیا کہ اس حادثہ کے رفع ہونے تک گوشت اور گھی تناول نہ فرمائیں گے اور نہ دودھ پئینگے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ کوفہ و بصرے وغیرہ شہروں میں حاکم جُدا معین کئے اور قاضی جُدا اور بیت المال کا تحویلدار جُدا اور یہ ایک ایسا نظم ہے جو حضرت فاروق رضی کے زمانہ تک واقع نہیں ہوا تھا اور اس تفریق کی حکمتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اگر بالفرض کسی ایک سے کوئی خیانت ظاہر ہو تو دوسرا اس سے مقابلہ کے لئے کھڑا ہو جاتے اور خیانت پر مسلمانوں کی ایسی جماعت کا اجتماع جن کا صدق تجربہ شدہ ہو بعید ہے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ (بسلسلۂ عطیات وغیرہ) دفتر مسلمین کو وضع فرمایا جس میں دقیق حکمتوں کی رعایت رکھی یعنی سوابق اسلامیہ کے اعتبار کرنے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مراتب قُرب کے اعتبار کرنے کا پورا لحاظ رکھا اور قاعدہ الرجل و سابقتہ' الخ یعنی ہر آدمی کے ساتھ اُس کی سابقہ خدمات اور ہر شخص کے ساتھ اُس کے شہر کو ملحوظ رکھا جاتے اور ہر ایک کے ساتھ اُس کے عیال کو مدنظر رکھا جاتے' پوری رعایت فرمائی۔ جس شخص کو چھوٹی چھوٹی جزئیات پر عبور کرنے والی سمجھ میسّر ہے وہ جان لے گا کہ اس امر کا اختراع اور اس التزام کو نباہ دینا ایسا کام ہے کہ دانشمندوں کی عقلیں اُس میں عاجز ہو جاتی ہیں۔ بیہقی رح نے روایت کیا شافعی رح سے اُنھوں نے کہا کہ مجھے خبر دی ایک سے زیادہ اہلِ علم و اہلِ صدق نے جو اہلِ مدینہ و مکہ میں سے تھے قبائل قریش میں سے اور دوسرے

غیرہم وکان بعضہم احسن اقتصاصاً للحدیث من بعض وقد زاد بعضہم علی بعض فی الحدیث ان عمر رضی اللہ عنہ لما دوّن الدّواوین قال ابدأ ببنی ہاشم ثمّ قال حضرتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم یُعطیہم وبنی المطلب فاذا کانت السّنّ فی الہاشمی قدّمہ علی المطّلبی واذا کانت فی المطّلبی قدّمہ علی الہاشمیّ فوضع الدیوان علی ذلک اعطاہم عطاءَ القبیلۃ الواحدۃ ثم استوت لہ عبد شمس ونوفل فی جذم النسب فقال عبد شمس اِخوۃُ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم لابیہ و اُمّہ دون نوفل فقدّمہم ثم دعا بنی نوفل بتلوہم ثمّ استوت لہ عبد العزّٰی وعبد الدّار فقال فی بنی اسد بن عبد العُزّٰی اَصہارُ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفیہم انّہم من المطیّبین وقال بعضہم ہم من حِلفِ الفضولِ وفیہما کان رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم وقیل

لوگوں میں سے اور ان میں سے بعض بہ نسبت بعض کے حدیث کے قصوں کو عمدگی سے بیان کرنے والے تھے اور بعض نے ان میں سے بعض کی روایت سے کچھ زیادہ باتیں بیان کیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جب رجسٹر تیار کرائے تو فرمایا کہ میں شروع کرتا ہوں بنی ہاشم سے پھر فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا آپؐ اُن کو اور بنی المطّلب کو عطا فرما رہے تھے تو جب کوئی بڑی عمر والا ہاشمی جماعت میں ہوتا تھا تو اس کو مطّلبی پر مقدّم کر دیتے تھے اور اگر مطّلبی میں ہوتا تھا تو اس کو ہاشمی پر مقدّم کر دیتے تھے۔ تو آپؓ نے دیوان (رجسٹر اسماء) کی ترتیب قائم کی اسی نہج پر اُن کو عطا کیا قبیلہ واحدہ کی طرح۔ پھر ان کے سامنے عبد شمس اور نوفل اصل نسب میں برابر معلوم ہوئے تو فرمایا کہ عبد شمس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہیں باپ کی طرف سے اور ماں کی طرف سے نہ کہ نوفل، تو ان کو مقدّم کیا پھر اُن کے متصل آپ نے پکارا بنی نوفل کو پھر اس کے سامنے برابر ہوئے عبد العزّٰی اور عبد الدّار تو فرمایا کہ بنی اسد بن عبد العزّٰی میں داماد ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اُن میں یہ خصوصیت بھی ہے کہ وہ مطیّبین؎ میں سے ہیں اور بعضوں نے کہا (یعنی بعض راویوں نے) کہ حِلف الفضول میں سے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں میں سے تھے اور کہا گیا کہ

؎ جب عبد مناف کی اولاد نے عبد الدار کی اولاد سے بیت اللہ کی دربانی اور رفادہ (رفادہ اُس چندے کو کہتے تھے جو قریش میں حج سے کچھ پہلے کیا جاتا تھا جس سے بزمانۂ حج آنیوالوں کی آسائش اور تواضعات کا انتظام کیا جاتا تھا) اور سقایت کا مطالبہ کیا اور عبد الدار کی اولاد نے اس سے انکار کیا تو دونوں میں سے ہر فریق نے اپنے اپنے دوست قبائل سے عہد لیا کہ وہ بہر حال ان کے ساتھی رہیں گے۔ اولاد عبد مناف نے ایک بڑے پیالہ میں کچھ خوشبوئیں حل کر کے لائے ان کے مددگاروں نے اس پیالہ میں ہاتھ ڈبو کر عہد امانت کیا تھا اس بناء پر ان کو "مطیّبین" کہا گیا ان کے ساتھ تین[۳] قبیلے شریک ہوتے اسد[۱] اور زہرہ[۲] اور تیم[۳]۔ ابو بکر صدیقؓ ان میں سے تھے یعنی بنی تیم میں سے) اور عبد الدار نے دوسرے طور پر عہد لیا ان کو اَحلاف کہا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیقؓ مطیّبین میں سے تھے اور حضرت عمرؓ اَحلاف میں سے (عبد الدار کے ساتھ یہ پانچ قبائل تھے جمح[۱]، مخزوم[۲]، عدی[۳]، کعب[۴] وسہم[۵]۔ یہ چھ[۶] قبیلے احلاف بولے جاتے تھے) ۱۲

ذکر سابقۃً فقدّمهم علی بنی عبد الدار ثم دعا بنی عبد الدار تلوّهم ثم انفردت له بنو زهرة فدعاها تلو عبد الدار ثم استوت له تیم و مخزوم فقال فی بنی تیم انهم من حلف الفضول و المطیبین و فیهما کان رسول الله صلی الله علیه و سلم و قیل ذکر سابقۃً و قیل ذکر صهرًا فقدّمهم علی مخزوم ثم دعا مخزومًا تلوهم ثم استوت له سهم و جمح و عدیّ بن کعب فقیل ابدأ بعدیّ فقال بل اُقرّ نفسی حیث کنت فانّ الاسلام دخل و امرنا و امر بنی سهم واحد و لکن انظر و بنی جمح و سهم فقیل قدّم بنی جمح ثم دعا بنی سهم و کان دیوان عدیّ و سهم مختلطًا کالدعوة الواحدة فلمّا خلصت الیه دعوته کبّر تکبیرةً عالیةً ثم قال الحمد لله الذی اوصل حظی من رسوله ثم دعا من بنی عامر بن لؤیّ قال الشافعی فقال بعضهم انّ ابا عبیدة ابن عبد الله بن الجراح الفهری لما رأی من یتقدّم علیه قال اکلّ هؤلاء تدعوا امامی فقال یا ابا عبیدة اصبر کما صبرت او کلّم قومک فمن قدّمک منهم علی نفسه لم امنعه فاما انا و بنو عدیّ

ذکر کیا اُن کے اسلام پر سبقت کرنے کا۔ تو اُن کو مقدّم کیا بنی عبد الدار پر پھر بنی عبد الدار کو اُن کے متصل بُلایا۔ پھر منفرد ہوتے اُن کے سامنے بنو زُہرہ تو اُن کو بُلایا عبد الدّار کے ساتھ۔ پھر برابر ہوئے اُن کے سامنے تیم اور مخزوم تو بنی تیم کے بارے میں کہا کہ وہ حلف الفضول اور مُطیّبین میں سے ہیں اور ان دونوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے اور یہ بھی کہا گیا کہ آپؓ نے ان کے سوابق اسلام کا ذکر کیا اور یہ بھی کہا گیا کہ آپ نے تعلقِ دامادی کا ذکر کیا تو اُن کو مخزوم پر مقدّم کیا۔ پھر مخزوم کو ان کے متّصل بُلایا۔ پھر ان کے سامنے سہم اور جمح اور عدی بن کعب برابر آئے تو آپؓ سے کہا گیا کہ عدی سے شروع کیجئے تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنے نفس کو وہیں رکھتا ہوں جہاں میں تھا کیونکہ اسلام داخل ہو گیا تھا اور ہمارا اور بنی سہم کا ایک ہی معاملہ تھا، لیکن غور کرو بنی جمح اور بنی سہم میں تو کہا گیا کہ بنی جُمح کو مقدّم کیجئے تو آپ نے پکارا بنی سہم کو اور عدی اور سہم کا رجسٹر مختلط تھا مثل دعوتِ واحدہ کے۔ پھر جب اُن کی دعوت یہاں تک پہنچ گئی تو اُنھوں نے ایک بلند تکبیر کہی پھر فرمایا کہ اس خدا کا شکر ہے جس نے میرے حصّہ کو اپنے رسول سے ملا دیا۔ پھر آپؓ نے بنی عامر لوئی کو بُلایا۔ شافعیؒ نے کہا کہ بعض رواۃ نے یہ ذکر کیا کہ ابو عبیدہؓ بن الجراح فہری نے جب ان لوگوں کو دیکھا جو اُن پر مقدّم ہو رہے تھے تو کہا کہ کیا ان سب لوگوں کو میرے سامنے بُلا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اے ابو عبیدہؓ صبر کرو جیسا میں نے صبر کیا یا (بروایتِ بعض یہ فرمایا کہ) اپنی قوم سے بات کر لیجئے تو جو اُن میں سے آپ کو اپنی ذات پر مقدّم کرے میں اس کو نہیں روکوں گا۔ رہے میں اور بنو عدی تو

؎ یعنی آپ سے اتنا نسبی بُعد ہونے کے باوجود بہ آنا زیادہ تقرّب رہا جو نسبی قُرب رکھنے والوں کو میسّر نہیں آیا ۱۲ مترجم

فتقدمک ان احببت علی انفسنا قال الشافعیؒ
عند ذلک الناس عباد اللہ فاولٰہم ان
یکون مقدماً اقربہم بخیرۃ اللہ لرسالاتہ و
مستودع امانتہ خاتم النبیین و خیر خلق
رب العالمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم
قال القاضی ابو یوسف فی کتاب الخراج
حدثنی ابن ابی نجیح قال قدم علی ابی بکر
الصدیق رضی اللہ عنہ مال فقال من
کان لہ عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم
عدۃ فلیأت فجاء جابر بن عبد اللہ فقال
قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لو جاء مال البحرین اعطیک ہکذا و ہکذا
ہکذا یشیر بکفیہ فقال لہ ابو بکر خذ فاخذ
بکفیہ ثم عدہ فوجد خمسمائۃ فقال خذ الیہا
الفا فاخذ الفا ثم اعطی کل انسان
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعدہ
شیئا وبقی بقیۃ من المال فقسمہ بین
الناس بالسویۃ علی الصغیر والکبیر و
الحر والمملوک والانثی فخرج علی تسعۃ
دراہم وثلث لکل انسان فلما کان
العام المقبل جاء مال اکثر من ذلک فقسمہ
بین الناس فاصاب کل انسان عشرین
درہما قال فجاء ناس من المسلمین وقالوا یا خلیفۃ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انک
قسمت ہذا فسویت بین الناس

اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کو اپنی ذات سے مقدم کردیں گے۔ اس موقع پر شافعیؒ نے کہا کہ سب لوگ اللہ کے بندے ہیں بس مقدم ہونے میں سب سے اولیٰ وہی ہے جو اُن میں سب سے زیادہ قریب ہو اُس ذات سے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغامات کے لئے برگزیدہ کیا اور جو ودیعت گاہ بنا اُس کی امانت کا، خاتم النّبیین، ربّ العالمین کی مخلوق میں سب سے بہتر یعنی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے۔ قاضی ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں کہا ہے کہ مجھ سے بیان کیا ابن ابی نجیح نے۔ کہا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس مال آیا تو اُنھوں نے کہا کہ جس سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی وعدہ کیا ہو تو چاہیئے کہ وہ آئے تو اُن کے پاس جابر بن عبد اللہؓ پہنچے اور کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر بحرین کا مال آگیا تو میں تجھے اس طرح اور اس طرح اور اس طرح دوں گا اپنی دونوں ہتھیلیوں کے ساتھ (دو ہتڑ بنا کر) اشارہ کر رہے تھے۔ تو اُن سے ابو بکرؓ نے کہا کہ لے لے تو اُنھوں نے ایک دو ہتڑ بھر لی۔ پھر اس کو شمار کیا تو وہ پانچسو درہم نکلے تو فرمایا کہ اس کے ساتھ ایک ہزار اور لے لے۔ (تاکہ تین دو ہتڑ کی مقدار پوری ہو جائے جو وعدہ تھا) تو اُنھوں نے ایک ہزار لے لئے۔ پھر اُنھوں نے ہر اُس شخص کو دیا جس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ وعدہ فرمایا تھا۔ پھر جو مال باقی بچا تو اس کو سب لوگوں پر چھوٹے اور بڑے، آزاد اور مملوک اور عورتوں پر برابر تقسیم کیا تو ہر انسان کے حصہ میں نو درہم اور ایک تہائی درہم آئے۔ پھر جب آئندہ سال آیا تو اس میں اس سے زیادہ مال آیا پھر اُس کو سب لوگوں میں تقسیم کیا تو ہر شخص کے حصہ میں بیس درہم آئے کہا کہ پھر مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں نے آپ سے مل کر کہا کہ اے خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ نے اس مال کو تقسیم کیا اور سب لوگوں میں برابری کردی حالانکہ

ومن الناس أناسٌ لهم فضلٌ وسوابقُ وقدمٌ
فلو فضّلتَ أهلَ السوابق والقدم والفضل بفضلهم
قال فقال أما ما ذكرتم من السوابق والقدم فما
أعرفني بذلك وانما ذلك شيءٌ ثوابُه على الله
(تعجب ای اعرفنی اکثر منکم)
هذا معاش فالأسوة فيه خيرٌ من الاثرة (ترجیح) فلما
كانَ عمرُ بن الخطاب رضي الله عنه وجاءته
الفتوح فضّلَ وقال لا اجعل من قاتل
رسولَ الله صلى الله عليه وسلم كمن قاتل
معه ففرضَ لأهل السوابق والقدم من المهاجرين
والانصار ممن شهد بدرًا خمسةَ آلاف خمسة
آلاف وفرض لمن كان له اسلامٌ كاسلام
اهلِ بدرٍ دونَ ذلك أنزلهم على قدرِ
منازلهم فقیر گوید سابق بیان کردیم که فهم
بندۂ ضعیف آنست که این اختلاف در حکم شرعی
نیست بلکه اختلاف حکم بسبب اختلافِ حال است
والله اعلم۔ أخرج القاضي ابو يوسف في كتاب
الخراج عن ابي جعفر انّ عمر لمّا اراد
ان يفرض للناس وكان رأيُه خيرًا
من رأيهم قالوا ابدأ بنفسك قال
لا فبدأ بالأقرب من رسول الله
صلى الله عليه وسلم ففرض
للعباس ثم لعلي حتى والى بين
خمس قبائل حتى انتهى الى
بني عدي بن كعب واخرج
ايضًا عن الشعبي

ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو صاحب فضیلت و صاحب سوابق ہیں اور قدیم الاسلام ہیں تو اگر آپ اہلِ سوابق اور اہلِ قدامت اور صاحب فضیلت لوگوں کو فضیلت دیتے ان کے افضل ہونے کی وجہ سے تو بہتر ہوتا۔ کہا کہ ابو بکر صدیق رضؓ نے فرمایا کہ تم نے جو سوابق اور قدم کا ذکر کیا ہے تو مجھ سے زیادہ اس کو کون جاننے والا ہے اور یہ صرف ایسی شے ہے جس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے اور یہ معاش کا معاملہ ہے اس میں برابری رکھنا ترجیح دینے سے بہتر ہے۔ پھر جب خلیفہ ہوئے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے پاس فتوحات آئیں تو انھوں نے فضیلت دی اور فرمایا کہ میں اس شخص کو جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قتال کیا اس شخص کے برابر نہیں کروںگا جس نے آپؐ کے ساتھ مل کر ان سے قتال کیا۔ تو آپؓ نے حصہ قائم کیا مہاجرین و انصار میں سے اہلِ سوابق اور اہلِ قدامت کے لئے جو لوگ بدر میں حاضر ہوتے پانچ پانچ ہزار۔ اور جن لوگوں کا اسلام مثل اسلام اہلِ بدر کے تھا ان لوگوں کا حصہ ان سے کم رکھا۔ ان کو ان کی سوابق کی منزلوں کے بقدر زیریں مرتبہ میں رکھا۔ فقیر کہتا ہے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ بندۂ ضعیف یہ سمجھتا ہے کہ یہ اختلاف حکم شرعی میں نہیں ہے بلکہ اختلاف حکم بسبب اختلافِ حال کے ہوا ہے واللہ اعلم۔ آخذ کیا ہے قاضی ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں مروی ہے ابو جعفر سے کہ عمرؓ نے جب ارادہ کیا کہ لوگوں کے حصے مقرر کردیں اور ان کی رائے سب لوگوں کی رائے سے بہتر تھی۔ لوگوں نے کہا کہ آپ اپنی ذات سے شروع کیجئے۔ فرمایا نہیں۔ پھر آپؓ نے شروع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب رشتہ دار سے تو حصہ مقرر کیا عباسؓ کا پھر علیؓ کا یہاں تک کہ ترتیب قائم کی پانچ قبائل کے درمیان یہاں تک کہ پہنچے بنی عدی بن کعب پر۔ اور نیز روایت کی شعبی سے وہ

عن من شہد عمر بن الخطاب قال لما فتح اللہ علیہ وفتح فارس والروم جمع ناسًا من اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال ما ترون فانی اری ان اجعل عطاء الناس فی کل سنۃ واجمع المال فانہ اعظم للبرکۃ قالوا اصنع ما رأیت فانک ان شاء اللہ موفق فقال ففرض الاعطیات فدعا الناس فقال عبد الرحمن بن عوف ابدأ بنفسک فقال لا واللہ ولکن ابدأ ببنی ہاشم رہط النبی صلے اللہ علیہ وسلم فکتب من شہد بدرًا من بنی ہاشم من مولے او عربی لکل رجل منہم خمسۃ آلاف وفرض للعباس ابن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اثنے عشر الفًا ثم فرض لمن شہد بدرًا من بنی امیۃ بن عبد شمس ثم الاقرب فالاقرب الی بنی ہاشم ففرض للبدریین اجمعین عربیہم وموالاہم خمسۃ آلاف خمسۃ آلاف وفرض للانصار اربعۃ آلاف اربعۃ آلاف وکان اول انصاری فرض لہ محمد بن مسلمۃ وفرض لازواج النبی صلے اللہ علیہ وسلم عشرۃ آلاف عشرۃ آلاف وفرض لعائشۃ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا اثنا عشر الفًا وفرض لمہاجرۃ (ہجرت کنندگان) الحبشۃ اربعۃ آلاف اربعۃ آلاف لکل رجل منہم وفرض لعمر بن ابی سلمۃ لمکان ام سلمۃ اربعۃ آلاف

اس شخص سے روایت کرتے ہیں جو عمرؓ بن خطاب کے پاس حاضر تھے کہا کہ جب اللہ تعالےٰ نے اُن پر کشائش کردی اور فتح کردیا فارس اور روم کو تو آپؓ نے جمع کیا بہت سے لوگوں کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ میں سے پھر فرمایا کہ تمہاری کیا رائے ہے میں خیال کررہا ہوں کہ لوگوں کے سالانہ وظائف مقرر کردوں اور مال کو جمع کروں تو یہ بات بڑی ہوگی برکت کے لئے۔ لوگوں نے کہا جو کچھ آپ کی رائے ہے اُس کے مطابق کیجئے۔ آپ کو انشاء اللہ اس کی توفیق دی گئی ہے۔ کہا کہ پھر آپؓ نے وظائف مقرر کئے اور لوگوں کو بُلایا تو عبد الرحمٰنؓ بن عوف نے کہا کہ اپنی ذات سے (شروع کیجئے) تو فرمایا کہ واللہ نہیں لیکن میں شروع کرتا ہوں بنی ہاشم سے جو خاندان ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا تو آپ نے اُن لوگوں کو لکھا جو بنی ہاشم میں سے بدر میں حاضر تھے مولےٰ یا عربی ان میں سے ہر شخص کے لئے پانچ پانچ ہزار اور عباسؓ ابن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے لئے مقرر کئے بارہ ہزار پھر آپؓ نے حصہ مقرر کیا اُن لوگوں کا جو بدر میں حاضر ہوئے بنی امیہ ابن عبد شمس میں سے۔ پھر درجہ بدرجہ بنی ہاشم سے قریب تر لوگوں کے حصے مقرر کئے۔ پھر آپؓ نے وظائف مقرر کئے (دیگر) تمام بدریین کے خواہ وہ خالص عربی ہوں یا اُن کے آزاد کردہ ہوں پانچ پانچ ہزار اور انصار کے لئے وظیفہ مقرر کیا چار چار ہزار تو پہلے انصاری جن کا وظیفہ مقرر کیا گیا محمدؓ بن مسلمہ تھے۔ اور آپ نے مقرر کیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بی بیوں کے لئے دس دس ہزار اور مقرر کیا اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے بارہ ہزار اور مقرر کیا مہاجرین حبشہ کے لئے ان میں سے ہر شخص کے لئے چار چار ہزار۔ اور آپؓ نے مقرر کیا عمرؓ بن ابی سلمہؓ کے لئے بوجہ اُمّ سلمہؓ کے مرتبہ و احترام کے چار ہزار تو

فقال محمد بن عبد اللہ بن جحش لم تفضل علینا عمر لہجرۃ أبیہ فقد ہاجر آباؤنا وشہدوا فقال عمر أفضلہ لمکانہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلیأت الذی یستغیث بأم مثل أم سلمۃ أغثہ وفرض للحسن والحسین خمسۃ آلاف خمسۃ آلاف لمکانہما من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم فرض للناس ثلثمائۃ و اربع مائۃ للعربی و المولی و فرض لنساء المہاجرین والانصار ستمائۃ ستمائۃ و اربع مائۃ اربع مائۃ وثلث مائۃ ثلثمائۃ و مائتین و فرض لاناس من المہاجرین والانصار فی الفین الفین و اخرج ایضا عن السائب بن یزید قال سمعت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یقول و اللہ الذی لا الہ الا ہو ما احد الا ولہ فی ہذا المال حق أعطیہ او منعہ وما احد احق بہ من احد الا عبد مملوک وما انا فیہ

محمد بن عبد اللہ بن جحش نے کہا کہ آپ رض عمر رض کو ہم پر کیوں فضیلت دے رہے ہیں اُس کے باپ کی ہجرت کی وجہ سے جب کہ ہمارے آباء نے ہجرت کی اور شہید بھی ہوتے۔ تو عمر رض نے کہا کہ میں اُس کو فضیلت دے رہا ہوں اُس کے اس مرتبہ کی وجہ سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کو حاصل ہے۔ (اگر کوئی ایسا شخص ہے تو) آئے جو مدعی بنے کسی ایسی ماں کی بنا پر جو اُم سلمہ رض کے مرتبہ کی ہو کہ میں اُس کے اس دعوے کو درست قرار دوں۔ اور آپ رض نے وظیفہ قرار دیا حسن رض اور حسین رض کے لئے پانچ پانچ ہزار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ان دونوں کے مقام پر نظر کرتے ہوتے۔ پھر عام لوگوں کے حصے مقرر کئے تین سو اور چار سو عربی کے لئے بھی اور موالی کے لئے بھی۔ اور وظیفے قرار دیتے مہاجرین اور انصار کی عورتوں کے لئے چھ چھ سو اور چار چار سو اور تین تین سو اور دو سو۔ اور آپ رض نے مہاجرین و انصار کے عام لوگوں کے وظیفے قرار دیئے دو دو ہزار کے اندر۔ اور نیز سائب بن یزید سے مروی ہے کہا کہ میں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سُنا کہ وہ فرماتے تھے کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جس کا اس مال میں حق نہ ہو جو اُس کو عطا کر دیا جائے یا اس سے روک دیا جائے اور کوئی اُس کا دوسرے سے زیادہ حقدار نہیں بجز عبد مملوک کے اور اس بارے میں میں بھی ایسا ہی ہوں

ف عمر بن ابی سلمہ رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لے پالک تھے ان کی والدہ ام المؤمنین ام سلمہ رض ہیں یہ ۲ھ میں حبشہ میں پیدا ہوتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر نو سال کی تھی حضرت اُم سلمہ رض کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ۳ یا ۴ھ میں ہوا تھا۔ یہ گود میں تھے اور یہ معترض محمد بن عبد اللہ بن جحش ام المؤمنین حضرت زینب رض کے بھتیجے تھے۔ اُن کے باپ عبد اللہ بن جحش ہیں جو حضرت زینب رض کے بھائی تھے جنہوں نے ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ دونوں کی تھیں اور یہ جنگ اُحد میں شہید ہوتے تھے ان کو اور حضرت حمزہ رض کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا تھا۔ اسی ہجرت و شہادت کی طرف اُن کے بیٹے نے اشارہ کیا۔ حضرت عمر رض نے یہ جواب دیا کہ ام سلمہ رض کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو قرب عمر بن سلمہ رض کو حاصل ہے وہ تم سے زیادہ ہے ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

الا کاحدہم و لکنا علی منازلنا من کتاب
اللہ تعالیٰ و قسمنا من رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فالرجل و بلاءہ فی الاسلام
والرجل وعناءہ فی الاسلام والرجل وحاجتہ
فی الاسلام واللہ لئن بقیت لیأتین الراعی
بجبل صنعاء حظہ من المال وھو
مکانہ قبل ان یحمر وجہہ یعنی فی
طلبہ وکان دیوان حمیر علی
حدۃ وکان یفرض لامیر الجیوش
والقری فی العطاء مابین تسعۃ آلاف
وثمانیۃ آلاف وسبعۃ آلاف علی
قدر مایصلحہم من الطعام ومایقومون
بہ من الامور قال وکان یفرض للمنفوس
اذا طرحتہ امہ مائۃ فاذا ترعرع بلغ بہ
مائتین فاذا بلغ زادہ قال ولما رأی المال
قد کثر قال لئن عشت الی ھذہ
اللیلۃ من قابل لالحقن اخری
الناس باولہم حتی یکونوا
فی العطاء سواء فتوفی قبل
ذلک رحمۃ اللہ علیہ
قال وحدثنی ابو معشر قال حدثنی
عمر مولی غفرۃ وغیرہ قال
لما جاء عمر بن الخطاب الفتوح
وجاءتہ الاموال قال

جیسا تم میں کا کوئی ایک شخص، لیکن ہم اپنی اُن منزلوں (یعنی مرتبوں) پر عمل پیرا ہیں جو کتاب اللہ تعالیٰ میں ہیں اور ہم نے وظیفے قائم کئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (کے تقرب کے معیار) سے۔ پھر ایک شخص پر نظر کی اور اس کی اس مصیبت پر جو اسلام لانے کی وجہ سے اُس پر پڑی اور ایک شخص پر نظر کی اور اس کے اسلام کی قدامت کو دیکھا اور ایک شخص پر نظر کی اور اس کی اسلام پر پوری مراعات کو دیکھا اور ایک شخص پر نظر کی اور اسلام میں اُس کی حاجت پر نظر کی۔

خدا کی قسم اگر میں زندہ رہ گیا تو اُس چرواہے کے پاس بھی جو جبل صنعاء میں رہتا ہوگا ضرور مال میں سے اُس کا حصہ اس طرح پہنچے گا کہ وہ اپنی جگہ پر ہوگا قبل اس کے کہ اس کا منہ سرخ ہونے پائے یعنی اُس کی طلب میں سفر کی صعوبت میں پڑے اور حمیر کا رجسٹر علیحدہ تھا اور آپ لشکروں اور بستیوں کے اُمراء کے لئے عطیات کی تعداد نو ۹ ہزار اور آٹھ ہزار اور سات ہزار کے درمیان قائم کیا کرتے تھے جس قدر بھی ان کے کھانے پینے کی ضروریات کے لئے مناسب معلوم ہوتا تھا اور جس سے وہ امور ضروریہ پورے کرسکیں۔

اور کہا کہ آپ بچوں کا وظیفہ ایک سو (۱۰۰) لگایا کرتے تھے جب کہ اس کی ماں اُس کو (گود سے) اُتار دے۔ پھر جب وہ بڑھ جاتا تو بڑھا دو سو (۲۰۰) کر دیتے پھر جب اور بڑھتا تو اور اضافہ کر دیتے تھے۔

کہا کہ جب آپ نے مال کو دیکھا کہ بہت ہو گیا ہے تو فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال کی اس رات تک زندہ رہا تو میں بعد کے لوگوں کو اُوپر کے لوگوں کے ساتھ ملحق کردوں گا تاکہ سب کے وظائف برابر ہو جائیں مگر آپؓ اس سے پہلے ہی وفات پاگئے، آپؓ کے اُوپر اللہ کی رحمت نازل ہو۔ کہا اور بیان کیا مجھ سے ابو معشر نے کہا مجھ سے عمر مولیٰ غفرہ وغیرہ نے کہا کہ جب عمرؓ بن الخطاب کو فتوحات ہوئیں اور اُن کے پاس اموال آئے تو فرمایا کہ

ان ابا بکر رضی اللہ عنہ رأی فی ہذا المال رأیا ولی فیہ رأیٌ آخر لااجعلُ مَن قاتل رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمن قاتلَ معہ ففرضَ للمہاجرین والانصارِ ممّن شہدَ بدرًا خمسۃَ آلافٍ خمسۃَ آلافٍ وفرضَ لمَن کان اسلامُہ کاِسلام اہلِ بدرٍ ولم یشہد بدرًا اربعۃَ آلاف اربعۃَ آلافٍ وفرضَ لازواج النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم لثنی عشر الفًا اثنی عشر الفًا الّا صفیۃَ وجویریۃَ فانہ فرض لہما ستّۃَ آلافٍ ستّۃَ آلافٍ فأبتا ان تقبلا فقال لہما انّما فرضتُ لہنّ للہجرۃ فقالتا انّما فَرَضتَ لہنّ لمکانہنّ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اثنی عشر الفًا وفرضَ للعباس عمّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اثنی عشر الفًا وفرضَ لاُسامۃَ بن زید اربعۃَ آلافٍ وفرضَ لعبد اللہ بن عمر ابنہٖ ثلٰثۃَ آلافٍ فقال یا ابتِ لِم زدتہٗ علیّ الفًا ماکانَ لابیہٖ

اُس مال میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک رائے تھی اور میری رائے دوسری ہے۔ میں نہیں بناؤں گا اُس شخص کو جس نے قتال کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اُس شخص کے برابر جس نے آپؐ کے ساتھ ہوکر اُن سے قتال کیا تو آپؓ نے وظیفہ مقرر کیا مہاجرین کے لئے اور انصار کے لئے ان لوگوں میں سے جو بدر میں حاضر تھے پانچ پانچ ہزار اور حصہ مقرر کیا اُس شخص کا جس کا اسلام اہلِ بدر کے اسلام جیسا تھا اور وہ بدر میں حاضر نہیں تھے چار چار ہزار اور ازواجِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا وظیفہ مقرر کیا بارہ بارہ ہزار بجز صفیہؓ عــہ اور جویریہؓ عــہ کے کہ آپؓ نے ان دونوں کے لئے چھ چھ ہزار مقرر کئے تو ان دونوں نے قبول کرنے سے انکار کردیا تو آپؓ نے ان سے فرمایا کہ میں نے اُن (ازواج) کا وظیفہ (بارہ ہزار) ہجرت کی وجہ سے مقرر کیا ہے تو اُنھوں نے کہا کہ تم نے ان کا وظیفہ بارہ ہزار اُن کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق کی وجہ سے مقرر کیا ہے (اور آپؐ کا وہی تعلق ہم سے بھی تھا) اور آپؓ نے وظیفہ مقرر کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے لئے بارہ ہزار اور وظیفہ مقرر کیا اُسامہ بن زیدؓ کا چار ہزار اور وظیفہ مقرر کیا اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کا تین ہزار تو اُنھوں نے کہا کہ اے ابّا جان آپؓ نے مجھ سے اُسامہؓ کے ایک ہزار کیوں بڑھائے اُسکے باپ میں

عــہ صفیہؓ پہلے کنانہ بن ابی الحقیق کی بیوی تھیں جو جنگِ خیبر میں محرم ۷ھ میں قتل کردیا گیا اور یہ قید ہوگئیں تو ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے پسند فرمالیا۔ بعض نے یہ روایت کی ہے کہ یہ دحیہ کلبی کے حصہ میں آئی تھیں اُن سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سات غلاموں کے عوض میں خرید لیا اس کے بعد یہ اسلام لے آئیں تو آپؐ نے ان کو آزاد کردیا اور نکاح کرلیا اور ان کا مہران کے عتق کو قرار دیا ۱۲ مترجم عفی عنہ از اکمال عــہ جویریہؓ حارث کی بیٹی تھیں جن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ مریسیع میں قید کیا تھا ۵ھ میں۔ یہ ثابتؓ بن قیس کے حصہ میں آگئی تھیں۔ ثابتؓ بن قیس نے ان کو مکاتب بنادیا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بدل کتابت اداکر کے آزاد کرادیا۔ پھر اپنی زوجیت سے ان کو مشرف کیا ان کا نام برّہ تھا آپؐ نے جویریہ رکھ دیا تھا ۱۲ مترجم از اکمال

من الفضل مالم يكن لأبي وما كان له مالم يكن
لي فقال ان ابا اسامة كان احب الى
رسول الله صلى الله عليه وسلم من ابيك وكان
اسامة احب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم
منك وفرض للحسن والحسين خمسة آلاف خمسة
آلاف الحقهما بابيهما لمكانهما من رسول الله صلى الله
عليه وسلم وفرض لابناء المهاجرين والانصار
الفين فمر به عمر بن ابي سلمة فقال زيدوه الفا
فقال له محمد بن عبدالله بن جحش ماكان لابيه
ابي سلمة مالم يكن لآبائنا وماكان له مالم يكن
لنا فقال عمر اني قد فرضت له بابيه ابي
سلمة الفين وزدته بامه ام سلمة الفا
فان كانت لك ام مثل ام سلمة زدتك
الفا وفرض لاهل مكة وللناس ثمان مائة
فجاءه طلحة بن عبيدالله ففرض له ثمان
مائة فمر به النضر بن انس فقال عمر
افرضوا له الفين فقال طلحة
جئتك بمثله ففرضت له ثمان
مائة وفرضت لهذا الفين
فقال ان ابا هذا لقيني
يوم احد فقال ما فعل
رسول الله صلى الله عليه
وسلم قد قتل فان
الله حي لا
يموت

کوئی ایسی فضیلت نہیں تھی جو میرے باپ میں نہیں ہے اور نہ اس میں کوئی ایسی فضیلت ہے جو مجھ میں نہیں۔ تو آپؓ نے فرمایا کہ اسامہؓ کا باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھا تیرے باپ سے اور اسامہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھا تجھ سے۔ اور آپ نے حسنؓ اور حسینؓ کے پانچ پانچ ہزار مقرر کئے ان دونوں کو اُن کے باپ (علی رضی اللہ عنہ) کے ساتھ ملحق کیا، ان کے خاص مرتبہ کی وجہ سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے ان کو حاصل تھا اور آپؓ نے مقرر کئے مہاجرینؓ اور انصار کے بیٹوں کے لئے دو دو ہزار تو ان کے سامنے آئے عمر بن ابی سلمہؓ تو فرمایا کہ اس کے ایک ہزار بڑھادو تو اُن سے کہا محمد بن عبداللہ بن جحش نے کہ اس کے باپ ابو سلمہ کو کوئی ایسی فضیلت حاصل نہ تھی جو ہمارے آباء کو نہ تھی اور اس میں کوئی ایسی فضیلت نہیں جو ہم میں نہیں ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے اس کے باپ ابوسلمہؓ کی وجہ سے دو ہزار مقرر کئے اور ایک ہزار بڑھاتے ہیں اس کی ماں ام سلمہؓ کی وجہ سے تو اگر تیری ماں مثل ام سلمہؓ کے ہوتی تو تیرے وظیفہ میں بھی ایک ہزار بڑھا دیتا۔ اور مقرر کئے آپ نے اہل مکہ اور سب لوگوں کے لئے آٹھ آٹھ سو۔ پھر اُن کے پاس لے کر آئے طلحہؓ بن عبیداللہ اپنے بھائی عثمان بن عبیداللہ کو تو آپ نے اُن کے آٹھ سو مقرر کئے۔ پھر اُن کے سامنے آیا نضر بن انس تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ اس کے دو ہزار مقرر کرو تو طلحہؓ نے کہا کہ میں آپ کے پاس اسی جیسے کو لے کر آیا تو آپ نے اُس کے آٹھ سو مقرر کئے اور اس کے لئے دو ہزار۔ تو فرمایا کہ اس کا باپ مجھ سے ملا یوم احد میں (جب کہ کفار نے یہ شور مچا دیا تھا کہ محمدؐ کو قتل کر دیا گیا) تو اُس نے کہا کہ کیا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو چکے ہیں تو اللہ زندہ ہے وہ کبھی نہ مرے گا۔ اس کے بعد اس نے

فقاتل حتی قتل و ہذا یرعی الشاۃ فی مکان کذا و
کذا فعل عمر بہذا خلافتہ۔ فقیر گوید میتواند بود کہ
فاروقِ اعظم رض در بعض سنین قدرے تعیین کردہ
باشد برائے بعض مردم و در سنین اُخرے قدرِ آخر
و این وجہ جمع است در محلِ اختلافِ روایات و
اللہ اعلم وازانجملہ آنکہ عثمان بن حنیف و حذیفہ
ابن الیمان را بر مساحتِ سوادِ عراق فرستاد و
بر سواد خراجے مقرر فرمود و تا حال بہمان دستور
خراج ازانجا گرفتہ می شود قال ابو یوسف حدثنی
السری بن اسماعیل عن عامر الشعبی ان عمر بن
الخطاب مسح السواد فبلغ ستۃ وثلثین الف
الف جریب وانہ وضع علے جریب الزرع درھماً و
قفیزاً وعلے الکرم عشرۃ دراہم وعلے الرطبۃ خمسۃ
دراہم وعلے الرجل اثنے عشر درہماً او اربعۃ وعشرین
او ثمانیۃ واربعین درہماً زاد ابو
یوسف عن بعض مشایخہ ایضاً وعلے
جریب النخل ثمانیۃ وعلے جریب
القصب ستۃ وہمچنین ابو یوسف رح در حالِ شام
و جزیرہ و سائر بلدان ذکر احکام حضرتِ فاروق
نمودہ است و تعداد آن طولے دارد
اینجا نکتہ را باید فہم کرد کہ

قتال شروع کر دیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اور یہ اُس وقت بکریاں چرا
رہا تھا فلاں فلاں جگہ پر۔ پھر عمر رض اپنی خلافت میں اس پر کاربند رہے
فقیر کہتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ فاروقِ اعظم رض نے بعض سالوں میں
ایک مقدار متعین کی ہو۔ بعض لوگوں کے لئے اور بعد کے بعض
سالوں میں دوسری مقدار مقرر کی ہو۔ محلِ اختلافِ روایات میں
جمع کرنے کی یہ ایک صورت ہے، واللہ اعلم۔ اور اُن میں سے
ایک یہ ہے کہ آپ نے عثمان رض بن حُنیف اور حُذیفہ رض بن الیمان کو
عراق کے سواد (یعنی شاداب علاقہ) کی پیمائش کے لئے بھیجا۔
اور ہر علاقہ پر ایک خراج مقرر کیا۔ اب تک اسی دستور کے مطابق
وہاں سے خراج لیا جاتا ہے۔ ابو یوسف رح نے کہا کہ مجھ سے بیان
کیا سری بن اسماعیل نے وہ روایت کرتے ہیں عامر شعبی سے کہ
عمر رض بن الخطاب نے سوادِ عراق کی پیمائش کی تو وہ تین کروڑ ساٹھ
لاکھ جریب ع ہوئی اور ہر جریب زراعت پر ایک درہم اور ایک قفیز
(بوری تقریباً بیس سیر کی) اور انگور پر دس درہم اور کھجوروں پر
پانچ درہم لگان مقرر کیا۔ اور ایک مرد پر بارہ درہم یا چوبیس یا
اڑتالیس درہم مقرر کئے۔ اور ابو یوسف رح نے اپنے بعض مشائخ
سے زیادہ بھی روایت کیا ہے۔ اور ایک جریب نخل (یعنی کھجور)
پر آٹھ درہم اور ایک جریب گنے پر چھ درہم۔ اور اسی طرح
ابو یوسف رح نے شام اور جزیرہ اور دوسرے شہروں کے حال میں
حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے احکام کا ذکر کیا ہے اور اس کی
تفصیل طول رکھتی ہے۔ یہاں ایک نکتہ سمجھ لینا چاہیے کہ

ع جریب ایک محدود قطعہ زمین کو کہتے ہیں جس کی مقدار ساٹھ ہاتھ لمبی اور ساٹھ ہاتھ چوڑی ہے اس کو ہندی میں بیگھہ کہتے ہیں۔ کتاب المساحت
میں ہے کہ چھ جَو کے عرض کو انگل اور چار انگل کو مٹھی اور چار مٹھی کو ہاتھ اور دس ہاتھ کو قصبہ اور دس قصبہ کو اشل اور ایک اشل کو ایک
اشل میں ضرب دیں تو حاصل ضرب جریب ہے۔ اس کا حاصل سو ہاتھ لمبی اور سو ہاتھ چوڑی نکلتا ہے۔ یہ بیگھہ پختہ ہے اور سابق پیمائش
بیگھہ خام ۱۲ اشتیاق احمد از لغات الحدیث وغیرہ۔

فاروق اعظم رض در ہر شہرے خراجے و جزیہ معین
کردہ موافق حال آن شہر و از انجملہ آنکہ چون
با کفار مصالحہ می فرمود شروطیکہ می بایست
مقرر می نمود با ہر قوم می شرطے و لہذا آثار مختلف
افتادہ اند قال ابو یوسف حدثنی عبد اللہ بن
سعید عن حُذیفۃ ان عمر بن الخطاب کان اذا
صالح قوما اشترط علیہم ان یؤدوا من الخراج
کذا وکذا و ان یقروا ثلثۃ ایام وان یہدوا
الطریق ولا یمالئوا علینا عدونا ولا یؤووا
لنا محدثا فاذا فعلوا ذلک فہم آمنون علی
دمائہم و نسائہم و ابنائہم و اموالہم ولہم
بذلک ذمۃ اللہ و ذمۃ رسولہ صلی
اللہ علیہ وسلم و نحن برآء من
معرۃ الجیش و از انجملہ آنکہ
تہیہ اسباب مجاہدین بابلغ وجوہ می
نمود قال ابو یوسف و حدثنی شیخ
لنا قدیم قال حدثنی اشیاخی قالوا
کان لعمر بن الخطاب اربعۃ آلاف
فرس موسومۃ فی سبیل
اللہ فاذا کان فی عطاء
الرجل خفۃ او کان
محتاجا اعطاہ الفرس
و قال ان اغلیتہ او
ضیعتہ من علف
و شرب

فاروق اعظم رضی نے ہر شہر میں اُس شہر کے حال کے موافق خراج اور
جزیہ مقرر کیا تھا۔ (روایات میں اس وجہ سے اختلاف پایا جاتا
ہے)۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جب کفار کے ساتھ آپ مصالحت
فرماتے تھے تو جو شرطیں کہ ہونی چاہئیں مقرر کیا کرتے تھے۔
ہر قوم کے ساتھ خاص شرط ہوتی تھی اور اسی وجہ سے آثار میں
اختلاف پایا جاتا ہے۔ کہا ابو یوسف رح نے مجھ سے روایت کیا عبد اللہ
ابن سعید نے بروایت حذیفہ رض کہ عمر بن الخطاب رض جب کسی قوم
سے صلح کیا کرتے تھے تو اُن پر یہ شرط لگایا کرتے تھے کہ تم کو
اتنا اور اتنا خراج ادا کرنا ہوگا اور (جب مسلمان شہر سے گزریں
تو) تین دن تم کو اُن کی مہمانی کرنا ہوگی۔ اور راستہ بتانا
پڑے گا اور ہمارے خلاف ہمارے دشمنوں سے سازش نہ کرو گے
اور ہمارے کسی مجرم کو پناہ نہیں دو گے تو جب وہ اس پر کاربند
رہے تو امن میں ہیں اپنے خون کی طرف سے اور عورتوں کی طرف
سے اور اپنی اولاد اور اموال کی طرف سے اور اُن کے اس پر ذمہ داری
ہے اللہ کی اور ذمہ داری ہے اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کی اور لشکر کی طرف سے کچھ ضرر پہنچ جانے کے ہم ذمہ دار نہ ہوں گے
(مثلاً لشکر کے عبور اور گزرنے سے کچھ نقصان زراعت میں پیدا
ہو جاتے)۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ اسباب مجاہدین کی
تیاری کامل طور پر کرتے تھے۔ کہا ابو یوسف رح نے اور روایت کیا
مجھ سے ہمارے ایک بڑی عمر کے بوڑھے نے کہا کہ مجھ سے روایت
کیا ہمارے بڑوں نے کہ عمر رض بن الخطاب کے پاس چار ہزار نشان
لگے ہوئے گھوڑے موجود تھے اللہ کی راہ میں استعمال کے لئے۔
تو اگر کسی شخص کے وظیفہ میں کمی دیکھتے، یا وہ ضرورتمند ہوتا
تو اُس کو گھوڑا عطا کرتے اور فرماتے کہ اگر تو نے اس کو غائب
کر دیا یا اس کو ضائع کر دیا گھاس پانی سے بے پرواہی کر کے

فانت مناصٌ فان قاتلت علیہ فاُصِیبَ او
اُصِیبْتَ فلیس علیک شیءٌ و اخرج
مالک عن (بمیرد) یحیی بن سعید ان عمر بن الخطاب کان
یحمل فی العام الواحد علی اربعین الف بعیر
الحدیث و از انجملہ آنکہ خالصہ بادشاہان
جاہلیت را در بیت المال داخل نمود تا ہر کرا
محتاج یابد از انجا اِقطاع (جاگیر دہد) نماید قال
ابو یوسف و حدثنی بعض اہل المدینۃ
من المشیخۃ القدماء قال وُجِدَ فی
الدیوان ان عمر اصطفی اموالَ
کسرٰی و آل کسرٰی و کلّ من
فرّ عن ارضہ و قتل فی المعرکۃ و کل مَغِیضِ (جمع شدہ آب)
ماءٍ او اَجَمۃٍ فکان یُقطع من ھٰذہ لمن
اَقطع و از انجملہ آنکہ بر بحر عاملان را نشاند تا
تحصیل خمس نمایند قال ابو یوسف حدثنی
الحسن بن عمارۃ عن عمرو بن دینار عن
طاؤس عن عبد اللہ بن عباس انّ
عمر بن الخطاب استعمل یعلی بن اُمیّۃ
علی البحر فکتب الیہ فی عنبرۃٍ (خوشبو)
وجدہا رجلٌ علی الساحل یسألہ عنہا و
عما فیہا فکتب الیہ انہ سَیْبٌ (عطاء) سیّبہ اللہ لہ
فیہا و فیما اخرج اللہ من البحر (عنبر) (و اعطاہ) الخمس قال
ابن عباسٍ و ذلک رأیی فقیر گوید فقہاء درین
مسئلہ مختلف اند و اگر بادشاہی محتاج
شود بکثرتِ بیت المال و

تو تو ذمہ دار ہوگا۔ پھر اگر تو نے اِس پر سوار ہو کر قتال کیا اور
کوئی حادثہ اس پر پڑا یا تجھ پر پڑا تو پھر تیرے اُوپر کوئی مواخذہ
نہیں۔ اور روایت کی مالک رحؒ نے یحییٰ بن سعید سے کہ عمرؓ بن الخطاب
ایک سال میں چالیس ہزار اُونٹوں پر لوگوں کو سوار کیا کرتے
تھے، آخر حدیث تک۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ بادشاہان
جاہلیت کے ذاتی اموال کو آپ نے بیت المال میں داخل کیا تاکہ
جس کو ضرورتمند پائیں اس میں سے بطور جاگیر عطا فرمادیں۔ کہا
ابو یوسف رحؒ نے اور مجھ سے روایت کیا بعض بڑے بوڑھے بڑی
عمر کے اہلِ مدینہ نے کہ رجسٹر میں یہ پایا گیا کہ عمرؓ نے علٰحدہ رکھا
کسرٰی اور اس کے خاندان کے اموال کو اور ہر اُس شخص
کے اموال کو جو اپنی زمین سے بھاگ گیا یا معرکہ میں قتل ہوگیا
اور پانی کے تالابوں کو اور بنوں کو تو جس کو کچھ جاگیر کے طور
پر دینا چاہتے تھے اس میں سے دیتے تھے۔ اور اُن میں سے ایک یہ
ہے کہ دریا پر عاملوں کو بٹھایا تاکہ خمس (یعنی پانچواں حصہ)
وصول کریں۔ ابو یوسف رحؒ نے کہا کہ مجھ سے روایت کیا حسن بن عمارہ
نے اُنھوں نے عمرو بن دینار سے اُنھوں نے طاؤس سے اُنھوں
نے عبد اللہ بن عباسؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے عامل بنایا یعلےٰ
ابنؓ اُمیہؓ کو دریا پر تو اُنھوں نے اُن کو لکھا عنبر کے بارے میں
جس کو ایک شخص نے دریا کے کنارے پر پڑا ہوا پایا۔ اس کے
بارے میں سوال کیا (کہ کس کی مِلک ہوگا) اور اس میں کیا (محصول)
ہوگا؟ تو آپؓ نے جواب میں لکھا کہ یہ ایک عطیہ ہے جو اللہ نے اُس کو
دیا۔ اس میں اور جو چیز ایسی ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو دریا میں سے
نکالے اس میں خمس (۱/۵) ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا اور میری
رائے بھی یہی ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ فقہاء اس مسئلہ میں مختلف ہیں۔
اور اگر کوئی بادشاہ کثرتِ مال کا بیت المال میں ضرورتمند ہو اور

برین روایت عمل کند درست باشد وذلک
مختار ابی یوسف وہمچنین در عسل و لوز و
جوز و فستق و زیتون و غیر آن و اگر بروایت
اخذ عشر عمل کند جائز است و آن بہتر است
از وقوع در مظالم و از انجملہ آنکہ عدول
امنا را عامل می ساخت و ایشان را بابلغ
وجوہ موعظت میفرمود و تعہد حال ایشان
می نمود اینجا روایتے چند ایراد کنیم قال ابو یوسف
حدثنی مجالد بن سعید عن عامر عن
محرر بن ابی ہریرۃ عن ابیہ ان
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ دعا
اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فقال اذالم تعینونی فمن یعیننی - فقالوا
نحن نعینک فقال یا ابا ہریرۃ ائت
البحرین وہجر ائت العام قال فذہبت
فجئت فی آخر السنۃ بغرارتین فیہما
خمسمائۃ الف فقال عمر ما رأیت مالا مجتمعا
قط اکثر من ہذا فیہ دعوۃ مظلوم او مال
یتیم او ارملۃ قال قلت لا واللہ بئس
واللہ الرجل انا اذا ان ذہبت انت
بالمہنأ و انا بالموزنۃ قال وحدثنی محمد بن
ابی حمید قال حدثنا اشیاخنا ان
ابا عبیدۃ بن الجراح قال لعمر بن
الخطاب رضی اللہ عنہما دنست اصحاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ

اس روایت پر عمل کرے تو درست ہوگا اور یہی مسلک ابو یوسفؒ
نے اختیار کیا اور یہی حکم ہے شہد اور بادام اور اخروٹ اور پستہ
اور زیتون وغیرہ کے بارے میں اور اگر عشر (یعنی دسواں حصہ)
لینے کی روایت پر عمل کرے تو جائز ہے اور یہ بہتر ہے مظالم میں
مبتلا ہونے سے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو
عامل بناتے تھے جو عدول (یعنی فسق کے دھبہ سے پاک) اور
صاحب امانت ہوں اور ان کو بہت بلیغ صورتوں کے ساتھ
نصیحت فرمایا کرتے تھے اور ان کے حال کی خبر گیری بھی کرتے
رہتے تھے۔ اس موقع پر ہم چند روایتیں درج کرتے ہیں۔ ابو
یوسفؒ نے کہا کہ مجھ سے روایت کی مجالد بن سعید نے اور انھوں
نے عامر سے انھوں نے محرز بن ابی ہریرہؓ سے انھوں نے اپنے
باپ ابو ہریرہؓ سے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بلایا اصحاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر کہا کہ جب تم مجھے مدد نہیں
دوگے تو کون ہے جو مجھے مدد دے گا، تو انھوں نے کہا کہ
ہم آپ کی مدد کریں گے تو فرمایا کہ اے ابو ہریرہؓ! بحرین اور ہجر
جاؤ اسی سال میں پہنچو۔ ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ میں گیا اور
آپ کے پاس آخر سال میں دو تھیلے لے کر آیا۔ ان دونوں میں پانچ
لاکھ درہم تھے۔ تو عمرؓ نے کہا کہ میں نے کبھی جمع شدہ (یکجائی)
مال اس سے زیادہ نہیں دیکھا، کیا اس میں کسی مظلوم کی بددعا
یا یتیم اور بیوہ کا مال ہے؟ میں نے کہا نہیں واللہ، اس صورت
میں تو واللہ میں بدترین شخص ہوں گا اگر آپ تو لے کر جائیں
مبارک اور خوشگوار چیز اور میں لے کر جاؤں بربادی۔ کہا
(ابو یوسفؒ نے) اور مجھ سے روایت کیا محمد بن ابی حمید نے
کہا ہم سے روایت کیا ہمارے بزرگوں نے کہ ابو عبیدہؓ بن الجراح
نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم فقال له عمر يا ابا عبيدة اذا لم استعن
باهل الدين على ديني فبمن استعين
قال اما ان فعلت فاغنهم بالعمالة (مزدوری ۱۲) عن
الخيانة. يقول اذا استعملتهم فاجزل
لهم في العطاء والرزق لا يحتاجون و
حدثني عبد الملك بن ابي سليمان عن
عطاء قال كتب عمر بن الخطاب الى
عماله ان يوافوا (بایند ۱۲) به بالموسم (زمن حج ۱۲) فوافوه
فقام فقال ايها الناس انى
بعثت عمالى هؤلاء عليكم ولم
استعملهم ليصيبوا من ابشاركم (جلودکم ۱۲) ولا من
دمائكم ولا من اموالكم فمن كانت له
مظلمة عند احد منهم فليقم قال فما قام من
الناس يومئذ غير رجل واحد فقال يا
امير المومنين عاملي ضربني مائة سوط قال
فقال عمر اتضربه مائة سوط ثم فاستقد (قصاص لےگیر)
منه فقام اليه عمرو بن العاص
فقال له يا امير المومنين انك
ان تفتح هذا على عمالك كثر عليهم
وكانت سنة يأخذ بها من
بعدك فقال عمر لا اقيد (استفہام انکاری ۱۲)
منه وقد رأيت رسول الله صلى
الله عليه وسلم يقيد من نفسه (قصاص گرفت ۱۲)
ثم فاستقد فقال عمرو دعنا
اذا فلنرضه

وسلم کو میل کچیل میں ڈال دیا۔ تو ان سے عمرؓ نے کہا کہ اے ابو عبیدہؓ! اگر میں اپنے دین کے کام میں اہل دین سے مدد نہ لوں تو کس سے لوں؟ انہوں نے کہا کہ اچھا اگر آپ کو یہی کرنا ہے تو ان کو معاوضۂ عمل دے کر خیانت سے بچایئے یعنی یہ کہتے تھے کہ جب آپ ان کو عامل بنائیں تو ان کے وظائف اور روزینوں میں اضافہ کریں کہ وہ ذی احتیاج نہ رہیں۔ اور مجھ سے روایت کیا عبدالملک بن ابی سلیمان نے عطاءؒ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ بزمانۂ حج مجھ سے آکر ملیں۔ جب سب آپؓ کے پاس جمع ہوگئے تو کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے لوگو! میں نے اپنے ان عمال کو تمہارے یہاں بھیجا اور میں نے ان کو اس لئے عامل نہیں بنایا کہ وہ تمہارے کھال ادھیڑیں اور تمہیں لہولہان کردیں اور تمہارے اموال چھین لیں تو جس شخص کا ان میں سے کسی پر انتقام کا حق ہو تو چاہیئے کہ وہ کھڑا ہوجائے۔ تو اس دن لوگوں میں سے کوئی کھڑا نہ ہوا بجز ایک شخص کے کہ اس نے کہا کہ اے امیر المومنینؓ میرے یہاں کے عامل نے میرے سَو کوڑے مارے۔ (راوی نے) کہا کہ اس پر عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تو اس کے سو کوڑے مارے گا، اٹھ اور اپنا قصاص اس سے لے۔ تو عمروؓ بن العاص کھڑے ہوئے اور عمرؓ سے کہا کہ اے امیر المومنینؓ اگر آپ اپنے عمال پر یہ راستہ کھولیں گے تو لوگ ان پر لوٹ پڑیں گے اور یہ ایک سنت بن جائے گی جس پر وہ بھی عمل کرے گا جو آپ کے بعد ہوگا تو عمرؓ نے فرمایا کہ میں اس سے قصاص نہ لوں حالانکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اپنی ذات سے قصاص لیتے ہوئے۔ اٹھ قصاص لے! تو عمرو نے کہا کہ اس صورت میں آپ ہم کو چھوڑیں کہ ہم اسکو راضی کرلیں۔

قال فقال دونکم قال فارضوہ بان اشتریت
منہ بمائتی دینار کل سوط بدینارین
وحدثنی عبداللہ بن الولید عن عاصم بن ابی النجود
عن ابی بجیر نمیر بن ثابت قال کان عمر اذا
استعمل رجلاً اشہد علیہ رہطاً من الانصار
وغیرہم واشترط علیہ اربعاً الا یرکب برذوناً
ولا یلبس ثوباً رقیقاً ولا یاکل نقیاً ولا
یغلق باباً دون حوائج الناس ولا یتخذ حاجباً
قال فبینما ہو یمشی فی بعض طرق
المدینۃ اذ ہتف بہ رجل اترٰی
ہذہ الشروط تنجیک من اللہ وعاملک
عیاض بن غنم علی مصر قد لبس الرقیق
واتخذ الحاجب فدعا محمد بن مسلمۃ و
کان رسولہ علی العمال فبعثہ وقال
ائتنی بہ علی الحال التی تجدہ علیہا
قال فاتاہ فوجد علی بابہ حاجباً فدخل
وعلیہ قمیص رقیق قال اجب امیر
المومنین فقال اطرح عنی ثیابی
فقال لا الا علی حالک ہذہ
فقدم بہ علیہ فلما رآہ عمر
قال انزع قمیصک ودعا بمدرعۃ
صوف وبربضۃ من غنم و
عصا فقال البس ہذہ المدرعۃ و
خذ ہذا العصا وارع
ہذہ الغنم و

کہاکہ اس پر عمرؓ نے کہاکہ ایسا کرلو۔ کہاکہ انھوں نے اس کو اس پر راضی
کرلیا کہ اس سے حقِ انتقام خرید لیا گیا دو سو دینار میں ہر کوڑے پر
دو دینار کے حساب سے۔ اور مجھ سے روایت کیا عبداللہ بن الولید نے
انھوں نے عاصم بن ابی النجود سے انھوں نے ابن ابی بجر نمیر بن
ثابت سے انھوں نے کہاکہ عمرؓ جب کسی شخص کو عامل بنایاکرتے
تھے تو انصار وغیرہ کی ایک جماعت کو اس پر گواہ بنایا کرتے تھے
اور اس پر چار شرط لازم کیا کرتے تھے کہ گھوڑے پر سوار نہ ہو
اور نہ باریک کپڑے پہنے اور نہ عمدہ کھانا کھائے اور نہ دروازہ
بند رکھے کہ لوگ اپنی حاجتوں کے لئے نہ آسکیں اور نہ کوئی دربان
رکھے۔ کہاکہ پھر (ایسا ہوا کہ) مدینہ کے ایک راستہ پر جا رہے
تھے کہ ایک شخص نے آپ کو پکار کر کہاکہ کیا آپ نے یہ خیال کرلیا
ہے کہ بس یہ شرطیں (جو آپؓ عاملوں پر لگایا کرتے ہیں) آپ کو
اللہ سے بچالیں گی، حالانکہ مصر پر جو آپ کا عامل عیاض بن غنم
ہے اُس نے باریک کپڑے پہنے ہیں اور دربان بھی رکھ لیا ہے۔
تو آپؓ نے محمد بن مسلمہ کو بلایا اور وہ عاملوں پر ان کے ایلچی ہوا کرتے
تھے اور اُن کو بھیجا اور فرمایا کہ میرے پاس عیاض بن غنم کو لے کر
آؤ اُسی حال سے جس پر تم اُس کو پاؤ۔ راوی نے کہاکہ محمد بن مسلمہ
عیاض کے پاس پہنچے تو اُن کے دروازے پر دربان دیکھا۔ جب
اندر داخل ہوئے تو اُن کے بدن پر باریک کپڑے کا کرتہ دیکھا
تو انھوں نے کہاکہ چلو امیر المومنینؓ کے پاس تو عیاض نے کہاکہ
ذرا میں اپنے کپڑے بدل لوں تو انھوں نے کہاکہ نہیں بس اسی
حال سے چلنا ہوگا تو وہ ان کو لے کر عمرؓ کے پاس آئے۔ جب اُن
کو عمرؓ نے دیکھا تو کہاکہ اپنا کرتہ اُتار اور ایک بالوں کا بنا ہوا
کرتہ منگایا اور ایک بکریوں کا ریوڑ منگایا اور ایک لاٹھی۔ پھر کہا
کہ یہ کرتا پہن اور یہ لاٹھی لے اور ان بکریوں کو چرا اور (ان کا دودھ)

اشرب واسق من مرّ بک واحفظ
الفضل علینا قال أسمعت قال نعم
والموت خیرٌ من ہذا فجعل یردّدُ علیہ
ویردّد الموت خیرٌ من ہذا فقال عمر
ولمَ تکرہ ھذا وانما سمّی ابوک غانمًا
لانہ کان یرعی الغنم أترٰی یکون عندک خیرٌ
قال نعم یا امیر المؤمنین قال انزع وردّہ
الی عملہ قال فلم یکن لہ عامل یشبہہ
وحدثنی الاعمش عن ابراہیم قال کان
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اذا بلغہ
انّ عاملہ لایعود المریض ولا یدخل علیہ
الضعیف نزعہ (معزول کردیتے) وحدثنی عبید اللہ
ابن ابی حمید عن ابی الملیح قال کتب عمر
ابن الخطاب الی ابی موسی الاشعری ان
آس (دلداری کر) الناس فی مجلسک وجاہک (روبروئے خود) حتی
لاییأس ضعیف من عدلک ولایطمع (ینظر)
شریف فی حیفک (جور کی) وحدثنی شیخ
من علماء اہل الشام قد ادرک الناس
عن عروۃ بن رویم قال کتب عمر بن
الخطاب رضی اللہ عنہ الی ابی عبیدۃ
ابن الجراح وہو بالشام اما بعد فانی کتبت
الیک بکتاب لم آلک و نفسی
خیرًا الزم خمس خصال
یسلم لک دینک و تحظی (بہرہ دادہ شوی) بافضل
حظک اذا حضرک

پی اور جو تیرے پاس سے گزرے اُسے بھی پلا اور جو بچ جائے وہ ہمارے لئے محفوظ رکھ۔ کہا کیا تو نے سُن لیا۔ عیاض نے کہا ہاں اور موت اس سے بہتر ہے۔ تو انھوں نے عیاض پر پھر اپنا حکم دُہرایا اور عیاض نے اپنے جواب کو کہ موت اس سے بہتر ہے دُہرایا تو عمر رضؓ نے کہا اور کیوں تو اس کو بُرا سمجھ رہا ہے۔ جب کہ تیرے باپ کا نام رکھا گیا غانم کیونکہ وہ بکریاں چرایا کرتا تھا۔ کیا تو چاہتا ہے کہ تجھے خیر حاصل ہو۔ عیاض رضؓ نے کہا ہاں اے امیر المؤمنین رضؓ، فرمایا کہ اُتار اس (قمیص) کو اور ان کو ان کے عہدے پر واپس کر دیا۔ کہا کہ پھر ان کا کوئی عامل ایسا نہیں ہوا جو اُن کی وضع کے مشابہ ہو۔ (یعنی لباس فاخرہ سے سب بچتے رہے) اور مجھ سے روایت کیا اعمش نے اور اُن سے ابراہیم نے، کہا کہ عمر رضؓ بن الخطاب کو جب یہ خبر پہنچتی کہ ان کا عامل مریض کی عیادت نہیں کرتا اور کمزور آدمی اُس تک نہیں پہنچتا تو اس کو الگ کر دیا کرتے تھے۔ اور مجھ سے روایت کیا عبید اللہ رضؓ ابن ابی حمید نے اور اُن سے ابی الملیح نے، کہا کہ عمر رضؓ بن الخطاب نے ابو موسیٰ اشعری رضؓ کو لکھا کہ اپنی مجلس میں اپنے رُوبرو لوگوں کی دلداری کرو تاکہ تمھارے عدل سے کمزور آدمی مایوس نہ ہو جائے اور کوئی شریف تمھارے ظلم پر نظر نہ جمائے۔ اور مجھ سے روایت کیا ایک شیخ نے اہل شام کے علماء میں سے جس نے بہت سے لوگوں کو پایا۔ اُس نے روایت کیا عُروہ بن رُویم سے اُنھوں نے کہا کہ عمر رضؓ ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ بن الجراح رضؓ کو لکھا جب کہ وہ شام میں تھے۔ بعد حمد و صلوٰۃ مَیں نے آپ کو ایک خط لکھا جس میں آپ کے اور اپنے نفس کے لئے خیر کی بات نہیں چھوڑی پانچ خصلتوں کو اپنے اُوپر لازم کر لو تو تمھارا دین سالم رہے گا اور تم کو اجر کا افضل حصہ دیا جائے گا۔ جب تمھارے سامنے مدعی

الخصمانِ فعلیک بالبیّنات العدولِ والاَیمانِ القاطِعۃِ ثم[2] آدنِ الضعیف حتّٰی ینبسطَ لِسانہٗ و یجترے قلبہٗ و[3] تعہّدِ الغریبَ فانہٗ اذا طالَ حَبسُہٗ ترکَ حاجتہٗ و انصرفَ الٰی اہلہٖ و[4] انّ الذی اَبطَلَ لم یرفع بہٖ رأسًا و[5] امرِضْ علی الصُّلحِ مالم یَستبِنْ لکَ القضاءُ و السّلام وحدثنی محمّد بن اسحٰق قالَ حدثنی مَن سمع طلحۃَ بن معدان الیعمری قال خطبنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فحمد اللہ واثنیٰ علیہ ثم صلّی علی النّبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم وذکر ابابکر الصّدیقَ فاستغفر لہٗ ثمّ قال ایّہا النّاسُ انّہٗ لم یَبلُغْ ذو حقٍ فی حقّہٖ اَن یُطاعَ فی معصیۃِ اللہ وانّی لم اَجِدُ فی ہذا المال مصلحۃً اِلّا خِلالًا ثلاثًا اَن یُؤخَذَ بالحقّ و یُعطٰی بالحقّ ویُمنعَ من الباطل و انّما انا و مالکمُ کوالی الیتیم ان استغنیتُ بہٖ استعففتُ وان افتقرتُ اکلتُ بالمعروف ولستُ اَدَعُ احدًا یظلم احدًا ولا یعتدی علیہ حتّٰی اضعَ خدّہٗ الارضَ و اَضعَ قدمی علی الخدّ الآخر حتّٰی یُذعِنَ بالحقّ و لکم علیّ ایّہا النّاسُ خصالٌ

و مدعی علیہ حاضر ہوں تو تم کو عدول (یعنی معتبر لوگوں کی) گواہیوں پر اور قطعی قسموں پر دھیان رکھنا ضروری ہے۔ پھر[2] ضعیف کو اپنے قریب بٹھاؤ یہاں تک کہ اس کی زبان کھل جائے اور اس کے قلب میں جرأت پیدا ہو جائے۔ اور[3] غریب کا خیال رکھئے جب وہ دیر تک محبوس رہیگا تو جس حاجت کی وجہ سے وہ تمھارے یہاں تمھارے متوجہ ہونے کے انتظار میں محبوس رہا) وہ اپنی اس حاجت کو چھوڑ کر اپنے اہل و عیال کی طرف واپس ہو جائے گا۔ اور[4] جس نے باطل کر دیا (نفسانی خواہشوں حُبّ جاہ، حُبّ مال وغیرہ کو) وہ ان کی طرف سے سر اُٹھا کر نہیں دیکھتا اور[5] صلح کی حرص کرو (یعنی متخاصمین میں مصالحت کی کوشش کرو) جب تک تم پر فیصلہ عیاں نہ ہو جائے، والسّلام۔ اور مجھ سے روایت کیا محمّد بن اسحٰق نے، کہا مجھ سے اُس نے روایت کیا جس نے طلحہ بن معدان یعمری سے سُنا۔ کہا کہ ہم کو عمر رضؓ بن الخطاب نے خطبہ دیا پھر اللہ کی حمد و ثنا کی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا اور ابو بکر صدّیق رضؓ کا ذکر کیا اور اُن کے لئے دُعائے مغفرت کی۔ پھر فرمایا اے لوگو! کوئی صاحبِ حق اپنے حق کو نہیں پہنچے گا اس بات سے کہ اُس کی اطاعت کیجائے اللہ کی نافرمانی مین اور میں نے اس مال میں بہترین طریق عمل بجز ان تین خصائل پر کاربند ہونے کے اور کوئی نہیں پایا یعنی یہ کہ لیا جائے حق کے ساتھ اور دیا جائے حق کے ساتھ اور باطل سے روکا جائے۔ اور میری اور تمھارے مال کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی یتیم کا والی ہو اگر میں اس سے مستغنی رہا تو بچا رہوں گا اور اگر حاجتمند رہا تو بقدرِ حاجت کھا لیا۔ اور میں کسی کو نہیں چھوڑوں گا کہ وہ کسی پر ظلم کرے اور اس پر دست درازی نہ کرے حتے کہ میں اُس کے رخسار کو زمین پر ڈال کر اپنا قدم اُس کے دوسرے رخسار پر رکھدوں گا یہاں تک کہ وہ حق پر عمل پیرا ہو جائے۔ اور اے لوگو! تمھارے مجھ پر کچھ حقوق ہیں جن کو میں تم سے

اذکرہا لکم فخذونی بہا لکم علیّ أن لا أختبئ شیئاً من خراجکم ولا مما أفاء اللہ علیکم إلا من وجہہ ولکم علیّ اذا وقع فی یدی ألا یخرج منی إلا فی حقہ ولکم علیّ ان ازید عطیاتکم وارزاقکم ان شاء اللہ وحدہ واسد لکم ثغورکم ولکم علیّ ان لا ألقیکم فی المہالک ولا أجمرکم فی ثغورکم وقد اقترب منکم زمان (بند نہ کروں گا) قلیل الأمناء کثیر القراء قلیل الفقہاء کثیر الأمل یعمل فیہ اقوام للآخرۃ یطلبون بہ دنیا عریضۃ تاکل دین صاحبہا کما تاکل النار الحطب ألا فمن أدرک ذلکم منکم فلیتق اللہ ربہ ولیصبر یا ایہا الناس ان اللہ عظم حقہ فوق حق خلقہ فقال فیما عظم حقہ ﴿وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ ألا وانی لم ابعثکم امراء ولا جبارین ولکن بعثتکم أئمۃ الہدی یہتدی بکم فادروا (جاری کرو) علی المسلمین حقوقہم ولا تضربوہم فتذلوہم

ذکر کرتا ہوں تو تم ان پر میری گرفت کرو۔ تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ میں تمہارے خراج میں سے (یعنی اس مال میں سے جو تمہارے لئے ہے) کوئی چیز چھپا کر نہ رکھوں اور نہ اس چیز میں سے جو اللہ بغیر جنگ کے تم کو عطا کرے بجز اس کے جو میں اس کی ذات کے لئے رکھوں (یعنی مصالح و ضروریاتِ جہاد کے لئے) اور تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ جب وہ مال میرے ہاتھ میں آجائے تو موضعِ حق کے علاوہ اور کہیں خرچ نہ ہو اور تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ تمہارے وظائف اور روزینوں میں اضافہ کردوں اگر اللہ واحد نے چاہا اور ملک کی حدود کو تمہارے لئے مضبوط کردوں اور تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ میں تم کو ہلاکت کے مقام میں نہ ڈالوں اور نہ تم کو سرحدوں پر بند کئے رکھوں اور تم پر عنقریب وہ وقت بھی آنے والا ہے کہ (حکام) امانتدار کم ہوں گے، قراء بہت ہوں گے، فقہاء (یعنی قرآن کو سمجھنے والے) کم ہوں گے، لمبی آرزوئیں رکھنے والے بہت ہوں گے، اس زمانہ میں لوگ اعمالِ آخرت کو طلبِ دنیا کے لئے کریں گے جو نا پائدار ہے اور اپنے ساتھی کے دین کو اس طرح کھا جاتی ہے جیسے آگ سوکھی لکڑی کو کھا جاتی ہے تو یاد رکھو تم میں سے جو شخص اس زمانہ کو پائے تو چاہیئے کہ اللہ سے جو اس کا رب ہے ڈرتا رہے اور چاہیئے کہ صبر کرے لوگو! اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کو زیادہ عظمت اور فوقیت دی ہے اپنی مخلوق کے حق سے۔ اپنے حق کی عظمت کے بارے میں فرمایا ہے ﴿وَلَا يَأْمُرَكُمْ الخ﴾ (۳: ۸۰) اور (اللہ) نہ یہ بات بتائے گا کہ تم فرشتوں کو اور نبیوں کو رب قرار دے لو کیا وہ تم کو کفر کی بات بتلائے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو۔" یاد رکھو کہ میں نے تم کو امراء اور لوگوں پر دراز دستی کرنے والے بنا کر نہیں بھیجا لیکن میں نے تم کو ائمہ ہدایت بنا کر بھیجا ہے کہ تم سے ہدایت حاصل کیجائے تو مسلمانوں پر ان کے حقوق کا اجراء کرو اور نہ ان کو مارو اور نہ ذلیل کرو

ولا تجمروهم فتفتنوهم و لا تغلقوا الابواب دونهم
فيأكل قويهم ضعيفهم ولا تستأثروا عليهم
فتظلموهم و لا تجهلوا عليهم و قاتلوا بهم
الكفار طاقتهم فاذا رايتم بهم كلالة (ماندگی ۱۲)
فكفوا عن ذلك فان ذلك ابلغ في جهاد عدوكم
ايها الناس انى اشهدكم على امراء الامصار
انى لم ابعثهم الا ليفقهوا الناس في
دينهم ويقسموا عليهم فيئهم ويحكموا بينهم
فان اشكل شيء رفعوه الى قال
و كان عمر بن الخطاب رضى الله
عنه يقول لا يصلح هذا الامر
الا بشدة في غير تجبر و لين
في غير وهن و حدثنى عبيد الله
ابن ابى حميد عن ابى المليح بن اسامة
الهذلى قال خطب عمر بن الخطاب رضى
الله عنه فقال ايها الرعاء (اے الحکام ۱۲) ان لنا
عليكم حق النصيحة بالغيب و
المعونة على الخير ايها الرعاء انه
ليس من حلم احب الى الله و لا
اعم نفعا من حلم امام و رفقه
وليس من جهل ابغض الى الله
و لا اعم ضررا من جهل امام و
خرقه (حماقت ۱۲) و انه من ياخذ بالعافية
فيما بين ظهرانيه يعطى العافية
من فوقه في الاستيعاب

اور نہ اُن کو (سرحدات پر یا میدانِ جنگ میں) روکے رکھو کہ تم ان کو فتنہ میں ڈالو اور نہ اُن پر اپنے دروازے بند کرو کہ اُن میں کا طاقتور کمزور کو کھا جائے اور نہ اُن (غرباء) پر دوسروں کو مقدم کرو (ایسا کرکے) تم ان پر ظلم کروگے اور ان کے ساتھ جہالت کی بات نہ کرو اور بقدر اُن کی طاقت کے ان سے قتالِ کفار کا کام لو۔ پھر جب تم ان میں تھکاوٹ پاؤ تو اُن سے کام لینے سے رک جاؤ کہ درحقیقت یہ اصول اپنے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرنے میں تم کو دُور رس ثابت ہوگا۔ اے لوگو! میں تم کو اُمراءِ بلاد کے مقا(م) پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو نہیں بھیجا مگر صرف اس لئے کہ وہ لوگوں کو اُن کے دین کی باتیں سمجھائیں اور اُن پر اُن کے مالی حصے تقسیم کردیں اور اُن کے درمیان فیصلہ کریں پھر اُن کو کسی بات میں اشکال پڑے تو اس کو میرے پاس بھیجیں (راوی نے) کہا اور عمر بن الخطاب رضؓ یہ کہا کرتے تھے کہ یہ امر درست نہیں ہوتا بغیر ایسی سختی کے جس میں دراز دستی نہ ہو اور بغیر ایسی نرمی کے جس میں فروگذاشت نہ ہو۔ اور مجھ سے روایت کیا عبیداللہ بن ابی حمید نے اُنھوں نے سُنا ابو الملیح بن اُسامہ ہذلی سے اُنھوں نے کہا کہ خطبہ دیا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اور فرمایا کہ اے امیرو ہمارا تم پر یہ حق ہے کہ تم پیٹھ پیچھے خیر خواہی کرو اور نیک کاموں میں اعانت کرو۔ اے امیرو یقیناً کوئی بُردباری اللہ کے نزدیک نہایت پسندیدہ اور عام نفع رکھنے والی امام کی بُردباری اور نرمی سے نہیں اور کوئی جہل اللہ کے نزدیک ناگوار اور نہ عام نقصان پہنچانے والا امام کے جہل اور اس کے حمق سے زیادہ نہیں ہے۔ اور جو شخص اپنے سامنے کھڑے ہوتے قصورواروں کو معاف کرنے کا طریق اختیار کرے گا اُس کو اُس کے اوپر سے (یعنی اللہ کی طرف سے) معافی دی جائے گی۔ استیعاب میں

توفی یزید بن ابی سفیان و استخلف
اخاہ معاویۃ علی عملہ فکتب الیہ
عمر بعھدہ علی ما کان یزید یلی
من عمل الشام ورزقہ الف دینار فی
کل شہر قال عمر اذا دخل الشام ورای
معاویۃ ہذا کسری العرب وکان قد
تلقاہ معاویۃ فی موکب عظیم فلما
دنا منہ قال لہ انت صاحب الموکب
العظیم قال نعم یا امیر المؤمنین قال
مع ما یبلغنی عنک من وقوف ذوی
الحاجات ببابک قال مع ما یبلغک من
ذلک قال ولم تفعل ہذا قال
نحن بارض جواسیس العدو بہا
کثیر فنحب ان نظہر من عز
السلطان ما نرھبہم بہ فان امرتنی
فعلت وان نہیتنی انتہیت فقال
عمر یا معاویۃ ما اسألک عن شیئ
الا ترکتنی فی مثل رواجب
الضرس ان کان حقا ما قلت انہ لرای
اریب (ای عاقل) وان کان باطلا انہا
لخدعۃ ادیب قال فمرنی
یا امیر المؤمنین قال لا آمرک
ولا انہاک فقال عمرو
یا امیر المؤمنین ما احسن
ما صدر الفتی عما

کہ یزید بن ابی سفیانؓ کا انتقال ہوا تو اُن کے عمل پر اُن کی جگہ مقرر ہونا چاہا اُن کے بھائی معاویہؓ نے تو اُن کو عمر رضی اللہ عنہ نے تقرر نامہ لکھ کر بھیجدیا کہ ان ہی شرائط پر منظوری ہے جن شرائط پر یزیدؓ شام میں عامل کا فرض انجام دیتا تھا اور ان کا الاونس ایک ہزار دینار ماہوار مقرر کیا۔ جب عمرؓ شام میں داخل ہوئے اور اُنھوں نے معاویہؓ کو دیکھا تو کہا کہ یہ عرب کا کسریٰ ہے اور معاویہؓ ان سے ملنے کے لئے ایک شاندار سواری پر بیٹھ کر آئے تھے تو اُن سے فرمایا کہ تو بڑی شاندار سواری والا ہے۔ معاویہؓ نے کہا ہاں اے امیر المؤمنین! فرمایا کہ اس کے ساتھ تیرے متعلق مجھے یہ اطلاع بھی پہنچی ہے کہ صاحب حاجات کو تیرے دروازے پر کھڑا رہنا بھی پڑتا ہے۔ معاویہؓ نے کہا کہ اس اطلاع کے ساتھ اور کیا چیز (یعنی اس کی کیا وجہ) آپ کے پاس پہنچی۔ آپ نے فرمایا کہ تو ایسا کیوں کرتا ہے؟ تو معاویہؓ نے کہا کہ ہم ایسی سرزمین میں ہیں جہاں دشمنوں کے جاسوس بکثرت ہیں اس لئے ہم اس کو پسند کرتے ہیں کہ شوکتِ حکومت کے لئے ہم ایسی چیزوں کا اظہار کریں جن سے ہم ان کو مرعوب کرسکیں۔ تو اگر آپ مجھے حکم (یعنی اجازت) دینگے تو ایسا کرتا رہوں گا اور اگر آپ نے منع کیا تو رُک جاؤں گا تو عمرؓ نے کہا اے معاویہ میں تجھ سے جس چیز کے بارے میں بھی سوال کرتا ہوں تو مجھے ایسا کر ڈالتا ہے جیسے کوئی طاقتور پنجہ میں پکڑا گیا ہو۔ اگر تو نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ ہے تو یہ ایک اریب (یعنی صاحب عقل) کی رائے ہے اور اگر جھوٹ ہے تو ایک ادیب (باتونی) کا دھوکا ہے۔ معاویہؓ نے کہا اے امیر المؤمنین میرے لئے حکم دیجئے فرمایا کہ نہ تجھے حکم دوں گا اور نہ منع کروں گا۔ اس کے بعد عمرو بن العاصؓ نے کہا اے امیر المؤمنین یہ جوان کس خوبصورتی سے کود گیا اس موقع سے جس میں آپ نے

17/1

اَوردتہ فیہ قال الحسن مصادرہ وموارِدہ جشمناہ ما جشمناہ وفی الاستیعاب یعلی (کلفناہ العمل ۱۲) ابن امیۃ استعملہ ابوبکر علی بلادِ حُلوان فی الرِّدۃ ثم عمل لعمر علی بعض الیمن فحمیٰ لنفسہ حِمیً (رمنہ ۱۲) فبلغ ذلک عمر وأمرہ ان یمشی علی رجلیہ الی المدینۃ فمشٰی خمسۃ ایامٍ او ستۃً الیٰ سعدۃ وبلغہ موتُ عمر فرکب وفی الاستیعاب النعمان بن عدیّ العدوی ولّاہ عمر میسانَ ولم یُولِّ عمر رجلًا من قومہ عدویًّا غیرہ وارادَ امرأتہ علی الخروج معہ الی میسان فأبَتْ علیہ فانشدَ النعمانُ ابیاتًا وکتب بہا الیہا وہی ؎ فمن مُبلغُ الحسناءِ انّ حلیلَہا ؞ بمیسانَ یُسقیٰ فی زُجاجٍ وحَنتَمٍ (شوہر ۱۲، کوزہ سبز ۱۲) ؞ اذا شئتُ غنّتنی دہاقینُ قریۃٍ ؞ وصنّاجۃٌ تحذو علی کلِّ میسَمٍ ؞ اذا کنتَ ندمانی فبالاکبرِ اسقِنی ؞ ولا تسقِنی بالاصغرِ المُتثلّمِ (کاسہ خورد ۱۲، رخنہ دار ۱۲) ؞ لعلّ امیرَ المؤمنین یسوءُہ ؞ تنادُمُنا فی الجوسقِ المتہدّمِ (کوشک معرب ۱۲، شکستہ) ؞ فبلغ ذلک عمر فکتب الیہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ حٰمٓ ۝ تنزیلُ الکتٰبِ من اللہ العزیزِ العلیم ۝

اُسے گرا یا تھا۔ فرمایا کہ اس کے پھنسنے اور خوبصورتی سے نکل جانے کی وجہ سے ہی ہم نے اس پر اس ذمہ داری کا بار ڈالا ہے جو ڈالا ہے۔ اور استیعاب میں ہے کہ یعلی بن اُمیہ کو عامل بنایا تھا ابوبکر رضؓ نے حلوان کے شہروں پر ردّت کے زمانہ میں پھر وہ عمر رضؓ کے عامل رہے یمن کے ایک علاقہ میں تو اُنھوں نے اپنے لئے ایک شکارگاہ مخصوص کر لی۔ اس کی اطلاع عمر رضؓ کو پہنچی اور اُنھوں نے حکم بھیجا کہ پیدل چل کر مدینہ تک آئے تو وہ پانچ یا چھ دن پیدل چل کر سعدہ تک پہنچے۔ وہاں ان کو عمر رضؓ کی وفات کی خبر پہنچی تو سوار ہو گئے۔ اور استیعاب میں ہے کہ نعمان بن عدی عدوی کو عمر رضی اللہ عنہ نے میسان کا والی بنایا اور عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم میں سے کسی عدوی (یعنی بنی عدی کے شخص) کو اس کے سوا والی نہیں بنایا اور اُس نے اپنی بیوی سے بھی یہ چاہا تھا کہ وہ اس کے ساتھ میسان کی طرف چلے مگر اس نے انکار کر دیا تھا تو نعمان نے چند اَبیات کہے اور ان کو لکھ کر اُس کے پاس بھیجے اور وہ یہ ہیں ؎ فمن مُبلغُ الحسناءِ (ترجمہ) اُس حسینہ کو یہ خبر پہنچانے والا کوئی ہے کہ اس کا شوہر میسان میں خوب پی رہا ہے شیشہ کے جام اور حنتم میں (یعنی ایسے کوزۂ شراب میں جس پر سبز روغن ہوتا ہے) جب میں چاہتا ہوں تو مجھے گاؤں کی لڑکیاں گانا سُناتی ہیں، اور ایسی چنگ بجانے والی عورتیں جو گاتی ہیں اپنی پوری خوبصورتی کے اظہار کے ساتھ۔ (اے ساقی) جب تو میرا ہمنشین ہے تو مجھے سب سے بڑا جام پلا۔ اور مجھے چھوٹا اور چوتا ٹپکتا جام نہ پلا۔ شاید امیر المؤمنین کو بُرا لگے ہمارا ایک دوسرے کا ہمنشین بننا ایسے قصر میں جو شکستہ ہوا جا رہا ہے۔" یہ اشعار حضرت عمر رضؓ تک پہنچ گئے تو ان کو خط لکھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ حٰمٓ ۝ تنزیلُ الکتٰبِ الخ (پ ۲۴: ۱-۲-۳) حٰمٓ۔ یہ کتاب اُتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے ہر چیز کا جاننے والا ہے

غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ
الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ الآیۃ" اما بعد فقد بلغنی
قولک لعلّ امیر المؤمنین یسوءہ تنادمنا فی
الجوسق المتھدم وایم اللہ لقد ساءنی ذلک
وعزلہ (معزول کرد) فلما قدم علیہ سألہ فقال واللہ ماکان
من ھذا شیئ وما کان الا فضل شعر وجدتہ و
ما شربتھا قط فقال عمر اظن ذلک لا تعمل لی
عملا ابدا واز انجملہ آنکہ بر شوارع طرق
عاشران را نشاند وزکوۃ از مسلمین و عشور از
حربیان تحصیل نمود قال ابو یوسف حدثنا اسمٰعیل
ابن ابراہیم بن المہاجر قال سمعت ابی یذکر
قال سمعت زیاد بن حُدَیر قال ان اول من
بعث عمر بن الخطاب علے العشور ھٰھنا انا قال
فامرنی ان لا اُفتش احدا وما مر علے من
شیئ (موصول) اخذت من حساب اربعین درھما درھما
من المسلمین واخذت من اہل الذمۃ من عشرین
واحدا وممن لا ذمۃ لہ العشر قال وامرنی
ان اُغلظ علے نصاریٰ بنی تغلب قال انھم
قوم من العرب (سختی کنم درسخن) ولیسوا من اہل الکتاب
فلعلھم یُسلمون قال کان عمر قد اشترط
علے نصاریٰ بنی تغلب ان لا یُنَصِّرُوا
اولادھم وحدثنا سری بن اسمٰعیل عن
عامر الشعبی عن زیاد بن جدیر الاسدی
ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بعثہ علے
عشور العراق والشام و

گناہ کا بخشنے والا ہے، سخت سزا دینے والا ہے قدرت والا ہے۔"
آخر تک، اما بعد مجھ تک تمہارا قول لعلّ امیر المؤمنین یسوءہ۔
تنادمنا فی الجوسق المتہدم۔ پہنچ گیا۔ اور خدا کی قسم یہ مجھے بہت برا
لگا۔" اور ان کو معزول کر دیا۔ پھر جب وہ آکر ان سے ملے تو ان سے
پوچھا تو انھوں نے کہا خدا کی قسم اس میں کچھ بھی واقعیت نہیں تھی
اور بجز فضول اشعار کے جو میرے خیال میں آگئے اور کچھ بھی نہیں
اور میں نے شراب کبھی نہیں پی۔ تو عمرؓ نے کہا کہ میں بھی ایسا ہی
گمان کرتا ہوں۔ لیکن اب تم کبھی میرے عامل نہ بن سکو گے۔ اور
ان میں سے ایک یہ ہے کہ سڑکوں کے ناکوں پر عاشروں (یعنی
محصول لینے والوں) کو بٹھایا اور مسلمانوں سے زکوٰۃ اور حربیوں سے
عُشر (دسواں حصہ) حاصل کیا۔ ابو یوسفؒ نے کہا ہم سے روایت
کیا اسماعیل بن ابراہیم بن المہاجرؒ نے۔ کہا کہ میں نے اپنے باپ سے
سنا جو بیان کرتے تھے کہ میں نے سنا زیاد بن حُدیر سے انھوں نے
کہا کہ سب سے پہلا شخص جس کو عمرؓ بن الخطاب نے عشروں کے وصول
کرنے کے لئے یہاں بھیجا میں ہوں تو مجھے حکم دیا کہ میں کسی کی
تلاشی نہ لوں اور جو چیز میرے سامنے سے گزرے میں چالیس درہم
پر ایک درہم کے حساب سے مسلمانوں سے لوں اور اہل ذمہ سے
بیس درہم میں سے ایک درہم اور اس شخص سے جس کا ذمہ نہیں
ہے دسواں حصہ۔ اور مجھے حکم دیا کہ میں بنی تغلب کے نصاریٰ سے
گفتگو میں کھرا پن رکھوں۔ کہا کہ وہ عرب میں کی ایک قوم ہیں
اور وہ اہل کتاب میں سے نہیں ہیں تو شاید وہ اسلام لے آئیں۔
کہا کہ عمرؓ نے بنی تغلب کے نصاریٰ پر یہ شرط عائد کر رکھی تھی کہ
وہ اپنی اولاد کو نصاریٰ نہ بنائیں گے۔ اور ہم سے روایت کیا سری
ابن اسمٰعیل نے ان سے عامر شعبی نے ان سے زیاد بن حدیر اسدی نے
کہ عمر بن الخطابؓ نے ان کو شام اور عراق کے عشروں پر بھیجا اور

أمرہ أن يأخذ من المسلمين رُبع العُشر
و من اہلِ الذمّۃ نصف العشر و من
اہلِ الحرب العُشر فمرّ عليه رجلٌ من بني
تغلب من نصارے العرب ومعه فرسٌ
فقوّموہا عشرين الفًا فقال أعطني الفرس
و خُذ مني تسعة عشر الفًا قال فأعطاہ
الفًا وأمسک الفرس قال ثمّ مرّ عليه
راجعًا في سنتہٖ فقال له أعطني الفًا
فقال له التغلبي كلّما مررتُ بک تأخذ
مني الفًا قال نعم فرجع التغلبي الى عمر
ابن الخطاب فوافاہ بمكّة وہو في بيتٍ
فاستأذن عليه فقال من انت قال
رجلٌ من نصارے العرب وقصّ عليه قضيته
فقال له عمر كُفيتَ لم يزدہ على
ذلک قال فرجع الرجل الى زياد بن
حُدير وقد وطّن نفسه على أن يعطيه
الفًا فوجد كتاب عمر قد سبق اليه
مَن مرّ عليک فاخذتَ منه صدقةً فلا تأخذ
منه شيئًا الى مثل ذلک اليوم
من قابلٍ الّا ان تجدوہ فضلًا
قال فقال الرجل قد واللہ كانت
نفسي طيّبةً ان اعطيک الفًا

ان کو حکم دیا کہ مسلمانوں سے عُشر کا چوتھائی (یعنی چالیسواں حصّہ)
لیں اور اہلِ ذمہ سے عُشر کا آدھا (یعنی بیسواں) اور اہلِ حرب سے
دسواں حصّہ۔ تو اُن پر بنی تغلب میں کا جو عرب کے نصارٰے میں
سے تھے ایک شخص گزرا اور اُس کے ساتھ ایک گھوڑا تھا جس
کی قیمت کا اندازہ اُس نے بیس ہزار لگایا تو اُنھوں نے کہا کہ تو
مجھے گھوڑا دیدے اور مجھ سے اُنّیس ہزار لے لے یا گھوڑا اپنے پاس
رکھ اور مجھے ہزار دیدے کہا کہ اُس نے ایک ہزار دیدیئے اور گھوڑا
روک لیا۔ بیان کیا کہ وہ شخص اسی سال لَوٹتے ہوتے پھر زیاد کی
طرف گزرا۔ انھوں نے اس سے کہا کہ ایک ہزار اور دے تو اُن
سے تغلبی نے کہا کہ جب میں تیری طرف گزروں گا تو مجھ سے ایک
ہزار لے گا؟ کہا کہ ہاں! تو وہ لَوٹ کر عمرؓ بن الخطاب کی طرف
پہنچا اور اُن سے مکہ میں جاکر ملا جب کہ وہ گھر میں تھے اور اُن سے
ملنے کی اجازت چاہی تو آپ نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ تو اُس نے
کہا کہ میں عرب کے نصارٰی میں کا ایک شخص ہوں اور اُس نے
اپنا قصیہ آپ کو سُنایا تو آپ نے فرمایا کُفِیتَ (یعنی تجھے لَوٹا دیا
گیا ہٹا دیا گیا) اس پر اور کوئی لفظ نہیں بڑھایا۔ کہا کہ وہ نصرانی
پھر زیاد بن حُدیر کے پاس لَوٹ کر آیا اور اُس نے اپنے دل میں یہ
ٹھان لیا تھا کہ اُس کو ایک ہزار دیدے تو یہاں آکر اُس نے یہ
دیکھا کہ عمرؓ کا یہ ہدایت نامہ اس سے پہلے پہنچ چکا ہے کہ
جو شخص تم سے گزرے اور تم نے اُس سے محصول لے لیا ہے تو اگلے
سال کے اِس دن تک اس سے اور کچھ نہ لو الّا یہ کہ تم اس کے
پاس زائد مال دیکھو۔ تو اُس شخص نے کہا۔ حقیقت یہ ہے کہ بخدا کہ
میرا نفس تو اس پر راضی ہو گیا تھا کہ میں تم کو ایک ہزار دیدوں

ع اس لفظ کے معنے میں کئی احتمالات تھے۔ ایک یہ کہ ہم تیرے لئے کافی ہو گئے اس لئے تجھے واپس ہونا چاہیئے۔ دوسرا یہ کہ تجھے لَوٹا دیا گیا جو کچھ محصّل کہتا ہے اس میں تغیر نہیں کیا جاتے گا۔ وہ نصرانی اس کا یہی مطلب سمجھا" مترجم

وانی اشہد اللہ انی بری من النصرانیۃ
وانی علی دین الرجل الذی کتب الیک
ہذا الکتاب وازانجملہ آنکہ تجار حربیان را
مستأمن ساخت واذن داد کہ در دار
الاسلام در آیند و با مسلمانان بیع وشراء
کنند قال ابو یوسف رح حدثنا عبد الملک
ابن جریج عن عمرو بن شعیب ان اہل
منبج (بروزن مجلس نام جائے است) قوم من اہل الحرب وراء البحر
کتبوا الی عمر بن الخطاب دعنا
ندخل ارضک تجارا وتعشرنا قال فشاور
اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی
ذلک فاشاروا علیہ بہ وکانوا اول من
عشر من اہل الحرب وازانجملہ آنکہ باحسان
اہل ذمہ تاکید فرمود۔ قال ابو یوسف حدثنی
حصین بن عمرو بن میمون عن عمر انہ قال
اوصی الخلیفۃ من بعدی باہل الذمۃ ان
یوفی لہم بعہدہم وان یقاتل وراءہم
ولا یکلفوا فوق طاقتہم قال وحدثنا
ہشام بن عروۃ عن ابیہ ان عمر بن
الخطاب مر بطریق الشام وہو
راجع فی مسیرہ من الشام علی قوم قد اقیموا
فی الشمس یصب علی رؤسہم الزیت
فقال ما بال ہؤلاء فقالوا علیہم
الجزیۃ لم یؤدوھا فہؤلاء یعذبون
حتی

اور میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نصرانیت سے بیزار ہو گیا ہوں
اور اب میں اُس شخص کے دین پر آگیا ہوں جس نے تمہارے
پاس یہ تحریر لکھ کر بھیجی ہے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے
دار الحرب کے تاجروں کو مستأمن بنایا اور اجازت دی کہ وہ دار
الاسلام میں آئیں اور مسلمانوں کے ساتھ خرید و فروخت کریں۔
ابو یوسف رح نے کہا کہ ہم سے روایت کیا عبد الملک بن جریج نے عمرو
ابن شعیب سے کہ اہل منبج (مقام کا نام) نے جو دریا پار اہل حرب
کی ایک قوم ہیں عمر رض بن الخطاب کو لکھا کہ ہم کو اجازت دو کہ
ہم تمہاری سرزمین میں تجارت کے لئے داخل ہوں۔ آپ ہم سے
عشر لے لیں۔ کہا کہ پھر عمر رض نے اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم
سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ تو انھوں نے اس کی منظوری کا مشورہ
دیا۔ اہل حرب میں سے یہ لوگ اُن سب سے پہلے ہیں جن سے عشر لیا
گیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے اہل ذمہ کے ساتھ
نیک برتاؤ کی تاکید فرمائی۔ ابو یوسف رح نے کہا مجھ سے روایت کیا
حصین بن عمرو بن میمون نے عمر رض سے کہ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے
بعد کے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں اہل ذمہ کے بارے میں کہ اُن سے
جو عہد کیا گیا ہے اُس کو پورا کیا جائے اگرچہ اُن کے سوا (اُن کے
دوسرے لوگوں) سے قتال کر رہے ہوں اور اُن کو اُن کی طاقت
سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔ کہا اور ہم سے روایت کیا ہشام
ابن عروہ نے اپنے باپ سے کہ عمر رض بن الخطاب کا گزر شام کے ایک
راستہ سے جب کہ وہ اپنے شام کے سفر سے واپس آرہے تھے ایک
ایسی قوم پر ہوا جن کو دھوپ میں کھڑا کیا گیا اور اُن کے سر پر
تیل ڈالا گیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں کا یہ حال کیوں
ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ ان لوگوں کے ذمہ جزیہ ہے جس کو ان
لوگوں نے ادا نہیں کیا اس لئے ان کو تکلیف دی جا رہی ہے تاکہ

یؤدّوا فقال عمر فما یقولون ما یعتذرون بہ
فی الجزیۃ قال یقولون لا نجد قال
فدعوہم لا تکلفوہم ما لا یطیقون فانی
سمعتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یقول لا تعذّبوا الناس فانّ الذین
یُعذّبون الناسَ فی الدنیا یعذّبہم
اللہ تعالیٰ یومَ القیٰمۃِ فامر بہم فخُلّی
سبیلُہم وحدثنی عمر بن نافع عن
ابی بکر قال مرّ عُمر بن الخطّاب بباب
قوم و علیہ سائل یسأل شیخٌ
کبیرٌ ضریرُ البصر فضرب عضُدَہ
من خلفِہ وقال من ایّ اہل الکتاب
انتَ قال یہودیٌ قال فما الجأک
الی ما اریٰ قال الجزیۃُ والحاجۃُ و
السنّ قال فاخذ عُمر بیدہ الی منزلہ
فرضخ لہ بشیءٍ من المنزل ثمّ ارسل
الی خازن بیتِ المال فقال انظر
ہٰذا و ضرباءہ فواللہ ما انصفناہُ
اِذ اکلنا شبیبتہ ثمّ نخذلہ
عند الہرم انّما الصدقٰت للفقراء
والمسٰکین والفقراء ہم المسلمون
وہٰذا من مساکین اہل
الکتاب ووضعَ عنہ الجزیۃَ
و عن ضرباءہ قال ابو بکر انا
شہدتُ ذٰلک من عمر و رأیتُ

یہ اس کو ادا کریں۔ تو عمرؓ نے کہا تو یہ لوگ کیا کہتے ہیں، جزیہ ادا نہ کرنے کا کیا عذر بیان کرتے ہیں؟ انھوں نے کہا یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ فرمایا کہ تو اِن کو چھوڑ دو اور ان کو ایسی تکلیف نہ دو جس کی یہ طاقت نہیں رکھتے۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ لوگوں کو عذاب نہ دو کیونکہ جو لوگ دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں اُن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عذاب دے گا۔ پھر اُن کے لئے حکم دیا تو اُن کو رہا کر دیا گیا۔ اور مجھ سے روایت کیا عمرؓ بن نافع نے ابو بکرؓ سے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب کا گزر ایک قوم کے دروازے پر ہوا اور اس پر ایک سائل بیٹھا ہوا سوال کر رہا تھا جو بڑی عمر کا بوڑھا تھا اور اندھا تھا تو آپ نے اُس کے پیچھے سے اُس کے بازو پر ہاتھ مار کر پوچھا کہ تو کونسے اہل کتاب میں سے ہے؟ اُس نے کہا یہودی ہوں۔ فرمایا کہ کس چیز نے تجھے اس حال میں ڈالا جس میں کہ مَیں تجھے دیکھ رہا ہوں۔ اُس نے کہا جزیہ نے اور ضرورت نے اور بڑھاپے نے۔ تو عمرؓ اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُس کے گھر تک لائے اور گھر پر پہنچا کر اُسے کچھ دیا۔ پھر بیت المال کے خزانچی کو بُلوایا اور فرمایا کہ اس کی خبر گیری کرو اور اس جیسے سب لوگوں کی۔ واللہ ہم نے ان کے ساتھ انصاف نہیں کیا جب کہ ہم نے کھا لیا اُن کی جوانی کی کمائی کو پھر ان کو رسوا کریں بڑھاپے کے وقت اِنّما الصدقٰت الخ یعنی صدقات فقراء اور مساکین کے لئے ہیں۔ اور "فقراء" یہ لوگ مسلمان ہیں۔ اور یہ شخص اہل کتاب کے مساکین میں سے ہے (اس لئے "والمسکین" کے عموم میں یہ بھی داخل ہے) اور آپ نے اُس شخص سے اور اس کی مانند سب لوگوں سے جزیہ معاف کر دیا ابو بکرؓ نے کہا کہ عمرؓ کی اس کارروائی کے وقت میں موجود تھا اور میں نے

الشیخ "و از انجملہ آنکہ تفحص مجامع ناس می فرمود تا فتنہ بر نہ خیزد قال ابو یوسف حدثنی اسرائیل عن سماک بن حرب عن ابی سلامۃ قال ضرب عمر بن الخطاب رجالاً و نساءً ازدحموا علی حوض قال فلقیہ علیؓ فسألہ فقال انی اخاف ان اکون قد ہلکت فقال علیؓ ان کنت ضربتہم علی غش و عداوۃ فقد ہلکت و ان کنت ضربتہم علی نصح و اخلاص فلا بأس انما انت داع و انما انت مؤدب" از انجملہ آنکہ شعراء را نہی شدید فرمود از ہجو. فی الاستیعاب ہجی شاعر الزبرقان بقولہ ؎

دع المکارم لا ترحل لبغیتہا ؛ واقعد فانک انت الطاعم الکاسی ؛

(لطلبہا ۱۲)

فشکاہ الزبرقان الی عمر فسأل عمر حسان بن ثابت عن قولہ ہذا فقضی لہ انہ ہجوٌ لہ وضیعۃ (منقصۃ ۱۲) منہ فالقاہ عمر فی المطمورۃ (تہ خانہ ۱۲) حتی شفع لہ عبدالرحمٰن بن عوف و الزبیر فاطلقہ بعد ان اخذ علیہ العہد و الوعدہ ان لا یعود لہجاء احد ابداً و از انجملہ آنکہ فاروق اعظمؓ در معرفت اخلاق رجال و مبلغ ہمت

اُس بوڑھے کو دیکھا ہے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ لوگوں کے مجامع کا حال بھی معلوم کرتے تھے تاکہ کوئی فتنہ نہ اُٹھے۔ ابو یوسفؒ نے کہا مجھ سے روایت کیا اسرائیل نے اُن سے سماک بن حرب نے اُن سے ابو سلامہ نے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نے کچھ مردوں اور عورتوں کو مارا جنھوں نے ایک حوض پر بھیڑ لگا رکھی تھی۔ کہا کہ پھر ان سے علیؓ نے ملاقات کی تو اُن سے آپ نے سوال کیا اور کہا کہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ میں کچھ ہلاکت کا کام کر گزرا ہوں۔ کہا کہ علیؓ نے جواب دیا کہ اگر آپؓ نے اُن کو مارا تھا کسی کینہ اور دشمنی کی بناء پر تو بیشک آپ ہلاک ہو گئے۔ اور اگر آپ نے اُن کو مارا اُن کی خیر خواہی اور اخلاص کی وجہ سے تو کوئی اندیشہ نہیں۔ اور آپ تو داعی ہیں (یعنی لوگوں کو نیکی کی طرف بلانے والے) اور آپ یقیناً ایک ادب سکھلانے والے ہیں۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے شاعروں کو کسی کی ہجو کرنے کی سخت ممانعت کی۔ استیعاب میں ہے کہ ایک شاعر نے زبرقان کی اس شعر سے ہجو کی ؎ دَعِ المکارِمَ الخ یعنی بزرگیوں (کے حاصل کرنے کے خیال) کو چھوڑ، ان کی طلب کے لئے سفر نہ کر۔ اور بیٹھا رہ کہ تو تو صرف کھانے پینے اور کپڑے پہننے والا ہے۔" تو اس کی شکایت لے گئے زبرقان عمرؓ کے پاس۔ تو عمرؓ نے اس قول کے بارے میں حسان بن ثابتؓ سے سوال کیا تو اُنھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ بیشک یہ ان کی ہجو اور توہین ہے اُس کی طرف سے۔ تو عمرؓ نے اس شاعر کو ایک تہ خانہ میں قید کر دیا یہاں تک کہ آپ سے اُس کی سفارش کی عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور زبیرؓ نے تو اُس کو یہ عہد اور وعدہ لینے کے بعد کہ آئندہ کبھی کسی کی ہجو نہ کرے گا آپ نے رہا کیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ فاروق اعظمؓ لوگوں کے اخلاق (قومی و طبعی) کی شناخت اور اُن کی ہمت کی آخری

ایشان و دانستنِ مرتبہ ہر یکے کہ اورا دران می باید داشت حذاقتے عجیب داشتہ و آن یکے از خوارقِ عاداتِ او رضی اللہ عنہ میتوان شمرد و در اصل رکنِ اعظمِ خلافت ہمین خصلت است و در حق ہر شخصے ہر کلمہ کہ گفتہ است بالآخر مصداقِ ہمان کلمہ از وے بظہور آمد فی الاستیعاب کَتَبَ الی النّعمان بن مُقرن اُسْتَنْشِرْ و اسْتَعِنْ فی حربک بطلیحۃ و عمرو بن معدیکرب ولا تُوَلّہما من الامرِ شیئاً فان کلَّ صانعٍ اعلم بصناعتہ و فی الاستیعاب کعب بن سور کان جالساً عند عمر فجاءت امرأۃ فقالت مارأیتُ قطُّ رجلاً افضلَ من زوجی انہ لیبیتُ لیلتہ قائماً ویظلّ نہارہ صائماً فی الیوم الحارّ ما یُفطِر فاستغفر لہا عمرُ و اثنیٰ علیہا وقال مثلکِ اُثنیٰ بالخیر و قالہ فاستحیت المرأۃ وقامت راجعۃً (فالعدم فہم عمر مرادہا ۱۲) فقال کعب بن سور یا امیرَ المؤمنین ہلّا اَعدیتَ (مدد کردی ۱۲) المرأۃَ علیٰ زوجہا اذ جاءتک تستعدیک (نزد تو مدد میخواست ۱۲) فقالَ کذلک ارادتْ قال نعم قال رُدّوا علیّ المرأۃَ فرُدّت

حد کی پہچان اور ہر شخص کے مرتبہ کی تشخیص کا کہ اس کو جس درجہ میں رکھنا چاہیئے بڑا ملکہ رکھتے تھے اور اس کو آنجناب رضی اللہ عنہ کے خوارقِ عادات میں شمار کرسکتے ہیں اور در اصل خلافت کا رکنِ اعظم یہی خصلت ہے اور جس شخص کے حق میں آپ نے کوئی کلمہ فرما دیا ہے بالآخر ظہور میں آگیا ہے کہ وہ اس کلمہ کا مصداق ہے۔ استیعاب میں ہے کہ آپ نے نعمان بن مقرن کو لکھا کہ اپنی جنگ کے امور میں مشورہ اور مدد لیتے رہو طلیحہ اور عمرو بن معدیکرب سے اور ان دونوں کو اس امر میں کسی چیز کا اختیار نہ دینا۔ کیونکہ ہر ایک اپنی ہی کاریگری کو بخوبی جانتا ہے۔ اور استیعاب میں ہے کہ کعب بن سور عمرؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک عورت آکر کہنے لگی کہ اپنے شوہر سے زیادہ صاحب فضیلت میں نے کبھی کسی شخص کو نہیں دیکھا۔ وہ تمام رات جاگتا ہے (نماز میں) کھڑا رہ کر اور گرم دنوں میں بھی کچھ نہیں کھاتا ہمیشہ روزے رکھتا ہے تو عمرؓ نے اس عورت کو دعاء دی اور اُس کی تعریف کی اور کہا کہ تجھ جیسی ہی کو یہ زیبا ہے کہ بھلائی کے ساتھ تعریف کرے اور اس کی خیر کا ذکر کرے۔ وہ عورت جھینپ گئی اور اُٹھ کر چلی گئی۔ تو کعب بن سور نے کہا اے امیر المؤمنین آپ نے اس عورت کی اُس کے شوہر کے مقابلہ پر مدد نہ فرمائی کیونکہ وہ آپ سے مدد مانگنے آئی تھی۔ آپ نے فرمایا کیا اُس کی یہ مُراد تھی؟ اُنھوں نے کہا کہ ہاں! تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس اُس عورت کو لوٹاؤ تو وہ واپس لائی گئی۔ آپ نے

ع۵ یعنی دونوں لڑائی کے فنون سے تو خوب واقف ہیں مگر سیاسی سوجھ بوجھ نہیں رکھتے۔ یہ وہی طلیحہ اسدی ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدعی نبوت بھی بن چکے تھے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تلوار نے ان سے توبہ کرائی تھی اور عمرو بن معدیکرب بھی ان کے ہمنوا بن کر مرتد ہوگئے تھے اور آخر کار تائب ہوکر دوبارہ اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ دونوں شجاعت میں اونچا درجہ رکھتے تھے۔ اسلام میں داخل ہونے کے بعد پھر بیش بہا مجاہدانہ خدمات کرتے رہے اور اسلام پر قائم رہے ۱۲ مترجم

قال لها لابأس بالحق ان تقوليه ان هذا
زعم انك جئت تشكين انه يجتنب
فراشك قالت اجل انی امرأة شابة
وانی ابتغی ما یبتغی النساء فارسل
الی زوجها فجآء وقال لکعب اقض
بینهما فقال امیر المؤمنین احق بان
یقضی بینهما فقال عزمت علیک
لتقضین بینهما فانک فهمت من
امرهما مالم افهم قال فانی اریٰ
لها یوما من اربعة ایام کان لزوجها
اربع نسوة فاذا لم یکن غیرها فانی
اقضی له بثلثة ایام ولیالیها
یتعبد فیهن ولها یوم ولیلة فقال
عمر واللّٰه ما رأیک الاول باعجب الی
من الآخر اذهب فانت قاض علی
البصرة و فی الاستیعاب النعمان بن مقرن
قدم المدینة من عند سعد بفتح القادسیة
وورد حینئذ علی عمر اجتماع
اهل اصبهان وهمدان والری و
آذربیجان و نهاوند فاقلقه و
شاور اصحاب النبی صلی الله علیه
وسلم فقال له علی بن
ابی طالب ابعث الی اهل
الکوفة فیسیر ثلثاهم و
یبقی ثلثهم

اُس سے فرمایا کہ سچی بات میں کوئی ڈر نہیں اگر تو اُس کو کہدے۔ اس شخص نے یہ سمجھا ہے کہ تو یہ شکایت لے کر آئی تھی کہ تیرا شوہر تیرے بستر سے الگ رہتا ہے۔ اُس نے کہا کہ ہاں میں ایک جوان عورت ہوں اور مجھے بھی اس امر کی خواہش ہوتی ہے جس کی سب عورتوں کو ہوتی ہے۔ تو آپ نے اُس کے شوہر کو بُلوایا۔ وہ آگیا۔ اور کعبؓ سے فرمایا کہ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرو۔ تو انھوں نے کہا کہ ان کے درمیان فیصلہ کرنے کا بڑا حق امیر المؤمنین کا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ مَیں نے طے کرلیا ہے کہ اس کا فیصلہ تم ہی کرو کیونکہ تم ہی سمجھے ہو ان دونوں کے امر کو جسے میں نہیں سمجھا تھا۔ اُنھوں نے کہا کہ پھر میری رائے تو یہ ہے کہ اس عورت کے لئے ہر چار دنوں میں سے ایک دن ہونا چاہیئے گویا اس کے شوہر کے پاس چار بیویاں ہیں تو جب کہ اس کے سوا اور کوئی بیوی نہیں تو اس کے لئے میں تین دن اور تین راتوں کا حق تجویز کرتا ہوں کہ وہ ان میں عبادت کرتا ہے اور اس عورت کے لئے ایک دن اور ایک رات۔ تو عمرؓ نے فرمایا خدا کی قسم تمھاری پہلی رائے میرے نزدیک اس دوسری رائے سے زیادہ عجیب نہیں (یعنی یہ اُس سے بھی بڑھ گئی) جاؤ۔ اب تم بصرہ پر قاضی بنا دیئے گئے۔

اور استیعاب میں ہے کہ نعمان بن مقرن سعدؓ کے پاس سے فتح قادسیہ کی خبر لے کر مدینہ میں آئے اور اسی زمانہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اہل اصبہان وہمدان واہل رے و اذربیجان ونہاوند کے اجتماع کی اطلاع پہنچی جس نے آپ کو بے چین کردیا اور آپ نے اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کیا تو آپ سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ اہل کوفہ کے پاس حکم بھیجیں (وہاں جس قدر مجاہدین ہیں) اُن کے دو تہائی مقابلہ کے لئے روانہ ہوجائیں اور ایک تہائی بال بچوں

على ذراريهم و ابعث الى اهل البصرة
قال فمن استعمل عليهم اشر علیّ
فقال انت افضلنا رأيا و اعلمنا
فقال لاستعملن عليهم رجلا يكون له
فخرج الى المسجد فوجد النعمان بن
مقرن يصلى فسرحه وامره وكتب
الى اهل الكوفة (ارسلہ) بذلك وقد روى
انه قال ان قتل نعمان فحذيفة
فان قتل حذيفة فجرير ففتح الله
عليه اصبهان فلما اتى نهاوند
كان اول صريع و اخذ الراية حذيفة
ففتح الله عليهم فلما جاء نعيه (خبرِ مرگ)
خرج عمر ينعاه الى الناس على
المنبر و وضع يده على رأسه يبكى
واين روايت از اصح روايات است و
روايت ديگر آنكه نعمان در اعمال كوفه
بود حضرت فاروق رض ازهمان موضع اورا
بر امارت لشكر مامور فرمود وفى
الاستيعاب عبد الله بن الارقم

کی حفاظت کے لئے وہیں باقی رہیں۔ اور اہلِ بصرہ کے پاس حکم بھیجیں (کہ وہ بھی جنگ کے لئے روانہ ہوجائیں) آپ نے فرمایا کہ یہ بھی مشورہ دو کہ ان سب پر سپہ سالار کس کو بناؤں؟ تو علی رض نے کہا کہ آپ رائے اور معلومات میں ہم سے افضل ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں ایسے شخص کو ان پر سردار بنانا چاہتا ہوں جو اس کام کا اہل ہو۔ پھر آپ مسجد کی طرف گئے تو آپ نے نعمان بن مقرن کو نماز پڑھتے ہوئے پایا تو آپ نے اُن کو روانہ کیا اور اُن ہی کو امیر بنایا اور اہلِ کوفہ کو وہی (دو ثلث فوج کی روانگی کا) حکم لکھا۔ اور مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر نعمان رض قتل ہوجائیں تو حُذیفہ رض امیرِ لشکر ہوں پھر اگر حُذیفہ بھی قتل ہوجائیں تو جریر رض پھر اللہ تعالیٰ نے نعمان رض کے ہاتھ پر اصفہان فتح کرادیا۔ جب نہاوند پر حملہ کیا تو پہلے مقتول ہی ہوئے اور جھنڈا حُذیفہ رض نے سنبھالا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرمائی اور جب نعمان رض کی موت کی خبر پہنچی تو عمر رض نکل کر منبر پر آئے اور اپنا ہاتھ سر پر رکھا اور روتے ہوئے اُن کی موت کی خبر لوگوں کو سنائی، اور یہ خبر زیادہ صحیح روایات میں سے ہے اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ نعمان رض کوفہ کے عامل تھے حضرت فاروق رض نے اُسی جگہ سے اُن کو لشکر کی امارت پر مامور فرمادیا تھا۔ اور استیعاب میں ہے عبداللہ بن ارقم (کا حال)

ع۵ عراق کی جنگ کے ذکر میں یہ بات پہلے بیان کی جاچکی ہے کہ آپ نے سعد بن ابی وقاص رض کو سپہ سالاری سے ہٹا کر مدینہ بُلا لیا تھا اس لئے کہ ایک جماعت کو ان سے اختلاف ہوگیا تھا۔ جب یزدجرد کو یہ اطلاع پہنچی تو موقع کو غنیمت سمجھ کر کچھ حیلوں سے اصفہان و رَے و خراسان اور ہمدان و نہاوند وغیرہ کے لوگوں سے امداد لے کر ڈیڑھ لاکھ کا لشکر تیار کر کے فیروزان کی سرکردگی میں عراق کی جانب روانہ کردیا۔" اس اطلاع سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پریشانی ہوئی تو صحابہ رض کو جمع کر کے آپ نے مشورہ کیا۔ یہ بھی لکھا جاچکا ہے کہ مدائن کی آب و ہوا کے عربوں کے مزاج کے ناموافق ہونے کی اطلاع جب حضرت سعد رض نے آپ کو دی تھی تو آپ نے کوفہ کو چھاؤنی قرار دے کر افواج کو وہاں بھیجدیا تھا اور کچھ حصّہ کو بصرہ۔ بھیجدیا تھا اس لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ مشورہ دیا کہ ان مقامات سے دو ثلث افواج کو مقابلہ کے لئے روانگی کا حکم بھیجدیا جاتے۔ آپ نے ایسا ہی کیا اور بجائے سعد رض کے نعمان بن مقرن کو سپہ سالار بنایا ۱۲ مترجم

قال مالک بلغنی انہ وردَ علی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کتابٌ فقال من یجیب
عنی فقال عبداللہ بن الارقم انا
فاجابَ عنہ و اَتی بہ الیہ فاَعجبہ
و انفذہٗ و کانَ عمر حاضرًا فاَعجبہ
ذلک من عبداللہ بن الارقم فلم یزل
لہ ذلک فی نفسہ یقول اَصابَ ما اراد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلمّا
وُلّی عمر استعملہ علی بیتِ المال و
کان عُمر یقول ما رایتُ احدًا اخشی
للہ من عبداللہ بن الارقم و قالَ
عُمر لہ لوکانَ لک مثلُ سابقۃِ القوم
ما قدمتُ علیک احدًا وفی الاستیعاب
بعثَ عُمر بن الخطاب عبداللہ بن مسعود
الی الکوفۃ مع عمار بن یاسر وکتبَ الیہم
انّی قد بعثتُ الیکم بعمار بن یاسر امیرًا و
عبداللہ بن مسعود مُعلّمًا و وزیرًا و ہُما
من النجباء من اَصحابِ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلّم من اہلِ بدرٍ فاقتدُوا
بہما واسمعوا من قولہما و قد آثرتُکم
بعبدَاللہِ علی نفسی قالَ عُمر
فی عبداللہ بن مسعود کُنیفٌ مُلِئَ
علماً وفی الاستیعاب عن ابن عبّاس
قال بینا انا امشی مع عمر یومًا اِذ تنفّس
نفسًا ظننتُ انہ قد قُضِبتْ اضلاعہ
تقضبت

کہا مالکؒ نے مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خط پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ میری طرف سے اس کا جواب کون لکھے گا تو عبداللہ بن الارقمؓ نے کہا کہ میں۔ پھر آپؐ کی طرف سے جواب لکھ کر لاتے تو آپ نے اُس کو بہت پسند کیا۔ اور اسی کو روانہ کر دیا۔ اور عمرؓ حاضر تھے تو اُن کو عبداللہ بن الارقمؓ کا یہ کام عجیب معلوم ہوا تھا اور وہ اپنے دل میں یہ خیال کرتے تھے کہ کس خوبی کے ساتھ اُنھوں نے صحیح رائے قائم کر لی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا جواب دینے کا ارادہ کیا ہے تو جب عمرؓ خلیفہ ہوتے تو انھوں نے ان کو بیت المال پر عامل بنایا۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے عبداللہ ابن الارقمؓ سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا کسی کو نہیں دیکھا اور عمرؓ نے اُن سے فرمایا کہ اگر تمھاری سبقتِ اسلام دوسرے لوگوں جیسی ہوتی تو میں تم پر کسی کو مقدم نہ کرتا (عبداللہ ابن الارقم زہری قریشی فتح مکّہ کے سال میں اسلام لائے تھے)۔ اور استیعاب میں ہے کہ عمر بن الخطابؓ نے عبداللہ بن مسعودؓ کو عمّار ابن یاسرؓ کے ساتھ کوفہ بھیجا اور کوفہ والوں کو لکھا کہ میں تمھارے پاس بھیج رہا ہوں عمار بن یاسرؓ کو امیر بنا کر اور عبداللہ بن مسعودؓ کو معلّم اور وزیر بنا کر اور وہ دونوں شرفاء اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں سے اور اہلِ بدر میں سے ہیں تو تم ان دونوں کی اقتدار کرو اور ان دونوں کی بات مانو اور عبداللہؓ کو تو مَیں تمھارے لئے اپنی ذات پر ترجیح دیتا ہوں۔ عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں کہ وہ علم سے بھرا ہوا تھیلا ہے۔ اور استیعاب میں ہے مروی ہے ابن عباسؓ سے کہا کہ میں ایک دن عمرؓ کے ساتھ ٹہل رہا تھا اس دَوران میں اُنھوں نے اتنا لمبا سانس لیا کہ مجھے یہ گمان ہوا کہ بس ان کی پسلیاں ٹوٹ گئیں

فقلت سبحان اللہ واللہ ما اخرج
ھذا منک یا امیر المؤمنین الا امر
عظیم قال ویحک یا ابن عباس
ما ادری ما اصنع بامۃ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم قلت ولم و انت بحمد
اللہ قادر ان تضع ذلک مکان
الثقۃ قال انی اراک تقول ان
صاحبک اولی الناس بھا یعنی
علیاً قلت اجل واللہ انی لاقول
ذلک فی سابقتہ و علمہ و
قرابتہ وصھرہ قال انہ کما ذکرت
ولکنہ کثیر الدعابۃ (مراد ظرافت ۱۲) فعثمان قال
واللہ لو فعلت لجعل بنی ابی معیط
علی رقاب الناس یعملون فیھم
بمعصیۃ اللہ واللہ لو فعلت
لفعل ولو فعل لفعلوا
فوثب الناس الیہ فقتلوہ
قلت طلحۃ بن عبید اللہ قال
الاکیسع ھو ازھی من ذلک
ما کان اللہ

تو میں نے کہا سبحان اللہ اے امیر المومنین واللہ آپ کے اندر سے ایسا سانس نہیں نکلا ہے مگر کسی امر عظیم نے۔ فرمایا کیا کہوں اے ابن عباس رض میں نہیں سمجھ سکا ہوں کہ امت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا کام کروں۔ میں نے کہا اور یہ کیسے۔ آپ اللہ کا شکر ہے اس پر قادر ہیں کہ ایک ثقہ مقام پر اس ذمہ داری کو رکھدیں۔ کہا کہ میں یہ خیال کرتا ہوں کہ تم اپنے صاحب کو اس کے لئے سب سے زیادہ مستحق سمجھتے ہو آپ حضرت علی رض کو مراد لے رہے تھے، میں نے کہا کہ ہاں واللہ میں ان کے سابقہ اعمال اور ان کے علم اور ان کی قرابت اور ان کے داماد ہونے کی وجہ سے ان ہی کے لئے یہ کہہ رہا ہوں۔ فرمایا کہ وہ ایسے ہی ہیں جیسا تم نے ذکر کیا، لیکن وہ بکثرت ہنسی مذاق کی باتیں کرنے والے ہیں۔ (ایسا شخص بے رعب ہوتا ہے اور خلافت کے لئے رعب ضروری ہے) میں نے کہا تو عثمان رض موجود ہیں تو بولے کہ واللہ اگر میں نے ایسا کیا تو وہ ابو معیط کی اولاد کو لوگوں کی گردنوں پر سوار کردے گا اور وہ لوگوں پر اللہ کی معصیت کے ساتھ حکمرانی کرنے لگیں گے۔ واللہ اگر میں نے ایسا کیا تو وہ ضرور وہی کرے گا اور جب وہ یہ کرے گا تو وہ لوگ بھی وہی کرینگے نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ عثمان رض پر لوٹ پڑیں گے اور اس کو قتل کردیں گے۔ میں نے کہا کہ طلحہ بن عبید اللہ۔ تو فرمایا کہ اکیسع (چھوٹا کسعی) یعنی غلط کار بلکہ وہ اس سے بھی بڑھا ہوا خود پسند ہے۔ اللہ تعالی

ع کسعی ایک شخص تھا کسعہ یا بنی الکسع کا۔ عرب کے لوگ شرمندگی اور ندامت میں اس کی مثال لاتے ہیں۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ اس نے ایک عمدہ کمان تیار کی تھی اور وہ بڑا تیر انداز تھا۔ رات کو تاریکی میں بیٹھ کر اس نے گدھوں کو تیر مارے اور ہر ایک تیر گدھے میں سے پار ہو کر پہاڑ کے پتھر پر لگا اس میں سے آگ نکلتی رہی۔ وہ یہ سمجھا کہ میرے تیروں نے خطا کی اور نشانے پر نہ لگے اور غصہ میں آکر کمان توڑ ڈالی یا اپنی انگلی کاٹ لی۔ جب صبح کی روشنی ہوئی تو دیکھتا ہے کہ تمام گدھے خون آلودہ پڑے ہوتے ہیں اور تیر ان کے پار نکل کر خون میں لتھڑے ہوتے ہیں اس وقت اس کو سخت ندامت ہوئی۔ اس روز سے یہ مثل ہوگئی۔ لطیفہ یہ ہے کہ حضرت عثمان رض کے قصہ میں طلحہ رض نے خود بھی اپنے حق میں یہی لفظ استعمال کیا تھا یعنی ندامۃ ندامۃ الکسعی یعنی میں عثمان رض کے مقدمہ میں کسعی کی طرح شرمندہ ہوں ۱۲ مترجم از لغات حدیث

لیُرِیَنّے اُوَلّیہ اَمرَ اُمّۃِ محمدٍ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وہو علی مافیہ من الزّہو (الکبر) قلتُ الزبیر بن العوّام قال اذًا یلاطِمُ النّاسَ فی الصّاعِ والمُدّ (طمانچہ خواہد زد) قلتُ سعد بن ابی وقاص قال لیسَ بصاحبِ ذلک ذاک صاحبُ مِقنَبٍ یقاتلُ فیہ قلتُ عبدالرحمٰن بن عوف قال نِعم الرّجلُ ذکرتَ ولکنّہ ضعیفٌ عن ذلک واللّٰہِ یا ابنَ عباس مایصلح لہٰذا الامر الاّ القویّ فی غیر عُنفٍ (درشتی) واللّیّن فی غیر ضعف الجوّاد فی غیرِ سرف المُمسِک فی غیر بُخل قال ابن عباس کان عُمَر کذلک واللّٰہ وفی الاستیعاب ذُمَّ معاویۃ عند عُمَر یومًا فقال دعونا من ذمّ فتی قریش مَن یضحک فی الغضب و لاینالُ ماعندہٗ الاّ علی الرّضی و لایُؤخَذُ مافوقَ رأسہ الاّ من تحتِ قدمیہ وفی الاستیعاب استشارَ عمر الصحابۃَ فی رجلٍ یُوجِّہُہٗ الی العراق فاَجمعوا جمیعًا علی عثمان بن حُنیف و قالوا لن تبعثہ الی اہمّ من ذلک

ایسا نہ کرے گا کہ میری یہ رائے کردے کہ میں اُمتِ محمدی صلے اللّٰہ علیہ وسلم کی تولیت اُس کے سپرد کردوں اور وہ اپنی اُسی صفتِ خودپسندی پر ہو۔ میں نے کہا کہ زُبَیر بن العوّام۔ تو کہا کہ اگر وہ ہوا تو ہمیشہ لوگوں کے (چھوٹی چھوٹی باتوں) صاع اور مُد کے بارے میں طمانچے مارتا پھرا کرے گا (یعنی امورِ مہمہ پر توجہ نہ دے گا) میں نے کہا سعد بن ابی وقاص۔ تو کہا کہ وہ اس کا اہل نہیں وہ جنگی سواروں میں کا شخص ہے۔ میں نے کہا عبدالرحمٰن ابن عوف۔ فرمایا کہ بہت اچھا آدمی ہے جس کا تو نے ذکر کیا لیکن وہ اس ذمہ داری سے ضعیف ہے۔ اے ابنِ عباس رضؓ اس امر کے لئے کوئی صالح نہیں مگر ایسا طاقتور شخص جس میں سخت مزاجی نہ ہو اور ایسا نرم مزاج جس میں ضعف نہ ہو اور ایسا جوّاد (یعنی سخی) جس میں فضول خرچی نہ ہو اور ایسا مُمسِک (ہاتھ روک کر خرچ کرنے والا) جس میں بخل نہ ہو۔ ابن عباس رضؓ نے کہا کہ واللّٰہ عمر رضؓ ایسے ہی تھے۔ اور استیعاب میں ہے کہ ایک دن معاویہؓ کی بُرائی کی گئی عمر رضؓ کے سامنے تو فرمایا کہ ہمارے سامنے ایسے قریشی جوان کی مذمت نہ کرو جو غصہ کی حالت میں ہنسا کرتا ہے۔ اور جو چیز بھی اُس کو دبی جاتی ہے دیا جو حالت اس پر پہنچائی جاتی ہے) وہ اس پر راضی اور خوش ہوتا ہے۔ اور کوئی ایسی چیز اُس سے نہیں لی جاتی جو اُس کے سر کے اوپر ہو مگر وہ اُس کے قدموں کے نیچے کی ہو گئی عـه اور استیعاب میں ہے کہ عمر رضؓ نے صحابہ رضؓ سے ایسے شخص کے بارے میں مشورہ طلب کیا جس کو عراق کی طرف روانہ کیا جائے۔ تو سب نے اتفاق کیا عثمان بن حُنَیف پر اور کہا کہ آپ ان کو کبھی نہیں بھیجیں گے کسی ایسے کام پر جو اس سے بھی زیادہ اہم ہو

عـه یہ حضرت معاویہ رضؓ کی سیر چشمی اور سخاوت کی تعریف ہے کہ اگر اس سے اُس کی ایسی عزیز چیز مانگی جائے جس کو وہ سر پر رکھے ہوتے ہو تو اس طرح بغیر رکاوٹ بخش دے گا جیسے کوئی پیش افتادہ شے کو اُٹھا کر کسی کو دیدے ۱۲ مترجم

فانّ لہٗ بصرًا و عقلاً و معرفۃً و تجربۃً فاسرع
عمر الیہ فولّاہ مساحۃَ الارضَ فضربَ
عثمان علےٰ کُلّ جَرِیْبٍ من الارض ینالہٗ
المآء عامرٍ اَوْ غامرٍ درہماً و قفیزًا فبلغتْ
جبایۃ سوادِ العراقِ قبل اَن یمُوت
عمر متام (۱٫۲۳) مائۃِ الفِ الفٍ و نَیّفاً (یعنے چندے زائد) و فی
الاستیعاب ایضًا کان عتبۃ بن
غزوانَ اوّل مَن نزلَ البصرۃ من
المسلمین و ہو الّذی اختطّہا (جدا کرنا زمین اور ا) و قالَ
لہٗ عُمر لما بعثہ الیہا یا عُتبۃُ
اِنّی اُرید ان اُوجّہک لتقاتلَ
بلدَ الحِیرۃ لعلّ اللّٰہ یفتحہا
علیکمُ فسِرْ علےٰ برکۃ اللّٰہ
و یُمْنِہ اتّقِ اللّٰہ ما استطعتَ
و اعلم انکَ تأتی حومۃَ (وسط) العدوِّ
و اَرجو اَن یُعِینکَ اللّٰہ علیہم
و یکفیکہم و قد کتبتُ الی العلاء
الحضرمی اَن یُمِدّک بعرفجۃ بن
خزیمۃ و ہو ذو مُجاہدۃٍ
للعدوِّ و مُکایدۃٍ

(مگر آپ کو ثابت ہو جائے گا) کہ بیشک وہ اہلِ بصیرت اور صاحبِ عقل و معرفت اور تجربہ کار ہے تو عمرؓ نے فوراً اُن کو بلایا اور اُن کو زمین کی پیمایش کا عہدہ سپرد کر دیا (یعنی مہتمم بندوبست بنایا) تو عثمان نے لگان مقرر کیا ہر جریب (۴۴ اگز) پر جس کو پانی پہنچتا ہے خواہ وہ زمین مزروعہ ہو (آباد) یا غیر آباد (مگر قابل زراعت) ہو اُس پر مال گزاری ایک درہم اور ایک قفیز (ناپ کا پیمانہ) غلّہ قائم کیا۔ تو سواد (سرسبز علاقہ) عراق کی مالگزاری حضرت عمرؓ کے انتقال سے پہلے دس کروڑ سے اُوپر پہنچ گئی تھی۔[عـه] اور استیعاب میں یہ بھی ہے کہ عتبہ بن غزوان مسلمانوں میں کے پہلے شخص ہیں جو بصرہ میں اُترے اور یہی وہ شخص ہیں جنھوں نے اُس کی حد بندی کی اور اُن کو عمرؓ نے فرمایا تھا جب اُن کو ادھر بھیجا کہ اے عتبہ! میں تم کو بھیجنے کا ارادہ کر رہا ہوں تاکہ تم اہلِ حیرہ سے قتال کرو اُمید ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کو تمھارے ہاتھ پر فتح کرے گا اب تم اللہ کی برکت و خیر کے ساتھ روانہ ہو جاؤ اپنے مقدور بھر اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ خوب سمجھ لو کہ تم دشمن کے وسط میں پہنچ رہے ہو اور میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ اُن کے مقابلہ پر تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے لئے کافی ہو جائے گا اور میں نے علاء الحضرمی کو لکھ دیا ہے کہ وہ تمھاری مدد کرے عرفجہ بن خزیمہ کے ساتھ (یعنی اس کو تمھارے پاس بھیجدے) اور وہ دشمنوں کے ساتھ خوب جہاد کرنے والا اور تن دہی کے ساتھ لڑنے والا شخص ہے تو اُس سے

عـه یہ عجیب بات ہے کہ حضرت عمرؓ نے اگرچہ نہایت نرمی سے خراج مقرر کیا تھا لیکن جسقدر مالگزاری ان کے عہد میں موصول ہوتی زمانۂ مابعد میں کبھی وصول نہیں ہوتی۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ فرمایا کرتے تھے کہ حجاج پر خدا لعنت کرے کمبخت کو نہ دین کی لیاقت تھی نہ دنیا کی۔ عمرؓ بن الخطاب نے عراق کی مالگزاری دس کروڑ اٹھائیس لاکھ درہم وصول کی۔ زیاد نے دس کروڑ پندرہ لاکھ اور حجاج نے باوجود جبر اور ظلم کے صرف دو کروڑ آٹھ لاکھ درہم وصول کئے۔ مامون رشید کا زمانہ عدل و انصاف کے لئے مشہور ہے لیکن اس عہد میں بھی عراق کے خراج کی تعداد ۵ کروڑ ۴۸ لاکھ درہم سے کبھی نہیں بڑھی ۲ مترجم از "الفاروق"

فشاوِرہ و ادعُ الی اللہ فمن اَجابک فاَقبلْ منہ ومَن اَبٰی فالجزیۃُ عن یدٍ ذلۃٍ وصغارٍ والاّ فالسَّیف فی غیر مُوادۃٍ واستنفِر من مررت بہ من العرب و حُثّھم علی الجہاد وکآبۃ العدوّ واتّقِ اللہَ ربّک فافتتح عُتبۃُ بن غزوان الاُبلّۃ ثم اختطّ البصرۃَ وفی الاستیعاب من حدیث الشعبی انّ عدی بن حاتم قال لعُمر اذ قدِمَ علیہ ما اَظُنّک تعرِفنی قالَ و کیف لا اعرفک واوّلُ صدقۃٍ بیّضت وجہَ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدقۃُ طیٍّ اعرفک آمنتَ اذ کفروا واقبلتَ اِذْ اَدبَرُوا و وفیتَ اذ غدرُوا واز انجملہ آنست کہ نہی می فرمود نہی شدید از استعمالِ کفّار بر اَعمالِ مسلمین فی ریاض النّضرۃ ان ابا موسیٰ قدم علی عمرؓ ومعہ کاتب نصرانی فرفع کتابہ فاَعجبَ عمر ولم یعلم انہٗ نصرانیّ فقال لابی موسیٰ این کاتبک ہٰذا حتی یقرأَ الکتابَ علی النّاسِ فقالَ ابو موسیٰ یا امیرَ المؤمنین انہ لایدخلُ المسجدَ قالَ لِمَ اَجُنُبٌ ہو قالَ لا ولکنّہ نصرانیٌّ فانتہرہ عمر و قال لا تُدنُوھم وقد اَقصاھم اللہ ولا تکرموھم وقد اَہانھم

مشورہ کرتے رہو اور لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دیتے رہو جو اجابت کرے تم اس سے قبول کرو اور جو انکار کرے تو وہ ذلیل اور حقیر ہو کر جزیہ دے ورنہ تلوار ہے بغیر کسی ہمدردی کے۔ اور عرب کے جس قبیلہ پر بھی تمہارا گزر ہو اس کے لوگوں کو جمع کرو اور اُن کو جہاد کے لئے اور دشمنوں کو بے حوصلہ کرنے کے لئے آمادہ کرو اور اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے ڈرتے رہو۔ تو عتبہ بن غزوان نے اُبلّہ کو فتح کر لیا۔ پھر بصرہ کی حُدود متعیّن کیں۔ اور استیعاب میں شعبی کی حدیث میں سے ہے کہ جب عدی بن حاتم حضرت عمرؓ سے آکر ملے تو اُنھوں نے کہا کہ میرا گمان نہیں ہے کہ آپ مجھے پہچان رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں تم کو کیسے نہ پہچانوں گا حالانکہ پہلا صدقہ جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چمکا دیا تھا طے کا صدقہ تھا۔ میں تم کو پہچانتا ہوں کہ تم ایمان لائے جب کہ وہ (قبیلہ طے والے) کافر تھے اور تم ہماری طرف آئے جب اُنھوں نے (مرتد ہو کر) پیٹھ پھیر لی تھی اور آپ وفادار رہے جب اُن لوگوں نے غدّاری کی تھی۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ شدّت کے ساتھ روکا کرتے تھے کفّار سے اعتماد کے کام لینے سے مسلمانوں کے معاملات میں۔ ریاض النّضرۃ میں ہے کہ ابو موسیٰؓ عمرؓ کے پاس آئے اور اُن کے ساتھ ان کا نصرانی کاتب تھا۔ تو اُس نے اپنا لکھا ہوا حساب پیش کیا جس کو عمرؓ نے پسند کیا اور یہ نہ سمجھے کہ وہ نصرانی ہے۔ پھر آپ نے ابو موسیٰؓ سے کہا کہ تمہارا یہ کاتب کہاں ہے؟ کہ لوگوں کو یہ تحریر پڑھ کر سُنا دے۔ تو ابو موسیٰؓ نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ وہ مسجد میں داخل نہ ہو سکے گا تو آپ نے فرمایا کیوں؟ کیا وہ جُنبی ہے۔ ابو موسیٰؓ نے کہا نہیں لیکن وہ نصرانی ہے تو انکو عمرؓ نے جھڑکا اور فرمایا کہ ان کو اپنے سے قریب نہ کرو جب کہ اللہ نے دُور کر دیا اور ان کا اکرام نہ کرو جب ان کو اللہ نے

اللہ و لا تأمنوہم و قد خونہم اللہ قد نہیتکم
عن استعمال اہل الکتاب فانہم یستحلون
الرشا (رشوتیں ۱۲) و فی روایۃ ان عمر قال لابی موسیٰ
ائتنی (لے آ ۱۲) برجل ینظر فی حسابنا فاتاہ بنصرانی
فقال لو کنت تقدمت الیک لفعلت (ای العقاب ۱۲)
و فعلت سألتک رجلاً اشرکہ فی امانتی
فاتیتنی بمن یخالف دینہ دینی۔
و از انجملہ آنکہ بنفس خود عسس (گشت) مے
فرمود و اختیار این امر بجہت دو فائدہ بود
اولے اطلاع براحوال رعیت تا ہر جا
خللے یافتہ شود تدارکِ آن بعمل آید
و ملوک عدالت پیشہ برائے ظہور این فائدہ
منہیان و سوانح نگاران مقرر کردہ اند و فائدہ
ثانیہ محافظت ضعفاء (از انبار یعنے جز دادن ۱۲) از دستِ بُرد سُرّاق و
بادشاہان عادل برائے رعایت این مصلحت
عسس و شُرَط قرار دادہ اند و ہمچنین ہر مصلحتے
کہ ملوک برائے آن شخصے (سرہنگان ۱۲) را معین ساختہ اند حضرت
فاروق رض بنفس نفیس خود تا مدتے التزام مباشرت
آن مے فرمود تا بر نقیر و قطمیر آن مصالح
مطلع شود و ضابطہ برائے آن قرار دہد و ازین
قبیل است حکایت تعہد نساء غزاۃ و خلف
قافلہ گشتن او رضی اللہ عنہ و اورا
رضی اللہ عنہ در اوقاتِ عسس اتفاقات
عجیبہ روئے دادہ است در ضمن دو
سہ حکایت تقریر آن عجائب کنیم۔

ذلیل کر دیا اور ان کو امین نہ بناؤ جب کہ اللہ نے ان کو خائن قرار
دیا۔ میں تم کو روک چکا ہوں اہلِ کتاب کو معتمدِ کار بنانے
سے کہ یہ لوگ رشوتوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور ایک روایت
میں یہ ہے کہ عمر رض نے ابو موسیٰ رض سے کہا کہ ہمارے پاس ایسا شخص
لے کر آؤ جو ہمارے حساب کی پڑتال کرے تو وہ اُن کے پاس
ایک نصرانی کو لے گئے تو فرمایا کہ اگر میں تجھ پر پیشقدمی کرتا تو
ایسا کرتا اور ایسا کرتا۔ میں نے تجھ سے ایسے شخص کا سوال کیا
تھا جس کو اپنی امانت میں شریک کر سکوں تو میرے پاس ایسے
شخص کو لے آیا جس کا دین میرے دین کے خلاف ہے۔ اور
اُن میں سے ایک یہ ہے کہ بذاتِ خود گشت کیا کرتے تھے اور اس
کام کو دو (۲) فائدوں کے لئے اختیار کیا تھا۔ پہلا (۱) فائدہ رعیت کے
حالات پر مطلع رہنا تاکہ جہاں بھی کوئی رخنہ واقع ہو تو اس کا
تدارک عمل میں آجائے اور شاہانِ عادل نے اس مفاد کے لئے
مخبرین اور سوانح نگاروں کو مقرر کیا ہے۔ اور (۲) دوسرا فائدہ
ہے ضعفاء کی حفاظت چوروں کی دستِ برد سے اور بادشاہان
عادل نے اس مصلحت کے لئے کوتوال اور سپاہی مقرر کئے
ہیں اور اسی طرح جن مصلحتوں کے لئے بادشاہوں نے ایک شخص
کو معین کیا ہے حضرت فاروق رض نے خود بنفسِ نفیس ان کاموں
کے کرنے کا التزام کیا ہے تاکہ ان مصالح کی ہر طرح کی
چھوٹی چھوٹی جزئیات پر بھی مطلع ہو جائیں اور اُن کے پیشِ نظر
ضابطے مقرر کر دیں اور اسی قسم میں سے ہیں غازیوں کی
بیویوں کی خبر گیری فرمانے کے قصے اور آنحضرت رضی اللہ عنہ
کے قافلہ کے پیچھے چلنے کی حکایتیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کو گشت کے اوقات میں عجیب اتفاقات پیش آتے ہیں۔ دو
تین حکایتوں کے ضمن میں ہم ان عجائبات کا بیان کرتے ہیں۔

عن زید بن اسلم عن ابیہ قال خرجتُ مع
عمر فی السوق فلحقتہ امرأۃ شابۃ
فقالت یا امیر المؤمنین ہلک زوجی و
ترک صبیۃً صغارًا واللہ ماینضجون
کُراعًا و لا لہم ضرعٌ و لا زرعٌ وخشیت
علیہم الضبعۃ و انا ابنۃ خفاف بن
ایماء الغفاری و قد شہد ابی الحدیبیۃ
مع النبی صلی اللہ علیہ و سلم فوقف
معہا و لم یمض و قال مرحبًا
بنسب قریب ثم انصرف الی بعیر
ظہیر کان مربوطًا فی الدار فحمل
علیہ غرارتین ملأہما طعامًا و جعل
بینہما نفقۃً و ثیابًا ثم ناولہا
خطامہ فقال اقتادیہ فلن یفنی
ہذا حتی یأتیکم اللہ بخیر فقال الرجل یا
امیر المؤمنین اکثرت لہا فقال
ثکلتک امک واللہ انی لأری
ابا ہذہ و اخاہا و قد حاصرا حِصنًا
زمانًا فافتتحاہ ثم اصبحنا نستفیٔ
سُہمانہما اخرجہ البخاری و فی الریاض
عن ابن عمر قال قدمت رفقۃٌ من
التجار فنزلوا المصلی (عیدگاہ بیرون شہر) فقال عمر لعبد الرحمٰن
ہل لک ان نحرسہم اللیلۃ من
السرق فباتا یحرسانہم و
یصلیان ما کتب اللہ

روایت ہے زید بن اسلم سے انھوں نے روایت کیا اپنے باپ سے کہا کہ
میں عمرؓ کے ساتھ بازار گیا تو ان سے آکر ملی ایک جوان عورت اور
اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! میرا شوہر ہلاک ہوگیا اور اس نے
چھوٹی چھوٹی لڑکیاں چھوڑیں واللہ نہ انھیں گوشت کا ٹکڑا میسّر
ہے اور نہ ان کے پاس دودھ دینے والا کوئی جانور ہے اور نہ کھیتی
ہے اور مجھے ان کے مرجانے کا اندیشہ ہے۔ اور میں خفافؓ بن
ایماء الغفاری کی بیٹی ہوں اور وہ حدیبیہ میں حاضر تھے نبی صلے اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ۔ تو عمرؓ اس کے پاس ٹھہرے اور آگے نہیں
گئے۔ اور فرمایا کہ بہت اچھا نسب ہے قریب کا (یعنی جس کو ہم
جلد پہچان گئے) پھر ایک باربرداری کے اونٹ کی طرف لوٹے جو
گھر میں بندھا ہوا تھا اس کے اوپر دو بورے لادے۔ دونوں کھانے
کی چیزوں سے بھرے ہوئے تھے اور ان کے درمیان نقدی بھی
تھی اور کپڑے بھی تھے پھر اس عورت کو اونٹ کی مہار پکڑوادی
اور فرمایا کہ اس کو ہنکا لیجا۔ یہ ختم نہ ہوگا کہ تیرے پاس اور مال
پہنچ جائے گا۔ اس پر ایک شخص نے کہا کہ اے امیر المؤمنین آپ
نے اس کو بہت دیدیا۔ آپ نے فرمایا تجھے تیری ماں روئے واللہ
میں دیکھ رہا ہوں اس عورت کے باپ کو اور بھائی کو اور ان
دونوں نے ایک قلعہ کا ایک زمانہ سے محاصرہ کر رکھا تھا پھر انھوں
نے اسے فتح کرلیا پھر ہم صبح کو ان دونوں کے حصے لوٹا رہے
تھے، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور ریاض میں ہے کہ ابن
عمرؓ سے مروی ہے کہا کہ تاجروں کا ایک قافلہ آیا اور وہ لوگ
عیدگاہ پر ٹھہرے تو عمرؓ نے عبد الرحمٰن بن عوفؓ سے کہا کہ کیا
آپ ہمارا ساتھ دینگے اس میں کہ آج رات ہم ان لوگوں کی چوروں
سے حفاظت کریں تو یہ دونوں تمام رات جاگتے اور ان لوگوں کی
حفاظت کرتے رہے اور نماز پڑھتے رہے جو اللہ نے ان دونوں کے لئے

لہما فسمع عمر بكاء صبي فتوجه نحوه فقال لأمه اتقي الله وأحسني إلى صبيك ثم عاد إلى مكانه فسمع بكاءه فعاد إلى أمه فقال لها مثل ذلك ثم عاد إلى مكانه فلما كان من آخر الليل سمع بكاءه فأتى أمه وقال ويحك إني لأراك أم سوء ما لي أرى ابنك لا يقر (قرار نہیں پکڑتا ۱۲) منذ الليلة قالت يا عبد الله قد أبرمتني (تنگ کر دیا ۱۲) منذ الليلة إني أريغه (خوگر کرتی ہوں ۱۲) على الفطام (ترک شیر ۱۲) فيأبى قال ولم قالت لأن عمر لا يفرض إلا للمفطم قال فكم له قالت كذا وكذا شهرا قال لا تعجليه فصلى الفجر وما يستبين الناس ثم غلبه البكاء فلما سلم قال يا بؤسا لعمر كم قتل من أولاد المسلمين ثم أمر مناديا ينادي أن لا تعجلوا صبيانكم على الفطام وأنا نفرض لكل مولود في الإسلام وكتب بذلك إلى الآفاق أن يفرض لكل مولود في الإسلام أخرجه صاحب الصفوة وفيه عن عروة بن رويم قال بينما عمر بن الخطاب

مقدر کر دی تھی۔ تو عمرؓ نے (گشت پر جاتے ہوئے) ایک بچے کے رونے کی آواز سنی تو اُس کی طرف توجہ کی۔ پھر اس کی ماں سے کہا کہ اللہ سے ڈر اور اپنے بچہ کے ساتھ نیک برتاؤ کر پھر اپنے مقام کی طرف واپس ہوئے تو پھر بچے کے رونے کی آواز سنی پھر اُس کی ماں کی طرف پہنچے اور پھر اُس سے وہی کہا جو پہلے کہا تھا۔ پھر (گشت کرتے ہوئے) اپنی جگہ کی طرف لوٹے۔ پھر جب آخر شب کا وقت آیا تو پھر آپ نے اُس بچہ کی رونے کی آواز سنی تو اس کی ماں کے پاس پہنچے اور فرمایا افسوس ہے تجھ پر میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تو بہت بُری ماں ہے۔ کیا ہوا کہ میں تیرے بچے کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ آج کی رات اتنا بے قرار ہے۔ اُس نے کہا اے اللہ کے بندے تو نے بھی مجھے آج رات تنگ کر دیا۔ میں اس کو دودھ چھوڑانے کی عادت ڈال رہی ہوں اور یہ مانتا نہیں۔ آپ نے کہا اور کیوں؟ اُس نے کہا اس لئے کہ عمرؓ وظیفہ نہیں دیتا مگر اس بچہ کو جس کا دودھ چھوٹ گیا ہو۔ آپ نے کہا کہ اس کی کیا عمر ہے؟ اس نے کہا اتنے اور اتنے مہینے کی۔ فرمایا کہ اس کے ساتھ جلدی نہ کر۔ پھر آپ نے صبح کی نماز پڑھی (یعنی شروع کی) درآں حالیکہ لوگ واضح طور پر نظر نہیں آتے تھے (یعنی اوّل وقت) پھر اُن پر گریہ غالب آگیا تو جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ کس قدر بربادی ہے عمرؓ کی۔ مسلمانوں کے بچوں میں سے اس نے کتنوں کو ہلاک کر دیا۔ پھر منادی کو حکم دیا کہ یہ اعلان کرے کہ اپنے بچوں کا دودھ چھوڑانے میں جلدی نہ کرو (اب) مسلمانوں کے ہر بچہ کا وظیفہ مقرر کر دینگے۔ اور جملہ اطراف ملک میں احکام بھیجدیئے کہ اسلام میں کے ہر بچے کا پیدائش کے ساتھ ہی وظیفہ مقرر کر دیا جائے۔ اس کو صاحب الصفوہ نے روایت کیا۔ اور اسی میں ہے کہ عروہ بن رُویم سے مروی ہے کہ ایسے وقت جب کہ عمرؓ بن الخطاب لوگوں کو

يتصفح الناس يسألهم عن أمرآء أجنادهم اذ مر
باہل حمص فقال كيف انتم وكيف اميركم
قالوا خير امير يا امير المؤمنين الا انه قد بنى
علية يكون فيها فكتب كتاباً وارسل
بريداً وامره اذا جئت باب علية فاجمع
حطباً واحرق باب علية فلما قدم جمع حطباً
واحرق باب العلية فدخل عليه الناس و
ذكروا ان ہہنا رجلاً يحرق باب عليتك
فقال دعوه فانه رسول امير المؤمنين
ثم دخل عليه فناوله الكتاب من
يده فلم يضع الكتاب من يده حتى
ركب فلما رآه عمر قال احبسوه
عني في الشمس ثلثة ايام فحبس عنه
ثلثا حتى اذا كان بعد ثلث قال يا ابن
فرط الحقني الى الحرة وفيها اهل الصدقة
وغنمها حتى اذا جاء الحرة القى
عليه نمرة وقال انزع ثيابك
واتزر بهذه ثم ناوله الدلو
فقال اسق هذه الابل فلم يفرغ
حتى تعب فقال يا ابن فرط متى
كان عهدك بهذا قال قليلاً يا امير
المؤمنين قال فلهذا بنيت العلية و
اشرفت بها على المسلمين والارملة
واليتيم ارجع الى عملك
ولا تعد وفيه

غور کے ساتھ دیکھ رہے اور ان سے ان کے لشکروں کے امراء کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہے تھے کہ ان کا گزر اہلِ حمص پر ہوا آپ نے ان سے فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہے اور تمہارا امیر کیسا ہے؟ اُنھوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین وہ اچھا امیر ہے مگر اس نے ایک بالاخانہ بنالیا ہے جس میں وہ رہتا ہے تو آپ نے ایک خط لکھا اور قاصد کو بھیجا اور اس کو حکم دیا کہ جب تو بالاخانہ کے دروازے پر پہنچے تو لکڑیاں جمع کر کے اُس کو پھونک دینا تو جب وہ وہاں پہنچا تو اُس نے لکڑیاں جمع کر کے بالاخانہ کے دروازے کو آگ لگا دی، اس پر امیر کے پاس لوگوں نے جا کر کہا کہ یہاں ایک شخص ہے جو آپ کے بالاخانہ کا دروازہ پھونک رہا ہے۔ امیر نے کہا کہ اُسے چھوڑ دو کہ وہ امیر المؤمنین کا قاصد ہے پھر قاصد امیر کے پاس پہنچا تو امیر نے خط اس کے ہاتھ سے لے لیا اور اُس کو اپنے ہاتھ سے چھوڑا نہیں کہ سوار ہو گیا۔ جب اس کو عمرؓ نے دیکھا تو کہا کہ میری جانب سے اس کو تین دن دھوپ میں روکے رکھو تو اس کو تین دن دھوپ میں روکا گیا۔ جب تین دن گزر گئے تو کہا اے ابنِ فرط! مجھ سے حرّہ میں آکر مل (حرّہ مدینہ کی آبادی سے باہر ایک پتھریلا مقام ہے) اور اس میں صدقہ کے اونٹ اور بکریاں موجود تھیں۔ تو جب وہ حرّہ پہنچا تو اس کے اُوپر ایک چادر پھینک دی اور کہا کہ اپنے کپڑے اُتار اور اس کی لنگی بنا کر باندھ پھر اُس کو ڈول دیا اور کہا کہ ان اُونٹوں کو پانی پلا تو وہ چند ڈول کھینچ کر تھک گیا۔ تو آپ نے کہا کہ اے ابنِ فرط! اس عہدہ پر تجھے کتنا زمانہ گزرا۔ اُس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین زمانۂ دراز سے ہوں۔ فرمایا تو اسی وجہ سے تم نے بالاخانہ بنایا۔ اور اُس پر چڑھ کر بیٹھے۔ سب مسلمانوں سے اور مصیبت زدوں سے، یتیموں سے اونچے ہو کر۔ اپنے عہدہ پر واپس جاؤ اور آئندہ ایسا نہ ہو۔ اور اسی میں ہے کہ

عن انس بن مالک بینما امیر المؤمنین عمر یعس ذات لیلۃ اذ مر باعرابی جالس بفناء خیمتہ فجلس الیہ یحدثہ و یسألہ و یقول لہ ما اقدمک ہذہ البلاد فبینا ہو کذلک اذ سمع انینا من الخیمۃ فقال من ہذا الذی اسمع انینہ فقال امر لیس من شانک امرأۃ تمخض (دردزہ دارد) فرجع عمر الی منزلہ و قال یا ام کلثوم شدی علیک ثیابک و اتبعینی قال ثم انطلق حتی انتہی الی الرجل فقال لہ ہل لک ان تأذن لہذہ المرأۃ ان تدخل علیہا فتؤنسہا فاذن لہا فدخلت فلم یلبث ان قالت یا امیر المؤمنین بشر صاحبک بغلام فلما سمع توہا امیر المؤمنین وثب من جنبہ فجلس بین یدیہ و جعل یعتذر الیہ فقال لا علیک اذا اصبحت فاتنا فلما اصبح اتاہ ففرض لابنہ فی الذریۃ و اعطاہ وفیہ عن ابن عمر ان عمر لما رجع من الشام الی المدینۃ انفرد عن الناس لیعرف اخبارہم فمر بعجوز فی خبائہا فنفقدہا فقالت

انس بن مالک رضؓ سے مروی ہے کہ ایسے وقت میں کہ امیر المؤمنین رضؓ ایک رات میں گشت کر رہے تھے کہ آپ کا گزر ایک اعرابی پر ہوا جو اپنے خیمہ کے صحن میں بیٹھا ہوا تھا تو اس کے پاس جا بیٹھے اور اس سے باتیں کرنے لگے اور سوالات کرنے لگے اور اس سے یہ پوچھ رہے تھے کہ ان شہروں میں تیرا آنا کس وجہ سے ہوا، ابھی وہ اسی گفتگو میں تھے کہ خیمہ کے اندر سے آہستہ آہستہ رونے کی آواز سنی۔ تو آپ نے کہا کہ یہ آواز کیسی ہے جو میں سن رہا ہوں تو اس نے کہا کہ یہ ایسی بات ہے جو تم سے متعلق نہیں۔ ایک عورت ہے جس کے پیدائش کا درد ہو رہا ہے۔ تو عمر رضؓ اپنے مکان پر لوٹ کر آئے اور (ازوجہ محترمہ سے) فرمایا کہ اے ام کلثوم رضؓ اپنے کپڑے کس کر بدن پر باندھ لو اور میرے ساتھ چلو۔ کہا کہ روانہ ہوتے اور اسی شخص کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ کیا تم اجازت دو گے اس عورت کو یہ اس کے پاس جا کر اس کی تسکین اور تشفی کرے تو اس نے اجازت دیدی اور یہ اس کے پاس اندر پہنچ گئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ام کلثوم رضؓ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین رضؓ اپنے ساتھی کو لڑکے کی بشارت دیدیجئے۔ جب اس اعرابی نے ان کا قول امیر المؤمنین سنا تو وہ کود کر آپ کے پہلو سے اٹھا اور سامنے آبیٹھا اور آپ سے معذرت کرنے لگا۔ تو آپ رضؓ نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں جب صبح ہو جائے تو ہمارے پاس آجانا تو جب صبح ہوئی تو وہ آپ کے پاس پہنچا تو آپ نے اس کے بچے کے لئے بچوں کا وظیفہ مقرر کردیا اور اس کو عطا کردیا۔ اور اسی میں ہے کہ ابن عمر رضؓ سے مروی ہے کہ جب عمر رضؓ شام سے مدینہ لوٹ کر آئے تو لوگوں سے الگ ہو گئے تا ان کے احوال معلوم کریں تو آپ کا گزر ایک بڑھیا پر ہوا جو اپنے خیمہ میں تھی تو اس سے پوچھ گچھ کرنے لگے تو اس نے کہا کہ

یاہٰذا مافعل عمرُ قال ہو ذا قد اَقبلَ من
الشّام قالت لاجزاہ اللہ عنّی خیرًا قال
ویحکِ ولِمَ قالت لانّہ واللہ ما نالنی من
عطائہ منذ وَلِیَ اِلیٰ یومنا ہذا دینارٌ و
لا درہمٌ قال ویحکِ وما یدری عمرُ حالکِ
وانتِ فی ہذا الموضع فقالت سبحانَ
اللہ ماظننتُ اَن احدًا یلی علی النّاس
ولا یدری مابینَ مشرقہا ومغربہا
فاقبلَ عمرُ وہو یبکی ویقول واعُمراہ
واخصموہ کلُ احدٍ اَفقہُ مِنکَ یاعُمر
ثم قال لہا بکم تبیعینی ظلامتکِ مِنہ
فانّی اَرحمہٗ من النّارِ قالت
لاتہزأ بنا رحمکَ اللہ فقال لہا
عمر لیس بہزءٍ فلم یزل بہا حتی اشترٰی
ظلامتہا بخمسۃٍ وعشرینَ دینارًا فبینا ہو
کذٰلک اذ اَقبلَ علیُّ بن ابی طالب وابنُ
مسعودٍ فقالا السّلام علیک یا امیرَ
المؤمنین فوضعتِ المرأۃ یدہا علی
رأسہا وقالتْ واسوأتاہ شتمتُ
امیرَ المؤمنین فی وجہہ فقالَ
لہا عمرُ لا علیکِ یرحمکِ اللہ
قال ثمّ طلبَ عمر قطعۃَ جلدٍ
یکتبُ فیہ فلم یجدْ فقطعَ قطعۃً
من فروۃٍ کان لبسہا وکتب بسم اللہ
الرحمٰن الرحیم ہذا ما اشترٰی

اے شخص عمرؓ نے کیا کیا؟ تو آپ نے کہا کہ وہ اِدھر ہی تو ہے
اور شام سے آگیا ہے تو اُس عورت نے کہا کہ خدا اُس کو میری
طرف سے جزاءِ خیر نہ دے۔ آپ نے فرمایا کہ تجھ پر افسوس ہے
اور تو ایسا کیوں کہتی ہے۔ اُس نے کہا کہ جب سے وہ خلیفہ ہوا
ہے آج تک مجھے اُس کا کوئی عطیہ نہیں ملا نہ کوئی دینار اور نہ
درہم۔ آپ نے کہا تجھ پر افسوس، اور عمرؓ کو تیرے حال کی خبر
کیا ہے اور جب کہ تو ایسی جگہ بیٹھی ہوئی ہے۔ تو اُس نے کہا
کہ سبحان اللہ میں گمان نہیں کرتی کہ کوئی لوگوں پر والی بن
جائے اور اس کو یہ خبر نہ ہو کہ اس کے آگے مشرق اور مغرب
میں کیا ہے تو عمرؓ روتے ہوئے اُس کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ کہہ
رہے تھے کہ ہائے عمرؓ، ہائے کتنے دعویدار ہوں گے تجھ پر،
ہر ایک تجھ سے زیادہ دین کی سمجھ رکھنے والا ہے اے عمرؓ!
پھر اُس سے فرمایا کہ تو اپنی مظلومیت کے حق کو اس کے ہاتھ
کتنے میں بیچتی ہے کہ میں اس کو جہنم سے بچانا چاہتا ہوں اُس
نے کہا کہ ہم سے مخول نہ کر۔ خدا تجھ پر رحمت کرے تو اس سے
عمرؓ نے کہا کہ یہ مخول نہیں ہے تو اس سے اصرار کرتے ہی رہے
یہاں تک کہ اس کے حق مظلومیت کو پچیس دینار میں خرید لیا۔
ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ علیؓ بن ابی طالب اور ابن مسعودؓ
آپہنچے اور ان دونوں نے کہا السّلام علیک یا امیر المؤمنینؓ
تو عورت اپنا ہاتھ سر پر رکھ کر کہنے لگی کہ ہائے بُرائی میں
نے امیر المؤمنینؓ کو اُس کے مُنہ پر بُرا بھلا کہدیا۔ تو اُس سے
امیر المؤمنینؓ نے فرمایا کہ تجھ پر کوئی جرم نہیں خدا تجھ پر رحم
کرے تو عمرؓ نے ایک جلد کا ٹکڑا مانگا جس پر لکھیں مگر نہ ملا
پھر اپنی چادر میں سے جس کو اوڑھ رہے تھے ایک ٹکڑا کاٹا
اور لکھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ دستاویز ہے اس کی جو عمرؓ نے

عمر من فلانۃ ظلامتہا منذ ولی الی
یومنا ہذا بخمسۃ وعشرین دینارًا
فما تدّعی عندہ وتوفی فی المحشر
بین یدی اللہ عزّ وجلّ فعمر منہ
بریٌ شہد علی ذلک علیّ بن ابیطالب
وعبد اللہ بن مسعود ثم دفع الکتاب
الی علیّ وقال اذا انا تقدّمتک (فی الموت)
فاجعلہا فی کفنی وفیہ عن الاوزاعی
ان عمر بن الخطاب خرج فی سواد
اللیل فرآہ طلحۃ فذہب عمر
فدخل بیتًا ثم خرج ودخل بیتًا آخر
فلما اصبح طلحۃ ذہب الی ذلک
البیت فاذا بعجوز عمیاء مقعدۃ (بیٹھنے والی) فقال
لہا ما بال ہذا الرجل یاتیک قالت
انہ یعاہدنی منذ کذا وکذا بما
یُصلحنی ویُخرج عنّی الاذی فقال
طلحۃ لنفسہ ثکلتک امک آعثرات عمر
تتبّع اخرجہ صاحب الصفوۃ و
الفضائلی وفیہ روی انہ کان
یطوف لیلۃً فی المدینۃ فسمع
امرأۃً تقول شعر الا طال ہذا اللیل
وازورّ جانبہ ولیس الی جنبی
خلیل الاعبہ فواللہ لولا اللہ
لا شیئ غیرہ لزعزع من ہذا السریر
جوانبہ مخافۃ ربّی والحیاء

فلاں عورت سے اُس کا حق مظلومیت خریدا ہے جب سے وہ والی بنا ہے آج کے دن تک پچیس دینار میں تو وہ اب اللہ کے سامنے محشر میں کھڑی ہو کر اگر دعوی کرے تو عمرؓ اس سے بری ہے۔ اس پر گواہ ہیں علی بن ابی طالبؓ اور عبد اللہ بن مسعودؓ۔ پھر وہ تحریر علیؓ کو دیدی اور فرمایا کہ جب میں تم سے پہلے دنیا سے گزر جاؤں تو اس کو میرے کفن میں رکھدینا۔ اور اسی میں ہے کہ اوزاعیؒ سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب رات کے اندھیرے میں نکلے تو اُن کو طلحہؓ نے دیکھا کہ عمرؓ جاتے ہوتے ایک گھر میں داخل ہوتے پھر نکلے اور دوسرے گھر میں داخل ہوتے۔ جب صبح ہوئی تو طلحہؓ اُس گھر میں پہنچے تو دیکھتے ہیں کہ اس میں ایک بوڑھیا ہے اندھی جس کی ٹانگیں ماری ہوئی ہیں تو انھوں نے کہا کہ وہ شخص کیا کرتا ہے جو تیرے پاس آتا ہے۔ اُس نے کہا کہ وہ میری خبر گیری کرنے والا ہے اتنے اور اتنے زمانہ سے جس چیز کی بھی مجھے ضرورت ہوتی ہے اور میرے پاس سے گندگی کو ہٹاتا ہے تو طلحہؓ نے اپنے نفس سے کہا کہ تجھے روئے تیری ماں کیا تو عمرؓ کی لغزشیں معلوم کرنے کے درپے ہوا تھا۔ اس کو اخذ کیا صاحب الصفوہ اور فضائلی نے۔ اور اسی میں ہے کہ ایک رات عمر رضی اللہ عنہ مدینہ میں گشت کر رہے تھے تو آپ نے سنا کہ ایک عورت کہہ رہی ہے اشعار الا طال ہذا اللیل وازورّ جانبہ الخ (ترجمہ) دیکھو یہ رات لمبی ہو گئی اور اس کا گوشہ خوب تاریک ہو گیا۔ اور میرے پہلو میں کوئی دوست نہیں جس کے ساتھ دل لگی کر لوں + تو خدا کی قسم اگر اللہ (روکنے والا) نہ ہوتا جس کے سوا مجھے کوئی شے (روکنے والی) نہیں۔ تو اس چارپائی کی تمام طرفیں (یعنی پٹیاں) ضرور کانپنے لگتیں + اپنے پروردگار کا خوف اور حیا

تُزَوِّدنی * واکرم بعلی ان تُنال مراکبہ *
وفی روایۃ و لٰکننی اخشیٰ رقیباً موکّلاً *
بانفسنا لایفتر الدہر کاتبہ * فسأل
عمر نساء کم تصبر المرأۃ عن الرجل
فقلن شہرین وفی الثالث یقل
الصبر وفی الرابع ینفد الصبر
فکتب الی امراء الاجناد ان
لا تحبسوا رجلا عن امرأتہ اکثر
من اربعۃ اشہر وفیہ عن الشعبی قال
سمع عمر امرأۃ تقول شعر دعتنی
النفس بعد خروج عمرو * الی
اللذات تطلع اطلاعا * فقلت
لہا عجلت فلا تطاعی * ولو
طالت اقامتہ رباعا * احاذر
ان اطعتک سب نفسی * و
مخزاۃ تجللنی قناعا * فقال
لہا عمر ما الذی یمنعک من
ذلک قالت الحیاء و اکرام
زوجی قال عمر ان فی
الحیاء لہنات ذات الوان من
استحیی استخفی ومن استخفی اتقی
ومن اتقی وقی اخرجہ ابن ابی
الدنیا وفی الاحیاء روی ان عمر کان
یعس فی المدینۃ ذات لیلۃ فرأی
رجلا وامرأۃ علی

مجھے اس کام سے ہٹاتی ہے اور (نیز) میں اپنے شوہر کی عزت کرتی
ہوں کہ اس کے سواری کے مقامات کو دوسرے شخص کو دیدیئے
جائیں۔ اور ایک روایت میں یہ ہے ولٰکنّنی اخشیٰ الخ یعنی
لیکن میں ڈرتی ہوں ایک ایسے نگہبان سے جو ہمارے نفسوں پر
موکّل ہے جو کبھی سستی نہیں کرتا ہمیشہ ہر ایک حال لکھتا ہی
رہتا ہے۔ تو عمرؓ نے عورتوں سے پوچھا کہ کتنے عرصہ تک عورت
مرد سے صبر کرلیتی ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ دو مہینے اور تیسرے
مہینے میں صبر کم ہونے لگے گا اور چوتھے مہینے میں ختم ہوجاتا
تو آپ نے فوجوں کے امراء کو لکھا کہ کسی شخص کو اپنی بیوی
کے پاس جانے سے چار مہینے سے زیادہ نہ روکا جائے۔ اور اسی
میں ہے کہ مروی ہے شعبیؒ سے کہ عمرؓ نے سنا کہ ایک عورت کہہ
رہی ہے اشعار دعتنی النفس بعد خروج عمرو الخ (ترجمہ)
عمرو کے جانے کے بعد مجھے نفس نے لذات کی طرف بلایا (اور ان
کے حاصل کرنے کی) بہت سی صورتیں دیکھ رہا ہے تو میں نے
اس سے کہا کہ تونے جلدی کی تیری بات نہیں مانی جاتے گی
اگرچہ عمرو کا قیام منازل میں طویل ہو جاتے + اگر میں نے
تیری بات مان لی تو میں اپنی ذات پر گالیاں پڑنے سے ڈرتی
ہوں اور ایسی رسوائی سے جو میرے چہرے پر برقع بن کر چھا
جاتے گی۔ تو عمرؓ نے کہا کہ اس (برائی) سے تجھے کیا چیز
روکتی ہے؟ تو اس نے کہا کہ حیاء اور اپنے شوہر کا اکرام۔ تو
عمرؓ نے فرمایا کہ بیشک حیاء میں بہت سی خصلتیں مختلف الوان
کی شامل ہوجاتی ہیں۔ جو حیا کرے گا وہ چھپا رہے گا اور جو چھپا
رہے گا وہ متقی ہوگا اور جو متقی ہوگا وہ بچا رہے گا، اس کو ابن
ابی الدنیا نے روایت کیا۔ اور احیاء میں ہے کہ ایک رات عمرؓ
مدینہ میں گشت کر رہے تھے تو آپ نے ایک مرد اور ایک عورت کو

فاحشۃٍ فلما اصبح قال للناس ارأیتم لو ان اماماً رأی رجلاً و امرأۃً علی فاحشۃٍ فاقام علیھما الحد ما کنتم فاعلین قالوا انما انت امام فقال علی لیس لک ذلک اذا یقام الحد علیک ان اللہ تعالی لم یأمن علی ھذا الامر اقل من اربعۃ شھداء ثم ترکھم ماشاء اللہ ان یترکھم ثم سألھم فقال القوم مثل مقالتھم الاولی و قال علی مثل مقالتہ قال الغزالی و ھذا مشیر الی ان عمر کان مترددا فی ھذہ المسألۃ وفیہ عن عبد الرحمن ابن عوف قال حرست مع عمر لیلۃً بالمدینۃ فبینا نحن نمشی اذ ظھر لنا سراج فانطلقنا نؤمّہ فلما دنونا اذا باب مغلق علی قوم لھم اصوات و لغط فاخذ عمر بیدی و قال اتدری بیت من ھذا قلت لا قال ھذا بیت ربیعۃ بن امیۃ بن خلف و ھم الآن شرب فما تری قلت اری انا قد اتینا ما نھانا اللہ تعالی عنہ قال اللہ تعالی وَلَا تَجَسَّسُوا فرجع عمر و ترکھم و فیہ روی ان عمر کان یعس بالمدینۃ اللیل فسمع صوت

فحش حال میں دیکھا۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں سے کہا کہ تمہاری کیا رائے ہے کہ اگر ایک امام نے ایک مرد اور عورت کو فحش حالت پر دیکھا اور پھر اُن دونوں پر حد کو قائم کر دیا تو تم کیا کروگے۔ تو لوگوں نے کہا کہ آپ امام ہیں (آپ کو اختیار ہے) مگر علی رضؓ نے کہا کہ اس کا اختیار نہیں۔ اگر آپ ایسا کرینگے تو آپ کے اوپر حد قائم کی جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ حق تعالےٰ نہیں مانتے اس امر میں چار گواہوں سے کم کی شہادت کو۔ پھر عمر رضؓ نے اُن (سے اس پر کلام) کو چھوڑے رکھا جب تک اللہ نے چاہا کہ چھوڑے رکھیں۔ پھر اُن سے پوچھا تو قوم نے اسی طرح جیسے پہلے کہا تھا جواب دیا اور علی رضؓ نے بھی وہی کہا جو پہلے کہا تھا۔ غزالی رحؒ نے کہا کہ یہ (تکرار سوال) اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ عمر رضؓ اس مسئلہ میں متردد تھے۔ اور اسی میں ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ سے مروی ہے کہ میں نے ایک رات عمر رضؓ کے ساتھ مل کر مدینہ کا گشت کیا تو ایسے وقت کہ ہم چلے جا رہے تھے ہم کو ایک چراغ نظر آیا تو ہم اُسی کے قصد سے آگے چلے۔ جب ہم قریب پہنچ گئے تو دیکھا کہ ایک قوم نے (یعنی چند ہم مشرب لوگوں نے) دروازہ بند کر رکھا ہے اور اُن کی آوازیں اور ملے جُلے الفاظ بلند ہو رہے ہیں۔ تو عمر رضؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کس کا گھر ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ کہا کہ یہ گھر ہے رَبیعہ بن اُمیَّہ بن خلف کا اور وہ اس وقت شراب پیتے ہوئے ہیں تو تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ ہم اب اس حد پر آگئے ہیں جس سے اللہ تعالےٰ نے ہمیں منع کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وَلَا تَجَسَّسُوا (اور تجسس نہ کرو) تو عمر رضؓ واپس ہوئے اور اُن کو چھوڑ دیا۔ اور اُسی میں ہے کہ عمر رضؓ ایک رات مدینہ میں گشت کر رہے تھے تو ایک شخص کی آواز

رجلٍ فی بیتٍ یتغنّٰی فتسوّر علیہ فوجد رجلاً عندہ امرأۃٌ و خمرٌ فقال یا عدوَّ اللّٰہِ اَظننتَ انّ اللّٰہ تعالٰی یسترک وانتَ علٰی معصیتہ فقالَ وانتَ یا امیرَ المؤمنین فلا تَعجَلْ اِنْ اَکُ عصیتُ اللّٰہَ فی واحدۃٍ فانتَ عصیتَہ فی ثلاثٍ قال اللّٰہ تعالٰی وَلَا تَجَسَّسُوْا وقد تجسّستَ وقال تعالٰی وَلَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وقد تسوّرتَ علیّ وقال تعالٰی لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ وقد دخلتَ بیتی بغیرِ اذنٍ ولا سلامٍ فقال عمرُ ھل عندکم من خیرٍ اِن عفوتُ عنک قال نعم یا امیرَ المؤمنین لئن عفوتَ عنّی لا اعودُ لمثلِہا ابدًا فعفا عنہ در روضۃ الاحباب مرویست از اَسلم مولائے فاروق رض کہ شبے از شبہا با امیر المومنین در اطرافِ مدینہ می گشتم ساعتے برائے استراحت برجانبِ دیوارے تکیہ فرمود شنید کہ ضعیفۂ باصبیّۂ خود مے گفت برخیز شیر را آب بیامیز دختر گفت نمی دانی کہ منادیِ امیر المؤمنین ندا در دادہ لایُشَابُ اللبنُ

آمیختہ نشود ۱۲

میں سے کسی جو گا رہا تھا تو اُس کو دیوار کے اوپر سے جھانک کر دیکھا تو پایا کہ اُس کے سامنے ایک عورت ہے اور شراب رکھی ہے تو انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے دشمن کیا تو نے یہ گمان کر لیا تھا کہ اللہ تعالٰی تجھے چھپاتے رکھے گا اور تو اس کی نافرمانی پر قائم رہیگا۔ تو اُس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین رض! آپ بھی (نافرمان ہیں) تو جلدی نہ کیجئے اگر میں نے اللہ کی نافرمانی کی ایک بات میں تو آپ نے اُس کی نافرمانی کی تین باتوں میں۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا وَلَا تَجَسَّسُوْا۔ اور آپ نے تجسس کیا اور اللہ تعالٰی نے فرمایا وَلَیْسَ الْبِرُّ الخ (۲: ۱۸۹) اور یہ کوئی اچھی بات نہیں کہ گھروں میں اُن کی پشت کی طرف سے آیا کرو۔" اور آپ دیوار پھلانگ کر میرے پاس آئے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا الخ (۲۴: ۱۸۹) تم اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہونا جب تک کہ (ان سے) اجازت حاصل نہ کرلو اور گھر والوں کو سلام نہ کرلو۔" اور آپ میرے گھر میں داخل ہوئے بغیر اذن کے اور بغیر سلام کے۔ تو عمر رض نے کہا کہ کیا تم سے خیر کی امید کیجائے اگر میں تجھ کو معاف کر دوں؟ اُس نے کہا کہ ہاں اے امیر المؤمنین اگر آپ نے مجھ کو معاف کر دیا تو میں کبھی ایسی شے کی طرف نہ لوٹوں گا تو آپ نے اُس کو معاف کر دیا۔ اور روضۃ الاحباب میں مروی ہے اسلم رض سے جو حضرت فاروق رض کے آزاد کردہ تھے کہ بعض راتوں میں سے ایک رات میں میں امیر المؤمنین رض کے ساتھ مدینہ کے اطراف میں پھر رہا تھا! آپ نے ایک گھڑی کے لئے استراحت کی غرض سے ایک دیوار کی جانب سہارا لیا۔ آپ نے سُنا کہ ایک بڑھیا اپنی بیٹی سے کہہ رہی ہے کہ اُٹھ دودھ میں.. پانی... ملا دے۔ لڑکی نے کہا کہ آپ نہیں جانتیں۔ کہ امیر المؤمنین رض کے منادی نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ دودھ میں پانی

بالآخر مادر گفت نہ درین ساعت امیرالمؤمنین رضؓ
حاضر است و نہ منادی او دختر گفت واللہ
سزاوار نیست مارا کہ در بلاء (بجہر) اطاعت کنیم و در
خلوت عصیان ورزیم فاروق اعظم رضؓ بغایت
خوش وقت شد و گفت اے اسلم این سرای را
نشان کنی روز دیگر آنجا کس فرستاد و آن دختر
را برای پسر خویش عاصم خطبہ کرد و عاصم را از وے
دخترے پیدا شد عمرؒ بن عبدالعزیز از نسل
آن دختر بود و نیز مرویست از عبداللہ بن بریدۃ
اسلمی کہ فاروق اعظم رضؓ شبے در بازار مدینہ سیر می
نمود ناگاہ شنید کہ زنی این بیت می خواند بیت
اَلَا سَبِیْلَ اِلٰی خَمْرٍ فَاَشْرَبُھَا ۔ ام لا سَبِیْلَ اِلٰی
نَصْرِ بن حجاج ۔ بامداداں پرسید کہ نصر بن حجاج کیست
گفتند جوانیست از بنی سلیم رَشِیْقُ الْقَدِّ صَبِیْحُ الْخَدِّ (خوبرو سار)
حَسَنُ الشَّعْرِ اورا خواند و حلاقِ (موتراش) را فرمود کہ سر او را
بتراشد دید کہ جمالِ او چنانکہ بود ہست از بیت
المال چیزے بداد و از مدینہ او را اخراج نمود آخرہا
از وی خیانتی بظہور رسید و فراستِ عمر رضؓ کار خود کرد و
از عبدالرحمن بن عوف مرویست کہ فاروق رضؓ
بخانۂ من آمد گفتم چرا مرا نہ طلبیدی فرمود
بمن خبر رسیدہ است کہ درین وقت قافلہ در ظاہر مدینہ
فرود آمدہ است و اہل قافلہ از کلالِ سفر بخوابِ
غریق رفتہ اند بیا تا محافظتِ ایشان نمائیم بر سرِ تلّی
رفتیم و تا صباح بیدار بودیم و از ابوہریرہ رضؓ (نیز)
مروی است کہ مے گفت

نہ بلایا جائے۔ ماں نے کہا کہ نہ اس وقت امیرالمؤمنین رضؓ موجود ہے
اور نہ اُس کا منادی۔ لڑکی نے کہا کہ خدا کی قسم یہ بات تو ہمارے
لئے شایان نہیں ہے کہ سامنے تو ہم اُن کی اطاعت کریں اور خلوت
میں نافرمانی کرنے لگیں۔ فاروق اعظم رضؓ یہ سُنکر بہت خوش ہوئے
اور فرمایا اے اسلم اس مکان پر نشان لگا دے۔ دوسرے دن آپ
نے کسی کو بھیجا اور اس لڑکی کا رشتہ اپنے بیٹے عاصم سے کر لیا۔
اُس سے عاصم کی ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ عمرؒ بن عبدالعزیز اسی
لڑکی کی اولاد میں سے تھے۔ اور نیز عبداللہ بن بُریدہ اسلمی سے
مروی ہے کہ ایک رات فاروق اعظم رضؓ مدینہ کے بازار میں پھر رہے
تھے کہ آپ نے سُنا کہ ایک عورت یہ بیت پڑھ رہی ہے بیت
الا سبیلَ الی خمر الخ (ترجمہ) کیا کوئی راہ شراب حاصل کرنے
کی نہیں کہ میں اُس کو پی لوں۔ یا کوئی راہ نہیں نصر بن حجاج سے
ملنے کی۔" صبح کو آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ نصر بن حجّاج کون
ہے؟ اُنھوں نے کہا کہ بنی سلیم میں کا ایک جوان ہے موزوں
قد اور سفید رخسار اور خوب صورت بالوں والا۔ آپ نے اُس کو بلایا
اور نائی کو حکم دیا کہ اس کا سر مونڈ دے۔ پھر آپ نے دیکھا کہ اس کا
جمال جیسا پہلے تھا ویسا ہی ہے۔ تو آپ نے اس کو بیت المال
میں سے کچھ دیدیا اور اس کو مدینہ سے نکال دیا۔ انجام کار اس سے
ایک خیانت ظہور میں آئی اور عمر رضؓ کی فراست نے اپنا کام کیا۔
اور عبدالرحمن بن عوف رضؓ سے مروی ہے کہ فاروق رضؓ میرے گھر میں
آئے۔ میں نے کہا کہ آپ نے مجھے کیوں نہیں بلا لیا فرمایا کہ
مجھے خبر پہنچی ہے کہ اس وقت قافلہ مدینہ کے باہر اُترا ہے اور
قافلہ والے سفر کے تھکان سے گہری نیند سو گئے ہیں۔ چلو
تاکہ اُن کی حفاظت کریں۔ تو ہم ایک ٹیلے پر پہنچ گئے اور صبح
تک جاگتے رہے۔ اور ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ

رحمت خدا تعالیٰ بر قبر فاروق رضؓ نازل باد در عام رمادہ دیدم کہ دو انبانِ نان بر پشتِ خود برداشتہ و عکۂ از زیت بدست گرفتہ میرفت و اسلم رفیق او بود در حملِ آن من نیز با او رفتم تا آنکہ رسیدیم بچشمہ صِرار دیدم کہ بیست خانہ دار از بنی محارب درانجا فرود آمدند پرسید کہ سبب قدوم شما چیست اظہار جوع نمودند فی الحال بارہا بر زمین افگند و از برائے طباخی ایشان در ایستاد تا طعام مہیا کرد و ایشان را اطعام نمود انگاہ اسلم را بمدینہ فرستاد تا برائے ایشان شترے چند از اطعمہ و کسوت آورد و بر ایشان قسمت فرمود و مرفہ الحال و متقضی الاوطار با وطار خود باز گشتند و از انجملہ آنکہ در محافظتِ بیت المال دقیقہ فرو نمے گذاشت در روضۃ الاحباب مذکور است کہ احنف بن قیس با جمعے از وجوہ عرب از جانب عراق بجنابِ فاروقِ اعظم رضؓ آمدند مے بینند کہ وے عبا خود را بمیان زدہ در طلب شترے گم شدہ از شترانِ صدقہ در حالِ کمالِ حرارت ہوا تردد می کند چون احنف را دید فرمود یا احنف ساعتے با من رفاقت کن در طلب این شتر چہ حق یتامے و مساکین و ارامل دران ہست مردے از قوم گفت یا امیر المومنین رضؓ چرا نمے فرمائی کہ بندۂ از بندگانِ صدقہ درین امر قیام نماید

خدا کی رحمت نازل ہو فاروق رضؓ کی قبر پر میں نے عامِ رمادہ (ایک قحط کے سال کا نام) میں دیکھا کہ دو گٹھڑیاں روٹیوں کے سامان کو اپنی پیٹھ پر اٹھائے ہوئے اور روغن کا کپّا ہاتھ میں لئے ہوئے جا رہے تھے اور اسلم آپ کا ساتھی تھا اس کے اٹھانے میں میں بھی ان کے ساتھ گیا، یہاں تک کہ ہم چشمہ صرار عہ پر پہنچے۔ میں نے دیکھا کہ بنو محارب کے بیس گھر والے وہاں اترے ہیں ان سے پوچھا کہ تمہارے آنے کا کیا سبب ہے؟ تو انھوں نے بھوک کا اظہار کیا۔ آپ رضؓ نے جبھی ان بوجھوں کو زمین پر.... ڈال دیا اور روٹیوں کی تیاری کے لئے کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ کھانا تیار کر کے ان کو کھلا دیا۔ پھر اسی وقت اسلم کو مدینہ بھیجا یہاں تک کہ وہ ان کے لئے چند اونٹ کھانے کے سامان اور کپڑے سے لدے ہوئے لایا اور آپ رضؓ نے یہ سب ان پر تقسیم فرما دیا اور یہ سب لوگ خوش حال اور حاجت روائی کے ساتھ اپنے وطنوں کو واپس ہوئے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ بیت المال کی محافظت میں آپ رضؓ نے کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔

روضۃ الاحباب میں مذکور ہے کہ احنف بن قیس سردارانِ عرب کی ایک جماعت کے ساتھ عراق کی جانب سے فاروقِ اعظم رضؓ کی خدمت میں آئے۔ دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی عبا کو کمر پہ باندھے ہوئے صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک گم شدہ اونٹ کی تلاش میں اس حالت میں کہ سخت گرم ہوا (یعنی لُو) چل رہی تھی پھر رہے تھے۔ جب آپ رضؓ نے احنف کو دیکھا تو فرمایا کہ اے احنف! تھوڑی دیر اس اونٹ کی تلاش میں میرا ساتھ دو کیونکہ اس میں یتیموں کا اور مسکینوں اور بیواؤں کا حق ہے۔ قوم میں سے ایک شخص نے کہا کہ اے امیر المومنین رضؓ! آپ صدقہ کے غلاموں میں سے کسی غلام کو اس کام کے انجام دینے کا حکم کیوں نہیں دیتے؟

عہ زیر کے ساتھ مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک قدیم کنواں ہے ۱۲

فرمود ای عبدٍ اَعْبَدُ مِنّی و من الاَحنف هر کسے کہ والیِ امرِ مسلمانان شد واجب است بروے آنچہ واجب است بر بندہ برائے خواجہ ۔ وفی الرّیاض عن ابی بکر العنسی قال دخلتُ مع عُمَر و عثمانَ و علیٍّ مکانَ الصدقۃ فجلس عثمان فی الظِلّ یکتبُ و قام علیٌّ علٰی رأسِہ یُمْلِی (بے نویسانید) علیہ مایقول عمرُ و عمر قائم فی الشمس فی یومٍ شدید الحرّ علیہ بُردتانِ سَوداوانِ مُؤتَزِرٌ بواحدۃٍ و قد وَضَعَ الاخرٰے علٰی رأسِہ و ہو یتفقّدُ اِبلَ الصّدقۃ ویکتبُ اَلوانَہا و اَسنانَہا فقالَ علیٌّ لعثمانَ ماسمعتَ قول ابنۃ شعیب فی کتاب اللہ عزّ وجلّ یٰآ اَبَتِ اسْتَاْجِرْہُ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ واشارَ الٰی عُمَر وقال ہٰذا القویّ الامینُ اخرجہ المخلص وابن السّمان فی الموافقۃ وفیہ عن محمد بن علی بن حسین عن مولٰی لعثمان بن عفان قال بینا انا مع عثمان فی مالٍ لہ بالعالیۃ فی یومٍ صائفٍ اذ رأٰی رجلاً یسوقُ بکرَینِ (دو شتر جوان) و علی الارض مثل الفراش من الحرّ فقال عثمان ما علٰی ہٰذا لو اَقامَ (پروا کہنا) بالمدینۃ حتّٰی یبرُدَ ثمّ یروحُ ثمّ دَنَی الرّجلُ

آپ نے فرمایا کہ اور (اللہ کے) غلاموں میں سے مجھ سے اور احنف سے زیادہ غلام کونسا ہے۔ جو شخص کہ امرِ مسلمین کا والی ہوگیا اُس پر وہ سب کچھ واجب ہے جو کسی آقا کے غلام پر آقا کے لئے واجب ہوتا ہے۔ اور ریاض میں ہے کہ مروی ہے ابو بکر عنسی سے کہا کہ میں عمر رضؓ اور عثمان رضؓ اور علی رضؓ کے ساتھ صدقے کے مکان میں پہنچا تو عثمان رضؓ سایہ میں بیٹھ کر لکھنے لگے اور علی رضؓ ان کے سرہانے کھڑے ہوکر جو کچھ عمر رضؓ بولتے تھے اُس کو لکھواتے جاتے تھے اور عمر رضؓ دھوپ میں کھڑے ہوئے تھے ایسے دن میں جو سخت گرمی کا تھا ان کے بدن پر دو سیاہ چادریں تھیں ایک کو لنگی بنا رکھا تھا اور دوسری کو سر پر اوڑھ رکھا تھا اور وہ صدقے کے اونٹوں پر غور کرتے جاتے تھے اور اُن کے رنگ اور دانت لکھوا رہے تھے تو علی رضؓ نے عثمان رضؓ سے کہا کہ کیا تم نے شعیبؑ کی بیٹی کا قول نہیں سنا کتاب اللہ عزّ وجل میں یٰآ اَبَتِ اسْتَاْجِرْہُ الخ (۲۸: ۲۶) اباجان آپ ان کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ اچھا نوکر وہ شخص ہے جو مضبوط ہو اور امانتدار ہو" اور اشارہ کیا عمر رضؓ کی طرف اور کہا یہ ہے قوی امین، اس کو اخذ کیا مخلص نے اور ابن السّمان نے الموافقہ میں۔ اور اسی میں ہے کہ روایت ہے محمد بن علی بن حسین سے وہ روایت کرتے ہیں عثمان رضؓ بن عفان کے ایک آزاد کردہ سے اُس نے کہا ایسے وقت کہ میں عثمان رضؓ کے ساتھ ان کی اس جائداد میں تھا جو عالیہ (یعنی مدینہ کی بلند جانب) میں تھی سخت گرم دن میں کہ دفعۃً اُنھوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ دو جوان اُونٹوں کو ہنکار رہا ہے اور زمین پر تپش کی وجہ سے پتنگے اُڑتے ہوئے محسوس ہوتے تھے۔ تو عثمان رضؓ نے کہا کہ اس شخص کا کیا حرج ہوتا اگر یہ شہر میں ٹھہر جاتا یہاں تک کہ ٹھنڈ ہو جاتی پھر شام کو آجاتا۔ پھر وہ شخص قریب ہو گیا

فقالَ أنظر من ہٰذا فنظرتُ فقلتُ ارٰی رُجلاً مُعَمَّماً بردائہ یسوق بکرین ثم دنی الرّجلُ فقالَ انظر فنظرتُ فاذا ہو عمر بن الخطاب فقلتُ ہذا امیرُ المؤمنین فقام عثمانُ فاَخرجَ رأسہ من الباب فاذا لفحُ السّمُوم (سوزش") فاَعادَ رأسہ حتے اذا ماذاہ قالَ ما اَخرَجک ہذہ السّاعۃَ فقال بکرانِ من ابل الصدقۃ تَخَلَّفا وقد مضے بابل الصّدقۃ فاردتُ ان اُلحِقہما بالحِمٰی (چراگاہ شتران صدقہ") وخشیتُ اَن یَضیعَا فیسألنی اللّٰہ عنہما فقال عثمان یاامیرالمؤمنین ہلمَّ الے المآءِ والظّلِّ ونکفِیکَ قالَ عُدْ الے ظِلّک ومَضے فقالَ عثمان مَن اَحبَّ ان ینظر الے القویّ الاَمینِ فلینظر الے ہٰذا اخرجہ الشّافعیّ فی مسندہٖ وفے الاحیاء روے ان عمر وَصَلَہ مِسکٌ من البحرَین فقالَ وَدِدْتُ لو ان امرَاۃً وَزنَتْہ حتے اقسمہ بینَ المسلمین فقالت امرأتہُ عاتِکۃُ اَنا اُجیدُ الوزنَ (نیکو خواہم سنجید") فسکتَ عنہا ثم اعادَ القولَ فاَعادتِ الجوابَ فقالَ لا اُحبُّ اَن تَضَعِیہ فے الکِفَّۃِ ثم تقولین ہٰکذا یعنے تُوثِّر فیہا اثرَ الغبارِ فتمسحِیْن بہا عنقکِ فاُصیبُ

تو مجھ سے کہا کہ دیکھو یہ کون شخص ہے تو میں نے نظر ڈالی اور کہا کہ میں ایک ایسے شخص کو دیکھ رہا ہوں جو اپنی چادر سر کو لپیٹے ہوئے ہے اور دو نوجوان اونٹوں کو ہنکا کر لا رہا ہے۔ پھر وہ شخص کچھ اور نزدیک ہوا پھر کہا کہ اب دیکھ (شاید پہچانا جاسکے) میں نے نظر ڈالی تو وہ عمرؓ بن الخطاب نکلے۔ میں نے کہا کہ یہ تو امیر المومنینؓ ہیں تو عثمانؓ کھڑے ہوتے اور اُنھوں نے اپنا سر دروازے سے باہر نکالا تو ایک لُو کا جھونکا ان کو لگا تو اُنھوں نے پھر اپنا سر اندر کو لوٹا لیا۔ اتنے میں وہ اُن کے سامنے آگئے۔ عثمانؓ نے کہا کہ ایسے وقت میں نکلنے کی کیا ضرورت پیش آئی تو اُنھوں نے کہا کہ صدقہ کے اونٹوں میں کے دو نوجوان اونٹ پیچھے رہ گئے اور تمام اونٹ گزر چکے تو میں نے ارادہ کیا کہ ان کو بھی چراگاہ تک پہنچا دوں اور مجھے ان کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہوگیا تو یہ فکر ہوا کہ اللہ تعالےٰ مجھ سے بازپرس کرے گا ان دونوں کے بارے میں۔ پھر عثمانؓ نے کہا کہ اے امیرالمومنینؓ پانی اور سایہ کی طرف آجائیے اور یہ کام ہم کرلیں گے تو کہا کہ تم اپنے سایہ کی طرف لوٹ جاؤ اور چلدیئے تو عثمانؓ نے کہا کہ جو قوی امین کی طرف دیکھنا چاہے تو اس شخص کو دیکھ لے۔ اس کو شافعیؒ نے اپنی مسند میں لیا ہے۔ اور احیاء میں ہے کہ روایت ہے کہ عمرؓ کے پاس بحرین سے مشک پہنچی تو کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ کوئی عورت اس کو تول دیتی تاکہ میں اس کو مسلمانوں میں تقسیم کردوں۔ تو اُن کی بی بی عاتکہ نے کہا کہ میں عمدگی کے ساتھ تول دوں گی تو ان کو جواب نہ دیا۔ پھر وہی بات دوبارہ فرمائی تو انھوں نے بھی وہی جواب لوٹایا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ تو اُس کو ہتھیلی پر رکھے، پھر تو ایسا کرلے۔ آپؓ یہ مراد لے رہے تھے کہ ہتھیلی پر جو غبار لگا رہ جاتے گا وہ تو اپنی گردن پر مل لے تو اس صورت سے

بذلک فضلاً علی المسلمین وفیہ روی ان عبداللہ وعبید اللہ ابنی عمر اشتریا ابلاً فبعثا بہا الی الحمی فرعت فیہ حتی سمنت فقال عمر رعیتما فی الحمی فقالا نعم فشاطرہما وفیہ کان عمر یقسم بیت المال فدخلت ابنۃ لہ فاخذت درہماً من المال فنہض عمر فی طلبہا فسقطت الملحفۃ عن احد منکبیہ ودخلت الصبیۃ بیت اہلہا تبکی وجعلت الدرہم فی فیہا فادخل عمر اصبعہ فاخرجہ من فیہا وطرحہ علی الخراج وقال ایہا الناس لیس لعمر ولا لآل عمر الا ما للمسلمین قریبہم وبعیدہم وفیہ کنس ابوموسیٰ (جاروب داد) بیت المال فوجد درہماً فمر بنی لعمر فاعطاہ ایاہ فرآہ عمر فی ید الغلام فسألہ عنہ فقال اعطانیہ ابوموسیٰ فقال یا اباموسیٰ ماکان فی اہل المدینۃ بیت اہون علیک من آل عمر اردت ان لا یبقی (حقیر تر) احد من امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم الا طلبنا بمظلمۃ ورد الدرہم فی بیت المال من کتاب تنبیہ الغافلین عن علی قال رأیت عمر علی کتفہ قتب یعدو بہ (سازو پالان شتر)

ہیں اور مسلمانوں سے زیادہ حصہ پاؤں گا۔ اور اسی میں ہے کہ عمرؓ کے دونوں بیٹوں عبداللہؓ اور عبیداللہؓ نے ایک اونٹنی خریدی اور اس کو چراگاہ بھیجدیا جس میں وہ چرتی رہی یہاں تک کہ موٹی ہوگئی۔ تو عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کو چراگاہ میں چرایا؟ انھوں نے کہا کہ ہاں۔ تو ان سے آدھی قیمت وصول کی۔ اور اسی میں ہے کہ عمرؓ بیت المال کا مال تقسیم کر رہے تھے تو اُن کی ایک بیٹی آگئی اور اُس نے مال میں سے ایک درہم اُٹھالیا تو عمرؓ اُس سے لینے کے لئے اُٹھے (لو روہ بھاگی) تو اُس کے ایک کندھے پر سے اوڑھنی گرگئی اور وہ لڑکی روتی ہوئی اپنے رشتہ دار کے گھر میں داخل ہوگئی اور اس نے درہم اپنے مُنہ میں ڈال لیا تھا تو عمرؓ نے اُس کے مُنہ میں اُنگلی ڈال کر وہ درہم نکالا اور اُس کو مال میں لاکر ڈالا اور کہا اے لوگو! عمر کا اور اس کی اولاد کا کوئی حق نہیں مگر اتنا جس قدر عام مسلمانوں کا ہے قریب کے اور دُور کے۔ اور اُسی میں ہے کہ ابوموسیٰؓ نے بیت المال میں جھاڑو دی تو اُنھوں نے ایک درہم پایا۔ پھر عمرؓ کا ایک چھوٹا لڑکا آگیا تو وہ اُس کو دے دیا۔ اس کے بعد عمرؓ نے وہ درہم اس لڑکے کے ہاتھ میں دیکھ لیا تو اُس سے اُس کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ مجھے ابوموسیٰؓ نے دیا ہے تو (یہ معلوم کر لینے کے بعد کہ یہ درہم بیت المال کا ہے) آپ نے فرمایا کہ اے ابوموسیٰ اہلِ مدینہ میں سے آلِ عمر کے گھر سے زیادہ حقیر تیرے نزدیک کوئی گھر نہیں تھا۔ تو نے یہ ارادہ کیا کہ اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کوئی بھی باقی نہ رہے مگر وہ ہم سے مطالبہ کرے اپنے حق پر دراز دستی کا۔ اور آپ نے وہ درہم بیت المال میں لوٹا دیا۔ کتاب تنبیہ الغافلین میں ہے کہ علیؓ سے مروی ہے کہ فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ اونٹ کا ساز و پالان کندھے پر رکھے ہوئے الطح کی طرف جھپٹے

بالابلج فقلتُ یا امیر المؤمنین این تسیر قالَ بعیر ندّ من الصّدقۃ اطلبہ فقلتُ لہ لقد اَذْلَلتَ الخلفآءَ من بعدِک قال لا تلمنی یا اباالحسن فوالّذی بعث محمدًا بالنّبوّۃ لو ان عناقًا ذہبتُ بشاطی الفراتِ لأخذ بہا عمر یوم القیٰمۃ انہ لاحرمۃ لوالی ضیّع المسلمین و لا لفاسقٍ روّع المؤمنین وفیہ عن عمر انّہ اُتی بزیتٍ من الشّام. وکان الزّیتُ فی الجفان یعنی فی القصاع وعمر یقسمہ بین النّاس بالاقداح وعندہ ابنٌ لہ شعرانی قاعدٌ فلمّا فرغ جفنتہ مسح بقیّتہا براسہ فنظر الیہ عمر فقالَ اریٰ شعرک شدید الرغبۃ علی زیتِ المسلمین ثم اخذ بیدہ فانطلق بہ الی الحجّام فجزّ شعرہ فقالَ ہٰذا اَہوَنُ علیک وازانجملہ آنکہ تفحّص خانہائے مسلمانان مے کرد اگر در تدبیر خللے مے دید اصلاحِ آن مے فرمود فی الریاض النّضرۃ ان رجلاً من الموالی خطب الی رجلٍ من قریش اختہ واعطاھا مالاً جزیلاً فابی القرشی من تزوّجہا فقالَ عمر ما منعک ان تزوّجہ

جارہے ہیں تو میں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین آپ کہاں جارہے ہیں؟ تو کہا کہ صدقہ کا ایک اونٹ جدا ہوگیا اس کو پکڑنے کے لئے جارہا ہوں تو میں نے اُن سے کہا کہ آپ نے اپنے بعد ہونے والے خلفاء کو ذِلّت میں ڈال دیا تو فرمایا کہ اے ابوالحسن مجھے ملامت نہ کر قسم ہے اُس ذات کی جس نے محمدؐ کو نبوّت کے ساتھ مبعوث کیا اگر ایک بکری کا بچہ بھی کنارۂ فرات پر ضائع ہوگیا تو قیامت کے دن اُس پر عمرؓ پکڑا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے والی کی کوئی حُرمت نہیں جو مسلمانوں کو ضائع کردے اور نہ ایسے فاسق کی جو مسلمانوں کو خوف زدہ کرے۔ اور اسی میں ہے کہ مروی ہے کہ عمرؓ کے پاس زیتون کا تیل لایا گیا شام سے اور (آپ کے سامنے) وہ تیل جِفان یعنی کونڈوں میں رکھا ہوا تھا اور عمرؓ اس کو پیالوں کے ذریعہ لوگوں کو تقسیم کررہے تھے اور اُن کے پاس اُن کا ایک لڑکا بیٹھا ہوا تھا جس کے سر پر لمبے بال تھے۔ جب تیل کا کونڈا خالی ہوگیا تو جو تیل اس کو لگا رہ گیا تھا اس نے پونچھ کر وہ اپنے سر کو مل لیا تو اُس کو عمرؓ نے دیکھا اور کہا کہ میں تیرے بالوں کو دیکھتا ہوں کہ ان کو بڑی رغبت ہے مسلمانوں کے تیل کی طرف پھر اُس کا ہاتھ پکڑا اور حجّام کے پاس لے کر گئے اور اُس کے بال کٹوا دیئے۔ پھر فرمایا کہ یہ تیرے لئے آسان ہے (جب بال ہی نہ ہوں گے تو تیل کی ضرورت نہیں پڑے گی) اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ مسلمانوں کے گھریلو حالات معلوم کرتے اگر کوئی پہلو رُخنہ کا نظر آتا تو اُس کی اصلاح فرماتے۔ ریاض نضرہ میں ہے کہ موالی میں سے ایک شخص نے ایک قریشی شخص کے یہاں اُس کی بہن سے اپنا رشتہ بھیجا اور اُس لڑکی کو بہت سا مال دیا تو قریشی نے اُس سے شادی کرنے سے انکار کردیا تو عمرؓ نے اُس سے کہا کہ اس کے ساتھ شادی کرنے سے تجھ کو کیا بات مانع ہوئی

فانّ له صلاحًا و قد احسن عطيّة اختك
فقال القرشي يا امير المؤمنين انّ لنا
حَسَبًا و انّه ليس لها بكفوٍ فقال عمر
لقد جاءك بحسب الدنيا و الآخرة امّا
حسبُ الدنيا فالمالُ و امّا حسب الآخرة
التقوى زوّج الرجل ان كانت المرأة
راضيةً فراجعها اخوها فرضيت
فزوّجها منه وعن ابن عمر قال
كتب عمر بن الخطاب فيمن غاب
من الرجال من اهل المدينة عن
نسائهم يردّوهم فليرجعوا اليهنّ او
يطلّقوهنّ او ليبعثوا اليهنّ بالنفقة
فمن طلّق بعث بنفقة ما ترك اخرجه
الابهری و اخرج مالک ان عمر کان
یذهب الی العوالی کلّ یوم سبتٍ فاذا
وجدَ عبدًا فی عمل لا یطیقه وضع
عملًا منه و ازانجمله آنکه رعایت
صلۂ اقارب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم بابلغ وجوه می فرمود
فی الریاض عن الزهری قال
کان عمر اذا اتاه مالُ العراق او
خمسُ العراق لم یدَعْ رجلًا
من بنی هاشم عزبًا الا زوّجه
ولا رجلًا لیس له خادمٌ الّا اخدمه
وفیه عن محمد بن علی قال

وہ تو نیک شخص ہے اور اس نے تیری بہن کو اچھا عطیہ بھی دیا تو قرشی نے کہا کہ اے امیر المؤمنین ہمارا عمدہ حسب ہے اور وہ شخص اس کا کفو (یعنی برابر کا) نہیں ہے۔ تو عمرؓ نے کہا کہ درحقیقت تیرے پاس دنیا کا حسب بھی آگیا اور آخرت کا بھی۔ دنیا کا حسب تو مال ہے، رہا آخرت کا حسب تو وہ تقویٰ ہے۔ اُس شخص کے ساتھ نکاح کردے اگر عورت راضی ہو۔ تو اُس کے بھائی نے اپنی بہن سے مراجعت کی (یعنی دریافت کیا) تو وہ راضی ہوگئی تو اُس کا نکاح اُس شخص سے کردیا۔ اور مروی ہے ابن عباسؓ سے کہا کہ لکھا عمرؓ بن الخطاب نے (امراء کو) اہلِ مدینہ میں سے ان لوگوں کے بارے میں لکھو اپنی بیبیوں سے غائب تھے کہ وہ اُن کو لوٹائیں اور ان لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنی بیویوں کے پاس آئیں یا اُن کو طلاق دیں یا ان کے پاس اُن کا خرچ بھیجیں۔ تو جس نے طلاق دی تو اُس نے جب سے چھوڑا تھا اس وقت تک کا نفقہ بھیجا۔ اس روایت کو اخذ کیا ابہری نے۔ اور روایت کیا مالکؒ نے کہ عمرؓ ہر سنیچر کے دن عوالی کی طرف جایا کرتے تھے (یعنی نجد سے اوپر تہامہ تک) تو جب کسی غلام کو ایسے کام پر لگا ہوا پاتے جس کی اُس میں طاقت نہ ہوتی تو اس کام سے اُس کو ہٹا دیتے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقارب کے ساتھ نیک برتاؤ کا بہت اچھی طرح لحاظ رکھتے تھے۔ ریاض میں ہے کہ مروی ہے زُہری سے کہا کہ عمرؓ کے پاس جب عراق کا مال آتا تھا یا عراق کا خمس آتا تھا تو بنی ہاشم میں سے کسی شخص کو مجرّد نہیں رہنے دیتے تھے اُس کا نکاح کردیتے تھے اور جو شخص ایسا نہ ہوتا تھا کہ اُس کے پاس خادم نہ ہوتا تو اُس کو خادم عطا فرماتے۔ اور اسی میں ہے کہ محمد بن علی سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ

قَدِمَتْ علےٰ عمر حُلَلٌ من الیمن فقسمہا
بینَ المہاجرین والانصار ولم یکن فیہا
شئیٌ یصلح علے الحسن والحسین فکتب
الےٰ صاحب الیمن ان یعمل لہما علےٰ
قدرہما ففعلَ وبعث بہا الےٰ عمر فلبساہا
فقالَ عمر لقد کنتُ اُراہا علیہم فما
یہنئنی حتےٰ رأیتُ علیہما مثلہا و
فیہ عن الحُسین بن علے بن ابی طالب
رضی اللہ عنہما قال اَتیتُ علے عمر بن
الخطاب وہو علے المنبر فصعدتُ الیہ
فقلتُ لہٗ انزل عن منبر ابی واذہب
الےٰ منبر ابیک فقالَ عمر لم یکن لابی
منبرٌ واخذنی فاجلسنی معہٗ فجعلت اقلّب
حصًا بیدی فلمّا نزلَ انطلقَ بی الی منزلہ
فقالَ لی مَن عَلّمکَ فقلتُ واللہ ما
علّمنی احدٌ فقالَ یا بُنیّ لو جعلت تغشانا
قال فاتیتہٗ یومًا وہو خالٍ بمعاویۃ
وابن عمر بالباب فرجعَ ابن عمر فرجعتُ
معہٗ فلقینی بعدُ قالَ لم ارک فقلتُ
یا امیرَ المؤمنین انّی جئتُ وانت
خالٍ بمعاویۃ وابنُ عمر بالباب
فرجع ابنُ عمر فرجعتُ معہٗ قالَ
انت احقّ بالاذن من ابن عمر
انما انبتَ ما فی رؤسنا اللہ
عزّ وجلّ ثم انتم و فیہ

عمرؓ کے پاس یمن سے کپڑوں کے جوڑے آئے تو اُن کو مہاجرین
اور انصار میں تقسیم کر دیا اور ان میں کوئی چیز ایسی نہ نکلی جو حسنؓ
اور حسینؓ پر موزوں ہو تو صاحب یمن کو لکھا کہ ان دونوں کے
لئے اُن کی قدر کے مطابق بنوائیں چنانچہ اُس نے بنوا کر عمرؓ کے
پاس بھیجے پھر انھوں نے اُن کو پہنا تو عمرؓ نے کہا کہ مجھے ان کو
کپڑے پہنا کر دکھاتے جا رہے تھے مگر مجھے پسند نہیں آ رہے تھے
یہاں تک کہ میں نے ان پر ایسے کپڑے دیکھ لئے۔ اور اسی میں ہے
کہ مروی ہے حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے کہا کہ
میں عمرؓ بن الخطاب کے پاس پہنچا جب کہ وہ منبر پر تھے تو میں اُس
پر چڑھ گیا اور میں نے اُن سے کہا کہ میرے باپ کے منبر پر سے
اُترو اور اپنے باپ کے منبر کی طرف جاؤ تو عمرؓ نے کہا کہ میرے باپ
کے پاس کوئی منبر نہیں تھا اور مجھے پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا۔ میرے
ہاتھ میں کچھ کنکریاں تھیں میں اُن کو اُلٹنے پلٹنے لگا۔ پھر جب
اُتر گئے تو مجھے اپنے ساتھ اپنے مکان پر لے گئے۔ پھر مجھ سے کہا
کہ تجھے یہ کس نے سمجھایا تھا تو میں نے کہا کہ خدا کی قسم مجھے کسی
نے نہیں سمجھایا۔ پھر مجھ سے کہا کہ بیٹا اچھا ہوتا کہ تو ہمارے پاس
آیا کرتا۔ کہا کہ پھر میں اُن کے پاس ایک دن گیا اور وہ خلوت میں
تھے معاویہؓ کے ساتھ اور ابنِ عمرؓ دروازے پر تھے۔ پھر ابن
عمرؓ لوٹے تو میں بھی اُن کے ہمراہ لوٹ آیا۔ پھر اس کے بعد
مجھ سے ملے تو کہا کہ میں نے تجھے نہیں دیکھا۔ میں نے کہا اے
امیر المؤمنینؓ میں آیا تھا جب کہ آپ معاویہؓ کے ساتھ تنہائی
میں تھے اور ابنِ عمرؓ دروازے پر تھے پھر ابن عمرؓ واپس ہوتے
تو میں بھی ان کے ساتھ لوٹ آیا تو کہا کہ تو اجازت ملنے کا زیادہ
حقدار ہے ابنِ عمرؓ سے۔ ہمارے سروں میں جو کچھ اُگایا (یعنی
نورِ اسلام) وہ اللہ عزّ وجلّ نے اُگایا پھر تم نے۔ اور مروی ہے

عن عُبید بن حنین قال جاء الحسن او الحسین یستاذنُ علےٰ عمر وجآء عبداللہ ابن عمر فلم یُوذَنْ لعبد اللہ فرجعَ فقالَ الحسن او الحسین اذالم یُوذَنْ لعبداللہ لایوذن لنا فبلغ عمر فارسلَ الیہ فقال یا ابنَ اخی ماردّکَ قال قلتُ اذا لم یُوذن لعبداللہ بن عمر لایوذن لے فقال یاابنَ اخی فہل اَنْبَتَ الشعرَ علے الرّاسِ غیرکم وفیہ عن المنذر ابن سعدٍ انّ ازواج النبیّ صلے اللہ علیہ وسلّم استاذن عمرفی الحجّ فَاَبٰی ان یّاذَنَ لہنّ حتیّٰ اکثرْنَ علیہ فقالَ سَاٰذنُ لکنّ بعد العام ولیس ھٰذا من رأیے فقالت زینبُ بنتُ جحش سمعتُ رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم یقولُ عامَ حجّۃ الوداع انّما ہو ھٰذہ الحجّۃُ ثمّ ظہورُ الحصرِ فخرجنَ غیرَ ہا فارسلَ معہنّ عثمانَ بن عفان و عبدالرحمٰن بن عوف

عُبَید بن حنین سے کہا کہ حسن رض آئے یا حُسین رض حضرت عمر رض سے ملنے کی اجازت چاہتے تھے اور عبداللہ بن عمر رض آئے ہوتے تھے تو عبداللہ کو آنے کی اجازت نہ ملی۔ وہ واپس ہوگئے۔ تو حسن رض یا حُسین رض نے خیال کیا کہ جب عبداللہ رض کو اجازت نہیں ملی تو ہم کو بھی نہیں ملیگی (یہ بھی واپس ہوگئے) اس کی اطلاع عمر رض کو ہوئی تو اُن کو بُلوایا اور فرمایا کہ اے بھتیجے تم کیوں واپس چلے گئے؟ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ مجھے یہ خیال ہوا کہ جب عبداللہ بن عمر رض کو اجازت نہیں ملی تو مجھے بھی نہ ملے گی تو فرمایا کہ اے بھتیجے! تو کیا (ہمارے) سر پر بال تمہارے سوا کسی اور نے اُگائے ہیں (یعنی تمہارے نانا سے ہی ہمیں یہ مرتبہ ملا) اور اسی میں ہے کہ مُنذر بن سعد سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے حج کے لئے عمر رض سے اجازت چاہی تو اُنھوں نے ان کو اجازت دینے سے انکار کردیا یہاں تک کہ اُنھوں نے اُن سے بہت کہا سُنی کی تو کہا کہ میں تم کو اس سال کے بعد اجازت دوں گا (تاکہ پہلے سے کا حقہٗ انتظام کرلیا جائے) اور یہ میری رائے نہیں (یعنی اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں) تو زینب بنت جحش نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ حجۃ الوداع کے سال میں (عورتوں سے) یہ فرمارہے تھے کہ بس حج تو یہی حج ہے پھر ظہور حُصُر[ف] ہوگا (یعنی بوریوں پر گھروں میں بیٹھے رہنے کا زمانہ آجائے گا کہ قلوب پر بُرے وساوس کثرت سے آنے لگیں گے) پھر یہ سب (حج کے لئے) نکلیں بجز زینب رض کے تو عمر رض نے ان کے ساتھ عثمان بن عفان رض اور عبدالرحمٰن رض بن عوف

[ف] حُصُر جمع ہے حصیر کی بمعنے بوریا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد ایسے وقت کا ظہور ہوگا کہ تمہارے لئے بوریوں پر جما رہنا اللہ کی عبادت کے لئے بہتر ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے افضل الجہاد واجملہ حجٌ مبرورٌ ثم لزوم الحُصُر عورتوں کے لئے بہتر اور عمدہ جہاد حج مبرور ہے (جس میں کوئی خطا یا لغزش نہ ہو جسکے بعد پھر آدمی گناہوں سے باز رہے) اس کے بعد بوریوں پر جمے رہنا (یعنی اپنے گھروں میں پڑے رہنا اللہ کی یاد کرنا) ۱۲ مترجم

19
۲

وامرهما ان يسير احدهما بين ايديهن
والآخر خلفهن ولا يسايرهن احد فاذا
نزلن فانزلوهن شعباً ثم كونا على
باب الشعب لا يدخلن عليهن احد ثم
امرهما اذا طفن بالبيت لا يطوف معهن
احد الا النساء فلما هلك عمر غلبن من
بعده وفيه عن ابن ابي نجيح ان النبي
صلى الله عليه وسلم قال الذي يحافظ
على ازواجي من بعدي فهو
الصادق البار فقال عمر من
يحج مع امهات المؤمنين فقال
عبدالرحمن انا فكان يحج بهن و
ينزلهن الشعب الذي ليس له
منفذ ويجعل على هوادجهن الطيالسة
وفيه عن ابي وائل ان رجلا
كتب الى ام سلمة يحرج
عليها في حق له فامر عمر بن الخطاب
بجلده ثلثين جلدة اخرجه سفيان
ابن عيينة وفيه عن اسلم
ان عمر فضل اسامة بن زيد على
ابنه عبد الله بن عمر فلم يزل
الناس بعبد الله حتى كلم اباه
في ذلك فقال تفضل على
من ليس افضل مني و فرضت
له في الفين و فرضت لي في

کو روانہ کیا اور ان دونوں کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ اس طرح چلیں
کہ ان میں سے ایک اُن کے آگے رہے اور ایک پیچھے رہے اور
ان کے برابر کوئی نہ چل سکے۔ پھر جب وہ اتریں تو اُن کو پہاڑ
کی گھاٹی میں اتارو اور تم دونوں گھاٹی کے دروازے پر رہو
کوئی شخص اُن کے پاس نہ جانے پائے۔ پھر اُن دونوں کو حکم
دیا کہ جب وہ بیت اللہ کا طواف کریں تو ان کے ساتھ کوئی
طواف نہ کرے بجز عورتوں کے۔ پھر جب عمرؓ شہید ہو گئے
تو یہ غالب ہو گئیں اُن (خلفاء) پر جو اُن کے بعد ہوئے۔ اور
اسی میں ہے کہ ابن ابو نجیح سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ میرے بعد جو میری ازواج کی حفاظت کرے گا وہ
صادق اور نیک عمل والا ہوگا۔ تو عمرؓ نے کہا کہ کون حج کرائے گا
اُمّہات المومنینؓ کو؟ عبدالرحمنؓ نے کہا کہ مَیں، تو وہ ان کو
حج کرا رہے تھے اور ان کو ایسی گھاٹی میں ٹھہراتے تھے
جس سے گزرنے کا راستہ نہ ہوتا تھا اور ان کے ہودجوں کے
اوپر چادر ڈال دیا کرتے تھے۔ اور اسی میں ہے کہ مروی ہے
ابو وائل سے کہ ایک شخص نے اُمّ سلمہؓ کو لکھا جو اپنے کسی حق
کے بارے میں اُن کو تنگ کر رہا تھا تو عمرؓ بن الخطاب نے اُس
کے تیس کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ اس کو روایت کیا سفیان
ابن عُیَینہ نے۔ اور اسی میں ہے کہ روایت ہے اسلم سے کہ عمرؓ
نے اُسامہؓ کو اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ پر فضیلت دی کہ
اُسامہؓ کا وظیفہ پانچسو درہم زیادہ تجویز فرمایا) تو لوگ اس
کے بارے میں عبداللہ بن عمرؓ سے کہتے رہے یہاں تک کہ انھوں
نے اس کے بارے میں اپنے باپ سے گفتگو کی اور کہا کہ آپ
مجھ پر ایسے شخص کو فضیلت دے رہے ہیں جو مجھ سے افضل نہیں
آپ نے اس کو قائم کیا ہے دو ہزار والوں میں اور مجھے رکھا ہے

الف وخمسمائة ولم يسبقني الى شيءٍ فقال عمرُ
فعلتُ ذلك لانّ زيداً كان احبَّ الى رسول
الله صلى الله عليه وسلم من عمر وكان اُسامةُ
احبَّ الى رسول الله صلى الله عليه وسلم من
عبدِ الله وفيه عن ابنِ عباس قالَ لمّا فتحَ
الله المدائنَ على اصحابِ رسول الله صلى الله
عليه وسلم في ايّام عمر امرهم بالانطاعِ
فبُسِطَ في المسجد وامر بالاموال فافرِغت عليها
ثم اجتمعَ اصحابُ رسول الله صلى الله
عليه وسلم فاوّلُ مَن بدأ اليه الحسن بن على
فقالَ يا اميرَ المؤمنين اَعطِني حقّي مما افاءَ
الله على المسلمين فقالَ له بالرحبِ و
الكرامة وامَرَ له بالفِ درهم ثمّ انصرف
فبدرَ (سبقت کرنا ۱۲) اليه الحسينُ بن على فقالَ يا امير
المؤمنين اَعطِني حقّي مما افاءَ الله على
المسلمين فقالَ له بالرحب والكرامةِ و
امَر له بالف درهم فبدرَ اليه ابنُه
عبد الله بن عمرُ فقالَ يا اميرَ المؤمنين
اعطني حقّي مما افاءَ الله على المسلمين
فقالَ له بالرحب والكرامة وامر له بخمسمائة
درهم فقالَ يا امير المؤمنين انا رجلٌ
مُشتدٌّ (قوی ۱۲) اَضرِبُ بالسيف بينَ يدَي
رسول الله صلى الله عليه وسلم والحسنُ
والحسينُ طفلانِ يدرُجان (چلتا ۱۲) في سِككِ
المدينة تعطيهم الفاً الفاً

ڈیڑھ ہزار والوں میں اور وہ کسی چیز میں مجھ سے سبقت لئے ہوئے
نہیں ہے تو عمرؓ نے کہا کہ میں نے ایسا کیا اس لئے کہ زیدؓ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھا عمرؓ سے اور اُسامہؓ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھا عبداللہؓ سے۔ اور اسی
میں ہے کہ مروی ہے ابنِ عباسؓ سے کہا کہ جب عمرؓ کے زمانہ میں
اصحابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالےٰ نے مدائن
کو فتح کردیا تو ان کو حکم دیا چرمی فرش بچھانے کا جو مسجد میں
بچھایا گیا اور اموالِ (غنیمت) کے بارے میں حکم دیا جو اُس پر
اُنڈیل دیئے گئے پھر اصحابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جمع
ہوئے تو سب سے پہلے جس نے آپ سے لینے کی ابتداء کی وہ حسن
ابنِ علیؓ تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ اس مال میں
سے جو اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو مرحمت فرمایا میرا حق عطا فرمائیے
تو ان سے عمرؓ نے کہا کہ بڑی خوشی اور عزت کے ساتھ اور حکم دیا
ان کو ایک ہزار درہم دینے کا۔ پھر وہ ہٹ گئے تو آگے بڑھے
ان کی طرف حسین بن علیؓ اُنھوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ
مسلمانوں کو اللہ کے عطا کئے ہوئے مال میں سے میرا حق عنایت
فرمائیے تو آپ نے فرمایا بڑی خوشی اور عزت کے ساتھ اور ان کو
ایک ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔ پھر ان کی طرف آگے بڑھے عبداللہ
ابن عمرؓ اور اُنھوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ میرا حق عطا
کیجئے اس مال میں سے جو اللہ نے مسلمانوں کو بخشش فرمایا ہے تو
اُن سے فرمایا بڑی خوشی اور عزت کے ساتھ اور ان کے لئے حکم
دیا پانچسو درہم دینے کا۔ اس پر اُنھوں نے کہا اے امیر المؤمنین
میں ایک طاقتور مرد ہوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے
تلوار چلا رہا تھا اور حسنؓ اور حسینؓ لڑکے تھے مدینہ کی گلیوں
میں پھرا کرتے تھے ان دونوں کو آپ ایک ایک ہزار دے رہے ہیں

و تعطینی خمسمائۃ قال نعم اذہب فأتنی بأب کأبیہما و أم کأمہما و جد کجدہما و جدۃ کجدتہما و عم کعمہما و خال کخالہما و خالۃ کخالتہما فانک لا تأتینی بہ اما ابوہما فعلی المرتضیٰ و اما أمہما ففاطمۃ الزہراء و جدہما محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و جدتہما خدیجۃ الکبریٰ و عمہما جعفر بن ابی طالب و خالہما ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و خالتہما رقیۃ و ام کلثوم ابنتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و فی الاستیعاب خرج عمر من المسجد معہ الجارود فاذا بامرأۃ برزۃ علی الطریق فسلم علیہا عمر فردت علیہ السلام فقالت ہیہا یا عمر عہدتک و انت تسمی عمیرا فی سوق عکاظ فلم یذہب الایام و اللیالی حتی سمیت عمر ثم لم یذہب الایام حتی سمیت امیر المؤمنین فاتق اللہ فی الرعیۃ و اعلم انہ من خاف الوعید قرب علیہ البعید و من خاف الموت خشی الفوت فقال الجارود قد اکثرت ایتہا المرأۃ علی امیر المؤمنین فقال عمر دعہا اما تعرفہا ہذہ خولۃ بنت حکیم التی سمع اللہ قولہا

اور مجھے پانچسو۔ فرمایا کہ ہاں! جا میرے پاس ایسا باپ لے کر آ جیسا ان دونوں کا باپ ہے اور ماں لے کر آ جو اُن دونوں کی ماں کی مانند ہو اور نانا جو اُن دونوں کے نانے کی مانند ہو اور نانی جو اُن دونوں کی نانی جیسی ہو اور چچا جو اُن کے چچا جیسا ہو اور ماموں جو اُن کے ماموں جیسا ہو اور خالہ جو اُن کی خالہ جیسی ہو۔ تو یقیناً میرے پاس نہیں لا سکے گا۔ رہے ان دونوں کے باپ تو وہ علی مرتضیٰ تھے۔ اور اُن دونوں کی ماں تو وہ فاطمہ زہراء تھیں اور اُن کے نانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور اُن کی نانی خدیجۃ الکبریٰ تھیں اور اُن کے چچا جعفر بن ابی طالب تھے اور اُن کے ماموں ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور اُن کی خالہ رقیہ اور اُمّ کلثوم تھیں دونوں بیٹیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اور استیعاب میں ہے کہ عمرؓ مسجد سے نکلے اور ان کے ساتھ جارودؓ تھے تو راستہ میں ایک پردہ نہ کرنے والی بڑی بی سامنے آگئی تو عمرؓ نے اُس کو سلام کیا۔ اُس نے اُن کے سلام کا جواب دیا پھر بولی بات سن لے عمرؓ! تیرا ایک زمانہ تھا جب کہ تجھے بازارِ عکاظ میں عُمیر کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ پھر کچھ زیادہ دن اور راتیں نہ گزریں کہ تیرا نام عمرؓ لیا جانے لگا۔ پھر زیادہ دن نہ گزرے کہ اب تجھے امیر المؤمنینؓ کے خطاب سے پکارا جاتا ہے تو تجھے رعیّت کے امور میں اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیئے اور جان لے کہ جو اللہ تعالیٰ کے ڈراوے سے ڈرے گا اس کو دور کی چیز (یعنی موت) نزدیک معلوم ہوگی اور جو موت سے خائف ہوگا (یعنی اس کو نہ بھولے گا) وہ (اعمالِ خیر کے) فوت ہونے سے ڈرے گا۔ تو جارود نے کہا کہ اے عورت! تو امیر المؤمنینؓ سے بہت کچھ زبان درازی کر چکی۔ تو عمرؓ نے (جارود سے) کہا کہ اس کو چھوڑ دو کیا تم اس کو پہچانتے نہیں ہو۔ یہ خولہ بنتِ حکیم ہے جس کی بات کو

من فوق سبع سمٰوٰتٍ فعمرُ واللّٰہِ احقّ
اَن یَسمَعَ لہا و فیہ روی ان جاریۃً لصفیّۃ
بنت حُییٍّ اتَتْ عمر فقالت ان صفیّۃ
تحبُّ السّبتَ (روزِ شنبہ ۱۲) و تَصِلُ الیہود فبعث الیہا
عمر فسأَلہا فقالت اَمّا السّبتُ فانّی لم
اُحبّہ مُنذ ابدَلنی اللّٰہ بہ یومَ الجُمعۃِ و
امّا الیہود فان لِی فیہا رَحِماً فاَنا اَصِلُہا
ثم قالت للجاریۃ ماحملکِ علی ما صنعتِ قالت
الشیطانَ قالت اذہبی فانتِ حرّۃٌ و
فیہ ارسلَ عمر الی الشّفا بنتِ عبداللّٰہ
العدویۃ ان اغدی عَلَیَّ قالت
فغدوتُ علیہ فوجدتُ عاتِکۃَ بنت اسید
ابن ابی الفیض ببابِہ فدخلنا فتحدثنا ساعۃً
فدعا بنمَطٍ (توشکے از گستردنی ۱۲) فاَعطاہا اِیّاہ و دَعا بنمطٍ دونہ
فاَعطانیہ فقلتُ تَرِبَتْ یداکَ یا
عمر انا قبلہا اسلاماً وانا بنتُ
عمِّکَ دونہا و اَرسَلْتَ اِلَیَّ
و جاءتک بنفسِہا قالَ ما
کنتُ رفعتُ ذلک اِلّا لکِ
فلمّا اجتمعتُما ذکرت انّہا اقربُ
الی رسولِ اللّٰہ صلی اللّٰہ
علیہ وسلم منکِ وازانجملہ
آنست کہ حفظِ ملت از
مظانِّ تحریف وتبدیل

اللہ نے سنا سات آسمانوں کے اوپر سے تو واللہ عمرؓ کو زیادہ سزاوار
ہے کہ اس کی بات سُنے۔ اور اسی میں ہے کہ صفیہؓ بنتِ حُیی
(اُمّ المؤمنین) کی ایک باندی عمرؓ کے پاس آئی اور اس نے کہا کہ
صفیہ یوم السّبت (یعنی سنیچر کے دن) کو پسند کرتی ہے اور
یہودیوں کے ساتھ سلوک کرتی ہے۔ تو ان کو عمرؓ نے بلایا اور
ان امور کے بارے میں اُن سے پوچھا تو اُنھوں نے کہا کہ سبت
کے بارے میں یہ حقیقت ہے کہ میں اس کو پسند نہیں کرتی جب سے
اللہ تعالیٰ نے اُس کو میرے لئے یوم جمعہ سے بدل دیا ہے۔ رہے
یہود تو میری اُن سے قرابت ہے تو میں اُن کے ساتھ نیک برتاؤ
کرتی ہوں۔ پھر اُنھوں نے اس لونڈی سے کہا کہ جو حرکت تو نے
کی اس پر تجھے کس نے اُبھارا؟ اُس نے کہا کہ شیطان نے۔ تو صفیہؓ
نے کہا کہ جا میں تجھے آزاد کرتی ہوں۔ اور اُسی میں ہے کہ عمرؓ نے
شفا بنتِ عبداللہ العدویہ کو بُلوایا کہ وہ صبح کے وقت میرے پاس
آئیں۔ شفا نے کہا کہ میں صبح کو اُن کے پاس پہنچی تو میں نے ان
کے دروازے پر عاتکہ بنتِ اُسید بن ابی الفیض کو پایا تو ہم دونوں اُن کے
پاس پہنچیں۔ تھوڑی دیر ہم نے باتیں کیں تو اُنھوں نے ایک
سوزنی منگائی وہ عاتکہ کو دی اور دوسری سوزنی منگائی جو
اُس سے چھوٹی تھی وہ مجھے دی تو میں نے کہا اے عمرؓ خاک پڑے
تیرے ہاتھوں پر میں اس سے پہلے اسلام لانے والی ہوں
اور میں تیرے چچا کی بیٹی بھی ہوں نہ کہ وہ پھر تو نے مجھے خود
بُلایا اور وہ تیرے پاس ازخود آئی (لیکن ان سب کے باوجود
بڑی سوزنی اُس کو دی اور چھوٹی مجھے) تو کہا کہ میں نے وہ تو تیرے
ہی لئے اُٹھا کر رکھی تھی لیکن جب تم دونوں جمع ہو گئیں تو مجھے
یہ یاد آگیا کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہے
بہ نسبت تیرے۔ اور اُن میں سے یہ ہے کہ آپ تحریف وتبدیل

بالبلغ وجوہ سے بمود آخرج الدارمی عن
سلیمان بن یسار ان رجلاً یُقالُ
لهٗ صُبَیغ قدمَ المدینة فجعلَ یسأل
عن متشابه القرآن فارسلَ الیه عمر
وقد اعدَّ لهٗ عراجینَ النخل فقالَ من
انتَ فقالَ انا عبد الله صُبَیغ فاخذ
عمر عرجونا من تلك العراجین فضربه
وقالَ انا عبد الله عمر فجعلَ
لهٗ ضرباً حتى دمّی رأسه فقال
یا امیرَ المؤمنین حسبك قد ذهب
الذی كنتُ اجدُ فی رأسی وعن
نافع مولی عبد الله انّ صُبَیغَ
العراقی جعلَ یسألُ عن اشیاء
من القرآن فی اجنادِ المسلمین حتی قدمَ
مصر فبعث به عمرو بن العاص الی عمر
ابن الخطاب فلمّا اتاه الرسولُ بالكتاب
فقرأ فقالَ اینَ الرجل فقالَ
فی الرحل فقالَ عمر ابصرْ ان
یكون ذهبَ فتصیبك منّی به العقوبة الموجعة
فاتاه به فقال عمر تسألُ محدثة فارسلَ
عمر الی رطائب من جرید فضربه
بها حتى تركَ ظهرهٗ دبرةً
ثم تركه حتى برئ ثم عادَ لهٗ
ثم تركه حتى برئ فدعا به
لیعودَ لهٗ

کے محتمل مواقع سے ملت کا تحفظ دو درس طریقوں کے ساتھ کیا
کرتے تھے۔ دارمی نے روایت کیا سلیمان بن یسار سے کہ ایک شخص
مدینہ میں آیا جس کو صُبَیغ کہا جاتا تھا اُس نے لوگوں سے قرآن
کے متشابہات کے بارے میں سوال کرنے (یعنی اعتراضات کرنے)
شروع کئے تو اس کو عمر رضؓ نے بلا بھیجا اور پہلے سے اُس کے لئے
کھجور کی چھپٹیاں تیار کر کے رکھ چھوڑی تھیں (جب وہ آیا) تو کہا
کہ تو کون ہے؟ اُس نے کہا کہ میں اللہ کا بندہ صُبَیغ ہوں۔ تو
عمر رضؓ نے اُن چھپٹیوں میں سے ایک چھپٹی لے کر اُس کو مارا اور کہا کہ
میں اللہ کا بندہ عمرؓ ہوں تو اُس کو مارتے رہے یہاں تک کہ اُس
کے سر کو خون آلود کر دیا۔ تو کہا کہ اے امیر المومنین رضؓ بس کافی
ہو گیا جو کچھ میں اپنے سر میں پاتا تھا وہ سب نکل گیا۔ اور نافع مولی
عبد اللہ بن عمر رضؓ سے مروی ہے کہ صُبَیغ عراقی نے قرآن مجید کی
کچھ چیزوں کے بارے میں مسلمانوں کی جماعتوں سے سوالات (یعنی
اعتراضات) کرنا شروع کر دیئے حتے کہ یہ مصر پہنچا تو عمرو رضؓ بن
العاص نے اس کو (پکڑ کر) عمر رضؓ بن الخطاب کے پاس بھیجا۔ جب
اُن کے پاس ایلچی خط لے کر آیا تو اُنھوں نے اُس کو پڑھ کر کہا کہ وہ
شخص کہاں ہے؟ تو اُس نے کہا کہ کجاوے میں۔ تو عمر رضؓ نے اُس سے
کہا کہ دیکھ اگر وہ بھاگ گیا ہوگا تو میری طرف سے تجھے سخت سزا
ملے گی (تو اُسے تنہا چھوڑ کر یہاں آگیا) پھر وہ اُس کو آپ کے
پاس لایا تو عمر رضؓ نے اُس سے کہا کہ تو لوگوں سے (قرآن پر) سوالات
(اعتراضات) کیا کرتا ہے تو اس نے آپ سے ان کا ذکر کیا۔ تو عمر رضؓ نے
ایک گڈی منگائی کھجور کی چھپٹیوں کی تو اس کو اُن سے اتنا مارا کہ
اس کی کمر کو زخمی کر دیا۔ پھر اس کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ اچھا ہو گیا
پھر اس کو واپس بلایا (اور اسی طرح مارا پیٹا) اور چھوڑ دیا یہاں
تک کہ وہ ٹھیک ہو گیا۔ پھر اُس کو بلایا تا کہ اسی کام کا اعادہ کریں۔

قال فقال صُبیغ اِن کنتَ تُرید قتلی
فاقتلنی قتلاً جمیلاً واِن کنت ترید ان
تُداوِینی فقد واللہ بَرِیتُ فاَذِنَ لہ
الیٰ ارضہ وکتبَ الیٰ ابی موسےٰ الاشعری
اَن لایُجالسہ احدٌ من المسلمین فاشتدّ
ذلک علی الرّجل فکتبَ ابوموسیٰ الیٰ
عمر ان قد حَسُنَتْ ہیئتہ فکتبَ عمر ان
یأذنَ للناس بمجالستہ آیین است نمونۂ
ازسیاستِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ و
القلیل نموذج الکثیر والغرفۃ تُنبئ عن
البحر الکبیر اگر منصفے درہر کلمہ ازین کلمات
وآشباہِ آن نظر کند دریابد کہ حلاوتِ
ایمان وصدق نیّت واحسان برخلق اللہ
وخشیت از مُدبّر السمٰوات والارض
وعقلِ وافر وکفایتِ کامل ازہر کلمہ چنان مے
چکد کہ از پنبۂ مَبلول قطراتِ آب می چکد۔
شعر وعلےٰ تفنّنِ واصفیہ بوصفہ ؛ یَفنَی
الزمانُ وفیہ مالم یوصَفِ ؛ امانوسّع فاروقِ
اعظم رضؓ در علمِ احکام کہ مسمّٰے بفقہ
مے شود پس اکثر ازانست کہ بضبطِ
تقریر در آید افقہِ امت علےٰ
الاطلاق اوست وآنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم درمسائلِ فقہیّہ باو اشارت فرمود
تاازوے اخذ کنند وصحابہ رضؓ
وتابعین رحؒ بآن

(نافع رحؒ نے) کہا کہ صبیغ نے کہا کہ اگر آپ نے میرے قتل کا ارادہ کیا ہے تو مجھے خوبی کے ساتھ قتل کر دیجئے اور اگر آپ نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میرا علاج کریں (یعنی اصلاح) تو خدا کی قسم میں ٹھیک ہو چکا ہوں۔ تو آپ نے اس کو اپنی سرزمین پر جانے کی اجازت دیدی اور ابوموسیٰ اشعری رضؓ کو لکھا کہ مسلمانوں میں سے کوئی اس کے ساتھ مجالست نہ کرے یہ بات اُس شخص کے لئے بہت گراں ہوئی۔ پھر ابوموسےٰ رضؓ نے عمر رضؓ کو لکھا کہ اُس کا حال بہتر ہو چکا ہے۔ تو عمر رضؓ نے لکھا کہ اُس کے ساتھ مجالست کی لوگوں کو اجازت دیدیں۔ یہ نمونہ ہے فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی سیاست کا اور قلیل نمونہ ہوتا ہے کثیر کا اور ایک چلّو بھر پانی حال بتا دیتا ہے بحرِ کبیر کا۔ اگر کوئی صاحبِ انصاف ان کلمات میں سے کسی کلمہ پر یا ان کے اشارات پر نظر کرے تو وہ محسوس کرے گا کہ حلاوتِ ایمان اور صدقِ نیّت اور خلقِ خدا کے ساتھ نیک برتاؤ کرنا اور مدبر السمٰوات والارض کا خوف اور عقلِ وافر اور کفایتِ کامل (یعنی اس ذاتِ جامع الصفات کا امورِ مہمہ کے لئے خود کافی ہو جانا) ہر کلمہ سے اس طرح ٹپک رہی ہے جیسے کہ بھیگی ہوئی روئی سے پانی کے قطرات ٹپکتے ہیں۔
شعر؛ وعلےٰ تفنّن واصفیہ الخ (ترجمہ) اور اس کے وصف کی شرح کرنے والے واصفین کی عمریں ختم ہو جائیں گی پھر بھی ایسے اوصاف باقی رہ جائیں گے جو بیان نہ ہوتے ہوں گے۔

رہا فاروقِ اعظم رضؓ کا وسیع النظر ہونا علمِ احکام میں جس کو فقہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے تو اس کا ضبط کرنا احاطہ تقریر سے باہر ہے۔ علی الاطلاق اُمت کے سب سے بڑے فقیہ وہی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسائل فقہیہ میں اُن کی طرف اشارہ فرمایا کہ اُن سے اخذ کریں اور صحابہ رضؓ وتابعین رحؒ نے اس کی

تصریح نمودند و در خارج ہمچنان واقع شد
نسبتِ فقہِ او بافقہِ سائر فقہاء صحابہؓ مانند
نسبتِ مصحفِ اوست بامصحفِ سائر صحابہؓ
ہرچہ در مصحفِ او یافتہ شود قراءۃِ متواترہ است
و آنچہ مخالفِ مصحف او باشد قراءۃ شاذہ و
ہرچہ در فقہِ او یافتہ شود جادہ قویہ از دینِ
محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ و التسلیمات و
ظاہر دین و سوادِ اعظم اوست و ہرچہ مخالف
او باشد شاذ است اگر حدیثے قوی یاقیاس
جلی شاہد او باشد میتوان اخذ کرد و الا نہ و
نسبتِ فقہِ او بافقہ سائر مجتہدین اہلِ سنت
مانند نسبتِ متن است باشروح و این سخنے
است مجمل تاشرح آن بگوشِ اہلِ عصر نہ
رسد یحتمل کہ بگزاف نسبت کنند اما شہادتِ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باعلمیتِ او و
تفویض نواصی اُمّت باو پس متواتر بالمعنے است
قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ
تعالیٰ جعل الحق علیٰ لسان عمر و قلبہ
اخرجہ الترمذی بروایت ابن عمر و ابوداؤد
بروایتِ ابی ذر وقال لقد کان فیما کان قبلکم
من الامم ناسٌ محدَّثون من غیر ان یکونوا
انبیاء فان یکن فی اُمتی احدٌ فانہ عمر
اخرجہ الشیخان من حدیث ابی ہریرۃ و
مسلم و الترمذی من حدیث
عائشۃ وقال

تصریح کی ہے اور خارج میں واقع بھی اسی طرح ہوا کہ اُن کے
فقہ کی نسبت تمام فقہاء صحابہؓ کے فقہ کے ساتھ ایسی ہے
جیسی نسبت آپ کے مُصحَف (یعنی قرآن) کو تمام دوسرے اصحاب
کے مصحف سے ہے کہ جو کچھ آپ کے مصحف میں پایا جاتا ہے وہ
قراءۃِ متواترہ ہے اور جو کچھ آپ کے مصحف کے مخالف ہوگا
وہ قراءتِ شاذہ ہے۔ اور جو کچھ اُن کے فقہ میں پایا جاتا ہے دینِ
اسلام علے صاحبہ الصلوات والتسلیمات کی ایک مضبوط پگڈنڈی
اور ظاہر دین ہے اور سوادِ اعظم وہی ہے (کہ اسی راہ پر سب اہلِ
حق گامزن ہوتے رہے ہیں) اور جو کچھ اس کے مخالف ہے وہ
بحکم شاذ ہے کہ اگر کوئی حدیث قوی یا قیاس جلی اس کی شاہد ہوگی
تو اس کو اخذ کر سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ اور اُن کے فقہ کی نسبت
تمام مجتہدینِ اہلِ سنت کے فقہ کے ساتھ ایسی ہے جیسی متن
کو نسبت ہوتی ہے شُروح کے ساتھ اور یہ ایک مجمل کلام ہے
جب تک اس کی شرح اہلِ عصر کے کان تک نہ پہنچے گی یہ احتمال
ہوگا کہ اس کو مبالغہ آرائی کی طرف نسبت کریں۔ آپ لیجئے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت اُن کے بڑے عالم ہونے
اور اُمّت کی پیشانیاں اُن کے سپرد کرنے پر۔ تو یہ متواتر بالمعنے
ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بیشک اللہ
تعالیٰ نے حق کو عمرؓ کی زبان اور اس کے قلب پر پیدا کر دیا ہے۔
اس کو ترمذی نے اخذ کیا بروایت ابن عمرؓ اور ابوداؤد نے بروایت
ابوذرؓ۔ اور فرمایا تم سے پہلے جو اُمتیں گزریں اُن میں محدَّث
لوگ ہوا کرتے تھے (یعنی جن کے قلوب پر منجانب اللہ القاء ہوتا
تھا) بغیر اس کے کہ وہ انبیاء ہوں تو میری اُمت میں اگر کوئی
ایسا ہے تو عمرؓ ہے۔ اس کو شیخین نے ابوہریرۃؓ سے اور مسلم اور
ترمذی نے حدیث عائشہؓ سے روایت کیا۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ

بینا انا نائم رأیت الناس یعرضون علیّ وعلیهم قمص فمنها ما یبلغ الثدی ومنها ما یبلغ دون ذلک وعرض علیّ عمر بن الخطاب وعلیه قمیص یجرّه قالوا فما اوّلته یارسول اللہ قال الدین اخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی بروایة ابی سعید وقال بینا انا نائم اُتیت بقدح من لبن فشربت منه حتی انی لأری الری یخرج من اظفاری ثم اعطیت فضلی عمر ابن الخطاب قالوا فما اوّلته قال العلم اخرجه الشیخان والترمذی من حدیث ابن عمر وقال اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمرؓ اخرجه الترمذی وجماعة من حدیث ابن مسعود وحذیفة واما شهادات صحابہؓ وتابعین اخرج الدارمی عن حذیفة قال انما یفتی الناس ثلثة رجل امام ورجل یعلم ناسخ القرآن من المنسوخ قالوا یا حذیفة ومن ذلک قال عمر ابن الخطاب او احمق متکلف واخرج الدارمی عن عمرو بن میمون انه قال ذهب عمر بثلثی العلم فذکر لابراهیم فقال ذهب عمر بتسعة اعشار العلم اما آنکہ نسبت فقہ او بافقہ سائر صحابہؓ

ایسے وقت کہ میں سو رہا تھا میں نے دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں اور ان کے اوپر قمیصیں ہیں تو ان میں سے بعض کی صرف چھاتی تک ہی پہنچتی ہے اور بعض کی اس سے آگے تک پہنچتی ہے اور میرے سامنے عمرؓ بن الخطاب کو پیش کیا گیا اس حال میں کہ اس کے بدن پر ایسی (لمبی) قمیص تھی جس کو وہ کھینچ رہا تھا۔ صحابہؓ نے کہا کہ آپؐ نے اس کی کیا تاویل کی یارسول اللہؐ۔ فرمایا کہ دین، اس کو روایت کیا بخاری اور مسلم اور ترمذی اور نسائی نے ابو سعید کی روایت سے۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ جب میں سو رہا تھا تو میرے سامنے ایک دودھ کا پیالہ لایا گیا۔ تو میں نے اس میں سے پیا یہاں تک کہ میں سیرابی کا اثر دیکھ رہا ہوں کہ میرے ناخنوں میں سے نکل رہا ہے۔ پھر میں نے اپنا پس خوردہ عمرؓ بن الخطاب کو دیدیا۔ اصحابؓ نے کہا کہ آپؐ نے اس کی کیا تعبیر لی؟ فرمایا کہ علم، اس کو روایت کیا بخاری اور مسلم نے اور ترمذی نے حدیث ابن عمرؓ سے۔ اور فرمایا کہ اقتدا کرو ان دونوں کی جو میرے بعد ہوں گے یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ کی، اس کو ترمذی نے روایت کیا اور ایک جماعت نے حدیث ابن مسعودؓ اور حذیفہؓ سے۔ اب لیجئے شہادت صحابہؓ اور تابعین کی۔ دارمی نے روایت کیا حذیفہؓ سے انہوں نے کہا کہ فتوے تین قسم کے آدمی دیتے ہیں (پہلا) وہ آدمی جو امام ہو اور (دوسرا) وہ جو قرآن کے ناسخ کو منسوخ سے ممتاز کرلے۔ لوگوں نے کہا کہ اے حذیفہ اور وہ کون ہے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب اور (تیسرا) احمق تکلف کرنے والا۔ اور روایت کیا دارمی نے عمرو بن میمون سے کہ انہوں نے کہا کہ عمرؓ دو تہائی علم لے گئے۔ اس کا ذکر ابراہیمؒ کے سامنے کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ عمرؓ دس میں سے نو حصہ علم لے گئے۔ رہی یہ بات کہ ان کے فقہ کی نسبت تمام صحابہؓ

بمنزلۂ مصحفِ اوست با مصحفِ سائر
صحابہؓ اخرج الحاکم عن الشعبی انہ قال القضاۃ
فی ستۃ نفرٍ من اصحابِ رسولِ اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ثلثۃ بالمدینۃ وثلثۃ بالکوفۃ
فبالمدینۃ عمر و اُبیّ و زیدُ بن ثابت وبالکوفۃ
علیؓ و عبداللہ بن مسعود و ابو موسیٰ
و اخرج الحاکم عن الشعبی عن مسروق
قال انتہی علم اصحاب النبی صلی اللہ
علیہ وسلم الی ہؤلاء النفر عمر بن الخطاب
و علیّ بن ابی طالب و عبداللہ بن مسعود
و اُبیّ بن کعب و معاذ بن جبل و زید بن ثابت
و ابی موسی الاشعریؓ و اخرج الحاکم عن الشعبی
قال یؤخذ العلم عن ستۃ من اصحاب النبی صلی
اللہ علیہ وسلم فکان عمر و عبداللہ و زید یشبہ
علم بعضہم بعضاً فکان یقتبس بعضہم من بعض
و اخرج محمد بن الحسن فی کتاب الآثار عن ابی حنیفۃ
عن الہیثم عن الشعبی قال کان ستۃ من اصحاب
النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتذاکرون الفقہ بینہم علی
ابن ابی طالب و اُبیّ و ابو موسیٰ علیحدۃ و عمر و زید و
ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین شرح این
اجمال آنکہ علمِ فاروقِ اعظمؓ در بلادِ اسلام
منتشر شد و جمیع مسلمین بوے اخذ کردند و علم علی
مرتضیٰؓ جز در کوفہ مشہور نشد و چون حاضران
مجلسِ او رضی اللہ عنہ غالباً لشکریان
بودند علمِ او منقح نہ گشت

کے فقہ کے مقابلہ پر بمنزلہ اُن کے مصحف کے ہے بمقابلہ تمام
صحابہؓ کے مصحف کے۔ روایت کیا حاکم نے شعبی سے کہ انھوں نے
کہا کہ اصحابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں سے قضاء چھ
آدمیوں میں ہے (یعنی ان کا حصّہ ہے) تین تو مدینہ میں ہیں
اور تین کوفہ میں۔ مدینہ میں تو عمرؓ اور اُبیؓ اور زید بن ثابتؓ
ہیں اور کوفہ میں علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ اور ابو موسیٰؓ
ہیں۔ اور روایت کیا حاکم نے شعبی سے انھوں نے مسروقؒ سے
انھوں نے کہا کہ منتہی ہوتا ہے اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم
کا علم اِن حضرات پر عمرؓ بن الخطاب اور علی بن ابی طالبؓ
اور عبداللہ بن مسعودؓ اور اُبیّ بن کعبؓ اور معاذ بن جبلؓ
اور زید بن ثابتؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ ۔ اور حاکم نے روایت
کیا شعبیؒ سے انھوں نے کہا کہ اصحابِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
میں سے چھ سے علم اخذ کیا جاتا ہے۔ تو (ان میں سے) عمرؓ
اور عبداللہؓ اور زیدؓ ایسے ہیں کہ ان میں سے بعض کا علم دوسرے
کے علم سے مشابہ ہے ان میں سے ایک دوسرے سے علم اخذ کرتا
تھا۔ اور محمد بن الحسنؒ نے کتاب الآثار میں ابو حنیفہؒ سے
روایت کیا ہے انھوں نے ہیثم سے انھوں نے شعبیؒ سے انھوں
نے کہا کہ اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں سے چھ اصحاب تھے
جو آپس میں فقہ کے مذاکرات کرتے رہتے تھے، علی بن ابی طالب
اور اُبیّ اور ابو موسیٰ علیحدہ اور عمر اور زید بن ثابت اور
ابن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اس اجمال کی شرح یہ ہے کہ
فاروقِ اعظم کا علم اسلامی شہروں میں منتشر ہو گیا اور تمام
مسلمانوں نے آپ سے حاصل کیا اور علی مرتضیٰؓ کا علم بجز کوفہ
کے کہیں مشہور نہ ہوا۔ چونکہ آپ کی مجلس کے حاضرین زیادہ تر
لشکری لوگ ہوتے تھے اس لئے ان کا علم منقح نہ ہوا یعنی

اخرج مسلم عن طاؤس اُتِیَ ابن عباس
بکتابٍ فیہ قضاء علیؓ فمحاہ الا قدر و
اشار سفیان بن عُیینۃ بذراعہ واخرج
عن ابن ابی ملیکۃ کتبتُ الی ابن عباس
اسألہ ان یکتب لی کتابا و یخفی عنی
فقال ولد ناصح انا اختار لہ الامور اختیارا
و اُخفی عنہ قال فدعا بقضاء علیؓ فجعل
یکتب منہ اشیاء و یمر بہ الشیٔ فیقول
واللہ ما قضی بھذا علیؓ الا ان
یکون ضلّ واخرج مسلم عن ابی
اسحاق قال لما احدثوا تلک الاشیاء
بعد علیؓ قال رجل من اصحاب علیؓ
قاتلہم اللہ ای علمٍ افسدوا واخرج
مسلم عن المغیرۃ قال لم یکن یُصدَّق علی
علیؓ فی الحدیث عنہ الا من اصحاب
عبداللہ بن مسعود و معاذ بن جبلؓ
در آخر زمان فاروقؓ از عالم رفت وحدیث
او چندان باقی نماند واز اُبیؓ بن
کعب در غیر قراءۃ و تفسیر روایت در
دست مردمان نیست و ابو موسیٰ اشعریؓ
باکمالے کہ داشت در بسیارے
از مسائل عاجز شد و در حق عبداللہ
ابن مسعودؓ لا تسألونی مادام
ھذا الحبر فیکم و ابن عباسؓ
باکمالِ علم خود

نکھر کر لوگوں تک نہ پہنچا) مسلم نے روایت کیا طاؤس سے کہ ابن
عباسؓ کو ایک مکتوب دیا گیا جس میں علی رضی اللہ عنہ کے
فیصلے لکھے ہوئے تھے تو انھوں نے اس کو مٹا دیا بجز اتنے
کے اور اشارہ کیا سفیان بن عُیینہ نے اپنے ہاتھ سے۔ اور روایت
کیا مسلم نے ابن ابی مُلیکہ سے کہ میں نے ابن عباسؓ کو لکھا ان
سے یہ درخواست کر رہا تھا کہ وہ میرے لئے ایک مکتوب لکھ
دیں اور مجھے خفیہ طور پر دیدیں تو فرمایا کہ (دین کا) خیر
خواہ بیٹا ہے میں اس کے لئے ایک انتخاب کر لوں گا اور خفیہ
طور پر اس کو دیدوں گا۔ کہا کہ پھر انھوں نے منگائے علیؓ کے
فیصلے۔ تو ان سے کچھ چیزیں لکھتے جاتے تھے اور بعض چیزیں
جب آپ کی نظر سے گزرتیں تو کہتے کہ واللہ علیؓ ایسا فیصلہ
نہیں کر سکتے بجز اس کے کہ گمراہ ہو گئے ہوں۔ اور روایت کیا
مسلمؒ نے ابو اسحٰقؒ سے کہا کہ جب لوگوں نے بعد علیؓ کے نئی باتیں
نکالیں تو اصحاب علیؓ میں سے ایک شخص نے کہا کہ اللہ ان کو قتل
کرے کیسے علم کو انھوں نے فاسد کیا۔ اور مسلم نے روایت کیا
مغیرہؓ سے کہ ایسی حدیث کی جو علیؓ سے روایت کی جاتی تھی تصدیق
نہیں کی جاتی تھی مگر عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب کی طرف
سے۔ اور معاذ بن جبلؓ حضرت فاروقؓ کے آخر زمانہ میں دنیا سے
گئے اور ان کی حدیثیں (اتنی مدت حیات کے باوجود) اتنی باقی
نہیں رہیں (کہ ان کو معتد بہ شمار کہہ سکیں) اور اُبیؓ کی کوئی روایت
قرارت و تفسیر کے علاوہ لوگوں کے ہاتھوں میں نہیں
ہے۔ اور ابو موسیٰ اشعریؓ نے اس کمال کے باوجود جو ان کو
حاصل تھا بہت سے مسائل میں عاجز ہو کر عبداللہ بن مسعودؓ
کے حق میں فرمایا کہ مجھ سے مت پوچھو جب تک تم میں یہ حبر
(یعنی جید عالم) موجود ہے۔ اور ابن عباسؓ اپنے کمالِ علم کے باوجود

نزدیک بہ پنجاہ مسئلہ مخالف جمیع مجتہدین شد أخرج الدارمی عن ابراہیم قال خالف ابن عباس اہل القبلة فی امرأة و ابوین قال للأم الثلث من جمیع المال و ہمچنین در مسئلہ عول و مسئلہ متعة الحج و متعة النساء و بیع صرف و غیرہا چنانکہ بر متتبعین فن حدیث مخفی نیست و در بسیارے از مسائل شک پیدا کرد مانند غسل قدمین و طلاق ثلث دفعةً واحدةً باز اقوال او مشتبہ شد و رجوع از اکثر روایات کردہ اند و عبد اللہ بن مسعود رض اکثر موافقت داشت با فاروق اعظم رض وے خود باین تصریح کردہ است کان عمر اذا سلک طریقًا وجدناہ سہلًا و نیز گفتہ لو ان الناس سلکوا وادیًا او شعبًا و سلک عمر وادیًا او شعبًا سلکت وادی عمر و شعبہ و زید بن ثابت رض نیز در اکثر متتبع او است و عبد اللہ بن عمر رض از خوض در اجتہاد در محل اشتباہ تقاعد می نمود و عائشہ صدیقہ رض مسائل او در جمیع ابواب فقہ نیست اما آنکہ نسبت او با مجتہدان امت مانند نسبت مجتہد مستقل است با مجتہدان منتسب پس نزدیک توسع در تتبع آثار صحابہ رض ظاہر می شود چنانکہ مجتہد مستقل ترتیب ادلہ و

تقریباً پچاس مسئلوں میں تمام مجتہدین کے خلاف تھے۔ روایت کیا دارمی نے ابراہیم سے کہا کہ مخالفت کی ابن عباس رض نے اہل قبلہ کی (متوفی کے) بیوی اور ماں باپ (کی میراث کے حصص) کے بارے میں کہ کہا کہ ماں کے لئے تمام مال کا ایک تہائی حصہ ہے اور اسی طرح عول کے مسئلہ میں اور مسئلہ متعة الحج اور متعة النساء اور بیع صرف وغیرہ میں جیساکہ فن حدیث کا تتبع کرنے والوں سے مخفی نہیں ہے اور بہت سے مسائل میں انھوں نے شک کا اظہار کیا جیسے دونوں پاؤں کا دھونا اور ایک ہی دفعہ تین طلاقوں کے بارے میں۔ پھر ان کے اقوال مشتبہ ہو گئے اور اکثر روایات سے انھوں نے رجوع کر لیا۔ اور عبد اللہ بن مسعود رض نے اکثر موافقت کی ہے فاروق اعظم رض کے ساتھ اور انھوں نے خود اس کی تصریح کی ہے کہ عمر رض جب کسی طریق پر چلے ہیں تو ہم نے اس کو سہل پایا۔ اور نیز فرمایا کہ اگر سب لوگ راہ چلیں کسی وادی یا گھاٹی میں اور عمر رض راستہ چلیں دوسری وادی یا گھاٹی میں تو میں عمر رض کی وادی اور ان ہی کی گھاٹی میں چلوں گا۔ اور زید بن ثابت رض بھی اکثر مسائل میں ان ہی کی پیروی کرتے ہیں۔ اور عبد اللہ بن عمر رض اشتباہ کے موقع پر اجتہاد میں غور و خوض سے پہلو بچایا کرتے تھے۔ اور عائشہ صدیقہ رض سے تمام ابواب فقہ میں ان کے مسائل مروی نہیں ہیں رہی یہ بات کہ ان کی نسبت مجتہدین امت کے ساتھ ایسی ہے جیسی مجتہد مستقل کی نسبت ہوتی ہے مجتہدین منتسب کے ساتھ۔ تو یہ بات اگر آثار صحابہ رض کے تتبع میں توسع سے کام لیا جائے تو عیاں ہو جاتے گی۔ جیساکہ مجتہد مستقل دلائل کی ترتیب اور

ع۵ جلد ثانی میں اس کا مفصل بیان تحریر کیا جا چکا ہے ۱۲ مترجم ع۵ بیع صرف اس کو کہتے ہیں جس میں دونوں طرف نقد ہوں جیسے روپیوں کے بدلے میں اشرفیاں لیجائیں ۱۲ مترجم

قواعدِ استنباط و جمع بین الدلیلین المتعارضین مقرر مے فرماید و مجتہدِ منتسب از روے این ہمہ مسائل را فرامیگیرد ہمچنان فاروقِ اعظم رضؓ قاعدۂ چندین درین امور مقرر فرمودہ مجتہدانِ مذاہب آن ہمہ قواعد را از روے اخذ نمودہ اند و بر منوالِ آن قواعد نسج کردہ و چنانکہ مجتہد مستقلِ مسائل را در ہر باب بسوط میسازد و جملہ صالحہ از مسائل مہمہ محرر می نماید بعد ازان مجتہدانِ منتسب حصہ از تفسیر قرآنِ عظیم و حصہ از سُنّتِ سنیہ و آثار سلف و لغتِ عرب و قواعدِ استنباط یاد گرفتہ در مسائل مفروشہ مجتہدِ مستقل خوض می نمایند اگر در مسئلہ از مسائل نص کتاب و سنّت یا مفہوم موافق یا مخالف آیتے یا حدیثے موافقِ آن یافتند فہو المراد و اگر نیافتند و وجہ مسئلہ ظاہر یافتند بآن اخذ نمودند و اگر مخالفِ آن دلیلے قوی بہم رسید از کتاب و سُنّت و قیاسِ جلی و اجماعِ اُمّت ترک اتباع می کنند زیراکہ حالتیذٍ لازم شد اخذ بدلیلِ قوی و اگر مخالفے موجود نشد و وجہ مسئلہ نیز ظاہر نیست توقف می نمایند یا اعتماد بر قول مجتہدِ مستقل مے کنند علے اختلافٍ فی ذٰلک بناءً علے اختلافہم فے مسئلۃٍ اُخرے

استنباطِ احکام کے قواعد اور دو متعارض دلیلوں کے جمع کی صورتیں مقرر کرتا ہے اور مجتہد منتسب اُس سے ان تمام مسائل کو اچھی طرح حاصل کرتا ہے، اسی طرح فاروقِ اعظم رضؓ نے چند قاعدے ان امور میں مقرر فرمائے اور مجتہدینِ مذاہب نے اُن سب قواعد کو اُن سے اخذ کیا ہے اور اُسی نہج پر اُنھوں نے (دوسرے) قواعد کی تدوین کی اور جس طرح مجتہدِ مستقل مسائل کو ہر باب میں مفصل کر دیتا ہے اور مسائلِ مُہمّہ کے متعلق ایک جملہ صالحہ تحریر کر دیتا ہے (جس سے اُن مبسوط مسائل کی علّت حکم پر روشنی ڈال دیتا ہے) اس کے بعد مجتہدینِ منتسب قرآن عظیم کی تفسیر کے ایک حصّہ کو اور سنّتِ سنیہ کے ایک حصّہ کو اور آثارِ سلف اور لغتِ عرب اور قواعدِ استنباط کو سامنے رکھتے ہوئے اُن مسائل میں غور و فکر کرتے ہیں جن کو مجتہدِ مستقل نے مفصّل کر دیا تھا، تو اگر ان مسائل میں سے کسی مسئلہ میں کتاب وسُنّت میں سے کوئی نص مفہوم موافق یا مخالف کے ساتھ کوئی آیت یا حدیث اُس مسئلہ کے موافق پائیں گے تو فہو المراد اور اگر نہ پائیں گے اور وجہ مسئلہ کی (جو مجتہد نے جملہ صالحہ میں ذکر کر دی تھی) ظاہر پائیں گے تو اسی کو اخذ و قبول کر لیں گے اور اگر کوئی (نص) نہ پائیں گے اور مسئلہ کی وجہ (مذکورہ) ظاہر دیکھیں گے تو اس سے ہی اخذ کر لیں گے۔ اور اگر کوئی دلیل قوی کتاب وسُنّت اور قیاس جلی اور اجماعِ اُمت میں سے اس کے خلاف ملے گی تو اتباع ترک کر دیں گے کیونکہ اس حالت میں دلیل قوی کے ساتھ اخذ کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ اور اگر کوئی مخالف موجود نہیں مگر وجہ مسئلہ بھی ظاہر نہیں ہے تو توقف کرتے ہیں یا مجتہدِ مستقل کے قول پر اعتماد کر لیتے ہیں، اس میں کچھ اختلاف بھی ہے جس کی بنیاد اُن کے دوسرے مسئلہ میں اختلاف پر ہے

وهی ان المجتهد هل یجوز له تقلید المجتهد
الآخر اذا کان افضل منه واعلم قولان
المشهور لا یجوز والصواب الذی لا یجوز
غیره عند استقراء صنیع الائمة انه یجوز
قال الشافعی قول الائمة ابی بکر و عمر
و عثمان وقال فی القدیم و علی اذا صرنا
الی التقلید احب الینا و ظاهر که صنیع امام
مالکؒ در مجتهدات خود و صنیع امام ابی حنیفهؒ
در مجتهدات خود تتبع کند درین امر توقف
نخواهد کرد باز چون مسائل دیگر وارد شود
که در کلام مجتهد مستقل منصوص نیست جمعے
استنباط کنند از ادلهٔ شرع بر منهاج استدلال
مجتهدِ مستقل و نام این جمع مجتهد منتسب
مطلق است و طائفهٔ تخریج کنند بر قول
مجتهدِ مستقل از فحوائے خطاب یا طرد علت
وغیر آن و نام این طائفه مجتهد منتسب مقید
است همچنان مجتهدانِ مذاهب بعد احکام ما یتعلق
بالفقه من الکتاب والسنة و اتقان علم
عربیه و قواعد جمع بین المختلفین در مسائلِ
مفروغهٔ فاروقِ اعظمؓ خوض نموده اند
اکثرے را قبول کرده و پارهٔ را مستنکر شده
و در پارهٔ دیگر مختلف گشته باز
در مسائل دیگر که بر ایشان وارد
شده در بعض مواضع استنباط
را کار فرما شده اند

اور وہ یہ ہے کہ کیا کسی مجتہد کے لئے دوسرے مجتہد کی تقلید جائز
ہے جب کہ وہ اُس سے افضل اور اَعلم ہو۔ اس میں دو قول ہیں۔
مشہور یہ ہے کہ جائز نہیں۔ اور قول صواب ایسا کہ جس کے خلاف
جائز نہیں ابتدائی دَور کے مجتہدین کے طریق کار پر تفصیلی نظر کے
بعد یہ ہے کہ جائز ہے۔ شافعیؒ نے فرمایا ہے ائمہ ابو بکرؓ و عمرؓ
و عثمانؓ اور اُن کے قدیم قول میں" اور علیؓ" بھی مذکور ہے"
کے مِل جانے کے بعد ہم کو پسند ہے کہ ہم تقلید اختیار کرلیں۔
جو شخص امام مالکؒ کے طرزِ عمل کا ان کے اپنے اجتہادی مسائل
میں اور امام ابو حنیفہؒ کے طریقِ کار کا ان کے اپنے اجتہادی
مسائل میں تتبع کرے گا وہ اس امر میں توقف نہ کرے گا پھر
جب دوسرے ایسے مسائل وارد ہو جائیں جو مجتہد مستقل کے
کلام میں صراحت کے ساتھ مذکور نہیں ہوتے تو کچھ لوگ تو
ایسے ہوتے ہیں جو اثباتِ حکم ادلۂ شرع سے کرتے ہیں مجتہد
مستقل کے طریق استدلال کے مطابق ایسے لوگوں کا نام ہے
"مُجتہد منتسب مطلق" اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو استنباط حکم کرتے
ہیں مجتہدِ مستقل کے کسی قول سے (کسی مسئلہ میں) اُس کی تفریع
کے انداز سے یا (کسی مسئلہ کے حکم کی) علت کا استخراج کر کے
وغیر ذٰلک اور ایسے لوگوں کا نام ہے "مجتہد منتسب مُقیّد" اسی
طرح مجتہدین مذاہب نے اُن فقہی اصولوں کو محکم کرنے کے بعد
جو کتاب و سنت سے متعلق ہیں اور علم عربیت اور دو مختلف چیزوں
کے جمع کرنے کے قواعد میں پختگی حاصل کرنے کے بعد اُن مسائل
میں غور و فکر کیا جو فاروق اعظمؓ مفصل ذکر کر چکے ہیں تو
ان میں کے اکثر مسائل کو قبول کیا اور بعض کا انکار کیا اور بعض
سے اختلاف کیا۔ پھر دوسرے مسائل میں جو اُن پر وارد ہوتے
بعض مواقع میں تو (کتاب و سنت سے) استنباط کا طریق اختیار کیا

ودر طائفہ عمل بتخریج نمودہ اند لیکن فہم این
معنے بغایت دقیق است جمعی کہ سرمایۂ علم ایشان
شرح وقایہ وہدایہ باشد کجا ادراکِ این سرِّ دقیق
توانند کرد ○ کسی در صحن کاچی قلیہ جوید: اَضَاعَ
العُمرَ فی طَلَبِ المُحَالِ : این نیست کہ فاروقِ اعظم رض
را در شرع واسطہ نگرفتہ باشند وبغیر توسطِ او
در ادلۂ شرعیہ خوض کنند لیکن توسطے کہ مجتہدِ
منتسب رامی باشد با مجتہدِ مستقل نہ توسطے کہ
مقلدِ صرف را باشد با مجتہدِ متبوعِ خویش این
را قرائن بسیار ہست کہ منصف نزدیک ملاحظۂ
آن بتصدیق این معنے مضطر شود یکی ازان
قرائن آنکہ چنانکہ مجتہدانِ شافعیہ مثلاً بایک
دیگر اختلافہا دارند الّا در حلِّ مسائل تابع شیخ
خود اند وبہمین اعتبار ہمہ ایشانان را اصحاب
شافعی گفتہ میشود ہمچنین مجتہدین در رؤسِ مسائلِ
فقہ تابع مذہب فاروقِ اعظم رض اند واین قریب ہزار
مسئلہ باشد تخمیناً وبہمین سبب نامِ ایشان مجتہدِ اصحابِ
حدیث مقرر شد نہ ظاہریہ ونہ باطنیہ ونہ اصحابِ
رائے باز سبب اختلافِ ایشان در مسائلِ جزئیہ
یا آنست کہ حضرتِ فاروق رض خبر واحد باشد کہ
بیکے رسید وبہ دیگرے نہ رسید یا آنکہ رُواتِ
فاروقِ اعظم رض مختلف شدند یکی تصحیح روایتے
کرد ودیگرے تصحیح روایتے

اور بہت سے مسائل میں (مجتہدِ مستقل کے قول سے) تخریج پر عمل
کیا۔ لیکن اس حقیقت کو سمجھنا بہت دقیق ہے۔ وہ جماعت جن
کا سرمایۂ علم شرح وقایہ اور ہدایہ ہوگا اس سرِّ دقیق کا ادراک
کہاں کر سکے گی ○ کسے در صحنِ کاچی الخ (ترجمہ) اگر کوئی کاچھی
کے پیالے میں قلیہ تلاش کرے گا۔ تو اپنی عمر محال چیز کی طلب
میں ضائع کرے گا“ یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ فاروقِ اعظم رض کو
شرع میں واسطہ نہ بنائیں اور بغیر اُن کے توسّط کے ادلۂ شرعیہ
میں غور وخوض کریں لیکن وہ توسط ایسا ہوگا جیساکہ مجتہدِ منتسب
کو مجتہدِ مستقل کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ وہ توسّط جو کہ مقلدِ محض کو
ہوتا ہے اس مجتہد کے ساتھ جس کا وہ اتباع کرتا ہے۔ اس کے
لئے بہت سے قرائن ہیں کہ ایک منصف مزاج ان کے ملاحظہ کے
بعد اس حقیقت کی تصدیق پر مجبور ہو جاتے گا۔ اُن قرائن میں
سے ایک یہ ہے کہ جیساکہ مثلاً مجتہدینِ شافعیہ ایک دوسرے کے
ساتھ بہت سے اختلافات رکھتے ہیں مگر حلِ مسائل میں تابع اپنے شیخ
ہی کے ہوتے ہیں اور اسی اعتبار سے اُن سب کو اصحاب شافعی
کہا جاتا ہے، اسی طرح مجتہدینِ اہم مسائلِ فقہ میں فاروقِ اعظم رض
کے مذہب کے تابع ہیں اور یہ تخمیناً ایک ہزار کے قریب مسائل ہیں
اور اسی سبب سے اُن کا نام مجتہد اصحابِ حدیث ہوا، نہ ظاہریہ ہوا
نہ باطنیہ“ اور نہ اصحاب رائے۔ پھر مسائلِ جزئیہ میں ان کے اختلاف
کا سبب یا تو یہ ہوا ہے کہ حضرت فاروق رض کی اثر خبر واحد
ہوئی کہ ایک کو پہنچی اور دوسرے کو نہ پہنچی اُور یا یہ ہوا کہ
فاروقِ اعظم رض سے روایت کرنے والے باہم مختلف ہوتے ایک
نے ایک روایت کی تصحیح کی اور دوسرے نے دوسری روایت کی

○ ہندوستان میں ... ہندو سبزی فروشوں یعنی ہندو کنجڑوں کی ایک قوم ہے جس کو کاچھی کہتے ہیں یہ گوشت خور نہیں ہوتے۔ اسی لفظ میں سے ہائے مخلوط نکال کر کاچی کہا گیا ۱۲ اشتیاق احمد

دیگر یا آنکہ کلام فاروقِ اعظم رضؓ محتمل وجہین باشد پیش یکی محملے دارد و پیش دیگرے محملے دیگر یا آنکہ در نظر یک مجتہد قولِ حضرت فاروق رضؓ معارض شد بحدیثے صحیح یا بقیاسِ جلی پس ترک آن کرد و ہمین است صنیعِ مجتہد منتسب و مجتہد دیگر قادر شد بر دفعِ معارضہ و تطبیق بین الدلائل پس ترک نہ کرد و این وجوہ در نصوصِ مجتہدین تصریحًا مذکورست چنانکہ بعض ازان مذکور خواہیم کرد یا آنکہ مسئلہ منصوص حضرت فاروق رضؓ نیست ہر یکے برأی سلوک نمود یا آنکہ در تخریج از قولِ فاروقِ اعظم رضؓ مختلف شدند قرینہ دیگر آنکہ اگر صنیعِ ایشان ملاحظہ کردہ شود بسیارے از مسائل ہست کہ حدیثِ مرفوع صریح بروایتِ جماعہ عن جماعۃ موافق مذاہب حضرتِ فاروق رضؓ در مدعا یافتہ شود و ہذا اکثر من ان یحصٰی و بسیارے از مسائل ہست کہ حدیث صریح یافتہ نشود بلکہ ایمائے از کتاب و سنت موافق حضرتِ فاروق رضؓ یافتہ شود یا خبرِ واحد بغیر آنکہ بروایتِ جماعہ عن جماعہ باشد یافتہ شود ہمہ مجتہدین درین صورت نیز اتباعِ فاروقِ اعظم رضؓ میکنند و بسیارے از مسائل ہست کہ احادیث مختلف می شود و حضرت فاروق رضؓ تطبیقے مقرر کردہ البتہ تابع ہمان تطبیق مے شوند چنانکہ در مسئلہ فسخ حج

تصحیح کی۔ یا یہ کہ فاروقِ اعظم رضؓ کا کلام ہی دو وجہوں کا محتمل ہوا۔ ایک کے نزدیک اُس کا محمل ایک ہے اور دوسرے کے نزدیک اس کا محمل دوسرا ہے۔ یا یہ کہ ایک مجتہد کی نظر میں حضرت فاروق رضؓ کا قول کسی حدیث صحیح یا قیاس جلی کے معارض ہوا تو اُس نے اس قول کو ترک کر دیا اور مجتہدِ منتسب کا طریقِ کار یہی ہے۔ اور دوسرا مجتہد تعارض کے اُٹھا دینے اور دلائل کی تطبیق پر قادر ہوا تو اُس نے آپؓ کے قول کو ترک نہ کیا اور یہ (بیان کردہ) وجوہ مجتہدین کی نصوص میں تصریحًا مذکور ہیں چنانچہ ان میں سے بعض کو ہم ذکر کریں گے۔ یا یہ کہ مسئلہ حضرت فاروق رضؓ کی طرف سے منصوص نہیں ہے تو ہر ایک (اس کا مفہوم قرار دینے میں) اپنی رائے پر چل پڑا یا یہ کہ فاروقِ اعظم رضؓ کے قول سے تخریج میں ایک دوسرے سے مختلف ہو گئے۔ دوسرا قرینہ یہ ہے کہ اگر ان کے طریقِ کار کو ملاحظہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہمارے مدّعا کے مطابق مسائل میں سے ایسے بہت ہیں کہ جن کے بارے میں حدیث مرفوع صریح جن کو ایک جماعت دوسری جماعت سے روایت کرتی ہے، موافق مذہب حضرتِ فاروق رضؓ پائی جاتی ہے اور یہ اتنی زیادہ ہیں کہ ان کا احصاء مشکل ہے۔ اور بہت سے ایسے مسائل ہیں کہ (ان کے بارے میں) حدیث صریح نہیں پائی جاتی بلکہ کتاب و سنّت کے اشارات حضرت فاروق رضؓ کے موافق پائے جاتے ہیں یا خبر واحد پائی جاتی ہے بغیر اس کے کہ اس کو ایک جماعت نے جماعت سے روایت کیا ہو، تمام مجتہدین اس صورت میں بھی فاروق اعظم رضؓ کا اتباع کرتے ہیں۔ اور بہت سے ایسے مسائل ہیں کہ احادیث سے ان کا حکم ایک دوسری سے مختلف نکلتا ہے اور حضرت فاروق رضؓ نے ایک تطبیق کی صورت نکال دی اور سب مجتہدین اسی تطبیق کے تابع ہو جاتے ہیں جیسا کہ عمرہ کے ساتھ فسخ

بعمرہ و مسئلہ غسلِ قدم و مسئلہ متعہ و مسئلہ
صرف و بسیارے از مسائل ہست کہ حدیثے دران
باب یافتہ نشد و مخالفتِ قولِ فاروق رض بانصِ
کتاب و نصِ حدیث و قیاسِ جلی نیز ظاہر نشد
و طریقِ قیاس و رائے دراینجا مسدود نیست دراینجا
البتہ تقلیدِ قولِ او میکنند و مجتمع مے شوند بران
چنانکہ شاعر بحدس ادراک مینماید کہ فلان قصیدہ
تتبع فلان قصیدہ است ہرچند صاحبِ قصیدہ
آن تصریح نکردہ باشد درین صورت حدس قوی
متتبع آثار را ہم می رسد کہ اگر ہمت خود را بر تقلیدِ
فاروقِ اعظم رض جمع نکردہ اند این معاملہ چرا مے
کنند قرینہ۔ سوم آنکہ اصلِ ثالث از اصولِ شریعت
اجماع است باز اجماعے کہ متخیلِ اہلِ زمانِ ما
است بمعنے اتفاقِ جمیع امتِ مرحومہ بحیث
لایشذ منہم فردٌ واحدٌ نصًّا من کلّ واحدٍ منہم خیالِ
محال است ہرگز واقع نشدہ مسئلہ نیست از انچہ
او را اجماعیات می نامند مگر فی الجملہ خلافے دران
نقل کردہ می شود اجماعِ کثیر الوقوع اتفاقِ اہلِ
حلّ و عقد است از مفتیانِ امصار این معنے
در مسائلِ مصرحہ فاروقِ اعظم رض یافتہ می شود کہ
اہلِ حلّ و عقد بران اتفاق کردہ اند و تلوِ آن
فتوے جمعے غفیر و سکوتِ باقین و تلوِ آن
اختلاف علےٰ قولین کہ در حکم اتفاق بر
نفی قولِ ثالث است و تلوِ آن
اتفاقِ اہلِ حرمین

حج کے مسئلہ میں اور پاؤں کے دھونے کا مسئلہ اور متعہ کا مسئلہ
اور بیع صرف کا اور بہت سے ایسے مسائل ہیں کہ اس باب میں
کوئی حدیث نہیں پائی گئی مگر نص کتاب اور نصِ حدیث اور قیاس
جلی کے ساتھ قولِ فاروق رض کی کوئی مخالفت بھی ظاہر نہیں ہوتی
اور وہاں قیاس و رائے کی راہ مسدود نہیں ہوتی البتہ اُن کے
قول کی تقلید کرتے اور اس پر مجتمع ہو جاتے ہیں جیسا کہ ایک شاعر
فراست سے یہ ادراک کر لیتا ہے کہ فلاں قصیدے میں فلاں قصیدے
کا تتبع کیا گیا ہے اگرچہ صاحب قصیدہ نے اس بات کی تصریح نہ
کی ہو اس صورت میں ایک فراستِ قویہ آثار کے تتبع کرنے
والے کو حاصل ہو جاتی ہے کہ اگر ان حضرات مجتہدین نے اپنی
ہمت کو تقلید فاروق رض پر پورے طور پر نہیں لگا دیا ہے تو یہ معاملہ
کیسے کر رہے ہیں۔ تیسرا قرینہ یہ ہے کہ اصولِ شریعت میں کی
تیسری اصل اجماع ہے۔ پھر ایسا اجماع جو کہ ہمارے زمانہ والوں
کے تخیل میں ہے تمام اُمتِ مرحومہ کے ایسے اتفاق کے معنے
میں کہ ایک فرد واحد بھی اُس سے جدا نہ ہو اور اُمت کے ہر ایک
شخص کی طرف سے اُس پر نص ہو جائے خیال محال ہے ایسا
کبھی واقع نہیں ہوا۔ جن کو اجماعیات کہتے ہیں ان میں کوئی
مسئلہ نہیں مگر اس میں فی الجملہ ایک اختلاف نقل کیا جاتا ہے۔
اجماع کثیر الوقوع حضراتِ حل و عقد کا اجماع ہے جو شہروں
کے مفتی ہیں۔ یہ معنے فاروقِ اعظم رض کے تصریح کئے ہوئے ان
مسائل میں پائے جاتے ہیں کہ صاحبانِ حل و عقد نے ان پر
اتفاق کیا ہے۔ اور اس سے ملحق ہے ایک بڑی جماعت کا فتوے
اور باقی لوگوں کا سکوت اور اس سے ملحق ہے دو قولوں پر اختلاف
(کہ فلاں مسئلہ کا یہ حکم ہے یا یہ ہے) جو کہ نفی قولِ ثالث پر
اتفاق کے حکم میں ہے۔ اور اسی سے ملحق ہے اتفاق اہلِ حرمین

و خلفاء کہ بحکم حدیث ان الدین لیأرز (یجتمع ۱۲) الی
الحجاز کما تأرز الحیۃ الی جحرہا (سوراخ ۱۲) و حدیث علیکم
بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی
عضوا (بگیرید ۱۲) علیہا بالنواجذ (بدندان ۱۲) متبع است این اجماعیات
کہ واقع شدہ اند بدون اہتمام حضرت فاروق رض
و نص فتوائے وی صورت نہ بستہ چنانکہ در مسئلہ
غسل باکسال (بدرون ذکر پیش از انزال ۱۲) و چہار تکبیر در جنازہ نقل کردہ اند
فقیر را عفی عنہ سالہا بخاطر میگذشت کہ مذہب حضرت
عمر را رضی اللہ عنہ مدون سازد و تعجب میکرد
از علماء سلف کہ چرا باین امر عظیم اہتمام نہ
نمودہ اند حالانکہ فوائد عظیمہ در حق خواص مسلمین
و عوام ایشان در تدوین مذہب وے رضی
اللہ عنہ مرجو است اما خواص مسلمین یا فقہاء
اند یا محدثین اتفاق سلف و توارث ایشان
اصل عظیم است در فقہ و اصل دران باب
نصوص فاروق رض و مناظرات اوست مجلدے
ضخیمے (سطبر ۱۲) مستوعب اکثر ابواب فقہ ازان مے
توان جمع کرد و عمدہ در فن حدیث معرفت
طرق متعاضدہ (متوافقہ ۱۲) حدیث است اگر احادیث
کہ بظاہر موقوفہ فاروق اعظم رض است
بمعنے مرفوع است و سننے درستی
ازین باب مے توان پرداخت و از
شواہد احادیث و متابعات شئ کثیر
مے توان ازان بر آورد اما فائدہ آن
در حق عوام مسلمین

اور خلفاء رض کا جو بحکم حدیث ان الدین الخ یعنی دین سمٹ آئے گا
حجاز میں جس طرح کہ سانپ اپنے سوراخ میں سمٹ آتا ہے۔" اور
بحکم حدیث کہ تم پر لازم ہے میرا طریقہ اور میرے بعد کے خلفاء راشدین
کا طریقہ اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا" قابل اتباع ہے۔ یہ
اجماعیات جو واقع ہوئے ہیں حضرت فاروق رض کے اہتمام اور
نص فتوی کے بغیر نہیں ظہور پذیر ہوتے جیسا کہ اکسال پر (یعنی
انزال سے پہلے ذکر کو باہر نکال لینے پر) غسل اور جنازے کی
نماز میں چار تکبیر نقل کی ہیں۔ فقیر عفی عنہ کے دل میں برسوں سے
یہ خیال آتا رہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذہب کو مدوّن
کرے اور تعجب کرتا رہا ہے علماء سلف پر کہ انھوں نے اس امر
عظیم کا اہتمام کیوں نہیں کیا حالانکہ خواص و عوام سب اہل
اسلام کے لئے آپ رض کے مذہب کی تدوین میں فوائد عظیمہ کی امید
ہے۔ خواص مسلمین پر غور کیجئے تو وہ فقہاء ہیں یا محدثین۔
سلف کا اتفاق اور ان کا توارث (یعنی ایک شخص نے کسی
امر کو اپنے اکابر سے سنا یا دیکھا اور انھوں نے اپنے اکابر
سے) فقہ میں اصل عظیم ہے اور اس باب میں اصل ہیں حضرت
فاروق رض کی نصوص اور ان کے مناظرات، ان سے ایک ضخیم کتاب
جو اکثر ابواب فقہ پر مشتمل ہو مرتب کی جا سکتی ہے۔ اور (یہ
فائدہ تو فقہاء سے متعلق ہے، محدثین کو یہ فائدہ حاصل ہوتا کہ)
فن حدیث میں خاص چیز ہے ایسے طرق (یعنی روایات) حدیث کی
معرفت جو ایک دوسرے کی مؤید ہوں۔ اگر ایسی احادیث جو
بظاہر فاروق اعظم رض کی موقوفہ ہیں اور بمعنے مرفوع ہیں جمع
کی جاتیں تو اس باب میں ایک کامل سنن مرتب ہو سکتی تھی
اور احادیث اور متابعات کے شواہد سے اس سے بہت سی چیزیں
نکالی جا سکتی تھیں۔ اب اس فائدہ کو لیجئے جو عوام مسلمین کو پہنچا

آنست کہ مذاہبِ مجتہدین راشعبِ یک شریعت دانند ہر مذہبی را دینے علیحدہ و ملتے جداگانہ خیال نکنند و اختلاف امت مشوشِ یقین ایشان بأحکام ملت نشود ظاہر دین و سوادِ اعظم را از روایاتِ شاذّہ جدا التصور نمایند و حجتِ شرع بر خود قائم شناسند و بر مرتبۂ فاروقِ اعظم رض در نشرِ دینِ متین و تبلیغ شریعتِ غرّا چنانکہ ہست مطلع شوند و اعطائے کُلّ ذی حقٍ حقہٗ بعمل آرند باز تا این وقت این داعیہ بوجود نیامد چون سخن تا اینجا رسید آن داعیہ باز گُل کرد و تجنّسِ خاطر ازان داعیہ وجہے نداشت ہذا مع قلّۃِ الاسباب و تشتّتِ البال واللّٰہ ہو الموفق والمعین ؛

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علےٰ نبیّہ الذی لا نبیَّ بعدہٗ اما بعد فیقول العبد الضعیف الراجی رحمۃ اللّٰہ الکریم ولی اللّٰہ بن عبدالرحیم تغمّدہ اللّٰہ تعالیٰ برحمتہ ہذا ما وفّقنی اللّٰہ عزّ وجلّ لہ من تدوینِ مذہب الخلیفۃ الاوّاب الناطق بالصدق والصواب امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ و ارضاہ والمذاہبُ الاربعۃ منہ بمنزلۃِ الشروح من المتونِ والمجتہدونَ من صاحبہ بمنزلۃ المجتہدین المنتسبین من المجتہد المستقل واللّٰہ ہو الموفق والمعین ؛

وہ یہ ہے کہ وہ یہ بات جان لیتے کہ مجتہدین کے مذاہب ایک ہی شریعت کے شعبے ہیں اور وہ ہر مذہب کو علیحدہ دین اور جداگانہ ملت نہ خیال کرتے اور اختلافِ اُمّت احکامِ مِلّت کے بارے میں ان کے یقین کو تشویش میں نہ ڈالتا۔ وہ ظاہرِ دین اور سوادِ اعظم کو روایاتِ شاذّہ سے جدا تصور کرتے اور شریعت کی حجت اپنے اوپر قائم سمجھتے رہتے اور شریعتِ غرّا کی اشاعت اور دینِ متین کی تبلیغ کے بارے میں فاروقِ اعظم رض کے اس مرتبہ ومقام کو سمجھ لیتے جو اُن کا حقیقۃً ہے اور وہ ہر ذی حق کو اُس کا حق دیئے جانے کے اصول کو عمل میں لاتے۔ پھر اس وقت یہ داعیہ وجود میں نہیں آیا۔ جب بات یہاں تک پہنچی تو وہ داعیہ پھر اُبھر آیا اور قلب کے رُک جانے کی اس داعیہ سے کوئی وجہ نہیں ہے۔ اب ہم اس کو شروع کرتے ہیں باوجود قلّتِ اسباب اور پریشان خیالی کے اور اللہ ہی توفیق دینے والا اور مدد کرنے والا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہر تعریف کا مستحق اللہ ہے اپنی وحدانیت کے ساتھ اور درود وسلام اللہ کے اُس نبی پر جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ امابعد کہتا ہے عبد ضعیف اللہ کریم کی رحمت کا امیدوار ولی اللہ ابنِ عبدالرحیم اللہ تعالیٰ اُن کو غریقِ رحمت کرے، یہ وہ بیان ہے جس کی اللہ عزّ وجلّ نے مجھ کو توفیق عطا فرمائی جو کہ خلیفہ اوّاب ناطق بالصّدق والصّواب امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ کے مذہب کی تدوین کے بارے میں ہے اور چاروں مذہب (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) اُس کے مقابلہ پر متون کی شروح کے مرتبہ میں ہیں اور جملہ مجتہدین آپ کے سامنے بمنزلہ مجتہدین منتسبین کے ہیں بمقابلہ مجتہدِ مستقل کے۔ اور اللہ ہی توفیق دینے والا اور مدد کرنے والا ہے۔

ادلۃ الشرع اربعۃ آخرج الدارمی عن شریح ان عمر بن الخطاب کتب الیہ ان جاءک شیء فی کتاب اللہ فاقض بہ و لا یلفتک عنہ الرجال فان جاءک مالیس فی کتاب اللہ فانظر سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقض بہا فان جاءک مالیس فی کتاب اللہ و لم یکن فیہ سنۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانظر ما اجتمع علیہ الناس فخذ بہ فان جاءک مالیس فی کتاب اللہ ولم یکن فیہ سنۃ رسول اللہ ولم یتکلم فیہ احد قبلک فاختر ای الامرین شئت ان شئت ان تجتہد برأیک ثم تقدم فتقدم وان شئت ان تتأخر فتأخر ولا اری التأخر الا خیرا لک **تخصیص عام الکتاب** بالسنۃ و تفسیر مجمل الکتاب بالسنۃ آخرج الدارمی عن عمر بن الاشجع ان عمر بن الخطاب قال انہ سیأتی ناس یجادلونکم بشبہات القرآن فخذوہم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ **لا یؤخذ الحدیث الا عن ثقۃ** آخرج مسلم عن ابی عثمان النہدی قال عمر ابن الخطاب یحسب المرء من الکذب

شریعت کی چار دلیلیں ہیں دارمی نے روایت کیا شریح سے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو لکھا کہ اگر تمہارے سامنے کوئی چیز کتاب اللہ میں سے آجائے تو اس کے ساتھ فیصلہ کر دو اور لوگوں کے کہنے سے اس سے ہرگز روگرداں نہ ہونا اور اگر تمہارے پاس کوئی ایسا قضیہ آجائے جس کا حکم کتاب اللہ میں نہ ہو تو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر کرو اور اس کے مطابق فیصلہ کر دو۔ پھر اگر تمہارے پاس کوئی ایسا قضیہ آجائے جس کا حکم کتاب اللہ میں نہ ہو اور نہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت (یعنی آپ کا کوئی قول یا فعل) موجود ہو تو اس چیز کو دیکھو جس پر لوگوں کا اجماع ہو گیا ہو تو اس کو اختیار کر لو۔ پھر اگر تمہارے پاس کوئی ایسا قضیہ آجائے کہ نہ اس کا حکم کتاب اللہ میں ہے اور نہ سنت رسول اللہ میں ہے اور نہ تم سے پہلے اس پر کسی نے کلام کیا ہے (یعنی تمہارے اہل مشورہ میں سے) تو دونوں امر میں سے جو چاہو اختیار کر لو یعنی یہ کہ تم اپنی رائے سے اجتہاد کرو اور (اس کو بیان کرنے میں) پہل کرو تو پہل کر لو اور اگر تم چاہو کہ مؤخر رہو (کہ پہلے دوسرے لوگ اپنا مشورہ بیان کریں) تو مؤخر رہو اور میں مؤخر رہنے ہی کو تمہارے لئے بہتر خیال کرتا ہوں۔ **کتاب اللہ کے عام کی تخصیص** سنت کے ساتھ اور کتاب اللہ کے مجمل کی تفسیر سنت کے ساتھ۔ دارمی نے روایت کیا عمر بن الاشجع سے کہ عمر بن الخطاب نے فرمایا کہ عنقریب تمہارے پاس کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو تم سے جھگڑیں گے متشابہات قرآن کے ذریعہ سے تو تم انکی گرفت کرنا سنن کے ساتھ کیونکہ اصحاب سنن زیادہ جانتے ہیں کتاب اللہ کو۔ **حدیث نہ لیجائے مگر ثقہ سے** مسلم نے روایت کیا ابو عثمان نہدی سے کہ عمر بن الخطاب نے فرمایا کہ کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے

ان يحدث بكل ما سمع واخرج البيهقي
عن ابن عمر قال كان عمر يأمرنا ان لا
نأخذ الا عن ثقة اجازة خبر الواحد
الصدوق وان كان خلاف القياس
ذكر الشافعي عن عمر قصصا منها
ان رأيه كان ان يحكم في الاصابع
بديات مختلفة لاختلافها في المنافع
والجمال فلم يتبع رأيه حين وجد في كتاب
عمرو بن حزم ان رسول الله صلى الله
عليه وسلم قال وفي كل اصبع مما
هنالك عشر من الابل ومنها ان رأيه
كان ان الدية للعاقلة ولا ترث المرأة
من دية زوجها شيئا فلم يتبع رأيه
حين اخبره الضحاك بن سفيان ان رسول
الله صلى الله عليه وسلم كتب اليه ان
يورث امرأة اشيم الضبابي من ديته
ومنها حديث عمر في الجنين وقبوله خبر جميل
ابن مالك بن النابغة وقوله لولم نسمع
هذا لقضينا بغير هذا واخذ بخبر عبد الرحمن
ابن عوف في الرجوع من ارض الوباء ثم
اورد الشافعي في المسئلة اشكالا وقال لم لم
يكتف عمر بن الخطاب على خبر الواحد في
غير ما مسئلة حتى طلب رجلا

یہ بات کافی ہے کہ وہ ہر ایسی بات جو کسی سے سنے اُس کو نقل کرے اور بیہقی نے روایت کیا ابن عمرؓ سے کہ اُنھوں نے کہا کہ ہم کو عمرؓ یہ حکم دیا کرتے تھے کہ ہم اخذ نہ کریں (کوئی حدیث) مگر ثقہ سے۔ **واحد صدوق کی خبر کو جائز رکھنا** اگرچہ خلاف قیاس ہو۔ شافعیؒ نے عمرؓ کے چند قصے بیان کئے۔ اُن میں سے ایک یہ ہے کہ ان کی رائے یہ تھی کہ انگلیوں کے بارے میں مختلف دیتوں کا حکم کریں کیونکہ وہ منافع اور جمال میں اختلاف رکھتی ہیں تو اُنھوں نے اپنی رائے کا اتباع نہ کیا جب عمرو بن حزمؒ کی تحریر میں اُنھوں نے یہ پایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک انگلی میں جو ضائع کی جاتے گی دس اونٹ ہیں۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ ان کی رائے یہ تھی کہ دیتؑ مقتول کے دادھیالی رشتہ داروں کے لئے ہے اور بیوی کو اپنے شوہر کی دیت میں سے کچھ وراثت نہ ملے گی تو اُنھوں نے اپنی رائے کا اتباع نہیں کیا جب کہ ان کو ضحاکؓ بن سفیان نے خبر دی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو لکھا کہ اشیم الضبابی کی بیوی کو اُس کی دیت میں وارث قرار دیں۔ اور ان میں سے ہے حدیث عمرؓ کی جنین کے بارے میں اور اُن کا قبول کرنا جمیل بن مالک بن النابغہ کی خبر کو اور یہ فرمانا کہ اگر ہم یہ نہ سنتے تو ہم اس کے خلاف فیصلہ کر دیتے۔ اور آپ نے قبول کر لیا عبد الرحمٰن بن عوفؓ کی خبر کو ارض وبا سے لوٹنے کے بارے میں۔ پھر شافعیؒ نے مسئلہ میں اشکال وارد کیا کہ کیوں نہیں اکتفا کیا عمرؓ بن الخطاب نے خبر واحد پر اس کے علاوہ چند مسئلوں میں یہاں تک کہ ایک اور شخص کو طلب کیا

ع یہ قیاس حضرت عمرؓ کا اس ضابطہ کی بنا پر تھا کہ الدیۃ علی العاقلۃ کہ دیۃ قاتل کے دادھیالی رشتہ داروں کے ذمہ ہے۔ جب ان سے دیت وصول کیجاتی ہے تو دیت میں وراثت کا حق بھی دادھیالی رشتہ داروں ہی کا ہونا چاہیئے ۔

وأجاب بانہ فی بعض المواضع طلب مخبرًا
آخر لانہ لم یامن غلط الراوی وقلۃ ضبطہ
وفی بعض المواضع طلب استظہارًا
وان کان خبر الواحد موجبًا للحکم فخبر
الاثنین اشفی للخاطر واقمع للشبہۃ
کما صرح ہو بنفسہ فی قصۃ ابی موسے

الاجماع اخرج الشافعیؒ عن عمرؓ خطبتہ
بالجابیۃ وفیہا عن النبی صلی اللہ علیہ
وسلم من سرہ بحبحۃ الجنۃ فلیلزم
الجماعۃ واحتج بہذا علی القول بالاجماع

شرط القیاس اخرج الدارقطنی فی جملۃ
کتب عمر الی ابی موسے الاشعری فی
ادب القضاء الفہم الفہم فیما یختلج
فی صدرک مما لم یبلغک فی الکتاب
والسنۃ واعرف الامثال والاشباہ
ثم قس الامور عند ذلک فاعمد الی
احبہا الی اللہ عز وجل واشبہہا
بالحق فیما ترے قولہ مما لم یبلغک
اشارۃ الی شرط محل القیاس قولہ
اعرف الامثال والاشباہ بیان
المقیس علیہ قولہ احبہا الی اللہ و
اشبہہا بالحق بیان العلۃ وکونہا
مؤثرۃ بشہادۃ الشرع

کراہیۃ السؤال فیما لم ینزل
اخرج الدارمی

اور انھوں نے پھر اس کا جواب دیا کہ انھوں نے بعض مواضع میں دوسرا خبر دینے والا اس لئے طلب کیا کہ راوی پر غلطی اور قلتِ ضبط کی وجہ سے مطمئن نہیں ہوئے اور بعض مواضع میں دوسرے شخص کو طلب کیا مزید توثیق کے لئے اگرچہ خبر واحد موجب حکم تھی تو دو کی خبر دل کو زیادہ تشفی دے گی اور شبہ کو اکھاڑ دے گی جیسا کہ انھوں نے خود اس کی تصریح کی ہے ابو موسےؓ کے قصہ میں۔ **اجماع** روایت کیا شافعیؒ نے عمرؓ سے ان کا خطبہ جو انھوں نے جابیہ میں دیا تھا اور اس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کیا کہ جس شخص کو اس بات سے خوشی ہو کہ وہ وسطِ جنت میں داخل ہو اُس کو چاہیئے کہ جماعت کو لازم کر لے اور اس سے انھوں نے احتجاج کیا ہے قول بالاجماع پر۔ **شرط قیاس** اخذ کیا دارقطنی نے ایک جملہ سے کہ لکھا تھا عمرؓ نے ابو موسے اشعریؓ کو ادبِ قضاء کے بارے میں اَلفہم یعنی فہم سے کام لے اس چیز کے بارے میں جو تیرے سینہ میں کھٹکے ایسے امر کے بارے میں جسکے متعلق کتاب و سنّت میں سے کوئی بات تیرے پاس نہیں پہنچی اور جو چیزیں اُس کی مثل اور اس کی شبیہ ہیں اُن کو پہچان پھر اس پر امور کو قیاس کر لے اور اس صورت کو اختیار کر لے جو تیری رائے میں اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ اور حق سے زیادہ مشابہ ہو۔ ان کا یہ کہنا کہ مما لم یبلغک (ان چیزوں میں سے جو تیرے پاس نہیں پہنچیں) اشارہ ہے محلّ قیاس کی شرط کی طرف۔ یہ قول کہ امثال اور اشباہ کو پہچان بیان ہے مقیس علیہ کا۔ اور یہ قول کہ جو صورت اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ اور حق کے ساتھ زیادہ مشابہ ہو بیان ہے علت کا اور اس کے مؤثر ہونے کا شریعت کی شہادت کے ساتھ۔ **ایسے سوال کی کراہیت جو ایسی بلا کے بارے میں ہو جو ابھی نازل نہیں ہوئی** دارمی نے روایت کیا

عن ابن عمر انہ سُئِل عن شیٔ فقال لاتسألُ عما لم یکُن فانی سمعتُ عمر بن الخطاب یلعن من سأل عما لم یکن واخرج الدارمی عن طاؤس قال عمر علی المنبر اُحرِجُ باللہ علی رجل سأل عما لم یکن فان اللہ قد بیّن ما ہو کائن قولہ بیّن ما ہو کائن یعنی یتکفل ان یلہم الصواب فی النازلۃ و ہذا مرفوع فی الحقیقۃ اخرج الدارمی عن وہب بن عمرو الجمحی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لاتعجلوا بالبلیۃ قبل نزولہا فانکم ان لاتعجلوہا قبل نزولہا لا ینفکُ المسلمون وفیہم اِذا ہی نزلتْ من اذا قال وُفِّق و سُدِّدَ و انکم ان تعجلوہا تختلفُ بکم الاہوآء فتأخذوا ہٰکذا و ہٰکذا و اشار بین یدیہ و عن یمینہ و عن شمالہ یفہم من الحدیث المرفوع

ابن عمرؓ سے کہ ان سے کوئی بات پوچھی گئی تو اُنھوں نے کہا کہ اُس مصیبت کے بارے میں سوال نہ کرو جو واقع نہیں ہوئی۔ کیونکہ میں نے عمرؓ بن الخطاب سے سُنا کہ وہ لعنت کررہے تھے اُس شخص پر جو اُس بَلا کے بارے میں سوال کرے جو ابھی واقع نہیں ہوئی۔ اور روایت کیا دارمی نے طاؤس سے کہ عمرؓ نے منبر پر فرمایا کہ میں اللہ کے واسطے سے اُس شخص کو روکتا ہوں جو ایسی بلا کے بارے میں سوال کرے جو نہیں واقع ہوئی کیونکہ اللہ نے جو ہونے والی باتیں ہیں اُن کو بیان کردیا۔ یہ ارشاد کہ جو ہونے والی باتیں ہیں ان کو بیان کردیا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ متکفل ہوا ہے اس بات کا کہ بھلائی کا الہام کردے وجود میں آنے والی چیز کے متعلق۔ اور درحقیقت یہ حدیث مرفوع ہے۔ روایت کیا دارمی نے وہب بن عمرو الجمحی سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بَلا کی جلدی[ع۱] نہ کرو اُس کے نازل ہونے سے پہلے کیونکہ تم اگر (سوالات میں) جلدی نہ کروگے اس کے نزول سے پہلے (تو یہ بہتر ہے اور تمھیں اس کی ضرورت بھی نہیں) مسلمان ہمیشہ اس حال میں رہیں گے کہ ان میں کوئی ایسا شخص موجود ہوگا کہ جب وہ دُعا کرے گا تو بَلا سے نکلنے کی توفیق دیدی جاتی ہے گی اور سب کام بن جائیں گے[ع۲] اور اگر تم نے اس میں عجلت کی (اور تمھیں بتادیا گیا کہ فلاں تاریخ میں یہ مصیبت واقع ہوگی) تو تم میں اختلافات ہو جائیں گے اور (تم گھبرا کر) مختلف راہیں اختیار کروگے ایسے اور ایسے اور آپؐ نے اپنے سامنے اور دائیں بائیں اشارہ کیا۔ اس حدیثِ مرفوع سے

[ع۱] یعنی فلاں عام مصیبت جسکے آنے کی آپؐ نے خبر دی ہے کتنے سال کے بعد آئیگی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر بہت سے آنے والے حوادث سے مطلع فرمادیا تھا: اب لوگوں نے آپؐ سے ان کا خاص وقت پوچھنا شروع کردیا کہ فلاں مصیبت کب آئے گی اور فلاں مصیبت کب ۱۲ مترجم

[ع۲] یہ اشارہ ہے ان اولیاء کی طرف جن سے تکوینی کام متعلق ہوتے ہیں قطب وابدال واوتاد وغیرہ ۱۲ مترجم

معنے قولہ بیّن ما لم یکن کما ذکرنا و یحتمل معنے
آخر و ہو ان الکتاب والسنۃ اشتملا علے
جمیع الاحکام اجمالاً اشار الشافعیؒ الی ہذا
فی بعض کلامہ اخرج الدارمی عن
ابن محیریز ما نصنع بالمسائل انہ لا یذہب
العلم ما قُرِیَ القرآن **کراہیۃ الجدال**
فی العلم اخرج الدارمی عن مجاہد
قال عمر ایاک والمکایلۃ یعنے فی الکلام
و یحتمل وجہاً آخر و ہو ذم القیاس اذا
لم یکن جامعاً لشروطہ **کتاب الصلوٰۃ**

الطہارۃ شرط الصلوٰۃ ابو بکر عن المستورد
قال عمر لا تقبل صلوٰۃ بغیر طہور ہو
مرفوع من طرق شتّٰی **صفۃ الوضوء**
ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم عن الاسود بن
یزید عن عمر بن الخطاب انہ توضأ فغسل
یدیہ مثنیٰ و استنشق مثنیٰ و غسل وجہہ
مثنیٰ و غسل ذراعیہ مثنیٰ و مسح
رأسہ مثنیٰ مقبلاً و مدبراً و غسل رجلیہ
مثنیٰ ابو بکر عن الاسود بن یزید
ان عمر بن الخطاب توضأ فادخل
اصبعیہ فی باطن اذنیہ

ان کے متعلق قول بیّن ما لم یکن کے معنے سمجھ میں آجاتے ہیں جیسا
کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اور ایک دوسرے معنے کا احتمال بھی ہے
اور وہ یہ ہے کہ کتاب اور سنّت تمام احکام پر مشتمل ہیں اجمالاً
(تو ہر مصیبت کا حل اسی میں سے نکل آئے گا) امام شافعیؒ
نے اپنے بعض کلام میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔ اور دارمی
نے روایت کیا ابن محیریز سے کہ ہم کیا سوالات کریں حقیقت یہ
ہے کہ علم نہیں جاتے گا جب تک قرآن پڑھا جاتے گا۔ **علم
میں لڑائی جھگڑے کی برائی** دارمی نے روایت کیا مجاہد
سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ مکایلہ ؎ سے بچو یعنی کلام میں اور ایک اور
صورت کا بھی احتمال ہے اور وہ ہے ایسے قیاس کی برائی جس
میں قیاس کی شرطیں نہ پائی جائیں۔ **کتاب الصلوٰۃ**۔
طہارت نماز کے لئے شرط ہے۔ ابو بکر مستورد سے روایت
کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ نماز قبول نہیں کی جاتی بغیر پاکیزگی
کے اور یہ کئی طرق سے مرفوع ہے۔ **صفتِ وضو** ابو حنیفہؒ
حمادؒ سے وہ ابراہیمؒ سے وہ اسودؒ بن یزید سے وہ عمرؓ بن الخطاب
سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے وضو (اس طرح) کیا کہ
اپنے ہاتھ دھوتے دو دو مرتبہ اور ناک میں پانی دیا دو مرتبہ
اور اپنا منہ دھویا دو مرتبہ اور اپنی باہیں دھوئیں دو مرتبہ
اور اپنے سر کا مسح کیا دو مرتبہ پیچھے سے آگے کو اور آگے سے پیچھے
کو اور اپنے دونوں پاؤں کو دھویا دو مرتبہ۔ ابو بکر اسود بن
یزیدؒ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے وضو کیا اور
داخل کیا اپنی دونوں انگلیوں کو دونوں کانوں کے اندر

؎ یعنی برابر کے جواب دینے سے منع کیا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی سخت بات کہے تو ویسا ہی سخت جواب نہ دو یا کسی نے برائی کی تو اس کے ساتھ ویسی ہی برائی نہ کرو اگرچہ گناہ نہ ہوگا مگر افضلیت کے خلاف ہے بعضوں نے کہا کہ مکایلہ سے یہ مراد ہے کہ مسائل شرعی میں قیاس اور عقلی ڈھکوسلے پر چلیں اس سے منع کیا گیا ہے اگلے جملے میں اسی کا بیان کرتے ہیں ۱۲ مترجم

وظاهرهما فمسحهما ابوبكر عن قرظة سمعت
عمر يقول الوضوء ثلث ثلث وثنتان
تجزيان (كفايت كى تكرار) ابوبكر عن الحسن عن
عمر في المضمضة والاستنشاق
وغسل اليدين والرجلين ثنتان
تجزيان وثلث افضل ابوبكر
عن المصعب بن سعد مر عمر على
قوم يتوضؤن فقال خللوا
ابوبكر عن زياد بن علاقة ان عمر
ابن الخطاب رأى رجلا غسل
ظاهر قدميه وترك باطنهما فقال لم
تركتهما للنار ابوبكر عن ابي قلابة
ان عمر رأى رجلا يصلي قد ترك
على ظهر قدميه مثل الظفر فامره ان
يعيد وضوءه وصلوته وعن عبدالله
ابن عمر مثله الا انه قال فامره
ان يغسل اللمعة ويعيد الصلوة
قلت اختلفوا في الولاء (یعنی پے درپے دھونا) لاجل
الروايتين والصحيح ان الاول مبهم
والثاني مفسر الشافعي عن عمر
عن النبي صلى الله عليه وسلم
الاعمال بالنيات الحديث احتج به
على ان النية فرض قال البويطي
قال الشافعي يدخل في حديث
الاعمال بالنيات ثلث العلم ما يوجب

اور ان کے ظاہر پر (اور) دونوں کا مسح کیا۔ ابوبکر روایت کرتے ہیں قرظہ
سے کہ میں نے سنا عمرؓ سے کہ فرماتے تھے کہ وضو تین تین مرتبہ
ہے اور دو مرتبے بھی کافی ہوجاتے ہیں۔ ابوبکرؒ حسنؒ سے وہ
عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ کلی کرنے اور ناک میں پانی دینے
اور دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کے دھونے میں دو مرتبے
کافی ہوجاتے ہیں اور تین افضل ہیں۔ ابوبکر مصعب بن سعد سے
روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ گزرے ایسے لوگوں پر جو وضو کررہے
تھے تو فرمایا کہ خلال کرو۔ ابوبکر زیاد بن علاقہ سے روایت کرتے
ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے ظاہر قدمین
کو دھویا اور باطن قدمین (یعنی تلووں) کو چھوڑ دیا تو فرمایا
کہ تو نے ان دونوں کو آگ کے لئے کیوں چھوڑ دیا۔ ابوبکرؒ
ابو قلابہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا جو
نماز پڑھ رہا تھا، اس نے اپنے قدموں کے اوپر ناخن کے برابر
جگہ (دھونے سے) چھوڑ دی تھی تو اس کو حکم دیا کہ اپنی وضو
اور نماز کو لوٹائے۔ اور عبداللہ بن عمرؓ سے بھی ایسی ہی روایت
ہے مگر یہ کہ انھوں نے کہا کہ عمرؓ نے اس کو حکم دیا کہ اس نشان
کو (سوکھی ہوئی جگہ کو جو دھبہ کی طرح ممتاز تھی) دھوئے
اور نماز کو لوٹاتے۔ میں کہتا ہوں کہ فقہاء میں اختلاف ہوا
پے درپے دھونے کے بارے میں ان دونوں روایتوں کی وجہ
سے اور صحیح یہ ہے کہ پہلی روایت مبہم ہے اور دوسری مفسر
ہے۔ امام شافعیؒ بروایت عمرؓ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے
روایت کرتے ہیں کہ اعمال نیات پر موقوف ہیں، آخر حدیث
تک۔ انھوں نے اس سے حجت قائم کی اس پر کہ نیت فرض ہے
بویطی نے کہا کہ امام شافعیؒ کا قول ہے کہ حدیث "الاعمال
بالنیات" میں ایک تہائی علم داخل ہے۔ وضو کو واجب

الوضوءَ مالک والشافعی وغیرہما عن زید
ابن اسلم ان عمر بن الخطاب قال اذا
نام احدکم مضطجعا فلیتوضأ العلۃ
عند الشافعی نوم من لم یتمکن مقعدتہ من
الارض وعند الحنفیۃ نوم مستند او
متکئ علی شیٔ بحیث لو اُزیل لسقط
ابو بکر عن جابر بن عبد اللہ قال اکلت
مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ومع ابی بکر وعمر وعثمان خبزا ولحما
فصلّوا ولم یتوضؤا اخرج الشافعی
من مذہب عمر وابن مسعود لا
یتیمم الجنب انہما یریان القبلۃ و
شبہہا من الملامسۃ الناقضۃ
للوضوء وروی حدیثا ان عمر صلی رکعۃ
ثم زلّت یدہ علی ذکرہ فاشار ان
امکثوا ثم خرج فتوضأ فاتم لہم مابقی
من الصلوٰۃ وفی المسئلتین نظر
طویل مالک والشافعی عن زید بن اسلم
عن ابیہ ان عمر قال انّی لاجدہ یتحدّر
منی یعنی المذی مثل الخرزۃ
فاذا وجد ذلک احدکم فلینضح
فرجہ ولیتوضأ وضوءہ للصلوٰۃ
ابو بکر عن طلق بن حبیب رأی
عمر بن الخطاب رجلا حکّ ابطہ
او مسّہ فقال لہ قم فاغسل یدیک

کرنے والی چیزیں مالکؒ اور شافعیؒ اور دوسرے حضرات روایت
کرتے ہیں زید بن اسلم سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جب کوئی
تم سے کوئی کروٹ پر لیٹ کر سو جائے تو چاہیئے کہ وضو کرے (وضو
ٹوٹنے کی) علت شافعیؒ کے نزدیک نیند ایسے شخص کی ہے جسکی
مقعد زمین پر قرار پکڑے ہوتے نہیں اور حنفیہ کے نزدیک نیند
ایسے شخص کی ہے جو سہارا لینے والا یا تکیہ لگانے والا ہے کسی شے
پر اس حیثیت کے ساتھ کہ اگر وہ چیز ہٹا دی جاتے تو وہ گر جائے۔
ابو بکر جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے روٹی
اور گوشت کھایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ اور عمرؓ
اور عثمانؓ کے ساتھ تو سب نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ شافعیؒ
نے نکالا عمرؓ اور ابن مسعودؓ کے مذہب سے کہ جنبی تیمم نہ کرے
یہ دونوں بوسہ اور اس کے مشابہ یعنی عورت کے چھونے کو ناقض
وضو قرار دیتے ہیں۔ اور انھوں نے اس حدیث کو روایت کیا کہ
عمرؓ نے نماز کی ایک رکعت پڑھی پھر ان کا ہاتھ ان کے ذکر پر
جا پڑا تو انھوں نے (جماعت کو) اشارہ کیا کہ ٹھہرے رہو پھر
نکلے اور وضو کیا اور نماز کا جو حصہ باقی رہ گیا تھا اس کو پورا
کرایا۔ اور دونوں مسئلوں میں طویل بحث ہے۔ مالکؒ اور
شافعیؒ زید بن اسلمؒ سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ
عمرؓ نے کہا کہ میں (کبھی) محسوس کرتا ہوں کہ مجھ سے (یعنی مثانہ
سے) ایک چیز اتر رہی ہے مثل ڈلی کے وہ مذی کو مراد لے رہے
تھے۔ جب تم میں سے کوئی ایسا محسوس کرے تو چاہیئے کہ اپنی
شرمگاہ کو صاف کرے اور چاہیئے کہ وضو کرے جس طرح نماز
کے لئے کیا جاتا ہے۔ ابو بکر طلق بن حبیب سے روایت کرتے ہیں
کہ عمرؓ بن الخطاب نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنی بغل کو
کھجایا یا اس کو چھوا تو اس کو فرمایا کہ کھڑا ہو اور اپنے ہاتھوں کو دھو

او تطهر قال محمد يعني ابن سيرين لا
ادري ماهذا قلت معناه استحباب
التنظيف. آداب الخلاء. اخرج البغوي
وغيره وهو من مشاهير الحديث عن
عمر قال رآني النبي صلى الله عليه
وسلم ابول قائما فقال يا عمر لا
تبل قائما ابوبكر عن يسار بن نمير
كان عمر اذا بال مسح ذكره بحائط او
حجر ولم يمسه ماء. قلت اجمع على
ذلك علماء اهل السنة وليس فيها
حديث مرفوع وانما هو مذهب عمر
قياسا على الاستنجاء من الحائط اطبق
على تقليده العلماء. المسح على الخفين
ابو حنيفة عن حماد عن سالم بن عبد الله
ابن عمر قال اختلف عبد الله بن عمر و
سعد بن ابي وقاص في المسح على الخفين
فقال سعد امسح وقال عبد الله ما يعجبني
فاتيا عمر بن الخطاب فقصا عليه القصة
فقال عمر عمك (سعد) افقه منك مالك و
الشافعي وغيرهما نحوا من ذلك وهو من
المشاهير ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم
عن حنظلة ان عمر بن الخطاب قال المسح
على الخفين للمقيم يوما وليلة وللمسافر
ثلثة ايام بلياليهن اذا لبستهما و
انت طاهر ابوبكر عن زيد بن وهب

یا دیہ فرمایا کہ) پاک کر۔ کہا محمد یعنی ابن سیرین رح نے کہ میں نہیں
جانتا کہ یہ کیا بات ہے۔ میں کہتا ہوں اس کے معنے ہیں صفائی
ستھرائی کا استحباب۔ پیشاب پاخانہ کے آداب۔ بغوی وغیرہ
نے روایت کیا عمر رض سے اور یہ مشہور حدیثوں میں سے ہے کہا کہ مجھے
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میں کھڑا ہو کر پیشاب کر رہا ہوں
تو فرمایا کہ اے عمر رض کھڑا ہو کر پیشاب نہ کر۔ ابوبکر یسار بن نمیر سے
روایت کرتے ہیں کہ عمر رض جب پیشاب کرتے تو اپنے ذکر کو دیوار
یا پتھر سے صاف کرتے اس حال میں کہ اس کو پانی نہ لگا تھا۔
میں کہتا ہوں کہ اس پر (یعنی ڈھیلے سے استنجاء پر) علماء اہل سنت
نے اجماع کیا ہے اور اس کے بارے میں کوئی حدیث مرفوع نہیں
ہے اور وہ صرف عمر رض کا مذہب ہے۔ دیوار سے استنجاء کرنے پر قیاس
کرتے ہوئے اس کی تقلید پر علماء نے (ڈھیلے سے) مطابقت
کی ہے۔ خفین پر مسح کرنا ابو حنیفہ رح نے حماد سے انھوں نے
سالم بن عبداللہ بن عمر رض سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن عمر رض
اور سعد بن ابی وقاص رض میں خفین پر مسح کے بارے میں اختلاف
ہوا تو سعد رض نے کہا کہ میں مسح کرتا ہوں اور عبداللہ رض نے کہا کہ
مجھے یہ ناپسند ہے پھر دونوں عمر رض بن الخطاب کے پاس آئے
اور اپنی اپنی بات ان سے کہی تو عمر رض نے (عبداللہ رض سے) کہا کہ
تیرے چچا (یعنی سعد رض) تجھ سے افقہ (زیادہ سمجھدار) ہیں
مالک رح اور شافعی رح وغیرہما نے بھی اسی طرح کی روایتیں کی
ہیں اور وہ مشہور روایات میں سے ہے۔ ابو حنیفہ رح حماد سے وہ
ابراہیم سے وہ حنظلہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمر رض بن الخطاب
نے فرمایا کہ خفین پر مسح مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات
اور مسافر کے لئے تین دن ان کی راتوں سمیت کی میعاد ہے جب
کہ تم ان کو باوضو ہو کر پہنو۔ ابوبکر رح زید بن وہب سے روایت کرتے ہیں

كتب الينا عمر بن الخطاب في المسح على الخفين ثلثة ايام ولياليهن للمسافر و يوما وليلة للمقيم الشافعي في مذهبه القديم عن زيد بن الصلت ان عمر بن الخطاب قال اذا ادخلت رجليك في الخفين و انت طاهر فامسح عليهما ما بدالك (اي ما شئت) و اليه ذهب الشافعي في القديم ثم رجع وقال بالتوقيت قال البيهقي ارى ان عمر جاءه الثبت (اي الدليل) في التوقيت فرجع اليه

صفة الغسل ابو بكر عن عكرمة بن خالد كان عمر اذا اجنب غسل سفليه (اي ذكره) ثم توضأ وضوءه للصلوة ثم افرغ عليه الماء ابو بكر عن عاصم سئل عمر عن غسل الجنابة فقال توضأ وضوءك للصلوة ابو بكر عن فضيل بن عمرو قال عمر اذا اغتسلت من الجنابة فتمضمض ثلثا فانه ابلغ **ما يوجب الغسل** مالك والشافعي بطرق متعددة ان عمر وجد في ثوبه احتلاما فاغتسل و اعاد الصلوة ابو بكر عن رفاعة بن رافع قال بينا انا عند عمر بن الخطاب اذ دخل عليه رجل فقال يا امير المؤمنين هذا زيد ابن ثابت يفتي الناس في المسجد برايه في الغسل من الجنابة فقال عمر على به فجاءه زيد

مسح علی الخفین کے بارے میں ہم کو عمرؓ بن الخطاب نے لکھا کہ تین دن مع اُن کی راتوں کے مسافر کے لئے اور ایک دن اور ایک رات مقیم کے لئے۔ شافعیؒ اپنے مذہب قدیم پر یہ روایت لاتے تھے زید بن الصلت سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جب تو نے اپنے دونوں پاؤں کو خفین میں داخل کر دیا اور تو باوضو تھا تو جب تک بھی تو چاہے اُن پر مسح کرتا رہ اور اسی کی طرف گئے تھے امام شافعیؒ اپنے قدیم قول میں پھر رجوع کیا اور تحدید وقت کے قائل ہوئے۔ بیہقیؒ نے کہا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ عمرؓ کے پاس جب توقیت (تحدید وقت) کے بارے میں کوئی مضبوط وجہ آگئی تو اُنھوں نے اُس کی طرف رجوع کر لیا۔

صفۃ غسل ابو بکر عکرمہ بن خالد سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ جب جُنبی ہوتے تو اپنے نیچے کے دونوں جسم دھوتے پھر وضو کرتے جیسے نماز کے لئے کی جاتی ہے پھر اپنے اوپر پانی ڈالتے۔ ابو بکر عاصم سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ سے سوال کیا گیا غسلِ جنابت کے بارے میں تو فرمایا کہ وضو کر جیسے نماز کے لئے وضو کی جاتی ہے۔ ابو بکر فضیل بن عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ جب تو جنابت کا غسل کرے تو تین مرتبہ کلی کر یہ زیادہ پاکی تک پہنچانے والی بات ہے۔ **جو چیز غسل کو واجب کرتی ہے۔** مالکؒ اور شافعیؒ متعدد روایات سے بیان کرتے ہیں کہ عمرؓ نے اپنے کپڑے میں احتلام کا نشان پایا تو غسل کیا اور نماز کو لوٹایا۔ ابو بکر رفاعہ بن رافع سے روایت کرتے ہیں کہ میں عمرؓ ابن الخطاب کے پاس موجود تھا کہ ایک شخص نے آپ کے پاس آکر کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ یہ زید بن ثابت مسجد میں لوگوں کو اپنی رائے سے فتوے دیتا ہے جنابت سے غسل کے بارے میں تو عمرؓ نے کہا کہ اس کو میرے پاس لاؤ تو زیدؓ اُن کے پاس آئے۔

فلما رآہ عمر قال ای عدوّ نفسہ قد بلغت ان
تُفتی الناس برأیک فقال یا امیرَ
المؤمنین باللہ ما فعلتُ لکنّی سمعتُ من
اَعمامی حدیثًا فحدثت بہ من ابی ایّوب
و من اُبی بن کعب و من رفاعۃ بن رافع
فاقبل عمر علی رفاعۃ بن رافع فقال و
قد کنتم تفعلون ذلک اذا اصاب احدکم
من المرأۃ فاکسل لم یغتسل فقال قد
کنّا نفعل ذلک علی عہد رسولِ اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فلم یاتنا من اللہ تحریمٌ و
لم یکن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فیہ نہیٌ قال اَوَ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یَعلَمُ ذلک قال لا ادری فامر عمر بجمع
المہاجرین و الانصار فجمعوا لہ فشاورہم
فاشارَ الناسُ ان لا غسلَ فی
ذلک الا ما کان من معاذٍ و علیٍ فانہما
قالا اذا جاوز الختانُ الختانَ فقد
وجبَ الغسلُ فقال عمر ہٰذا وانتم
اصحابُ بدرٍ و قد اختلفتم فمن بعدکم
اشدُّ اختلافًا قال فقال علیٌ
یا امیرَ المؤمنین انہ لیس احدٌ اعلم
بہٰذا من شانِ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم من ازواجہ فارسلَ
الی حفصۃ رض فقالت لا علمَ لی
بہٰذا فارسلَ الی عائشۃ رض

تو جب عمر رض نے دیکھا تو کہا کہ اے اپنے نفس کے دشمن مجھے
یہ بات پہنچی ہے کہ تو لوگوں کو اپنی رائے سے فتوے دے رہا ہے تو
اُنھوں نے کہا کہ اے امیر المومنین رض واللہ میں نے ایسا نہیں
کیا لیکن میں نے اپنے اعمام (یعنی چچاؤں) سے ایک بات
سُنی۔ مجھے بات پہنچی ابو ایوب رض سے اور اُبی بن کعب رض سے
اور رفاعہ بن رافع رض سے۔ تو عمر رض متوجہ ہوئے رفاعہ بن رافع
کی طرف اور کہا کہ کیا تم ایسا کرتے تھے کہ جب تم میں کوئی اپنی
عورت کے پاس جائے اور انزال کے بغیر اپنا عضو باہر نکال
لے تو وہ غسل نہیں کرتا تھا تو اُنھوں نے کہا کہ ہاں ہم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کرتے تھے تو
ہمارے پاس اللہ کی طرف سے اس کے حرام ہونے کا حکم نہیں
آیا اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس
میں کوئی ممانعت ہوئی۔ تو عمر رض نے کہا کہ کیا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم اس کو جانتے بھی تھے۔ تو اُنھوں نے کہا کہ میں
نہیں جانتا۔ تو عمر رض نے مہاجرین و انصار کو جمع کرنے کا حکم دیا تو
سب ان کے پاس جمع ہو گئے تو اُن سے مشورہ کیا تو لوگوں
نے یہ اشارہ کیا کہ اس صورت میں غسل نہیں ہے۔ مگر معاذ رض
اور علی رض کی جانب سے (ایسا) نہیں۔ ان دونوں نے یہ کہا کہ جب
ختنہ کی جگہ ختنہ کی جگہ سے گزر جائے گی تو غسل واجب ہو گیا
تو عمر رض نے کہا کہ یہ اہم بات ہے تم اصحاب بدر ہوتے ہوئے
باہم مختلف ہوتے تو جو تمہارے بعد ہیں ان میں تو سخت اختلاف
ہو گا (راوی نے) کہا کہ پھر علی رض نے کہا کہ اے امیر المومنین رض
کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو اُن کی
ازواج رض سے زیادہ نہیں جانتا تو اُنھوں نے حفصہ رض سے پوچھوایا
تو اُنھوں نے کہا کہ اس کے بارے میں مجھے کچھ علم نہیں۔ پھر عائشہ رض

فقالت اذا جاوز الختانُ الختانَ فقد وجبَ الغسل فقال لا اسمعُ برجلٍ فعلَ ذلک الّا اوجعتُہ ضربًا ابوبکر عن سعید بن المسیب قال عمر لا اُوتیَ برجل فعلہ یعنی جامعَ ولم ینزل ولم یغتسل الا نہکتُہ بالعقوبۃ عقوبۃً ابوبکر عن ابی جعفر قالَ اجتمعَ المھاجرونَ ابوبکر و عمر و عثمانُ و علیؓ انّ ما (یعنی الدخول) اوجبَ الحدین الجلدَ و الرجمَ اوجب الغسلَ حکم الجنب ابوبکر عن عُبیدۃَ قال عمر لا یقرأ الجنبُ القرآنَ ابوبکر عن قتادۃَ خرج عمر من الخلاء فقرأ آیۃً من کتاب اللّٰہِ فقیلَ لہ أتقرأ و قد احدثتَ قالَ أفیقرأ ذلک مسیلمۃ و فی روایۃٍ مُسیلمۃُ افتاک ذلک ابوبکر عن سلمان بن ربیعۃ قالَ لی عُمر اذا اتیتَ اھلک ثم اردتَّ ان تعودَ کیفَ تصنع قلتُ کیفَ اصنع قال توضأ بینھما وضوءً مالک والشافعی وغیرھما ان عمر بن الخطاب ذکرَ لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ تصیبہُ الجنابۃُ من اللیل فقالَ رسولُ اللّٰہ توضّأ واغسِل ذکرکَ ثم نَم دخول الحمام ابوبکر عن حفص

سے پوچھوایا تو انھوں نے کہا کہ جب ختنہ کی جگہ ختنہ کی جگہ سے گزر جائے گی تو غسل واجب ہو جائے گا۔ تو عمرؓ نے کہا کہ میں آئندہ کسی شخص کو نہیں سنوں گا کہ اس نے ایسا کیا مگر میں اس کو بہت ماروں گا۔ ابوبکر سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے کہا کہ میرے پاس کوئی ایسا شخص نہیں لایا جائے گا جس نے ایسا کیا ہو یعنی جماع کیا اور انزال نہ کیا اور غسل نہ کیا مگر میں اس کو سخت سزا دوں گا۔ ابوبکر جعفر سے روایت کرتے ہیں کہا کہ سب مہاجرین ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ اس پر متفق ہو گئے ہیں کہ جو چیز دونوں حدوں یعنی کوڑے مارنے اور سنگسار کرنے کو واجب کرتی ہے وہ غسل کو واجب کرتی ہے۔ جُنبی کا حکم ابوبکر عبیدہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے کہا کہ جُنبی قرآن کی قراءت نہ کرے۔ ابوبکر قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بیت الخلاء سے نکلے پھر کتاب اللہ کی ایک آیت پڑھی اس پر ان سے کہا گیا کہ آپ قراءت کر رہے ہیں باوجود محدث ہونے کے تو آپ نے کہا کہ تو کیا اس کی قراءت مُسیلمہ کر رہا ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ کیا تجھے یہ فتوا مُسیلمہ نے دیا ہے۔ ابوبکر سلمان بن ربیعہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے عمرؓ نے کہا کہ جب تو اپنی بیوی کے پاس جائے اور پھر ارادہ کرے دوبارہ جانے کا تو کیا کرے گا۔ میں نے کہا (آپ بتائیں) کہ کیا کروں، فرمایا کہ دونوں کے درمیان ایک مرتبہ وضو کرے۔ مالکؒ اور شافعیؒ وغیرہما سے مروی ہے کہ عمرؓ ابن الخطاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ انکو رات میں جنابت واقع ہو جاتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کر لے اور اپنے ذکر کو دھو لے اور پھر سو جا۔ حمام میں داخل ہونا ابوبکر نے روایت کی حفص سے

قالَ عمرُ لایرَے الرجلُ عورةَ الرجلِ
آبو بکر عن قتادة کتبَ عمر لایدخلُ
احدٌ الحمامَ اِلاّ بمیزرٍ آبو بکر عن
علیٌ بن ابی عائشۃ کان عمر رجلاً
اَہلَبَ فکان یحلق الشعرَ و ذُکرت لہ
النُّورۃُ فقالَ النورۃُ من النّعیم۔
المیاہ ابو بکر عن عکرمۃ ان عمر سُئِلَ
عن ماء البحر فقال ایُّ ماءٍ انظفُ منہ
الشافعی عن عمرو بن دینار ان عمر بن
الخطاب وَرَدَ حوضَ مَجَنَّۃ عہ فقیلَ اِنّما
وَلَغَ الکلبُ آنِفًا فقال انما وَلَغَ
بلسانہٖ فشرِبَ و توضأَ مالکؒ نحوًا
من ذلک محمول عند الحنفیۃ علی الغدیر
الکبیر و عند الشافعی علی القلتین لحدیث
مرفوع فی ذلک آبو بکر عن زید بن اسلم
عن ابیہ ان عمر کان لہ قمقم یسخن
لہ فیہ الماءَ آبو بکر عن قتادۃ قال
عمر لیس حیضُہا فی فیہا یعنی سؤرَ
الحائض الشافعی والبخاری وغیرہما
ان عمر توضّأَ من ماءٍ جئتُ بہ من
عند نصرانیۃٍ **تطہیر الانجاس**
ابو بکر عن ابن سیرین عن عمر
یغسل البولَ مرتین آبو بکر عن
زید بن الصلت ان عمر غسلَ
ما رآہ من الجنابۃ و نضح

کہ عمرؓ نے فرمایا کہ کوئی مرد کسی مرد کا پردے کا حصۂ جسم نہ دیکھے۔
ابو بکر نے روایت کیا قتادہؒ سے کہ عمرؓ نے لکھا کہ کوئی شخص حمام
میں نہ داخل ہو مگر تہہ بند باندھ کر۔ آبو بکر نے علی بن ابی عائشہ
سے روایت کیا کہ عمرؓ بہت گھنے بالوں والے شخص تھے تو
آپ بالوں کو منڈوا دیا کرتے تھے اور آپ کے سامنے ذکر کیا گیا
نُورے کا تو فرمایا کہ نورہ عیش پسندی میں سے ہے۔ **پانیوں کا
بیان** ابو بکر نے عکرمہ سے روایت کیا کہ عمرؓ سے دریا کے پانی
کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ کونسا پانی اس سے زیادہ
پاکیزہ ہے۔ شافعیؒ عمرو بن دینار سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ
ابن الخطاب مجنہ عہ کے حوض پر وارد ہوئے تو آپ سے کہا گیا کہ
اس میں سے کتے نے ابھی پانی پیا ہے تو فرمایا کہ اس نے اپنی
زبان سے ہی چپڑ چپڑ کر کے پیا ہے تو آپ نے پیا اور وضو بھی
کیا۔ مالکؒ نے بھی اسی قسم کی روایت کی۔ حنفیہ کے نزدیک یہ
محمول ہے بڑے تالاب پر اور شافعیؒ کے نزدیک قلتین پر اس
بارے میں ایک حدیث مرفوع کی وجہ سے۔ ابو بکر زید بن اسلم سے
وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ کے پاس ایک کیتلی تھی
جس میں ان کے لئے پانی گرم کیا جاتا تھا۔ آبو بکر قتادہ سے
روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ اُس کا حیض اُس کے مُنہ
میں نہیں ہے آپ نے فرمایا حائضہ عورت کے جھوٹے پانی کے
متعلق۔ شافعیؒ اور بخاریؒ وغیرہما نے روایت کیا کہ عمرؓ نے
ایسے پانی سے وضو کی جو ان کے پاس ایک نصرانی عورت کے
پاس سے لایا گیا تھا۔ **نجاستوں کو پاک کرنا** ابو بکر روایت کرتے
ہیں ابن سیرینؒ سے کہ عمرؓ پیشاب کو دو مرتبہ دھویا کرتے تھے
ابو بکر زید بن الصلت سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ جو نشان جنابت
کا دیکھتے اُس کو دھویا کرتے تھے اور جو نظر نہیں آتا تھا

عہ مجنہ میم کے فتح اور کسر کے ساتھ ایک موضع ہے مکہ کے قریب ۱۲

مالم يره مالك والشافعي نحواً من ذلك .
ابوبكر عن خالد بن ابي عزة سأل رجل
عمر بن الخطاب فقال اني احتلمت على
طنفسة فقال ان كان رطباً فاغسله و
ان كان يابساً فاحككه وان خفي عليك
فارششه (آب بینداز برو ۱۲) نبنى مالك مذهبه على الاول
وحمله الشافعي على الندب وابوحنيفة رح
على غسل رطبه وحك يابسه ابوحنيفة
عن حماد عن ابراهيم ان عمر قال طهور
المسك دباغه مالك اوقظ عمر لصلوٰة
الصبح حين طعن فصلى وجرحه يثعب (یسیل ۱۲)
دماً ابوبكر عن انس بن مالك ان عمر
ابن الخطاب رأى رجلاً يصلي وعليه
قلنسوة بطانتها من جلود الثعالب
قال فالقاها عن رأسه وقال مايدريك
لعله ليس بذكي (مذبوح یعنی طاہر ۱۲) قلت فيه حجة
للشافعي في ان الشعر لايقبل الدباغ
التيمم ابوبكر عن الاسود قال عمر
لايتيمم الجنب وان لم يجد الماء شهراً
وروى من وجوه ان عماراً ذكر عنده
قصة التمعك وقول النبي صلى
الله عليه وسلم انما يكفيك ان تفعل هكذا

اُس پر پانی تروا دیتے تھے۔ مالک اور شافعیؒ نے بھی ایسی ہی روایت
کی۔ ابوبکر خالد بن ابی عزہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص
نے عمرؓ بن الخطاب سے سوال کیا اس نے کہا کہ مجھے کملی (حاشیہ
دار) پر احتلام ہوگیا تو فرمایا کہ اگر پتلا ہے تو اس کو دھو دے
اور اگر خشک (گاڑھا) ہے تو اس کو چھیل دے اور اگر تجھ سے
چھپ گیا ہے تو اس پر پانی ڈال۔ مالکؒ نے اپنے مذہب کی
بنا پہلے پر رکھی اور شافعیؒ نے اس کو استحباب پر محمول کیا اور
ابوحنیفہؒ نے رقیق کو دھونے اور گاڑھے کو چھیلنے کا حکم نکالا۔
ابوحنیفہؒ نے حماد سے انھوں نے ابراہیم سے روایت کیا کہ عمرؓ
نے فرمایا کہ چمڑے کی پاکی اس کی دباغت ہے۔ مالکؒ نے روایت
کیا کہ عمرؓ کو ہوشیار کیا گیا صبح کی نماز کے لئے جب آپ کے
خنجر مارا گیا تو آپ نے نماز پڑھی اور ان کے زخم سے خون
بہہ رہا تھا۔ ابوبکر نے انس بن مالک سے روایت کیا کہ عمرؓ بن الخطاب
نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور اس کے سر پر ایسی
ٹوپی تھی جس کا بطانہ لومڑیوں کی کھال کا تھا۔ کہا کہ عمرؓ نے
اس کو اس کے سر سے گرادیا اور فرمایا کہ کیا خبر ہے شاید یہ مذبوح
یعنی پاک نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں دلیل ہے شافعیؒ
کے لئے کہ بال قابل دباغت نہیں۔ تیمم ابوبکر نے روایت کیا
اسود سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ جنبی تیمم نہ کرے گا اگرچہ مہینہ بھر
تک پانی نہ پلے۔ اور روایت کیا گیا ہے چند وجوہ سے کہ عمارؓ
نے عمرؓ کے سامنے خاک میں لوٹنے کا قصہ ذکر کیا اور نبی صلی
اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کہ تیرے لئے کافی تھا کہ ایسا کر لیتا

ف یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص پر جنابت کی حالت آئی اور اُس نے پانی نہ پایا تو اس نے وضو پر قیاس کر کے یہ خیال کیا کہ یہ
تیمم تمام بدن پر خاک کے پہنچنے سے ہوگا اس لئے وہ مٹی میں لوٹ گیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا کہ تجھے جنابت کے لئے
بھی تیمم کافی تھا ۱۲

الحدیث فلم یقنع بقولہ (عمارؓ) قلت ترک الفقہاء
الاربعۃ قول عمر لانہم وجدوہ مخالفاً
لما صح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
من مسند عمران بن حصین و ابی ذر
و عمرو بن العاص و غیرہم امرہ للجنب
بالتیمم اذا لم یجد الماء و تتبعت انا
فوجدت ان النبی صلی اللہ علیہ
وسلم رآہم اختلفوا فی تاویل
الآیتین آیۃ المائدۃ و آیۃ النساء
فصوب کلا التاویلین و ترک کل
مؤول علی تاویلہ و عمر بن الخطاب
اجل من ان یخفی علیہ ہذا الحدیث
و اتقی للہ من ان یبلغہ ہذا الحدیث
ثم لا یقول بہ الا لمعنی فہمہ عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم اخرج النسائی
عن طارق ان رجلا اجنب فلم یصل
فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فذکر ذلک لہ فقال اصبت فاجنب
رجل آخر فتیمم وصلی فاتاہ فقال
لہ نحو ما قال للآخر یعنی اصبت واشار
الشافعی الی ان عمر و ابن مسعود کانا
یحملان الملامسۃ علی اللمس بالید فکانت
الآیتان ساکتتان عندہما من التیمم

الحدیث، تو عمارؓ کے قول پر عمرؓ مطمئن نہ ہوئے۔ میں کہتا ہوں کہ
چاروں فقہاءؒ نے عمرؓ کے قول کو ترک کر دیا کیونکہ انھوں نے
اس کو اس روایت کے خلاف پایا جو مسند عمران بن حصین و
ابوذر و عمرو بن العاص وغیرہم سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کا جُنبی کو تیمم کا حکم دینا جب کہ وہ پانی نہ پاتے صحت کے ساتھ
ثابت ہے۔ اور میں نے تتبع کیا تو یہ پایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
نے ان کو دیکھا کہ وہ دونوں آیتوں آیت سورۂ مائدہ و آیت سورۂ
نساء کی تاویل میں مختلف ہو رہے ہیں تو آپ نے دونوں تاویلوں
کی تصویب کی اور ہر ایک تاویل کرنے والے کو اس کی تاویل
پر چھوڑ دیا۔ اور عمر رضی اللہ عنہ کی شان اس سے بلند ہے کہ ان
پر یہ حدیث مخفی رہی ہو اور اللہ سے آپ کا تقوٰی اس سے
بلند تھا کہ آپ کو یہ حدیث پہنچے اور آپ اس کے قائل نہ ہوں مگر
کوئی ایسے معنے ہیں جن کو انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے
سمجھا تھا۔ نسائی نے طارق سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص
جُنبی ہو گیا تو اس نے نماز نہ پڑھی اور اس نے نبی صلے اللہ
علیہ وسلم کے پاس آکر اس کا حال بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ
تو نے ٹھیک کیا۔ پھر ایک اور شخص جُنبی ہو گیا تو اس نے تیمم
کیا اور نماز پڑھ لی پھر وہ آپؐ کے پاس آیا تو اس سے بھی آپؐ
نے وہی فرمایا جو دوسرے سے فرمایا تھا یعنی تو نے ٹھیک کیا۔
اور اشارہ کیا شافعیؒ نے عمرؓ اور ابن مسعودؓ کی طرف کہ وہ
دونوں محمول کرتے تھے "ملامسۃ" کو (جو سورۂ نساء میں مذکور
ہے یعنی لمستم النساء) لمس بالید (یعنی ہاتھ سے چھونے) پر تو
دونوں آیتیں ان دونوں کے نزدیک جنابت سے تیمم کے بارے میں

ع۵ یعنی وان کنتم جنبا فاطہروا الخ (المائدہ: ۶) اور وان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او لمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا الخ (النساء: ۴۳) ۱۲ مترجم

۲۱/۲

عن الجنابۃ۔ **مواقیت الصلوٰۃ** مالک عن نافع ان عمر بن الخطاب کتب الی عمّال ان اھم امرکم عندی الصلوٰۃ فمن حفظھا و حافظ علیھا حفظ دینہ و من ضیّعھا فھو لما سواھا اضیع ثم کتب ان صلّوا الظھر اذا کان الفیئ ذراعًا الی ان یکون ظلّ احدکم مثلہ و العصر و الشمس مرتفعۃ بیضاء نقیۃ قدر ما یسیر الراکب فرسخین او ثلٰثۃ (بلا زردی) قبل غروب الشمس و المغرب اذا غربت الشمس والعشاء اذا غاب الشفق الی ثلث اللیل فمن نام فلا نامت عینہ فمن نام فلا نامت عینہ فمن نام فلا نامت عینہ و الصبح و النجوم بادیۃ مشتبکۃ مالک عن عمہ ابی سہیل بن مالک عن ابیہ ان عمر بن الخطاب کتب الی ابی موسی الاشعری ان صلّ الظھر اذا زاغت الشمس و العصر و الشمس بیضاء نقیۃ قبل ان تدخلھا صفرۃ و المغرب اذا غربت الشمس و اخّر العشاء ما لم تنم و صلّ الصبح والنجوم بادیۃ مشتبکۃ و اقرأ فیھا بسورتین طویلتین من المفصّل و فی روایۃ عن ھشام ابن عروۃ عن ابیہ

ساکت ہیں۔ **اوقاتِ نماز** مالکؒ نافع سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ میرے نزدیک تمھارا سب سے اہم کام نماز ہے جس نے اس کی حفاظت کی اور اس پر ہمیشہ کاربند رہا (شرائط وآداب کے ساتھ بروقت ادا کرتا رہا) تو اس نے اپنے دین کی حفاظت کی اور جس نے اُس کو ضائع کیا تو اس کے سوا (دیگر ضروریاتِ دین) کو تو بہت ہی ضائع کرنے والا ہوگا۔ پھر لکھا کہ ظہر کی نماز پڑھو جب کہ سایہ ایک ہاتھ ہو یہاں تک کہ تم میں سے کسی کا سایہ اُس کے برابر ہوجائے اور عصر کی نماز پڑھو ایسے وقت کہ سورج بلند ہو سفید اور صاف (کہ اس میں زردی پیدا نہ ہوتی ہو) اتنی مقدار تک کہ ایک شتر سوار دو یا تین کوس غروب آفتاب سے پہلے سفر کرسکے۔ اور مغرب کی نماز پڑھو جب آفتاب غروب ہوجائے اور عشاء کی جب شفق غائب ہوجائے ایک تہائی رات تک تو جو سوجائے تو اُس کی آنکھ کبھی نہ سوتے۔ جو سوجائے اُس کی آنکھ کبھی نہ سوتے۔ جو سوجائے اُس کی آنکھ کبھی نہ سوتے (یہ بددعا فرمائی) اور صبح کی اُس وقت جب (بعد صبح صادق) تارے نمایاں اور گھنے ہوتے ہوں (یعنی شب کی تاریکی باقی ہو) مالکؒ اپنے چچا ابو سہیل بن مالک سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ ظہر کی نماز پڑھو جب سورج ڈھل جائے اور عصر کی جب سورج سفید اور صاف ہو قبل اس کے کہ اس میں زردی داخل ہو اور مغرب کی جب سورج غروب ہوجائے اور مؤخر کر عشاء کو جب تک تو نہ سوئے اور صبح کی نماز پڑھ ایسے وقت میں کہ تارے صاف اور گھنے ظاہر ہوں اور اس میں دو لمبی سورتیں پڑھ مفصّل میں سے۔ اور ایک روایت میں ہشام بن عروہ سے اُن کے باپ سے

وصلى العشاء بينك وبين ثلث الليل فان اخرت فالى شطر الليل مالك عن عمه ابى سهيل بن مالك عن ابيه انه قال كنت ارى طنفسة لعقيل بن ابى طالب يوم الجمعة تطرح الى جدار المسجد الغربى فاذا غشى الطنفسة كلها ظل الجدار خرج عمر بن الخطاب فصلى الجمعة قال ثم نرجع بعد صلوٰة الجمعة فنقيل قائلة الضحى مالك والشافعى عن عبدالله بن عامر صلينا وراء عمر بن الخطاب الصبح فقرأ فيها سورة يوسف وسورة الحج قرأ قراءة بطيئة فقلت والله لقد كان اذا يقوم حين يطلع الفجر قال اجل ابو بكر عن ابى البختری كان عمر ينصرف من الهجير فى الحر ثم ينطلق المنطلق الى قباء فيجدهم يصلون ابو بكر عن عبدالرحمن ابن سابط ان عمر قال لابى محذورة انك بارض شديد الحر فابرد بالصلوٰة ثم ابرد بها ابو بكر عن منذر قال عمر ابردوا بالظهر فان شدة الحر من فيح جهنم ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم عن عمر بن الخطاب ابردوا بالظهر عن فيح جهنم الشافعى عن رجل من الصحابة قال لقينى عمر بن الخطاب بالزوراء فسألنى اين تذهب فقلت للصلوٰة قال

یہ ہے کہ عشاء کی نماز پڑھ لیجئے اور ثلث رات کے درمیان پھر اگر تو موخر کرے تو آدھی رات تک۔ مالکؒ اپنے چچا ابو سہیل بن مالک سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ میں ایک فرش دیکھا کرتا تھا عقیل بن ابی طالب کا جو جمعہ کے دن ڈال دیا جاتا مسجد کی دیوار غربی کے نیچے۔ تو جب دیوار کا سایہ پورے فرش پر چھا جاتا تھا تو عمرؓ بن الخطاب نکلا کرتے اور نماز جمعہ پڑھا کرتے تھے کہا کہ پھر جمعہ کی نماز کے بعد لوٹ جاتے اور دوپہر کے قیلولے کے طور پر آرام کرتے۔ مالکؒ اور شافعیؒ عبداللہ بن عامر سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے نماز پڑھی عمرؓ بن الخطاب کے پیچھے صبح کی تو اس میں پڑھی سورۃ یوسف اور سورۃ حج اور قراءت کی لمبی (یعنی تیزی سے نہیں پڑھا) تو میں نے کہا کہ واللہ اس صورت میں تو طلوع فجر کے وقت کھڑے ہوتے ہوں گے۔ کہا کہ ہاں! ابو بکر نے روایت کیا ابو البختری سے کہ عمرؓ نماز ظہر پڑھ کر گرمی میں ایسے وقت لوٹتے تھے کہ پھر ایک چلنے والا قباء میں چل کر جائے تو وہاں والوں کو نماز پڑھتے ہوئے پاتے۔

ابو بکر روایت کرتے ہیں عبدالرحمن بن سابط سے کہ عمرؓ نے فرمایا ابو محذورہ سے کہ تم شدید الحرارت سرزمین میں ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت پڑھو پھر (تاکید ہے کہ) ٹھنڈی کر کے پڑھو۔

ابو بکر روایت کرتے ہیں منذر سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ ظہر کو ٹھنڈا کرو کیونکہ گرمی شدت جہنم کے سانس سے ہے۔ ابو حنیفہؒ نے حماد سے انھوں نے ابراہیم سے انھوں نے عمرؓ بن الخطاب سے روایت کی کہ ظہر کو ٹھنڈا کرو جہنم کے سانس سے۔ شافعیؒ ایک صحابی مرد سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ مجھ سے عمرؓ بن الخطاب زوراء میں ملے (جو مدینہ کا ایک بازار ہے) انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو تو میں نے کہا کہ نماز کے لئے تو فرمایا کہ

خلفتُ فاسْرَعُ فاذهب الى المسجد فصلّيت ثم رجعتُ فوجدت جاريتي احتُبِسَتْ من الاستقآء فذهبتُ الى بيررومة فجئتُ بهاء والشمسُ صالحةٌ ابوبكر عن سعيد بن المسيب قال عمر لا تنتظروا بصلاتكم اشتباك النجوم ابوبكر عن سُويد بن غفلةَ قال عمر عجلّ العشآء قبل ان يكسل العامل وينامَ المريضُ ابوبكر عن الاسود عن عمر قال اذا كانَ يوم الغيم فعجلوا العصرَ واَخِّروا الظّهر

الحديث بعد العشآء

ابوحنيفة عن حمّادٍ عن ابراهيم عن عمر بن الخطاب انه قال ان اَجدبَ الجدبِ الحديثُ بعدَ العشآء الاّ في صلوةٍ او قراءةِ القرآن ابوبكر عن سلمان يعني ابن ربيعة قال لي عمر يا سلمان انّي اذمُّ لك الحديث بعد العتمةِ ابوبكر عن ابي بكر بن ابي موسى ان اَبا موسى اَتى عمر بن الخطاب فقالَ لهٗ عمر ما جاءَ بكَ قالَ جِئتُ اَتحدَّثُ اليكَ قال هٰذه الساعة قال انه لَفِقهٌ فجلس عمر فتحدّثنا ليلاً طويلاً

حضور الجماعة

ابوبكر عن عبدالرحمٰن قال عمر لاَن اُصليهما في جماعةٍ احبُّ اليَّ مِن اَن اُحيي مابينهما

(حاشیہ: فصلّیت پر: دیر کردی ۱۲ — احتبست پر: دیر کرد از آب آوردن ۱۲ — العتمۃ پر: العشاء — ہٰذہ الساعۃ پر: ای بعد العشاء ۱۲)

تونے دیر کردی جلدی مسجد میں پہنچ۔ تو میں نے نماز پڑھی پھر واپس آیا تو اپنی لونڈی کو پایا کہ اُس نے پانی لانے میں دیر کردی پھر میں بیر رومہ کی طرف گیا اور اس کو لے کر آیا اور ابھی آفتاب درست تھا (بحالتِ سابقہ)۔ ابوبکر سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ اپنی نماز کے لئے انتظار نہ کرو ستاروں کے خوب روشن ہونے کا۔ ابوبکر سوید بن غفلہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ عشاء میں عجلت کرو قبل اس کے کہ مزدوری کرنے والے کسلمند ہوں اور بیمار سو جائیں۔ ابوبکر اسود سے وہ عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جس دن گھٹا چھائی ہوتی ہو تو عصر میں جلدی کرو اور ظہر میں تاخیر کرو۔

عشاء کے بعد بات کرنا

ابو حنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے وہ عمرؓ بن الخطاب سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے کہا کہ تمام قحطوں سے بڑا قحط (یعنی سب نقصانوں سے بڑا نقصان) عشاء کے بعد باتیں کرنا ہے مگر نماز میں یا قراءتِ قرآن میں۔ ابوبکر نے سلمان یعنی ابن ربیعہ سے روایت کی ہے کہ مجھ سے عمرؓ نے کہا کہ اے سلمان! میں بُرا سمجھتا ہوں تمھارے لئے عشاء کے بعد باتیں کرنا۔ ابوبکر ابن ابی موسیٰ سے روایت ہے کہ ابو موسیٰؓ آئے عمرؓ بن الخطاب کے پاس تو اُن سے عمرؓ نے کہا کہ کیسے آئے؟ اُنھوں نے کہا کہ میں آپ سے باتیں کرنے آیا ہوں۔ فرمایا کہ ایسے وقت؟ (یعنی عشاء کے بعد) تو انھوں نے کہا کہ وہ فقہ کی (یعنی دین کی) بات ہے۔ پھر عمرؓ بیٹھ گئے۔ تو ہم نے بہت رات گئے تک باتیں کیں۔

جماعت میں حاضر ہونا

ابوبکر عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ یہ بات کہ میں ان دونوں کو جماعت کے ساتھ پڑھ لوں مجھے ان دونوں کے درمیان کو زندہ رکھنے (یعنی جاگتے اور عبادت کرتے رہنے) سے زیادہ پسند ہے

یعنی الصبح و العشاء آبوبکر عن ابراہیم
ان عمر بن الخطاب کان اذا رآے
غلاماً فے الصف آخرجہ آبوبکر عن
ابے مجلز اُقیمت الصلوٰۃ وصُفّت
الصُفوف فابتدر (اسرع ۱۲) رجل لعمر فکلّمہ
فاَطَالَ القیامَ والقومُ صفوفٌ آبوبکر
عن سعید بن المسیب اَنّ عمر رآے
رجلاً یُصلّے رکعتین والموذّن یُقیم
فانتہرہ فقال لاصلوٰۃ و الموذن
یُقیم الاّ الصلوٰۃَ التی یُقام لہا
آبوبکر عن ابے عثمان النہدے رأیتُ
الرجلَ یجئ و عمر بن الخطاب فے
صلوٰۃ الفجر فیصلّے (ای سنۃ الفجر ۱۲) فی جانب
المسجد ثم یدخلُ مع القوم فی صلوٰتہم
آبوبکر عن نعیم قال اذاکان بینہٗ و
بین الامام طریق اور نہر اوحائطٌ
فلیس معہٗ (ای لا یصح اقتدائہ ۱۲) آبوبکر عن ابن عمر کانت
امرأۃٌ لعمر تشہدُ صلوٰۃ الصبح
و العشاء فے جماعۃٍ فے المسجد فقیلَ
لہا لِمَ تخرجین و قد تعلمین اَنّ
عمر یکرہ ذلک و یغار قالت فما
یمنعہٗ اَن ینہانے قالُوا
یمنعہٗ قولُ رسولِ اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم لا تمنعُوا اِماءَ اللہ مساجد
اللہ الشافعے انّہٗ تقدّمَ (للامامۃ ۱۲) اعجمے

یعنی صبح اور عشاء کی نماز۔ آبوبکر ابراہیم سے روایت کرتے ہیں
کہ عمرؓ بن الخطاب جب کسی لڑکے کو صف میں دیکھتے تو اس
کو نکال دیتے۔ آبوبکر ابو مجلز سے روایت کرتے ہیں کہ نماز تیار ہوگئی
اور صفیں درست ہوگئیں تو ایک شخص جھپٹ کر عمرؓ کے پاس
پہنچا اور اُن سے گفتگو کرنے لگا اور قیام کو طویل کردیا اور قوم
صف بستہ تھی۔ آبوبکر سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں
کہ عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ دو رکعت نماز پڑھنے لگا
حالانکہ موذن اقامت کہہ رہا ہے تو آپ نے اُس کو جھڑکا
اور فرمایا کہ کوئی نماز نہیں جب موذن اقامت کہنے لگے بجز
اس نماز کے جس کے لئے اقامت کہی جارہی ہے۔ آبوبکر عثمان
نہدی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص آتا ہے
اور عمرؓ بن الخطاب نماز فجر میں ہیں پھر وہ مسجد کے ایک گوشہ
میں نماز پڑھتا ہے (یعنی فجر کی سنتیں) پھر وہ قوم کے ساتھ
نماز میں داخل ہوجاتا ہے۔ آبوبکر نعیم سے روایت کرتے ہیں کہ
انھوں نے کہا کہ جب اس کے (یعنی مقتدی کے) اور امام کے
درمیان راستہ ہو یا نہر ہو یا دیوار ہو تو وہ امام کے ساتھ
نہیں ہے (یعنی اُس کی اقتداء صحیح نہیں ہے)۔ آبوبکر ابن
عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ کی ایک عورت تھیں جو مسجد
میں پہنچ کر صبح اور عشاء کی نماز پڑھا کرتی تھیں تو اُن سے
کہا گیا کہ تم کیوں نکلتی ہو حالانکہ تم جانتی ہو کہ عمرؓ اس کو بُرا
سمجھتے ہیں اور غیرت کرتے ہیں تو انھوں نے کہا کہ پھر عمرؓ کو
کونسی بات اس سے روکتی ہے کہ وہ اس سے مجھے منع کردیں
اُنھوں نے کہا کہ اُن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ
قول روکتا ہے جو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی
مسجدوں سے نہ روکو۔ شافعیؒ سے مروی ہے کہ ایک عجمی شخص بڑھا

فأخرہ مسور بن مخرمة فسأله عمر فقال ان الرجل کان اعجمی اللسان فخشیت ان یسمع بعض الحاج قراءته فیأخذ بعجمته فقال ہنالک ذہبت فقال نعم فقال قد احسنت ۔ مالک و الشافعی عن عبد اللہ بن عتبة دخلت علی عمر بالہاجرة (بعد زوال ۱۲) فوجدته یسبح فقمت ورآءہ فقربنی حتی جعلنی (یعنی برابر) حذاءہ علی یمینه فلما جاء یرفا (غلام عمر ۱۲) تأخرت فصففنا ورآءہ ۔ ابو حنیفة عن حماد عن ابراہیم ان عمر بن الخطاب جعلہما خلفه فصلی بین ایدیہما یعنی المأمومین ۔ ابو بکر عن یسار بن نمیر ان عمر بن الخطاب کان یقول ابدأوا بطعامکم ثم افرغوا لصلوتکم ۔ مالک عن زید بن اسلم قال عمر لا یصلین احدکم وہو ضام بین ورکیہ یعنی الحاقب

سنة الاذان ۔ اخرج البخاری وغیرہ عن ابن عمر کان المسلمون حین قدموا المدینة یجتمعون فیتحینون الصلوٰة لیس ینادی بہا فقال عمر او لا تبعثون رجلاً ینادی بالصلوٰة وفی حدیث رؤیا عبد اللہ بن زید فیما رواہ الدارمی وغیرہ قال عمر

(یعنی امامت کے لئے) تو اس کو مسور بن مخرمہ نے پیچھے ہٹا دیا۔ تو ان سے عمرؓ نے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ وہ شخص عجمی زبان کا تھا تو مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ اس کی قراءت کو بعض حج میں آنے والے سنیں گے اور وہ اس کے عجمی لہجہ کو نہ لے لیں۔ تو عمرؓ نے کہا کہ تمہارا خیال اس طرف گیا۔ انھوں نے کہا جی ہاں! تو عمرؓ نے کہا تم نے اچھا کیا۔ مالکؒ اور شافعیؒ نے عبد اللہ بن عتبہ سے روایت کیا کہ میں عمرؓ کے پاس ہاجرہ (یعنی بعد زوال) میں پہنچا تو میں نے ان کو پایا تسبیح پڑھتے ہوئے (یعنی نماز پڑھتے ہوتے) تو میں ان کے پیچھے کھڑا ہو گیا تو انھوں نے مجھے قریب کیا یہاں تک کہ اپنے برابر کر لیا اپنی دائیں جانب میں۔ پھر جب حضرت (عمرؓ کا غلام) یرفاء آ گیا تو میں پیچھے ہٹ گیا اور ہم دونوں نے ان کے پیچھے صف بنا لی۔ ابو حنیفہؒ نے حماد سے انھوں نے ابراہیم سے روایت کی کہ عمرؓ بن الخطاب نے ان دونوں کو اپنے پیچھے کر دیا اور ان کے آگے نماز پڑھی یعنی ان دونوں مقتدیوں کے آگے۔ ابو بکر یسار بن نمیر سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب فرمایا کرتے تھے کہ پہلے کھانا کھا لو اور نماز کے لئے فارغ ہو جاؤ۔ مالک زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ تم میں ہرگز کوئی اس طرح نماز نہ پڑھے کہ وہ بھینچ رہا ہو اپنے کولھوں کے درمیان کو یعنی پاخانہ روکنے والا ہو۔

سنتِ اذان بخاری وغیرہ نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ جب مسلمان مدینہ میں آئے تو جمع ہو جاتے اور وقتِ نماز کا اندازہ کر لیتے تھے۔ نماز کے لئے اذان نہیں دی جاتی تھی۔ تو عمرؓ نے کہا کہ کیا تم لوگ کسی شخص کو نہیں بھیجتے جو نماز کے لئے اذان دے۔ اور عبد اللہ بن زید کے خواب کے قصہ میں ہے جس کو دارمی وغیرہ نے روایت کیا کہ عمرؓ نے عرض کیا کہ

والذی بعثک بالحق لقد رأیت مثل
ما رأی ابوبکر عن عبداللہ بن ہذیل
قال عمر لولا ان یکون سنۃ لاذنت
الشافعی ان عمر قال عجلوا الاذان بالصبح
یدلج المدلج ابوداود عن مؤذن لعمر
یقال له مسروح اذن قبل الصبح
فامره عمر ان یرجع فینادی الا ان
العبد قد نام قلت فی المسئلۃ قولان
ذہب الشافعی الی الاول (عدم الاعادۃ) وابوحنیفۃ
الی الثانی (الاعادۃ) ویمکن الجمع باختلاف الاحوال
فاذا کان الامام قد تقدم الی
الناس ان فلانا یؤذن بلیل جاز
قبل الصبح والا لا لوجود التباس فی
الثانی وعدمه فی الاول مالک
ان عمر علم مؤذنه ان یقول الصلوۃ
خیر من النوم الصلوۃ خیر من
النوم ابوبکر عن مجاہد ان ابا محذورۃ
قال الصلوۃ الصلوۃ (بطریق تثویب)
فقال عمر ویحک امجنون
انت اما کان فی دعائک (الی الاذان)
الذی دعوتنا ما نأتیک حتی
تاتینا

قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے بھی وہی خواب دیکھا جو اس نے دیکھا ہے۔ ابوبکر عبداللہ بن ہذیل سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے کہا کہ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ یہ (یعنی اذان دینا خلفاء کے لئے) سنت بن جائے گی تو میں ضرور اذان دیا کرتا۔ شافعیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ صبح کی اذان دینے میں جلدی کرو کہ آخر شب میں روانہ ہوتے ہیں سفر کرنے والے۔ ابوداؤد نے عمرؓ کے ایک مؤذن سے روایت کیا جس کو مسروح کہا جاتا تھا اور اس نے صبح سے پہلے ہی اذان دیدی تھی تو اس کو عمرؓ نے حکم دیا کہ لوٹے اور ندا کرے کہ لوگو سن لو بندہ سو گیا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ مسئلہ میں دو قول ہیں شافعیؒ گئے ہیں اول کی طرف (یعنی عدم اعادہ) اور ابوحنیفہؒ دوسرے (یعنی اعادہ) کی طرف اور دونوں قولوں میں باختلاف احوال جمع ممکن ہے اس طرح کہ جب امام نے پہلے لوگوں کو یہ اطلاع دیدی ہو کہ فلاں شخص رات میں ہی اذان دیدیتا ہے تو وہ صبح سے قبل جائز ہوگی ورنہ نہیں کیونکہ دوسری صورت میں التباس موجود ہے اور پہلی صورت میں التباس نہیں ہے۔ مالکؒ نے روایت کیا کہ عمرؓ نے اپنے مؤذن کو تعلیم کیا کہ وہ یہ کہا کرے الصلوۃ خیر الخ یعنی نماز سونے سے بہتر ہے، نماز سونے سے بہتر ہے۔ ابوبکر مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ ابو محذورہ (مؤذن) نے کہا الصلوۃ الصلوۃ تو عمرؓ نے فرمایا کہ ناس گئے تو باولا ہے کیا؟ کیا تیرے بلاوے میں جس سے تو نے ہم کو بلایا ہے وہ چیز نہیں ہے (جس کو سنکر) ہم تیرے پاس آئیں کہ تو (پھر بھی) ہمارے پاس آتا ہے۔

ع۵ مجمع البحار میں ہے کہ جہاں شفقت اور رحم کے ساتھ کسی فعل پر انکار کیا جاتا ہے تو ویحک بولتے ہیں اور جب غصہ اور ناراضی کے ساتھ انکار ہو تو ویلک کہتے ہیں" مترجم

ابو بکر عن ابی الزبیر مؤذن بیت المقدس
جاءنا عمر بن الخطاب فقال اذا اذّنتَ
فترسّل (دیر کن) و اذا اقمتَ فاحذُر (جلدی کن) وفی
روایۃ البغوی فاحذم ومعناه الحدر
ایضاً ہو قطع التطویل المساجدُ
البغوی عن سالم بن عبد اللہ بن
عمر بنی عمر بن الخطاب رحبۃً (صحن کشادہ) الی
جنب المسجد سمّاہا البُطیحاء وقال من
اراد ان یلغطَ او یُنشِدَ شعراً او یرفع
صوتاً فلیخرج الی ہذہ الرحبۃ مالک
نحواً من ذلک البغوی عن سعید
ابن المسیّب مرّ عمر فی المسجد و
حسّان یُنشِدُ الشعر فلحظ الیہ (نگاہ تیز کرد) شزراً
فقال کنتُ انشدُ فیہ وفیہ من
ہو خیرٌ منک (یعنی النبی ﷺ) ثم التفتَ الی ابی ہریرۃ
فقال انشدک اللہ اسمعتَ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولُ
اَجِب عنّی اللّٰہم ایّدہ بروح القدس
قالَ نعم ابو بکر عن ابراہیم بن
سعد عن ابیہ سمعَ عمر بن الخطاب
رجلاً رافعاً صوتہ فی المسجد فقالَ
اَتدری این انتَ ابو بکر عن ابن
عمر انّ عمر نہیٰ عن اللغطِ فی
المسجد و قالَ ان مسجدنا ہذا
لا تُرفَعُ فیہ الاصواتُ

ابو بکر روایت کرتے ہیں ابو زبیر سے جو بیت المقدس کے مؤذن
تھے کہ ہمارے پاس عمرؓ بن الخطاب آتے اور کہا کہ جب اذان
دیا کرو تو (الفاظ کو) کھینچا کرو اور جب تکبیر کہو تو جلد ہی
کہدو (یعنی کھینچنے کی ضرورت نہیں) اور بغوی کی روایت میں
ہے فَاحذِم اور اس کے معنے بھی "حدر" ہی کے ہیں یعنی
تطویل قطع کرنے کے۔ مساجد بغوی سالم بن عبد اللہ بن
عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے مسجد کے
پہلو میں ایک کشادہ صحن احاطہ بنوایا جس کا نام بُطیحا رکھا
اور فرمایا کہ جو باتیں کرنا چاہے یا کوئی شعر سنانا چاہے یا آواز
اونچی کرنا چاہے تو چاہیئے کہ اس احاطہ میں چلا جائے مالکؒ
نے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔ بغوی سعید بن المسیب سے
روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ مسجد میں گزرے اور حسانؓ شعر
پڑھ رہے تھے تو آپؓ نے ان کی طرف تیز نظر ڈالی تو حسانؓ
نے کہا کہ میں یہاں شعر پڑھتا تھا اور یہاں وہ موجود ہوتے
تھے جو تم سے بہتر تھے (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) پھر
ملتفت ہوئے ابو ہریرۃؓ کی طرف اور کہا کہ میں تجھے خدا کی قسم
دیتا ہوں بتا کہ کیا تو نے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے کہ آپؐ (مجھ سے) فرما رہے تھے کہ میری طرف سے جواب
دے۔ یا اللہ اس کو مدد پہنچا روح القدس سے۔ ابو ہریرۃؓ نے
کہا ہاں۔ ابو بکر نے ابراہیم بن سعد سے انہوں نے اپنے باپ سے
روایت کی کہ انہوں نے عمرؓ بن الخطاب سے سنا کہ ایسے
شخص سے جو مسجد میں آواز بلند کر رہا تھا فرماتے تھے کہ کیا
تو جانتا ہے کہ تو کہاں ہے۔ ابو بکر نے ابن عمرؓ سے روایت
کیا کہ عمرؓ نے مسجد میں شور وشغب سے روکا اور کہا کہ یہ
ہماری مسجد وہ جگہ ہے جہاں آوازیں بلند نہ ہونی چاہئیں

ابو بکر عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب کان یجمر المسجد کل جمعۃ ابو بکر عن المطلب بن عبد اللہ بن حنطب ان عمر بن الخطاب اتی مسجد قباء علی فرس لہ فصلی بہ ثم قال یا یرفا ائتنی بجرید قال فاتاہ بجرید فاحتجز عمر بثوبہ ثم کنسہ ابو بکر عن سیار ابن معرور رأی عمر قوما یصلون علی الطریق فقال صلوا فی المسجد۔ ابو بکر عن انس رآنی عمر و انا اصلی فقال القبر امامک ابو بکر عن معرور بن سوید انہ رجع مع عمر فی حجتہ فرأی عمر الناس یبتدرون فقال ماھذا فقالوا مسجد فیہ صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ھکذا ہلک اہل الکتاب اتخذوا آثار انبیاءھم بیعا من عرضت لہ منکم فیہ الصلوۃ فلیصل ومن لم تعرض لہ منکم الصلوۃ فلا یصل ابو بکر عن نافع بلغ عمر بن الخطاب ان ناسا یاتون الشجرۃ التی بویع تحتہا فامر بہا فقطعت ابو بکر و مسلم عن معدان بن طلحۃ الیعمری ان عمر ابن الخطاب قال ایہا الناس انکم تاکلون شجرتین لا اراہما الا خبیثتین الثوم و البصل لقد کنت اری الرجل علی عہد

ابو بکر روایت کرتے ہیں ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب ہر جمعہ کو مسجد میں خوشبو کی دھونی دیا کرتے تھے۔ ابو بکر مطلب بن عبداللہ بن حنطب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر مسجد قباء پہنچے وہاں نماز پڑھائی۔ پھر فرمایا کہ اے یرفاء میرے پاس (کھجور کی) ایک شاخ لے کر آؤ آپ کا غلام، یرفأ جاکر لے آیا۔ پھر انھوں نے اپنے کپڑوں کو سمیٹ کر کمر سے لپیٹا اور مسجد میں جھاڑو دی۔ ابو بکر سیار بن معرور سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے ایک قوم کو راستوں پر نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا کہ مسجد میں نماز پڑھو۔ ابو بکر نے انسؓ سے روایت کیا کہ مجھے عمرؓ نے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ قبر ہے تیرے سامنے۔ ابو بکر نے معرور بن سوید سے روایت کیا کہ وہ عمرؓ کے ساتھ حج سے واپس آرہے تھے کہ عمرؓ نے لوگوں کو دیکھا کہ جھپٹے جارہے ہیں تو فرمایا کہ یہ کیا ہے تو لوگوں نے کہا کہ یہاں ایک مسجد ہے جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے تو فرمایا کہ اسی طرح ہلاک ہوئے اہل کتاب کہ انھوں نے اپنے انبیاء کے آثار کو عبادت خانے بنایا۔ تم میں سے جس پر ایسے موقع پر نماز کا وقت آجائے تو چاہیئے کہ نماز پڑھ لے اور جس کو تم میں سے نماز کی ضرورت داعی نہ ہو وہ نہ پڑھے۔
ابو بکر نافع سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب کو یہ اطلاع پہنچی کہ لوگ اُس درخت کی زیارت کے لئے آتے ہیں جس کے نیچے بیعت کی گئی تھی تو آپ کے حکم سے اُس کو کاٹ دیا گیا۔
ابو بکر اور مسلم معدان بن طلحہ الیعمری سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ اے لوگو تم ایسے دو درختوں کو کھاتے ہو جن کو میں کچھ نہیں سمجھتا سوائے اس کے کہ وہ گندے ہیں یعنی لہسن اور پیاز۔ میں دیکھتا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوجد
منہ ریحہ فیوخذ بیدہ حتے یخرج
الی البقیع فمن کان اکلہا فلیمتہا
طبخاً ابوبکر کتب الی عمر من نجران (موضع بالیمن)
لم نجد انظف ولا اجود من کنیسۃ[1]
فکتب انضحوہا بماء وسدر وصلوا
فیہا ابوبکر عن معاویۃ بن قرۃ
عن ابیہ رآے عمر وانا اصلے
بین الاسطوانتین فاخذ بقفاے
فادنانے الی سترۃ فقال صل الیہا
ابوبکر عن رجل من اہل الیمن یقال
لہ ہداب قال عمر المصلون احق
بالسواری (ستونہا) من المحدثین الیہا
ابوبکر عن ابن الزبیر سمعت عمر
یقول صلوۃ فی ہذا المسجد افضل
من مائۃ صلوۃ فیما سواہ الا المسجد
الحرام ابوبکر عن اسمٰعیل بن عبدالرحمن
ان عمر صلے فی مکان فیہ ومن
یعنی مرابض الغنم مایلبسہ المصلے
اخرج البخاری عن ابی ہریرۃ قال
قام رجل الی النبی صلے اللہ علیہ
وسلم فسألہ عن الصلوۃ فی
الثوب الواحد فقال او کلکم

کے زمانہ میں کہ جس شخص کے بھی منہ سے اُس کی بُو پائی جاتی تھی اُس کا ہاتھ پکڑا جاتا تھا اور اس کو بقیع تک پہنچا کر چھوڑا جاتا تھا تو جو اُن کو کھانا چاہے تو اُس کو چاہیے کہ اُن کو پکا کر اُن (کی بُو) کو مار دے۔ ابوبکر نے روایت کی کہ عمرؓ کو لکھا گیا نجران سے کہ ہم نے کوئی جگہ صاف اور ستھری کنیسہ (گرجا) سے بہتر نہیں پائی تو آپ نے لکھا کہ اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے دھو ڈالو اور اس میں نماز پڑھو۔ ابوبکر معاویہ بن قرّہ سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے مجھے دیکھا جب کہ میں دو ستونوں کے بیچ میں نماز پڑھ رہا تھا تو میری گدّی پکڑی اور مجھے سُترہ (یعنی آڑ) کے قریب لے گئے اور کہا کہ اس کی طرف نماز پڑھ۔ ابوبکر یمن والوں میں کے ایک شخص سے جس کو ہداب کہا جاتا تھا روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے کہا کہ نماز پڑھنے والے ستونوں کی طرف بیٹھنے کے زیادہ حقدار ہیں بے وضو لوگوں کی بہ نسبت۔ ابوبکر ابن الزبیر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ اس مسجد کی نماز افضل ہے دوسری جگہ کی سَو نمازوں سے بجز مسجد حرام کے۔ ابوبکر اسمٰعیل بن عبدالرحمن سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے ایسی جگہ نماز پڑھی جہاں مینگنیاں پڑی تھیں یعنی بکریوں کی چراگاہ میں۔ نماز پڑھنے والا کیا پہنے۔ بخاری نے روایت کی ابو ہریرہؓ سے کہا کہ ایک شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا اور اس نے آپؐ سے سوال کیا ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے

[1] چونکہ عیسائی شراب پیتے ہیں اور اس کو ناپاک نہیں سمجھتے فرش پر بھی پھینک دیتے ہیں اور نماز کے لئے جگہ کا پاک ہونا شرط ہے اس لئے آپ نے فرش کو مبالغہ کے ساتھ دھونے کا حکم دیا تاکہ شراب کا اثر باقی نہ رہے۔ ظاہری نظافت اور صفائی کو آپ نے کافی نہیں قرار دیا ۱۲ مترجم

يجد ثوبين ثم سأل رجل عمر فقال اذا وسع الله فأوسعوا جمع رجل عليه ثيابه صلى رجل في ازار ورداء في ازار وقميص في ازار وقباء في سراويل ورداء في سراويل وقميص في سراويل وقباء في تبان وقميص قال واحسبه قال في تبان ورداء ابو بكر عن معوذ صلى بنا عمر في ثوب واحد ليس عليه غيره ابو بكر عن ابن عمر ان عمر رأى رجلا يصلي ملتحفا فقال لا تشبهوا باليهود من لم يجد منكم الا ثوبا واحدا فليتزر به ابو بكر عن ابي هريرة قال عمر تصلي المرأة في ثلثة اثواب قلت معناه تستر جميع البدن البيهقي عن عمر انه رأى امة متخمرة متجلببة فقال تتشبه الاماء بالمحصنات ابو بكر عن انس رأى عمر امة متقنعة فضربها وقال تتشبهين بالحرائر ابو بكر عن عبد الله بن عامر رأيت عمر يصلي على عبقري ابو بكر ان عمر اشترى الحصر لفرشها في المسجد

استقبال القبلة

ابو بكر عن ابن عمر

ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں۔ پھر ایک شخص نے سوال کیا عمرؓ سے تو آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے وسعت بخش دی تو تم بھی وسعت پر عمل کرو۔ آدمی اپنے بدن پر اپنے کپڑے پہنے کوئی شخص نماز پڑھے اپنی لنگی اور چادر میں، لنگی اور قمیص میں، لنگی اور قبا میں، پاجامہ اور چادر میں، پاجامہ اور قمیص میں، پاجامہ اور قبا میں، جانگیے اور قمیص میں۔ کہا اور مجھے گمان ہے کہ جانگیے اور چادر میں بھی فرمایا۔ ابو بکر معوذ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم کو عمرؓ نے ایک کپڑے میں نماز پڑھائی۔ اس کے سوا ان کے بدن پر اور کپڑا نہیں تھا۔ ابو بکر ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جو (ایک کپڑے میں) لپٹا ہوا تھا تو فرمایا کہ یہود کے مشابہ نہ بنو۔ تم میں سے جسکے پاس صرف ایک ہی کپڑا ہو وہ اُس کی لنگی بنالے۔ ابو بکر نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ عمرؓ نے فرمایا کہ عورت تین کپڑوں میں نماز پڑھے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے معنے ہیں تمام بدن کا چھپانا۔ بیہقی عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک باندی کو دیکھا کہ اوڑھنی کو چہرہ کا نقاب بنائے ہوئے ہے تو فرمایا کہ باندیاں آزاد عورتوں کی مانند بننے لگیں۔ ابو بکر انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے ایک باندی کو دیکھا اوڑھنی مُنہ پر ڈالے ہوئے تو آپ نے اُس کو مارا اور کہا کہ تو آزاد عورتوں کی مشابہت اختیار کر رہی ہے۔ ابو بکر عبداللہ بن عامر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کو عبقری (ایک عمدہ فرش چاندنی) پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ ابو بکر نے روایت کیا کہ عمرؓ نے بوریئے خریدے ان کو مسجد میں بچھانا شروع کئے۔

استقبال قبلہ ابو بکر ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں

قال عمر ما بین المشرق و المغرب قبلة
زاد فی روایة استقبلت البیت (یعنی قبلہ مدینہ)
مالک نحواً من ذلک ابوبکر عن
الاسود رأیت عمر یرکز عنزة (نیزہ خورد) و
یصلی الیھا و الظعن (مسافرین) یمر بین
یدیه البیہقی عن غضیف سألت عمر
ابن الخطاب قلت انا نبدوا
فنکون فی الابنیة فان خرجت
قررت و ان خرجت قررت (سرد شوم)
فقال عمر اجعل بینک و بینها ثوباً
ثم لیصل کل واحد منکما قلت
تمسکت به الحنفیة فی قولهم بفساد
صلوة الرجل اذا حاذته امرأة
فی صلوة مشترکة تحریمة و اداءً
و اجاب الشافعی فقال لیس
بمعروف عن عمر و لیس فیه انها
فی صلوة واحدة لکن استحب
ذلک قطعاً لمادة الفتنة صفة
الصلوة مالک والشافعی ان
عمر کان یأمر رجالاً بتسویة الصفوف
فاذا جاؤا فاخبروه ان الصفوف
قد استوت کبر ابوبکر عن الاسود
سمعت عمر افتتح الصلوة و کبر فقال
سبحانک اللهم و بحمدک و تبارک
اسمک و تعالی جدک و

عمرؓ نے فرمایا کہ مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے (یعنی مدینہ کا قبلہ) ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ جب تو سیدھا رخ کرے گا بیت کی طرف۔" مالکؒ نے بھی اسی طرح روایت کی۔ ابوبکر اسود سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کو دیکھا کہ وہ اپنے نیزے کو گاڑ دیتے تھے اور اُس کی طرف نماز پڑھتے تھے اور مسافر آپ کے سامنے سے گزرتے تھے۔ بیہقی روایت کرتے ہیں غضیف سے کہا کہ میں نے ایک سوال کیا عمرؓ بن الخطاب سے میں نے کہا کہ ہم کھلے میدان میں رہتے ہیں ڈیروں میں۔ اگر میں (ڈیرے سے باہر نماز پڑھنے کے لئے) باہر نکلوں تو میں (سردی سے) ٹھٹھر جاؤں اور اگر وہ نکلے تو وہ ٹھٹھر جائے گی۔ تو عمرؓ نے کہا کہ اپنے اور اس کے درمیان ایک کپڑا (پردے کے لئے) ڈال لو۔ پھر تم دونوں میں سے ہر ایک نماز پڑھ لے۔ میں کہتا ہوں کہ حنفیہ نے اس قول میں کہ مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے جب اُس کے محاذات میں عورت آجاتی ہے ایسی نماز میں جو مشترک ہو تحریمہ اور اداء کے اعتبار سے اسی سے دلیل پکڑی ہے اور شافعیؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ عمرؓ سے یہ روایت معروف نہیں اور اس میں یہ بھی مذکور نہیں کہ وہ صلوٰۃ واحدہ میں شریک تھی۔ لیکن یہ مستحب ہے مادۂ فتنہ کو قطع کرنے کے لئے۔ **طریق نماز** مالکؒ اور شافعیؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کچھ لوگوں کو مامور کیا کرتے تھے صفیں سیدھی کرنے کے لئے۔ پھر جب وہ آکر آپ کو خبر دیتے کہ صفیں سیدھی ہوگئیں تو تکبیر کہتے۔ ابوبکر اسود سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ سے سنا انھوں نے نماز شروع کی اور تکبیر کہی پھر کہا سبحانک اللھم وبحمدک الخ یعنی آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں یا اللہ اور آپ کی تعریف، اور آپ کا نام بڑی برکت والا ہے اور آپ کی عظمت بہت بلند ہے اور

لا الٰہ غیرک ثم یتعوذ ابو حنیفۃ عن حماد
عن ابراہیم ان ناسا من اہل البصرۃ
اتوا عمر بن الخطاب لم یاتوہ الا لیسألوہ
عن افتتاح الصلوٰۃ فقام عمر
فافتتح الصلوٰۃ وہم خلفہ ثم جہر
فقال سبحانک اللّٰہم وبحمدک و
تبارک اسمک وتعالیٰ جدک و
لا الٰہ غیرک قال محمد بن الحسن انما جہر
بذلک عمر لیعلمہم ما سألوا عنہ ابو بکر و
البیہقی عن الاسود ان عمر کان یرفع یدیہ
فی الصلوٰۃ حذو منکبیہ ابو بکر عن عبایۃ
ابن ربعی قال عمر لا تجزئ صلوٰۃ لا یقرأ
فیہا بفاتحۃ الکتاب وآیتین الشافعی
فی القدیم ان عمر بن الخطاب صلی
فلم یقرأ فقال لہم کیف کان الرکوع و
السجود قالوا حسنا قال فلا بأس ابو حنیفۃ
عن حماد عن ابراہیم ان عمر صلی المغرب
فلم یقرأ فاعاد الصلوٰۃ قلت کان
الشافعی یقول فی القدیم ان القراءۃ
سنۃ ثم رجع وقال فریضۃ و
حمل قصۃ ترک الاعادۃ علی انہ ترک السورۃ
مالک والشافعی عن انس کان ابو بکر وعمر و
عثمان یفتتحون القراءۃ بالحمد للّٰہ رب العالمین
زاد فی روایۃ وکان لا یقرؤ
بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

آپ کے سوا کوئی معبود۔" پھر آپ اعوذ الخ پڑھتے۔ ابو حنیفہ رح
حماد سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ اہل بصرہ میں سے چند
لوگ عمر رض بن الخطاب کے پاس آتے اور ان کے آنے کی کوئی وجہ
نہیں تھی بجز اس کے کہ آپ سے پوچھیں کہ نماز شروع کرنے کا
کیا طریقہ ہے۔ تو عمر رض کھڑے ہوتے اور انہوں نے نماز کو شروع
کیا اور وہ لوگ ان کے پیچھے تھے پھر انہوں نے آواز کے ساتھ
کہا سبحانك اللّٰهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك و
لا اله غيرك محمد بن الحسن رح نے کہا کہ عمر رض بن الخطاب نے اس کو
جہر کے ساتھ صرف اس لئے پڑھا تاکہ جس بات کا انہوں نے سوال
کیا تھا اس کی ان کو تعلیم کردیں۔ ابو بکر اور بیہقی نے اسود سے
روایت کیا کہ عمر رض اپنے دونوں ہاتھ نماز میں اٹھایا کرتے تھے
اپنے دونوں مونڈھوں کے برابر۔ ابو بکر نے روایت کیا عبایہ
ابن ربعی سے کہ فرمایا عمر رض نے کہ نماز پوری نہ ہوگی جس میں فاتحۃ
الکتاب اور دو آیتیں نہ پڑھی جائیں گی۔ شافعی رح کے قدیم قول
میں ہے کہ عمر رض بن الخطاب نے نماز پڑھی اور اس میں قرارت
نہ کی پھر ان لوگوں سے کہا کہ رکوع اور سجدے کیسے تھے انہوں
نے کہا کہ اچھے تھے فرمایا پھر کوئی اندیشہ نہیں۔ ابو حنیفہ رح حماد
سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ عمر رض نے مغرب کی نماز
پڑھی اور اس میں قرارت نہ کی تو نماز کا اعادہ کیا۔ میں کہتا ہوں
کہ شافعی رح کا قدیم قول یہ ہے کہ قرارت سنت ہے پھر اس
سے رجوع کرلیا اور کہا کہ فرض ہے اور ترک اعادہ کے قصہ کو
انہوں نے اس پر محمول کیا کہ انہوں نے سورۃ کو ترک کیا
تھا۔ مالک رح اور شافعی رح انس رض سے روایت کرتے ہیں کہ ابو بکر رض
اور عمر رض اور عثمان رض قرارت کا افتتاح کرتے تھے الحمد للّٰہ رب
العالمین سے۔ ایک روایت میں یہ زیادہ کیا کہ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

ابو بکر و اصحابُ السّننِ عن عبداللہ بن مغفّل عن ابیہ قال صَلّیتُ خلفَ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و ابی بکر وعمر وعثمان فلم اَسمع احدًا منہم یقول ذلک اذا قرآت فقل الحمد للہ ربّ العالمین (التسمیۃ) ابو بکر عن الاسودِ صلّیتُ خلفَ عمر سبعینَ صلوٰۃً فلم یجہر فیہا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ابو بکر عن عبداللہ بن اَبزٰے ان عمر جہر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم قلتُ روَے عنہ اہل المدینۃ و اہلُ الکوفۃ والبصرۃ ترکَ الجہر بالبسملۃ وروے عنہ اہل مکّۃ الجہرَ فوقع الفقہاءُ فی الترجیح فذہب الشافعی الی ترجیح الجہر بہا وعلی قیاسِ قول محمدٍ فی دُعاء الافتتاح انہ جہر فی بعض الاَوقات لیعلّمہم ان البسملۃَ سُنّۃ والاَوجہُ عندی ان عمر کان تعلّم من النّبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قصتہ معَ ہشام بن حکیم ان القرآنَ نزَلَ علی سبعۃِ احرفٍ کُلّہا کافٍ شافٍ وکان یَرٰی اَن الابتداء بالبسملۃِ علی انّہا جزءٌ من الفاتحۃ حرفٌ صحیحٌ وترکہا علی انہا انّما یسنُّ البدایۃُ بہا فی کِتابۃ القرآنِ والتّلاوۃِ خارجَ الصّلوٰۃ

نہیں پڑھا کرتے تھے۔ ابو بکر اور اصحابِ سُنن عبداللہ بن مغفل سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور ابو بکر رضؓ کے اور عمر رضؓ کے اور عثمان رضؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے میں نے ان میں سے کسی کو یہ (یعنی تسمیہ) کہتے نہیں سنا۔ جب تو قرارت کرے تو کہہ الحمد للہ ربّ العالمین۔ ابو بکر روایت کرتے ہیں اسود سے کہ میں نے عمر رضؓ کے پیچھے ستر نمازیں پڑھی ہیں جن میں سے کسی میں بھی انھوں نے جہر کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں کہا۔ ابو بکر روایت کرتے ہیں عبداللہ بن ابزٰی سے کہ انھوں نے جہر کیا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ۔ میں کہتا ہوں کہ اہلِ مدینہ اور اہلِ کوفہ وبصرہ نے آپ سے بسم اللہ میں جہر کو ترک کرنے کی روایتیں کی ہیں اور اہلِ مکہ نے جہر کی۔ تو فقہاء میں اختلاف ہوا ترجیح کے بارے میں تو شافعی بسم اللہ میں جہر کی ترجیح کی طرف گئے۔ اور دعاء افتتاح کے بارے میں جو قول محمد بن حسن کا ہے (کہ حضرت عمر رضؓ نے بعض اوقات اس میں جہر کیا ہے) اس پر قیاس کرتے ہوئے (کہتے ہیں کہ) انھوں نے بعض اوقات میں بسم اللہ کو جہر کے ساتھ پڑھ دیا تاکہ لوگوں کو سکھا دیں کہ بسم اللہ پڑھنا سنّت ہے۔ اور میرے نزدیک قوی وجہ یہ ہے کہ عمر رضؓ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سیکھا تھا اس قصہ میں جو ان کا ہشام ابن حکیم کے ساتھ ہو چکا تھا کہ قرآن سات حرفوں (یعنی طریقوں) پر نازل ہوا ہے ہر ایک ان میں سے کافی اور شافی ہے اور آپ یہ رائے رکھتے تھے کہ بسم اللہ سے ابتداء کرنا اس بناء پر کہ وہ فاتحہ کا ایک جزء ہے ایک حرف (طریقہ) صحیح ہے۔ اور اس کا ترک بھی اس بناء پر کہ اس سے ابتداء کرنا کتابتِ قرآن میں اور خارجِ صلوٰۃ تلاوتِ قرآن میں صرف مسنون ہی ہے

حرفٌ صحیح ایضاً و الابتداء بہا علی انہا لیست من الفاتحۃ حرفٌ صحیح ایضاً فعمل بہذہ الاحرف فی الاوقات البیہقی عن یزید بن شریک انہ سأل عمر عن القراءۃ خلف الامام فقال اقرأ بفاتحۃ الکتاب فقلتُ و ان کنتَ انتَ قال و ان کنتُ انا قلتُ و ان جہرتَ قال و ان جہرتُ قلتُ روی اہل الکوفۃ عن اصحاب عمر الکوفیین ان الماموم لایقرأ شیئاً و الجمع ان القبیح فی الاصل ان ینازع الامامُ فی القرآن و قراءۃُ الماموم قد یفضی الی ذلک ثم ان اشتغال الماموم بمناجاتِ ربہ مطلوبٌ فتعارضت مصلحۃٌ و مفسدۃٌ فمن استطاع ان یاتی بالمصلحۃ بحیث لاتخدشہا مفسدۃٌ فلیفعل و من خاف المفسدۃ ترک واللہ اعلم ابو بکر عن الاحنف صلیتُ خلف عمر الغداۃ فقرأ یونس و الہود و عن زید بن وہب انہ قرأ الکہف و عن عبداللہ بن عامر انہ قرأ یوسف قراءۃً بطیئۃً ابو بکر عن عبداللہ ابن شداد سمعتُ نشیج عمر فی صلوٰۃ الصبح و ہو یقرأ انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ

ایک حرف صحیح ہے۔ اور اس سے ابتداء کرنا اس خیال کے ہوتے ہوئے کہ وہ فاتحہ کا جزو نہیں ہے یہ بھی ایک حرف صحیح ہے تو حضرت عمرؓ نے ان احرف پر مختلف اوقات میں عمل کیا ہے۔ بیہقی نے یزید بن شریک سے روایت کی ہے کہ انھوں نے عمرؓ سے سوال .... کیا امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بارے میں۔ تو انھوں نے کہا کہ "فاتحۃ الکتاب پڑھو تو میں نے کہا کہ اگرچہ آپ (امام) ہوں کہا کہ اگرچہ میں (امام) ہوں۔ میں نے کہا کہ اگرچہ آپ جہر کے ساتھ پڑھ رہے ہوں کہا اگرچہ میں جہر کر رہا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ اہل کوفہ نے اصحاب عمر کوفیین سے یہ روایت کی ہے کہ مقتدی کچھ نہیں پڑھے گا۔ اور جمع کی صورت یہ ہے کہ اصل قباحت کی بات یہ ہے کہ امام کی قراءت قرآن اور ماموم (یعنی مقتدی) کی قراءت ٹکرانے لگیں اور کبھی اس حد تک نوبت آجاتی ہے۔ پھر ماموم کا اپنے رب کے ساتھ عجز و نیاز میں مشغول ہونا مطلوب ہے (جو قراءتِ فاتحہ کا حاصل ہے) تو ایک مصلحت اور ایک مفسدے کا تقابل ہو جاتا ہے تو جو شخص یہ استطاعت رکھتا ہو کہ مصلحت کو اس طرح عمل میں لے آئے کہ اس کو مفسدہ ضرر نہ پہنچا سکے تو وہ عمل کرے اور جس کو مفسدہ کا خوف ہو وہ چھوڑ دے واللہ اعلم۔ ابو بکر احنف سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی تو انھوں نے سورۃ یونس اور سورۃ ہود پڑھی۔ اور زید بن وہب سے مروی ہے کہ انھوں نے سورۃ کہف پڑھی۔ اور عبداللہ ابن عامر سے مروی ہے کہ آپ نے سورۃ یوسف پڑھی قراءۃ بطیئہ کے ساتھ (یعنی ٹھہر ٹھہر کر)۔ ابو بکر عبداللہ بن شداد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے صبح کی نماز میں عمرؓ کی گریہ آمیز آواز سنی جب کہ وہ یہ پڑھ رہے تھے انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ۔

مالک والشافعی ان عمر کتب الی ابی موسیٰ صلّ الصبح والنجوم بادیۃ مشتبکۃ و اقرأ فیہا بسورتین طویلتین من المفصل وعن علقمۃ بن وقاص مثلہ قلتُ فیہ دلیل علی ان البکاء اذا کان للآخرۃ لا یُفسد الصلوٰۃ ابوبکر عن ابی المتوکل ان عمر قرأ فی صلوٰۃ الظہر بقاف و الذاریات ابوبکر عن زرارۃ بن اوفی اقرأنی ابوموسیٰ کتاب عمران اقرأ بالناس فی المغرب بآخر المفصل ابوبکر عن عمرو بن میمون ان عمر قرأ فی المغرب بالتین والزیتون و الم ترکیف فعل ربک ابوبکر عن زرارۃ بن اوفی اقرأنی ابوموسیٰ کتاب عمر الیہ ان اقرأ بالناس فی العشاء بوسط المفصل ابوبکر عن ابی رافع صلّیتُ مع عمر العشاء فقرأ اذا السماء انشقت ابوبکر عن معرور بن سوید خرجنا مع عمر حجاجاً فصلّی فی الفجر فقرأ بالم تر کیف ولایلاف وعن عمرو بن میمون قرأ فی الفجر فی السفر قل یا ایہا الکافرون و قل ہو اللہ احد ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراہیم ان عمر بن الخطاب امّ اصحابہ فی الصبح فقرأ بہم فی الرکعۃ الاولیٰ بقل یا ایہا الکافرون وفی الثانیۃ لایلاف قریش قال محمد ونراہ مجزیاً ولکن یُستحب للامام اذا صلّی الصبح وہو مقیم یُطیل فی القراءۃ

مالکؒ اور شافعیؒ نے روایت کیا کہ عمرؓ نے ابوموسیٰ کو لکھا کہ صبح کی نماز پڑھو جب کہ ستارے ظاہر اور جھلملاتے ہوتے ہوں اور اس میں دو لمبی سورتیں پڑھو مفصل میں سے۔ اور علقمہ بن وقاص سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں دلیل ہے اس امر پر کہ گریہ جب کہ آخرت کے لئے ہو تو وہ نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ ابوبکر ابوالمتوکل سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے ظہر کی نماز میں سورۂ قاف اور سورۂ ذاریات پڑھیں ابوبکر زرارہ بن اوفی سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے ابوموسیٰ نے سنایا خط عمر رضی اللہ عنہ کا کہ لوگوں کو نماز مغرب آخر مفصل کے ساتھ پڑھاؤ۔ ابوبکر روایت کرتے ہیں عمرو بن میمون سے کہ عمرؓ نے مغرب میں پڑھی والتین والزیتون اور الم ترکیف فعل ربک۔ ابوبکر زرارہ بن اوفی سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے ابوموسیٰ نے عمرؓ کا خط سنایا جو اُن کے پاس پہنچا تھا کہ عشاء کی نماز لوگوں کو وسط مفصل سے پڑھاؤ۔ ابوبکر ابورافع سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی تو انھوں نے اذا السماء انشقت پڑھی۔ ابوبکر معرور بن سوید سے روایت کرتے ہیں کہ ہم عمرؓ کے ساتھ حج کے لئے نکلے تو انھوں نے نماز فجر میں پڑھی الم ترکیف اور لایلاف۔ اور عمرو بن میمون سے مروی ہے کہ سفر میں انھوں نے فجر میں پڑھی قل یا ایہا الکفرون اور قل ہو اللہ احد۔ ابوحنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے صبح کی نماز میں اپنے اصحاب کی امامت کی تو پہلی رکعت ان کو پڑھائی قل یا ایہا الکفرون سے اور دوسری میں پڑھی لایلاف قریش۔ محمدؒ نے کہا کہ اس قدر کو ہم بقدر کفایت سمجھتے ہیں لیکن امام کے لئے مستحب یہ ہے کہ جب صبح کی نماز پڑھے اور وہ مقیم ہو تو قرارت میں طویل کرے

ابوبکر عن یحیے بن عبد الرحمٰن بن حاطب ان عمر قرأ بآلِ عمران فے الرکعتین الاولین من العشاء قطّعہا یعنے فیہما الشافعے عن ابے عثمان النہدے سمعتُ عمرَ بن الخطاب نغمۃً (آواز خفیف) من قاف فے الظہر قلت احتجّ بہ الشافعے علے ان الاخفاء فے موضعہ والجہر فے موضعہ لیس بواجب وللحنفیۃ ان یقولوا اسماعُ کلمۃٍ او کلمتین لا یُخرج من الاخفاء. ابوبکر عن ابے رافع کان عمرُ یقرأُ فے الصبح بمأۃ من البقرۃ ویتبعہا بسورۃٍ من المثانے او من صدورِ المفصل قلتُ فیہ حجۃٌ علے انّ الرکعۃ الاولے من الصبح اطولُ من الثانیۃ ابوبکر والبخاری عن جابر بن سمرۃ حین شکوا سعدًا فدعاہ عمر قال سعدٌ انّے لأُصلّے بہم صلوٰۃَ رسولِ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انّے لأرکُدُ فے الاُولیینِ واُخِفُّ بہم فے الاُخریینِ قال عمرُ ذاک الظنُّ بک یا ابا اسحٰق ابوبکر عن ابے عثمان ان عمر کان یُصلّے عند زوالِ الشمس ویُطیلُ اولَ رکعۃ قلتُ فیہ حجۃ للشافعے فی استحباب اطالۃ الرکعۃ الاولٰے

ابوبکر یحیی بن عبد الرحمٰن بن حاطب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ آلِ عمران پڑھی۔ سورۃ کے ٹکڑے کردیئے دونوں رکعتوں میں۔ شافعیؒ ابو عثمان نہدی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ بن الخطاب سے ظہر کی نماز میں سنی ہلکی آواز سورۃ قاف کی۔ میں کہتا ہوں اس سے شافعیؒ نے اس پر احتجاج کیا ہے کہ اخفاء موضع اخفاء میں اور جہر موضع جہر میں واجب نہیں ہے اور حنفیہ کو (جواب میں) یہ کہنے کا حق ہے کہ ایک یا دو کلموں کا سنا دینا اخفاء سے خارج نہیں کردیتا۔ ابوبکر ابو رافع سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ صبح کی نماز میں پڑھتے تھے سو آیتیں سورۃ بقرہ کی اور اس کے بعد (دوسری رکعت میں) پڑھتے مثانی میں کی کوئی سورت یا کسی مفصّل کے شروع کا حصہ اور پڑھتے ایک سو آیات سورۃ آلِ عمران کی اور ان کے بعد (دوسری رکعت میں) پڑھتے مثانی میں کی کوئی سورۃ یا کسی مفصّل کے شروع میں سے (مثانی سے وہ سورتیں مراد ہیں جو ذات المئین سے کم ہیں) میں کہتا ہوں کہ اس میں اس بات پر حجت ہے کہ صبح کی پہلی رکعت زیادہ لمبی ہے دوسری رکعت سے۔ ابوبکر اور بخاری جابر بن سمرہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب لوگوں نے سعد بن ابی وقاصؓ کی شکایت کی تو ان کو عمرؓ نے بلایا تو سعدؓ نے کہا کہ میں ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھاتا رہا ہوں میں پہلی دو رکعتوں میں سکون کرتا رہا ہوں (یعنی قراءت طویل پڑھتا رہا ہوں) اور بعد کی دو رکعتیں ہلکی پڑھتا رہا ہوں تو عمرؓ نے کہا اے ابو اسحٰقؓ ہم کو تم سے یہی گمان تھا۔ ابوبکر ابو عثمان سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ زوال شمس کے قریب نماز پڑھا کرتے تھے اور پہلی رکعت کو لمبی پڑھتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں حجت ہے شافعیؒ کے لئے ہر نماز میں پہلی رکعت کے طویل

فی کل صلوۃٍ مالک والشافعی عن عروۃ ان عمر بن الخطاب قرأ سجدۃً و ھو علی المنبر فنزلَ وسجدَ وسجدُوا معہٗ ثم قرأ الجمعۃَ الأخریٰ فتھیّأ الناس للسجود فقالَ ایھا الناس علی رسلکم ان اللہ لم یکتبھا علینا الّا ان نشآءَ فقرأھا فلم یسجدُ و منع الناس ان یسجدوا ابو بکر عن ابی قلابۃ والحسن قالا قال عمر لیس فی المفصل سجدۃٌ قلتُ کانہ ینفی تاکدَ سُنّتِھا ابو بکر عن حصین بن سبرۃ صلّیتُ خلفَ عمر فقرأ فی الرکعۃ الأولیٰ بسورۃ یوسف ثم قرأ فی الثانیۃ بالنجم فسجدَ ثم قامَ فقرأ اذا زُلزلتِ الارضُ فرکعَ ابو بکر عن ابی رافع الصائغ صلّی بنا عمر صلوٰۃَ العشآء فقرأ اذا السمآء انشقت فسجد وسجدنا معہٗ ابو بکر عن ابن عمر عن عمر انہ سجد فی الحج سجدتین ابو بکر عن ابن عباس انہ رآی عمر بن الخطاب یسجدُ فیھا یعنی فی صاد ابو بکر عن عُروۃَ قال عمر انّی لأحسبُ جزیۃ البحرین و انا فی الصلوٰۃ ابو بکر عن ابی عثمان النھدی قالَ عمر لأجھزُ جیوشی و انا فی الصلوٰۃ

پڑھنے کے بارے میں۔ مالکؒ اور شافعیؒ عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے آیت سجدہ کی قرات کی جب کہ وہ منبر پر تھے پھر نیچے اُترے اور سجدہ کیا اور سب لوگوں نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔ پھر دوسرے جمعہ کو (آیت سجدہ کی) قراءت کی تو لوگوں نے سجدے کی تیاری کی تو آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! اپنے حال پر توقف کرو اللہ تعالیٰ نے اس کو ہم پر (فوراً کرنا) فرض نہیں کیا مگر ہم جب چاہیں کریں تو آپ نے قرات کی اور سجدہ نہ کیا اور لوگوں کو سجدہ کرنے سے منع کر دیا (کہ بعد میں جب چاہیں کرلیں)۔ ابو بکر ابو قلابہ سے اور حسن سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے کہا کہ مفصل میں کوئی سجدہ نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ گویا وہ نفی کر رہے ہیں اس کے سنّت موکد ہونے کی۔ ابو بکر حصین بن سبرہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نماز پڑھی عمرؓ کے پیچھے، اُنھوں نے پہلی رکعت میں سورۃ یوسف پڑھی پھر دوسری میں سورۃ نجم پڑھی پھر سجدہ کیا پھر اُٹھے اور پڑھی اذا زلزلت الارض پھر رکوع کیا۔ ابو بکر ابو رافع الصائغ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم کو عمرؓ نے نماز پڑھائی تو آپ نے پڑھی اذا السمآء انشقت پھر سجدہ کیا اور ہم نے اُن کے ساتھ سجدہ کیا۔ ابو بکر ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے سورۃ حج میں دو سجدے کئے۔ ابو بکر ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے عمرؓ بن الخطاب کو دیکھا کہ اُنھوں نے اُس میں یعنی سورۃ صاد میں سجدہ کیا۔ ابو بکر عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے عمرؓ (بن الخطاب) نے کہا کہ میں جب نماز میں ہوتا ہوں تو بحرین کے جزیہ کا حساب کیا کرتا ہوں۔ ابو بکر ابو عثمان نہدی سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ میں لشکروں کے سامان کی تیاری میں لگا ہوا ہوتا ہوں جب میں نماز میں ہوتا ہوں۔

ابو بکر والترمذی والشافعی عن علقمة والاسود عن عبداللہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکبر فی کل رفع ووضع وقیام وقعود وابو بکر وعمر البغوی والبیہقی ان عمر روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم رفع الیدین فی الرکوع والقومة منہ ابو بکر عن الاسود صلیت مع عمر فلم یرفع یدیہ فی شیء من صلوٰتہ الا حین افتتح الصلوٰة قلت تکلم الشافعیة والحنفیة فی ترجیح الروایات کل علی حسب مذہبہ والاوجہ عندی ان عمر رأی رفع الیدین عند الرکوع والقومة منہ مستحبا فکان یفعل تارة ویترک اخری کما بین ہو بنفسہ فی سجود التلاوة الشافعی عن ابی عبدالرحمٰن السلمی قال عمر قد سنت لکم الرکب فخذوا بالرکب ابو حنیفة عن حماد عن ابراہیم ان عمر کان یجعل کفیہ علی رکبتیہ قلت واحتج بہ ابراہیم وابو حنیفة من بعدہ علی ترک التطبیق ابو بکر عن ابراہیم ابن میسرة بلغنی ان عمر کان یقول فی الرکوع والسجود قدر خمس تسبیحات سبحان اللہ وبحمدہ ابو بکر عن الاسود کان عمر اذا رفع رأسہ فی الرکوع قال سمع اللہ لمن حمدہ قبل ان یقیم ظہرہ ابو بکر عن الاسود ان عمر کان یقع علی رکبتیہ
یعنی زور سے امداد ۱۲

ابو بکر اور ترمذی اور شافعیؒ نے علقمہ اور اسود سے وہ روایت کرتے ہیں عبداللہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم تکبیر کہا کرتے تھے ہر مرتبہ سر اٹھانے میں اور رکھنے میں اور قیام میں اور قعود میں اور ابو بکرؓ و عمرؓ۔ اور بغوی اور بیہقی روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے روایت کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین (یعنی دونوں ہاتھ اٹھانے) کی رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھنے پر۔ ابو بکر اسود سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی تو انہوں نے نماز میں کسی چیز میں بھی ہاتھ نہیں اٹھاتے بجز اس وقت کے جب نماز شروع کی تھی۔ میں کہتا ہوں کہ شافعیہ اور حنفیہ نے کلام کیا ہے ترجیحِ روایات کے بارے میں ہر ایک نے اپنے مذہب کے مطابق اور میرے نزدیک اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ عمرؓ رکوع میں جانے اور اس سے اٹھنے کے وقت رفع یدین کو مستحب سمجھتے تھے تو کبھی کرتے تھے اور کبھی چھوڑ دیتے تھے جیساکہ سجدۂ تلاوت کے بارے میں آپ نے خود بیان کیا ہے۔ شافعیؒ عبدالرحمٰن سلمی سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ مسنون کیا گیا ہے تمہارے لئے گھٹنے پکڑنا تو (رکوع میں) گھٹنے پکڑا کرو۔ ابو حنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ اپنی ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھا کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں ابو حنیفہؒ اور ابراہیمؒ نے اس سے حجت پکڑی ہے بعد اسکے تطبیق کے ترک پر۔ ابو بکر ابراہیم بن میسرہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی کہ عمرؓ رکوع و سجدے میں بقدر پانچ تسبیحات کے کہا کرتے تھے سبحان اللہ وبحمدہٖ۔ ابو بکر اسود سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ جب رکوع سے سر اٹھایا کرتے تھے تو اپنی کمر کھڑی کرنے سے پہلے سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تھے۔ ابو بکر اسود سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نیچے گرتے تھے اپنے دونوں گھٹنوں پر

ابو بکر عن الحسن عن عمر وُجِّہ ابنُ آدم للسجود علیٰ سبعۃ اعضاء الجبھۃ والراحتین والرکبتین والقدمین ابو بکر عن ابی ہند الشامی قال عمر اذا سجد احدکم فلیباشر بکفیہ الارض ابو بکر عن زید بن وہب عن عمر اذا لم یستطع احدکم ان یسجد علی الارض من الحر والبرد فلیسجد علی ثوبہ الشافعی عن الحسن کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابو بکر وعمرؓ یقنتون فی الصبح بعد الرکعۃ (الرکوع) ابو بکر عن ابی مالک الاشجعی قلت لابی یا ابت صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وخلف ابی بکر وعمر وعثمان فرأیت احدا منہم یقنت فقال یا بنیّ محدثۃ ابو بکر عن الاسود وعمرو بن میمون ان عمر بن الخطاب لم یقنت فی الفجر ابو بکر عن زید بن وہب ربما قنت عمر فی صلوٰۃ الفجر ابو بکر عن الشعبی قال عبد اللہ لو ان الناس سلکوا وادیا او شعبا و سلک عمر وادیا او شعبا سلکت وادی عمر وشعبہ ولو قنت عمر قنت عبد اللہ ابو بکر عن ابی عثمان کان عمر یقنت بنا بعد الرکوع ویرفع یدیہ حتی یبدو ضبعاہ (ہر دو بازو) ویسمع صوتہ من وراء المسجد ابو بکر

(یعنی سجدے میں جاتے ہوئے) ابو بکر حسن سے وہ عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابنِ آدم کو سجدے میں سر رکھنے کا حکم دیا گیا سات اعضاء پر پیشانی اور دونوں ہتھیلیاں اور دونوں گھٹنے اور دونوں قدم۔ ابو بکر ابو ہند شامی سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی جب سجدہ کرے تو چاہیے کہ دونوں ہتھیلیوں کو زمین سے ملادے۔ ابو بکر زید بن وہب سے وہ عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب گرمی اور سردی کی (شدت کی) وجہ سے تم میں سے کسی کو زمین پر سجدہ کرنے کی استطاعت نہ ہو تو چاہیے کہ اپنے کپڑے پر سجدہ کرے۔ شافعیؒ حسن سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ و عمرؓ قنوت پڑھا کرتے تھے نماز فجر میں بعد رکوع کے۔ ابو بکر ابو مالک الاشجعی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا جان آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے کیا آپ نے ان میں سے کسی کو قنوت پڑھتے ہوتے دیکھا ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ بیٹا! یہ نئی بات ہے۔ ابو بکر اسود اور عمرو بن میمون سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطابؓ نے فجر میں قنوت نہیں پڑھی۔ ابو بکر زید بن وہب سے روایت کرتے ہیں کہ کبھی کبھی عمرؓ نے نماز فجر میں قنوت پڑھی ہے۔ ابو بکر شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اگر سب لوگ ایک وادی یا گھاٹی پر چلیں اور عمرؓ دوسری وادی یا گھاٹی پر چلے تو میں عمرؓ کی وادی اور اس کی گھاٹی پر چلوں گا اور اگر عمرؓ قنوت پڑھا کرتے تو عبد اللہؓ بھی قنوت پڑھتا۔ ابو بکر عثمان سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ ہم کو قنوت کرایا کرتے تھے بعد رکوع کے اور اپنے دونوں ہاتھ اتنے اوپر اٹھایا کرتے تھے کہ ان کے دونوں بازو ظاہر ہو جایا کرتے تھے اور مسجد کے باہر سے ان کی آواز سنی جاتی تھی۔ ابو بکر

عن زید بن وهب ان عمر بن الخطاب قنت فی صلوٰۃ الصبح قبل الرکوع ابو بکر عن ابی عثمان النهدی و عبید بن عمیر مثلہ قلت وقع القوم فی الترجیح بضبط الرواۃ و کثرتهم فاختلفوا و مذاهبهم فی القنوت و ترکه و انه قبل الرکوع او بعده مشهورۃ و الاوجه عندی ان یحمل اختلاف الحکایات علی اختلاف الاحوال فکان النبی صلی اللہ علیه وسلم و اصحابه اذ اخذهم امر (اوقعهم فی امر نائبة) قنتوا و الا ترکوا فمن قنت تارۃ و لم یقنت اخری فقد اصاب و من قنت دائما ورأی ان الامور دائمۃ تتری فقد اصاب و من لم یقنت ابدا فقد اصاب لانه لیس بسنۃ راتبۃ و انما هو للامور العظام قال سفیان الثوری ان قنت فی الصبح فحسن و اختار هو ترک القنوت و قال احمد و اسحٰق لا یقنت فی صلوٰۃ الفجر الا عند نازلۃ بالمسلمین فیدعو الامام لجیوش المسلمین ابو بکر و محمد بن الحسن عن حمید بن عبد الرحمٰن قال عمر لا صلوٰۃ الا بتشهد و لفظ محمد بن الحسن سمعت عمر بن الخطاب لا یجوز الصلوٰۃ الا بتشهد مالک و الشافعی عن عبد الرحمٰن ابن عبد القاری

زید بن وہب سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطابؓ نے قنوت پڑھی ہے صبح کی نماز میں رکوع سے پہلے۔ ابو بکر ابو عثمان نہدی اور عبید بن عمیر سے اسی کے مثل روایت کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ضبط رُواۃ (یعنی راویوں کی پختگی) اور اُن کی کثرت کے اعتبار سے قوم ترجیح میں جا پڑی اور مختلف الرائے ہوگئی۔ اور ان کے مذاہب قنوت کے پڑھنے اور نہ پڑھنے اور اس بات میں کہ وہ رکوع سے پہلے ہے یا بعد میں ہے مشہور ہیں اور میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ اختلافِ حکایات کو اختلافِ احوال پر محمول کیا جائے۔ جب کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو کوئی بات اندوہناک کرتی تھی تو قنوت پڑھا کرتے تھے ورنہ چھوڑ دیا کرتے تھے۔ تو جس نے کبھی قنوت پڑھا اور کبھی چھوڑا تو اس نے ٹھیک کیا۔ اور جس نے ہمیشہ قنوت پڑھا اور اس بات پر نظر کی کہ تشویشناک امور تو ہمیشہ ہی پیش آتے رہتے ہیں اُس نے بھی ٹھیک کیا اور جس نے کبھی نہ پڑھا اُس نے بھی ٹھیک کیا کیونکہ وہ کوئی سنتِ راتبہ نہیں ہے (یعنی ایسی سنت جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ پڑھی ہو فرضوں کے ساتھ) اور وہ صرف بڑے بڑے اہم امور کے لئے ہے۔ کہا سفیان ثوریؒ نے کہ اگر صبح میں قنوت پڑھے تو اچھا ہے اور اُنھوں نے اختیار کیا ہے ترکِ قنوت کو۔ اور احمدؒ اور اسحٰقؒ کا قول یہ ہے کہ نماز فجر میں قنوت نہ پڑھیں مگر کسی مصیبت کے موقع پر جو مسلمانوں پر آپڑے جس میں خلیفہ مسلمانوں کے لشکروں کیلئے دعا کرے۔ ابو بکر اور محمد بن الحسن حمید بن عبد الرحمٰن سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ نماز نہیں ہوتی مگر تشہد کے ساتھ اور محمد بن الحسن کے لفظ یہ ہیں کہ میں نے سنا عمرؓ ابن الخطاب سے کہ کہتے تھے کہ نماز جائز نہیں ہوتی مگر تشہد کے ساتھ۔ مالکؒ اور شافعیؒ عبد الرحمٰن بن عبد القاری سے روایت کرتے ہیں

انہ سمع عمرؓ بن الخطاب وهو على المنبر يعلم الناس التشهد قولوا التحيات لله الزاكيات لله الطيبات الصلوات لله السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله ولفظ البغوي الطيبات لله والصلوات لله قال الشافعي هذا الذي علمنا من سبقنا بالعلم من فقهائنا صغارا ثم سمعناه باسناده وسمعنا ما خالفه فلم نسمع اسنادا اثبت عندنا منه وهذا مذهبه في القديم ثم قال في الجديد انتهى الينا من حديث اصحابنا حديث نثبته عن النبي صلى الله عليه وسلم فصرنا اليه الترمذي والبغوي قال عمرؓ الدعاء موقوف بين السماء والارض لا يصعد منها شيء حتى تصلي على نبيك ابوبكر عن عمرو ابن ميمون عن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم كان يتعوذ بالله من الجبن والبخل وعذاب القبر وفتنة الصدر قلت جاء في بعض الاحاديث انه كان يتعوذ بهؤلاء الكلمات قبل التسليم ابوبكر عن الحسن ان النبي صلى الله عليه وسلم وابابكر وعمر كانوا يسلمون بتسليمة واحدة الشافعي عن ابن مسعود رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم سلم عن يمينه

انہوں نے عمرؓ بن الخطاب سے سُنا جب وہ منبر پر تھے اور لوگوں کو تشہد سکھا رہے تھے کہ کہو التحیات للہ الزاکیات للہ الطیبات الصلوات للہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ۔ اور بغوی کے لفظ ہیں الطیبات للہ والصلوات للہ۔ شافعیؒ نے کہا کہ یہ (تشہد) جو میرے پاس ہے مجھے بچپن کے زمانہ میں اُس نے سکھایا جو علم میں ہمارے فقہاء سے سبقت لے ہوتے تھا۔ پھر ہم نے اس کو اس کی سند کے ساتھ سُنا اور جو اس کے خلاف ہے اس کو بھی سُنا تو ہم نے ایسی اسناد نہیں سُنیں جو ہمارے نزدیک اُس کی اسناد سے زیادہ مضبوط ہوں اور یہ اُن کا مذہب ہے جو پہلے تھا۔ پھر بعد کے دور میں اُنھوں نے یہ کہا کہ ہمارے اصحاب کی حدیث میں سے ہم تک ایسی حدیث پہنچی جس کو ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت سمجھتے ہیں تو ہم نے اُس کی طرف رجوع کر لیا۔ ترمذی اور بغوی نے روایت کیا کہ عمرؓ نے فرمایا کہ دُعا ٹھہری رہتی ہے آسمان وزمین کے درمیان اُس میں کا کوئی حصہ بھی آسمان پر نہیں چڑھتا جب تک تو اپنے نبیؐ پر درود نہ پڑھے۔ ابوبکرؒ بن میمون سے وہ عمرؓ سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت لاتے ہیں کہ آپؐ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگا کرتے تھے نامردی سے اور بخل سے اور عذابِ قبر سے اور فتنۂ صدر سے (سینہ سے اُبھرنے والے فتنہ سے)۔ میں کہتا ہوں کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ آپؐ ان کلمات سے تعوذ کیا کرتے تھے سلام پھیرنے سے پہلے۔ ابوبکر حسن سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ و عمرؓ سلام پھیرا کرتے تھے ایک ہی سلام کے ساتھ۔ شافعیؒ ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ نے دائیں طرف

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وعن یسارہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ ورأیتُ ابابکر وعمر یفعلان ذٰلک قلتُ اختلفوا فی ذٰلک والاوجہ عندی ان الخروجَ من الصلوٰۃ بتسلیمۃٍ واحدۃٍ جائز من غیر کراہیۃٍ والتسلیمتانِ احبّ واکملُ وکان عمر یفعل ہذا مرۃً وذاک اخریٰ کفعلہ فی سجدۃِ التلاوۃ البیہقی عن ابن عباس ان عمر سألہم فقالَ عبدالرحمٰن بن عوفٍ سمعتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولُ اذا شکَّ فی الاثنتینِ والثلٰثِ فلیجعلْہا اثنتینِ واذا شکَّ فی الثلٰثِ والاربع فلیجعَلْہا ثلٰثاً حتّٰی یکونَ الوہمُ فی الزیادۃ فاخذ بہ عمر الشافعی ومسلم عن یعلی بن امیۃ قُلتُ لعمر بن الخطاب انما قال اللہ تعالیٰ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الآیۃ. فقد اٰمِنَ الناس فقالَ عجبتُ ممّا عجبتَ منہ فسألتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالَ صدقۃٌ تصدَّق اللہ بہا علیکم فاقبلُوا صدقتہ مالک والشافعی ان ابن المسیّب قالَ مَن اَجمعَ اقامۃ اربعَ لیالٍ وہو مسافر اَتمَّ الصلوٰۃ

سلام پھیرا السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر اور بائیں طرف سلام پھیرا السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر اور میں نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو بھی ایسا ہی کرتے دیکھا۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں فقہاء مختلف ہوتے ہیں اور میرے نزدیک راجح یہ بات ہے کہ نماز سے باہر آنا ایک سلام کے ساتھ جائز ہے بغیر کراہیت کے اور دو سلام پسندیدہ اور اکمل ہیں اور عمرؓ کبھی ایسا کرتے تھے اور کبھی دوسری طرح مثل اپنے فعل کے سجدہ تلاوت کے بارے میں۔ بیہقی ابنِ عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے صحابہؓ سے سوال کیا تو عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ جب (نماز پڑھنے والا) شک کرے دو اور تین (رکعات) میں تو چاہیئے کہ ان کو قرار دے دو رکعتیں اور جب شک کرے تین اور چار میں تو چاہیے کہ ان کو قرار دے تین رکعتیں یہاں تک کہ وہم رہ جائے زیادتی کی جانب میں تو عمرؓ نے اس کو اختیار کر لیا۔ شافعیؒ اور مسلمؒ یعلی بن امیہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے کہا عمرؓ بن الخطاب سے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ الخ (۴ : ۱۰۱) اور جب تم زمین میں سفر کرو سو تم کو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا کہ تم نماز کو کم کر دو اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تم کو کافر لوگ پریشان کریں گے الخ۔ اور اب لوگ مامون ہو گئے۔ تو عمرؓ نے کہا کہ تعجب مجھے بھی ہوا تھا جس سے تم کو ہو رہا ہے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ انعام ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کیا تو تم اس کے انعام کو قبول کرو۔ مالکؒ اور شافعیؒ نے روایت کیا کہ ابن المسیبؒ کہتے ہیں کہ جس نے فیصلہ کر لیا چار راتوں کے مقیم رہنے کا جب کہ وہ سفر کر رہا ہے تو نماز پوری پڑھے (کیونکہ اب وہ نیت کنندہ ہے)[عــ۵]

عــ۵ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر تین دن سے زیادہ قیام کی نیت ہو جائے تو سفر کا حکم ختم ہو جاتا ہے ابن المسیبؒ کا یہ قول ان کی دلیل ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اکثر مدتِ سفر پندرہ دن ہیں ۱۲ مترجم

ثم خرج الشافعی وجہ المسألۃ من حدیث عمر انہ لم یرخص للمجوس والیہود والنصاری ان یقیموا بالمدینۃ اکثر من ثلث لیال البیہقی عن سالم ان عمر بن الخطاب کان اذا قدم مکۃ صلے رکعتین ثم یقول یا اہل مکۃ اتموا صلوتکم فانا قوم سفر مالک نحو من ذلک ابو بکر عن الاسود ان عمر صلے بمکۃ رکعتین ثم قال انا قوم سفر فاتموا الصلوۃ ابو بکر عن عبد الرحمن بن ابی لیلے عن عمر صلوۃ السفر رکعتان والجمعۃ رکعتان والعیدان رکعتان تمام غیر قصر علے لسان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابو بکر عن اللجلاج کنا نسافر مع عمر بن الخطاب فیسیر ثلثۃ امیال فیتجوز فی الصلوۃ قلت معناہ اذا خرج من المصر یرید مسافۃ بعیدۃ فمشے ثلثۃ امیال یقصر الشافعی یذکر عن عمر انہ کتب ان الجمع بین صلواتین من الکبائر قلت احتج بہ الحنفیۃ علے ان لا جمع بین صلوتین فی السفر واجاب الشافعی بانہ مرسل ولو صح فالسفر والمطر عذر کیف لا وقد صح ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم جمع فی تبوک وعمر اعلم باللہ ورسولہ من ان یمنع ذلک ابو بکر عن عمرو بن الحارث

مسافر نہیں رہا) پھر شافعیؒ نے حدیث عمرؓ سے صورت مسئلہ کا استخراج کیا کہ عمرؓ نے مجوس کو اور یہود و نصاریٰ کو تین راتوں سے زیادہ مدینہ میں قیام کرنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ (کیونکہ تین دن سے زیادہ قیام پر وہ مقیم کے حکم میں آجاتے اور ان کی مدینہ میں آپ اقامت پسند نہیں کرتے تھے)۔ بیہقی سالم سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب جب مکہ معظمہ میں آیا کرتے تھے تو دو رکعت پڑھا کرتے تھے پھر (سلام پھیر کر) کہدیا کرتے تھے کہ اے اہل مکہ تم اپنی نماز پوری کرو ہم لوگ مسافر ہیں۔ مالکؒ نے بھی ایسی ہی روایت کی۔ ابو بکر اسود سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے مکہ معظمہ میں دو رکعت پڑھیں پھر کہا کہ ہم لوگ مسافر ہیں تم اپنی نماز پوری کرلو۔ ابو بکر عبد الرحمن بن ابی لیلے سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ صلوٰۃ سفر دو رکعتیں ہیں اور جمعہ کی دو رکعتیں ہیں اور عیدین کی دو رکعتیں ہیں پوری بغیر قصر کے حسب ارشاد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ ابو بکر نے لجلاج سے روایت کیا کہ ہم عمرؓ بن الخطاب کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے آپ تین میل چلنے کے بعد نماز میں قصر کیا کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ جب مسافت بعیدہ کے ارادے سے شہر سے نکل گئے اور تین میل چلے تو قصر کرینگے۔ شافعیؒ نے کہا کہ ذکر کیا جاتا ہے عمرؓ سے کہ انھوں نے لکھا کہ دو نمازوں کو جمع کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے دلیل قائم کی حنفیہ نے اس بات پر کہ سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور شافعیؒ نے جواب دیا کہ یہ مرسل ہے اور اگر صحیح ثابت ہو جائے تو سفر اور بارش عذر ہیں۔ یہ بات کیسے نہیں مانی جائیگی جب کہ صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں دو نمازوں کو جمع کیا ہے اور عمرؓ اللہ اور رسولؐ کے احکام کو بہت جانتے تھے کیسے اس سے منع کرسکتے تھے۔ ابو بکر عمرو بن الحارث سے

عن عمر بن الخطاب فی الرجل اذا رعف فی الصلوٰۃ قال ینفتل فیتوضأ ثم یرجع فیصلی ویعتد بما مضٰی قلت عند الحنفیۃ محمول علی ان الرعاف ناقض للوضوء ومن سبقہ الحدث توضأ وبنیٰ وعند الشافعی فی القدیم علی ان الرعاف لیس بناقض و الوضوء ہو غسل الدم ومن اصابہ من غیر اختیارہ نجس فی بدنہ او ثوبہ دفع عنہ النجس وبنی ثم شک فی ذلک فی مذہبہ الجدید ابوبکر عن ابراہیم صلی عمر صلوٰۃ عند البیت فقرأ لایلاف قریش فجعل یومی الی البیت ویقول فلیعبدوا رب ہذا البیت قلت فیہ حجۃ علی جواز الاشارۃ المفہمۃ فی الصلوٰۃ

النوافل ابوبکر عن الرحمٰن بن رافع ان عمر بن الخطاب کان یکبر فی العیدین ثنتی عشرۃ سبعا فی الاولی وخمسا فی الآخرۃ الشافعی عن جعفر بن محمد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابابکر وعمر کبروا فی العیدین والاستسقاء سبعا وخمسا و صلوا قبل الخطبۃ وجہروا بالصلوٰۃ قلت ذہب اہل الکوفۃ الی ان تکبیرات العیدین اربع کتکبیرات الجنائز روی ذلک عن ابی موسی وغیرہ والاوجہ عندی ان مراد الشرع اکثار التکبیر

وہ عمرؓ بن الخطاب سے نقل کرتے ہیں ایسے شخص کے بارے میں جس کی نکسیر جاری ہوجائے نماز میں آپ نے فرمایا کہ وہ لوٹ جائے اور وضو کرکے واپس آئے اور نماز پڑھے اس کا پچھلا پڑھا ہوا حصہ شمار کیا جائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ حنفیہ کے نزدیک یہ اعادۂ وضو اس پر محمول ہے کہ نکسیر وضوء کو توڑنے والی ہے اور جس کو حدث پیش آجائے وہ وضوء کرکے شریک ہوتا ہے اور شافعیؒ کے نزدیک اُن کے قدیم قول میں اس پر محمول ہے کہ نکسیر ناقض وضوء نہیں یہاں وضوء سے مراد خون کا دھونا ہے اور جس شخص کے بدن پر یا کپڑے پر اس کے اختیار کے بغیر لگ گیا ہے وہ نجس ہے اس نجاست کا دفع کرنا بھی ضروری ہے (وضوء سے مراد جسم اور کپڑے کا دھونا ہے) پھر (حسبِ سابق) نماز میں شامل ہوجائے۔ پھر شافعیؒ نے اپنے جدید مسلک میں اس میں شک کیا ہے۔ ابوبکر ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے بیت اللہ کے قریب اپنی نماز پڑھی جس میں سورۃ لایلاف کی قراءت کی اور یہ کہتے ہوئے کہ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ ہٰذَا الْبَیْتِ بیت کی طرف اشارہ کرنے لگے۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں بحالتِ نماز کسی ایسے اشارے کے جواز کی دلیل ہے جو سمجھانے والا ہو۔

نوافل ابوبکر نے عبدالرحمٰن بن رافع سے روایت کیا کہ عمرؓ بن الخطاب عیدین میں بارہ تکبیر کہا کرتے تھے، سات پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری میں۔ شافعیؒ جعفر بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ابوبکرؓ و عمرؓ نے عیدین اور استسقاء میں سات اور پانچ تکبیریں کہیں اور انھوں نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی اور جہر کیا نماز میں۔ میں کہتا ہوں کہ اہل کوفہ اس طرف گئے کہ عیدین کی تکبیرات چار ہیں مثل تکبیراتِ نماز جنازہ کے، یہ مروی ہے ابوموسیٰ وغیرہ سے اور میرے نزدیک قوی بات یہ ہے کہ ان دونوں دلوں میں جو مطلوب شرع ہے وہ تکبیر کا بکثرت

فی ہذین الیومین بقولہ تعالیٰ وَ لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰىکُمْ وَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ و لقولہ فی سورۃ الحج لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰىکُمْ وَ بَشِّرِ الْمُحْسِنِیْنَ فمن اتی فی کل رکعۃ بثلاث تکبیرات فقد اصاب لان الثلاث اقل حد الاکثار و من کبر سبعًا و خمسًا فقد اصاب و ذکر اللہ اکثر ابو بکر عن عبد الملک بن عمیر حُدِّثْتُ عن عمر انہ کان یقرأ فی العید سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی و ہَلْ اَتٰىکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ قلت ہو مرفوع رواہ ابن عباس مالک والشافعی ان عمر سال اباواقد اللیثی ما کان یقرأ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الفطر و الاضحیٰ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ بقاف و اقتربت الساعۃ الشافعی عن ابن عمر وغیرہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابابکر وعمر کانوا یصلون فی العید قبل الخطبۃ الشافعی عن عبد اللہ بن عامر صلی عمر بن الخطاب فی المسجد فی یوم مطیر الشافعی عن ابن المسیب استسقی عمر بن الخطاب فکان اکثر دعائہ الاستغفار الشافعی زلزلت الارض فی عہد عمر فلما علمناہ صلی و قد قام خطیبًا

کہنا ہے حسب ارشاد حق تعالیٰ شانہ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ الخ (۲: ۱۸۵) اور تاکہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی بزرگی (وثنا) بیان کیا کرو اس پر کہ تم کو ہدایت کی اور تاکہ تم شکر کیا کرو۔" اور جیساکہ سورۃ حج میں ارشاد فرمایا ہے لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ الخ (۲۲: ۳۷) اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو اس پر کہ تم کو ہدایت کی اور آپ اخلاص والوں کو خوش خبری سنا دیجئے۔" تو جو مقرر کرتا ہے ہر رکعت میں تین تکبیرات وہ مُصیب ہے کیونکہ (عدد) تین حدِ کثرت کا اقل عدد ہے اور جس نے سات اور پانچ مرتبہ تکبیر کہی وہ بھی راستی پر ہے کہ اس نے اللہ کا ذکر کثیر کیا۔ ابو بکر عبد الملک بن عُمیر سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا گیا عمرؓ کے متعلق کہ وہ عید میں پڑھا کرتے تھے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی اور ھَلْ اَتٰىکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ میں کہتا ہوں کہ وہ حدیث مرفوع ہے جس کو ابن عباسؓ نے روایت کیا۔ مالکؒ اور شافعیؒ نے روایت کیا کہ عمرؓ نے سوال کیا ابو واقد اللیثی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر وعید الاضحیٰ (کی نماز) میں کیا پڑھا کرتے تھے؟ تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ قاف اور اقتربت الساعۃ (یعنی سورۃ قمر) پڑھا کرتے تھے۔ شافعیؒ ابن عمرؓ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ و عمرؓ خطبہ سے پہلے عید کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ شافعیؒ عبد اللہ بن عامر سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے (عید کی) نماز بارش کے دن مسجد میں پڑھی۔ شافعیؒ ابن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب نے نماز استسقاء پڑھی تو ان کی دعا کا بڑا حصہ استغفار تھا۔ شافعیؒ فرماتے ہیں کہ زمین میں زلزلہ آیا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (راوی کا بیان ہے کہ) جب ہم نے انکو بتایا تو انھوں نے نماز پڑھی اور خطبہ کے لئے کھڑے ہوتے

فحضّ علی الصّدقۃ وامر بالتّوبۃ ابوبکر عن
الشعبی ان عمر بن الخطاب خرج لیستسقی فصعد
المنبر فقال استغفروا ربکم الآیۃ ثم نزل فقالوا
یا امیر المؤمنین لو استسقیت قال قد
طلبتہ بمجادیح السمآء التی ینزل بھا القطر
قلت قال ابو حنیفۃ لا یسن الصلوۃ فی
الاستسقآء وقال الشافعی ثبت من حدیث
عبداللہ بن زید و ابن عباس انہ صلی
اللہ علیہ وسلم صلی و
روی ذلک من حدیث جعفر بن
محمد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
وابی بکر و عمر والاوجہ عندی ان
من دعا و لم یصل فقد اصاب اصل
الاستسقآء وقد فعل ذلک النبی صلی اللہ علیہ
وسلم وعمر ومن صلی ودعا فقد اصاب
الاکمل الافضل فان الدعآء ارجی
فی حرمۃ الصّلوۃ و قد ثبت عن
النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعمر مالک
عن عبدالرحمٰن بن عبد القاری خرجت مع
عمر بن الخطاب لیلۃ فی رمضان الی المسجد
فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی
الرجل لنفسہ و یصلی الرجل فیصلی

جس میں آپ نے لوگوں کو صدقہ کی طرف رغبت دلائی اور توبہ کرنے کا حکم دیا۔ ابوبکر شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب طلب باران کے لئے نکلے پھر منبر پر چڑھے اور یہ آیت پڑھی استغفروا ربکم آخر تک (سورۃ نوح) پھر اتر آئے تو لوگوں نے کہا کہ اے امیر المومنینؓ اگر آپ استسقاء پڑھ لیتے تو اچھا ہوتا تو فرمایا کہ میں نے (اللہ تعالیٰ سے) مانگ لیا ہے بارش کو آسمان کی ان منازل عہ ...... سے جن سے قطراتِ باران نازل ہوتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ابو حنیفہؒ نے کہا کہ استسقاء میں نماز مسنون نہیں ہے اور شافعیؒ نے کہا کہ عبداللہ بن زید اور ابن عباسؓ کی حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز پڑھی ہے اور یہ روایت کی گئی ہے جعفر بن محمد کی حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اور ابوبکرؓ اور عمرؓ سے اور میرے نزدیک اصل بات یہ ہے کہ جس نے دعاء کی اور نماز نہیں پڑھی وہ استسقاء کی اصل پر پہنچ گیا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور عمرؓ نے ایسا کیا ہے اور جس نے نماز (بھی) پڑھی اور دعاء (بھی) کی تو وہ یقیناً اکمل اور افضل طریق پر پہنچا کیونکہ نماز کی برکت سے دعاء کی مقبولیت کی امید زیادہ ہے اور یہ (بھی) ثابت ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور عمر رضی اللہ عنہ سے۔ مالکؒ روایت کرتے ہیں عبدالرحمٰن بن عبدالقاریؒ سے کہ میں عمرؓ بن الخطاب کے ساتھ رمضان کی ایک رات میں مسجد کی طرف پہنچا دیکھا کہ لوگ جدا جدا قسموں پر بٹے ہوتے ہیں کوئی شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہے اور کوئی نماز پڑھ رہا ہے اور اس کی نماز کے ساتھ ایک جماعت نماز

عہ "مجادیح" مجدح بکسر میم کی جمع ہے اور یہ ایک ستارے کا نام ہے کہ عرب کے نزدیک بارش پر دلالت کرنے والی علامات میں سے ہے۔ فاروقؓ استغفار کو اس سے تشبیہ دے کر فرماتے ہیں کہ میں نے طلب باراں اس چیز سے کیا ہے جو بقول منجمین عرب مجدح کی طرح بارش کی علامت ہے " آپ نے یہ ستارہ استغفار کو قرار دیا اس آیت سے اخذ فرماتے ہوئے فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السمآء علیکم مدرارا الخ (سورۃ نوح) ۱۲ مترجم

بصلوٰتہ الرھط فقال لانی ارانی
لو جمعت ھٰؤلاء علی قاری واحد کان
امثل ثم عزم فجمعھم علی ابی
ابن کعب قال خرجت معہ لیلۃ
اخری والناس یصلون بصلوٰۃ
قارئھم فقال عمر نعمت البدعۃ ھٰذہ
والتی ینامون عنھا افضل من
التی یقومون یرید آخر اللیل وکان
الناس یقومون اولہ قلت معناہ انہ
بدعۃ مستحبۃ من جھۃ اجتماع الناس
علیھا و ان کانت سنۃ فی الاصل
مالک والشافعی عن السائب امر عمر
ابن الخطاب ابی بن کعب و تمیم
الداری ان یقوما للناس باحدی
عشرۃ رکعۃ مالک عن یزید بن رومان
کان الناس یقومون فی زمان عمر بثلث
وعشرین رکعۃ ابوبکر عن ابن عباس
قال عمر لقد علمتم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال فی لیلۃ القدر اطلبوھا فی العشر الاواخر
وترا ابوبکر عن حبیب قال عمر ما بقی من
اللیل خیر من ماذھب ومثلہ عن السائب
وعن ابن عباس کلیھما عن عمر ابوبکر عن ابی
عثمان ان دعا عمر القراء فی رمضان
فامر اسرعھم قراءۃ ان یقرأ بثلاثین آیۃ و
الوسط خمسۃ وعشرین آیۃ والبطیء عشرین آیۃ

پڑھ رہی ہے تو آپ نے فرمایا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ اگر میں ان سب کو ایک قاری پر جمع کردوں تو یہ بہت اچھا ہوگا پھر آپ نے اس کا پختہ ارادہ کرلیا اور سب لوگوں کو جمع کیا اُبی بن کعب پر۔ کہا کہ پھر میں دوسری رات آپ کی ہمراہ (مسجد میں) پہنچا اور سب لوگ اپنے قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے تو عمرؓ نے کہا کہ یہ نئی بات بہت اچھی ہے اور جن ساعات کو لوگ سو کر گزار دیتے ہیں افضل وہی ہیں ان ساعات سے جن میں کھڑے ہوتے ہیں۔ عمرؓ آخرِ شب کو مراد لے رہے تھے اور لوگ کھڑے ہوتے تھے اوّل شب میں۔
میں کہتا ہوں کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ یہ بدعتِ مستحبہ ہے اس لوگوں کے مجتمع ہونے کی حیثیت سے اگرچہ باعتبار اصل کے سنت ہے۔ مالکؒ اور شافعیؒ سائبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے اُبیؓ بن کعب اور تمیم الداری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ (۱۱) رکعتیں پڑھائیں۔ مالکؒ نے یزید بن رومان سے روایت کیا کہ لوگ عمرؓ کے زمانہ میں تیئس (۲۳) رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ ابوبکر نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ عمرؓ نے کہا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا تھا کہ اس کو تلاش کرو آخری دس دنوں کی طاق تاریخوں میں۔ ابوبکر حبیب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ رات میں سے جو حصہ باقی رہ گیا ہے وہ افضل ہے اس حصہ سے جو جا چکا ہے اور ایسی ہی روایت ہے سائب اور ابن عباسؓ سے، دونوں نے روایت کی عمرؓ سے۔ ابوبکر نے ابو عثمان سے روایت کی کہ عمرؓ نے رمضان میں قاریوں کو بلایا۔ پھر حکم دیا ان کو جو جلدی جلدی پڑھنے والے تھے کہ وہ پڑھا کریں تیس (۳۰) آیتیں (ایک رکعت میں) اور درمیانی درجہ والوں کو پچیس (۲۵) آیتوں کا حکم دیا اور سست رفتار والوں کو بیس (۲۰) آیتوں کا۔

ابو بکر قیل لابن عمر تصلی الضحیٰ قال لا قیل عمر قال لا قیل ابو بکر قال لا قیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا اخالُ

البغوی کان ابن عمر اذا سُئل عن سبحۃ الضحیٰ فقال لا آمر بھا و لا انھیٰ عنہا و لقد اُصیب عثمان و ما ادری احد یسبحہا و انہا لمن احب ما احدث الناس الیّ

ابو بکر عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابی بکر متیٰ توتر قال من اول اللیل بعد العتمۃ قبل ان انام و قال لعمر متیٰ توتر قال من آخر اللیل قال لابی بکر اخذت بالحزم (الاحتیاط) و قال لعمر اخذت بالقوۃ ابو بکر عن الحسن قال عمر لان اوتر بلیل احبّ الیّ من ان احیی لیلتی ثم اوتر بعد ما اصبح ابو بکر عن مکحول انّ عمر بن الخطاب اوتر بثلث رکعات لم یفصل بینہن بسلام ابو بکر عن انس ابن سیرین عن عمر کان یقرأ بالمعوذتین فی الوتر ابو بکر عن القاسم زعموا ان عمر رضہ کان یوتر فی الارض (ای السجادۃ)

ابو بکر سے مروی ہے کہ ابن عمر رضہ سے کہا گیا کہ آپ نماز چاشت پڑھتے ہیں؟ انھوں نے کہا نہیں۔ کہا گیا کہ کیا اس کو عمر رضہ نے پڑھا ہے؟ کہا کہ نہیں۔ کہا گیا کہ کیا اس کو ابو بکر رضہ نے پڑھا ہے؟ کہا نہیں کہا گیا کہ کیا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا ہے؟ کہا کہ مجھے خیال نہیں۔ بغوی رحمہ سے مروی ہے کہ جب ابن عمر رضہ سے سوال کیا گیا چاشت کے نفلوں کے بارے میں تو انھوں نے کہا کہ نہ میں ان کا حکم دیتا ہوں اور نہ اُن سے منع کرتا ہوں اور عثمان رضہ بھی شہید ہو چکے ہیں اور میں (اکابر میں سے) کسی کو نہیں جانتا کہ اس نے اُس کو پڑھا ہو اور یہ ضرور ہے کہ یہ اُن چیزوں میں سے جو لوگوں نے از خود نکالی ہیں مجھے پسند ہے۔ ابو بکر جابر بن عبد اللہ رضہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رضہ سے پوچھا کہ تم وتر کس وقت پڑھتے ہو؟ تو انھوں نے کہا کہ اوّلِ شب میں بعد نماز عشاء کے قبل اس کے کہ سوؤں۔ اور پوچھا عمر رضہ سے کہ تم کب وتر پڑھتے ہو تو انھوں نے کہا کہ آخر رات میں۔ تو آپ نے ابو بکر رضہ سے فرمایا کہ تم نے احتیاط پر عمل کیا اور عمر رضہ سے فرمایا کہ تم نے قوت پر عمل کیا۔ ابو بکر حسن رضہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمر رضہ نے فرمایا کہ درحقیقت مجھے رات میں وتر پڑھ لینا اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں اپنی تمام رات کو (عبادت سے) زندہ رکھوں پھر وتر پڑھوں صبح ہو جانے کے بعد۔ ابو بکر مکحول سے روایت کرتے ہیں کہ عمر رضہ بن الخطاب نے وتر پڑھا تین رکعات کے ساتھ اُن کے درمیان سلام کے ساتھ فصل نہیں کیا۔ ابو بکر انس بن سیرین سے روایت کرتے ہیں عمر رضہ کے بارے میں کہ وہ وتر میں معوذتین پڑھا کرتے تھے۔ ابو بکر قاسم سے روایت کرتے ہیں لوگ یہ گمان کرتے تھے کہ عمر رضہ زمین (یعنی اپنے فرش) پر وتر پڑھا کرتے ہیں

ابوبکر عن الاسود ان عمر قنت فی الوتر قبل الرکوع۔ ابوبکر عن عطاء۔ عمر اول من قنت قلت النصف الآخر اجمع قال نعم قلت اختلفوا فی ذٰلک والاوجہ ان القنوت فی الوتر دعاء۔ فمن قنت دائماً فقد اصاب ومن قنت النصف الآخر من رمضان فقد اخذ بالمہم فان الدعاء فی تلک الایام ارجی للاجابۃ۔ ابوبکر عن عمر بن محمد ابن حاجب ان عمر لقیہ عظیم من عظماء العجم فاراد ان یسجد لہ فقال لہ عمر ارفع رأسک السجدۃ للواحد القہار۔ ابوبکر عن ابن عمر عن عمر ادبار النجوم رکعتان قبل الفجر وادبار السجود رکعتان بعد المغرب۔ ابوبکر عن سعید بن جبیر قال عمر فی الرکعتین قبل الفجر ہما احب الی من حمر النعم۔ ابوبکر عن ابن المسیب رأی عمر رجلاً اضطجع بعد الرکعتین فقال احصبوہ قلت یعنی ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یفعلہ علی وجہ العبادۃ بل علی وجہ العادۃ ودفع الملال۔ ابوبکر عن عبداللہ بن عتبۃ رأیت عمر یصلی اربعاً قبل الظہر۔ ابوبکر عن رجل

(یعنی مسجد میں آکر نہیں پڑھتے) ابوبکر اسود سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے وتر میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھی۔ ابوبکر نے عطاء سے روایت کی کہ انھوں نے کہا کہ عمرؓ پہلے شخص ہیں جس نے قنوت پڑھا میں نے کہا (یعنی رمضان کے) پورے نصف آخر میں؟ کہاکہ ہاں! میں کہتا ہوں اس میں فقہاء کا اختلاف ہے اور اصل بات یہ ہے کہ وتر میں قنوت ایک دعاء ہے تو جس نے ہمیشہ قنوت پڑھی اس نے ٹھیک کیا اور جس نے رمضان کے نصف آخر میں نماز پڑھی اس نے اہمیت والی صورت کو اختیار کیا کیونکہ ان ایام میں دعاء کے مقبول ہونے کی زیادہ امید ہے۔ ابوبکر نے عمر بن حاجب سے روایت کی کہ عمرؓ سے ملاقات کی ایک سردار نے سرداران عجم میں سے اور اس نے ارادہ کیا کہ آپ کو سجدہ کرے تو اس سے عمرؓ نے کہاکہ اپنا سر اوپر اٹھا۔ سجدہ اس ذات کے لئے ہے جو واحد قہار ہے۔ ابوبکر ابن عمرؓ سے وہ عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ادبار النجوم[ع] (سے مراد) قبل فجر کی دو رکعت ہیں اور ادبار السجود (سے مراد) بعد مغرب کی دو رکعتیں ہیں۔ ابوبکر سعید ابن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے قبل فجر کی دو رکعتوں کے بارے میں فرمایا کہ یہ دونوں مجھے سرخ رنگ کے اونٹوں سے زیادہ عزیز ہیں۔ ابوبکر ابن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا وہ دو رکعت پڑھنے کے بعد لیٹ گیا تو فرمایا کہ اسکے کنکریاں مارو۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا عبادت کی حیثیت سے نہیں کرتے تھے بلکہ بناء برعادت اور تھکان رفع کرنے کے لئے آپ نے ایسا کیا۔ ابوبکر عبداللہ بن عتبہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کو ظہر سے پہلے چار رکعات پڑھتے ہوئے دیکھا۔ ابوبکر نے ایک شخص سے روایت کی

ع یعنی ومن اللیل فسبحہ وادبار النجوم (۵۲: ۴۹) اور ومن اللیل فسبحہ وادبار السجود (۵۰: ۴۰) کی تفسیر میں حضرت عمرؓ نے یہ فرمایا ۱۲ مترجم

ان عمر قرأ فی الاربع قبل الظہر بقاف ابوبکر عن عون بن عبد اللہ صلّیتُ مع عمر اربعاً قبل الظہر قلتُ یحتمل انہا صلوٰۃ صلوٰۃ الزوال وہو الاغلب علی الظن و یحتمل انہا راتبۃ الظہر ابوبکر عن ابی تمیمۃ عن ابن عمر صلّیتُ مع النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم و مع ابی بکر و عمر و عثمان فلا صلوٰۃ بعد الغداۃ (الفجر) حتّٰی یطلع الشمس ابوبکر عن ابن عباس رأیتُ عمر یضربُ علی الرکعتین بعد العصر مالک عن السائب انہ رأی عمر بن الخطاب یضربُ المنکدرَ علی الصلوٰۃ بعد العصر ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم انّ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم و ابابکر و عمر لم یُصلّوہا یعنی الصلوٰۃ قبلَ المغرب ابوبکر عن زید بن وہب ان عمر بن الخطاب رأی رجلاً صلّی رکعتین بعد غروب الشمس قبل الصلوٰۃ فجعلَ یلتفتُ (یمیناً وشمالاً ۱۲) فضربہ بالدّرۃ حین قضی الصلوٰۃ وقالَ لاتلتفتْ ولم یَعِبْ (عیب نکرد ۱۲) الرکعتین ابوبکر عن ابن عمر صلّیتُ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمان فلا صلوٰۃ قبلہا و لا بعدہا فی السفر و لو تطوّعتُ لاتممتُ۔ ابوبکر عن سالم انّ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم

کہ عمرؓ نے ظہر سے پہلے چار رکعتوں میں سورۃ قاف پڑھی۔ ابوبکر عون بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کے ساتھ ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھی۔ میں کہتا ہوں کہ اس بات کا احتمال ہے کہ یہ نماز صلوٰۃ الزّوال ہو اور غالب گمان یہی ہوتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ ظہر کی سنتیں ہوں۔ ابوبکر ابو تمیمہ سے وہ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کے ساتھ نمازیں پڑھی ہیں تو نماز فجر کے بعد آفتاب کے طلوع ہونے تک کوئی نماز نہیں۔ ابوبکر ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کو دیکھا کہ وہ مار رہے تھے بعد عصر دو رکعت پڑھنے پر۔ مالکؒ سائب سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے عمرؓ ابن الخطاب کو دیکھا کہ وہ منکدر کو مار رہے تھے عصر کے بعد نماز پڑھنے پر۔ ابوحنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ و عمرؓ نے یہ نماز نہیں پڑھی یعنی مغرب سے پہلے کوئی نماز۔ ابوبکر زید بن وہب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے ایک شخص کو دیکھا کہ اُس نے دو رکعت نماز پڑھی غروب آفتاب کے بعد نماز (مغرب) سے پہلے اور اُس نے (بحالتِ نماز) اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کر دیا تو آپ نے اُس کے دُرّہ مارا جب وہ نماز پوری کر چکا اور فرمایا کہ (نماز میں) اِدھر اُدھر مت دیکھنا اور آپ نے دو رکعتیں پڑھنے پر اعتراض نہیں کیا۔ ابوبکر ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کے ساتھ نماز پڑھی تو کوئی نماز نہیں ہے نہ اس سے پہلے اور نہ اُس کے بعد سفر میں اور اگر میں نفل پڑھتا تو پوری (بھی) پڑھتا۔ ابوبکر سالم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم

عہ یعنی اگر میں سفر میں نفل ادا کرتا تو پوری نماز پڑھتا۔ مراد یہ ہے کہ قصر کے ساتھ نوافل نہیں ہیں ۱۲

و عمر کانا یتطوعان فی السفر قلت وجه
الجمع ان الاول فی الرواتب والثانی
فی التہجد البیہقی ان عمر اتاہ فتح او
ابصر رجلاً بہ زمانۃ فسجد ابو بکر
عن منصور بلغنی ان ابا بکرؓ و
عمر سجدا سجدۃ الشکر ابو بکر عن
عباد بن منصور ان عمر صلی
محتبیاً الشافعی ان عمر بن الخطاب
دخل المسجد فصلی رکعۃ فقیل لہ
رکعۃ قال انما ہو تطوع فمن
شاء زاد ومن شاء نقص قلت
احتج بہ الشافعی علی ان الامر فی
التطوع واسع ابو بکر عن حمید بن
عبد الرحمن قال عمر من فاتہ شیء
من قراءتہ باللیل فصلی ما بینہ و
بین الظہر فکانما صلی باللیل
ابو بکر عن ابراہیم کان عمر یکرہ ان
یصلی خلف صلوۃ مثلہا مالک
عن زید بن اسلم عن ابیہ ان عمر بن
الخطاب کان یصلی من اللیل ما شاء
اللہ حتی اذا کان من آخر اللیل
ایقظ اہلہ للصلوۃ و یقول لہم
الصلوۃ الصلوۃ ثم یتلو
ہذہ الآیۃ

اور عمرؓ سفر میں نوافل پڑھا کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ دونوں روایتوں کے رفع تعارض یعنی) جمع کی یہ صورت ہے کہ پہلی روایت فرائض سے پہلے اور بعد میں پڑھی جانے والی سنتوں سے متعلق ہے اور دوسری تہجد کے بارے میں ہے۔ بیہقی روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ کے پاس فتح کی خبر آئی یا آپ نے ایک ایسے شخص کو دیکھا کہ جس کی ٹانگیں ماری ہوتی تھیں تو سجدہ کیا۔ ابو بکر منصور سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ابو بکرؓ اور عمرؓ دونوں نے سجدۂ شکر کیا ہے۔ ابو بکر عباد بن منصور سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے احتباء ۵ کی حالت میں نماز پڑھی ہے۔ شافعیؒ نے روایت کیا کہ عمرؓ بن الخطاب مسجد میں داخل ہوتے اور انھوں نے ایک رکعت پڑھی اس پر ان سے کہا گیا کہ آپ نے ایک رکعت پڑھی فرمایا کہ یہ صرف نفل تھی (نفل میں) جو شخص چاہے زیادتی کردے اور جو چاہے کمی کردے۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے احتجاج کیا ہے شافعیؒ نے کہ نوافل کے حکم میں وسعت ہے۔ ابو بکر حمید بن عبدالرحمن سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ جس کی قرارت (معمولہ) کا کچھ حصہ رات میں فوت ہوگیا تو پھر اس کو اس نے رات اور ظہر کے درمیان میں پڑھ لیا تو گویا اس نے رات میں ہی پڑھا ہے۔ ابو بکر نے ابراہیم سے روایت کی کہ عمرؓ اس سے کراہت کرتے تھے کہ کسی نماز کے پیچھے اسی کی مثل نماز پڑھیں۔ مالکؒ زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب جتنی اللہ چاہتا رات میں نماز پڑھتے یہاں تک کہ جب آخر شب آجاتا تو اپنی بی بی بچوں کو نماز کے لئے جگاتے اور ان سے فرماتے الصلوٰۃ الصلوٰۃ۔ پھر اس آیت کی تلاوت کرتے

۵ احتباء اس طرح بیٹھنے کو کہتے ہیں کہ دونوں گھٹنے کھڑے ہوں اور دونوں پاؤں کے تلوے زمین سے ملے ہوئے ہوں اور دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے ہوئے ہوں ۱۲

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ۝ مالك انه بلغه ان عمر بن الخطاب كان يقول صلٰوة الليل والنّهار مثنٰى مثنٰى يسلم من كل ركعتين ابو بكر ان نفرًا من اهل العراق قدموا عمر فسألوه عن صلٰوة الرّجل فى بيته فقال عمر ما سألنى عنها احد منذ سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال صلٰوة الرجل فى بيته نور فنوّروا بيوتكم الجمعة البيهقى انّ ابا هريرة كتب الى عمر يسأله عن الجمعة وهو بالبحرين فكتب اليهم ان اجمعوا حيث ما كنتم قال الشافعى معناه فى اىّ قرية كنتم لا يريد البدو ابو بكر عن يحيى بن ابى كثير حدثت انّ عمر بن الخطاب قال انّما جعلت الخطبة مكان الركعتين فان لم يدرك الخطبة فليصلّ اربعًا قلت اظنّ هذا الحرف الاخير من كلام يحيى بن ابى كثير خرّجه من قول عمر وليس عليه العمل ولكن

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ الخ (۲۰: ۱۳۲) اور اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہیے اور خود بھی اس کے پابند رہیے ہم آپ سے معاش (کموانا) نہیں چاہتے معاش تو آپ کو ہم دیں گے اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے۔" مالک کہتے ہیں کہ ان کو یہ روایت پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب فرمایا کرتے تھے کہ رات کی نماز (نفلیں) اور دن کی دو دو رکعتیں ہیں آپ ہر دو رکعت پر سلام پھیرا کرتے تھے۔ ابو بکر راوی ہیں کہ چند لوگ عراق والوں میں سے عمرؓ کے پاس آئے اور آپ سے سوال کیا کسی شخص کے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کے متعلق تو عمرؓ نے کہا کہ مجھ سے اب تک کسی نے اس کے بارے میں سوال نہیں کیا جب سے میں نے سوال کیا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جس پر آپ نے فرمایا کہ کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا نور ہے تو اپنے گھروں کو منوّر کرو۔ جمعہ بیہقی نے روایت کیا کہ ابو ہریرہؓ نے عمرؓ کو خط بھیجا جس میں ان سے دریافت کیا جمعہ کے بارے میں جب کہ وہ بحرین میں تھے تو عمرؓ نے ان کو لکھا کہ جمعہ پڑھو جہاں تم ٹھہرے ہوتے ہو۔ شافعیؒ نے کہا کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ جس قریہ میں ٹھہرو عمرؓ کی مراد میدان نہیں ہے۔ ابو بکر نے یحیےٰ بن کثیر سے روایت کیا کہ مجھ سے بیان کیا گیا کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ خطبہ کو دو رکعتوں کے بجائے رکھا گیا ہے تو اگر کوئی خطبہ نہ پائے تو چاہیئے کہ وہ چار رکعت پڑھے۔ میں کہتا ہوں کہ میرا گمان یہ ہے کہ یہ آخر جملہ یحیےٰ بن کثیر کے کلام میں سے ہے جس کا استنباط انھوں نے عمرؓ کے قول سے کیا ہے اور اس پر عمل نہیں ہے[عہ]۔ لیکن ان کے

عہ یحیی بن کثیر کے استنباط کا یہ مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ جس کا خطبہ فوت ہو جائے وہ دو رکعت نفل پڑھ کر اسکی مکافات کرے تاکہ اس کا ثواب خطبہ سننے والوں کے برابر ہو جائے۔

معنے کلامہ ان الخطبۃ شرط الجمعۃ لا تصح بدونہا مالک و ابوبکر فی قولہ تعالیٰ فاسعوا الی ذکر اللہ قرأہا عمر فامضوا الی ذکر اللہ قلت معناہ فسرہا کذلک الشافعی عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابابکر و عمر کانوا یخطبون علی المنبر قیاماً یفصلون بینہما بجلوس مالک والشافعی عن السائب کان الاذان الاول حین یخرج الامام فیجلس علی المنبر فی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر مالک والشافعی انہم کانوا فی زمن عمر بن الخطاب یوم الجمعۃ یصلون حتی یخرج عمر بن الخطاب فاذا خرج عمر و جلس علی المنبر واذن المؤذنون جلسوا یتحدثون حتی اذا سکت المؤذنون وقام عمر سکتوا فلم یتکلم احد الشافعی ان عمر رأی رجلاً علیہ ہیئۃ السفر یقول لولا ان الیوم یوم الجمعۃ لخرجت فقال عمر اخرج فان الجمعۃ لا تحبس عن سفر مالک عن ابن شہاب عن سالم ابن عبداللہ انہ قال دخل رجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسجد (وہو عثمان بن عفان رض ۱۲) یوم الجمعۃ وعمر بن الخطاب یخطب فقال عمر ایۃ ساعۃ ہذہ فقال

کلام کے معنے یہ ہیں کہ خطبہ شرط ہے جمعہ کی بغیر اس کے جمعہ صحیح نہ ہوگا۔ مالک رح عن ابوبکر در بارۂ آیت (سورۂ جمعہ) فاسعوا الیٰ ذکر اللہ، اس کو عمر رض نے پڑھا فامضوا الیٰ ذکر اللہ۔ میں کہتا ہوں کہ یہ فاسعوا کا مفہوم ہے اس طرح آپ نے اس کی تفسیر ؎ کی ہے۔ شافعی رح ابوہریرہ رض سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رض وعمر رض منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے اور یہ سب درمیان میں بیٹھ کر فصل دیا کرتے تھے۔ مالک رح اور شافعی رح سائب سے، پہلی اذان اس وقت ہوا کرتی تھی جب امام نکلتا تھا اور منبر پر بیٹھتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رض اور عمر رض کے زمانہ میں۔ مالک رح اور شافعی رح، عمر رض بن الخطاب کے زمانہ میں جمعہ کے دن (مسجد میں) لوگ نمازیں پڑھتے رہتے تھے عمر رض بن الخطاب کے نکلنے تک پھر جب عمر رض نکل آتے اور منبر پر بیٹھ جاتے اور مؤذن لوگ اذان دیتے تو لوگ بیٹھے ہوئے باتیں کرتے رہتے یہاں تک کہ جب مؤذن خاموش ہو جاتے اور عمر رض کھڑے ہوتے تو سب خاموش ہو جاتے پھر کوئی بات نہ کرتا۔ شافعی رح، عمر رض نے ایک شخص کو سفر کی ہیئت پر دیکھا جو یہ کہہ رہا تھا کہ اگر آج کا دن جمعہ نہ ہوتا تو میں روانہ ہو جاتا۔ تو عمر رض نے کہا کہ روانہ ہو جا کیونکہ جمعہ تو سفر سے نہیں روکتا۔ مالک رح ابن شہاب سے وہ سالم بن عبداللہ سے، انھوں نے کہا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک شخص (یعنی عثمان رضی اللہ عنہ) جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوتے جب کہ عمر رض بن الخطاب خطبہ پڑھ رہے تھے تو عمر رض نے کہا کہ یہ کونسا وقت ہے (آنے کا) تو انھوں نے کہا

۵۷؎ حضرت عمر رض نے اس غرض کا اظہار کیا کہ سعی سے مراد مسجد کی طرف بلا تاخیر روانہ ہو جانا ہے بھاگنا دوڑنا مراد نہیں ہے ۱۲

يا اميرَ المؤمنين انقلبتُ من السّوق فسمعتُ
النِّدَآءَ فمازِدتُّ علےٰ ان توضّأتُ فقالَ
عمر الوضوءَ ايضاً قد علمتَ انّ رسول
اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم كان يأمُرُ بالغُسل
الجنازۃ آبوبكر عن الحسن قال عمر اُحضُروا
موتاكُم وذكّروهم لآ اِلٰہ اِلّا اللّٰہ فانّہم
يَرَوْنَ ويُقال لہم آبوبكر عن عطآءٍ او
غيرہ قال عمر لَقِّنوا موتاكُم لآ اِلٰہ اِلاّ
اللّٰہ واَغمِضُوا اَعينَہم اذا ماتوا البيہقي
عن ابن عمر قال صَدَرَ المسلمون فمرّوا
بامرأۃٍ بالبيدآءِ ميّتۃٍ واَخفَوہا
رجلٌ يُقالُ لہ كُلَيب فقامَ عُمر
علے المنبر فقالَ لو اعلم انّ احدًا
مرّ بہا ولم يُخفِہا لفعلتُ بہ وفعلتُ
وسألَ ابنَ عمر فقالَ لم اَرَہا وقالَ
لعلّ اللّٰہَ اَن يَرحم كُلَيباً فطُعِن
معہ غداۃَ طُعِن آبوبكر عن تميمۃ
الہُجيمي اَنَّ عمر بن الخطّاب كتبَ
الے ابی موسے الاشعرے ان اغسِل
موتاک بالسِّدرِ وماءِ الريحان آبوبكر
عن مسروق ماتَت امرأۃٌ لعُمر فقالَ
انا كنتُ اولے بہا اذا كانت حيّۃً
فامّا الآنَ فانتم اولے بہا

اے امیر المؤمنین رضؓ میں بازار سے لوٹا پھر میں نے اذان کی آواز
سنی تو میں نے وضو کرنے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں کیا۔
تو عمر رضؓ نے کہا کہ اچھا اور پھر یہ کہ صرف وضو ہی کیا جب کہ تم کو معلوم
ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غسل کا حکم دیا کرتے تھے
جنائز۔ آبوبکر حسن سے، کہا عمر رضؓ نے کہ اپنے مرنے والوں کے
پاس موجود رہو اور اُن کو یاد دلاؤ لآ الٰہ الّا اللّٰہ کیونکہ وہ
دیکھتے ہیں جب کہ اُن سے کہا جاتا ہے۔ آبوبکر از عطاء وغیرہ، فرمایا
عمر رضؓ نے کہ اپنے مرنے والوں کو تلقین کرو لآ اِلٰہ اِلّا اللّٰہ
اور اُن کی آنکھیں بند کردو جب وہ مرجائیں۔ بیہقی ابن عمر رضؓ
سے، کہا کہ مسلمان لوٹے تو ان کا گزر ہوا بیابان میں ایک
عورتِ مُردہ پر جب کہ اس کو ایک شخص نے جس کو کُلَیب
کہا جاتا تھا دفن کردیا۔ تو عمر رضؓ منبر پر کھڑے ہوئے اور کہا
کہ اگر میں یہ جان لوں کہ کوئی شخص اس پر سے گزرا اور اس نے
اس کو دفن نہیں کیا تو میں اس کے ساتھ ایسا اور ایسا کردوں
اور ابنِ عمر رضؓ سے پوچھا تو اُنھوں نے کہا کہ میں نے اس (عورت
مُردہ) کو نہیں دیکھا۔ اور (عمر رضؓ نے) فرمایا کہ اُمید ہے کہ اللہ
کُلَیب پر رحمت فرمائے گا۔ تو عمر رضؓ کے ساتھ کُلَیب کو بھی
مجروح کیا گیا جس صبح کو اُنھیں مجروح کیا گیا تھا۔ آبوبکر
تمیمۃ الہُجیمی سے کہ عمر رضؓ بن الخطاب نے ابوموسیٰ اشعری رضؓ
کو لکھا کہ اپنے مُردوں کو غسل دو بیری (کے پتّوں) اور
آبِ ریحان کے ساتھ۔ آبوبکر مسروق سے، عمر رضی اللہ عنہ کی
ایک بیوی کا انتقال ہوا تو اُنھوں نے کہا کہ میں اس سے قریب
تھا جب کہ وہ زندہ تھی، رہا اب، سو تم اس سے قریب تر ہو۔

عہ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عمر رضؓ غسل جمعہ کو واجب سمجھتے تھے بلکہ اس پر تنبیہ کا منشاء یہ ہے کہ آپ یعنی عثمان رضؓ جیسے
شخص کے لئے یہ زیبا نہیں کہ مستحب فعل کو نظر انداز کردے ۱۲ مترجم

ابوحنیفۃ اخبرنی رجلٌ عن الحسن عن عمر بن الخطاب انّہ قال الاَبُ احقُّ بالصلٰوۃِ علے المیّتِ من الزّوجِ قلتُ احتجَّ بہ ابوحنیفۃ وخالفَ ابراہیم والشعبی فی قولہما الزّوج اَحقُّ مِن الاَب ابوبکر عن نافعٍ عن ابن عُمر کُفّن عمر وحُنّط وغُسّل زاد فی روایۃ اِلّا انّہ کانَ من اَفضلِ الشُّہدآءِ قلتُ عند الحنفیّۃ علّۃُ الغسل الارتثاث و عند الشّافعی انّہ لم یُقتَلْ فی المعرکۃ ابوبکر عن ابن مغفّل قالَ عمر لاتُحنِّطُونی بِمسکٍ قیلَ انّماکَرِہ المسکَ لانّہ مِن المیتۃِ ولیسَ علیہ العملُ عندَ الجمہور لانّ الشّرعَ استثنی المِسْکَ من جملۃ المیتاتِ فاستحسنہ قلتُ و الاَوجہ عندی انّ المسکَ طیّبٌ طاہرٌ اِلاّ انّ عمر لم یَستحسنْ ان یکونَ حَنوطُہ منہ تورّعًا لانہ قد اجتمع فیہ دَلیلَا الاباحۃِ والتحریم انکان دلیلُ الاباحۃ اَقوٰی والطِّیبُ سِواہُ کثیرٌ ابوبکر عن راشد ابن سعد قالَ عمر یُکفّنُ الرّجلُ فی ثلٰثۃ اَثوابٍ لاتعتدُوا اِنّ اللّٰہ

(بین السطور: خوشبو کہ بر مردہ مالند ۱۲ — بجز مسک ۱۲)

ابوحنیفہؒ، مجھے ایک شخص نے خبر دی حسنؓ سے انھوں نے روایت کی عمرؓ بن الخطاب سے کہ انھوں نے کہا کہ باپ میّت کی نماز پڑھانے کا زیادہ حق رکھتا ہے بہ نسبت شوہر کے۔ میں کہتا ہوں کہ اس قول سے ابوحنیفہؒ نے حجّت پکڑی ہے اور خلاف کیا ہے ابراہیم اور شعبی کے اس قول کا کہ شوہر زیادہ حقدار ہے باپ سے۔ ابوبکر نافع سے ابن عمرؓ سے، عمرؓ کو کفن پہنایا گیا اور خوشبو لگائی گئی اور غسل دیا گیا۔ ایک روایت میں یہ اضافہ ہے "مگر یہ کہ وہ افضل شہداء میں سے تھے"۔ میں کہتا ہوں کہ حنفیہ کے نزدیک (حضرت عمرؓ کو) غسل دینے کی علّت ارتثاث[عـ۵] (خون سے لت پت ہونا) تھا اور شافعیؒ کے نزدیک یہ تھی کہ وہ معرکہ میں قتل نہیں کئے گئے۔ ابوبکر ابن مغفل سے، عمرؓ نے وصیّت کی کہ مجھے مُشک نہ ملنا۔ کہا گیا کہ مشک سے آپ نے اس لئے کراہت کی کہ وہ میتہ سے نکالی جاتی ہے اور جمہور کے نزدیک اس پر عمل نہیں ہے کیونکہ شریعت نے مرے ہوئے اجسام میں سے مشک کو مستثنےٰ کیا ہے اور اس کو اچھی چیز قرار دیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بڑی وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ مُشک نفیس اور پاک ہے مگر عمرؓ نے اس بات کو اچھا نہ سمجھا تقوےٰ کی بناء پر کہ خوشبو کے لئے اس کا استعمال کیا جاتے کیونکہ اس میں دو دلیلیں اباحت اور تحریم کی جمع ہو رہی ہیں اگرچہ اباحت کی دلیل زیادہ قوی ہے جب کہ خوشبوئیں مشک کے سوا اور بھی بہت سی ہوتی ہیں۔ ابوبکر راشد بن سعد سے، عمرؓ نے فرمایا کہ مرد کو تین کپڑوں میں کفنایا جائے۔ اس میں زیادتی نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ زیادتی کرنیوالوں کو

عـ۵ "ارتثاث" کسی کو خستہ اور مجروح اٹھانا کہ ابھی زندہ ہو اور فقہاء کی اصطلاح میں اس کے یہ معنے ہیں کہ مجروح زخمی ہونے کے بعد کچھ خورد ونوش اور علاج وغیرہ بھی کرے یا مجروح ہونے کے بعد سے موت کے وقت تک اس پر ایک نماز کا وقت اس صورت سے گزرے کہ اس کا ہوش قائم ہو اور نماز ادا کرنے پر قادر ہو یا معرکۂ جہاد سے اس کو زندہ ہوش وحواس کے ساتھ اٹھایا گیا ہو ۱۲

لا يُحِبُّ المتعدين ابو بكر عن راشد بن سعد عن عمر قال تكفن المرأة فى خمسة اثواب الدرع والخمار والرداء والازار والخرقة ابو بكر عن ابن مغفل قال عمر لا تتبعنى بمجمر ابو بكر عن ابن عمر رأيت النبى صلى الله عليه وسلم وابا بكر وعمر يمشون امام الجنازة ابو بكر عن يحيى بن راشد قال عمر حين حضرته الوفاة لابنه اذا خرجتم بى فاسرعوا بى المشى ابو بكر عن ابن مغفل قال عمر لا تتبعنى امرأة ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم ان الناس كانوا يصلون على الجنائز خمسا وستا واربعا حتى قبض النبى صلى الله عليه وسلم ثم كبروا بعد ذلك فى ولاية ابى بكر حتى قبض ابو بكر ثم ولى عمر بن الخطاب ففعلوا ذلك فى ولايته فلما رأى ذلك عمر بن الخطاب قال انكم معشر اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم متى ما تختلفون يختلف من بعدكم والناس حديث عهد بالجاهلية فاجمعوا على شىء يجتمع عليه من بعدكم

پسند نہیں کرتا۔ ابو بکر راشد بن سعد رحؒ سے، عمر رضؓ نے فرمایا کہ عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنایا جاتے درع[۱] اور خمار اور ردار اور ازار اور خرقہ۔ ابو بکر از ابن مغفل، عمر رضؓ نے فرمایا کہ میرے پیچھے انگیٹھی (خوشبودار دھونی کے لئے) لے کر نہ چلنا۔ ابو بکر از ابن عمر رضؓ، میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اور ابو بکر رضؓ و عمر رضؓ کو دیکھا کہ جنازے کے آگے چلتے تھے۔ ابو بکر از یحییٰ بن راشد، حضرت عمر رضؓ نے جب اُن کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے بیٹے سے فرمایا کہ جب تم مجھے لے کر چلو تو تیز رفتار کے ساتھ چلنا۔ ابو بکر ابن مغفل سے، عمر رضؓ نے فرمایا کہ کوئی عورت میرے پیچھے نہ چلے۔ ابو حنیفہ رحؒ حماد سے وہ ابراہیم سے، کہ لوگ جنازوں کی نمازوں پر پڑھا کرتے تھے پانچ اور چھ اور چار (یعنی تکبیرات۔ کوئی پانچ کہتا، کوئی چھ، کوئی چار) یہاں تک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ پھر اس کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں بھی یونہی تکبیرات ہوتی رہیں یہاں تک کہ ابو بکر رضؓ کی وفات ہوگئی۔ پھر خلیفہ ہوتے عمر رضؓ بن الخطاب تو لوگوں نے اُن کی خلافت کے زمانہ میں بھی اُسی طرح کیا۔ جب یہ (اختلاف) عمر رضؓ بن الخطاب نے دیکھا تو اُنھوں نے (اصحاب کو جمع کر کے فرمایا) کہ تم لوگ اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا گروہ ہو جب تم ہی مختلف رہو گے تو جو تمھارے بعد والے ہیں وہ بھی مختلف رہیں گے اور لوگوں کو زمانہ جاہلیت سے لوٹے ہوتے زیادہ زمانہ نہیں گزرا تو تم کو ایک چیز پر متفق ہوجانا چاہیئے جس پر تمھارے بعد کے لوگ متفق رہیں۔

[۱] درع یعنی کُرتہ۔ جو گلے سے لے کر پاؤں تک ہوتا ہے، لیکن نہ اس میں کلیاں ہوں اور نہ آستین۔ خمار یہ تین ہاتھ لمبا کپڑا ہوتا ہے جو بالوں کو چھپالے اس کو سربند کہتے ہیں ردار یعنی چادر۔ ازار سر سے پاؤں تک ایک کپڑا ہوتا ہے۔ ردار اُس سے ایک ہاتھ لمبی ہوتی ہے۔ خرقہ سینہ بند کو کہتے ہیں جو چھاتیوں سے لیکر رانوں تک اتنا لمبا چوڑا ہوتا ہے کہ بندھ جاتے اگر کوئی تین کپڑوں ازار اور چادر اور سربند پر اکتفا کرے تو یہ بھی درست ہے۔ مترجم

فاجمع رأی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان ینظروا آخر جنازۃ کبّر علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی قبض فیاخذون بہ ویرفضون ما سوٰی ذلک فوجدوا آخر جنازۃ کبّر علیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعا البیہقی عن سعید بن المسیب عن عمر انہ قال کل ذلک قد کان اربعا وخمسا فاجتمعنا علی اربع ابوبکر عن ابی وائل جمع عمر الناس فاستشارہم فی التکبیر علی الجنازۃ فقال بعضہم کبّر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمسا وقال بعضہم کبّر سبعا وقال بعضہم کبّر اربعا فجمعہم علی اربع تکبیرات کاطول صلوٰۃ ابوبکر عن ابراہیم اختلف اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التکبیر علی الجنازۃ ثم اتفقوا بعد علی اربع تکبیرات ابوبکر عن سعید بن المسیب کان عمر یقول فی الصلوٰۃ علی المیت ان کان مساءً قال اللہم امسٰی عبدک وان کان صباحا قال اللہم اصبح عبدک قد تخلی من الدنیا وترکہا لاہلہا واستغنیت منہ وافتقر الیک کان یشہد ان لا الٰہ الا انت وان محمدا عبدک و

بالآخر اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رائے اس پر متفق ہوگئی کہ وہ اُس آخری جنازہ پر نظر کریں جس پر اپنی وفات سے پہلے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تکبیر پڑھی تھی پھر سب لوگ اسی کو اختیار کرلیں اور اس کے سوا دوسرے طریقہ سے ہٹ جائیں تو اُنھوں نے اس آخری جنازے پر جس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تکبیر پڑھی چار تکبیریں پائیں۔ بیہقی از سعید بن المسیب از عمرؓ، اُنھوں نے کہا کہ وہ سب (روایات) چار اور پانچ (تکبیرات) کی تھیں پھر ہم نے اجماع کرلیا چار پر۔ ابوبکر ابو وائل سے، عمرؓ نے لوگوں کو جمع کیا پھر اُن سے مشورہ کیا جنازے پر تکبیر پڑھنے کے بارے میں تو بعض لوگوں نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پانچ تکبیریں پڑھی ہیں اور ان میں سے بعض نے کہا کہ سات تکبیریں پڑھیں اور بعض نے کہا کہ چار تکبیرات پڑھیں پھر سب کا اجماع ہوگیا چار تکبیرات پر مانند سب سے لمبی نماز کے (کہ اس میں چار رکعات ہوتی ہیں)۔ ابوبکر ابراہیم سے، مختلف ہوتے اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جنازے پر تکبیر کے بارے میں پھر بعد میں متفق ہوگئے چار تکبیرات پر۔ ابوبکر سعید بن المسیب سے، عمرؓ کہا کرتے تھے... میت کی نماز میں اگر شام کا وقت ہوتا تو یوں کہتے اللّٰھم امسٰی عبدک (یعنی یا اللہ آپ کے بندے پر شام کا وقت اس طرح آیا کہ) اور اگر صبح کا وقت ہوتا تو کہتے اللّٰھم اصبح عبدک (یعنی یا اللہ آپ کے بندے پر صبح کا وقت اس طرح آیا کہ) قد تخلّٰی من الدنیا وترکہا الخ (ترجمہ) وہ دنیا سے یکسو ہوا اور اس کو اہلِ دنیا کے لئے چھوڑ گیا اس حال میں کہ آپ اُس سے مستغنی ہیں اور وہ آپ کا محتاج ہے اور وہ اس بات کی شہادت دیا کرتا تھا کہ کوئی معبود نہیں بجز آپ کے اور یہ کہ محمدؐ آپ کے بندے اور

رسولک فاغفرلہٗ ذنبہٗ آبو بکر عن جابر بن عبداللہ قال ما اجر لنا رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ولا ابو بکرٍ ولا عمر فی الصلوٰۃِ علے المیت بشیٔ تلت یعنی لم یوقتوا الشیٔ من الدعاء آبو بکر عن عروۃ ما صُلّی علے ابی بکر الا فی المسجدِ مالک ان عمر بن الخطاب صُلّی علیہ فی المسجد آبو بکر عن عبدالرحمٰن بن ابزٰے ماتتْ زینبُ بنتِ جحش فکبّر علیہا عمر اربعًا ثم سالَ ازواجَ النبی صلے اللہ علیہ وسلم مَن یدخلُ قبرَہا فقلْنَ مَنْ کان یدخل علیہا فی حیاتِہا آبو بکر ان عمر انتظرَ ابنَ اُمّ عبدٍ (عبداللہ بن مسعود) فی الصلوٰۃ علے عتبۃ بن مسعود آبو بکر عن ابنِ عمر لُحِدَ لرسولِ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ولابی بکر ولعُمر آبو بکر عن الحسن اَوصٰی عمر اَن یجعل عُمق قبرِہٖ قامۃً وبسطۃً ابو بکر عن ابے مالک الاشجعی عن عمر انہ کان یقولُ اذا اُدخِل المیّتُ قبرَہٗ اللّٰہمّ اَسلمہ الیکَ الاہلُ والمالُ والعشیرۃُ والذنبُ عظیمٌ فاغفِرلہٗ آبو بکر عن اسمٰعیل بن محمد بن السباق ان عمرَ دفنَ ابابکرٍ لیلاً ثم دخلَ المسجدَ فاَوترَ بثلاثٍ آبو بکر عن ابے وائل ماتتْ اُمّی وہی نصرانیۃ فاتیتُ عمرَ فذکرتُ ذلکَ لہٗ فقال ارکبْ دابّۃً وسِرْ امامَہا آبو بکر عن عمرو ہو ابنُ دینار

آپ کے رسول ہیں تو آپ اس کے گناہ بخش دیجیے"۔ ابو بکر جابر بن عبداللہ سے، کہا کہ ہم سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اور ابو بکرؓ نے اور عمرؓ نے میت پر نماز کے بارے میں کسی (دعا) کی صراحت نہیں کی۔ میں کہتا ہوں کہ مراد یہ ہے کہ انھوں نے کسی چیز کی از قبیلِ دعا۔ پابندی عائد نہیں کی۔ آبو بکر عروہ سے، نہیں نماز پڑھی گئی ابو بکرؓ پر مگر مسجد میں۔ مالکؒ، عمرؓ بن الخطاب پر مسجد میں نماز پڑھی گئی۔ آبو بکر عبدالرحمٰن بن ابزی سے، زینبؓ بنتِ جحش کا انتقال ہوا تو اُن پر عمرؓ نے چار تکبیریں پڑھیں۔ پھر ازواج نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ان کی قبر میں کون اُتریگا تو اُنھوں نے کہا کہ جو اُن کی زندگی میں ان کے پاس آتے تھے۔ آبو بکر، عمر رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن مسعودؓ پر نماز پڑھنے میں ابنِ اُمّ عبد (یعنی عبداللہ بن مسعودؓ) کا انتظار کیا۔ آبو بکر ابن عمرؓ سے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ و عمرؓ کی قبروں کے لیے لحد بنائی گئی۔ آبو بکر حسنؓ سے، عمرؓ نے وصیت کی کہ ان کی قبر کی گہرائی قد کے برابر اور کشادہ رکھی جائے۔ آبو بکر ابو مالک الاشجعی سے وہ عمرؓ سے کہ جب کسی میّت کو اس کی قبر میں داخل کیا جاتا تھا تو وہ یہ کہا کرتے تھے، یا اللہ اس کے اہل اور مال اور رشتہ دار سب اس کو آپ کے سپرد کر رہے ہیں (اس کا ساتھ چھوڑ رہے ہیں) اور گناہ بہت بڑے ہیں تو آپ اس کی مغفرت کر دیجیے۔ آبو بکر اسمٰعیل بن محمد بن السباق سے کہ عمرؓ نے ابو بکرؓ کو رات میں دفن کیا پھر داخل ہوئے مسجد میں اور تین وتر پڑھے۔ آبو بکر ابو وائل سے، میری ماں کا انتقال ہو گیا اور وہ نصرانیہ تھی تو میں عمرؓ کے پاس آیا اور میں نے ان سے اس کا ذکر کیا تو کہا کہ کسی چوپایہ پر سوار ہو کر اُس کے جنازے کے آگے چلنا۔ آبو بکر عمروؓ سے اور وہ ابنِ دینار ہیں،

ماتت امرأة بالشام وفي بطنها ولد من
مسلم وهي نصرانية فأمر عمر ان يدفن
مع المسلمين من اجل ولدها. ابوبكر عن
عامر يعني الشعبي ان عمر صلى على عظام
بالشام. ابوحنيفة عن حماد عن ابراهيم
اخبرني من رأى قبر النبي صلى
الله عليه وسلم وقبر ابي بكر وقبر عمر
مسنمة ناشزة من الارض عليها فلق (کوہان دار بلند) (ٹھیکرے)
من مدر ابيض (کلوخ). ابوبكر عن هلال بن
يساف خطب عمر بمنى على جمل فقال
لاتسبوا الاموات فان ما يسب به الميت
يؤذي به الحي. ابوبكر والبخاري وغيرهما عن
ابي الاسود الديلي قدمت المدينة و
قد وقع بها مرض فجلست الى عمر بن
الخطاب فمرت بهم جنازة فأثني عليها
خير فقال عمر وجبت ثم مر بأخرى
فأثني عليها شر فقال عمر وجبت فقلت
وما وجبت يا امير المومنين قال قلت
كما قال رسول الله صلى الله عليه و
سلم ايما مسلم شهد له اربعة
بخير ادخله الله الجنة فقلنا وثلثة
قال وثلثة فقلنا واثنان قال
واثنان ثم لم نسأله عن الواحد
ابوبكر عن عمرو بن ميمون عن عمر ان
النبي صلى الله عليه وسلم

ایک عورت کا شام میں انتقال ہوا جس کے پیٹ میں ایک مسلمان کا بچہ تھا اور یہ عورت نصرانیہ تھی تو عمرؓ نے بوجہ اس کے بچہ کے حکم دیا کہ اس کو مسلمانوں کے ساتھ دفن کیا جائے۔ ابوبکر عامر شعبی سے کہ عمرؓ نے شام میں ہڈیوں پر نماز پڑھی۔ ابوحنیفہؒ حماد سے اور وہ ابراہیم سے، خبر دی مجھ کو اُس نے جس نے دیکھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر اور ابوبکرؓ کی قبر اور عمرؓ کی قبر سب درمیان سے کوہان کی طرح زمین سے اُٹھی ہوتی ہیں اور لمبی ہیں۔ ان پر سفید مٹی کے باریک ڈھیلے تھے۔ ابوبکر ہلال ابن یساف سے، عمرؓ نے اونٹ پر بیٹھے ہوتے منیٰ میں خطبہ دیا فرمایا کہ مُردوں کو گالیاں مت دو کیونکہ ان گالیوں کے الفاظ سے زندوں کو اذیت پہنچتی ہے۔ ابوبکر اور بخاری وغیرہما ابوالاسود دئلی سے، میں مدینہ میں آیا جب کہ وہاں بیماری پھیل رہی تھی تو میں عمرؓ بن الخطاب کے پاس بیٹھ گیا تو ان پر ایک جنازے کا گزر ہوا اور اس کے حق میں کلماتِ خیر کہے گئے تو عمرؓ نے کہا کہ واجب ہوگئی۔ پھر اُن پر ایک اور جنازہ گزرا تو اُس کا ذکر بُرائی سے کیا گیا پھر عمرؓ نے کہا کہ واجب ہوگئی۔ تو میں نے کہا کیا واجب ہوگئی اے امیر المومنینؓ۔ فرمایا کہ میں نے اسی طرح کہا جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس مسلمان پر چار آدمی نے خیر کی گواہی دیدی اللہ تعالےٰ اس کو جنت میں داخل کردے گا۔ ہم نے کہا اور تین تو فرمایا کہ تین بھی۔ پھر ہم نے کہا اور دو تو فرمایا کہ اور دو بھی۔ پھر ہم نے ایک کے بارے میں سوال نہیں کیا۔ (اور نہ اس کی ضرورت تھی کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا منشاء واضح ہوگیا کہ چار سے مراد عددِ خاص نہیں بلکہ مطلقاً زبانِ خلق ہے ۱۲ مترجم)
ابوبکر از عمرو بن میمون از عمرؓ، کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے

كان يتعوذ بالله من الجبن والبخل وعذاب القبر وفتنة الصدر آبو بكر عن ابن عمر عن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال الميت يعذب في قبره بالنياحة البيهقي عن ابن عباس عن عمر نحوًا من ذلك آبو بكر عن نافع ان حفصة بكت على عمر فقال لها مهلاً يا بنية الم تعلم ان النبي صلى الله عليه وسلم قال ان الميت يعذب ببكاء اهله عليه آبو بكر عن ابي عثمان اتيت عمر بنعي النعمان بن مقرن فوضع يده على رأسه وجعل يبكي آبو بكر عن شقيق اجتمع نسوة يبكين على خالد بن الوليد فقال عمر ما عليهن ان يهرقن من دموعهن على ابي سليمان مالم يكن نقع او لقلقة كتاب الزكوة مالك انه قرأ كتاب عمر بن الخطاب في الصدقة قال فوجدت فيه بسم الله الرحمن الرحيم هذا كتاب الصدقة في اربع وعشرين من الابل فدونها الغنم في كل خمس شاة وفيما فوق ذلك الى خمس وثلثين بنت مخاض فان لم تكن بنت مخاض فابن لبون ذكر وفيما فوق ذلك الى خمس واربعين ابنة لبون وفيما فوق ذلك الى ستين حقة

پناہ مانگا کرتے تھے بزدلی سے اور بخل سے اور عذاب قبر سے اور سینے کے فتنہ سے۔ آبو بکر ابن عمرؓ سے وہ عمرؓ سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میت کو اس کی قبر میں عذاب دیا جاتا ہے نوحہ کرنے سے۔ بیہقی از ابن عباسؓ از عمر رضی اللہ عنہ مثل روایت مذکور۔ آبو بکر از نافع کہ حفصہؓ روئیں حضرت عمرؓ پر تو آپ نے فرمایا کہ میری بیٹی تحمل کر کیا تو نہیں جانتی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت کو عذاب دیا جاتا ہے اس پر اس کے متعلقین کے رونے سے۔ آبو بکر ابو عثمان سے کہا کہ میں عمرؓ کے پاس آیا نعمان بن مقرن کی موت کی خبر لیکر تو انھوں نے اپنا ہاتھ سر پر رکھا اور رونا شروع کر دیا۔ آبو بکر شقیق سے، جمع ہو گئیں عورتیں جو بکار کر رہی تھیں خالدؓ بن الولید پر تو عمرؓ نے فرمایا کہ ان پر کوئی گناہ نہیں اس سے کہ وہ ابو سلیمانؓ پر آنسو بہائیں جب تک ع سروں پر خاک ڈالنا اور چیخنا چلّانا نہ ہو۔ کتاب الزکوٰۃ۔ مالکؒ، انھوں نے پڑھا مکتوب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا صدقہ کے بارے میں۔ کہا کہ میں نے اس میں یہ دیکھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ مکتوب ہے صدقہ کے بیان میں۔ چوبیس ۲۴ اونٹوں میں اور اس سے کم میں بکریاں ہیں۔ ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری۔ اور اس سے زیادہ پینتیس تک بنت مخاض ہے۔ اگر بنت مخاض نہ ہو تو ابن لبون نر اور اس سے اوپر پینتالیس تک بنت لبون ہے۔ اور اس سے اوپر ساٹھ تک حقہ ہے (یعنی تین برس کی اونٹنی جو چوتھے میں

ع۱ فتنۃ الصدر یعنی سینہ کے فتنہ سے اخلاق مذمومہ اور عقائد باطلہ مراد ہیں جو سینہ سے متعلق ہیں ۱۲ ع۲ نقع کے معنے ہیں بلند ہونا آواز کا اور غبار کا اور فریاد۔ لقلقۃ اضطراب وشدت ملی ہوئی آواز کو کہتے ہیں ۱۲ ع۳ بنت مخاض بچہ ناقہ جو دوسرے سال میں ہو اور ابن لبون وہ بچہ جو تیسرے سال میں ہو اور بنت لبون بچہ مادہ جو تیسرے سال میں ہو اور حقہ وہ ناقہ جو چوتھے سال میں ہو۔ طروقۃ الفحل کے معنے ہیں کہ وہ نر کی جفتی کے قابل ہو جائے اور جذعہ وہ ہے جو پانچویں سال میں ہو ۱۲

طروقۃ الفحل وفیما فوق ذلک الی خمس و
سبعین جذعۃ وفیما فوق ذلک الی تسعین
بنتا لبون وفیما فوق ذلک الی عشرین و مائۃ
حقتان طروقتا الفحل فما زاد علی ذلک من
الابل ففی کل اربعین بنت لبون وفی
کل خمسین حقۃ وفی سائمۃ الغنم اذا بلغت
اربعین الی عشرین ومائۃ شاۃ وفیما فوق
ذلک الی مائتین شاتان وفیما فوق ذلک الی
ثلث مائۃ ثلث شیاہ فما زاد علی ذلک ففی
کل مائۃ شاۃ ولا یخرج فی الصدقۃ تیس
ولا ہرمۃ ولا ذات عوار الا ماشاء المصدق
ولا یجمع بین مفترق ولا یفرق بین مجتمع
خشیۃ الصدقۃ وما کان من الخلیطین فانہما
یتراجعان بینہما بالسویۃ وفی الرقۃ اذا بلغت خمس
اواق ربع العشر الشافعی عن انس بن عیاض
عن موسی بن عقبۃ عن نافع عن ابن عمر ہذا
کتاب الصدقۃ وفی اربع وعشرین من الابل
مثل ما قال مالک قلت قد شرحنا ہذا الکتاب
فی المسوی شرح الموطا علی المذہبین مذہب ابی
حنیفۃ ومذہب الشافعی ابو بکر عن الحسن
کتب عمر الی ابی موسی

لگی ہو) کہ اس قابل ہو کہ نر اس سے جفت ہو سکے۔ اور اس سے اوپر پچھتر تک ایک جذعہ ہے اور اس سے اوپر نوے تک دو بنت لبون ہیں اور اس سے اوپر ایک سو بیس تک دو حقہ ہیں جو اس قابل ہوں کہ نر ان سے جفت ہو سکے۔ اور جب اونٹ اس سے زیادہ ہو جائیں تو ہر چالیس میں ایک بنت لبون اور ہر پچاس میں ایک حقہ۔ اور جنگل[ع۱] میں چرنے والی بکریوں میں جب وہ چالیس ہو جائیں ایک سو بیس تک ایک بکری ہے اور اس سے اوپر تین سو تک تین بکریاں اور جو اس سے زیادہ ہوں تو ہر سو میں ایک بکری۔ اور صدقہ میں تیس نہ نکالا جائے (یعنی وہ بکرا جو جفتی کے لئے ہو) اور نہ بوڑھی بکری اور نہ عیب دار بجز اس کے جو صدقہ دینے والا چاہے۔ اور جمع[ع۲] نہ کیا جائے جدا جدا کو اور جدا جدا نہ کیا جائے مجتمع کو صدقہ کے اندیشہ سے۔ اور جو (ریوڑ) دو ساجھیوں کا ہو گا تو وہ دونوں آپس میں برابر برابر کا حساب کرلیں۔ اور چاندی میں جب پانچ اوقیے (یعنی دو سو درہم) تک پہنچ جائے دسویں حصہ کا چوتھائی (یعنی چالیسواں حصہ) ہے۔ شافعیؒ انس بن عیاض سے وہ موسے ابن عقبہ سے وہ نافع سے وہ ابن عمرؓ سے یہ کتاب (مکتوب) صدقہ ہے اور اونٹوں میں سے چوبیس میں، حسب روایت امام مالکؒ۔ میں کہتا ہوں کہ ہم نے المسوی شرح موطا میں اس مکتوب کی شرح کردی ہے مذہب ابو حنیفہؒ اور مذہب شافعیؒ دونوں کے اعتبار سے۔ ابو بکر حسنؒ سے، عمرؓ نے ابو موسیؓ کو لکھا۔

ع۱ گھر میں پلی ہوئی بکریوں پر جن کو مول لے کر چارہ کھلایا جاتا ہے زکوٰۃ نہیں ہے ۱۲ مترجم ع۲ اس میں صدقہ دینے والے مالک اور لینے والے دونوں کے حق میں نہی کا احتمال ہے۔ مالک کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس چالیس بکریاں ہیں اس نے زکوٰۃ کے خوف سے ان کو جدا جدا کردیا یا دوسرے شخص کے اسی قدر مال کے ساتھ اپنے مال کو مخلوط کردیا تاکہ اس کے ذمہ آدھی بکری واجب ہو۔ اور لینے والے کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس ایک سو بیس بکریاں ہیں۔ محصل زکوٰۃ ان کو چالیس چالیس کے تین حصوں میں تقسیم کردے تاکہ تین بکریاں واجب ہوجائیں۔ یا یہ صورت تھی کہ چالیس متفرق بکریاں دو آدمیوں کی تھیں وہ ان کو جمع کرلے تاکہ نصاب کامل ہوجائے ۱۲

فمازاد علی المائتین ففی کل اربعین درہمًا درہمٌ قلتُ معناہ عند ابی حنیفۃ لایؤخذ فی اقل من الاربعین اذا زاد علی مائتین وعند الشافعی ہذا بیانُ الکسر ببیانِ مخرجہ

مالکٌ والشافعی عن سُفیان بن عبداللہِ الثقفی ان عمر بن الخطاب بَعَثَہٗ مُصدِّقًا فکان یَعُدُّ علی الناسِ بالسخل فقالوا اَتعدُّ علینا بالسخل ولا تاخذ منہ شیئًا فلما قدم علی عمر بن الخطاب ذکر ذلک لہٗ فقال عمر نعم نعدُّ علیہم بالسخلۃ یحملہا الراعی ولا ناخذہا ولا ناخذ الاکولۃ ولا الرُّبّٰا ولا الماخض ولا فحلَ الغنم وناخذ الجذعۃ والثنیّۃ وذٰلک عدلٌ بینَ غذاء الغنم وخیارہ والسخلۃُ الصغیرۃُ حین تُنتج والرُّبّٰا التی قد وُضِعت فہی تُربّی ولدھا والماخضُ ہی الحامل والاکولۃ ہی شاۃُ اللحم التی تسمّنُ لتؤکل ابوبکر قال عمر اذا وقف الرجلُ علیکم غنمہ

توجو کچھ دوسو (درہم) سے زیادہ ہو اُس میں ہر چالیس درہم پر ایک درہم ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے معنے ابوحنیفہ رح کے نزدیک یہ ہیں کہ جب دوسو ۲۰۰ سے بڑھے تو چالیس سے کم میں کیا جاتے اور شافعی رح کے نزدیک بیانِ مخرج کے ساتھ یہ کسر کا بیان ہے۔

مالک رح اور شافعی رح سفیان بن عبداللہ ثقفی سے کہ ان کو عمر رض بن الخطاب نے مصدِّق (وصول کنندہ صدقات) بناکر بھیجا، تو وہ لوگوں کے پاس جو بکری کے بچے تھے ان کو (نصاب میں) شمار کرتے تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ تم ہمارے بکری کے بچّوں کو (نصاب میں) شمار تو کرلیتے ہو اور ان میں سے کچھ لیتے نہیں ہو۔ تو جب سفیان عمر رض بن الخطاب کے پاس آتے تو اُن سے اس کا ذکر کیا تو عمر رض نے کہا ہاں ہم ایسے بکری کے بچوں کو بھی شمار کرتے ہیں جن کو چرواہا اپنے اوپر اُٹھاتا ہے اور ہم اس کو نہیں لیتے اور اس کو بھی نہیں لیتے جو اَکُولہ ہوتی اور نہ رُبّٰا کو لیتے ہیں اور نہ ماخض کو لیتے ہیں اور نہ بکریوں کو گابھن کرنے والے نر کو لیتے ہیں (یہ کیا تھوڑی رعایت ہے؟) ہم جَذعہ (یعنی چھ ماہ سے زیادہ کی بھیڑ) اور ثنیّہ (یعنی ایک سال سے زیادہ کی بکری) کو لیتے ہیں اور یہ درمیانی درجہ ہے بکری کے چھوٹے[عہ] بچوں اور اُن کے بہترین درجہ کی بکریوں کے مابین۔ سِخلۃ چھوٹا سا بچہ جو حال میں پیدا ہوا ہو رُبّٰا جس نے بچے دیتے ہوں اور وہ اپنے بچوں کو پال رہی ہو ماخض جو گیابھن ہو۔ اَکُولَہ گوشت والی بکری جس کو کھانے کے لئے موٹا کیا گیا ہو ابوبکر، عمر رض نے فرمایا کہ جب کوئی شخص تمہارے سامنے بکریاں

عہ غذار جمع ہے غذی بروزن غنی کی جس کے معنے ہیں بکری کا بچہ۔ لوگوں نے یہ شکایت کی تھی کہ نصاب زکوٰۃ میں جب کہ بکری کے چھوٹے سے بچہ کو بھی تم گنتی میں لے لیتے ہو تو بچوں کو زکوٰۃ میں لینا بھی چاہیئے۔ اس پر فرمایا کہ ہم بچہ کو شمار میں لیتے ہیں اور زکوٰۃ میں نہیں لیتے تو جو تمہارا بہترین مال یعنی عمدہ بکریاں ہوتی ہیں وہ بھی تو نہیں لیتے تو ہم نے زکوٰۃ میں اوسط درجہ کو اختیار کرلیا جو گھٹیا اور عمدہ کا درمیانی مرتبہ ہے۔ یہ بمقتضائے عدل کیا گیا ہے ۱۲

فامید عوہا صدعین ثم اختاروا من النصف الآخر ابوبکر عن مجاہد عن عمر لیس فی الخضراوات زکوٰۃ الشافعی عن عمرو بن دینار ان عمر بن الخطاب قال ابتغوا فی اموال الیتامی لا یستہلکہا الزکوٰۃ ابوبکر عن الزہری و مکحول عن عمر نحوا من ذلک البیہقی سئل عمر بن الخطاب أعلی المملوک زکوٰۃ؟ قال لا قیل علی من ہی فقال علی مالکہ الشافعی عن ابن شہاب ان ابابکر و عمر لم یکونا یأخذان الصدقۃ نسیئۃ ولکن یبعثان علیہا فی الجدب والخصب والسمن والعجف لان اخذہا فی کل عام من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنۃ الشافعی روی عن عمر انہ اخر الصدقۃ عام الرمادۃ ثم بعث مصدقا فاخذ عقالین عقالین ولیس بالثابت الشافعی قد کانت النواضح علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و خلفائہ فلم اعلم احدا روی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ منہا صدقۃ ولا احدا من خلفائہ ولا شک ان شاء اللہ ان کان یکون للرجل الخمس واکثر مالک والشافعی عن سلیمان بن یسار ان اہل الشام قالوا لابی عبیدۃ بن الجراح خذ من خیلنا صدقۃ فابی

لے کر کھڑا ہو تو ان کو دو ٹکڑیوں میں کر دو نصف آخر میں سے تم زکوٰۃ کے لئے منتخب کر لو۔ ابوبکر از مجاہد از عمرؓ فرمایا کہ سبزیوں یعنی ترکاریوں، میووں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ شافعیؒ عمرو بن دینار سے، کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ یتامیٰ کے اموال کو تجارت میں لگاتے رہو، ایسا نہ ہو کہ ان کو زکوٰۃ ختم کر دے۔ ابوبکر زہری و مکحول سے، عمرؓ سے حسب روایت مذکورہ۔ بیہقی عمرؓ ابن الخطاب سے پوچھا گیا کیا مملوک پر زکوٰۃ ہے؟ کہا کہ نہیں کہا گیا کہ کس پر ہے؟ تو فرمایا کہ اُس کے مالک پر۔ شافعیؒ ابن شہاب سے کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ صدقہ میں اُدھار قبول نہیں کیا کرتے تھے یہ دونوں حضرات (وصولِ صدقات کے لئے) بھیجا کرتے تھے قحط میں اور ارزانی میں اور فربہی کے زمانہ میں اور لاغری کے زمانہ میں کیونکہ اس کا وصول کرنا ہر سال میں سنت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے۔ شافعیؒ نے روایت کیا عمرؓ سے کہ انھوں نے (ایک قحط کے سال) عام الرمادہ میں صدقہ کو مؤخر کر دیا تھا پھر بھیجا صدقات لینے والوں کو اور (دو سال کی زکوٰۃ) دو دو مہار شتر وصول کی۔ اور یہ ثابت نہیں۔ شافعیؒ کہتے ہیں پانی لانے والے اونٹ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفاءؓ کے عہد میں موجود تھے مگر میں نہیں جانتا کہ کسی نے یہ روایت کیا ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یا آپؐ کے خلفاءؓ میں سے کسی نے اُن میں سے صدقہ وصول کیا ہو اور کوئی شک نہیں اگر اللہ چاہتا تو ایسا ہوتا۔ بیشک ایک (پانی ڈھونے والے) آدمی کے پاس پانچ اور اس سے زیادہ اونٹ ہوتے تھے۔ مالکؒ اور شافعیؒ سلیمان ابن یسار سے، کہ اہلِ شام نے ابو عبیدہؓ بن الجراح سے کہا کہ ہمارے گھوڑوں میں سے صدقہ لے لیجئے تو انھوں نے انکار کر دیا

ثم كتب الى عمر بن الخطاب فأبى عمر
ثم كلموه ايضا فكتب اليه عمر ان احبوا
فخذها منهم وارددها عليهم وارزق رقيقهم
قال مالك وارددها عليهم بقول على
فقرائهم ابو بكر عن شبل عن عمر نحوا من
ذلك الشافعي عن السائب بن يزيد ان
عمر امر ان يؤخذ من الفرس شاتين
او عشرة او عشرين درهما ابو بكر ان عمر
كان يؤتى بصدقة الخيل قلت وجه
الجمع انهم بذلوا صدقة خيلهم ورقيقهم
طوعا من غير ان تكون واجبا عليهم
فقبل عمر ذلك كذلك جمع الشافعي
وغيره وقال الشافعي سمعت بعض من
لا يقول بنصاب خمسة اوساق يقول
قد قام بالامر بعد النبي صلى الله عليه و
سلم ابو بكر و عمر و عثمان و علي و اخذوا
الصدقات في البلدان اخذا عاما
زمانا طويلا فما روى عنهم انهم قالوا
ليس فيما دون خمسة اوسق صدقة ما رواه
عن النبي صلى الله عليه وسلم الا ابو سعيد
الخدري ثم اجاب الشافعي بما حاصله
ان الحديث صحيح من رواية ابي سعيد
و جابر موجود في كتاب عمرو

پھر ابو عبیدہ رضؓ نے عمر رضؓ بن الخطاب کو لکھا تو عمر رضؓ نے بھی انکار
کردیا۔ پھر لوگوں نے اُن سے وہی گفتگو کی تو عمر رضؓ نے لکھا کہ
اگر یہ لوگ اس کی خواہش رکھتے ہیں تو اس کو ان لوگوں سے لے لو
اور اس کو ان پر لوٹا دو اور اُن کے لونڈی غلاموں کو دے دو
(کہ وہ اُن سے منتفع ہوں) مالکؒ کے قول کہ "اس کو ان پر
لوٹا دو" کا یہ مطلب ہے کہ اُن کے فقراء پر لوٹا دو۔ ابو بکر شبل سے
وہ عمر رضؓ سے ایسی ہی روایت کرتے ہیں۔ شافعیؒ سائب بن
یزید سے، کہ عمر رضؓ نے حکم دیا کہ گھوڑے سے (صدقہ میں) دو
بکریاں لے لیجائیں یا دس یا بیس درہم لے لئے جائیں۔ ابو بکر نے
کہا کہ عمر رضؓ کے پاس گھوڑوں کا صدقہ لایا جاتا تھا۔ میں کہتا ہوں
کہ جمع روایات کی یہ صورت ہے کہ انھوں نے اپنے گھوڑوں
اور لونڈی غلاموں کا صدقہ اپنی خوشی سے نکالا بغیر اس کے
کہ ان کے اوپر واجب ہو اور عمر رضؓ نے اس کو قبول کر لیا۔
اسی طرح جمع کیا شافعیؒ وغیرہ نے۔ اور کہا شافعیؒ نے کہ
میں نے بعض ایسے لوگوں سے جو پانچ اوساق کے نصاب کے
قائل نہیں ہیں سنا کہ وہ یہ کہتے تھے کہ بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم
کے خلیفہ ہوتے ابو بکر رضؓ اور عمر رضؓ اور عثمان رضؓ اور علی رضؓ اور انھوں
نے عام طور پر اور زمانۂ طویل تک شہروں میں صدقات وصول
کئے اور ان میں سے کسی سے یہ روایت نہیں کیا گیا کہ انھوں
نے یہ کہا ہو کہ پانچ وستق سے کم میں صدقہ نہیں ہے۔ اس کو
نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بجز ابو سعید خدری رضؓ کے کسی نے بھی
روایت نہ کیا۔ پھر شافعیؒ نے جواب دیا جس کا حاصل یہ ہے
کہ حدیث صحیح ہے ابو سعید رضؓ اور جابر رضؓ کی روایت سے جو عمرو

ع۵ ایک وستق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے یعنی تین سو بیس رطل کا ملک حجاز میں۔ اور ملکِ عراق میں چار سو اسّی رطل کا ۱۲ مترجم

ابن حزم فوجب العمل به ولم يذكر عن الائمة ان الحديث ظهر فى زمانهم فتكلموا فيه قلت بل ذكر مالك سنة اهل المدينة على مارويناعن ابى سعيد البيهقى عن مطر الانصارى ان النبى صلى الله عليه وسلم لم يكن يخرص العرايا ولا ابوبكر ولا عمر قلت الاوجه عندى ان المراد بالعرايا مادون خمسة اوسق وسياتيك من حديث مالك والشافعى فى البيوع مايشهد لذلك الشافعى فى القديم عن بشير بن يسار ان عمر بن الخطاب كان يبعث اباخيثمة خارصا يخرص النخل فيأمره اذا وجد القوم فى حائطهم ان يدع لهم قدر ما يأكلون البيهقى عن عثمان بن عطاء الخراسانى ان عمر بن الخطاب قال فيه العشر يعنى الزيتون اذا بلغ خمسة اوسق من عصيره اخذ عشر زيته البيهقى عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان رجلاً جاء الى رسول الله صلى الله عليه وسلم بعشور نحل له وسأله ان يحمى واديا يقال له سلبة فحماه له فلما ولى عمر كتب سفيان بن وهب الى عمر بن الخطاب يسأله عن ذلك فكتب عمر ان ادى اليك ما كان يؤدى

ابن حزم کی کتاب میں موجود ہے تو اس پر عمل کرنا واجب ہے اور ائمہ میں سے کسی سے بھی یہ منقول نہیں ہے کہ یہ حدیث ان کے زمانہ میں ظاہر ہوتی ہو پھر انھوں نے اس میں کلام کیا ہو۔ میں کہتا ہوں بلکہ مالک رحمہ اللہ نے بربنار روایت ابو سعید اس کو اہل مدینہ کی سُنّت ذکر کیا ہے۔ بیہقی مطر الانصاری سے، کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم عرایا[ع] پر کَن (اندازہ) نہیں کرایا کرتے تھے اور نہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور نہ عمر رضی اللہ عنہ میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ عرایا سے مراد ہے وہ کہ جو پانچ وسق سے کم ہو۔ اور تمھارے سامنے مالک رحمہ اللہ اور شافعی رحمہ اللہ کی حدیث عنقریب بیوع کے باب میں آئے گی جو اس کی شہادت دیگی۔ شافعی رحمہ اللہ مسلک قدیم میں، بشیر بن یسار سے مروی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب ابو خیثمہ کو اندازہ کرنے والا بناکر بھیجا کرتے تھے جو کھجوروں کا اندازہ کرتے تھے اور ان کو یہ حکم دیتے تھے کہ اگر وہ کچھ لوگوں کو ان کے باغ میں پائیں تو اتنی مقدار چھوڑ دیں جو اُن کے کھانے کے لئے کافی ہو۔ بیہقی عثمان ابن عطاء خراسانی سے کہ عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے کہا کہ اس میں دسواں حصہ ہے یعنی زیتون میں جب اس کا شیرہ (یعنی تیل) پانچ وسق تک پہنچ جاتے تو اس کے تیل کا دسواں حصہ لے لیا جاتے۔ بیہقی عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ اُن کے دادا سے کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے شہد کا عشر لایا اور آپ سے درخواست کی کہ اس وادی کو جس کو سَلبہ کہا جاتا تھا اس کے ٹھیکہ میں دیدیں تو آپ نے اس کو ٹھیکہ میں دیدیا۔ پھر جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوتے تو سفیان بن وہب نے عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کو خط لکھا جس میں اس کے بارے میں دریافت کیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ اگر وہ تم کو شہد کا

ع عرایا جمع ہے عریہ کی جسکے معنے اس درخت خرما کے ہیں جو عاریۃً کسی محتاج کو دیا جائے کہ وہ اس کا پھل اپنے اوپر صرف کرے ۱۲

الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من عشور نحلہ فاحم له سلبة والا فانما ہو ذباب غیث یا کلہ من شاء (نام وادی) قلت ہذا مفسر لیس بعدہ اشتباہ فی العسل

الشافعی عن ابی عمرو بن حماس ان اباہ قال مررت بعمر بن الخطاب وعلی عنقی ادمة (جمع ادیم) احملہا فقال عمر الا تؤدی زکوتک یا حماس فقلت یا امیر المؤمنین مالی غیر ہذا الذی علی ظہری وآہبة فی القرظ قال ذاک مال فضع فوضعتہا بین یدیہ فجسّہا فوجدہا قد وجبت فیہا الزکوة فاخذ منہا الزکوة

مالک والشافعی عن عائشة زوج النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہا قالت مرّ علی عمر بن الخطاب بغنم من الصدقة فرآی فیہا شاة حافلاً (کثیر اللبن) ذات ضرع (پستان) عظیم فقال عمر بن الخطاب ماہذہ الشاة فقالوا شاة من الصدقة فقال عمر ما اعطی ہذہ اہلہا وہم طائعون لا تفتنوا الناس لا تاخذوا حزرات المسلمین (جمع حزرہ یعنی مال عمدہ) نکبوا عن الطعام

مالک عن زید بن اسلم عن ابیہ قال سمعت عمر بن الخطاب یقول حملت علی فرس عتیق (اصیل) فی سبیل اللہ وکان الرجل ہو الذی عندہ

دسواں حصہ ادا کرتا رہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ادا کرتا رہا ہے تو سلبہ کو اس کے ٹھیکہ میں رہنے دو ورنہ وہ بارش کی مکھیاں ہیں جو شخص ان میں سے کھانا چاہے کھائے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تفسیر شدہ ہے اس کے بعد شہد میں کوئی اشتباہ نہیں ہے۔

شافعیؒ ابی عمرو بن حماس سے۔ کہ اُن کے باپ نے کہا کہ میں عمرؓ بن الخطاب کے پاس سے گزرا اور میری گردن پر چند کھالیں تھیں جن کو میں اُٹھائے ہوئے تھا۔ تو عمرؓ نے فرمایا کہ اے حماس تو اپنی زکوٰۃ نہیں ادا کرتا تو میں نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ! میرے پاس بجز اس کے جو میری پیٹھ پر ہے اور اُن چند کھالوں کے جو قرظ (پتوں) میں رکھی ہوئی ہیں اور کچھ نہیں۔ فرمایا کہ یہ بھی مال ہے۔ نیچے رکھ۔ تو میں نے اُن کو آپ کے سامنے رکھ دیا تو آپ نے ان کو ٹٹولا اور اس قابل پایا کہ ان میں زکوٰۃ واجب ہے تو اُن میں سے زکوٰۃ وصول کی۔

مالکؒ اور شافعیؒ نے عائشہؓ زوجۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ اُنھوں نے بیان کیا کہ عمرؓ بن الخطاب کا صدقہ کی بکریوں پر گزر ہوا اُن میں اُنھوں نے ایک دودھیل بکری دیکھی جس کے بڑے بڑے تھن تھے تو عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ یہ بکری کیسی ہے؟ تو اُنھوں نے کہا کہ صدقہ کی بکری ہے تو عمرؓ نے کہا کہ جن لوگوں نے یہ بکری دی وہ خوشی سے نہیں دی ہوگی۔ تم لوگوں کو تکلیف میں نہ ڈالنا اور مسلمانوں کا بہترین مال نہ لے لینا۔ کھانے پینے کی چیزیں لینے سے اعراض کرو۔

مالکؒ زید بن اسلمؒ سے وہ اپنے باپ سے، کہا کہ میں نے سُنا عمرؓ بن الخطاب سے کہ کہتے تھے کہ میں نے (ایک شخص کو) فی سبیل اللہ ایک اعلیٰ نسل کا گھوڑا دیا اور وہ شخص بھی اُن کے پاس موجود تھا اور اس نے (اس گھوڑے

قد اضاعہ فاردت ان اشتریہ منہ وظننت انہ بایعہ برخص قال فسالت عن ذلک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال لاتشترہ و ان اعطاکہ بدرہم واحد فان العائد فی صدقتہ کالکلب یعود فی قیئہ۔ ابوبکر عن عبدالرحمن البیلمانی قال ابو بکر الصدیق رضی مما یوصے بہ عمر من ادی الزکوۃ الی غیر ولاتہا لم یقبل منہ صدقۃ ولو تصدق بالدنیا جمیعا۔ ابوبکر عن محمد یعنے ابن سیرین کانت الصدقۃ تدفع الی النبی صلے اللہ علیہ و سلم ومن امر بہ والی ابی بکر و من امر بہ والی عمر ومن امر بہ و الی عثمان ومن امر بہ فلما قتل عثمان اختلفوا فمنہم من رآی ان یدفعہا الیہم ومن رآی یقسمہا ہو الحدیث ابوبکر عن عبدالملک بن ابی بکر ان عمر قال احسب دینک و ما عندک فاجمع ذلک جمیعا ثم زکہ۔ ابوبکر عن عمر فی قولہ تعالی انما الصدقات للفقراء فقال ہم زمنا[برجاماندگان] اہل الکتاب

کی خدمت نہ کرکے) اُس کو خراب کر دیا تھا۔ تو میں نے ارادہ کیا کہ میں اُس سے اُس گھوڑے کو خرید لوں اور میں نے گمان کیا تھا کہ وہ اُس کو سستا بیچنے والا ہے۔ عمر رضی نے فرمایا کہ میں نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس کو نہ خریدنا اگرچہ وہ تجھ کو ایک درہم کو دینے لگے۔ کیونکہ اپنے صدقہ کو لوٹانے والا مثل اُس کتّے کے ہے جو اپنی قے کو چاٹنے لگتا ہے۔ ابو بکر عبدالرحمن بیلمانی سے، کہا کہ ابو بکر صدیق رضی نے اُن وصیتوں میں سے جو عمر رضی کو کی تھیں یہ بھی فرمایا کہ جو زکوٰۃ کو والیٔ زکوٰۃ کو چھوڑ کر (جو منجانب خلیفہ مقرر ہوتا ہے) دوسرے کو دے گا اُس کا کوئی صدقہ قبول (یعنی تسلیم) نہ کیا جائے گا چاہے ساری دنیا صدقہ میں دیدے۔ ابوبکر محمد یعنی ابنِ سیرین سے، صدقہ دیا جاتا تھا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یا جس کو آپ نے اس پر مامور کیا اور ابو بکر رضی کو دیا جاتا تھا اور جس کو انھوں نے اس پر مامور کیا اور عمر رضی کو اور جس کو اُنھوں نے اس پر مامور کیا اور عثمان رضی کو اور جس کو اُنھوں نے اس پر مامور کیا۔ پھر جب عثمان رضی قتل کر دیئے گئے تو لوگ مختلف الرائے ہو گئے۔ بعض کی رائے یہ ہوئی کہ ان ہی کو (یعنی خلفاء رضی اور ان کے مامورین ہی کو) دیا جائے۔ اور بعض کی یہ رائے ہوئی کہ وہ خود اس کو تقسیم کر دے، الحدیث۔ ابو بکر عبدالملک بن ابی بکر سے کہ عمر رضی نے فرمایا کہ اپنے قرض کا حساب کر اور جو تیرے پاس ہے ان سب کو جمع کر (یعنی ملحوظ کر لے کہ تیرے پاس کیا بچے گا) پھر اس کی زکوٰۃ دے۔ ابو بکر عمر رضی سے بابت ارشاد الٰہی اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ (یعنی صدقات فقراء کے لئے ہیں الخ) آپ نے فرمایا وہ فقراء اہلِ کتاب میں کے زمنا ہیں (یعنی وہ معذورین جن کے ہاتھ پاؤں مارے گئے

ابو بکر عن عطاء ان عمر کان یاخذ العرض (سامان) فی الصدقۃ من الورق وغیرہا زاد فی روایۃ ویعطیہا فی صنف واحد مما سمی اللہ ابو بکر عن عبد الرحمٰن بن عبد القاری وکان علی بیت المال فی زمن عمر فکان اذا خرج العطاء جمع عمر اموال التجار فیحسب عاجلہا وآجلہا ثم یاخذ الزکوٰۃ من الشاہد والغائب ابو بکر عن طارق ان عمر بن الخطاب کان یعطیہم العطاء ولا یزکیہ قلت اما قولہ لا یزکیہ فمعناہ لا یاخذ من العطاء زکوٰتہ لانہ لم یحل علیہ الحول من حین قبضہ واما قولہ ثم یاخذ الزکوٰۃ فمعناہ یاخذ زکوٰۃ اموال التجارۃ التی حال علیہا الحول فی ایدیہم من مال العطاء قولہ فیحسب عاجلہا وآجلہا یعنی ما کان لہ دینا موجلا او معجلا علی احد او موجودا فی یدہ ابو بکر عن الحسن قال عمر اذا تحولت الصدقۃ الی غیر الذی تصدق علیہ فلا باس ان یشتریہا ابو بکر عن زیاد بن جدیر بعثنی عمر علی العشور وامرنی ان لا افتش احدا ابو بکر عن زیاد ابن جدیر بعثنی عمر علی السواد ونہانی ان اعشر

ابو بکر عطاء سے، کہ عمرؓ زکوٰۃ میں سامان اور پونجی ورق نقرہ وغیرہ لیتے تھے۔ اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے اور اس کو ان ہی کو دیا کرتے تھے جو اس ایک صنف میں داخل ہیں جن کو اللہ نے متعین کر دیا ہے۔ ابو بکر عبد الرحمٰن بن عبد القاری سے اور یہ عمرؓ کے زمانہ میں بیت المال پر متعین تھے۔ معمول یہ تھا کہ جب عطاء کا حساب ہوتا تو عمرؓ تجار کے اموال کو جمع کرتے پھر حساب کرتے ان کے جلد حاصل ہونے والے (قرض) کا اور دیر میں حاصل ہونے والے کا، پھر زکوٰۃ لیتے حاضر اور غائب (مال) سے۔ ابو بکر طارق سے، کہ عمرؓ بن الخطاب لوگوں کو وظائف دیتے تھے اور اس سے زکوٰۃ نہیں لیتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ عطاء (یعنی وظیفہ) میں سے زکوٰۃ نہیں لیتے تھے کیونکہ اس پر سال نہیں گزرا ہوا ہوتا تھا جب سے وہ اس پر قابض ہوتے۔ اور (پچھلی حدیث عبد الرحمٰن بن عبد القاری میں) اس قول کا کہ ثم یاخذ الزکوٰۃ (یعنی پھر زکوٰۃ لیتے) یہ مطلب ہے کہ ان اموال تجارت کی زکوٰۃ لیتے جو مالِ عطاء میں سے ان کے قبضہ میں ہوتا اور اس پر سال گزر چکا ہوتا اور قول فیحسب عاجلہا وآجلہا کا یہ مطلب ہے کہ جو ان کا قرض کسی پر ہوتا دیر میں وصول ہونے والا یا جلد وصول ہونے والا اس کا اور جو ان کے قبضہ میں ہوتا ان سب کا حساب کرتے۔ ابو بکر حسن سے، عمرؓ نے فرمایا کہ جب صدقہ جس کو دیا گیا تھا اس سے نکل کر دوسرے شخص کی ملک میں چلا جاتے تو اس کے خریدنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ابو بکر زیاد بن جدیر سے، مجھے لوگوں سے عشر کے وصول کرنے پر عمرؓ نے بھیجا اور مجھے حکم دیا کہ میں کسی کی تلاشی نہ لوں۔ ابو بکر زیاد بن جدیر سے، مجھے عمرؓ نے سواد (عراق کے زرعی علاقہ) پر بھیجا اور مجھے اس سے منع کیا کہ میں کسی مسلمان سے

۲۴/۲

مسلماً قلتُ العشور علے اہلِ الحرب و
نِصف العُشر علے اہلِ الذمّۃ و
رُبع العُشر زکوٰۃُ المسلمین آبوبکر عن
جماعۃٍ ان عمر بن الخطاب صالح
نصارٰے بنی تغلب علے أن یُضعّف
علیہم الزکوٰۃُ مرّتین آبوبکر عن الحسن
صاعُ عمر ثمانیۃُ ارطالٍ البیہقی
وغیرہ ان صاعَ النبی صلے اللّٰہ
علیہ و آلہ وسلم و خلفآئہ خمسۃُ
ارطالٍ و ثُلث رطل قلتُ اہل
البلد أعرف بصاعہم آبوبکر عن
الشعبی ان غلاماً من العرب وجد
سَتُّوقۃً فیہا عشرۃُ آلافٍ
فأتی بہا عمر فأخذ منہا خُمسہا
الفین وأعطاہ ثمانیۃ آلافٍ

کتابُ الصّیام البیہقی عن ابن
ابی لیلٰے کان الرجل اذا أفطر
فنامَت امرأتہ لم یأتہا واِذا
نامَ لَم یَطعَم لم یطعم الٰے مثلِہا
من القابلۃ حتّے جاءَ عمر بن
الخطاب یرید امرأتہ قالت
انی قد نِمتُ قالَ انّما
تَعتَلّین فوقع بہا و جاء
رجلٌ من الانصار فاراد أن یطعم فقالوا
حتے نسخن لک شیئاً فنام فنزلت أُحِلَّ لکم

عُشر وصول کروں۔ میں کہتا ہوں کہ عُشر ہوتے ہیں (یعنی دسواں حصہ) اہلِ حرب پر اور نصف عُشر (بیسواں حصہ) اہلِ ذمہ پر اور رُبع العُشر (چالیسواں حصہ) مسلمانوں کی زکوٰۃ ہے۔ آبوبکر ایک جماعت سے کہ عمر رضؓ بن الخطاب نے نصارائے بنی تغلب سے اس امر پر مصالحت کی کہ ان پر زکوٰۃ لگائی جاتے دو مرتبہ کی تضعیف سے (یعنی زکوٰۃ کا دوگنا لگایا جاتے جو بیسواں حصہ ہوگا) آبوبکر حسن سے، عمر رضؓ کا صاع آٹھ رطل کا تھا۔ بیہقی وغیرہ کا قول ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور اُن کے خلفاء رضؓ کا صاع پانچ اور ایک تہائی رطل کا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ اہلِ شہر اپنے صاع کو سب سے زیادہ پہچانتے ہیں۔ آبوبکر شعبی سے کہ عرب میں کے ایک غلام نے ایک تھیلا پایا جس میں دس ہزار تھے وہ اس کو عمر رضؓ کے پاس لایا تو اس میں سے اُنھوں نے اس کا پانچواں حصہ دو ہزار لئے اور آٹھ ہزار اُس کو دیدیئے۔

کتاب الصّیام بیہقی ابو لیلےٰ سے۔ (ابتدا میں معمول یہ تھا کہ) جب کوئی شخص افطار کرلیتا پھر اس کی بیوی سوجاتی تو پھر وہ اُس کے پاس نہیں جاتا تھا (یعنی جماع نہیں کرتا تھا۔) اور جب کوئی سوگیا اور اس نے کھانا نہ کھایا تو وہ آئندہ رات کے اسی کے مثل (یعنی سونے کے وقت) تک کھانا نہ کھاتے گا یہاں تک کہ (یہ واقعہ پیش آیا کہ) عمر رضؓ بن الخطاب نے اپنی بی بی کے پاس آنے کا ارادہ کیا اُس نے کہا کہ میں تو سوگئی تھی تو عمر رضؓ نے کہا کہ تو محض بہانہ کررہی ہے اور اس سے ہم بستر ہوگئے۔ اور ایک شخص انصار میں کا آیا اور اس نے کھانے کا ارادہ کیا۔ گھر والوں نے کہا کہ (ذرا ٹھہر جاؤ) ہم کچھ گرم کردیں۔ وہ شخص سوگیا تو یہ آیت نازل ہوئی اُحِلَّ لکُم لَیلَۃَ الصّیامِ تا اِلَی اللَّیلِ (۲: ۱۸۷) تم لوگوں کے واسطے

لَیْلَةَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِکُمْ اِلٰی قولہ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ قال ابوبکر ہشیم عن مُجالد عن الشعبی عن علیؓ انہ کان یخطب اذا حضر رمضانُ فیقول اَلَا لاتقدِّموا الشہرَ اذا رأیتُم الہلالَ فصُوموا واذا رأیتم الہلالَ فافطِروا فاِن اُغمِیَ علیکم فاَتِمُّوا العِدّةَ قال ابوبکر ہشیم عن مُجالد عن الشعبی عن مسروق عن عمر مثل ذٰلک اَلَا لاتقدِّموا الشہرَ البیہقی روٰی مجالد عن الشعبی انّ عُمرَ وعلیًّا کانا یَنْہَیانِ عن صومِ الذی یُشک فیہ من رمضان ابوبکر عن سُوَید بن غفلۃ سمعتُ عمر یقول شہرٌ ثلٰثون وشہرٌ تسعٌ وعشرون ابوبکر والبیہقی عن ابی وائل اَتانا کتابُ عمر ان الاَہِلّةَ بعضُہا اکبرُ من بعضٍ فاذا رأیتُم الہلالَ نہارًا فلاتُفطِروا حتّٰی یشہدَ رجلان مسلمانِ انہما اَہَلّاہ اَمسِ ابوبکر عن ابی لیلٰی ان عمر بن الخطاب اَجازَ شہادةَ رجلٍ

لعلہ فی لیلۃ ذات علۃ ۱۲

روزے کی شب میں اپنی بیبیوں سے مشغول ہونا حلال کردیا گیا کیونکہ وہ تمہارے (بجائے) اوڑھنے بچھونے کے ہیں اور تم ان کے (بجائے) اوڑھنے بچھونے (کے) ہو۔ خدا تعالےٰ کو اس کی خبر تھی کہ تم خیانت (کر) کے گناہ میں اپنے کو مبتلا کر رہے تھے (مگر) خیر اللہ تعالےٰ نے تم پر عنایت فرمائی اور تم سے گناہ کو دھو دیا سو اب ان سے ملو ملاؤ اور جو (قانون اجازت) تمہارے لئے تجویز کردیا ہے (بلاتکلف) اُس کا سامان کرو اور کھاؤ اور پیو (بھی) اس وقت تک کہ تم کو سفید خط (کہ عبارت ہے نور سے) صبح (صادق) کا متمیز ہوجاوے سیاہ خط سے۔ پھر (صبح صادق سے) رات تک روزہ کو پورا کرلیا کرو۔" ابوبکر نے کہا ہشیم از مجالد از شعبی از علیؓ، کہ وہ خطبہ دیا کرتے تھے جب رمضان آتا تھا اور فرماتے کہ خبردار مہینے کو مقدم نہ کرو جب تم ہلال کو دیکھو تو روزہ رکھو اور جب تم ہلال کو دیکھو تو افطار کرو۔ پھر اگر چاند تم سے چھپ جائے (گرد و غبار یا ابر کی وجہ سے نظر نہ آئے) تو شمار پوری کرو۔ ابوبکر ہشیم از مجالد از شعبی از مسروق از عمرؓ مثل حدیث مذکور یعنی خبردار مہینے کو مقدم نہ کرو۔ بیہقی، مجالد نے روایت کیا شعبی سے کہ عمرؓ اور علیؓ دونوں منع کیا کرتے تھے اُس دن کے روزے سے جس میں شک کیا جائے کہ یہ رمضان کا ہے۔ ابوبکر سُوَید بن غفلہ سے کہ میں نے عمرؓ سے سنا کہ کہتے تھے کہ کوئی مہینہ تیس (دن) کا اور کوئی مہینہ اُنتیس دن کا ہوتا ہے۔ ابوبکر اور بیہقی ابو وائل سے کہ ہمارے پاس عمرؓ کا مکتوب آیا کہ بعض ہلال بعض سے بڑے ہوتے ہیں تو جب تم ہلال کو دن میں دیکھ لو تو (رمضان کو ختم سمجھ کر) افطار نہ کرو جب تک دو مسلمان مرد یہ شہادت نہ دیں کہ اُن دونوں نے کل شام چاند دیکھا تھا۔ ابوبکر ابو لیلےٰ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے جائز رکھا

فی الہلال الشافعی عن عاصم بن عمر عن عمر بن الخطاب قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا أدبر النہار و اقبل اللیل و غربت الشمس فقد أفطر الصائم ابو بکر و البخاری و مسلم نحواً من ذلک مالک و الشافعی عن زید بن اسلم عن اخیہ خالد بن اسلم ان عمر بن الخطاب افطر من رمضان فی یوم ذی غیم و رأی ان قد أمسٰی و غابت الشمس فجاءہ رجل فقال یا امیر المؤمنین قد طلعت الشمس فقال عمر بن الخطاب یسیر (یعنی تدارک کا سہل ہے ۱۲) و قد اجتہدنا قال مالک (فی بیان الیسیر ۱۲) و الشافعی قضاء یوم مکانہ ابو بکر عن حنظلۃ شہدت عمر ابن الخطاب فی رمضان و قرب الیہ شراب نشرب بعض القوم و ہم یرون ان الشمس قد غربت ثم ارتقی المؤذن فقال یا امیر المؤمنین و اللہ للشمس طالعۃ لم تغرب فقال عمر منعنا اللہ من شرک مرتین او ثلثا یا ہولاء من کان أفطر فلیصم یوماً مکان یوم و من لم یکن افطر فلیتم حتے تغرب الشمس و أخرج البیہقی ذلک من طرق ثم قال من قال فی ہذا الحدیث لا یقضی لا یصح قولہ لان العدد (لے کثرۃ الرواۃ ۱۲) أولٰی بالحفظ من الواحد ابو بکر عن الحسن قال عمر اذا شک الرجلان فلیأ کلا

ایک مرد کی شہادت کو ہلال کے بارے میں۔ شافعیؒ عاصم بن عمر سے وہ عمرؓ بن الخطاب سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب دن جانے لگے اور رات آنے لگے اور آفتاب غروب ہو جاتے تو روزے دار افطار کرے۔ ابو بکر اور بخاری اور مسلم نے بھی ایسی ہی روایت کی۔ مالکؒ اور شافعیؒ زید بن اسلم سے وہ اپنے بھائی خالد بن اسلم سے کہ ایک ابر آلود دن میں عمرؓ بن الخطاب نے روزہ افطار کیا اور سمجھے کہ شام ہو گئی اور سورج غروب ہو گیا۔ پھر اُن کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین سورج ظاہر ہو گیا ہے۔ تو عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ (اس کا تدارک) آسان ہے اور ہم تو کوشش کر چکے ہیں۔ مالکؒ اور شافعیؒ نے کہا کہ (آسان کے معنے ہیں) اس کے بجاتے ایک دن کی قضاء۔ ابو بکر نے حنظلہ سے کہ میں عمرؓ ابن الخطاب کے پاس موجود تھا رمضان میں اور ان کے پاس پینے کے لئے پانی رکھدیا گیا تھا تو بعض لوگوں نے پی لیا اور وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ پھر مؤذن اوپر چڑھا اور اُس نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ واللہ سورج تو نکل رہا ہے غروب نہیں ہوا۔ تو عمرؓ نے کہا کہ اللہ نے دو یا تین مرتبہ تو ہمیں تیرے شر سے بچایا ہے۔ اے لوگو جس نے افطار کر لیا تھا اُس کو چاہیئے کہ اس دن کے بدلے میں ایک دن کا روزہ رکھے اور جس نے نہیں افطار کیا تھا وہ پورا کرے آفتاب کے غروب ہونے تک۔ اور بیہقی نے اس کو چند طریقوں سے روایت کیا پھر کہا کہ جس نے اس حدیث میں یہ کہا کہ قضا نہیں کیا جاتے گا اُس کا قول صحیح نہیں ہے کیونکہ متعدد لوگوں کے حفظ کا زیادہ اعتبار ہے بہ نسبت ایک کے۔ ابو بکر حسنؒ سے کہ عمرؓ نے کہا کہ جب دو آدمی شک کریں تو کھالیں

حتّٰی یستیقنا قلت وذلک لقوله تعالیٰ
حتّٰی یتبین لکم الخیط الابیض من
الخیط الاسود من الفجر ابوبکر عن جابر
ابن عبداللہ عن عمر بن الخطاب قال
ھششت یوما الی المرأۃ فقبلتھا وانا
صائم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ارأیت لو تمضمضت بماء وانت
صائم قلت لا باس قال ففیم الشافعی
عن جابر بن عبداللہ نحوا من ذلک ابوبکر
عن سعید بن المسیب ان عمر نھی عن
القبلۃ للصائم قلت فالاول یدل علی
جواز الصوم مع القبلۃ والثانی علی
الکراھیۃ التنزیھیۃ- ابوبکر عن عطاء
قال عمر لاتزال ھذہ الامۃ بخیر ما عجلوا
الفطر الشافعی عن حمید بن عبدالرحمٰن
ان عمر وعثمان کانا یصلیان المغرب
حین ینظران الی اللیل البھیم ثم یفطران
بعد الصلوۃ وذلک فی رمضان
ابوبکر عن حمید نحوا من ذلک الا
انہ قال ویفطران قبل ان یصلیا
ابوبکر عن سعید بن المسیب کان عمر
یکتب الی امرائہ لاتکونوا من المسوفین
لفطرکم ولا تنتظروا بصلوتکم

یہاں تک کہ دونوں کو یقین ہو جاتے۔ میں کہتا ہوں اور یہ
متعلق ہے حق تعالیٰ کے اس ارشاد سے حتّٰی یتبین لکم
الخیط الابیض الخ- ابوبکر جابر بن عبداللہ سے کہ عمرؓ بن
الخطاب سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں ایک دن بیوی
کی طرف سرخوشی کے ساتھ متوجہ ہوا اور اس کا بوسہ لے
لیا حالانکہ میں روزے سے تھا (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
سے تشویش کا اظہار کیا) تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ یہ تو بتاؤ کہ اگر تم نے پانی سے کلّی کی حالانکہ تم
روزہ دار ہو؟ میں نے کہا کہ کوئی اندیشہ نہیں۔ فرمایا کہ پھر
اس بات میں تردّد کیوں ہے۔ شافعیؒ نے جابر بن عبداللہؓ
سے ایسی ہی روایت کی ہے۔ ابوبکر سعید بن المسیب سے کہ
عمرؓ نے روزہ دار کو بوسہ لینے سے روکا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ
پہلی روایت دلالت کرتی ہے اس پر کہ بوسہ کے باوجود روزہ
جائز ہوگا اور دوسری کراہت تنزیہی پر دلالت کرتی ہے۔
ابوبکر عطاء سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ اس امت کے ساتھ خیر
ہمیشہ رہے گی جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔ شافعیؒ
حمید بن عبدالرحمٰن سے عمرؓ اور عثمانؓ دونوں مغرب کی نماز
اس وقت پڑھا کرتے تھے جب دیکھ لیتے تھے تاریک رات کی
طرف۔ پھر افطار کیا کرتے تھے بعد نماز کے اور یہ رمضان
میں ہوتا تھا۔ ابوبکر حمید سے ایسی ہی روایت کرتے ہیں مگر اس
میں یہ کہا کہ دونوں افطار کرتے تھے نماز پڑھنے سے پہلے[ع۵]-
ابوبکر سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ اپنے امراء کو لکھا کرتے تھے کہ
افطار میں تاخیر کرنے والے نہ بنو اور نہ اپنی نماز کے لئے ستاروں کی

ع۵ وجہ توفیق یہ ہے کہ غروب شمس ہوتے ہی پانی سے یا کھجور وغیرہ سے افطار کر کے نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے بعد فراغت کھانا کھاتے ۱۲ مترجم

اشتباک النجوم۔ ابو بکر عن الشعبی قال عمر لیس الصیام من الطعام والشراب وحدہ ولکن من الکذب والباطل واللغو والحلف۔ ابو بکر عن عبدالرحمٰن بن القاسم کان عمر لایصومہ یعنی یوم عاشوراء۔ ابو بکر عن ابی بکر بن عبدالرحمٰن ان عمر ارسل الی عبدالرحمٰن بن الحارث لیلۃ عاشوراء ان تسحر و اصبح صائما۔ ابو بکر عن ابن عباس عن عمر لقد علمتم ان رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم قال فی لیلۃ القدر اطلبوھا فی العشر الاواخر۔ ابو بکر عن زر کان عمر وحذیفۃ و ابی لایشکون فیھا لیلۃ سبع وعشرین۔ ابو بکر عن قیس عن ابیہ عن عمر لاباس بقضاء رمضان فی العشر یعنی عشر ذی الحجۃ۔ ابو بکر عن ابی عمرو الشیبانی بلغ عمر ان رجلاً یصوم الدھر فعلاہ بالدرۃ۔ ابو بکر عن ابن عمر ان عمر سرد الصوم قبل موتہ بسنتین۔ ابو بکر عن نافع قال عمر لو ادرکنی النداء و انا بین رجلیھا لصمت او قال ما افطرت

جگمگاہٹ کا انتظار کرو۔ ابو بکر شعبی سے، عمر رضہ نے فرمایا کہ روزہ تنہا کھانے پینے کا ہی نہیں ہوتا بلکہ جھوٹ... اور بیکار باتوں اور یاوہ گوئی اور (بات بات پر) قسمیں کھانے کا بھی ہوتا ہے۔ ابو بکر عبدالرحمٰن بن القاسم سے کہ عمر رضہ اس کا روزہ نہیں رکھتے تھے یعنی یوم عاشوراء کا۔ ابو بکر ابو بکر بن عبدالرحمٰن سے کہ عمر رضہ نے عبدالرحمن بن الحارث کے پاس عاشوراء (یعنی دسِ محرم) کی رات میں یہ پیغام بھیجا کہ سحری کھاؤ اور صبح کو روزہ رکھو۔ ابو بکر ابن عباس رضہ سے وہ کہتے ہیں کہ عمر رضہ نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا کہ اس کو آخری دس دنوں میں تلاش کرو۔ ابو بکر زر (بن حبیش) سے کہ عمر رضہ اور حذیفہ رضہ اور ابی رضہ اس میں شک نہیں کرتے تھے کہ لیلۃ القدر ستائیسویں رات ہے۔ ابو بکر قیس سے وہ اپنے باپ سے وہ عمر رضہ سے، کہ کوئی حرج نہیں عشر میں یعنی ذی الحجہ کے دس دنوں میں اگر قضاء رمضان کی جاتے۔ ابو بکر ابو عمرو الشیبانی سے کہ عمر رضہ کو یہ اطلاع پہنچی کہ ایک شخص ہمیشہ (مسلسل) روزے رکھتا ہے تو انھوں نے (بلاکر) اُس کے درّہ[عہ] مارا۔ ابو بکر ابن عمر رضہ سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی موت سے دو سال پہلے لگاتار روزے رکھے۔ ابو بکر نافع رضہ سے کہ عمر رضہ نے فرمایا کہ اگر نداء[عہ] اپنے پاؤں چلتی ہوتی میرے پاس پہنچ جاتے تو میں روزہ رکھ لوں گا یا یہ کہا کہ پھر میں کھانا نہ کھاؤں گا۔

عہ درّہ مارنے کا ظاہر تو تنبیہ ہے ترکِ سنت پر اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے نفس میں صائم الدہر ہونے کا عجب موجود ہو جس کا آپ نے اس طرح علاج کیا ہو۔ اہلِ نظر ہی اس راز کو سمجھتے ہیں کہ یہ اس کے باطن پر ایک تصرف تھا جس سے اس کو وہ فوائد پہنچے ہوں گے جو مدۃ العمر کے روزوں سے نصیب نہیں ہو سکتے ١٢ اشتیاق احمد عفی عنہ عہ یعنے مؤذن کی آواز سنتے ہی کھانا بند کر دیتا اور روزہ رکھ لیتا ہوں جب کوئی خبر براہ راست اعلان کرنیوالے کی آواز سنکر معلوم ہو تو کہا جاتا ہے کہ خبر اپنے پاؤں چل کر ہم تک پہنچی۔ اگر دوسرے کے توسط سے پہنچی تو گویا وہ دوسرے کے پاؤں سے چلتی ہوتی آئی۔ و انا بین رجلیھا یعنی میں بلند آواز کی راہ میں ہوں جو مجھ سے گزرتی ہوئی آگے بڑھی ١٢ مترجم

ابوبکر عن قطبۃ بن مالک ان عمر رأی قوماً
اعتکفوا فی المسجد وقد ستروا فانکرہ و
قال ماھذا قالوا انما نستر علی طعامنا
قال فاستروا فاذا طعمتم فاکشفوہ (ای کشفید پردہ را) ابوبکر
عن زید بن وہب کتب الینا عمر ان
المرأۃ لاتصوم تطوعاً الا باذن زوجہا
ابوبکر عن عوف بن مالک الاشجعی قال
عمر صیام یوم من غیر رمضان واطعام
مساکین یعدل صیام یوم من رمضان
قلت ہذا فی الذی افطر رمضان
بعذر و اخر قضاءہ بغیر عذر حتی
مضی رمضان آخر وعلیہ الشافعی ابوبکر
عن خرشۃ بن الحر رأیت عمر یضرب
اکف الناس فی رجب حتی یضعوہا فی
الجفان ویقول کلوا فانما ہو شہر کان
یعظمہ اہل الجاہلیۃ ابوبکر عن ابی
عبید مولی بن ازہر شہدت العید
مع عمر بن الخطاب فبدأ بالصلوۃ
قبل الخطبۃ وقال ان النبی صلی
اللہ علیہ وسلم نہی عن صوم ہذین الیومین
اما یوم الفطر فیوم فطرکم من
صیامکم و اما یوم الاضحی فکلوا
فیہ من نسککم (ذبائحہا) ابوبکر عن
زیاد بن حدیر مارأیت احداً ادوم
سواکاً وہو صائم

ابوبکر قطبہ بن مالک سے کہ عمرؓ نے چند لوگوں کو دیکھا جنھوں نے مسجد میں اعتکاف کیا اور پردہ ڈال رکھا تھا تو اس کو برا سمجھا اور فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہم تو صرف اپنے کھانے پر پردہ ڈالتے ہیں۔ فرمایا تو پردہ ڈال لو اور جب کھا چکو تو اس کو ہٹا دو۔ ابوبکر زید بن وہب سے کہ ہم کو عمرؓ نے لکھ کر بھیجا کہ عورت روزۂ نفل نہ رکھے مگر اپنے شوہر کی اجازت سے۔ ابوبکر عوف بن مالک الاشجعی سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ رمضان کے علاوہ دوسرے دنوں میں روزہ رکھنا اور (اس کے ساتھ) مسکین کو کھانا کھلانا رمضان کے کسی دن کے روزے کے برابر ہو جاتے گا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اس شخص کے حق میں ہے جس نے رمضان کا روزہ نہ رکھا کسی عذر کی وجہ سے اور اس کی قضاء کو مؤخر کر دیا بغیر کسی عذر کے یہاں تک کہ دوسرا رمضان بھی گزر گیا۔ اور یہی مطلب امام شافعیؒ نے لیا۔ ابوبکر خرشہ بن الحر سے، کہا کہ میں نے عمرؓ کو رجب کے مہینہ میں لوگوں کے ہاتھوں پر (ہاتھ) مارتے ہوئے دیکھا حتیٰ کہ انھوں نے اپنے ہاتھوں کو (کھانے کے) کونڈوں میں رکھ دیا اور فرما رہے تھے کہ کھاؤ یہ وہی مہینہ ہے جس کی تعظیم زمانۂ جاہلیت والے کیا کرتے تھے۔ ابوبکر ابو عبید مولیٰ بن ازہر سے، کہا کہ میں عمرؓ بن الخطاب کے ساتھ عید میں موجود تھا۔ انھوں نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی اور فرمایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان دو دنوں کے روزے سے منع کیا ہے۔ رہا یوم الفطر تو وہ تمہارا روزوں سے فارغ ہونے کے بعد کھانے کا دن ہے۔ رہا یوم الاضحیٰ تو اس دن میں اپنی قربانیوں میں سے کھاؤ۔ ابوبکر زیاد بن حدیر سے، میں نے روزہ دار ہونے کی حالت میں ہمیشہ مسواک کرنے والا عمرؓ سے

من عمر بن الخطّاب **کتابُ الحج** ابوبکر عن شیخ قال عمر بن الخطاب مَن حجّ ہذا البیتَ لایُریدُ غیرَہ خرج من ذنوبہ کیومٍ ولدتہ اُمّہٗ، ابوبکر عن مجاہد بینما عمر جالسٌ عند البیتِ اذ قدِمَ رجالٌ من العراق حُجّاجًا فطافوا بالبیتِ وسَعَوْا بین الصفا والمروۃ فدعاہم عمر فقال اَنْہزَکُم الیہ غیرہ فقالوا لا فقالَ اَنْقبتُم تحو قالوا نعم فقال اَدْبَرَ ثم تحو قالوا نعم قالَ اِمّا لَا فاستانِفُوا العملَ ابوبکر عن موسے بن سَعید قال عمر تَلَقَّوا الحُجّاجَ والعُمّارَ والغُزاۃَ فلیدعوا لکم قبلَ ان یتدنّسُوا بالذنوب ابوبکر عن مجاہد قال عمر یُغفر للحاجّ ولمن استغفرلہ الحاجّ بقیّۃ ذی الحجۃ والمحرّم وصَفَر وعشر من شہر ربیع الاوّل مالک عن سعید بن المُسیّب ان عمر ابن ابی سلمۃ استأذن عمر بن الخطّاب ان یعتمرَ فی شوّالَ فاذِنَ لہٗ فاعتمرَ ثم قَفَلَ الٰی اَہلہ ولم یَحُجّ البیہقی ان عمر بن الخطّاب قال انّ السبیل الزّادُ والراحلۃُ ابوبکر عن نفیۃ بنت المحرر سمعت عمر بن الخطّاب یقول اَحِجُّوا ہٰذہ الذریۃَ ولا تاکلوا ارزاقہا و

زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ **کتاب الحج** ابوبکر ایک شیخ سے، کہا عمرؓ بن الخطّاب نے کہ جس نے اس بیت کا حج کیا وہ اپنے گناہوں سے نکل کر ایسا ہوگیا جیسا اُس دن تھا جس دن اُس کی ماں نے اُس کو جنا تھا۔ ابوبکر مجاہد سے، اس دَوران میں کہ عمرؓ بیت اللہ کے نزدیک بیٹھے ہوتے تھے کہ کچھ لوگ عراق سے حج کرنے کے لئے آپہنچے تو اُنھوں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی تو ان کو عمرؓ نے بُلایا اور فرمایا کہ کیا تم کو حج کی طرف اس کے علاوہ اور کسی کام نے آمادہ کیا ہے اُنھوں نے کہا کہ نہیں۔ پھر فرمایا کہ تمھارے اونٹوں کے پاؤں گھس گئے؟ اُنھوں نے کہا کہ ہاں پھر کہا کہ اُن کی پُشت بھی ماؤف ہوگئی؟ اُنھوں نے کہا کہ ہاں! فرمایا کہ اگر (آنے کی) اور کوئی وجہ نہیں تو اب نئے سرے سے عمل شروع کرو۔[ع۵] ابوبکر موسیٰ بن سعید سے، کہا کہ عمرؓ نے فرمایا کہ تم حاجیوں، عمرہ کرنے والوں اور غازیوں سے ان کے گناہ میں ملوّث ہونے سے پہلے جا ملو تاکہ وہ تمھارے لئے دعا کریں۔ ابوبکر مجاہد سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ حاجی کی مغفرت کردی جاتی ہے اور اُس کی بھی جس کے لئے حاجی نے دُعاءِ مغفرت کی بقیہ ایام ذی الحجۃ اور محرّم اور صفر اور دس تاریخ ماہ ربیع الاوّل تک۔ مالکؒ سعید بن المسیب سے کہ عمر ابن ابی سلمہ نے عمرؓ بن الخطّاب سے شوّال میں عمرہ کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اُن کو اجازت دیدی تو اُنھوں نے عمرہ کیا۔ پھر اپنے اہل کے پاس واپس ہوتے اور حج نہیں کیا۔ بیہقیؒ، کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ (آیۃ من استطاع الیہ سبیلا میں) سبیلاً سے مراد زاد اور راحلہ ہے۔ ابوبکر نفیہ بنت محرز سے کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ اس ذُرّیۃ کو حج کراؤ اور اُن کے اموال نہ کھاجاؤ اس حال میں

ع۵ یعنے تمھارے پچھلے بُرے اعمال سب بخش دیئے گئے، اب نئے سرے سے عمل شروع کرو ۲

تدعوا ازباقہا فی اعناقہا۔ قیل الذریۃ ہٰہنا النساء ؎ البغوی روی ان عمر اذن ازواج النبی صلی اللہ علیہ و سلم فی آخر حجۃ حجہا فبعث معہن عثمان بن عفان و عبدالرحمٰن قلت اختلفوا فی المرأۃ أتخرج من غیر محرم فاحتج الشافعی بہذا علی انہ یجوز خروجہا من غیر محرم اذا کان معہا نسوۃ ثقات وللنفاۃ ان یقولوا فی الاثر انہ جعل معہن عثمان و عبدالرحمٰن بمعنی محافظتہن وتوقیرہن و ان کان معہن محارمہن واللہ اعلم البخاری عن ابن عمر لما فتح ہذان المصران اتوا عمر فقالوا یا امیر المؤمنین ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حد لاہل نجد قرنا وہو جور (مائل بعید) عن طریقنا وانا ان اردنا قرنا شق علینا قال فانظروا حذوہا (محاذی) من طریقکم فحد لہم ذات عرق ابوبکر عن الحسن ان عمران بن حصین احرم من البصرۃ فقدم علی عمر فاغلظ لہ فقال یتحدث الناس ان رجلا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم احرم من الامصار

(بس) ان کے اموال کی رسیاں ہی ان کی گردنوں میں ڈالنے کے لئے باقی چھوڑو۔ کہا گیا کہ یہاں ذریۃ سے مراد عورتیں ہیں۔

بغوی نے روایت کیا کہ عمرؓ نے ازواجِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس آخری حج میں جو انھوں نے کیا تھا حج کی اجازت دی اور اُن کے ساتھ عثمانؓ بن عفان اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو بھیجا۔ میں کہتا ہوں کہ عورت کے بارے میں اختلاف واقع ہوا کہ کیا وہ بغیر محرم کے سفر کرلے تو اس اثر سے امام شافعیؒ نے اس امر پر حجت پکڑی ہے کہ عورت کا سفر کرنا بغیر محرم کے جائز ہے جب کہ اس کے ہمراہ بہت سی ثقہ عورتیں ہوں۔ اور اس امر کی نفی کرنے والوں کے لئے اس اثر کے بارے میں یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ عمرؓ نے ازواج نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عثمانؓ اور عبدالرحمٰنؓ کو اُن کی حفاظت اور اُن کی توقیر کے لئے بھیجا تھا اگرچہ اُن کے ساتھ اُن کے محارم بھی موجود تھے، واللہ اعلم۔

بخاری ابن عمرؓ سے، جب یہ دونوں شہر فتح کرلئے گئے تو لوگ عمرؓ کے پاس آئے اور انھوں نے کہا کہ اے امیر المومنینؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اہلِ نجد کے لئے "قرن" کو حد قرار دیا ہے اور وہ ہمارے راستہ سے دور ہٹا ہوا ہے اور اگر ہم لوگ قرن پہنچنے کا ارادہ کریں (اپنے سیدھے راستہ کو چھوڑ کر) تو ہم پر مشقت آپڑتی ہے (کہ سفر طویل کرنا پڑے گا) فرمایا کہ اپنے راستہ میں قرن کا محاذی مقام دیکھ لو۔ تو آپ نے اُن کے لئے "ذاتِ عرق" کو حد قرار دیدیا۔ ابوبکر حسن سے کہ عمرانؓ بن حصین نے بصرہ سے احرام باندھا۔ جب عمرؓ سے ملے تو انھوں نے ان پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ لوگ باہم یہ گفتگو کریں گے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص نے شہروں سے احرام باندھا ہے (اور سمجھینگے کہ اس میں کوئی کراہت نہیں بلکہ

؎ یعنی بصرہ اور کوفہ۔

ابوبکر عن مسلم بن سلمان اَنّ رجلاً
احرمَ من الکوفۃِ فرآہ عمر سیّئَ الہیئۃِ
فاَخَذَ بہ و جعلَ یدُور بہ فی الحِلَق و
یقول انظروا الیٰ ما صَنَعَ ہذا بنفسِہ
و قد وسّعَ اللہ علیہ قلتُ معناہ
الکراہیۃُ للمقتدیٰ و لمن یُخیفُ
علیہ ان یفوتَ حقوق الاحرام
ابوبکر عن زید بن اسلم عن ابیہ
انّ عُمر وجدَ ریحَ طِیبٍ و
ہو بذی الحُلیفۃ فقال ممّن ہٰذا
فقالَ معاویۃُ منّی فقالَ
مِنکَ لعمری قال یا امیرَ
المؤمنین لاتعجلْ علیَّ فانّ
اُمَّ حبیبۃَ طیّبتنی و اقسمتْ
علیَّ قالَ و انا اُقسمُ علیکَ
لتَرجِعَنَّ الیہا و لتغسِلنّہ
عنکَ کما طیّبتکَ قالَ فرجع
الیہا حتّی لحقہم ببعضِ الطریقِ
ابوبکر عن ابن عُمر وجدَ عمرُ بن
الخطاب ریحًا عند الاِحرام
فتوعَّدَ (تہدید نمود ۱۲) صاحبہا فرجع معاویۃُ
فالقیٰ مِلحفۃً کانت علیہ
یعنی مُطیّبۃً

افضل ہے) ابوبکر مسلم بن سلمان سے کہ ایک شخص نے کوفہ سے
احرام باندھ لیا تھا۔ تو عمرؓ نے اس کو بُری ہیئت میں دیکھ لیا
تو اُس کو پکڑا اور بہت سے حلقوں میں اس کو گھماتے پھرے
اور یہ کہتے جاتے تھے کہ دیکھو اس شخص نے اپنے نفس کے
ساتھ کیا سلوک کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر توسّع فرمایا
تھا (کہ میقات سے احرام باندھتا تو اس کی ایسی بُری ہیئت نہ
بنتی)۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کا مقصد یہ تھا کہ مُقتدا کے لئے
کراہیت ہے (اس وجہ سے عمرانؓ بن حصین کو تنبیہ کی) اور
ایسے شخص کے لئے (کراہیت ہے) جس سے یہ اندیشہ ہو کہ وہ
احرام کے حقوق کو پورا نہ کرے گا۔ ابوبکر زید بن اسلم سے
وہ اپنے باپ اسلم سے کہ عمرؓ نے جب کہ وہ ذوالحلیفہ میں تھے
عطر کی خوشبو محسوس کی تو فرمایا کہ کس شخص سے یہ خوشبو
آرہی ہے؟ تو معاویہؓ نے کہا کہ مجھ سے۔ تو آپ نے فرمایا کہ
ہاں واللہ تجھ سے؟ تو معاویہؓ نے کہا کہ اے امیرالمؤمنینؓ
مجھ پر رائے قائم کرنے میں جلدی نہ کیجئے۔ حقیقت یہ ہے کہ
اُمّ حبیبہؓ نے (جو ازواج مطہراتؓ میں سے تھیں اور معاویہؓ
کی بہن تھیں) میرے عطر مَل دیا اور مجھے قسم دی (کہ ملواؤں
تو میں مجبور ہو گیا) تو آپ نے فرمایا کہ اب میں تجھے قسم
دیدیتا ہوں کہ اب تو اُمّ حبیبہؓ کے پاس واپس جا تاکہ وہی
خود اس عطر کو تجھ پر سے دھوئے جس طرح اُس نے تجھ پر
مَلا تھا۔ (اسلمؓ نے) کہا کہ پھر معاویہؓ اُمّ حبیبہؓ کے پاس واپس ہوئے
پھر لوگوں سے راستہ کے ایک حصّہ پر آ کر ملے۔ ابوبکر ابن عمرؓ
سے، عمرؓ بن الخطاب نے احرام کے وقت خوشبو محسوس کی
تو خوشبو والے کو دھمکایا۔ تو معاویہؓ واپس ہوئے اور جس
کپڑے میں وہ لپٹے ہوتے تھے اُس کو اتار ڈالا یعنی وہ خوشبو لگا ہوا تھا

قلتُ لم یأخذ بهٰذا اهل الفقه لما صحّ
عندهم من حدیث عائشة کأنّی
انظر الی وبیص الطیب فی مفرق
رسول الله صلی الله علیه وسلم بعد
ثلٰث من احرامه اخرجه الشیخان قلتُ
والاوجه ان یقال استدامة الطیب
علی البدن یجوز لانّ الدرن یکدره
وعلی الثوب لا یجوز لانّ الطیب یبقی
فی الثوب کما کان اوّل حاله ابو بکر
عن المسور بن مخرمة کانت تلبیة عمر
لبّیک اللّٰهمّ لبّیک لا شریک لک
لبّیک انّ الحمد والنعمة لک و
الملک لا شریک لک لبّیک مرغوبا و
مرهوبا الیک لبّیک ذا النعماء والفضل
الحسن ابو بکر عن القاسم قال عمر یا
اهل مکة ما لی اراکم مدّهنین والحاجّ
شعثا غبرا اذا رأیتم هلال ذی
الحجة فاهلّوا ابو بکر عن عطاء قدم
عمر بمکة فطاف سبعا ثم سعی
ثم حلّ فمکث اربعا او خمسا ثم
اهلّ بالحج فی العشر ثم
جاء مرة اخری فاقام
حلالا حتی اذا کان یوم
التروية اهلّ بالحج حین
انبعث به بعیره

میں کہتا ہوں کہ اس کو اہل فقہ نے نہیں لیا کیونکہ عائشہ رضؓ کی یہ حدیث ان کے نزدیک زیادہ صحیح ہے کہ "گویا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں آپؐ کے احرام سے تین دن گزرنے کے بعد خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں" اس کو شیخین رضؓ نے روایت کیا۔ میں کہتا ہوں کہ مناسب توجیہ یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ بدن پر خوشبو کا لگا ہوا چھوڑ دینا جائز ہے کیونکہ میل کچیل اس کو خراب کر دیتا ہے اور کپڑے پر جائز نہیں کیونکہ خوشبو کپڑے پر اپنی حالتِ اوّل پر جیسی ہوتی ہے باقی رہتی ہے۔ ابو بکر مسور بن مخرمہ سے، کہ عمر رضؓ کا تلبیہ یہ تھا لبّیک اللّٰھمّ لبّیک الخ (ترجمہ) میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں یا اللہ میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں، آپ کا کوئی شریک نہیں میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں، بیشک تمام نعمتیں آپ کے پاس ہیں اور مالکِ حقیقی آپ ہی ہیں۔ کوئی آپ کا شریک نہیں، میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں، آپ کی (رحمت کی) طرف مرغوب اور آپ کے غضب سے) خوفزدہ ہو کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں اے وسیع کرم اور عمدہ فضل والے۔ ابو بکر قاسم سے، عمر رضؓ نے فرمایا کہ اے اہلِ مکہ کیا بات ہے کہ میں تم کو چکنے چپڑے دیکھتا ہوں حالانکہ حاجیوں کو بکھرے بال غبار آلود ہونا چاہیے۔ جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھ لو تو تمہیں احرام باندھ لینا چاہیے۔ ابو بکر عطاء سے، عمر رضؓ مکہ میں آتے تو انھوں نے سات مرتبہ طواف کیا پھر سعی کی پھر حلال ہو گئے۔ پھر ٹھہرے چار یا پانچ دن۔ پھر دسویں کو حج کا احرام باندھا۔ پھر ایک اور دفعہ مکہ میں آتے تو حلال رہ کر مقیم رہے یہاں تک کہ جب یوم الترویہ آ گیا (یعنی آٹھویں ذی الحجہ) تو حج کا احرام باندھا جب کہ ان کا اونٹ ان کو لے کر اٹھ رہا

منطلقًا الى منى قلت وجه الجمع ان الاول
استحباب لحاضری مكة خاصة ابو بكر عن
محمد بن سيرين افرد اصحاب رسول الله
صلى الله عليه وسلم الحج بعده و
هم كانوا للسنة اشد اتباعا ابو بكر و
عمر وعثمان ابو بكر عن الاسود ان ابابكر
وعمر جردا (الحج من العمرة ۱۲) ابو بكر عن ابى وائل خرجنا
حجاجا ومعنا الصبى بن معبد فاحرم
للحج فقدمنا الى عمر فذكر ذلك له
فقال هديت لسنة نبيك صلى الله
عليه وسلم ابو بكر عن طاوس عن ابن
عباس تمتع رسول الله صلى الله عليه
وسلم وابو بكر وعمر وعثمان واول من
نهى عنها معاوية ابو بكر عن ابن عباس
سمعت عمر يقول لو اعتمرت ثم اعتمرت
ثم اعتمرت ثم حججت لتمتعت ابو حنيفة
عن حماد عن ابراهيم عن عمر بن الخطاب انه
انما نهى عن الافراد فاما القران فلا
قال محمد يعنى بقوله نهى عن الافراد افراد العمرة
احمد بن حنبل عن ابى سعيد خطب عمر الناس
فقال ان الله عز وجل رخص لنبيه
ماشاء وان نبى الله قد مضى لسبيله
فاتموا الحج والعمرة لله كما امركم
الله عز وجل

اور منیٰ کی طرف چل رہا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ جمع کی صورت یہ
ہے کہ پہلا حکم (کہ جب ذی الحجہ کا چاند دیکھ لو تو احرام باندھ لو)
استحباب ہے جو حاضرین مکہ کے ساتھ خاص ہے۔ ابو بکر ابن سیرین
سے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے اصحاب ابو بکرؓ
اور عمرؓ اور عثمانؓ نے حج کا افراد کیا ہے اور یہ سب سُنّت کا
سختی کے ساتھ اتباع کرنے والے تھے۔ ابو بکر اسود سے کہ ابو بکرؓ
و عمرؓ نے حج کو عمرے سے الگ ادا کیا۔ ابو بکر ابی وائل سے،
ہم حج کرنے کے لئے نکلے اور صبی بن معبد ہمارے ساتھ تھے
تو انھوں نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا پھر ہم عمرؓ کی طرف
آئے تو اُن سے اس کا ذکر کیا گیا تو اُنھوں نے (ابن معبد سے)
کہا کہ تم کو اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کی طرف ہدایت
کی گئی ہے۔ ابو بکر طاؤس سے وہ ابن عباسؓ سے کہ تمتع عہ کیا
ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اور ابو بکرؓ نے اور عمرؓ
اور عثمانؓ نے اور سب سے پہلے جس شخص نے اُس سے روکا وہ
معاویہؓ ہیں۔ ابو بکر ابن عباسؓ سے، میں نے عمرؓ سے سُنا کہ یہ
فرماتے تھے کہ اگر تو نے عمرہ کیا، پھر عمرہ کیا، پھر عمرہ کیا،
پھر حج کیا تو تو نے یقیناً تمتع کیا۔ ابو حنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم
سے، عمر بن الخطاب سے کہ اُنھوں نے اِفراد سے روکا ہے۔ رہا قران
تو اس سے منع نہیں کیا۔ محمدؒ نے کہا کہ عمرؓ کے اِفراد سے منع
کرنے کے یہ معنے ہیں کہ اِفرادِ عُمرہ سے منع کیا۔ احمد بن حنبلؒ
ابو سعیدؓ سے کہ عمرؓ نے لوگوں کو خطبہ دیا جس میں کہا کہ اللہ تعالےٰ
نے اپنے نبیؐ کو جس امر کی اُس نے چاہا رخصت دی اور اللہ تعالیٰ
کے نبیؐ اپنی راہ سے گزر گئے۔ اب تم حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے
اسی طرح پورا کرو جس طرح اللہ عزّ وجلّ نے تم کو حکم دیا ہے۔

عہ اس روایت میں تمتع سے یہ مراد ہے کہ اوّل آپ نے حج مفرد کا احرام باندھا۔ پھر عمرے کو بھی اُس میں شامل کر لیا ۱۲ مترجم

احمد بن حنبلؒ عن جابر بن عبد اللہ تمتعنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و مع ابی بکر فلما ولی عمر بن الخطاب خطب الناس فقال ان القرآن ہو القرآن و ان رسول اللہ ہو الرسول کانتا متعتان علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احدہما متعۃ الحج و الاخرٰی متعۃ النساء معناہ لیستا بعدہٗ مالک و ابوبکر عن ابن عمر قال عمر افصلوا بین حجکم و عمرتکم فان ذٰلک اتم لحج احدکم و اتم لعمرتہ ان یعتمر فی غیر اشہر الحج قلت و ہذا اشد المواضع التی اختلف فیہا علی عمر و الاوجہ عندی ان لکل کلام لہ محمل و کان عمر یختار الافراد و یرخص فی التمتع و القران اما قول ابن عباس تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر فمعناہ تقدیم طواف القدوم قبل طواف الافاضۃ و جعل السعی عقیب طواف القدوم و اما قولہ رخص لنبیہ ما شاء فہو فسخ الحج بالعمرۃ فذٰلک خاص بزمان النبوۃ اراد بذٰلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہدم مذہب الجاہلیۃ من قولہم العمرۃ فی اشہر الحج

احمد بن حنبلؒ جابر بن عبد اللہؓ سے کہا کہ ہم نے تمتع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ابوبکرؓ کے ساتھ پھر جب خلیفہ ہوئے عمرؓ بن الخطاب تو انھوں نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ بیشک قرآن (ہمیشہ کے لئے) وہی قرآن ہے اور اللہ کے رسولؐ وہی رسول ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو متعے تھے ایک متعۂ حج اور دوسرا عورتوں سے متعہ کرنا۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ یہ دونوں آپ کے بعد باقی نہیں رہے۔ مالکؒ اور ابوبکر ابن عمرؓ سے، کہا عمرؓ نے کہ فصل کرو اپنے حج اور عمرے کے درمیان کیونکہ یہ بات (یعنی فصل کرنا) تم میں کے ہر شخص کے حج کو پورا کرنے والی ہے اور اس کے عمرے کو پورا کرنے والی یہ بات ہے کہ حج کے مہینوں کے علاوہ دوسرے مہینوں میں عمرہ کرے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ان سخت موقعوں میں سے ہے جن میں عمر رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا گیا ہے اور بہتر توجیہ میرے نزدیک یہ ہے کہ ہر کلام کا ایک محمل ہوتا ہے اور (اس کلام کا محمل یہ ہے کہ) عمرؓ افراد (صرف حج کرنا) کو پسند کرتے تھے اور تمتع اور قران میں رخصت دیتے تھے۔ رہا قول ابن عباسؓ کا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ و عمرؓ نے تمتع کیا ہے تو اس کے معنے ہیں طوافِ[ع۵] افاضہ سے پہلے طوافِ قدوم کرنا اور طواف قدوم کے بعد سعی کرنا۔ رہا ان کا یہ قول کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو جس امر کی چاہا رخصت دی تو اس سے مراد ہے عمرہ سے حج کو فسخ کردینا، تو یہ خاص ہے زمانۂ نبوت سے۔ ایسا کرنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مذہب جاہلیت کی بیخ کنی کا ارادہ فرمایا تھا یعنی ان کے اس قول کا کہ حج کے مہینوں میں

ع۵ طوافِ افاضہ وہ طواف ہے جو منیٰ سے آکر کیا جاتا ہے اور بعد طواف پھر منیٰ کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ طوافِ قدوم وہ طواف ہے جو حاضری بیت اللہ کے متصل کیا جاتا ہے ۱۲ مترجم

من افجرِ الفجورِ و اما الافرادُ الذی نہیٰ
عنہ فہو ترکُ طوافِ القدومِ ابو بکر
عن ابراہیم امر عمرُ بن الخطّاب صبیّ بن
معبد حیثُ قرن ان یذبح کبشاً۔ ابو بکر عن
ابن عمر قال عمر اذا اعتمر فی اشہر الحج
ثم اقامَ فہو متمتع فان رجع فلیس بمتمتعٍ
ابو بکر عن یحییٰ بن الجزّار سُئِلَ عمر عن
العمرۃ وہو بمکّۃ من ایّ موضع اعتمر فقال
ایتِ علیّ بن ابی طالب فسلْہُ فقالَ
علیٌ حیث ابدأتَ یعنی من میقات ارضِہ
قال فاتی عمر فاخبرہٗ فقالَ ما اَجدُ
لک الّا ماقالَ علیٌ بن ابی طالب
ابو بکر سُئِلَ عمر عن العمرۃ بعد
الحج فقالَ ہی خیرٌ من لاشئ
قلتُ معناہ انّ العمرۃَ من
المیقاتِ افضلُ بکثیرٍ من العمرۃ من
التنعیم ونحوہ والعمرۃُ فی غیر اشہرِ الحج
افضلُ بکثیرٍ من العمرۃ فی اشہر الحجّ
ابو بکر عن وہب بن الاجدع سمع
عمر یقولُ اذا قدم الرجلُ حاجاً فلیطُفْ
بالبیتِ سبعًا ثم یُصلّی عند المقام رکعتین
الشافعی عن حنظلۃ بن طاؤس سمعتُ
عُمر یقولُ اَقِلّوا الکلام فی
الطوافِ فانّما انتم فی صلوٰۃ الشافعی
عن عبد اللہ ابی یزید

عُمرہ کرنا سب گناہوں سے بڑا گناہ ہے اور رہا وہ افراد جس سے منع کیا ہے تو وہ طوافِ قدوم کا چھوڑنا ہے۔ ابو بکر ابراہیم سے، عمر رضؓ بن الخطاب نے صبی بن معبد کو جب انھوں نے قران کیا تو یہ حکم دیا کہ وہ مینڈھا ذبح کریں۔ ابو بکر ابن عمر رضؓ سے، عمر رضؓ نے کہا کہ جب کوئی حج کے مہینوں میں عمرہ کرکے مقیم رہا تو وہ متمتع ہے اور اگر لوٹ گیا تو وہ متمتع نہیں۔ ابو بکر یحییٰ بن الجزار سے، کہ عمر رضؓ سے جب کہ وہ مکّہ میں تھے عمرے کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کس موقع سے عمرہ کروں؟ تو انھوں نے کہا کہ علی رضؓ بن ابی طالب کے پاس جاکر ان سے پوچھو تو علی رضؓ نے کہا کہ جہاں سے تو نے اس کو شروع کیا ہے۔ آپ یہ مراد لے رہے تھے کہ اپنی سرزمین کے میقات سے۔ کہا کہ پھر وہ شخص عمر رضؓ کے پاس آیا اور آپ کو اس جواب کی خبر دی تو انھوں نے کہا کہ بجز اس جواب کے جو علی بن ابی طالب رضؓ نے دیا میرے نزدیک بھی اور کوئی جواب نہیں ہے۔ ابو بکر، عمر رضؓ سے اس عمرے کے بارے میں پوچھا گیا جو بعد حج کے کیا جاتے تو انھوں نے کہا کہ نہ کرنے سے بہتر ہے۔ ... میں کہتا ہوں کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ عمرہ کرنا میقات سے ان بہت سے عمروں سے افضل ہے جو تنعیم وغیرہ سے کئے جائیں اور عمرہ حج کے مہینوں کے سوا دیگر ایام میں ان بہت سے عمروں سے افضل ہے جو ایام حج میں کئے جائیں۔ ابو بکر وہب بن الاجدع سے کہ انھوں نے عمر رضؓ سے سنا کہ فرما رہے تھے کہ جب کوئی حج کے ارادہ سے آتے تو اس کو چاہیئے کہ بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کرے پھر مقام (ابراہیم) کے قریب دو رکعت نماز پڑھے۔ شافعی رحؒ حنظلہ بن طاؤس سے، میں نے عمر رضؓ سے سنا کہ فرما رہے تھے کہ طواف میں کلام کم کرو کہ درحقیقت تم نماز میں ہو۔ شافعی رحؒ عبد اللہ ابی یزید سے

عن أبيه سأل عمر شيخاً من بني زهرة فقال أخبرني عن بناء البيت فقال ان قريشاً كانت تقول ببناء البيت فعجزوا فتركوا بعضها في الحجر فقال له عمر صدق أبو بكر عن عبد الله بن عامر بن ربيعة ان عمر بن الخطاب رمل ما بين الحجر الى الحجر احمد بن حنبل عن زيد بن اسلم عن أبيه قال عمر فيما الرملان والكشف عن المناكب وقد أطأ الله الاسلام و نفى الكفر واهله و مع ذلك لاندع شيئاً كنا نفعل على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم أبو بكر عن سويد بن غفلة ان عمر التزم الحجر و قبله أبو بكر عن عابس بن ربيعة استلم عمر الحجر وقبله وقال لولا انى رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم قبلك ما قبلتك أبو بكر عن يعلى بن أمية قال لي عمر أما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يستلم منها الا الحجر قلت بلى قال فما لك به أسوة حسنة قلت بلى أبو بكر عن وهب بن الاجدع انه سمع عمر يقول

ان کے باپ سے کہ عمرؓ نے بنی زہرہ کے ایک بوڑھے سے سوال کیا اُس سے کہا کہ مجھے بیت اللہ کی (موجودہ) عمارت کا حال بتاؤ تو اُس نے کہا کہ قریش بیت کی تعمیر کر رہے تھے۔ پھر عاجز ہو گئے اور اس کے ایک حصہ کو جو حجر (یعنی حطیم) میں ہے چھوڑ دیا تو اس سے عمرؓ نے کہا کہ سچ کہا۔ ابو بکر عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے رمل کیا حجر سے حجر تک (یعنی صفا اور مروہ کے درمیان)۔ احمد بن حنبلؒ زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ دونوں رمل اور مونڈھوں کا کھولنا کس لئے ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو مستحکم کر دیا اور کفر اور اہلِ کفر کو دھکیل دیا (تو اب سینہ تان کر قوت کا مظاہرہ کرنے کا موقع باقی نہیں رہا) اس کے باوجود ہم کسی ایسی چیز کو نہیں چھوڑتے جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کیا کرتے تھے۔ ابو بکر سُوید بن غفلہ سے کہ عمرؓ حجر کو لپٹے اور اس کو بوسہ دیا۔ ابو بکر عابس بن ربیعہ سے کہ عمرؓ نے استلام حجر کیا اور اس کو بوسہ دیا اور کہا کہ اگر میں رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کو تیرا بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں تجھ کو بوسہ نہ دیتا۔ ابو بکر یعلے بن اُمیہ سے عمرؓ نے کہا کہ کیا تو نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپؐ نے بجز حجر کے اس میں سے کسی کا استلام نہیں کیا۔ میں نے کہا کہ بیشک! کہا کہ کیا پھر تیرے لئے یہ اچھی پیروی کرنے کے قابل بات نہیں؛ میں نے کہا کہ بیشک۔ ابو بکر وہب بن الاجدع سے کہ اُنھوں نے سُنا عمرؓ سے کہ آپ فرماتے تھے کہ

ع۹ یعنی اس کو سلام کیا چوم کر یا ہاتھ لگا کر۔ یمن والے حجر کو مُحَيّا کہا کرتے کیونکہ لوگ اس کو تحیۃ یعنی سلام کرتے بعضوں نے استلام کو کہا کہ وہ سِلام بکسر سین سے نکلا ہے جو جمع ہے سَلِمَۃ کی یعنی پتھر۔ عرب کہتے ہیں استلم الحجر پتھر کو چھوا اور اس کو ہاتھ لگایا کان ابن الزبیر یستلم کلھن عبد اللہ بن زبیرؓ کعبے کے چاروں کونوں کو ہاتھ لگاتے (چومتے) کیونکہ انھوں نے کعبہ کو گرا کر حضرت ابراہیمؑ کے پایوں پر اُٹھا دیا تھا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا تھا ۱۲ لغات الحدیث

يَبْدَأُ بالصفا ويستقبلُ البيتَ ثم يكبر
سبع تكبيراتٍ بين كلّ تكبيرتين حمدُ اللّٰہ
و صلوٰۃٌ على النبي صلى اللّٰہ عليه وسلم
و مسئلۃٌ لنفسه و على المروۃ مثل
ذٰلک. ابو بکر عن بکر سعيتُ مع عمر
في بطنِ المسيل ابو بکر عن ابن سابط انّ
عمر كان يجعل الذي كانّه مبرکُ البعير
على فخذه الايمن يعني في المروۃ
ابو بکر عن هشام بن عروۃ عن ابيه
انّ عمر كان يلبّي على الصفا والمروۃ
يشتدّ صوته و يُعرف صوته بالليل
ولا يُرى وجهه، ابو بکر عن عروۃ ان
ابابکر و عمر کانا يقدمان وهما مهلّان بالحج
فلا يحلّ منهما حرامٌ الى يوم النحر ابو بکر
عن علقمة والاسود عن عمر انّه جمع
بين الظهر والعصر بعرفات ثم وقف
ابو بکر عن الاسود عن عمر انّه صلّاهما بجمع
ابو بکر عن ابي عثمان النهدي انّه
صلّى مع عمر المغربَ دونَ جمعٍ
قلتُ فالاوّلُ هو الافضل المختار
والثاني بيان ان لو ترک رجلٌ الجمعَ
و صلّى كلّ صلوٰۃٍ في وقتها المعهود
جاز. ابو بکر عن ابن ابي نجيح عن
ابيه سُئل ابن عمر عن صوم
يوم عرفة فقال حججتُ مع

شروع کی جائے (سعی) صفا سے اور بیت اللہ کی طرف منہ کیا جائے
پھر سات مرتبہ تکبیرات کہی جائیں۔ ہر دو تکبیر کے درمیان اللہ
کی حمد اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جائے اور اپنی
ذات کے لئے دُعاء کی جائے اور مروہ پر بھی ایسا ہی کیا جائے۔
ابو بکر بکر سے، میں نے عمرؓ کے ساتھ بطنِ مسیل میں سعی کی۔
ابو بکر ابنِ سابط سے کہ عمرؓ اس جگہ کو جو اونٹ کے سینہ کی مانند
ہے اپنی داہنی ران پر رکھتے تھے یعنی مروہ میں۔ ابو بکر ہشام
ابن عروہ سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ تلبیہ کیا کرتے (یعنی لبیک
کہا کرتے) تھے صفا اور مروہ پر اور اُن کی آواز سخت ہوتی
تھی اور رات میں اُن کی آواز پہچانی جاتی تھی اور صورت
نظر نہیں آتی تھی۔ ابو بکر عروہ سے کہ ابو بکرؓ و عمرؓ دونوں قدوم
کیا کرتے اس حال میں کہ حج کا احرام باندھے ہوتے ہوتے
تھے۔ تو ان دونوں سے کوئی حرام (یعنی وہ کام جو مُحرِم کے لئے
ممنوع ہے) حلال نہیں ہوتا تھا یوم نحر تک۔ ابو بکر علقمہ اور
اسود سے، کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ظہر و عصر کو جمع کیا عرفات میں
پھر وقوف کیا (یعنی ٹھہرے)۔ ابو بکر اسود سے کہ عمرؓ نے
دونوں نمازوں کو مُزدلفہ میں پڑھا جمع کے ساتھ۔ ابو بکر عثمان
نہدی سے کہ اُنھوں نے عمرؓ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی
بغیر جمع کے (یعنی عشاء کے ساتھ جمع نہیں کیا) میں کہتا ہوں
کہ پہلی صورت (یعنی جمع) وہ افضل اور پسندیدہ ہے اور
دوسری (یعنی جمع نہ کرنا) اس بات کا بیان ہے کہ اگر کسی شخص
نے جمع کو ترک کردیا اور ہر نماز کو اپنے وقتِ معہود میں پڑھ
لیا تو جائز ہے۔ ابو بکر ابن ابی نجیح سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے
باپ سے کہ ابنِ عمرؓ سے سوال کیا گیا یوم عرفہ کے روزے کے
بارے میں تو اُنھوں نے کہا کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یصمہ وحججت
مع ابی بکر فلم یصمہ وحججت مع عمر فلم
یصمہ وحججت مع عثمان فلم یصمہ و
انا لا اصومہ ولا آمر بہ ولا انہی عنہ
احمد بن حنبل عن عمرو بن میمون صلی
بنا عمر بن الخطاب بجمع الصبح ثم
وقف وقال ان المشرکین کانوا لا
یفیضون حتے تطلع الشمس و ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالفہم
ثم افاض قبل ان تطلع الشمس
مالک عن عبداللہ بن دینار عن ابن
عمر ان عمر خطب الناس بعرفۃ و
علمہم امر الحج فقال لہم فیما قال اذا
جئتم منی فمن رمی الجمرۃ فقد حل
لہ ما حرم علی الحاج الا النساء و
الطیب لایمس احد نساء ولا طیبا حتے
یطوف بالبیت مالک فی روایۃ اخری
مثلہ الا انہ قال من رمی
الجمرۃ وحلق او قصر ونحر ہدیا
ان کان معہ فقد حل الحدیث
قلت ترک الفقہاء قولہ والطیب
لما صح عندہم من حدیث عائشۃ
وغیرہا ان النبی صلی اللہ علیہ
وسلم تطیب قبل طواف الافاضۃ
ابو بکر عن ابن اسحق سئل عکرمۃ

حج کیا تو آپ نے یہ روزہ نہیں رکھا اور میں نے ابو بکرؓ کے ساتھ
حج کیا تو اُنھوں نے بھی یہ روزہ نہیں رکھا اور میں نے عمرؓ
کے ساتھ حج کیا تو اُنھوں نے بھی یہ روزہ نہیں رکھا اور میں
نے عثمانؓ کے ساتھ حج کیا اُنھوں نے بھی یہ روزہ نہیں رکھا
اور میں خود روزہ نہیں رکھتا اور نہ اُس کا حکم دیتا ہوں اور
نہ اُس سے منع کرتا ہوں۔ احمد بن حنبلؒ عمرو بن میمون سے کہ
عمرؓ بن الخطاب نے ہم کو جماعت کے ساتھ صبح کی نماز پڑھائی
پھر وقفہ کیا اور فرمایا کہ مشرکین نہیں روانہ ہوا کرتے تھے جب
تک آفتاب طلوع نہ ہو جاتے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے ان کے خلاف کیا ہے۔ پھر (عمرؓ) آفتاب کے طلوع ہونے
سے پہلے ہی روانہ ہو گئے۔ مالکؒ عبداللہ بن دینار سے وہ ابن عمرؓ
سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے عرفہ میں لوگوں کو خطبہ دیا اور
ان کو حج کے امور کی تعلیم دی تو منجملہ اور ارشادات کے اُنھوں
نے یہ بھی کہا کہ جب تم منیٰ میں آجاؤ تو جس نے رمی جمرہ کر لی تو
اُس کے لئے وہ کام حلال ہو گئے جو حاجی پر حرام ہوتے ہیں بجز
عورتوں کے اور خوشبو کے۔ کوئی شخص نہ عورتوں کو چھوئے
اور نہ خوشبو کو یہاں تک کہ بیت اللہ کا طواف کر لے۔ مالکؒ
ایک دوسری روایت میں اسی کے مثل روایت کرتے ہیں بجز اس
کے کہ اُنھوں نے کہا کہ جو رمی جمرہ کر لے اور حلق یا قصر کر لے (یعنی
سر مُنڈوالے یا بال کٹوالے) اور ہدی کی قربانی کر لے اگر اس
کے ساتھ ہو تو وہ حلال ہو گیا، آخر حدیث تک۔ میں کہتا ہوں
کہ فقہاء نے قول والطیب (یعنی خوشبو کو نہ چھوئے) پر عمل
ترک کر دیا کیونکہ اُن کے نزدیک حدیث عائشہؓ وغیرہا سے یہ بات
صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے طواف
افاضہ سے پہلے خوشبو لگائی ہے۔ ابو بکر ابن اسحٰق سے کہ عکرمہ سے

عن الاہلال متیٰ ینقطع فقال اہلّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی رمی الجمرۃ وابوبکر وعمر آبو بکر عن ابراہیم کان عمر یحج فلا یذبح شیئاً حتی یرجع آبوبکر عن عمرو بن میمون حججت مع عمر سنتین احدہما فی السنۃ التی اُصیب فیہا کل ذلک یرمی جمرۃ العقبۃ من بطن الوادی آبوبکر عن الاسود رأیت عمر بن الخطاب یرمی جمرۃ العقبۃ من فوقہا قیل معناہ یرمی اعلی شیء فیہا. والاوجہ عندی ان الاول للاستحباب والثانی للجواز. مالک عن نافع عن ابن عمر ان عمر قال من ضفر فلیحلق ولا تشبہوا بالتلبید مالک عن سعید بن المسیب قال عمر من عقص رأسہ او ضفر او لبد فقد وجب علیہ الحلاق مالک عن نافع عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب قال لا یبیتن احد من الحاج لیالی منیٰ من وراء العقبۃ مالک عن نافع زعموا ان عمر بن الخطاب کان یبعث رجالاً یدخلون الناس وراء العقبۃ آبوبکر عن جعفر عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابابکر وعمر کانوا یمشون الی الجمار آبوبکر عن السائب رأیت

سوال کیا گیا اہلال (یعنی تلبیہ) کے بارے میں کہ کب منقطع کیا جاتے۔ تو انھوں نے کہا کہ تلبیہ کہتے رہے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رمی جمرہ تک اور ابوبکرؓ وعمرؓ۔ آبوبکر ابراہیم سے کہ عمرؓ حج کیا کرتے تھے اور واپس آنے تک کچھ ذبح نہیں کیا کرتے تھے۔ آبوبکر عمرو بن میمون سے کہ مَیں نے عمرؓ کے ساتھ دو سال حج کیا ان میں سے ایک سال وہ تھا جس میں اُن پر زخم لگایا گیا تھا۔ ہر سال میں اُنھوں نے جمرۂ عقبہ کی رمی کی بطن وادی سے۔ آبوبکر اسود سے کہ میں نے عمرؓ بن الخطاب کو جمرۂ عقبہ کی رمی کرتے ہوتے دیکھا اُس کے اُوپر سے۔ کہا گیا کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ وہ رمی کر رہے تھے اُسکی بلند جگہ پر (سے)۔ اور میرے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ پہلا عمل استحباب کے لئے ہے اور دوسرا جواز کے لئے۔ مالکؒ نافعؒ سے وہ ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ جو شخص بالوں کو گوندھے ہوتے ہو اس کو چاہیئے کہ منڈوائے اور تم اہلِ تلبید کی مشابہت نہ کرو۔ مالکؒ سعید بن المسیب سے، عمرؓ نے فرمایا کہ جس نے سر کا جوڑا باندھا یا گوندھا یا گوند سے بالوں کو جمایا ہو تو اُس کو منڈوانا واجب ہے۔ مالکؒ نافعؒ سے ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ حاجیوں میں سے کوئی شخص منیٰ کی راتوں میں سے رات نہ گزارے عقبہ سے پرے۔ مالکؒ نافعؒ سے کہ اُنھوں نے گمان کیا کہ عمرؓ بن الخطاب کچھ مردوں کو بھیجا کرتے تھے جو لوگوں کو عقبہ کے پیچھے داخل کیا کرتے تھے۔ آبوبکر جعفر سے وہ اپنے باپ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور عمرؓ جمار کی طرف پیدل جایا کرتے تھے۔ آبوبکر سائب سے، میں نے دیکھا

ع۵ ضفر کے معنے ہیں بالوں کو گوندھنا اور ان کو لپیٹ کر جوڑا بنانا یعنی جو شخص بال گوندھے ہوتے ہو اس کو چاہیئے کہ مُنڈوانے کے وقت مُنڈ وادے اور قصر نہ کرے اور ولا تشبہوا بالتلبید کا مطلب یہ ہے کہ مشابہت نہ کرو بالوں کے باقی رکھنے میں اہلِ تلبید کی اور تلبید یہ ہے کہ اپنے سر پر گوند وغیرہ کوئی شی مل لیجائے تاکہ بال مجتمع ہو جائیں بکھرے نہ

۲ ہوتے نہ رہیں ۱۲

عمر بن الخطاب رأى رجلاً يقود بامرأته على بعير في الجمرة فعلاها بالدرة إنكاراً لركوبها مالك انه بلغه ان عمر بن الخطاب كان يقف عند الجمرتين وقوفاً طويلاً حتى يمل القائم أبو بكر عن سليمان بن ربيعة نظرنا عمر أتى الجمرة الثالثة فرماها ولم يقف عندها مالك عن يحيى بن سعيد بلغه ان عمر ابن الخطاب خرج الغد من يوم النحر حين ارتفع النهار شيئاً فكبر فكبر الناس بتكبيره ثم خرج الثانية من يومه ذلك حين ارتفع النهار فكبر فكبر الناس بتكبيره ثم خرج حين زالت الشمس فكبر فكبر الناس بتكبيره حتى يتصل التكبير ويبلغ البيت فيعرف الناس ان قد رمى أبو بكر عن عطاء ان عمر رخص للرعاء ان يبيتوا أعلى منى أبو بكر عن عبد الله ابن مسعود صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم ركعتين يعني بمنى ومع أبي بكر ومع عمر ركعتين أبو بكر عن عمران بن حصين وعن ابن عمر وعن انس نحواً من ذلك أبو بكر عن عمرو بن شعيب ان عمر جمع بمنى أبو بكر عن الزهري ان عمر صلى بالحصبة للجمعة ولم يجمع يعني صلاها ظهراً أبو بكر عن عمرو بن دينار ان النبي صلى الله عليه وسلم وأبا بكر وعمر كانوا

عمرؓ بن الخطاب کو کہ اُنھوں نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنی بیوی کو اُونٹ پر جمرہ کی طرف لئے جا رہا تھا تو اُس عورت کو درہ سے مارا کیونکہ آپ نے اس عورت کے سوار ہونے کو ناپسند کیا۔ مالکؒ ان کو یہ بات پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب جمرتین کے نزدیک اتنا طویل وقوف کرتے تھے کہ ایک کھڑا ہونے والا تھک جاتا تھا۔ ابو بکر سلیمان بن ربیعہ سے کہ ہم نے دیکھا عمرؓ کو وہ جمرہ ثالثہ کے پاس آئے اور اس پر رمی کی اور اس کے پاس نہیں ٹھہرے۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے ان کو یہ خبر پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب یوم نحر سے اگلے دن (رمی کے لئے) نکلے جب سورج کچھ اُونچا ہو گیا تھا تو آپ نے تکبیر کہی اور لوگوں نے آپ کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہی پھر دوسری مرتبہ اسی دن نکلے جب سورج بلند ہو گیا تھا پھر اُنھوں نے تکبیر کہی اور سب لوگوں نے ان کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہی۔ پھر نکلے جب سورج ڈھل گیا تو تکبیر کہی اور لوگوں نے آپ کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہی یہاں تک کہ تکبیر کا سلسلہ متصل ہو کر بیت اللہ تک پہنچ جاتا پھر لوگ پہچان لیتے کہ عمرؓ رمی کے لئے نکلے ہیں۔ ابو بکر عطاء سے کہ عمرؓ نے رخصت دی چرواہوں کو کہ وہ رات گزاریں منیٰ کے بالائی حصہ میں۔ ابو بکر عبد اللہ ابن مسعودؓ سے کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی یعنی منیٰ میں اور ابو بکرؓ کے ساتھ اور عمرؓ کے ساتھ دو رکعتیں۔ ابو بکر عمران بن حصین سے اور ابن عمرؓ سے اور انسؓ سے اسی روایت کے مطابق۔ ابو بکر عمرو بن شعیب سے کہ عمرؓ نے نماز جمعہ پڑھی منیٰ میں۔ ابو بکر زہری سے کہ عمرؓ نے حصبہ میں جمعہ کے لئے نماز پڑھی اور جمعہ نہیں پڑھا یعنی اس کے بجائے ظہر کی نماز پڑھی۔ ابو بکر عمرو بن دینار سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ اور عمرؓ محصب میں ایک

يحصبون مالك عن ابن عمر ان عمر بن
الخطاب قال لا يصدرن احد من
الحاج حتى يطوف بالبيت (اى لا يرجع الى اهله) فان آخر
النسك الطواف بالبيت مالك عن
يحيى بن سعيد ان عمر بن الخطاب
ردّ رجلاً من مرّ الظهران لم يكن ودّع
البيت حتى ودّع ابوبكر عن عطاء
طاف عمر بن الخطاب بعد الفجر ثم
ركب حتى اذا اتى ذات طوى نزل
فلما طلعت الشمس وارتفعت صلى
ركعتين ثم قال ركعتان مكان ركعتين
ابوبكر و ابوداود عن الحارث بن عبدالله
ابن اوس الثقفى سألت عمر بن الخطاب
عن المرأة تطوف بالبيت ثم تحيض فقال
ليكن آخر عهدها بالبيت فقال الحارث
كذلك افتانى رسول الله صلى الله عليه
وسلم فقال عمر اربت بيديك (ای شک کردی تو) سألتنى
عن شئ سألت عنه رسول الله صلى الله
عليه وسلم كيما اخالفه ابوبكر عن القاسم بن
محمد فى امرأة زارت البيت يوم النحر ثم حاضت
قبل النفر (ای کوچ) قال يرحم الله عمر كان اصحاب
محمد صلى الله عليه وسلم يقولون
قد فرغت الا عمر فانه كان
يقول يكون آخر عهدها بالبيت
قلت ترك اهل العلم قول عمر ههنا

ساعت آنکھ لگا لیا کرتے تھے۔ مالکؒ ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب
نے فرمایا کہ کوئی شخص حاجیوں میں سے اپنے اہل کی طرف نہ لوٹے
یہاں تک کہ بیت اللہ کا طواف کرے۔ کیونکہ آخر نسک بیت اللہ
کا طواف ہے۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے
ایک شخص کو لوٹایا مرّ الظہران سے جس نے بیت کو وداع نہ کیا
تھا (یعنی طواف وداع نہ کیا تھا) یہاں تک کہ اس نے
طواف وداع کیا ابوبکر عطاء سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے بعد نماز
فجر کے طواف کیا پھر سوار ہو گئے۔ جب ذات طویٰ پر آئے
تو اترے۔ جب آفتاب طلوع ہوا اور اونچا ہوا تو دو رکعتیں
پڑھیں پھر فرمایا کہ یہ دو رکعتیں دو رکعتوں کی جگہ ہیں (جو
طواف کے بعد نہیں پڑھی تھیں)۔ ابوبکر اور ابوداود حارث
ابن عبداللہ بن اوس ثقفی سے کہ میں نے عمرؓ بن الخطاب سے
سوال کیا ایسی عورت کے بارے میں جو بیت اللہ کا طواف کرتی
ہے پھر حائضہ ہو گئی تو فرمایا کہ اس کا آخری کام طواف بیت
ہی ہونا چاہیئے تو حارث نے کہا کہ اسی طرح مجھے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فتویٰ دیا تھا تو عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تو
نے اپنے دین میں شک کیا کہ تو نے مجھ سے وہ بات پوچھی جو
تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھ چکا تھا کہ دیکھے کہ
میں کیا اس کے خلاف کہتا ہوں۔ ابوبکر قاسم بن محمد سے، ایسی
عورت کے بارے میں جس نے بیت کی زیارت کی یوم النحر میں۔
پھر کوچ کرنے سے پہلے حائضہ ہو گئی۔ انہوں نے کہا کہ رحم
کرے اللہ تعالیٰ عمرؓ پر اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہتے
تھے کہ وہ (حج سے) فارغ ہو گئی سوائے عمرؓ کے کہ وہ یہ
کہتے تھے کہ اس کا آخری کام بیت کا طواف ہونا چاہیئے۔
میں کہتا ہوں کہ اہل علم نے یہاں عمرؓ کے قول کو ترک کر دیا

لما ثبت عندہم من قصۃ صفیۃ وغیرہا
والاوجہ عندی انہا تسن لہا ان تقیم
بمکۃ حتی تودع البیت الا عند حاجۃ
لا تجد منہا بدا۔ ابو بکر عن ابن عمر ان
عمر نہی ان یحرم المحرم فی الثوب
المصبوغ بالورس والزعفران۔ مالک
عن ابی الغطفان المری ان اباہ
طریقا تزوج امرأۃ وہو محرم فرد
عمر نکاحہ۔ ابو بکر عن ابن عمر کنا نکون
بالخلیج من البحر بالجحفۃ فنتماقس فیہ
وعمر ینظر الینا فما یعیب ذلک علینا
ونحن محرمون۔ مالک عن عطاء
ابن ابی رباح ان عمر بن الخطاب
قال لیعلی بن امیۃ وہو
یصب علی عمر بن الخطاب ماء
وہو یغتسل اصبب علی راسی
اصبب فلن یزیدہ الماء الا شعثا
ابو بکر عن الحسن ان عمر بن الخطاب
کان لا یری باسا بلحم الطیر
اذا صید لغیرہ یعنی فی
الاحرام۔ ابو حنیفۃ عن ابی
سلمۃ عن رجل عن ابی ہریرۃ
مررت فی البحرین یسألونی
عن لحم الصید یصیدہ الحلال
ہل یصلح للمحرم ان یأکلہ

اس بنا پر جو اُن کو صفیہ رض وغیرہا کے قصہ سے ثابت ہوا۔ اور میرے نزدیک زیادہ بہتر صورت یہ ہے کہ اس کے لئے مسنون یہ ہے کہ وہ مکہ میں قیام کرے تاآنکہ طواف وداع کرے۔ مگر ایسی حاجت کے وقت کہ جس کے بغیر چارہ نہ ہو (رخصت ہے)۔ ابو بکر ابن عمر رض سے کہ عمر رض نے منع کیا اس سے کہ احرام باندھنے والا ایسے کپڑے کا احرام باندھے جو ورس اور زعفران سے رنگا ہوا ہو (ورس ایک گھاس ہے جس کے پانی سے کپڑے رنگتے تھے)۔ مالک رح ابو غطفان مُرّی سے کہ ان کے باپ نے راہ چلتے ہوتے جب کہ وہ محرم تھے ایک عورت سے نکاح کر لیا تو عمر رض نے اُن کے نکاح کو رد کر دیا۔ ابو بکر ابن عمر رض سے کہ ہم دریا کی خلیج میں ہوتے تھے جحفہ میں اور ہم اس میں غوطے لگاتے تھے اور عمر رض ہماری طرف دیکھتے رہتے تھے اور اس کو ہمارے لئے معیوب نہیں قرار دیتے تھے حالانکہ ہم محرم ہوتے تھے۔ مالک رح عطاء بن ابی رباح سے کہ عمر رض بن الخطاب نے یعلی بن اُمیہ سے فرمایا جب کہ وہ عمر رض ابن الخطاب پر پانی ڈال رہے تھے اور وہ غسل کر رہے تھے کہ میرے سر پر (پانی) ڈال، گرا، پانی ڈالنے سے تو بال زیادہ پراگندہ ہوتے ہیں (یعنی احرام میں نہانا کوئی زینت نہیں کہ منع ہو)۔ ابو بکر حسن رح سے کہ عمر رض بن الخطاب ایسے پرندے کے گوشت میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے جس کو کسی دوسرے (غیر محرم) کیلئے شکار کیا گیا ہو یعنی حالتِ احرام میں (محرم کھا سکتا ہے)۔ ابو حنیفہ رح ابو سلمہ سے وہ ایک شخص سے وہ ابو ہریرہ رض سے کہ میرا گزر بحرین میں ہوا۔ وہاں کے لوگوں نے مجھ سے سوال کیا اس شکار کے گوشت کے بارے میں جس کو غیر محرم شکار کرے کیا وہ محرم کے لئے جائز ہے کہ اس کو کھائے

فأفتيتهم بأكله وفي نفسي منه شيء
ثم قدمت على عمر بن الخطاب فذكرت
له ما قلت لهم فقال لو قلت غير
ذلك لم تقل بين اثنين ما بقيت
مالك عن ربيعة بن عبد الله بن
الهدير انه رأى عمر بن الخطاب
يقرد بعيرا له في الطين بالسقيا
وهو محرم مالك عن أبي الزبير
المكي عن جابر بن عبد الله ان
عمر بن الخطاب قضى في الضبع
بكبش وفي الغزال بعنز وفي
الارنب بعناق وفي اليربوع
بجفرة مالك عن عبد الملك بن قرير
عن محمد بن سيرين ان رجلا جاء الى
عمر بن الخطاب فقال اني أجريت
انا وصاحب لي فرسين نستبق الى ثغرة
ثنية فأصبنا ظبيا ونحن محرمان
فماذا ترى فقال عمر لرجل الى
جنبه تعال حتى احكم انا وانت
قال فحكما عليه بعنز فولى
الرجل وهو يقول هذا امير
المؤمنين لم يستطع ان يحكم في
ظبي حتى دعا رجلا يحكم معه فسمع
عمر قول الرجل

تو میں نے ان کو فتوا اس کے کھا لینے کا دیا اور میرے دل میں اس سے کچھ خدشہ تھا پھر میں عمرؓ کے پاس پہنچا تو ان سے اس کا ذکر کیا۔ تو کہا کہ اگر تو اس کے خلاف جواب دیتا تو اپنی مدتِ حیات تک دو آدمیوں کے مابین بھی کچھ نہ بول سکتا (یعنی میں فتوائے دینے سے روک دیتا)۔ مالک ربیعہ بن عبداللہ ابن الہدیر سے کہ انھوں نے عمرؓ بن الخطاب کو دیکھا کہ وہ اپنے اونٹ کی چیچڑیاں توڑ کر مٹی میں ڈال رہے تھے سقیا میں جب کہ وہ محرم تھے۔ مالک ابوزبیر مکی سے وہ جابر بن عبداللہ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فیصلہ کیا بجّو (کفتار) کے بارے کے بارے میں مینڈھے کا اور ہرن کے بارے میں بکری کا اور خرگوش کے بارے میں بکری کے بچہ کا جو ایک سال سے کم ہو اور جنگلی چوہا مارنے میں چار مہینے کا بکری کا بچہ دیا جاتے۔ مالک عبدالملک بن قریر سے وہ محمد بن سیرین سے کہ ایک شخص عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں نے اور میرے ایک ساتھی نے گھوڑے دوڑاتے ہوتے ایک گھاٹی کے منہ کی طرف نیزہ بازی کی تو ہم نے ایک ہرن کا شکار کر لیا اور ہم دونوں محرم تھے تو آپ اس میں کیا رائے رکھتے ہیں؟ تو عمرؓ نے ایک صاحب سے کہا جو ان کے پہلو کی طرف تھے کہ آؤ میں اور تم دونوں اس کا فیصلہ کریں تو دونوں نے فیصلہ کیا ایک بکری دینے کا تو وہ شخص پشت پھیر کر یہ کہتا ہوا جانے لگا کہ یہ امیرالمؤمنین ہیں جو اس پر بھی قادر نہ ہوئے کہ ہرن کے بارے میں خود فیصلہ کر دیں یہاں تک کہ دوسرے شخص کو بلایا کہ وہ ان کے ساتھ مل کر فیصلہ کرے۔ اس شخص کی بات حضرت عمرؓ نے سن لی تو آپ نے اس کو بلا کر اس سے فرمایا کہ

عــہ یہ قصہ بکر بن عبداللہ المزنی کی روایت سے جلد ثانی صفحہ ۶۱ پر گزرا اس میں شاۃ مذکور ہے ۱۲ اشتیاق احمد

فسأله هل تقرأ سورة المائدة قال لا قال فهل تعرف هذا الرجل الذي حكم معي فقال لا فقال عمر لو اخبرتني انك تقرأ المائدة لاوجعتك ضربا ثم قال ان الله تبارك و تعالى يقول في كتابه يحكم به ذوا عدل منكم هديا بالغ الكعبة و هذا عبد الرحمن بن عوف.

مالك عن زيد بن اسلم ان رجلا جاء الى عمر بن الخطاب فقال يا امير المؤمنين انى اصبت جرادات بسوطي و انا محرم فقال له عمر اطعم قبضة من طعام مالك عن يحيى بن سعيد. ان رجلا جاء الى عمر بن الخطاب فسأله عن جرادة قتلها و هو محرم فقال عمر لكعب تعال حتى نحكم فقال كعب درهم فقال عمر لكعب انك لتجد الدراهم لتمرة خير من جرادة ابو بكر عن الحكم عن شيخ من اهل مكة ان حماما كان على البيت فوقعت على يد عمر

کیا تو سورۂ مائدہ پڑھ سکتا ہے؟ (یعنی تجھے یاد ہے) اس نے کہا نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کیا تو اس شخص کو پہچانتا ہے جس نے میرے ساتھ مل کر فیصلہ کیا تو اس نے کہا نہیں۔ اس کے بعد عمرؓ نے کہا کہ اگر تو مجھے یہ خبر دیتا کہ تجھے سورۂ مائدہ یاد ہے تو میں تجھے مار مار کر تڑپا دیتا۔ پھر فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ ۵: ۹۵۔ (اے ایمان والو وحشی شکار کو قتل مت کرو جب کہ تم حالتِ احرام میں ہو اور جو شخص تم میں اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر پاداش واجب ہوگی جو کہ مساوی ہوگی اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کر دیں بصورت قربانی جو .... نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچائی جاتے") اور یہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہیں۔ مالکؒ زید بن اسلم سے کہ ایک شخص عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا اور اس نے کہا اے امیر المؤمنین، میں نے اپنے کوڑے سے چند ٹڈیاں مار دیں حالانکہ میں محرم ہوں (اس کی پاداش کیا ہے؟) تو اس سے انھوں نے کہا کہ ایک مٹھی کھانا (کسی مسکین کو) کھلا دے۔ مالکؒ یحیٰی بن سعید سے کہ ایک شخص عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا اور اس نے ان سے ایک ٹڈی کی پاداش کے بارے میں سوال کیا جس کو اس نے محرم ہونے کی حالت میں مار دیا تھا تو عمرؓ نے کعبؓ سے کہا کہ آؤ اس کا فیصلہ کریں تو کعبؓ نے کہا کہ ایک درہم تو عمرؓ نے کعبؓ سے کہا کہ (معلوم ہوتا ہے) تمہارے پاس بہت درہم ہیں یقیناً ایک کھجور جرادہ (ٹڈی) سے بہتر ہے۔ ابوبکر حکم سے وہ اہلِ مکہ میں کے ایک بوڑھے سے کہ ایک مکان کے اوپر ایک کبوتر تھا وہ عمرؓ کے ہاتھ پر آگرا تو انھوں نے

فاشارَ بیدہ فطارَ فوقع علےٰ بعض
بیوتِ اہل مکّۃ فجاءت حیّۃ فاکلتہ
فحکم عُمر علےٰ نفسِہ شاۃً ابو بکر
عن سعید بن المسیّب انّ رجلاً
اتے عمر متمتعاً قد فاتہ الصّوم فے
العشر فقال لہٗ اذبح شاۃً قال
لیس عندے قال سَل قومک
قالَ لیس ہٰہنا اَحدٌ من قومے
قالَ فاعطِہ یا مُعیقیبُ عن
شاۃٍ ابو بکر عن مجاہد قال عمر مَن
اَہدے ہدیًا تطوّعًا فعطب ینحرُہٗ
المحرمُ ولا یاکل منہ (البعیر عجز) شیئًا وان اکل
فعلیہ البدلُ ابو بکر عن ابے ملیکۃ
قال عُمر لا تُقیموا بعد النفر الاّ ثلاثاً۔
مالک عن یحیےٰ بن سعید انہ قالَ اخبرنے
سلیمان بن یسار انّ ابا ایوبَ الانصاری
خرجَ حاجًّا حتّےٰ اذا کانَ بالنازیۃ من
طریقِ مکّۃ اَضلّ رواحلہ وانہ قدِمَ علے
عمر بن الخطاب یومَ النحر فذکر لہٗ ذٰلک
فقال عمر بن الخطاب اصنعْ ما یصنع
المعتمرُ ثمّ قد حللتَ فاذا ادرکک
الحجُّ قابلاً فاحجُجْ واہد ما استیسر
من الہدے مالک عن نافع عن
سُلیمان بن یسار انّ ہبار بن الاسود
جاءَ یوم النحر وعمر بن الخطاب ینحر

اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا تو وہ اُڑ کر مکّہ والوں کے ایک گھر پر
جا گرا پھر ایک سانپ نے آ کر اُس کبوتر کو کھا لیا تو عمرؓ نے
فیصلہ کیا اپنی ذات پر ایک بکری دینے کا۔ ابو بکر سعید بن المسیب
سے کہ ایک شخص عمرؓ کے پاس آیا جو متمتع تھا اور اس کا دسویں
کا روزہ فوت ہو گیا تھا تو اُنھوں نے اُس سے فرمایا کہ ایک
بکری ذبح کر۔ اُس نے کہا کہ میرے پاس نہیں ہے تو فرمایا کہ
اپنی قوم سے مانگ لے تو اُس نے کہا کہ یہاں میری قوم کا کوئی
شخص موجود نہیں ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے معیقیب
اس کو ایک بکری دیدے۔ (مُعَیقیب صحابی تھے۔ حضرت عمرؓ
نے ان کو بیت المال کا افسرِ اعلیٰ بنایا تھا)۔ ابو بکر مجاہد سے
کہ عمرؓ نے فرمایا کہ جو شخص کوئی ہدی لے جا رہا ہو بطور
تطوّع کے (یعنی اللہ کے نام پر قربانی دینے کے لئے) اور وہ
چوپایہ چلنے سے عاجز ہو گیا تو مُحرِم اُس کو ذبح کر دے اور
اُس میں سے کچھ کھاتے نہیں۔ اگر کچھ کھا لے تو اُس پر اُسکا
بدل لازم ہو گا۔ ابو بکر ابی ملیکہ سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ کوچ
ہو جانے کے بعد قیام نہ کرو مگر تین دن۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید
سے اُنھوں نے کہا کہ مجھے خبر دی سلیمان بن یسار نے کہ ابو
ایوب انصاریؓ حج کے لئے نکلے۔ جب (چشمہ) نازیہ پر
پہنچے جو مکہ کے راستہ میں ہے تو ان کی سواریاں گم ہو گئیں، اور
اِسی طرح وہ یوم النحر میں عمرؓ بن الخطاب کے پاس پہنچے
اور اُن سے سرگزشت بیان کی۔ تو عمرؓ نے کہا کہ وہ کیجئے جو عمرہ
کرنیوالا کرتا ہے پھر آپ حلال ہو جائیں گے۔ پھر جب سالِ آئندہ
حج کا زمانہ آئے تو حج کیجئے اور جو ہدی میسّر آ جاتے وہ
بھیجئے۔ مالکؒ نافع سے وہ سلیمان بن یسار سے کہ ہبار بن الاسود
یوم النحر میں اُس وقت آئے جب کہ عمرؓ بن الخطاب اپنی ہدی کو

هَدْيَه فقال یا امیر المؤمنین اَخْطَاْنَا العِدَّۃ کُنَّا نَرٰی اَنَّ ہٰذا الیوم یوم عرفۃ فقال عمر اذهب الیٰ مکۃ فطُفْ انت ومَن معک وانحَروا هَدْیًا ان کان معکم ثم احْلقوا او قصّروا وارجِعُوا فاذا کان عامٌ قابلٌ فحُجُّوا واهْدُوا فمَن لم یجد فصیام ثلٰثۃ ایّام فی الحج وسبعۃٍ اذا رجع۔ ابو بکر عن عطاء بن السّائب کان عمر یامُر رجلًا فیحدُو۔ ابو بکر عن اسلم سمع عمر بن الخطاب رجلاً بفلاۃٍ من الارض وہو یحدُو بغناءِ الرُّکبانِ فقال عمر انّ ہذا من زادِ الراکب ابو بکر عن عبد اللہ بن عامر خرجتُ مع عمر بن الخطاب فما رأیتہ مضطرِبًا فسطاطًا حتّٰی رجع قیل لہ بایِّ شیئٍ کان یستظلُّ قال کان یطرحُ النطعَ علی الشجرۃ فیستظلُّ بہ۔ کتاب البیوع مالکؒ ان عمر بن الخطاب قال لا یَبیعُ فی سوقنا الّا مَن تفقّہ فی الدّین قلتُ معناہ وجوبُ علم احکام البیوع علٰی مَن یُباشر التجارۃ الشافعی عن ابن عباس بلغ عمر بن الخطاب انّ رجلاً باع خمرًا فقال قاتَل اللہُ فُلانًا باعَ الخمر اما عَلِمَ انّ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال قاتَلَ اللہُ الیہودَ حُرِّمَتْ علیہم الشحومُ

ذبح کر رہے تھے اور کہا کہ اے امیر المؤمنین ہم سے تاریخ کے حساب میں چوک ہوگئی۔ ہم خیال کر رہے تھے کہ آج کا دن یوم عرفہ ہے۔ تو عمرؓ نے فرمایا کہ تم مکہ کی طرف جاؤ اور طواف کرو تم اور جو تمہارے ساتھ ہیں اور کوئی ہدی اگر تمہارے ساتھ ہے اس کی قربانی کرو۔ پھر حلق کرو اور قصر کرو اور لوٹ جاؤ۔ پھر جب آئندہ سال آئے تو حج کرو اور ہدی لے کر آؤ جس کو تم میں ہدی نہ میسّر ہو وہ تین دن روزے رکھے زمانہ حج میں اور سات روزے جب لوٹے۔ ابو بکر عطاء بن السائب سے کہ عمرؓ کسی شخص کو حکم دیتے اور وہ حُدی (اونٹوں کا گانا) پڑھتا۔ ابو بکر اسلم سے کہ انھوں نے سُنا عمرؓ بن الخطاب سے ایک شخص کے بارے میں جو وسیع بیابان میں سفر کرتے ہوئے شتر سواروں کا گانا گایا کرتا تھا تو عمرؓ نے فرمایا کہ یہ شُتر سوار کا توشہ ہے۔ ابو بکر عبد اللہ بن عامر سے کہ میں نے سفر کیا ہے عمرؓ بن الخطاب کے ساتھ میں نے اُن کو خیمہ لگاتے ہوتے نہیں دیکھا واپسی تک۔ ان سے کہا گیا کہ پھر کس چیز سے سایہ کا انتظام کرتے تھے؟ انھوں نے کہا کہ چمڑے کا دستر خوان درخت پر ڈال دیتے اور اُس سے سایہ لیتے تھے۔ کتاب البیوع۔ مالکؒ کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ ہمارے بازار میں کوئی تجارت نہ کرے بجز ایسے شخص کے جو دین میں سمجھ رکھتا ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے معنے ہیں خرید و فروخت کے احکام کے علم کا واجب ہونا اُس شخص پر جو تجارت کرتا ہو۔ شافعیؒ ابن عباسؓ سے کہ عمرؓ کو اطلاع پہنچی کہ ایک شخص نے شراب کو فروخت کیا تو آپ نے فرمایا کہ خدا ہلاک کرے فلاں کو اس نے شراب کو بیچا۔ کیا اس کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ ہلاک کرے یہود کو۔ اُن کے اوپر چربیاں حرام کی گئیں تو انھوں نے

فحملوہ فباعوہ۔ الشافعی عن روایۃ
الزعفرانی عنہ: ان عمر قال البیعان
بالخیار مالم یتفرقا۔ الشافعی ان عمر
قال البیع صفقۃ او خیار ثم ضعفہ
الشافعی جداً قال وتاویلہ ان یجئ
البیع صفقۃ بعد ما تفرق او خیار
قلت ویحتمل ان یکون معناہ
البیع اما صفقۃ نافذۃ او خیار
قاطع للبیع۔ البیہقی عن الشعبی اخذ
عمر بن الخطاب فرساً من رجل علی
سوم فحمل علیہ رجلاً فعطب عندہ
فخاصمہ الرجل فقال اجعل بینی و
بینک رجلاً فقال الرجل انی
ارضی بشریح العراقی فاتوا شریحاً
فقال شریح لعمر اخذتہ صحیحاً
سالماً وانت لہ ضامن حتی تردہ
صحیحاً سالماً فاعجب القاضی عمر بن
الخطاب فبعثہ قاضیاً قلت احتج
الشافعی بھذہ القصۃ علی ان الماخوذ
بسوم الشراء مضمون۔ مالک
عن زید بن اسلم عن عطاء
ابن یسار ان معاویۃ بن ابی سفیان
باع سقایۃ من ذہب او ورق
باکثر من وزنہا فقال لہ
ابو الدرداء

اُس کو پگھلا کر روغن بنایا اور پھر اس کو فروخت کیا۔ شافعیؒ اُن سے زعفرانی کی روایت ہے، کہ عمرؓ نے فرمایا کہ بیچنے اور خرید والا دونوں صاحب اختیار ہوتے ہیں (یعنی بیع کو فسخ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں) جب تک جُدا جُدا نہ ہوجائیں۔ شافعیؒ کہ عمرؓ نے فرمایا کہ بیع ایک معاملہ (سودا) ہے یا اختیار ہے۔ پھر شافعیؒ نے اس کو ضعیف کہا زوردار طور پر۔ اور اگر صحیح ہو تو اس کی تاویل یہ ہے کہ بیع سودا کرنے کی صورت میں، اس کے بعد تفرّق ہے یا خیار۔ میں کہتا ہوں کہ اور یہ احتمال بھی ہے کہ اس کے معنے یہ ہوں کہ بیع یا ایک عقد ہے نافذ ہونے والا یا خیار ہے بیع کو ختم کردینے والا۔ بیہقی شعبی سے کہ عمرؓ ابن الخطاب نے ایک شخص سے ایک گھوڑا لیا قیمت چکانے کے لئے پھر اُس پر ایک شخص کو سوار کیا، پھر وہ اس شخص کے پاس ہلاک ہوگیا۔ اس پر اس شخص نے عمرؓ سے جھگڑا کیا۔ اُنھوں نے کہا کہ تو میرے اور اپنے درمیان ایک شخص کو (حکم) تجویز کرلے تو اُس نے کہا کہ میں شریح عراقی پر راضی ہوں تو دونوں شریح کے پاس گئے۔ شریح نے عمرؓ سے کہا کہ آپ نے اس سے صحیح سالم لیا تھا اور آپ اُس کے ضامن (ذمہ دار) ہیں کہ اس کو صحیح و سالم واپس کریں تو تعجب میں ڈال دیا قاضی نے عمرؓ بن الخطاب کو تو اُنھوں نے شریح کو قاضی بنا کر بھیجا۔ میں کہتا ہوں کہ اس قصہ سے حجت پکڑی ہے امام شافعیؒ نے اس بات پر کہ خرید کے واسطے قیمت کا اندازہ لگانے کے لئے جو چیز مشتری لے گا وہ اس کی ضمانت میں ہوگی۔ مالکؒ زید بن اسلم سے وہ عطاء بن یسار سے کہ معاویہ ابن ابی سفیان نے ایک پانی کا برتن جو سونے یا چاندی کا تھا اُس کے وزن سے زیادہ پر بیچا تو اُن سے ابوالدرداءؓ نے کہا کہ

سمعتُ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ینہیٰ عن مثل ہذا الاّ مثلاً بمثلٍ فقال لہٗ معاویۃُ ما أرٰے بمثل ہٰذا بأسًا فقال ابو الدرداء من یَعذرُنی (عذر من بیان کند) من معاویۃَ انا اُخبرہٗ عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ویُخبرنی عن رأیہ لا اُساکنک بأرضٍ انت بہا ثم قدم ابو الدرداء علے عمر بن الخطاب فذکر لہٗ ذلک فکتب عمرُ ابن الخطاب الےٰ معاویۃ بن ابی سفیان أن لا تبیعَ مثل ذلک اِلاّ مثلاً بمثلٍ وزنًا بوزنٍ مالک عن نافع عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب قال لا تبیعوا الذہبَ بالذہبِ الاّ مثلاً بمثل ولا تُشِفّوا[1] بعضہا علے بعضٍ ولا تبیعوا الورقَ بالورق الاّ مثلاً بمثل ولا تُشِفّوا بعضہا علے بعض ولا تبیعوا الورق بالذہب احدہما غائبٌ والآخر ناجزٌ (حاضر) وان استنظرک (اگر طلب مہلت کند) ان یلج بیتہ فلا تُنظِرہ انی اخاف علیکم الرَّماء (زیادہ ۱۲) والرماء ہو الربٰوا مالک عن عبداللہ بن دینار عن ابن عمر نحوًا من ذلک مالک عن ابن شہاب عن مالک بن اوس انہ التمس صرفًا بمائۃ دینارٍ قال فدعانی

میں نے سنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ اس طرح کی بیع سے منع کرتے تھے بجز مثل بمثل کے۔ تو ان سے معاویہؓ نے کہا کہ میں اس طرح کی بیع میں کوئی حرج نہیں دیکھتا۔ تو ابوالدرداءؓ نے کہا کہ کون میرا طرفدار ہوگا معاویہ کے مقابلہ پر میں اس کو خبر دیتا ہوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی روایت سے اور وہ مجھے خبر دیتا ہے اپنی رائے کی، تیرے ساتھ میں اس سرزمین میں بھی نہیں رہوں گا جہاں تو رہتا ہے۔ پھر ابوالدرداءؓ عمرؓ بن الخطاب کے پاس پہنچے اور اُن سے اس کا ذکر کیا تو عمرؓ بن الخطاب نے معاویہؓ بن ابی سفیان کو لکھا کہ وہ اس قسم کی بیع نہ کرے مگر مثل بمثل اور وزن بوزن۔ مالکؒ نافعؒ سے وہ ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ سونے کو سونے کے بدلے نہ بیچو مگر مثل بمثل اور اس کو ایک دوسرے سے نہ بڑھاؤ نہ گھٹاؤ اور نہ بیچو چاندی کو چاندی کے بدلے میں مگر مثل بمثل اور اس کو ایک دوسرے سے نہ بڑھاؤ نہ گھٹاؤ۔ اور نہ بیچو چاندی کو سونے کے بدلے میں کہ ان میں سے ایک غائب ہو اور دوسری حاضر اور اگر کوئی اتنی بھی مہلت طلب کرے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو جائے (اور وہاں سے لے آئے) تو اس کو مہلت نہ دو۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تم زیادتی میں نہ مبتلا ہو جاؤ اور زیادتی ہی ربوٰا (سود) ہوتی ہے۔ مالکؒ عبداللہ بن دینارؒ سے وہ ابن عمرؓ سے پچھلی روایت کی طرح۔ مالکؒ ابن شہاب سے وہ مالک بن اوس سے کہ انھوں نے تلاش کیا چاندی کے سکوں کو ایک سو دینار کے بدلے میں کہا کہ پھر مجھے پکارا

[1] لا تُشِفّوا ای لا تزیدوا۔ یہ شف بالکسر سے بنا ہے جس کے معنے کمی زیادتی کرنے کے ہیں ۱۲

طلحۃ بن عبید اللہ فتراوضنا حتی اصطرف منی واخذ الذہب یقلبہا فی یدیہ ثم قال حتی یاتی خازنی من الغابۃ[عہ] وعمر بن الخطاب یسمع فقال واللہ لا تفارقہ حتی تاخذ منہ ثم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذہب بالورق ربوا الا ہاء وہاء والبر بالبر ربوا الا ہاء وہاء والتمر بالتمر ربوا الا ہاء وہاء والشعیر بالشعیر ربوا الا ہاء وہاء۔ ابن ماجۃ ان عمر قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم توفی ولم یبین الربوا فدعوا الربوا والریبۃ ہذا او نحوہ ابو بکر عن سعید بن المسیب قال عمر لا تسلموا فی فراخ حتی یبلغ قلت معناہ عند مالک وغیرہ النہی عن بیع الزرع حتی یشتد الحب ومثلہ بیع التمر حتی یبدو صلاحہ والاسلام ہہنا الاشتراء قبل وجود المبیع ومعناہ عند ابی حنیفۃ

طلحہ بن عبید اللہ نے تو ہم نے آپس[عہ] میں نرخ طے کر لیا یہاں تک کہ انھوں نے مجھ سے مال لے لیا اور انھوں نے اس سونے (کے دیناروں) کو اپنے ہاتھوں میں الٹنا پلٹنا شروع کر دیا۔ پھر فرمایا کہ (سکوں کی ادائگی میں کچھ وقت لگے گا) یہاں تک کہ میرا خزانچی جنگل سے آجائے اور عمر رضی بن الخطاب سن رہے تھے کہنے لگے واللہ اس سے جدا نہ ہونا یہاں تک کہ تو اس سے وصول کرے۔ پھر کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سونا چاندی کے بدلے میں ربوا ہے مگر دست بدست (یعنی بلا توقف) اور گیہوں گیہوں کے بدلے میں ربوا ہے مگر دست بدست اور کھجور کھجور کے بدلے میں ربوا ہے مگر دست بدست اور جو بعوض جو ربوا ہے مگر دست بدست[عہ]۔ ابن ماجہ کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور آپ نے ربوا کو کھول کر بیان نہیں فرمایا تو تم سود کو چھوڑ دو اور جس چیز میں سود کا شبہ ہو اس کو بھی، یہ یا اسی کی مانند۔ ابو بکر سعید بن المسیب سے کہا عمر رضی نے کہ سلم کا معاملہ نہ کرو کم زراعت میں جب تک پوری بالیدگی تک نہ پہنچ جائے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے معنے مالک وغیرہ کے نزدیک کھیتی کی بیع سے روکنا ہے یہاں تک کہ اس کا بیج سخت ہو جائے اور اسی کی مانند ہے بیع کھجور کی یہاں تک کہ اس کی پختگی ظاہر ہو جائے اور اسلام کے معنے یہاں پر خریدنا ہے بیع کے وجود سے پہلے (اس کو بیع سلم[سہ] کہتے ہیں) اور اس کے معنے امام ابو حنیفہ

عہ تراوض کے معنے ہیں نرمی کرنا اور ایک دوسرے کو کسی کام پر آمادہ کرنا جیسا کہ بائع اور مشتری میں اکثر اتفاق ہوتا ہے۔ اصطرف منی کے معنے ہیں کہ میرے ساتھ بیع صرف کر لی ۱۲ عہ ہاء وہاء کے مد اور قصر میں۔ پھر اسکی ترکیب میں، نیز اسکے معنے میں اختلاف ہے اور مشہور مد کے ساتھ ہے اور یہ حال واقع ہوا ہے اور اسکے معنے ہیں لے اور دے۔ یعنی بیع جائز نہیں ہے مگر اس حال میں کہ جانبین سے تقابض ہو جائے مجلس سے متفرق ہونے سے پہلے ۱۲

سہ سلم باعتبار لغت تسلیم سے بنا ہوا اسم ہے اور فقہاء کی اصطلاح میں یہ معنے ہیں کہ کسی شے کی بیع کرنا اس معاہدے کے ساتھ کہ دی ہوئی رقم قرض ہوگی بائع کے ذمہ ان شرائط کے ساتھ جو شریعت میں معتبر ہیں۔ ہندی زبان میں اس کو بدھنی کہتے ہیں اور کبھی "سلف" بھی اسی معنی میں

النہی عن السلم قبل وجود السلم فیہ مالک
عن نافع عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب
قال من باع عبدا و لہ مال فمالہ للبائع
الا ان یشترط المبتاع روی مثل
ذلک عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم و صحح البخاری کلتا الروایتین
قالہ البیہقی مالک عن نافع ان حکیم
ابن حزام ابتاع طعاما امر بہ عمر بن الخطاب
للناس فباع حکیم الطعام قبل ان
یستوفیہ فبلغ ذلک عمر بن الخطاب
فردہ علیہ قال ولا تبع طعاما ابتعتہ
حتی تستوفیہ مالک عن ابن شہاب
عن عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبۃ بن
مسعود ان عبد اللہ بن مسعود ابتاع جاریۃ
من امرأتہ الثقفیۃ واشترطت علیہ انک
ان بعتہا فہی لی بالثمن الذی تبیعہا بہ
فسأل عبد اللہ بن مسعود عن ذلک عمر بن
الخطاب فقال عمر بن الخطاب لا تقربہا و
فیہا شرط لاحد البغوی عن ابن ابی اوفی
کنا نسلف فی عہد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم و ابی بکر و عمر فی الحنطۃ
والشعیر والتمر والزبیب الی قوم ما ہو
عندہم مالک عن یونس بن یوسف عن
سعید بن المسیب ان عمر بن الخطاب مر بحاطب
ابن ابی بلتعۃ و ہو یبیع زبیبا لہ فی السوق

کے نزدیک سلم سے روکنا ہے اس شے کے وجود میں آنے سے پہلے جس کے بارے میں سلم کیا جاتے۔ مالکؒ نافعؒ سے ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی غلام کو فروخت کیا اور اس غلام کے پاس مال ہے تو وہ بیچنے والے کا ہے بجز اس کے کہ خریدنے والا شرط کرلے۔ اسی کے مثل روایت کیا گیا ہے ابن عمرؓ سے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اور بخاری نے دونوں روایتوں کو صحیح کہا ہے یہ بیہقی کا قول ہے۔ مالکؒ نافعؒ سے کہ حکیم بن حزام نے غلّہ خریدا جس کے بارے میں عمرؓ بن الخطاب نے لوگوں کے لئے (تقسیم کرنے کا) حکم دیا تھا پھر حکیم نے وہ غلّہ فروخت کر دیا قبل اس کے کہ اس کو وصول کریں۔ یہ بات عمرؓ بن الخطاب تک پہنچی تو ان کو اس بیع سے روک دیا۔ فرمایا کہ جو غلّہ تم خریدو اُس کو نہ بیچو یہاں تک کہ تم اس کو وصول کرلو (یعنی قبضہ کرلو)۔ مالکؒ ابن شہاب سے وہ عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعودؓ سے کہ عبد اللہ بن مسعودؓ نے ایک جاریہ خریدی اپنی ایک ثقیفہ عورت سے اور اُس نے ان پر یہ شرط لگائی کہ اگر تم اس کو بیچو تو وہ میرے ہاتھ بیچو اس قیمت پر جس پر تم اس کو بیچو گے۔ پھر عبد اللہ بن مسعودؓ نے اس کے بارے میں عمرؓ بن الخطاب سے سوال کیا تو عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ اس سے قربت نہ کرنا اور اس میں شرط ہے کسی کے لئے (اس لئے بیع تام نہیں ہوتی)۔ بغوی ابن ابی اوفی سے ہم پیشگی دیا کرتے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور ابو بکرؓ و عمرؓ کے عہد میں گیہوں اور جو اور کھجور اور زبیب کے بارے میں ایسی قوم کو کہ ان کے پاس (سر دست) وہ چیز موجود نہ ہوتی تھی۔ مالکؒ یونس بن یوسف سے وہ سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ بن الخطاب گزرے حاطب بن ابی بلتعہ پر اور وہ اپنی کشمش بازار میں فروخت کر رہے تھے

فقالَ لہ عمر بن الخطاب اما ان تزیدَ فی السعر واما ان ترفع من سوقنا الشافعی عن القاسم بن محمد عن عمر انہ مرّ بحاطب بسوق المصلّٰی وبین یدیہ غرارتان فیھما زبیبٌ فسألہ عن سعرہ فسعّر لہ مُدّین بکل درہم فقالَ لہ عمر قد حُدِّثتُ بعیرٍ مُقبلۃٍ من الطائف تحمل زبیبًا وھم یعتبرون بسعرک فاما ان ترفع فی السعر واما ان تُدخل زبیبک البیتَ فتبیعہ کیف شئتَ فلمّا رجع عمر حاسبَ نفسَہ ثمّ اَتٰی حاطبًا فی دارہ فقالَ لہ انّ الذی قلتُ لیس بعزمۃٍ منّی ولا قضآءٍ انما ھو شئیٌ اردتُ بہ الخیرَ لاھل البلدِ فحیثُ شئتَ فبعْ وکیف شئتَ فبعْ مالک انہ بلغہ ان عمر بن الخطاب قال لا حُکرۃ فی سوقنا لا یَعمِدُ رجالٌ بأیدیھم فضولٌ من اَذھاب الٰی رزقٍ من اَرزاقِ اللّٰہ نزلَ بساحتنا فیحتکرونہ علینا ولکن ایّما جالبٍ جلبَ علٰی عمودِ کبدہ فی الشتاءِ والصیفِ فذلکَ ضیفُ عُمر فلیبعْ کیف شآء ولیُمسکْ کیف شآء مالک والبغوی ان عمر بن الخطاب خطبَ فقالَ ان الاُسَیفع اُسَیفع جُھَینۃَ رَضِی من دینہ وامانتہ

تو اُن سے عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ یا تو تم نرخ میں اضافہ کرو اور یا ہمارے بازار سے اُٹھ جاؤ۔ شافعیؒ قاسم بن محمد سے وہ عمرؓ سے کہ ان کا گزر... حاطب پر ہوا سوق المصلّٰی میں اور ان کے سامنے دو گونیں تھیں جن میں کشمش (سوکھے ہوئے انگور) بھری ہوئی تھی تو اُن سے ان کا بھاؤ پوچھا تو انھوں نے کہا کہ ایک درہم میں ڈیڑھ مُد تو اُن سے عمرؓ نے کہا کہ مجھ سے ایک قافلہ کا ذکر کیا گیا ہے جو طائف سے کشمش لے کر آرہا ہے اور وہ لوگ اعتبار کرتے ہیں تمھارے بھاؤ کا تو یا تو تم اپنے بھاؤ میں اضافہ کرو اور یا اس کشمش کو اپنے گھر میں لے رکھو پھر جس طرح چاہو بیچو۔ پھر جب عمرؓ واپس ہوتے تو انھوں نے اپنے نفس سے محاسبہ کیا۔ پھر حاطب کے پاس اُن کے گھر پہنچے اور اُن سے کہا کہ جو کچھ میں نے کہا تھا وہ میری طرف سے پختہ بات نہیں اور نہ کوئی فیصلہ ہے۔ وہ صرف ایک ایسی چیز ہے جس سے میں نے اہلِ شہر کی بھلائی کا ارادہ کیا تھا۔ سو تم جہاں چاہو اور جس طرح چاہو بیچو۔ مالکؒ کو یہ بات پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ ہمارے بازار میں احتکار نہ ہو گا (احتکار یہ ہے کہ غلّہ کو بیع سے روک رکھا جائے گرانی کے انتظار میں) اور جن لوگوں کے ہاتھوں میں زیادہ مال و زر ہے وہ اللہ کے اُن رزقوں کو جو ہماری بستی پر نازل ہوتے خرید ڈالنے کا قصد کر کے ہم پر تنگی نہ ڈالیں ہاں مگر جو باہر سے مال لانے والا تکلیف کے ساتھ لاد کر لایا سردی اور گرمی میں وہ عمرؓ کا مہمان ہے وہ جس طرح چاہے بیچے اور جتنا چاہے روک رکھے۔ مالکؒ اور بغوی، کہ عمرؓ بن الخطاب نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ اُسَیفع (بدلے ہوئے رنگ والا) جُہَینہ (قبیلہ) کا اُسَیفع ہے یہ اپنے دین اور امانت سے اس پر راضی ہو گیا کہ

بِاَن يُقَالَ سَبَقَ الحَاجَّ وَاِنَّهُ اِدَّانَ مُعرِضًا فَاَصبَحَ قَدْدِيْنَ بِهٖ فَمَنْ كَانَ لَهٗ دَيْنٌ فَلْيَاْتِنَا بِالْغَدَاةِ نَقْسِمُ مَالَهٗ بَيْنَ غُرَمَائِهٖ وَاِيَّاكُم وَالدَّيْنَ فَاِنَّ اَوَّلَهٗ هَمٌّ وَّ آخِرَهٗ حَرْبٌ مَالِكٌ اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ فِي رَجُلٍ اَسْلَفَ طَعَامًا عَلٰى اَنْ يُّعْطِيَهٗ اِيَّاهُ فِي بَلَدٍ آخَرَ فَكَرِهَ ذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَقَالَ اَيْنَ الْحَمْلُ مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ فِي قِصَّةِ خُرُوْجِ عَبْدِ اللّٰهِ وَعُبَيْدِ اللّٰهِ اِلَى الْعِرَاقِ وَاِسْلَافِ اَبِيْ مُوْسٰى اِيَّاهُمَا وَاشْتِرَائِهِمَا بِذٰلِكَ الْمَالِ مَتَاعًا وَرِبْحِهِمَا فِي ذٰلِكَ الْمَالِ قَالَ عُمَرُ اَكُلَّ الْجَيْشِ اَسْلَفَهٗ مِثْلَ مَا اَسْلَفَكُمَا قَالَا لَا فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ابْنَا اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ فَاَسْلَفَكُمَا اَدِّيَا الْمَالَ وَرِبْحَهٗ فَاَمَّا عَبْدُ اللّٰهِ فَسَكَتَ وَاَمَّا عُبَيْدُ اللّٰهِ فَقَالَ مَا يَنْبَغِيْ لَكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ هٰذَا لَوْ نَقَصَ الْمَالُ اَوْ هَلَكَ ضَمِنَّاهُ فَقَالَ اَدِّيَاهُ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ جُلَسَائِهٖ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَوْ جَعَلْتَهٗ قِرَاضًا فَقَالَ عُمَرُ قَدْ جَعَلْتُهٗ قِرَاضًا فَاَخَذَ عُمَرُ رَاْسَ الْمَالِ وَنِصْفَ رِبْحِهٖ

(بیٹے فاروق ۱۲) (قرض دادن ۱۲) (مضاربۃ ۱۲)

یوں کہا جائے کہ سب حاجیوں پر سبقت لے گیا اور اس نے لاپرواہی کے ساتھ بہت قرض لے ڈالا نتیجہ یہ ہوا کہ قرض نے اس کو دیوالیہ کر دیا تو اس کے ذمہ جس جس کا قرض ہے وہ ہمارے پاس صبح کو آجائیں ہم اُس کے مال کو اُس کے قرض خواہوں پر تقسیم کرینگے۔ خبردار تم سب لوگ قرض سے بچنا اُس کا پہلا سرا فکر اور تشویش ہے اور آخر کا لڑائی۔ مالکؒ نے فرمایا کہ ان کو یہ خبر پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب نے ایک شخص کے بارے میں جس نے دوسرے کو غلہ اس شرط پر قرض دیا تھا کہ وہ اس کو دوسرے شہر میں ادا کرے، یہ بات عمرؓ بن الخطاب کو ناگوار ہوئی تھی فرمایا کہ ڈھونے کا حق کہاں ہے؟ مالکؒ زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ سے، بیان کرتے ہیں کہ (حضرت فاروقؓ کے صاحبزادوں) عبداللہ و عبیداللہ کی جہادِ عراق کے لئے روانگی اور ابو موسیٰ کا ان دونوں کو قرض دیدینا اور ان کا اس مال سے سامان خرید کر لیتے جانا اور پھر اس مال سے نفع ہونا، اس پر عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تمام لشکر کو اس نے اسی طرح قرض دیا جس طرح تمہیں دیا انھوں نے کہا کہ نہیں۔ تو عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ (اُس کے پیشِ نظر یہ تھا کہ یہ) امیر المؤمنین کے بیٹے ہیں تو تم دونوں کو قرض دیدیا۔ تم دونوں مال کو ادا کرو اور اُس کے نفع کو بھی۔ اب عبداللہ تو خاموش رہے۔ رہے عبیداللہ تو انھوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین یہ فیصلہ تو آپ کے لئے مناسب نہیں ہے۔ اگر مال گھٹ جاتا یا ہلاک ہو جاتا تو اُس کے ضامن ہم ہی ہوتے۔ آپنے فرمایا نہیں اس کو ادا کرو۔ اس پر آپ کے جلیسوں میں سے ایک نے کہا کہ اے امیر المؤمنین بہتر ہوتا اگر اس کو مضاربۃ قرار دیدیا جاتا۔ اس پر عمرؓ نے فرمایا کہ اچھا میں اس کو مضاربۃ قرار دیتا ہوں۔ تو عمرؓ نے راس المال اور اس کا آدھا نفع لے لیا

وانما نصف ربح المال قال المزنی وجہ
جعل عمر نصف ربح ابنیہ للمسلمین عندی
انہما اجابا قول عمر عن طیب انفسہما البخاری
والبغوی ان عمر عامل الناس علی انہ ان
جاء عمر بالبذر من عندہ فلہ الشطر وان
جاءوا بالبذر فلہم کذا البغوی ان الصعب
ابن جثامۃ قال سمعت رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم لا حمی الا للہ ورسولہ
قال الزہری وقد کان لعمر بن الخطاب
حمی بلغنی انہ کان یحمیہ لابل الصدقۃ
مالک والشافعی عن زید بن اسلم عن
ابیہ ان عمر بن الخطاب استعمل مولی
یقال لہ ہنی مالک عن زید بن
اسلم عن ابیہ ان عمر بن الخطاب
استعمل مولی لہ یدعی ہنیا علی
الحمی فقال یا ہنی اضمم جناحک عن
الناس واتق دعوۃ المظلوم فان
دعوۃ المظلوم مجابۃ وادخل رب
الصریمۃ والغنیمۃ وایاک ونعم ابن
عفان وابن عوف فانہما ان
تہلک ماشیتہما یرجعا الی المدینۃ
الی زرع ونخل وان رب
الصریمۃ والغنیمۃ ان تہلک
ماشیتہ

اور اس مال کا آدھا نفع ان دونوں نے لیا۔ مزنی نے کہا کہ
حضرت عمرؓ کا اپنے بیٹوں کے نفع کا نصف حصہ مسلمانوں
کے لئے قرار دیدینے کی وجہ ان دونوں کا اپنی خوشی سے حضرت
عمرؓ کے ارشاد کو قبول کر لینا ہے۔ بخاری اور بغوی، عمرؓ نے
لوگوں سے یہ معاملہ کیا تھا کہ اگر عمرؓ نے اپنے پاس سے بیج دیا تو
پیداوار کا نصف حصہ انکا ہوگا اور اگر بیج وہ خود لائے تو اُس نصف
کے وہ خود حقدار ہوں گے۔ بغوی، صعبؓ بن جثامہ نے کہا کہ
میں نے سنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی چراگاہ
نہیں ہے مگر اللہ کے لئے اور اس کے رسولؐ کے لئے۔ زہریؒ
نے کہا اور عمرؓ بن الخطاب کی ایک چراگاہ تھی مجھے یہ خبر
پہنچی کہ وہ اس میں صدقہ کے اونٹوں کو چراتے تھے۔ مالکؒ
اور شافعیؒ زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ بن الخطاب
نے عامل بنایا (چراگاہ پر) اپنے ایک آزاد کردہ کو جس کو ہُنَیّ
کہا جاتا تھا۔ مالکؒ زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ
ابن الخطاب نے چراگاہ پر عامل بنایا اپنے ایک آزاد کردہ کو جس
کو ہُنَیّ سے پکارا جاتا تھا۔ آپ نے اُس سے کہا کہ اے ہُنَیّ!
عام لوگوں سے اپنا ہاتھ کوتاہ رکھنا (یعنی درگزر کرنا اور ایذا
نہ پہنچانا) اور مظلوم کی بددعاء سے بچتے رہنا کیونکہ مظلوم
کی دعاء مقبول ہوتی ہے۔ اور اونٹوں اور بکریوں کے چھوٹے
گلوں والے کو داخل ہونے دینا اور خبردار ابن عفان اور
ابن عوف کے چوپاؤں کو نہ آنے دینا کیونکہ وہ دونوں (اس
حیثیت کے ہیں کہ) اگر ان کا چوپایہ ہلاک ہو جائے تو وہ اپنے
کھیتوں کی طرف رجوع کر لیں گے اور اونٹ اور بکریوں کے
چھوٹے گلے والے کا یہ حال ہوگا کہ اگر اس کا چوپایہ ہلاک ہوگا تو

ع۵ صرمہ کسر کے ساتھ اونٹوں کا گلہ جن کی تعداد بیس سے تیس تک ہو۔ صریمہ اس کی تصغیر ہے ۱۲

يَاْتِنِیْ بِبَنِیْہٖ فیقولُ یا امیرَ المؤمنین
افتتارکھم انا لا اَبَالَکَ فالماءُ و
الکلاءُ ایسرُ علیّ من الذہب و
الورق وایم اللہ انہم لیرون ان قد
ظلمتُھم انہا لبلادُھم ومیاہُھم
قاتلوا علیہا فی الجاہلیۃ واسلموا
علیہا فی الاسلام والذی نفسی
بیدہٖ لولا المالُ الذی اَحملُ علیہ
فی سبیل اللہ ما حمیتُ علیہم من
بلادِھم شبرًا البغوی روی
ان عمر حمی السَّرَفَ والرَّبذۃ قلتُ
وجہ التطبیق عند الشافعی و
الجمہور ان لا یحمی لمصلحۃ نفسہ
حرام ولنعم بیت المال ولمصلحۃ
ضعفۃ المسلمین جائز وھو معنے
قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا
حمی الا للہ ورسولہ البغوی
رَوٰی عن عمر انہ اَقطع و
اشترط العمارۃ ثلٰث سنین
ابوبکر عن الحکم قال عمر من ملک
ذا رحم محرم فہو حرٌّ ابوبکر عن
الزہری قضی ابوبکر وعمر ان لم یحُز
فلاشئی لہ یعنی الہبۃ ابوبکر عن
عکرمۃ بن خالد المخزومی ان رجلًا
کاتب عبدہ علی

وہ میرے پاس اپنی اولاد کو لے کر آجائے گا اور کہے گا کہ اے امیر المؤمنین کیا میں ان کو چھوڑنے والا ہوں (یعنی ان کی پرورش کو) میں تیری (یعنی تیرے حکم کی) پرواہ نہ کروں گا۔ تو پانی اور گھاس میرے لئے آسان ہے ان کو سونا چاندی دینے سے (جو مجھے ان کو دینا پڑے گا) اور خدا کی قسم یہ لوگ ضرور خیال کرتے ہیں کہ (چراگاہ پر قبضہ کر کے میں نے ان پر ظلم کیا) درحقیقت یہ ان کے شہر ہیں اور ان ہی کے پانی ہیں ان پر تو جاہلیت میں انھوں نے قتال کیا ہے اور اسلام میں آکر انھوں نے ان کے بارے میں اطاعت قبول کر لی اور قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے اگر یہ مال نہ ہوتا جس پر میں لوگوں کو سوار کر کے اللہ کے راستہ میں بھیجتا ہوں تو میں ان کے شہروں میں سے ایک بالشت زمین کو بھی اپنی چراگاہ نہ بناتا۔ بغوی، روایت کیا گیا کہ عمر رضؓ نے چراگاہ بنایا سرف اور زبدہ کو۔ میں کہتا ہوں کہ شافعیؒ اور جمہور کے نزدیک وجہ تطبیق یہ ہے کہ (کسی قطعہ زمین کو) چراگاہ بنا لینا اپنی ذاتی مصلحت کے لئے حرام ہے اور بیت المال کے جانوروں کے لئے اور ضعفاء مسلمین کی مصلحت کے لئے جائز ہے اور یہی معنے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے کہ کوئی چراگاہ نہیں مگر اللہ کے لئے اور اس کے رسولؐ کے لئے۔ بغوی، روایت کیا گیا عمر رضؓ سے کہ انھوں نے زمین جاگیر دی اور شرط کیا کہ تین سال میں اس کو سرسبز کر دیا جائے۔ ابوبکر حکم سے کہ عمر رضؓ نے فرمایا کہ جو کسی ذی رحم محرم کا مالک ہو گا تو وہ آزاد ہے۔ ابوبکر زہری سے کہ فیصلہ کیا ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ نے کہ اگر قبضہ نہ کیا تو اس کے (یعنی موہوب لہٗ کے) لئے کچھ نہیں۔ مراد لیتے ہیں ہبہ سے۔ ابوبکر عکرمہ بن خالد المخزومی سے کہ ایک شخص نے مکاتب کیا اپنے ایک غلام کو اس پر کہ

غلامین یصنعان مثل صناعتہ
فارتفعا الی عمر بن الخطاب فقال
ان لم یجئک بغلامین یصنعان مثل
صناعتہ فردّہ الی الرق ابو بکر
عن انس اتانا کتاب عمر و نحن
بارض فارس ان لا تبیعوا السیوف فیھا
حلقۃ فضۃ بالدراھم ابو بکر عن
حزام بن ھشام الجراحی عن
ابیہ شہدت عمر بن الخطاب
باع ابلاً من ابل الصدقۃ فیمن
یزید ابو بکر عن مجاھد بن ابی عیاض
قال عمر اذا مررت ببستان فکل
ولا تتخذہ خبنۃ (جمع کردن در پارچہ ۱۲) ابو بکر عن عبید اللہ
قال عمر من احتکر طعاماً ثم
تصدق براس مالہ و الربح لم یکفر
عنہ الشافعی ان انس بن مالک
کاتب غلاماً لہ علی نجوم الی
اجل فاراد المکاتب تعجیلہا لیعتق فامتنع
انس من قبولہا و قال
لا اخذھا الا عند محلہا فاتی
المکاتب عمر بن الخطاب (میعادہا) فذکر
ذلک لہ فقال عمر ان
انسا یرید المیراث فامرہ

وہ ایسے دو غلام لاتے کہ وہ دونوں بھی اسی کی مانند کام کرتے
ہوں۔ (جو غلام وہ لایا وہ اس جیسا کام نہ کرتے تھے اس پر)
ان دونوں نے اپنا معاملہ عمرؓ بن الخطاب کے سامنے پیش
کیا تو فرمایا کہ اگر یہ ایسے دو غلام تیرے پاس نہیں لایا جو اس
کے کام کی مثل کام کرتے ہوں تو اس کو پھر غلامی کی طرف لوٹا لے۔
ابو بکر انس سے، ہمارے پاس عمرؓ کا خط پہنچا اور ہم سرزمین
فارس میں تھے (جس میں لکھا تھا) کہ ایسی تلواروں کو نہ
فروخت کرو درہموں کے بدلے میں جن میں چاندی کا حلقہ
ہو۔ ابو بکر حزام بن ہشام الجراحی سے وہ اپنے باپ سے کہا کہ
میں عمرؓ بن الخطاب کے پاس موجود تھا جب انھوں نے
اونٹ فروخت کیا صدقہ کے اونٹوں میں سے "من یزید"
(کون زیادہ دیتا ہے) کے طور پر (یعنی نیلام کیا)۔ ابو بکر
مجاہد بن ابی عیاض سے، کہا عمرؓ نے جب تو کسی باغ سے
گزرے تو پھل کھالے اور گٹھڑی باندھ کر نہ لا۔ ابو بکر عبید اللہ
سے کہ عمرؓ نے کہا کہ جس نے مہنگا بیچنے کے لئے غلہ روکا پھر
اس نے اصل مال اور نفع سب صدقہ کر دیا (اس پر بھی) اس
(فعل بد) کی مکافات نہ ہوگی۔ شافعیؒ، کہ انسؓ بن مالک نے
اپنے ایک غلام کو مکاتب کیا ستاروں کے حساب سے ایک مدت
معینہ کی شرط پر (کہ بالاقساط ادائگی رقم معینہ کرتا ہے) پھر
ارادہ کیا مکاتب نے اس کو جلد ادا کرنے کا تاکہ وہ آزاد ہو جائے
اور انسؓ نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں
نہیں لوں گا مگر اس موقع پر۔ تو مکاتب نے عمرؓ بن الخطاب
کے پاس پہنچ کر ان سے واقعہ بیان کیا۔ تو عمرؓ نے کہا کہ
انسؓ ارادہ کر رہا ہے میراث کا۔ تو اس کو حکم دیا کہ وہ مقررہ

عہ یعنی اس لئے وہ پوری رقم ایک مرتبہ نہیں لیتا کہ وہ چاہتا ہے کہ طول عرصہ لگائے کہ تو مر جائے تو وہ وارث بنکر تمام اندوختہ وصول کر سکے ۱۲ مترجم

فَاَخذَ لَهٗ منه واَعتقَهٗ ذکره البیہقی فی باب اِذا اَتَاه بحقه قبلَ محِلّه ولاضررَ علیه فی اَخذِه البیہقی عن ابی العوام البصری کتب عمرُ الی ابی موسی الاشعری والصلح جائزٌ بین المسلمین الا صُلحاً اَحَلّ حراماً او حرّم حلالاً الشافعی ان عمر بن الخطاب اَعطی مالَ یتیم مضاربةً البیہقی عن ابنِ عُمَر انّ عُمر بن الخطّاب قال اَیّما رجلٍ اَکرٰی کراءً فجاوزَ صاحبُه ذا الحُلیفة فقد وَجبَ کراءُه ولاضمانَ علیه قالَ البیہقی یریدُ تَقبُضَه ما اکتَرٰی فیکون علیه الکراءُ حالاً ولا ضمان علیه فیما اکترٰی اذالم یتعدّ مالک والشافعی عن ابنِ عُمر انّ عُمَر بن الخطّاب قالَ مَن اَحییٰ ارضاً مَیتةً فهی لَهٗ مالک والشّافعی انّ الضّحاک ابن خلیفة ساقَ خلیجاً لَهٗ من العُرَیض فَاَرادَ ان یَمرّ به فی ارضِ محمّد بن مَسلمةَ فَاَبیٰ فکلّم فیه الضّحاک عُمَر بن الخطّاب فدعا عمرُ ابن مسلمةَ فَاَمره ان یُخلّیَ سبیلَه فقالَ محمّد ابن مسلمة لا فقالَ لِمَ تمنعُ اَخاک ماینفعُه وهو لک نافع تشربُ منه اوّلاً وآخراً ولایضرّک فقالَ محمّد

مال لے آتے)، وہ مال اُس سے لے کر اُس کو آزاد کر دیا، اس کو ذکر کیا بیہقی نے باب اذا اتاہ بحقہ الخ میں (یعنی جب مکاتب اُس کا پورا حق ادا کر دے اُس کا مقرر کردہ موقع آنے سے پہلے اور اُس کے لینے میں اُس کا نقصان نہ ہو")۔ بیہقی ابی العوام بصری سے کہ عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا اور صلح کرانا جائز ہے مسلمانوں کے درمیان بجز ایسی صلح کے جو حرام کو حلال کر دے یا حلال کو حرام بنائے۔ شافعیؒ کہ عمرؓ بن الخطاب نے یتیم کا مال مضاربت پر دیا (یعنی ساجھے کی تجارت میں)۔ بیہقی، مروی ہے ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جس شخص نے کوئی سواری کا جانور کرایہ پر دیا اور اُس کا صاحب (یعنی کرایہ دار) ذوالحلیفہ سے گزر گیا تو اُس کا کرایہ واجب ہو گیا اور اُس پر کوئی ضمان نہیں۔ بیہقی نے کہا کہ جس چیز کو کرایہ پر لیا اس پر قبضہ کرنا مراد ہے تو اس پر کرایہ فوراً ہی واجب ہو جاتے گا اور اُس (مالک) پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے اُس رقم کے متعلق جو کرایہ کی مقرر ہوئی ہے جب کہ وہ (پورا فاصلہ) طے نہ کرے۔ مالک اور شافعیؒ ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ جس نے زندہ کیا مُردہ زمین کو تو وہ اُسی کی ہو گئی۔ مالکؒ اور شافعیؒ، کہ ضحاک بن خلیفہ نے عُرَیض سے پانی کا ایک نالا نکالا اور ارادہ کیا کہ محمد ابن مسلمہ کی زمین سے گزار کر لے جاتے محمدؓ نے انکار کر دیا تو اس کے بارے میں ضحاک نے عمرؓ بن الخطاب سے گفتگو کی تو عمرؓ نے ابن مسلمہ کو بلایا اور اس کو حکم دیا کہ اس کا راستہ چھوڑ دے تو محمد بن مسلمہ نے کہا کہ نہیں تو عمرؓ نے کہا کہ تو کیوں اپنے بھائی کو اُس کام سے روکتا ہے جو اس کو نفع پہنچائیگا حالانکہ وہ تیرے لئے بھی نافع ہے تو اس سے پانی پیتے گا اوّل بھی اور آخر بھی اور وہ تجھے نقصان نہیں پہنچاتا۔ پھر محمد نے

لا فقالَ عمر واللہ لیمرّنَّ بہ ولو علیٰ بطنِکَ۔ الشافعی عن ابن عمر انّ عمر قال یارسولَ اللہ انّی اصَبتُ من خیبر مالاً لم اُصِبْ مالاً قطّ اَعجبَ الیَّ او اَعظم عندی منہُ فقالَ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان شئتَ حبّستَ اَصْلہ وسَبّلتَ ثمرہ فتصدّقَ بہ عُمر انہٗ لایُباعُ اصلُہا ولا یُوہَبُ ولا یُورَث وتَصدّقَ بہا فی الفُقرآء وفی القُربیٰ وفی سبیلِ اللہ وابنِ السبیلِ والضّیفِ لاجُناحَ علیٰ مَن وَلِیَہا اَن یاکل منہا بالمعروفِ او یُطعِمَ صدیقَہٗ غیرَ متموّلٍ فیہ وفی روایۃ غیر مُتاثّلٍ مالاً۔ مالک والشافعی عن مَروان بن الحکم اَن عمرَ ابن الخطّاب قال مَن وہبَ ہبۃً لِصلۃِ رحمٍ او علیٰ وجہِ صدقۃٍ فانّہٗ لایَرجعُ فیہا ومَن وہبَ ہبۃً یریٰ انّہ انّما ارادَ الثوابَ فہو علیٰ ہبتہ یرجع عنہا اِن لَم یرضَ فیہا۔ مالک والشافعی عن معٰویۃ بن عبداللہ بن بدر الجُہنی ان اباہ اخبرہ انّہ نزلَ منزلَ قومٍ بطریقِ الشّام فوجدَ صُرّۃً فیہا ثمانونَ دینارًا فذکر ذلکَ لعمر بن الخطاب فقالَ عرّفہا علیٰ ابوابِ المساجدِ واذکرہا لمَن یقدم مِن الشّام

کہا کہ نہیں تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واللہ وہ ضرور اس کو گزارے گا چاہے تیرے پیٹ کے اُوپر سے گزارے۔ شافعیؒ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ مجھے خیبر سے ایسا مال حاصل ہوا کہ اتنا پسندیدہ یا جو میرے نزدیک ایسا اعلیٰ ہو کبھی نہیں ملا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو اُس کی اصل کو اپنی مِلک میں رکھو اور اُس کے پھل کو فی سبیل اللہ کردو تو اس کو عمر رضی اللہ عنہ نے صدقہ کردیا اس شرط کے ساتھ کہ وہ درخت نہ فروخت کیے جائیں اور نہ ہبہ کیے جائیں اور نہ وراثت میں محسوب ہوں اور فقراء میں اور قریبی رشتہ داروں میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں میں اور مہمانوں میں (اس کا پھل) تقسیم ہوتا رہے اور جو اس کا متولی بنے اُس پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ اس میں سے مناسب طور پر کھائے یا اپنے دوست کو کھلائے بغیر اس کے کہ اس سے دولتمند بنے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ بغیر اس کے کہ مال جمع کرنے والا بنے۔ مالکؒ اور شافعیؒ مروان بن الحکم سے کہ عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے فرمایا کہ جس نے کچھ ہبہ کیا صلہ رحمی (حقِ قرابت) کی وجہ سے یا بطور صدقہ تو اُس سے رجوع کا حق نہیں رکھتا اور جس نے کوئی چیز ہبہ کی یہ دیکھتے ہوئے کہ اُس نے صرف ثواب کا ارادہ کیا تو وہ اپنے ہبہ پر (مختار) رہے گا، اگر وہ اس سے خوش نہ ہو تو رجوع کرسکتا ہے۔ مالکؒ اور شافعیؒ معاویہ بن عبداللہ بن بدر الجُہنی سے کہ اس کے باپ نے اُس کو خبر دی کہ وہ ایسے مقام پر اُترے جہاں (سفر میں) شام کے راستہ میں لوگ اُترتے ہیں وہاں اُس نے ایک تھیلی پائی جس میں اَسّی دینار تھے تو اس کا ذکر عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب سے کیا تو فرمایا کہ مساجد کے دروازوں پر اس کی تعریف کرو (یعنی کیفیت بیان کرو) اور جو لوگ شام سے آئیں اُن سے اُس کا ذکر کرو

سَنَةً فاذا مضت السنة فشانك بها زاد فی روایة فان عرفت فذلك والا فهی لك وان رسول الله صلی الله علیه وسلم امرنا بذلك مالك عن ابن شهاب کانت ضوال الابل فی زمان عمر بن الخطاب ابلاً مؤبلة تناتج لا یمسها احد حتی اذا کان زمان عثمان ابن عفان امر بمعرفتها وتعریفها فاذا جاء صاحبها اعطی ثمنها مالک والشافعی عن ابن شهاب عن سنین ابی جمیلة رجل من بنی سلیم انه وجد منبوذا فی زمان عمر بن الخطاب فجاء به عمر بن الخطاب فقال ما حملك علی اخذ هذه النسمة قال وجدتها ضائعة فاخذتها فقال له عریفه یا امیر المؤمنین انه رجل صالح قال کذلك قال نعم قال عمر اذهب فهو حر ولك ولاءه وعلینا نفقته یعنی لك ولاءه ای نصرته والقیام بحفظه کتاب النکاح ابو بکر عن طاؤس قال عمر لرجل ما یمنعك من النکاح الا عجز او فجور ابو بکر عن ابراهیم بن محمد بن المنتشر قال عمر ابتغوا الغنی فی الباءة الشافعی بلغنا

ایک سال تک۔ پھر جب سال گزر جائے تو اس پر تمھیں اختیار ہے اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ اگر وہ پہچان لی جائے تو فبہا ورنہ پھر وہ تمھاری ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسا ہی حکم دیا ہے۔ مالکؒ ابن شہاب سے کہ عمرؓ بن الخطاب کے زمانہ میں بھٹکتے ہوتے پھرنے والے اونٹ دودھ اور نسل کے لئے رُکے رہتے تھے ان سے بچّے لئے جاتے تھے اور ان کو (کام لینے کے لئے) کوئی نہیں چھوتا تھا۔ یہاں تک کہ جب عثمانؓ بن عفان کا زمانہ آیا اُنھوں نے ان کی معرفت اور تعریف کا حکم دیا (کہ ان کے حلیہ رنگ وغیرہ کا اعلان کیا جائے) تو جب اُن کا مالک آجاتا تو اُس کو دیدیئے جاتے مالکؒ اور شافعیؒ ابن شہاب سے وہ روایت کرتے ہیں سُنین ابی جمیلہ سے جو بنی سلیم میں کا ایک شخص تھا کہ اُس نے ایک پڑا ہوا بچّہ پایا عمرؓ بن الخطاب کے زمانہ میں تو وہ اس کو عمرؓ ابن الخطاب کے پاس لے کر آیا تو آپ نے فرمایا کہ تمھیں کس بات نے آمادہ کیا اس جان کے لے لینے پر اُس نے کہا کہ میں نے اس کو اس حالت میں پایا کہ یہ ضائع ہونے والا تھا اس لئے اس کو اُٹھا لایا۔ اُس کے میر محلّہ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین یہ مرد صالح ہے۔ فرمایا کیا واقعی ایسا ہی ہے اُس نے کہا ہاں تو عمرؓ نے کہا جاؤ یہ آزاد ہے اور تجھ کو اس کی ولایت حاصل رہے گی اور ہمارے ذمہ اس کا خرچ ہے۔ تیرے لئے اس کی ولایت سے یہ مراد ہے کہ اس کی مدد اور اس کی حفاظت کرتے رہنا۔ کتاب النکاح ابو بکر طاؤس سے کہ عمرؓ نے ایک شخص سے کہا کہ نکاح سے کوئی چیز تجھے نہیں روکتی بجز عجز (نامردی) یا بدکاری کے۔ ابو بکر ابراہیم بن محمد بن المنتشر سے کہ عمرؓ نے کہا کہ دولتمندی کو تلاش کرو نکاح میں۔ شافعیؒ ہم کو یہ بات پہنچی کہ

ان عمر بن الخطاب قال ما رأيت مثل من ترك النكاح بعد هذه الآية ان يكونوا فقراء يغنهم الله من فضله. ابو بكر عن هشام عن ابيه قال عمر لا تكرهوا فتياتكم على الدميم من الرجال فانهن يحببن من ذلك ما تحبون. ابو بكر عن عاصم قال عمر بن الخطاب عليكم بالابكار من النساء فانهن اعذب افواها و افتح ارحاما و ارضى باليسير. ابو بكر عن محمد بن سيرين قال عمر بن الخطاب ما بقي من اخلاق الجاهلية شيء الا اني لست ابالي اي النساء نكحت و ايهم انكحت. ابو بكر عن ابراهيم ابن محمد بن طلحة قال عمر لامنعن فروج ذوات الاحساب من النساء الا من الاكفاء. قلت وجه التطبيق ان الكفاءة حق الزوجة و وليها لئلا يلزمهما العار فان اسقطا حقهما لرعاية مصلحة دينية فذلك محبوب مندوب اليه. ابو بكر عن عبد الرحمن بن معبد ان عمر رد نكاح امرأة نكحت بغير اذن وليها. ابو بكر عن طاؤس عن عمر قال لا نكاح الا

عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ میں نے ایسے شخص کی مثل نہیں دیکھا جس نے اس آیت کے بعد نکاح کو ترک کیا ان یکونوا فقراء الخ (۲۴: ۳۲) اگر یہ لوگ مفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو مالدار کردے گا۔" ابو بکر ہشام سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ اپنی نوجوان لڑکیوں کو حقیر مردوں سے نکاح پر مجبور نہ کرو کیونکہ وہ بھی محبوب رکھتی ہیں اس بارے میں اس چیز کو جسے تم محبوب رکھتے ہو۔ ابو بکر عاصم سے کہا عمرؓ ابن الخطاب نے کہ کنواری عورتوں سے نکاح کو ترجیح دو کہ ان کے منہ شیریں ہوتے ہیں (یعنی اچھی خوشبو والے) اور رحم کھلے ہوئے ہوتے ہیں (حمل قبول کرنے کے لئے) اور تھوڑے سے پر بہت راضی ہونے والی ہوتی ہیں۔ ابو بکر محمد بن سیرین سے کہ کہا عمرؓ بن الخطاب نے کہ جاہلیت کے اخلاق میں سے (مجھ میں) کوئی بات باقی نہیں رہی بجز اس کے کہ میں پروا نہیں کرتا کہ کس قسم کی عورت سے میں نے نکاح کیا اور کس قسم کے مرد کا نکاح کرایا۔ ابو بکر ابراہیم بن محمد بن طلحہ سے کہا عمرؓ نے کہ میں ضرور حسب والی (خاندانی) عورتوں کی شرمگاہوں کو روکوں گا مگر اکفاء (برابر کے خاندان والے لوگوں) سے۔ میں کہتا ہوں کہ (اس میں اور پچھلی حدیث میں) وجہ تطبیق یہ ہے کہ کفاءۃ (یعنی برابر کے خاندان کا ہونا) زوجہ کا اور اس کے ولی کا حق ہے تاکہ ان دونوں کو عار نہ لاحق ہو۔ پھر اگر ان دونوں نے کسی مصلحتِ دینیہ کی رعایت سے اپنے حق کو ساقط کردیا تو یہ محبوب اور پسندیدہ بات ہوگی۔ ابو بکر عبدالرحمٰن بن معبد سے کہ عمرؓ نے ایک ایسی عورت کا نکاح رد کردیا جس نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر کیا تھا۔ ابو بکر طاؤس سے وہ عمرؓ سے کہ انہوں نے کہا کہ نکاح نہیں ہوتا مگر

بولیٍّ۔ ابو بکر عن عمرو بن ابی سفیان قال
عمر لا تُنکَحُ المرأۃ الّا باذنِ ولیّها و
ان نکحت عشرۃً او باذنِ سُلطانٍ۔ ابو بکر
عن طاؤس اُتِیَ عمر بامرأۃٍ قد حملت
فقالت تزوّجنی فلانٌ فقال انّی تزوجتُها
بشهادۃٍ من اُمّی و اُختی ففرّق بینهما و
درأ عنهما الحدّ و قال لا نکاح الّا بولیٍّ
ابو بکر عن عکرمۃ بن خالد جمعتِ الطریقُ
رَکْبًا فجعلتْ امرأۃٌ منهم ثیّبٌ امرها
الیٰ رجلٍ من القوم غیر ولیّها
فانکحها رجلاً فجلد عمر النّاکحَ و
المُنکِحَ ففرّق بینهما ابو بکر عن
بکر تزوّجتْ امرأۃٌ بغیر ولیٍّ و
لا بیّنۃٍ فکتب الیٰ عمر فکتب ان
تُجلدَ مائۃً و کتب الی الامصار ایّ امرأۃٍ
تزوّجتْ بغیر ولیٍّ فهی بمنزلۃِ الزّانیۃ
ابو بکر عن ابراهیم قال عمر تُستأمرُ
الیتیمۃُ فی نفسها فرضاها ان تسکت
مالک و الشافعی عن المسیّب
قال عمر بن الخطاب لا تُنکحُ
المرأۃ الّا باذنِ ولیّها او ذی
الرّأیِ من اهلها او السّلطانِ
مالک و الشافعی عن ابی الزّبیر ان
عمر اُتِیَ بنکاحٍ لم یَشهدْ علیه
الّا رجلٌ و امرأۃٌ

ولی کی رضا سے۔ ابو بکر عمرو بن ابی سفیان سے کہ عمرؓ نے کہا کہ
عورت کا نکاح نہ کیا جائے مگر اس کے ولی کی اجازت سے اگرچہ
وہ دس نکاح کر چکی ہو یا سلطان کی اجازت سے۔ ابو بکر
طاؤس سے کہ عمرؓ کے پاس ایک عورت لائی گئی جو حاملہ تھی
اُس نے کہا مجھ سے نکاح کیا فلاں نے پھر مرد نے کہا کہ میں نے
اس عورت سے نکاح کیا اپنی ماں اور بہن کی شہادت پر تو آپ
نے ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی اور اُن پر حدِّ زنا جاری
نہیں کی اور فرمایا کہ نکاح بغیر ولی نہیں ہوتا۔ ابو بکر عکرمہ بن
خالد سے کہ شتر سواروں سے راستہ بھر گیا تھا اُن میں سے
ایک بیوہ عورت نے اپنا معاملہ (نکاح) قوم میں کے ایک شخص
کے ساتھ متعلق کر دیا جو اس کا ولی نہیں تھا (یعنی اس کو اختیار
دیدیا) اُس نے اُس کا نکاح ایک شخص کے ساتھ کر دیا۔ تو عمرؓ
نے نکاح کرنے والے اور نکاح کرانے والے کے کوڑے مارے
اور دونوں کے درمیان تفریق کر دی۔ ابو بکر راوی ہیں بکر سے
کہ ایک عورت نے نکاح کر لیا بغیر ولی کے اور بغیر گواہوں کے۔
یہ واقعہ عمرؓ کو لکھ کر بھیجا گیا تو اُنھوں نے لکھا کہ اُس کے
سو کوڑے مارے جائیں اور شہروں میں لکھ کر بھیجا کہ جو عورت
بغیر ولی کے نکاح کرے تو وہ بمنزلہ زانیہ کے ہے۔ ابو بکر ابراہیم
سے کہ عمرؓ نے کہا کہ یتیم لڑکی سے اُس کی ذات کے بارے میں
اجازت طلب کی جائے تو اُس کی رضامندی یہ ہے کہ وہ سکوت
کرے۔ مالکؒ اور شافعیؒ مسیب سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے
فرمایا کہ عورت کا نکاح نہ کیا جائے مگر اُس کے ولی یا اُس کے
اہل میں سے کسی صاحب رائے یا بادشاہ کی اجازت سے۔ مالکؒ
اور شافعیؒ ابو الزبیر سے کہ عمرؓ کے سامنے ایک نکاح کا واقعہ
ذکر کیا گیا جس پر کوئی گواہ نہ تھا بجز ایک مرد اور ایک عورت کے

فقالَ ہٰذا نکاح السرّ و لا أجیزہ و لو تقدّمتُ فیہ لرجمتُ الشافعی عن الحسن و سعید بن المسیّب ان عمر قالَ لا نکاحَ اِلاّ بوَلیٍّ و شاہدَے عدلٍ قال الشافعی و الذی روٰے حجاج بن ارطاۃ عن عطاء عن عمر انّہ اجاز شہادۃَ النّسآء مع الرّجل فی النکاحِ مُنقَطِعٌ و الحجّاج لا یُحتجّ بہ الشافعی و احمد بن حنبل فی خُطبۃِ عُمر بالجابیۃ قولہ و لا یَخلُوَنَّ الرجلُ بامرأۃٍ فانّ الشیطان ثالثہما ابو بکر عن حمید ابن عبد الرحمٰن قال عمر الا لا یلجُ رجلٌ علی امرأۃٍ اِلاّ و ہی ذات محرم منہ قیلَ حَمُوہا قال حَمُوہا الموتُ البیہقی رُوینا عن عمر بن الخطاب کتب الی ابی عُبیدۃ بن الجراح امابعد فانہ بلغنی انّ النسآءَ المسلماتِ یدخُلن الحمّاماتِ و معہنّ نسآء اہل الکتاب فامنَع ذلک و حُل دونہ و فی روایۃٍ فانہ لا یَحِلُّ لامرأۃٍ تؤمن باللّٰہِ و الیوم الآخر ان تنظر الی عورتہا اِلاّ اہلُ مِلّتہا ابو بکر عن سعید بن المسیّب قالَ عمر ایّما عبدٍ نکحَ حرّۃً فقد اَعتقَ نصفہ و ایّما حرٍّ نکحَ امۃً فقد اَرَقَّ نصفہ ابو بکر عن عمر انہ نہے ان یتزوّج العربیُّ الاَمۃَ ابو بکر

مبتدا۱۱ — خبر۱۲ — برادر شوہر یا دیگر قریب اوز۱۲ — شوہر۱۲ — حائل

تو فرمایا کہ یہ پوشیدہ نکاح ہے اور میں اس کو جائز نہیں قرار دیتا ہوں اور اگر یہ میرے سامنے پیش آتا تو میں ضرور رجم کر دیتا۔ شافعیؒ حسن سے اور سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ نکاح نہیں ہوتا بغیر ولی اور دو شاہد عدل کے۔ کہا شافعیؒ نے اور وہ روایت جو عطاء سے کی ہے حجاج بن ارطاۃ نے کہ عمرؓ نے نکاح کے بارے میں عورتوں کی شہادت کو مرد کے ساتھ جائز رکھا ہے منقطع ہے اور حجاج ایسا شخص ہے جس کی روایت حجت نہیں ہے۔ شافعی اور احمد بن حنبلؒ نے عمرؓ کے خطبہ میں جو جابیہ میں دیا تھا اُن کا یہ قول روایت کیا ہے اور کوئی شخص ہرگز خلوت نہ کرے کسی غیر عورت کے ساتھ کہ ان کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ ابو بکر حمید بن عبد الرحمٰن سے کہا عمرؓ نے کہ خبردار کوئی مرد کسی عورت کے پاس نہ داخل ہو مگر اس صورت میں کہ وہ اس کی محرم ہو۔ کہا گیا کہ دیور (اور جیٹھ) بھی، کہا کہ دیور موت ہے۔ بیہقی، ہم سے روایت کیا گیا عمرؓ بن الخطاب کے بارے میں کہ اُنھوں نے ابو عبیدہؓ بن الجراح کو لکھا امّا بعد مجھے یہ اطلاع پہنچی کہ مسلمان عورتیں حماموں میں داخل ہوتی ہیں اور اُن کے ساتھ اہل کتاب کی عورتیں ہوتی ہیں تو اس کو منع کر دو اور تم اس میں روک بن جاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ کسی ایسی عورت کے لئے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو یہ حلال نہیں کہ اس کے ستر کو کوئی عورت دیکھے بجز اس عورت کے جو اُس کی ہم مذہب ہو۔ ابو بکر سعید بن المسیّب سے کہ عمرؓ نے کہا کہ جس غلام نے آزاد عورت سے نکاح کر لیا اُس کا نصف آزاد ہو گیا اور جس آزاد نے باندی سے نکاح کر لیا اُسکا نصف غلام ہو گیا۔ ابو بکر عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے منع کیا اس سے کہ کوئی عرب باشندہ باندی سے نکاح کرے۔ ابو بکر

عن شقيق تزوّج حُذيفةُ يهوديةً فكتب اليه عمر انْ خلِّ سبيلها فكتب اليه ان كانت حراماً خلّيتُ سبيلها فكتب اليه انّي لا ازعمُ انها حرام و لكنّي اخافُ اَن يتعاطوا (بخشم آوردن ازواج) المؤمنات منهنّ

ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم عن حُذيفة بن اليمان انه تزوّج يهوديةً بالمدائن فكتب اليه عمر بن الخطاب انْ خلِّ سبيلها فكتب اليه أحرامٌ هي يا امير المؤمنين فكتب اليه اعزم عليك ان لا تضع كتابي حتّى تخلّي سبيلها فانّي اخاف ان يقتدي بك المسلمون فيختاروا نساء اهل الذمّة لجمالهنّ وكفٰى بذلك فتنةً لنساء المسلمين

ابو بكر عن عبيد الله ابن عبد الله عن ابيه سُئل عمر عن جمع الامّ وابنتها من ملك اليمين فقال لا اُحبّ ان اُجيزهما جميعاً۔

ابو بكر عن ابي نضرة جاء رجلٌ الى عمر فقال انّ لي وليدةً (جاریہ) وابنتها وانهما قد اعجبتاني افاطأهما قال آيةٌ احلّت (یعنی او ما ملکت) وآيةٌ حرّمت (ان تجمعوا)

شقیق سے، حذیفہ رضؓ نے نکاح کیا ایک یہودی عورت سے تو ان کو عمر رضؓ نے لکھا کہ اس کو چھوڑ دو۔ تو حذیفہ رضؓ نے اُن کو لکھا کہ اگر حرام ہو تو میں اس کو چھوڑ دوں گا۔ پھر عمر رضؓ نے ان کو لکھا کہ میں یہ نہیں سمجھتا کہ وہ حرام ہے لیکن مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ (ازواج) مؤمنات کو اپنے (جمال کی وجہ) سے غصہ دلائیں گی (جس سے وہ تکلیف میں مبتلا ہوں گی)۔

ابو حنیفہ رحؒ حماد سے وہ ابراہیم سے وہ حذیفہ بن الیمان سے کہ اُنھوں نے مدائن میں ایک یہودیہ سے نکاح کر لیا۔ تو ان کو عمر رضؓ بن الخطاب نے لکھا کہ اس کو چھوڑ دو تو اُنھوں نے لکھا کہ کیا وہ حرام ہے اے امیر المؤمنین تو عمر رضؓ نے پھر اُن کو لکھا کہ میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ یہ میرا خط نیچے رکھنے سے پہلے اُس کو چھوڑ دو...... کیونکہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ مسلمان تمھاری اقتدار کریںگے اور وہ اہلِ ذمہ کی عورتوں کو اُن کے جمال کی وجہ سے اختیار کرنے لگیں گے اور یہ بات مسلمان عورتوں کے مُبتلاء فتنہ ہونے کے لئے کافی ہے۔

ابو بکر عبید اللہ ابن عبد اللہ سے وہ اپنے باپ سے کہ عمر رضؓ سے سوال کیا گیا ماں اور اُس کی بیٹی کو جو مِلک یمین میں ہوں (یعنی دونوں کسی کی باندیاں ہوں) جمع کرنے کے بارے میں (یعنی دونوں سے مجامعت کر سکتا ہے یا نہیں) تو فرمایا کہ مجھے پسند نہیں کہ دونوں کو جمع کرنے کی اجازت دوں۔

ابو بکر ابو نضرہ سے کہ ایک شخص عمر رضؓ کے پاس آیا اور اُس نے کہا کہ میری مِلک میں ایک جاریہ ہے اور اُس کی بیٹی ہے اور وہ دونوں مجھے بہت پسند ہیں تو کیا میں دونوں سے جماع کر سکتا ہوں؟ تو فرمایا کہ ایک آیت (یعنی او ما ملکت ایمانکم) تو حلال کرتی ہے، اور ایک آیت (ان تجمعوا الخ) حرام کرتی ہے۔

اما انا فلم اکن اقرب ہذا قلت نازع البغوی فی ذلک فقال قولہ وان تجمعوا اخص فی ہذا الحکم من قولہ او ما ملکت ایمانکم لان الآیۃ الاولیٰ فی بیان ما حرم علینا و قولہ او ما ملکت ایمانکم فی الامر بحسن الائتمار و مثل ذلک لا یعم والاوجہ عندی ان قولہ تعالیٰ وان تجمعوا بین الاختین فی سیاق المنکوحات انما ارید بہ الجمع بالنکاح لانہ معلوم ان الجمع فی البیت والجمع فی الملک من غیر وطیٔ لیس بمحرم فلا بد للجمع المنہی عنہ من محل وما ہو الا النکاح فی سیاق الآیۃ و قولہ تعالیٰ والذین ہم لفروجہم حافظون الا علیٰ ازواجہم او ما ملکت ایمانہم فی بیان ما احل اللہ فکان عمر بن الخطاب اراد ان آیۃ و ان تجمعوا حرمت من طریق القیاس الجلی الاماء علی المنکوحات و قولہ والذین ہم لفروجہم حافظون احلت من جہۃ العموم واللہ اعلم ابو بکر عن عبد الرحمن بن غنم عن عمر قال لہا شرطہا قال رجل اذا تطلقننا فقال عمر ان مقاطع الحقوق عند الشروط البیہقی

میرا اپنا حال یہ ہے کہ میں ایسے کام کے قریب بھی جانے والا نہ ہوں گا (جس میں مظنہ حرام موجود ہو)۔ میں کہتا ہوں کہ بغوی نے اس میں نزاع کیا ہے۔ کہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَاَنْ تَجْمَعُوْا اس حکم میں اخص ہے ارشاد او ما ملکت ایمانکم سے کیونکہ پہلی آیت اُس کے بیان میں ہے جس کو اللہ نے ہم پر حرام کیا ہے اور ارشاد او ما ملکت ایمانکم خوبی کے ساتھ حکم قبول کرنے کے بارے میں ہے اور اس جیسی بات میں عموم نہیں ہوا کرتا۔ اور میرے نزدیک یہ بات ہے کہ ارشادِ حق تعالیٰ وَاَنْ تجمعوا بین الاختین منکوحات کے سیاق میں ہے اور اس سے مراد لیا گیا ہے نکاح سے جمع کرنا اس لئے کہ یہ بات واضح ہے کہ گھر میں جمع کرنا یا مِلک میں جمع کرنا بغیر مجامعت حرام نہیں ہے تو ضروری ہے کہ جمع سے مراد وہ جمع ہو جو منہی عنہ ہو ایک خاص موقع سے اور وہ نکاح کے سوا سیاق آیت میں اور کوئی موقع نہیں۔ اور ارشاد حق جل شانہ والّذین ھم لفروجھم حٰفظون الّا علیٰ ازواجھم او ما ملکت ایمانھم اُن کے بیان میں ہے جن کو اللہ نے حلال کیا ہے۔ تو عمرؓ بن الخطاب کی مراد یہ تھی کہ آیت وَاَنْ تَجْمَعُوْا نے منکوحات پر قیاس جلی کے ساتھ باندیوں کو بھی حرام کر دیا اور ارشاد وَالّذین ھم لفروجھم حٰفظون نے عموم کی جہت سے حلال کیا ہے، واللہ اعلم۔ ابو بکر عبد الرحمٰن بن غنم سے وہ عمرؓ سے کہ فرمایا کہ اُس (عورت) کے لئے اُس کی شرط (کا حق) ہے۔ مرد نے کہا کہ جب ہم دونوں بخندہ پیشانی مِلتے ہوں تو عمرؓ نے کہا کہ شروط کے سامنے حقوق قطع ہو جاتے ہیں۔ (بیہقی)، ہم نے

عــہ یہ آیت مومنین کے اس وصف کے بیان میں نازل ہوتی ہے کہ وہ نکاح کے بارے میں اللہ کے حکم سے کہ کن سے نکاح کرنا چاہئے اور کن سے نہ کرنا چاہئے تجاوز نہیں کرتے اور یہ دو بہنوں کے جمع کرنے کے جواز پر دلالت نہیں کرتی (چہ جائیکہ ماں اور بیٹی کے جمع کرنے کے جواز پر دلالت کرے) ۱۲ واضح ہے کہ

یہاں دو آیتوں میں خلط ملط ہو گیا ہے۔ ایک آیت سورۃ نساء کی ہے جسکے الفاظ ہیں اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ۔ اور ایک اور آیت ہے سورۃ المومنون کی، اسکے الفاظ ہیں اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ دونوں کا

رُوِّينا عن عمر بن الخطاب في رجلٍ تزوّج امرأةً وشرط لها أن لا يخرجها قال يوضع عنه الشرط وقالَ المرأةُ مع زوجها۔ أبو بكر عن زيد بن وهب كتب إلينا عمر أن الأعرابي لا ينكح المهاجرة حتى يخرجها من دار الهجرة۔ قلتُ ذهب الأوزاعي واحمد واسحٰق الى الأول فاذا أراد أن يخرجها أمر بالطلاق وابو حنيفة والشافعي الى الثاني والأول أوثق من حديث عمر۔ الشافعي عن عبد الله ابن عتبة عن عمر بن الخطاب انه قال ينكح العبد امرأتين ويطلق تطليقتين وتعتدّ الأمةُ حيضتين فان لم تكن تحيض فشهرين او شهراً ونصفاً۔ أبو بكر عن الحكم أجمع أصحابُ رسول الله صلى الله عليه وسلم على ان المملوك لا يجمع من النساء فوق اثنتين۔ مالك والشافعي عن سعيد بن المسيب وعن سليمان بن يسار أن طليحة الاسدية كانت تحت رشيد الثقفي فطلّقها فنكحت في عدّتها فضربها عمر بن الخطّاب وضرب زوجها بالمخفقة (الدرة) ضرباتٍ وفرّق بينهما ثم قال عمر بن الخطاب أيّما امرأةٍ نكحت في عدّتها فان كان زوجها الذي تزوّجها لم يدخل بها فرّق بينهما ثم اعتدّت بقيّة عدّتها من زوجها الأوّل ثم كان الآخر

روایت کیا گیا ہے عمرؓ بن الخطاب سے ایک شخص کے بارے میں کہ جس نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس سے یہ شرط منظور کر لی کہ اس کو (شہر سے) باہر نہیں لے جائے گا۔ کہا کہ عمرؓ نے اُس سے یہ شرط ہٹا دی اور فرمایا کہ عورت شوہر کے ساتھ رہتی ہے۔ ابو بکر زید بن وہب سے کہ ہم کو عمرؓ نے لکھا کہ اعرابی (یعنی دیہات کا مرد) کسی مہاجر عورت سے نکاح نہ کرے کہ اس کو دار الہجرت سے نکال لیجائے۔ میں کہتا ہوں کہ اوزاعیؒ اور احمدؒ اور اسحٰقؒ پہلے قول کی طرف گئے ہیں تو جب ارادہ کرے گا اُس کو نکال لے جانے کا تو طلاق کا حکم دیا جائے گا، اور ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ دوسرے قول کی طرف۔ اور حدیث عمرؓ میں سے پہلا قول زیادہ قابلِ وثوق ہے۔ شافعیؒ عبد اللہ بن عتبہ سے وہ عمرؓ بن الخطاب سے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ غلام دو عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے اور دو طلاق دے سکتا ہے اور باندی عدّت گزارے گی دو حیض۔ پھر اگر اس کو حیض نہیں آتا تو دو مہینے یا ڈیڑھ مہینہ۔ ابو بکر حکم سے، اصحابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر اجماع کیا ہے کہ مملوک (غلام) دو سے زیادہ عورتوں کو جمع نہیں کر سکتا۔ مالکؒ اور شافعیؒ سعید بن المسیبؒ اور سلیمان بن یسار سے کہ طلیحہ اسدیہ رشید ثقفی کے نکاح میں تھی۔ اس نے اُس کو طلاق دیدی تو اُس نے اپنی عدّت میں نکاح کر لیا تو اُس کے اور اُس کے شوہر کے عمرؓ ابن الخطاب نے کئی دُرّے مارے اور دونوں میں تفریق کر دی۔ پھر کہا عمرؓ بن الخطاب نے کہ جو عورت اپنی عدّت میں نکاح کر لے تو اگر اس کا شوہر جس سے اُس نے نکاح کیا ہے اُس کے پاس نہیں گیا تو دونوں میں تفریق کر دی جائے پھر وہ اپنی بقیہ عدّت کو پورا کرے جو پہلے شوہر سے تھی۔ پھر دوسرا شوہر اپنا

خاطباً من الخطاب وان كان دخل
بها فرّق بينهما ثم اعتدت بقية
عدتها من زوجها الاوّل ثم اعتدت
من الآخر ثم لا يجتمعان ابداً او
قال سعيد بن المسيب لها مهرها
بما استحلّ منها قال البيهقي قال
الشافعي في القديم لا يجتمعان ابداً
ثم رجع و ذكر الثوري في جامعه
انّ عمر رجع عن ذلك مالك
عن ابي الزبير المكي انّ رجلاً خطب
الى رجل اخته فذكر انها قد
كانت احدثت (اذنبت) فبلغ ذلك عمر
ابن الخطاب فضربه او كاد يضربه ثم
قال مالك وللخبر ابوبكر عن
طارق بن شهاب انّ رجلاً زوّج
ابنته فقالت اخشى ان
افضحك انّي قد بغيت (زنيت) فاتت
عمر فقال اليس قد تابت قال
نعم قال فتزوّجها قلت تمسك به
من قال بجواز نكاح الزانية وفيه نظر
لانه يحتمل ان لا يكون زناها معلوماً
بالبينة ولا رآها الزوج على
تلك الحالة فهذه حالة عمياء
والاصل هو استصحاب
البراءة

رشتہ بھیجنے والا ہو گا رشتہ بھیجنے والوں میں سے۔ اور اگر وہ
اُس کے پاس جا چکا ہے تو دونوں میں تفریق کر دی جائے پھر
عورت اُس بقیہ عدّت کو پورا کرے جو پہلے شوہر سے تھی پھر
دوسرے کی عدّت گزارے آئندہ یہ دونوں کبھی جمع نہیں ہو سکتے
اور کہا سعید بن المسیب نے کہ عورت کو اپنے مہر کا حق ہے اُس کام کی
وجہ سے جس کو مرد نے اُس عورت کے ساتھ اپنے لئے حلال کر لیا
تھا۔ بیہقی نے کہا کہ شافعیؒ کا قدیم قول یہ ہے کہ یہ کبھی جمع
نہیں ہوں گے پھر اُنھوں نے رجوع کر لیا۔ اور ثوریؒ نے اپنی
جامع میں ذکر کیا ہے کہ عمرؓ نے اس سے رجوع کر لیا۔ مالکؒ
ابو زبیر مکیؒ سے کہ ایک شخص نے ایک آدمی کے پاس اُس کی
بہن سے پیغام بھیجا۔ تو اُس نے بتایا کہ وہ عورت گناہ کر چکی
ہے۔ یہ بات عمرؓ بن الخطاب تک پہنچ گئی تو اُس کو آپ
نے مارا یا مارنے والے تھے۔ پھر فرمایا تجھے یہ خبر پہنچانے سے
کیا غرض؟ ابوبکر طارق بن شہاب سے کہ ایک شخص نے
اپنی بیٹی کا نکاح کرنا چاہا۔ تو اُس نے کہا کہ میں اس سے
ڈرتی ہوں کہ تم کو رسوا کروں کیونکہ میں درحقیقت بُرائی
(یعنی زنا) میں مبتلا ہو چکی ہوں تو وہ عمرؓ کے پاس آیا اور
اُن سے اس بات کا ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ کیا اُس نے توبہ
نہیں کی؟ (اُس نے کہا کہ ہاں (کر چکی ہے) تو فرمایا کہ اس کا
نکاح کر دے۔ میں کہتا ہوں کہ جو نکاحِ زانیہ کے جواز کے
قائل ہیں انھوں نے اسی سے حجت پکڑی ہے۔ اور اس میں
کلام ہے کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ اُس کا زنا شہادات
سے معلوم نہ ہوا اور نہ اس کو (ہونے والے) شوہر نے اس
حالت میں دیکھا ہو یہ ایک (غیر واضح) اندھی حالت ہے اور
اصل (ہر نفس کیلئے) پاکدامنی کے ساتھ متصف ہونا ہے۔ (جب تک

فلقولِ عمر بن الخطاب مصدرٌ غیرَ ہذا
الذی زعموہ والحدیثُ الثانی
تاویلُہ ان المنہیَّ عنہ ہو نکاح الزانیۃ
غیرِ التائبۃِ فاذا تابتْ فالتائبُ
مِن الذنب کمَن لاذنبَ لہٗ، ابوبکر عن
الحسن اَنَّ رجلاً تزوّج امرأۃً فاَسَرَّ
ذلک فکانَ یختلف الیہا فی
منزلِہا فرآہ جارٌ لہا فقذفَہ بہا
فخاصمہ الی عمر بن الخطاب فقالَ
یا امیرَ المؤمنین ہذا کان یدخلُ علی
جارتی ولا اعلم تزوّجہا فقالَ لہٗ
ما تقولُ فقال تزوّجتُ امرأۃ علی
شئٍ دُونٍ فاَخفیتُ ذلک قال فمَن
شہدکم قالَ اَشہدتُ بعض اہلہا
قال فدرأَ الحدَّ عن قاذفہ وقالَ
اَعلِنوا ہذا النکاحَ وحصِّنوا ہذہ
الفروجَ ابوبکر عن محمد بن سیرین
نُبِّئتُ ان عمر کانَ اذا سمعَ صوتاً
اَنکرہ وسال عنہ فاِن قیل عُرسٌ
او ختانٌ اقرّہ البغوی رُوی اَنّ
عُمر وعثمان دُعیا الی طعام فاَجابا
فلمّا خرجا قال عمر لعثمانَ لقد شہدتُ
طعاماً وَدِدتُ اِنّی لم اَشہدہ
قالَ وما ذاکَ قالَ خشیتُ
اَن یکونَ جُعِلَ

اس کے خلاف کوئی ثبوت نہ ہو دوسرا حکم نہیں لگایا جائے گا) تو عمرؓ بن الخطاب کے قول کے لئے اس کے سوا جس کا انھوں نے گمان کیا ہے کوئی دوسرا مصدر بھی ہو سکتا ہے۔ اور دوسری حدیث کی تاویل یہ ہے کہ جس سے روکا گیا ہے وہ اُس زانیہ کا نکاح ہے جس نے توبہ نہ کی ہو پھر جب اُس نے توبہ کر لی تو گناہ سے توبہ کرنے والا اُس شخص کی مانند ہے جس پر کوئی گناہ نہیں۔ ابوبکر حسن سے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کو پوشیدہ رکھا۔ پھر یہ اُس عورت کے گھر میں آیا جایا کرتا تھا تو اُس کو اس عورت کے ایک ہمسایہ نے دیکھا اور اس کے خلاف عمرؓ بن الخطاب سے شکایت کی کہ اے امیر المومنین یہ میری ایک ہمسایہ کے پاس آتا رہا ہے اور میں نہیں جانتا کہ اس نے اُس سے نکاح کیا۔ تو آپ نے اُس (مدعا علیہ) سے کہا کہ تو کیا کہتا ہے اُس نے کہا کہ میں نے عورت سے ایک قلیل مہر پر نکاح کیا اور اس کو مخفی رکھا۔ آپ نے کہا کہ نکاح پر تمہارا گواہ کون تھا تو اس نے کہا کہ میں نے عورت کے بعض رشتہ دار کو گواہ بنایا تھا۔ کہا کہ آپ نے تہمت لگانے والے پر حد قذف جاری نہیں کی۔ فرمایا کہ اس نکاح کا اعلان کر دو اور ان شرمگاہوں کو (بدکاری سے) بچاؤ۔ ابوبکر محمد بن سیرین سے، مجھے خبر دی گئی کہ عمرؓ جب (اونچی) آواز سنتے تو ان کو ناگواری ہوتی اور اس کے بارے میں لوگوں سے پوچھتے پھر اگر کہا جاتا کہ شادی ہے یا ختنہ ہے تو کوئی باز پرس نہ کرتے۔ بغوی، روایت کیا گیا ہے کہ عمرؓ اور عثمانؓ کو کھانے کی دعوت دی گئی۔ دونوں نے قبول کر لی۔ جب دونوں نکلے تو عمرؓ نے عثمانؓ سے کہا کہ میں بیشک کھانے پر حاضر ہو گیا مگر مجھے اچھا یہ معلوم ہوا کہ نہ حاضر ہوتا۔ عثمانؓ نے کہا اور اس کی وجہ کیا ہے۔ فرمایا کہ مجھے یہ اندیشہ ہو گیا کہ کھانا از راہ فخر (و نمائش)

مباہاۃً آبو بکر و البغوی عن ابی العجفاء السلمی عن عمر قال لا تُغالوا فی مہور النساء (مبالغہ و زیادتی نہ کنید ۱۲) فانہا لو کانت مکرمۃً فی الدنیا او تقوی عند اللہ لکان احقکم بہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ما زوّج بنتًا من بناتہٖ و لا تزوّج شیًا من نسائہٖ الا علی اثنی عشر اوقیۃ آبو بکر عن ابن سیرین انّ عمر رخّص ان تُصدِقَ المرأۃُ الفین (مہر کردہ شود ۱۲) الشافعی عن محمد ابن سیرین انّ الاشعث بن قیس صحب رجلًا فرآی امرأتہٖ فاعجبتہ فتوفی فی الطریق فخطبہا الاشعث ابن قیس فابت ان تتزوّجہ الا علی حکمہا فتزوّجہا علی حکمہا ثم طلقہا قبل ان تحکم فقال احکمی فقالت احکم فلانًا و فلانًا رقیقًا کانوا لابیہ من تلادہٖ (مال ہا ۱۲) فقال غیر ہؤلاء فابت فاتی عمر فقال یا امیر المؤمنین عجزت ثلث مرّاتٍ قال ما ہنّ قال عشقت امرأۃً قال ہذا ما لا تملک قال ثم تزوّجتہا

نہ بنایا گیا ہو۔ آبو بکر اور بغوی ابو العجفاء سلمی سے وہ عمرؓ سے فرمایا کہ عورتوں کے مہروں کی گراں مقدار نہ کرو کیونکہ یہ اگر بڑائی کی بات ہوتی دُنیا میں یا تقوٰی کی بات ہوتی اللہ کے نزدیک تو اس کے سب سے زیادہ حقدار محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہوتے۔ آپؐ نے اپنی بیٹیوں میں سے کسی بیٹی کا نکاح نہیں کیا اور نہ اپنی ازواج میں سے کسی سے نکاح کا کچھ معاملہ کیا مگر بارہ اوقیہ (چاندی) پر (ایک اوقیہ چالیس درہم کا تھا اس لئے بارہ اوقیہ کے چار سو اسی درہم ہوئے۔ بعض روایات میں ساڑھے بارہ اوقیہ ہے یعنی پانچسو درہم)۔ آبو بکر ابن سیرین سے کہ عمرؓ نے اس بات کی اجازت دی کہ مہر دو ہزار درہم مقرر کیا جائے۔ شافعیؒ محمد بن سیرین سے کہ اشعث بن قیس (سفر میں) ایک شخص کے ساتھی بنے۔ انھوں نے اُس کی بیوی کو دیکھا تو ان کو اچھی معلوم ہوئی۔ اُس شخص کا راستہ میں انتقال ہو گیا تو اشعث بن قیس نے اُس کو نکاح کا پیغام دیا تو اُس نے نکاح سے انکار کر دیا بجز اس شرط کے کہ مہر اس کے حکم کے مطابق ہو گا۔ (کہ وہ جو کچھ مانگے اس کو دینا ہو گا) ... اُس نے اس پر نکاح کر لیا کہ مہر اس کے حکم کے مطابق ہو گا.. پھر اس کو طلاق دیدی قبل اس کے کہ وہ حکم کرے۔ اس کے بعد کہا کہ حکم کر (یعنی بتا کہ مہر کیا دیا جائے) اُس نے کہا کہ میں یہ حکم کرتی ہوں کہ فلاں فلاں غلام دو۔ یہ غلام اُس کے باپ کے مال میں سے اُس کو ملے تھے تو اُس نے کہا کہ ان کے بجائے اور کچھ لے لے تو اس نے انکار کر دیا تو وہ عمرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ اے امیر المؤمنین میں تین مرتبہ عاجز ہوا ہوں۔ فرمایا وہ کیا ہیں تو انھوں نے کہا کہ (ایک واقعہ یہ ہوا کہ) میں ایک عورت پر عاشق ہو گیا۔ فرمایا کہ یہ ایسی بات ہے جس پر تمھیں اختیار نہیں ہے۔ کہا کہ پھر میں نے اس سے نکاح کر لیا

على حكمها ثم طلقتها قبل أن تحكم فقال عمر امرأة من المسلمين قال الشافعي يعني لها مهر امرأة من المسلمين. أبو بكر عن النخعي عن عمر نحو ذلك إلا أنه قال أرضها أرضها. أبو بكر عن ابن سيرين نحو ذلك إلا أنه قال لها مهر نسائها. مالك والشافعي عن سعيد بن المسيب أن عمر بن الخطاب قضى بالمرأة تزوجها الرجل أنها إذا أرخيت الستور فقد وجب الصداق. كان الشافعي في القديم يقول بقول عمر ويقول عمر أعلم بكتاب الله وقد يجوز أن يكون إنما أراد الله بالتي طلقت قبل أن تمس التي لم تخل بينه وبين نفسها ثم رجع في الجديد إلى أن المهر إنما يجب كاملاً بالمسيس واعتمد على ظاهر الكتاب قلت يمكن الجمع بين قول عمر وبين ظاهر الكتاب فنقول إذا تصادقا على أنه لم يمسها فالقول بظاهر الكتاب وإن قالت مسني وقال لم أمسها فإن

اُس کے حکم (اختیارِ مہر) پر۔ پھر میں نے اُس کو طلاق دیدی پہلے اس سے کہ وہ حکم (یعنی تعیین مہر) کرے۔ تو عمرؓ نے فرمایا کہ وہ ایک عورت ہے مسلمانوں میں سے۔ شافعیؒ نے کہا کہ عمرؓ کی مراد یہ تھی کہ اُس کا مہر عام مسلمان عورت کے برابر ہے۔ ابوبکر نخعی سے اور وہ روایت کرتے ہیں عمرؓ سے اسی کے مطابق بجز اس کے کہ انھوں نے کہا کہ اُس عورت کو راضی کرو اُس کو راضی کرو۔ ابوبکر ابن سیرین سے اسی طرح روایت کرتے ہیں مگر یہ کہ اُنھوں نے کہا کہ اُس کا مہر اُس (کے خاندان کی) عورتوں کے برابر ہوگا۔ (عمرؓ کی مراد میں یہ اختلاف واقع ہوا) مالکؒ اور شافعیؒ سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے عورت کے لئے جب کہ کوئی شخص اس سے نکاح کرلے یہ فیصلہ کیا کہ جب پردے لٹکا دیئے گئے تو مہر واجب ہوگیا۔ شافعیؒ اپنے شروع کے زمانہ میں عمرؓ کے قول پر چلتے اور کہا کرتے تھے کہ عمرؓ کتاب اللہ کے بہت بڑے عالم تھے اور یہ بات جائز ہے کہ (آیت لاجناح علیکم إن طلقتم النساء مالم تمسوھن میں) اللہ تعالیٰ نے "اُن کو چھونے سے پہلے طلاق دیئے جانے" سے ایسی عورت مراد لی ہو جس کی ابھی تک شوہر کے ساتھ خلوت نہ ہوئی ہو۔ پھر جدید یعنی بعد کے قول میں شافعیؒ نے اس قول کی طرف رجوع کر لیا کہ مہر کامل چھونے سے واجب ہوتا ہے اور اُنھوں نے آیت کے ظاہر پر عمل کیا۔ میں کہتا ہوں کہ قولِ عمرؓ اور آیت کے ظاہر معنے میں جمع ممکن ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جب دونوں (مرد و عورت) اس بات کی تصدیق کریں کہ مرد نے عورت کو نہیں چھوا تو ظاہر کتاب پر عمل ہوگا۔ اور اگر (اختلاف واقع ہوگیا) عورت نے کہا کہ مجھے چھوا ہے اور مرد نے کہا کہ میں نے اس کو نہیں چھوا تو (اب فیصلہ یوں ہوگا کہ) اگر

أُرخیتِ الستورُ صُدِّقَتْ بیمینہا وإن لم تُرخَ الستورُ صُدِّقَ بیمینہ لانّ الظاہرَ مع ہٰذہ فی المسئلۃ الأولیٰ ومع ہٰذا فی الثانیۃ فاظنّ انّ ہٰذا معنی قول عمر
الشافعی عن طاؤس ان ابا الصّہباء قال لابنِ عباس انّما کانتِ الثلاثُ علیٰ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تُجعَلُ واحدۃً وابی بکر وثلاثٍ سنیّ من امارۃِ عمر فقالَ ابنِ عباس نعم مسلم عن طاؤس عن ابن عباس کانَ علیٰ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وسنتین من خلافۃ عمرُ طلاقُ الثلٰثِ واحدۃً فقالَ عمر بن الخطّاب انّ الناس استعجلوا فی امرٍ کانت لہم فیہ اَناۃٌ فلو اَمضیناہ علیہم قلتُ فی ہٰذا الحدیث اشکالٌ قویٌّ الاانّ النسخَ لایتصوّرُ بعدَ وفاۃِ النّبی صلی اللہ علیہ وسلم وانقطاعِ الوحی فحکی البغویُّ للعلماء ثلاثَ تاویلاتٍ احدُہا معناہ قول الرّجل انتِ طالقٌ انت طالقٌ انتِ طالقٌ اِن قصدَ الایقاعَ بکلّ لفظۃٍ تقع الثلاثُ وإن قصدَ التوکیدَ فواحدۃٌ کانوا فی الزّمن الاوّل یُصدَّقونَ فی انّہم ارادوا واحدۃً فلما رآے

اُن پر پردے لٹکا دیے گئے تھے تو عورت کی قسم کی تصدیق کیجائیگی اور اگر پردے نہیں لٹکائے گئے تو مرد کی قسم کی تصدیق کیجائیگی کیونکہ (معنے آیت کا) ظاہر پہلی صورت میں (یعنی جب پردے لٹکائے گئے تھے) عورت کے ساتھ ہے اور دوسری صورت میں (یعنی جب پردے نہیں لٹکائے گئے) مرد کے ساتھ ہے۔ میرا گمان یہ ہے کہ عمرؓ کے ارشاد کا یہ مطلب ہے۔ شافعیؒ طاؤس سے روایت کرتے ہیں کہ ابو الصہباء نے ابنِ عباسؓ سے کہا کہ تین (طلاقیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک طلاق قرار دی جاتی تھی اور ابو بکرؓ کے عہد میں بھی، اور عمرؓ کے ابتدائے امارت کے تین سال تک (اسی پر عمل ہوتا رہا) تو ابنِ عباسؓ نے کہا ہاں۔ مسلم طاؤس سے وہ ابنِ عباسؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ کے زمانہ میں اور عمرؓ کی خلافت کے دو سال تک تین طلاق کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا۔ پھر عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ لوگوں نے عجلت کرنا شروع کر دیا اس امر میں جس میں اُن کو مہلت دی گئی تھی تو کیوں نہ ہم ان پر اُس کو جاری کر دیں (یعنی تین طلاق کو تین ہی قرار دیں)۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں قوی اشکال ہے کیونکہ کسی حکم کے منسوخ ہونے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے اور وحی کے منقطع ہونے کے بعد تصور نہیں کیا جاسکتا اس پر بغویؒ نے علماء سے تین تاویلات نقل کی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ ایک شخص نے اس کے کہنے سے کہ "تجھ پر طلاق تجھ پر طلاق تجھ پر طلاق" اگر ارادہ کیا ہر لفظ سے طلاق واقع کرنے کا تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر تاکید کا ارادہ کیا تو ایک پڑے گی اور لوگوں کی ابتدائی زمانہ میں اس امر کی تصدیق کر لی جاتی تھی کہ اُنھوں نے ایک کا ارادہ کیا تھا۔ پھر جب عمرؓ

عمر فی زمانہٖ اُموراً انکرہا الزمہم الثلث ثانیہا معناہ طلاقُ الرجل لغیر المدخول بہا انتِ طالق ثلاثًا لفظًا واحدًا ذہب اصحابُ عبد اللہ بن عباس انہا واحدۃٌ و قولُ عمرؓ و علیہ جمہور اہل العلم انہا ثلاثٌ ثالثہا معناہ انتِ بتۃٌ کانَ عمر رآہا واحدۃً فلما تتابعَ الناسُ الزمہم الثلاثَ والاوجہ عندی ان معناہ ان قولہ تعالےٰ الطلاقُ مرّتانِ یحتملُ وجہین احدہما ان یُعدّ انتِ طالق ثلٰثًا مرۃً واحدۃً لانہ ارسلَ الکلمۃ دفعۃً واحدۃً و الثانی ان ینظر الی المعنی کانہ اراد ان یقولَ انتِ طالق ثم یقولُ انتِ طالقٌ ثم یقول انتِ طالقٌ فاختصرَ کلامہ و قال انتِ طالقٌ ثلٰثًا فہو دفعۃٌ واحدۃٌ فی الظاہر ثلاثُ دفعاتٍ فی المعنی فکانَ الناسُ فی زمان النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم لم ینکشف لہم الامرُ و لا سألوا النبیَّ صلے اللہ علیہ وسلم عن ذٰلک فکانوا کثیرًا ما یذہبونَ الی الاحتمالِ الاوّلِ و کذٰلک فی زمانِ الصدیق

نے اپنے زمانہ میں ایسے امور کو دیکھا جو اُن کو منکر معلوم ہوئے تو اُنھوں نے اُن پر لازم کردیا۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ کسی شخص کا ایسی عورت کو طلاق دینا جس کے پاس نہیں گیا یہ کہہ کر کہ انتِ طالقٌ ثلاثًا (تجھ پر تین طلاق یعنی) ایک ہی لفظ کے ساتھ تو عبد اللہ بن عباس رضؓ کے اصحاب اس طرف گئے کہ وہ ایک طلاق ہے اور عمر رضؓ کا قول اور اسی کی طرف سب اہلِ علم گئے یہ ہے کہ وہ تین ہیں۔ تیسری تاویل یہ ہے کہ اس "امر" کے معنے ہیں انتِ بتۃٌ (تو مجھ سے کٹی ہوئی ہے) عمر رضؓ اس کو ایک طلاق قرار دیا کرتے تھے جب لوگ پے درپے ایسا کہنے لگے تو اُنھوں نے ان پر تین طلاق لازم کردیں۔ اور میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد الطلاقُ مرّتانِ دو صورتوں کا احتمال رکھتا ہے۔ ایک ان میں سے یہ ہے کہ قول انتِ طالقٌ ثلاثًا (یعنی تجھ پر تین طلاق) کو مرتبہ واحدہ شمار کیا جائے کیونکہ ایک ہی مرتبہ میں یہ کلمہ چلتا کیا ہے۔ دوسری صورت محتملہ یہ ہے کہ معنے پر نظر کیجائے گویا اُس نے یہ کہنے کا ارادہ کیا کہ انتِ طالقٌ (تجھ پر طلاق) پھر کہتا انتِ طالقٌ، پھر کہتا انتِ طالقٌ اب اُس نے کلام کو مختصر کیا اور یوں کہدیا کہ انتِ طالقٌ ثلاثًا تو وہ دفعۃً واحدہ ہے ظاہر میں اور تین دفعات ہوئیں معنے کے اعتبار سے تو لوگ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس حال میں تھے کہ ان پر اس امر کا (یعنی دو مذکورہ وجہوں کا) انکشاف نہ ہوا تھا اور نہ اُنھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا (کہ ایک احتمال کی تعیین ہوجاتی) تو لوگ زیادہ تر احتمال اوّل کیطرف جاتے رہے اور ایسا ہی حضرت صدیق رضؓ کے زمانہ میں

فلما کان عمر و رُفعت الیه المسئلةُ أفتاهم
بالمعنی الثانی وصرّح بذلک ولم
یدَعْ مَحلاً للخلاف و لما قلنا نظائر
کثیرةٌ فسّرها اهلُ العلم کنحو ما
فسّرنا منها حدیث بیع اُمّهات الاولاد
فی زمان النبی صلی الله
علیه وسلم و ابی بکر ثم نهی
عمر عنه الشافعی عن المطلب
ابن حنطب انه طلّق امرأته
البتّة ثم اتی عمر بن الخطاب
فذکر ذلک له فقال له عمر ما
حملک علی ذلک فقال
قلته فتلا عمر ولو انهم فعلوا
ما یوعظون به لکان خیراً لهم و
اشدّ تثبیتاً ۵ قال ما حملک علی
ذلک قال قلتُه قال عمر اَمسک
علیک امرأتک فان الواحدة
لاتبتّ الشافعی عن سلیمان
ابن یسار ان رجلاً من بنی
زُریق طلّق امرأته البتّة
فقال عمر ما اردتَ بذلک قال
اترانی اُقیم علی حرامٍ و
النساء کثیر و احلفه فحلف
قال الشافعی اراه فردّها
علیه قال الشافعی معنی قوله

ہوتا رہا پھر جب عمرؓ کا دور آیا اور یہ مسئلہ (خصوصیت سے) اُن کے سامنے پیش ہوا تو اُنھوں نے معنے ثانی کے ساتھ ان کو فتوےٰ دیا اور اس کے ساتھ تصریح کردی اور خلاف کے لئے کوئی موقع باقی نہ چھوڑا۔ اور جو بات ہم نے کہی ہے اُس کی بہت سی نظیریں موجود ہیں جن کی اہلِ علم نے اسی نہج پر تفسیر کی ہے جس نہج پر ہم نے کی ہے۔ اُن میں سے ایک وہ حدیث ہے جس میں اُمّ ولد باندیوں کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ کے زمانہ میں بیع ہوتے رہنے کا بیان ہے پھر عمرؓ نے اس سے منع کردیا۔ شافعیؒ مطّلب ابن حنطب سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے اپنی عورت کو انتِ بتّۃٌ والی طلاق دی پھر وہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس پہنچے اور ان سے اس کا ذکر کیا تو عمرؓ نے اُن سے پوچھا کہ تجھے یہ کلمہ کہنے پر کس خیال نے اُبھارا تو انھوں نے کہا کہ میں نے بس یہ کلمہ کہدیا تو عمرؓ نے یہ آیت تلاوت کی ولو انھم فعلوا ما یوعظون بہ الخ (۴: ۶۶ = اور اگر یہ لوگ جو کچھ ان کو نصیحت کی جاتی ہے اس پر عمل کیا کرتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا اور ایمان کو زیادہ پختہ کرنے والا ہوتا") (پھر) کہا کہ ایسا کہنے پر تجھے کس خیال نے اُبھارا۔ اُنھوں نے کہا کہ بس میں نے یہ کہدیا تو عمرؓ نے کہا کہ اپنی بیوی کو اپنے اوپر روکے رکھ کیونکہ ایک طلاق بائن نہیں بناتی۔ شافعیؒ سلیمان بن یسار سے کہ بنی زُریق میں کے ایک شخص نے اپنی بیوی کو انتِ بتّۃٌ والی طلاق دی تو عمرؓ نے کہا کہ تو نے اس سے کیا ارادہ کیا تھا تو اُس نے کہا کہ کیا آپ کا خیال یہ ہے کہ میں حرام پر قائم رہوں گا حالانکہ عورتیں بہت ہیں تو آپ نے اُس سے حلف لیا تو اس نے حلف کیا۔ شافعیؒ نے کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ عمرؓ نے عورت کو اُس پر لوٹا دیا۔ شافعیؒ نے کہا کہ اسکے قول

قلتہٗ خرج منی بلا نیۃ وتلاوۃ عمر الآیۃ
انہ لو طلق ولم یذکر النیۃ کان خیراً
فانہا کلمۃ محدثۃ فلما اخبرہ انہ لم یرد
بہ زیادۃ علی الطلاق الزمہ واحدۃ
مالک عن یحیی بن سعید بن المسیب ان
عمر بن الخطاب قال ایما امرأۃ فقدت
زوجہا فلم تدر این ہو فانہا تنتظر اربع
سنین ثم تعتد اربعۃ اشہر وعشراً
ثم تحل قال مالک وادرکت بعض
الناس ینکرون الذی قال بعض
الناس علی عمر بن الخطاب انہ
قال یخیر زوجہا الاول اذا جاء
فی صداقہا او فی امرأتہ قال
مالک وبلغنی ان عمر بن الخطاب قال
فی المرأۃ یطلقہا زوجہا وہو غائب عنہا
ثم یراجعہا فلا یبلغہا رجعتہ وقد بلغہا
طلاقہ ایاہا فتزوجت انہ ان دخل
بہا زوجہا الآخر او لم یدخل
بہا فلا سبیل لزوجہا الاول
الذی کان طلقہا الیہا
ابو بکر عن سعید بن المسیب
ان عمر بن الخطاب وعثمان بن
عفان قالا فی امرأۃ المفقود
تربص اربع سنین وتعتد
اربعۃ اشہر و

قُلتُہٗ (کہ مَیں نے یہ کہدیا) کے معنے یہ ہیں کہ یہ کلمہ میری زبان سے بغیر کسی نیت کے نکلا ہے اور عمرؓ کے آیت کو تلاوت کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اگر طلاق دیتا اور نیّت کا ذکر نہ کرتا تو بہتر ہوتا کیونکہ وہ (بتہ) ایک بنایا ہوا کلمہ ہے تو جب اُس نے خبر دی کہ اس نے اس کلمہ سے طلاق پر زیادتی کا ارادہ نہیں کیا تھا تو اس پر ایک طلاق لازم کی۔ مالکؒ یحیی بن سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جس عورت کا شوہر گم ہو جائے اور وہ نہیں جانتی کہ وہ کہاں ہے تو وہ چار سال انتظار کرے پھر چار مہینے دس دن کی عدت گزارے اس کے بعد حلال ہو جائے گی۔ مالکؒ نے کہا اور مَیں نے بعض ایسے لوگوں کو پایا ہے جو اس بات کا انکار کرتے ہیں جس کو بعض لوگوں نے عمرؓ ابن الخطاب کی طرف منسوب کیا ہے کہ اُنھوں نے پہلے شوہر کو اختیار دیا ہے جب وہ آجائے اُس عورت کے مہر یا اپنی عورت میں (کہ وہ چاہے اپنے دیئے ہوئے مہر لے لے یا عورت کو لیجائے) اور مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک ایسی عورت کے بارے میں جس کو اُس کا شوہر اس حال میں طلاق دیتا ہے کہ کہ وہ اس سے غائب ہے (یعنی کسی دوسرے شہر میں ہے) پھر اس سے مراجعت کر لیتا ہے مگر اس مراجعت کی اطلاع اس عورت کو نہ پہنچی اور طلاق کی پہنچ چکی تھی، پھر اس عورت نے نکاح کر لیا تو عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ اب تو دوسرا شوہر اُس کے پاس گیا ہو یا نہ گیا ہو پہلے شوہر کے پاس جس نے اس کو طلاق دیدی تھی اُس عورت کے جانے کی کوئی راہ نہیں ہے۔ ابو بکر سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ بن الخطاب اور عثمانؓ بن عفان دونوں نے گم شدہ شوہر کی بیوی کے بارے میں حکم دیا کہ چار سال انتظار کرے اور پھر چار مہینے دس دن عدت

عشراً آبو بکر عن سعید بن المسیّب
ان عمر و عثمان قالا ان جاء
زوجها خُیّرَ بینَ امرأته و بینَ
الصَّداق الاوّل آبو بکر عن الشعبی
سُئِلَ عمر عن رجل غاب عن
امرأته فبلغها انہ مات فتزوجت
ثم جاء الزّوجُ الاوّل فقالَ
عُمر یُخیّرَ الزوجُ الاوّلُ بینَ
الصَّداق و امرأته فان اختارَ
الصَّداق ترکہا مع الزوج
الآخر و ان شاء اختارَ
امرأته و قال علیؓ لہا الصداقُ
بما استحلّ الآخرُ من فرجها
و یُفرّقُ بینہ و بینہا ثم
تعتدُّ ثلٰث حِیَض ثم تردُّ
الی الاوّل قلتُ لم یاخذ
بہ الشافعیؒ فی الجدید و قالَ
کیفَ یُؤخذ بعضُ الحدیث
و یُترکُ بعضُہ یُعرّض بمالکؒ (یعنی ایں قول شافعیؒ تعریض است)
و الاوجہ عندی ان المفقودلہ
وجہان یدخل بہما حالُہ
فی عموماتِ الشرع احدہما
انہ فوّتَ الِامساکَ بالمعروف
فوجبَ علیہ التسریحُ
بالِاحسانِ

گزارے۔ آبو بکر سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ اور عثمانؓ دونوں نے کہا کہ اگر اس کا شوہر آجائے تو اختیار دیا جائے گا مہر اور عورت کے درمیان اُس پہلے شوہر کو۔ آبو بکر شعبی سے کہ عمرؓ بن الخطاب سے سوال کیا گیا ایسے شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی سے غائب ہو گیا اور اس عورت کو یہ خبر ملی کہ وہ مر گیا تو اُس نے کسی سے نکاح کر لیا۔ اس کے بعد اس کا پہلا شوہر آگیا تو عمرؓ نے فرمایا کہ زوجِ اوّل کو مہر اور اس کی عورت کے درمیان اختیار دیا جائے گا تو اگر اُس نے مہر لے لینے کو اختیار کر لیا تو اُس عورت کو دوسرے شوہر کے پاس چھوڑ دیا جائے گا اور اگر وہ چاہے تو اپنی بیوی کو اختیار کر لے۔ اور علیؓ نے کہا کہ (اس صورت میں) عورت کو مہر لینے کا حق ہو گا۔ کیونکہ اس دوسرے شوہر نے اُس کی فرج کو اپنے لئے حلال کیا ہے اور اُس (دوسرے شوہر) کے اور عورت کے درمیان تفریق کی جائے گی پھر وہ تین حیض عدّت گزارے گی اس کے بعد پہلے شوہر کے پاس لوٹا دی جائے گی۔ میں کہتا ہوں کہ اس کو شافعیؒ نے اپنے جدید (یعنی بعد کے) دورِ اجتہاد میں قبول نہیں کیا اور کہا کہ کیسے یہ بات درست ہو گی کہ بعض حدیث کو لے لیا جائے اور بعض حدیث کو ترک کر دیا جائے۔ یہ تعریض کرتے ہیں امام مالکؒ پر (جو تخییر کے خلاف ہیں)۔ اور بہتر توجیہ میرے نزدیک یہ ہے کہ مفقود کی دو حیثیتیں ہیں دونوں کے اعتبار سے اسکا حال عام قواعدِ شرع میں داخل ہو جاتا ہے۔ ایک اُن میں سے یہ ہے کہ اُس نے فوت کر دیا امساک بالمعروف کو (یعنی نیک ..... سلوک کے ساتھ عورت کو اپنی ذات پر روکنا جس پر فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ (۲: ۲۲۹) دلالت کرتا ہے) تو واجب ہو گیا اس پر تسریح بالاحسان (یعنی خوبی کے ساتھ اس کو آزاد

فلمّا ان قصّر في التسريح ناب
الشرعُ عنه كما ينوب القاضي في
بيع مال الماطلِ و ثانيهما انّه
ميّتٌ في ظاهر الحال و نحنُ
نحكمُ بالظاهر و على الاوّل
قول مالكٍ اصوبُ لانّه محكومٌ
عليه بالتفريق بينه و بين
زوجته فكانَ كالمطلّق لها
فلا يرجع اليه الّا انّ عدّتها
كعدّة المتوفّى زوجها عنها
لانّ الزّوجَ غائب بمنزلة
الميّتِ و له نظائر كامرأة
المجنونِ و امرأة المعسر و
على الثاني حكمُه بمنزلة من
بلغها نعيُ زوجها فاعتدّت
ثم تزوّجت ثم حضر الزّوج فكانَ
بناء فرقتها على خبر كاذبٍ فرُدّ
عليها ما زعمتْ و اظنّ عمر
قد وجّه الحكم الى الامرين
بمنزلة القولين للمجتهد
فانْ ذهب القاضي الى
الاوّلِ فالامرُ على قضاء
مالكٍ و ان ذهب الى
الثاني
فالامرُ

کردینا جس پر اَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ (۲: ۲۲۹) دلالت کرتا ہے) تو جب کہ اس نے تسریح میں تقصیر کی تو شریعت (عورت کو اس کے تقید سے آزاد کرنے میں) اُس کی قائم مقام بن گئی جس طرح قاضی قائم مقام بن جاتا ہے ماطل کے مال کے بیچنے میں (ماطل اس کو کہتے ہیں جو قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرتا ہو)۔ دوسری حیثیت یہ ہے کہ وہ ظاہر حال میں میّت ہے اور ہم حکم لگاتے ہیں ظاہر پر (یہ قاعدہ شرعیہ ہے نحن نحکم بالظواہر واللہ اعلم بالسرائر)۔ اور بناءِ اوّل مالکؒ کا قول زیادہ قرین صواب ہے کیونکہ اس میں حکم دیا گیا ہے اُس شخص کے اور اس کی زوجہ کے درمیان تفریق کا۔ تو یہ شخص اس عورت کے حق میں مثل طلاق دینے والے کے بن گیا کہ اب یہ اُس کی جانب رجوع نہیں کرے گا۔ اِلّا یہ کہ اُس کی عدّت اُس عورت کی عدّت کی مانند ہو گی جس کا شوہر مرجائے۔ کیونکہ شوہر غائب ہے وہ میّت کے مرتبہ میں ہے اور اس کی نظیریں موجود ہیں مثلاً مجنون کی بیوی اور نادار محض کی بیوی۔ اور بربناء ثانی اُس کا حکم اُس شخص کے مرتبہ میں ہے جس کی موت کی خبر اُس کی بیوی کو ملی تو اُس نے عدّت گزاری پھر نکاح کرلیا اس کے بعد شوہر آگیا۔ تو اُس کی فرقت کی بناء جھوٹی خبر پر تھی تو جو گمان اس عورت نے کرلیا تھا اب اُس کو اُس پر رد کردیا گیا اور عمرؓ پر میں یہ گمان کرتا ہوں کہ اُنھوں نے حکم کو دونوں امر کی طرف متوجہ کیا۔ یہ اس درجہ کی بات ہے جیسے ایک مجتہد کے (کسی مسئلہ میں) دو قول ہوتے ہیں۔ تو اگر قاضی پہلی صورت کی طرف جائے گا تو حکم امام مالکؒ کے فیصلہ کے مطابق دے گا اور اگر دوسری صورت کی طرف جائے گا تو اسکے مطابق حکم دیگا

علٰی ما روے اکثرہم عن عمر واللہ اعلم بحقیقۃ الحال مالک عن القاسم بن محمد انّ رجلاً جعل امرأتہ علیہ کظہر اُمّہ ان ہو تزوّجہا فامرہ عمر بن الخطاب ان ہو تزوّجہا ان لا یقربہا حتّی یکفّر کفارۃ المظاہر قلت تعلّق بہ الحنفیۃ فی مسئلۃ اضافۃ الطّلاق بالملک قبل ان یتزوّج ولعلّ عمر بن الخطاب اجازہا مجاز الیمین فالبون بین الطلاق والظہار باینٌ مالک عن یحیی بن سعید عن سعید بن المسیّب ان عمر بن الخطاب قال ایّما امرأۃٍ طلقت فحاضت حیضۃً او حیضتین ثم رفعتہا حیضتہا (دور شدہ ۱۲) فانہا تنتظر تسعۃ اشہرٍ فان بان بہا حملٌ فذاک والّا اعتدّت بعد التسعۃ الاشہر ثلٰثۃ اشہر ثم حلّت مالک عن ابی ہریرۃ سمعت عمر بن الخطّاب یقول ایّما امرأۃٍ طلّقہا زوجہا تطلیقۃً واحدۃً او تطلیقتین ثم ترکہا حتّی تحلّ وتنکح زوجاً غیرہ فیموت عنہا او یطلّقہا ثم ینکحہا

جو اکثر رواۃ نے عمرؓ سے روایت کیا ہے، واللہ اعلم بحقیقۃ الحال. مالکؒ قاسم بن محمد سے کہ ایک شخص نے بنا دیا (یعنی کہدیا) اپنی عورت کو ماں کی پشت کے برابر اگر اُس نے اس عورت سے نکاح کیا تو اس کو عمرؓ بن الخطّاب نے حکم دیا کہ اگر اس نے اس عورت سے نکاح کیا تو اس سے مقاربت نہ کرے جب تک ظہار کرنے والے کا کفارہ نہ ادا کرے۔ میں کہتا ہوں کہ حنفیہ اس حدیث سے لٹکے ہیں (یعنی اس سے احتجاج کرتے ہیں) اس مسئلہ میں کہ نکاح سے پہلے ہی کوئی شخص طلاق کو چسپاں کر ڈالے کسی فعل پر جو عورت کے اختیار میں ہے اور غالباً عمرؓ بن الخطاب نے اس کو یمین کے مقام پر رکھ کر حکم (کفارہ ظہار کا) دیا ہے تو طلاق اور ظہار کے درمیان میں جو بُعد ہے وہ بالکل ظاہر ہے۔ (اگر وہ شخص انتِ علیّ کظہر اُمّی کے ساتھ اِن تزوّجتکِ نہ کہتا تو ایک لغو بات سمجھی جاتی اور کفارۂ مظاہر کا اس کو حکم نہ دیا جاتا) مالکؒ یحیی بن سعید سے اور وہ سعید بن المسیّب سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جس عورت کو طلاق دی جائے پھر وہ حائضہ ہو جائے ایک حیض یا دو حیض تک پھر اس کا حیض آنا بند ہو جائے تو وہ انتظار کرے نو مہینے تک پھر اگر ظاہر ہو گیا کہ اس کو حمل ہے تو نبہا ورنہ بعد اُن نو مہینوں کے تین مہینے عدّت گزارے پھر حلال ہو جائیگی مالکؒ ابوہریرہؓ سے کہ میں نے سُنا عمرؓ بن الخطاب سے کہتے تھے کہ جس عورت کو اُس کے شوہر نے ایک یا دو طلاق دیں پھر اُس کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ حلال ہو جاتی ہے اور اُس کے سوا کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لیتی ہے پھر دوسرا شوہر مرجاتا ہے یا اس کو طلاق دیدیتا ہے اور پھر اُس سے پہلا شوہر

عہ کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ "تو میری ماں کے برابر ہے" یا "میرے لئے ماں کی برابر ہے" وغیرہ اور اس سے اس کی مُراد عورت کو چھوڑنا نہ ہو بلکہ اس سے صرف صحبت کرنا اپنے اوپر حرام کرنے کے ارادے سے کہا تو اس کو ظہار کہتے ہیں ۱۲ مترجم

زوجہا الاول فانہا یکون عندہ علی ما بقی من طلاقہا مالک عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب قال ایما ولیدۃ [جاریۃ] ولدت من سیدہا فانہ لا یبیعہا و لا یہبہا و لا یورثہا و ہو یستمتع بہا فاذا مات فہی حرۃ مالک انہ بلغہ ان عمر ابن الخطاب اتتہ ولیدۃ قد ضربہا سیدہا بنار او اصابہا فاعتقہا قلت و یشہد لہ حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قضیۃ سندر مولی زنباع و یشہد لہ المعقول [دلیل عقلی] لان العبد ذو جہتین مال فی بعض الحقوق و نفس فی بعضہا و لذلک جازت مکاتبتہ فلما ظلم السید عبدہ و تجاوز حکم اللہ فیہ ظہرت جہۃ کونہ نفسا و کمنت جہۃ کونہ مالا فوجبت الدیۃ ثم عوض عنہا العتق لان العتق یقع عوضا عن المال و تولی الشرع ذلک کما تولی فی وضع الدیۃ حیث امتنع القصاص ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم عن عمر بن الخطاب فی الرجل ینعی الی امرأتہ فتتزوج ثم یقدم الاول قال یخیر الاول

نکاح کر لیتا ہے تو وہ عورت اُس کے پاس رہے گی باقی رہی ہوئی طلاق کے حساب پر۔ مالکؒ ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جس کنیز کے اُس کے آقا سے کوئی بچہ پیدا ہو گیا تو اب وہ اُس کو نہ بیع کرے گا اور نہ اُس کو ہبہ کرے گا اور نہ اُس کو ترکہ بنائے گا وہ اُس سے (اپنی زندگی میں) فائدہ حاصل کرتا رہے پھر جب مرے گا تو وہ آزاد ہو جائے گی۔ مالکؒ کہ ان کو یہ روایت پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس ایک باندی آئی جس کو اُس کے آقا نے آگ سے مارا تھا یا اُس کو آگ میں ڈالا تھا تو انہوں نے اُس کو آزاد کر دیا۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی شاہد ہے حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سُندُر کے قضیہ میں جو زنباع کا غلام تھا (زنباع نے اس کی ناک کاٹ دی تھی جب یہ اس حال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے آزاد کر دیا تھا) اور دلیل عقلی بھی اس کی مؤید ہے کیونکہ غلام کی دو جہت ہیں وہ بعض حقوق کے اعتبار سے ایک مال ہے اور بعض کے اعتبار سے ایک نفس ہے اور اسی اعتبار سے اُس کی مکاتبت جائز ہوتی تو جب آقا نے اپنے غلام پر ظلم کیا اور وہ اُس کے بارے میں اللہ کے حکم سے تجاوز کر گیا تو اُس کے نفس ہونے کی جہت ظاہر پر آگئی اور اُس کے مال ہونے کی جہت چھپ گئی تو دیت واجب ہو گئی پھر اس دیت کا معاوضہ بنایا گیا عتق (آزادی) کیونکہ مال کے بدلے میں عتق واقع ہوتا ہے۔ اور شرع اس کی متولی ہوتی جس طرح متولی ہوتی ہے دیت کے قائم کرنے میں جب قصاص ممتنع ہو جائے۔ ابو حنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے وہ عمرؓ بن الخطاب سے ایک شخص کے بارے میں جس کی موت کی خبر پہنچائی گئی اُس کی بیوی کو۔ پھر وہ نکاح کر لیتی ہے پھر پہلا آجاتا ہے تو عمرؓ نے فرمایا کہ پہلے کو اختیار دیا جائے

فان شاء امرأته و ان شاء الصداق
محمد بن الحسن بلغنا عن عمر و علیٍ
و عبد الرحمٰن بن عوف و سعد بن
ابی وقاص و حذیفۃ انہم لم یجعلوا
بیعہا طلاقہا ابو حنیفۃ عن حماد عن
ابراہیم ان عمر بن الخطاب اتتہ
امرأۃ فقالت طلّقنی زوجی فحضت
حیضتین و دخلت فی الثالثۃ حتی
اذا انقطع دمی و دخلت مغتسلی
و وضعت ثوبی اتانی فقال
قد راجعتک قبل ان اُفیض علی
الماء فقال عمر لعبد اللہ بن مسعود
قل فیہا فقال یا امیر المؤمنین اراہ
احقّ برجعتہا لانہا حائض بعد ما لم
تحلّ لہا الصلوٰۃ قال عمر و انا ارٰی
ذلک فردّہا علی زوجہا وقال
کُنَیفٌ مُلِئَ عِلماً ابو حنیفۃ عن
ظرف ۱۲
حماد عن ابراہیم ان ابا کنف طلّق
امرأتہ تطلیقۃ ثم غاب فاشہد
علی رجعتہا ولم یبلغہا ذلک حتی تزوجت
فجاء و قد ہُیِّئت لتزف الی
زوجہا فاتی عمر بن الخطاب
مراد الثانی ۱۲
فذکر ذلک لہ فکتب الی عاملہ
ان ادرکتہا و لم یدخل

وہ اگر چاہے اپنی بیوی لے لے اور اگر چاہے تو مہر لے لے۔ محمدؒ ابن الحسن، ہم کو روایت پہنچی عمرؓ سے اور علیؓ و عبدالرحمٰنؓ ابن عوف و سعد بن ابی وقاصؓ اور حذیفہؓ سے کہ اُنھوں نے جاریہ کی بیع کو اُس کی طلاقؔ قرار نہیں دیا۔ ابو حنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے کہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس ایک عورت نے آکر کہا کہ میرے شوہر نے مجھے طلاق دی تو میں نے دو حیض پورے کردیئے اور تیسرے میں داخل ہوگئی یہاں تک کہ جب میرا خون منقطع ہوگیا اور مَیں غسل کی جگہ پہنچ گئی اور میں نے اپنے کپڑے بھی اُتار دیئے تو وہ میرے پاس آیا اور اُس نے کہا پہلے اس سے کہ میں اپنے اُوپر پانی بہاؤں کہ مَیں نے تجھ سے مراجعت کرلی تو عمرؓ نے کہا عبداللہؓ بن مسعود سے کہ اس بارے میں بولو۔ تو اُنھوں نے کہا کہ اے امیرالمومنین میری اس کے بارے میں یہ رائے ہے کہ اس سے رجعت کا اس کو حقدار قرار دیا جائے کیونکہ یہ عورت حائضہ ہے جب تک اُس پر نماز حلال نہ ہوجائے تو عمرؓ نے کہا اور میری بھی یہی رائے ہے تو اُس کو شوہر پر واپس کردیا۔ اور (ابن مسعودؓ کے حق میں) فرمایا کہ ایک برتن علم سے بھرا ہوا ہے۔ ابو حنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے کہ ابو کنف نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی پھر غائب ہوگیا پھر اُس نے اس سے رجعت پر گواہ بنائے اور اُس عورت کو یہ اطلاع نہیں پہنچائی یہاں تک کہ اُس نے نکاح کرلیا۔ پھر وہ ایسے وقت پر آیا جب کہ وہ اس کے لئے تیار کردی گئی تھی کہ اپنے شوہر کے ساتھ شب باش ہو تو وہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا اور ان سے اس بات کا ذکر کیا تو اُنھوں نے اپنے عامل کو لکھا کہ اگر تم اس عورت کو اس حال میں پاؤ کہ اُس کا شوہر اُسکے پاس

؎ یعنی آقا کا جاریہ کو بیع کرنا اُس کے حق میں طلاق نہ ہوگا بلکہ اُس کا نکاح جیسا پہلے تھا اسی طرح باقی رہے گا ۱۲

بہا فہو أحق (الاول ۱۲) بہا و ان وجد تہا قد دخل بہا فہی امرأتہ (الثانی ۱۲) قال فوجدہا لیلۃ البناء فوقع علیہا (ای زوج ثانی زن را در شب زفاف یافت پس صحبت نمود ۱۲) و غدا الی عامل عمر فاخبر فعلم انہ جاء بامر بیّن و بہذا الاسناد عن علی بن ابی طالب انہ کان یقول اذا طلّق الرّجل امرأتہ ثم اشہد علی رجعتہا قبل ان یمضی عدّتہا و لم یُعلمہا ذلک حتّی انقضت عدّتہا و تزوّجت فانّہ یُفرّق بینہا و بین زوجہا الآخر و لہا الصداق بما استحلّ من فرجہا و ہی امرأۃ الاوّل تُردّ الیہ و لا یقربہا حتّی تنقضی عدّتہا من الآخر. ابو حنیفۃ عن اسماعیل بن مسلم المکی عن الحسن عن عمر بن الخطّاب انّ امرأۃ اتتہ فاخبرتہ ان زوجہا لا یصل (بجامع ۱۲) الیہا فاجّلہ حولاً فلمّا انقضی الحول و لم یصل الیہا خیّرہا فاختارت نفسہا ففرّق بینہما عمر و جعلہا تطلیقۃ بائنۃ. ابو بکر عن ابی قلابۃ عن عمر اذا اعتقت الامۃ فلہا الخیار

نہ گیا ہو تو اُس کا پہلا شوہر زیادہ حقدار ہے اور اگر اس حال میں پاؤ کہ وہ اس کے پاس جا چکا ہے تو پھر وہ اُسی کی بیوی ہے۔ کہا (راوی نے) کہ پھر شوہر نے اس کو شب باشی کی رات میں پالیا اور اس سے مقاربت کرلی اور صبح کو عمرؓ کے عامل کے پاس جاکر اس کی خبر دیدی اور عامل کو یہ علم ہوگیا کہ وہ ایک واضح بات لیکر آیا ہے (جس پر ثبوت طلب کرنے کی حاجت نہیں) اور اسی اسناد سے مروی ہے علیؓ بن ابی طالب سے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیدے پھر اُس سے رجعت پر اُس کی عدّت گزرنے سے پہلے گواہ بنالے اور اُس نے عورت کو اطلاع نہ کی ہو یہاں تک کہ اس کی عدّت بھی پوری ہوگئی اور اُس نے (کسی سے) نکاح کرلیا تو اس صورت میں اُس عورت اور دوسرے شوہر کے درمیان تفریق کرائی جائے گی اور اُس کو (اس دوسرے شوہر سے) مہر کا حق ہے اس وجہ سے کہ اس کی فرج کو اپنے اُوپر حلال کیا اور یہ بیوی ہوگی پہلے شوہر کی اُسی کی طرف لوٹائی جائے گی اور وہ اُس سے جب تک دوسرے سے الگ ہونے کی عدّت پوری نہ کرلے گی مقاربت نہ کرے۔ ابو حنیفہؒ اسمٰعیل بن مسلم المکی سے وہ حسنؒ سے وہ عمرؓ بن الخطاب سے کہ ایک عورت نے اُن کے پاس آکر یہ بیان کیا کہ اُس کا شوہر اُس سے نہیں ملتا (یعنی جماع نہیں کرتا)، تو اُنھوں نے شوہر کو ایک سال کی مہلت دی تو جب سال گزر گیا اور وہ اس سے نہ ملا تو عمرؓ نے عورت کو اختیار دیدیا تو اس نے اُس سے جُدا ہونا پسند کیا تو آپ نے دونوں میں تفریق کردی اور اس کو طلاق بائن قرار دیا۔ ابو بکر ابو قلابہ سے، وہ عمرؓ سے کہ فرمایا کہ جب لونڈی آزاد کردی جائے تو اس کو اختیار ہے جبتک

مالم يطأها ابوبكر عن سعيد بن المسيّب ان ابابكر وعمر كانا يكرهان العزل ويامران الناس بالغسل منه ابوبكر عن مكحول قلت للزهرے اما علمت عمر حتے انقضى اجله وابن مسعود بالعراق حتے انقضى اجله وعثمان ابن عفّان كانوا يستبرؤن الامة بحيضة حتے كان معاوية فكان يقول حيضتان فقال الزّهرے وانا ازيدك عبادة بن الصّامت ابوبكر عن عبيد الله بن عبد الله بن عمر باع عبد الرحمٰن بن عوف جارية له كان يقع عليها قبل ان يستبرء بها فظهر بها حمل عند الذے اشتراها فخاصم الى عمر فقال عمر كنت تقع عليها قال نعم قال فبعتها قبل ان تستبرء بها قال نعم قال ماكنت لذلك بخليق فدعا القافة فنظروا له فالحقوه به ابوبكر عن ابراهيم عن عمر قال المتلاعنان يفرق

اس سے وطی نہ کیجائے۔[ع] ابوبکر سعید بن المسیّب سے کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ دونوں عزل[ع] کو بُرا سمجھتے تھے اور لوگوں کو اس سے غسل کا حکم دیتے تھے۔ ابوبکر مکحول سے کہ مَیں نے زہری سے کہا کہ کیا تم جانتے ہو کہ عمرؓ اپنی مَوت کے وقت تک اور ابن مسعودؓ عراق میں اپنی مَوت کے وقت تک اور عثمانؓ بن عفان سب باندی سے ایک حیض کے ساتھ استبرا[س] کرتے تھے یہاں تک کہ معاویہؓ کا دَور آیا تو وہ دو حیض کہا کرتے تھے تو زہری نے کہا کہ اور میں تمھارے بیان پر عبادہؓ بن الصامت کا اضافہ کرتا ہوں۔ ابوبکر عُبَید اللہ بن عبداللہ بن عمرؓ سے کہ فروخت کیا عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے اپنی ایک ایسی باندی کو جس سے مقاربت کیا کرتے تھے قبل اس کے کہ اس کا استبرا کریں تو خریدار کے پاس جانے کے بعد اُس کا حمل ظاہر ہوگیا تو وہ عمرؓ کے پاس دعویدار ہوا۔ عمرؓ نے (عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے) پوچھا کہ کیا تم اس سے جماع کیا کرتے تھے؟ اُنھوں نے کہا کہ ہاں! فرمایا کہ پھر تم نے اُس کو بیچ دیا قبل اس کے کہ اس کا استبرا کرو۔ انھوں نے کہا کہ ہاں تو۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو ایسا کرنا زیبا نہ تھا۔ پھر قیافہ شناسوں کو بُلایا تو اُنھوں نے اس پر غور کیا پھر اُس کو عبدالرحمٰنؓ ہی کا قرار دیا۔ ابوبکر ابراہیم سے وہ عمرؓ سے فرمایا کہ لعان[للع] کرنے والے مرد و عورت

حضرت عمرؓ [illegible]

[ع] اس ارشاد کا محل یہ ہے کہ اگر اپنی باندی کا کسی غلام سے نکاح کر دیا تھا تو آزاد ہونے کے بعد اس کو فسخ نکاح کا اختیار اس صورت میں ہے کہ اس نے اس سے جماع نہ کیا ہو ۱۲ مترجم [ع] عزل یہ ہے کہ انزال سے پہلے ہی عورت سے جُدا ہوجائے ۱۲ مترجم [س] یہ اندازہ کرنا کہ اس کو حمل تو نہیں ہے استبرا ہے جس کی تصدیق ایک باندی کے لئے مذکورہ اکابر ایک حیض سے کرتے تھے اور معاویہؓ دو حیض سے ۱۲ مترجم [للع] جب کوئی اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے یا جو لڑکا پیدا ہو اس کو کہے کہ یہ میرا نہیں ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ عورت قاضی اور شرعی حاکم کے سامنے استغاثہ کرے۔ تو حاکم دونو سے قسم لے۔ پہلے شوہر سے قسم لیجائیگی اس طرح کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ جو تہمت مَیں نے اس پر لگائی ہے اس میں سچا ہوں چار دفعہ اسی طرح کہکر پانچویں دفعہ کہے کہ اگر مَیں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت۔ پھر عورت چار دفعہ یہ کہے کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ اس نے جو تہمت مجھ پر لگائی ہے یہ اس میں جھوٹا ہے۔ پانچویں بار یہ کہے کہ اگر اس تہمت لگانے میں یہ سچّا ہو تو مجھ پر خدا کا غضب پڑے۔ اس قسما قسمی کو شرع میں لعان کہتے ہیں۔ حاکم دونوں میں جُدائی کر دے گا اور طلاق بائن پڑجائیگی۔ لڑکا ماں کے حوالے کر دیا جائے گا باپ کا نہ کہا جائے گا ۱۲ مترجم

بینھما و لا یجتمعان ابدًا ۔ ابو بکر عن الحسن
لما فتحت تستر اصاب ابو موسیٰ سبایا
فکتب الیه عمر لا یقع احدٌ علی امرأۃٍ
حتی تضع و لا تشرکوا المشرکین فی
اولادھم فانّ الماء نماء الولد ۔ ابو بکر
عن قبیصۃ بن ذؤیب قال
عمر حصّنوھن او لا تحصّنوھن لا تلد
امرأۃٌ علی فراش احدکم الّا
الحقته به یعنی السراری ۔ ابو بکر
عن الشعبی عن عمر اذا اقرّ بولدٍ مرّۃً
واحدۃً فلیس له ان ینفیه ۔ ابو بکر
عن سلیمان بن یسار ان عمر بن
الخطاب رُفع الیه خصیٌّ تزوّج امرأۃً
ولم یُعلمھا ففرّق بینھما ابو بکر عن
ھشام بن عروۃ ان امرأۃً سألت
ابنھا ان یزوّجھا فکرہ ذلک و
ذھب الی عمر فقال له عمر
زوّجھا فو الذی نفس عمر بیدہ
لو انّ حنتمۃ بنت ھشام یعنی عمر
اُمّه نفسه سألتنی ان ازوّجھا
لزوّجتھا فزوّج الرجل اُمّه
ابو بکر عن حارثۃ بن مضرب قال
عمر استعینوا علی النساء بالعرای
ان احداھن اذا کثرت ثیابھا و
حسنت زینتھا

کے درمیان تفریق کردی جاتے وہ دونوں کبھی جمع نہ ہوں گے۔ ابو بکر
حسن سے، کہ جب تستر فتح ہوگیا تو بہت سے قیدی ابو موسیٰؓ کے
ہاتھ آئے تو اُن کو عمرؓ نے لکھا کہ کوئی شخص کسی قیدی عورت سے ہمبستر نہ ہو
جبتک کہ اس کا وضع حمل نہ ہو جائے اور تم مشرکین کے ساتھ اُن کی
اولاد میں شرکت نہ کرنا کہ آب منی بچے میں نشو و نما اور
بڑھوتری کا سبب ہوتا ہے۔ ابو بکر قبیصہ بن ذؤیب سے کہ عمرؓ
نے فرمایا کہ تم اُن کی پاکدامنی کا بچاؤ کرو یا نہ کرو کوئی بھی عورت
تم میں سے کسی کے فرش پر بچہ نہ جنے گی مگر میں اس کو اُسی
شخص کا قرار دوں گا (عورت سے) عمرؓ کی مراد اُن باندیوں سے
تھی جو جماع کے لئے مخصوص کرلی جاتی ہیں۔ ابو بکر شعبی سے
وہ عمرؓ سے کہ جب کوئی ایک مرتبہ کسی لڑکے کے بارے میں اقرار
کرلے تو اس کو یہ اختیار نہیں کہ اُس کی نفی کرے۔ ابو بکر سلیمان
ابن یسار سے کہ عمرؓ بن الخطاب کے سامنے ایک خصی پیش
کیا گیا جس نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کو اپنا حال نہ
بتایا تھا تو آپ نے دونوں میں تفریق کرادی۔ ابو بکر ہشام
ابن عروہ سے کہ ایک عورت نے اپنے بیٹے سے سوال کیا کہ وہ
اُس کا نکاح کرائے تو اس کو یہ بات ناگوار گزری اور وہ عمرؓ
کی طرف گیا تو اُس سے عمرؓ نے کہا کہ اُس کا نکاح کرا!
قسم ہے اُس ذات کی جسکے ہاتھ میں عمرؓ کی جان ہے اگر حنتمہ
بنت ہشام، یہ عمرؓ نے اپنی والدہ کا نام لیا، مجھ سے سوال
کرتی کہ میں اُس کا نکاح کراؤں تو ضرور کرا دیتا۔ تو اُس شخص نے
اپنی ماں کا نکاح کرادیا۔ ابو بکر حارثہ بن مضرب سے کہ عمرؓ نے
فرمایا کہ عورتوں کی ستر پوشی (یعنی بقدر ضرورت لباس) پر
ان کی اعانت کرو (مگر اس میں زیادتی نہ کرو) جب اُن میں
سے کسی کے پاس بہت کپڑے ہوجاتے ہیں اور سامانِ زینت وافر

اعجبہا الخروج ۔ ابو بکر عن انس کان عمر
اذا اتے رجل قد طلق امراتہ ثلثاً فے
مجلس اوجعہ ضرباً و فرق بینہما ابوبکر
عن زید بن وہب ان رجلاً بطالاً کان
بالمدینۃ طلق امراتہ الفا فرجع الے
عمر فقال کنت العب (بازی میکردم) فعلا عمر
راسہ بالدرۃ و فرق بینہما ابوبکر عن
عمرو بن شعیب وجدنا فے کتاب
عبداللہ بن عمرو عن عمر اذا عبث المجنون (بازی کند)
بامراتہ طلق علیہ ولیہ ابوبکر عن
عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ
کتبت الے عمر فے رجل مجنون یخاف
ان یقتل امراتہ فکتب الی ان
اجلہ سنۃ یتداوے ابوبکر عن ابی لبید
ان عمر اجاز طلاق السکران بشہادۃ
نسوۃ ابوبکر عن عطاء اتے ابن مسعود
... رجل قال لامراتہ حبلک علی
غاربک (رسن تو بر دوش تو) فکتب ابن مسعود الے عمر فکتب
عمر مرہ فلیوافنی (امر کن اورا کہ نزد من بیاید) بالموسم فوافاہ
بالموسم فارسل الے علی
فقال لہ علی انشدک باللہ
ما نویت قال امراتے ففرق
بینہما ابوبکر عن الاوزاعے ان عمر
ابن الخطاب لم یرہ شیئاً یعنے
طلاق المکرہ ۔ ابوبکر عن عمرو

ہو جاتا ہے تو باہر نکلنا اُسے اچھا لگتا ہے... ابوبکر انس رضؓ سے، جب کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دیتا اور حضرت عمرؓ کے پاس آتا تو وہ اس کو خوب پیٹتے اور دونوں کے درمیان تفریق کر دیتے تھے۔ ابوبکر زید بن وہب سے کہ مدینہ میں ایک مسخرہ شخص تھا اُس نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دیں پھر وہ عمرؓ کی طرف آیا اور کہا کہ میں تو مذاق کر رہا تھا تو عمرؓ نے اس کے درہ مارا اور دونوں میں تفریق کر دی۔ ابوبکر عمرو بن شعیب سے، ہم نے عبداللہ بن عمرو کے ایک مکتوب میں دیکھا کہ عمرؓ سے مروی ہے کہ جب مجنون اپنی بیوی کے ساتھ ناشائستہ حرکات کرنے لگے تو اُس کا ولی اس کو طلاق دیدے۔ ابوبکر عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے اور وہ اُن کے دادا سے کہ میں نے عمرؓ کو ایک مجنون کے بارے میں لکھا جس سے یہ اندیشہ تھا کہ وہ اپنی بیوی کو قتل کر دے گا تو مجھے لکھا کہ اس کو ایک سال کی مُہلت دو کہ وہ علاج کرالے۔ ابوبکر ابی لبید سے کہ عمرؓ نے مدہوش آدمی کی طلاق کو عورتوں کی شہادت پر نافذ کیا۔ ابوبکر عطاء سے کہ ابن مسعودؓ کے سامنے ایک شخص کا معاملہ پیش ہوا جس نے اپنی بیوی سے کہا تھا کہ حبلک علی غاربک (تیری رسّی تیرے کندھے پر ہے) تو ابن مسعودؓ نے عمرؓ کو لکھا۔ عمرؓ نے لکھا کہ اس کو حکم دو کہ موسم پر (یعنی زمانۂ حج میں) مجھ سے ملے تو وہ موسم (حج) پر آپ سے ملا۔ آپ نے اس کو علیؓ کے پاس بھیجدیا تو اس سے علیؓ نے کہا کہ میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ تو نے کیا نیت کی تھی؟ تو اُس نے کہا کہ اپنی بیوی کی۔ تو علیؓ نے دونوں میں تفریق کر دی۔ ابوبکر اوزاعی سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے اس کو کوئی چیز نہیں خیال کیا یعنی طلاق مکرہ کو (یعنی جس کو طلاق پر مجبور کیا گیا) ابوبکر عمرو

ابن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان رجلاً تزوج امرأۃً علی خالتھا فضربہ عمر و فرق بینھما آبوبکر ان غلاماً فجر بجاریۃ فظھر بالجاریۃ حمل فرفع الی عمر بن الخطاب فاعترفا فجلدھما و حرص ان یجمع بینھما فأبی الغلام آبوبکر عن عاصم بن عمر و خرج ناس من اھل العراق فلما قدموا علی عمر قال من انتم قالوا من اھل العراق قال فباذن جئتم قالوا نعم فسألوا عما یحل للرجل من امرأتہ و ھی حائض فقال سألتمونی عن خصال ما سألنی عنھن احد بعد ان سألت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال اما للرجل من امرأتہ و ھی حائض فلہ ما فوق الازار آبوبکر عن الحسن قال عمر لا رضاع بعد الفصال آبوبکر عن ابن عمر قال عمر لو تقدمت فیھا لرجمت یعنی المتعۃ آبوبکر عن سعید بن المسیب انہ قال رحم اللہ عمر لولا انہ نھی عن المتعۃ صار الزنا جھاراً آبوبکر عن قبیصۃ بن جابر عن عمر قال لا اوتی

ابن شعیب سے وہ اپنے باپ سے اور وہ اُن کے دادا سے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اُس کی خالہ پر (یعنی بیوی کی بھانجی سے) تو اُس کو عمرؓ نے مارا اور دونوں میں تفریق کردی۔ آبوبکر کہ ایک غلام نے بدکاری کی ایک لونڈی سے تو لونڈی کا حمل ظاہر ہوگیا پھر یہ معاملہ عمرؓ بن الخطاب کے سامنے پیش ہوا تو دونوں نے اقرار کرلیا پھر آپ نے دونوں کے کوڑے لگوائے اور رغبت دلوائی کہ دونوں کو جمع کردیں (یعنی دونوں کا نکاح کردیں) تو غلام نے انکار کردیا۔ آبوبکر عاصم بن عمرؓ سے۔۔۔ کچھ لوگوں نے عراق والوں میں سے سفر کیا جب وہ عمرؓ سے ملے تو اُنھوں نے کہا کہ تم کون ہو؟ اُنھوں نے کہا کہ اہل عراق میں سے ہیں۔ فرمایا کیا تم اجازت کے ساتھ آئے ہو (یعنی ہم سے ملنے کی اجازت لے چکے ہو؟) اُنھوں نے کہا ہاں! پھر اُنھوں نے اس بارے میں سوال کیا کہ ایک مرد کے لئے اپنی عورت سے جب کہ وہ حائضہ ہو کس حد تک متمتع ہونا حلال ہے تو فرمایا کہ تم نے مجھ سے ایسی باتوں میں سے ایک کا سوال کیا کہ ان کے بارے میں جب سے مَیں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا اب تک کسی نے مجھ سے سوال نہیں کیا۔ پھر فرمایا ایک مرد کے لئے اپنی عورت سے جب کہ وہ حائضہ ہو ازار (لنگی، پاجامہ وغیرہ) سے اُوپر حلال ہے۔ آبوبکر حسن سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ دُودھ چھڑانے کے بعد رضاعت (معتبر) نہیں (یعنی اس سے رشتہ حرام نہیں ہوتا)۔ آبوبکر ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میرے سامنے یہ معاملہ آیا تو میں سنگسار کردوں گا۔ آپ کی مُراد مُتعہ تھا۔ آبوبکر سعید بن المسیب سے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ عمرؓ پر اللہ رحمت نازل کرے اگر وہ مُتعہ سے نہ روکتے تو کُھلم کُھلا زنا ہونے لگتا۔ آبوبکر قبیصہ ابن جابرؓ سے وہ عمرؓ سے فرمایا کہ میرے پاس نہیں لایا جائیگا

بمحلِّلٍ او محلَّلٍ لہٗ اِلاّ رجمتُہما ابو بکر عن سعید بن المسیّب انّ عمر استشارَ علیّ بن ابی طالب و زیدَ بن ثابت قال زید قد حلّت و قالَ علیؓ اربعۃ اشہرٍ و عشرًا قالَ زید ارایتَ ان کانت نُسَیْئًا قالَ علیؓ فآخر الاجلین قالَ عمر لو وَضعَتْ ذابطنہا و زوجہا علٰی نعشہٖ لم یُدْخَلْ حفرتہٗ لکانت قد حلّت ابو بکر عن سالم سمعتُ رجلاً من الانصار یحدّثُ ابن عمر یقول سمعتُ اباکَ یقولُ لو وَضعتِ المتوفّٰی عنہا زوجہا ذابطنہا و ہو علی السّریر فقد حلّتْ ابو بکر عن معاویۃ بن قرۃ عن ابیہ قال عمر ما استفادَ رجلٌ او قال عبد بعد ایمانٍ باللّٰہ خیرًا من امرأۃٍ حسنۃِ الخلق وَدُودٍ وَلُودٍ و ما استفادَ رجلٌ بعد الکفر باللّٰہ شرًّا من امرأۃ سیّئۃِ الخلق حدیدۃ اللّسان ثم قالَ اِنّ منہنّ غُنمًا لا یُجدٰی منہ و انّ منہنّ غُلاً لا یُفدٰی منہ ابو بکر انّ رجلاً من بنی تیم اللّٰہ کانَ جمعَ بین اُختین فی الجاہلیّۃ فلمّا یُفرّقْ بین واحدۃٍ منہما حتّی کان فی خلافۃ عمر

کوئی حلالہ کرنے والا یا جس کے لئے حلالہ کیا گیا مگر میں دونوں کو سنگسار کردوں گا۔ ابو بکر سعید بن المسیب سے، کہ عمرؓ نے مشورہ کیا علیؓ بن ابی طالب اور زید بن ثابتؓ سے[1]، زیدؓ نے کہا کہ حلال ہوگئی مگر علیؓ نے کہا کہ چار مہینے اور دس دن۔ زیدؓ نے کہا کہ اگر عورت پر دن چڑھ رہے ہوں تو[2]، علیؓ نے کہا کہ پھر دونوں (محتمل) مدتوں میں سے آخری مدت۔ عمرؓ نے کہا کہ اگر اس عورت کا وضع حمل ہو جائے اور اس کے شوہر کی لاش ابھی رکھی ہو اور قبر میں داخل بھی نہ کی گئی ہو تو وہ یقینًا حلال ہو چکی ہے۔ ابو بکر سالم سے کہ میں نے انصار میں کے ایک شخص سے سُنا جو ابن عمرؓ سے بات کرتا ہوا کہہ رہا تھا کہ میں نے تمہارے باپ سے سُنا کہ فرماتے تھے کہ اگر بعد وفات چھوڑ جانے والے کی بیوی کا وضع حمل ہو جائے اور وہ ابھی تخت پر ہے (یعنی دفن نہیں ہوا) تو وہ حلال ہوگئی۔ ابو بکر معاویہ بن قرہ سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ نہیں کمایا کسی شخص نے یا کہا کہ کسی بندہ نے ایمان باللہ (کی سب سے بڑی خیر) کے بعد کسی چیز کو جو بہتر ہو ایسی عورت سے جو اچھی عادت والی محبت کرنے والی بچے جننے والی ہو اور نہیں کمایا کسی شخص نے کفر باللہ کے بعد (جو سب سے بڑا شر ہے) کسی شے کو جو بدتر ہو ایسی عورت سے جو بدخلق ہو، تیز زبان ہو، پھر فرمایا کہ بیشک ان میں سے بعض تو بڑی غنیمت ہوتی ہیں کہ کوئی عطا ان کا معاوضہ نہیں ہو سکتی اور بعض اُن میں سے گلے کا طوق ہیں کہ کسی فدیہ سے اُن سے چھٹکارا نہیں ملتا۔ ابو بکر کہ بنی تیم اللہ کا ایک شخص تھا جس نے جاہلیت کے زمانے میں دو بہنوں کو جمع کر لیا تھا تو جب اس نے ان میں سے کسی کو جدا نہ کیا یہاں تک کہ وہ خلافت عمرؓ میں بھی (اسی حال پر) رہا

[1] یعنی ایسی عورت کی مدت کے بارے میں جسکے [illegible] حیض آنے میں تاخیر ہو اور وہ حاملہ ہو اور چار ماہ دس دن گزرنے کے بعد ولادت ہو ۱۲

وانہ رُفِعَ شانُہٗ الیٰ عمر فارسل الیہ عُمرُ فقالَ اختَرْ احدٰہما واللّٰہِ لئن قَرُبْتَ الاُخرٰی لاَضْرِبَنَّ رَاْسَکَ آبو بکر عن مسروق جآء رجل الیٰ عمر فقالَ لِنّی جَعَلْتُ اَمْرَ اِمرَأتِی بیدہا فطلَّقتْ نفسَہا ثلٰثاً فقال عُمر لعبدِ اللّٰہ ما تقول فقالَ عبداللّٰہ واحدۃٌ وہوَاَملک بہا فقال عمر و انا ایضًا اَرٰی ذٰلک آبو بکر عن علقمۃ عن عبداللّٰہ اَنّ رجلاً جعلَ اَمْرَ امرَأتہٖ بیدہا فطلَّقتْ نفسَہا ثلٰثاً قالَ ہِیَ واحدۃٌ ثُمّ لقِیَ عُمَرَ فقالَ نِعْمَ ما رَاَیتَ آبو بکر عن زاذان کُنّا جلوسًا عند علیٍّ فسُئِلَ عن الخیار فقال سألنی عنہا امیرالمؤمنین عمر فقلتُ اِن اختارَت نفسَہا فواحدۃٌ بائنۃٌ و اِن اختارت زوجَہا فواحدۃٌ و ہو احقُّ بہا فقالَ لیسَ کما قلتَ اِن اختارتْ زوجہا

اور اس کے حال کو عمرؓ سے بیان کیا گیا تو عمرؓ نے اس کو یہ پیغام بھیجا کہ ان دونوں میں سے ایک کو اختیار کر واللّٰہ اگر دوسری تیرے پاس آئی تو میں تیرا سر پیٹ دوں گا۔ آبو بکر مسروق سے کہ ایک شخص نے عمرؓ سے آکر کہا کہ مَیں نے اپنی بیوی کا معاملہ اُس کے اختیار میں دیدیا تھا تو اُس نے اپنی ذات کو تین طلاقیں دیدیں تو عمرؓ نے عبداللّٰہؓ (ابن عباسؓ) سے کہا کہ تم کیا کہتے ہو؟ تو عبداللّٰہؓ نے کہا کہ ایک (پڑی) اور اسی کا اُس نے اُس کو اختیار دیا تھا تو عمرؓ نے کہا اور میں بھی یہی رائے رکھتا ہوں۔ آبو بکر علقمہ سے وہ عبداللّٰہؓ سے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کا معاملہ اُسی کے اختیار میں دیدیا تو اس نے اپنی ذات کو تین طلاق دیدی تو اُس نے کہا کہ یہ ایک ہی ہے پھر وہ عمرؓ سے ملا تو انھوں نے فرمایا کہ تو نے جو رائے قائم کی وہ ٹھیک ہے۔ آبو بکر زاذان سے کہ ہم علیؓ کے پاس بیٹھے تھے تو اُن سے سوال کیا گیا اختیار[ع۵] کے بارے میں تو اُنھوں نے کہا کہ مجھ سے یہ سوال کیا تھا امیرالمؤمنین عمرؓ نے تو میں نے کہا کہ اگر اُس نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو ایک طلاق بائنہ اور اگر اس نے اپنے شوہر کو اختیار کیا تو ایک (طلاق رجعی) اور وہ اُس سے رجعت کا حقدار ہے تو عمرؓ نے کہا جواب وہ نہیں جو تم نے کہا۔ اگر اُس نے اختیار کیا اپنے شوہر کو

ع۵ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں خیار کی ایک خاص صورت پر کلام ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ انت طالق البتۃ۔ ان شئتِ اس صورت میں علی رضی اللّٰہ عنہ نے جب کہ عورت نے اپنے نفس کو اختیار کیا یعنی شوہر سے جُدا ہونے کا فیصلہ کیا تو لفظ کنایہ "البتۃ" کے اعتبار سے جب کہ اس سے معنی طلاق مراد ہونے پر لفظ طالقٌ دلالت کر رہا ہے طلاق بائنہ کا فیصلہ تجویز کیا اور شوہر ...... کو اختیار کرنے کی صورت میں طلاق رجعی کا اس لئے کہ ان کی نظر میں خیار کا تعلق صرف البتۃ سے ہے اور طلاق کی صراحت کلام میں موجود ہے۔ حضرت عمر رضی اللّٰہ عنہ کی نظر میں خیار کا تعلق صرف ایک جز البتۃ سے نہیں ہے۔ ان کے نزدیک طلاق کے نفاذ میں انت طالقٌ اصل ہے۔ البتۃ صرف اس کی توثیق کے لئے ہے اس لفظ سے بولنے والے کی نیت دوسری تیسری طلاق کی نہیں تھی اس لئے خیار کا تعلق صرف انت طالقٌ سے ہے تو اگر عورت الگ ہونے کو اختیار کرے گی تو اس پر ایک طلاق رجعی واقع ہو گی۔ اگر شوہر کے ساتھ رہنا اختیار کرے گی تو کوئی طلاق نہ پڑے گی نہ بائنہ اور نہ رجعی۔ اور زید بن ثابت نے جدائی کی صورت میں لفظ البتۃ سے بائن ہونے کا اور لفظ طالق سے اس پر ایک طلاق بڑھا کر تین طلاق کی رائے دی اور شوہر کے ساتھ رہنے کی صورت میں خیار کا تعلق صرف انت طالقٌ سے رکھا اس لئے البتۃ کے پیش نظر ایک طلاق بائن کا حکم لگایا واللّٰہ اعلم ۱۲ اشتیاق احمد عفی اللّٰہ عنہ

فلا شیئ وان اختارت نفسها فواحدة
و هو احق بها فلم اجد بدا من
متابعة امیر المؤمنین فلما ولیت
و اتیت فی الفروج رجعت الی
ما کنت اعرف فقیل له رأیکما فی
الجماعة احب الینا من رأیک فی
الفرقة فضحک علی و قال اما انه
ارسل الی زید بن ثابت فسأله
فقال ان اختارت نفسها فثلاث
و ان اختارت زوجها فواحدة
بائنة ابو حنیفة عن حماد عن
ابراهیم ان عروة بن المغیرة
ابتلی بها و هو امیر الکوفة فارسل
الی شریح و قال قل فی
رجل قال لامرأته انت طالق
البتة فقال قال فیها عمر واحدة و هو
املک بها و قال علی بن ابی
طالب هی ثلاث قال قل فیها
انت قال قد قالا فیها قال اعزم
علیک الا قلت فیها قال شریح اری
قوله انت طالق طلاقا قد خرج و
اری قوله البتة بدعة اتقف
عند بدعته فان نوی ثلاثا
فثلاث وان نوی واحدة
فواحدة بائن و هو خاطب

تو کوئی شے نہیں۔ اگر اپنے نفس کو اختیار کیا تو ایک طلاق واقع ہوگی اور وہ اس سے رجوع کا حقدار ہے۔ اسکے بعد میرے لئے امیر المؤمنین کی متابعت کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ پھر جب میں خود صاحب اختیار ہو گیا اور مدت کے بعد فروج کے قضایا پر غور کیا تو میں نے پھر اپنی اُسی رائے کی طرف رجوع کیا جو میں رکھتا تھا۔ اس پر اُن سے کہا گیا کہ ہم کو تم دونوں کی وہ رائے پسند ہے جس کا انجام جمع ہو جاتا ہے بہ نسبت آپ کی اس رائے کے جو تفریق کا سبب ہے تو علیؓ ہنسے اور فرمایا کہ سن لو انھوں نے (یعنی عمرؓ نے) زید بن ثابتؓ کو بھی بلایا اور اُن سے پوچھا تھا تو انھوں نے یہ کہا تھا کہ اگر اس نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو تین طلاق اور اگر اپنے شوہر کو اختیار کیا تو ایک طلاق بائنہ۔ ابو حنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے کہ عروہ بن المغیرہ اس میں مبتلا ہو گئے جب کہ وہ کوفہ کے امیر تھے تو انھوں نے قاضی شریح کو بلایا اور کہا کہ ایسے شخص کے بارے میں بتایئے جس نے اپنی بیوی کو کہدیا انتِ طالق البتۃ تو انھوں نے کہا کہ اس کے بارے میں عمرؓ نے کہا کہ ایک طلاق پڑے گی اور وہ اس سے رجعت کا مالک ہے اور علیؓ بن ابی طالب نے کہا کہ یہ تین طلاق ہیں۔ عروہ نے کہا کہ اس کے بارے میں آپ کہئے۔ تو انھوں نے کہا وہ دونوں اس میں کہہ چکے ہیں۔ عروہ نے کہا کہ میرا منشا تو آپ سے یہ ہے کہ آپ خود اپنی رائے بیان کریں۔ تو شریح نے کہا میری رائے تو یہ ہے کہ اس کا قول انتِ طالق نکل چکا اور اس کے قول البتۃ کو میں سمجھتا ہوں کہ ایک اضافہ ہے۔ اس اضافہ پر ہم توقف کریں گے اگر اس نے نیت کی ہے تین کی تو تین کا حکم دیا جائے اور اگر اس نے ایک کی نیت کی تو ایک بائن طلاق ہوگی اور وہ (رجوع کرنے کا مالک نہ ہوگا) خاطب (یعنی رشتہ بھیجنے والا) ہوگا

۲۸/۱

ابو بکر عن عمر و عبد اللہ انہما قالا امرک
بیدک و اختاری سواء ابو بکر عن عمرو
ابن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان عمر
ابن الخطاب و عثمان بن عفان قالا ایما
رجل ملّک امرأتہ امرہا و خیّرہا فافترق
من ذلک المجلس فلم تحدث فیہ
شیئاً فامرہا الی زوجہا ابو بکر عن المطلب
ابن حنطب عن عمر انہ جعل البتۃ
تطلیقۃً و زوجہا املک بہا ابو بکر عن
حمید بن ہلال و غیرہ عن عمر نحواً
من ذلک ابو بکر عن ابراہیم عن
عمر و عبد اللہ قالا فی الخلیۃ تطلیقۃٌ
و ہو املک برجعتہا ابو بکر عن ابراہیم عن
عمر و عبد اللہ فی البریّۃ قالا تطلیقۃٌ
و ہو املک بہا ابو بکر عن ابراہیم عن
عمر و عبد اللہ فی البائن تطلیقۃٌ و ہو
املک برجعتہا ابو بکر عن المنہال عن
عمر فی رجل طلّق امرأتہ تطلیقتین ثم
قال انتِ علیّ حرامٌ فقال عمر ماہی
بِاَہْوَنِہِنّ ابو بکر عن الضحاک ان ابا بکر و
(التحریم بہذہ الکلمۃ)
عمر و ابن مسعود قالوا من قال لامرأتہ ہی علیّ
حرامٌ فلیست علیہ بحرامٍ و علیہ کفارۃُ
یمینٍ ابو بکر عن الحسن قالت امرأۃٌ
لزوجہا اراحنی اللہُ منک او
نحواً من ہذا

(عورت منظور کرے یا رد کرے)۔ ابو بکر عمرؓ سے اور عبد اللہؓ سے کہ
ان دونوں نے کہا کہ امرک بیدک (تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے)
اور اختاری (تو صاحب اختیار ہو جا) برابر ہیں۔ ابو بکر عمرو
ابن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ اُن کے دادا سے کہ عمرؓ بن
الخطاب اور عثمانؓ بن عفان نے کہا کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو
اُس کے امر (طلاق) کا مالک بنا دیا اور اُس کو اختیار دیدیا پھر وہ
اس مجلس سے جدا ہو گیا اور عورت نے اس کے بارے میں کوئی
بات نہ کی تو اُس عورت کا امر اُسکے شوہر کی طرف چلا جائے گا۔
ابو بکر مطلب بن حنطب سے وہ عمرؓ سے کہ انھوں نے البتۃ کو ایک
طلاق قرار دیا اور شوہر کو اس سے رجعت کا حقدار بنایا۔ ابو بکر
حُمَید بن ہلال وغیرہ سے وہ عمرؓ سے مثل اسی روایت کے۔
ابو بکر ابراہیم سے وہ عمرؓ اور عبد اللہؓ سے کہ دونوں نے کہا کہ
خلیّۃ میں ایک طلاق واقع ہو گی اور شوہر کو اُس سے رجعت
کا اختیار ہے۔ ابو بکر ابراہیم سے وہ عمرؓ اور عبد اللہؓ سے بریّۃ
کے بارے میں دونوں نے کہا کہ ایک طلاق واقع ہو گی اور اس کو
اس سے رجعت کا اختیار ہے۔ ابو بکر ابراہیم سے وہ عمرؓ اور عبد اللہ
سے کہ بائن میں ایک طلاق ہے اور وہ اسکے رجعت کا مالک ہے۔
ابو بکر منہال سے وہ عمرؓ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں جس نے
اپنی بیوی کو ۲ دو طلاقیں دیں پھر کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے۔ تو عمرؓ
نے کہا کہ یہ کلمہ اُن سے کچھ ہلکا نہیں ہے۔ ابو بکر ضحاک سے کہ
ابو بکرؓ اور عمرؓ اور ابن مسعودؓ سب نے کہا کہ جس نے اپنی بیوی سے
کہا کہ یہ مجھ پر حرام ہے تو یہ اُس پر حرام نہیں ہے اور اس پر
کفارہ قسم کا لازم ہے (بشرطیکہ اس نے طلاق کی نیت نہ کی ہو)
ابو بکر حسنؒ سے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا اراحنی اللہ
منک (اللہ تعالیٰ تجھ سے مجھے راحت دے) یا کوئی دوسرا جملہ اسی طرح کا

فقال نعم نعم فنعم فنعم فأتى عمر بن
الخطاب فذكر ذلك له فقال عمر تريد
ان احملها عنك هي بك هي بك ابو بكر
عن سالم والقاسم وعبيد الله بن عبد الله
ابن عمر قالوا قال عمر انما الطلاق بيد
من يحل له الفرج يعني ان العبد
اذا اذن له مولاه في النكاح فالطلاق
بيد العبد لا بيد المولى ابو بكر عن
يزيد بن علقمة ان رجلا من بني تغلب
يقال له عبادة بن النعمان كان
تحته امرأة من بني تميم
فاسلمت فدعاه عمر فقال اما
ان تسلم واما ان انتزعها منك
فابى ان يسلم فنزعها منه عمر
ابو بكر عن الحسن عن عمر في الرجل
له امرأة فيسئل الك امرأة فيقول
لا انه قال كذبة ابو بكر عن عمرو
ابن شعيب كان عمر وابو الدرداء
ومعاذ يقولون ترجع اليه (المرأة الزوج)
بما بقي يعني الرجل يطلق امرأته
تطليقة او تطليقتين فتزوج
ثم ترجع اليه على كم
تكون عنده ابو بكر عن ابي
هريرة عن عمر على ما (طلاقا)
بقي من الطلاق

تو شوہر نے کہا ہاں! ہاں!! ضرور!!! پھر وہ پہنچا عمرؓ بن الخطاب
کے پاس اور اُن سے اس واقعہ کا ذکر کیا (اور اس تشویش کا کہ طلاق
تو واقع نہیں ہوگئی)، تو عمرؓ نے کہا کہ تو چاہتا ہے کہ (تیرے ہاں!
ہاں!! کہنے کی تفسیر کا) تیری طرف سے میں بوجھ برداشت کروں
(تو سُن اس ہاں ہاں کا مفہوم کہ وہ یہ ہے کہ) وہ عورت ہے
تیرے ساتھ وہ عورت ہے تیرے ساتھ۔ ابو بکر سالم سے اور قاسم
اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمرؓ سے سب نے بیان کیا کہ عمرؓ نے فرمایا
کہ طلاق اسی شخص کے ہاتھ میں ہے جس کے لئے فرج حلال
ہے۔ یعنی یہ کہ غلام کو جب اُس کے آقا نے نکاح کی اجازت دیدی
تو طلاق غلام کے اختیار میں ہے آقا کے اختیار میں نہیں۔ ابو بکر
یزید بن علقمہ سے کہ بنی تغلب میں کا ایک شخص تھا جس کو عبادہ
ابن النعمان کہا جاتا تھا، اس کے تحت میں بنی تمیم کی ایک عورت
تھی۔ پھر وہ اسلام لے آئی تو اُس شخص کو عمرؓ نے بلایا اور فرمایا
(اب دو صورتیں ہیں) یا تو تُو اسلام قبول کرے اور یا یہ کہ
میں اُس کو تجھ سے کھینچ کر الگ کردوں تو اس نے اسلام قبول
کرنے سے انکار کردیا تو عمرؓ نے عورت کو اُس سے الگ کرلیا۔
ابو بکر حسنؒ سے وہ عمرؓ سے اُس شخص کے بارے میں جس کے
بیوی موجود تھی اور اس سے پوچھا گیا کہ کیا تیرے پاس بیوی
ہے اور وہ جواب دیتا ہے کہ نہیں۔ فرمایا کہ یہ تو ایک جھوٹ
ہے (اس سے طلاق نہیں پڑے گی)۔ ابو بکر عمرو بن شعیب سے
کہ عمرؓ اور ابو درداءؓ اور معاذؓ اس کے قائل ہیں کہ وہ اُس کی
طرف لوٹائی جائے گی باقی ماندہ پر یعنی کوئی شخص جو اپنی
بیوی کو ایک یا دو طلاق دیدیتا ہے پھر وہ نکاح کرلیتی ہے پھر
لوٹتی ہے اُس کی طرف تو اُس شخص کے پاس کتنی طلاق کا حق
ہوگا۔ ابو بکر ابو ہریرہؓ سے وہ عمرؓ سے باقیماندہ طلاق پر (حسب

ابوبکر عن سعید بن المسیب عن عمر قال اربع جائزۃ علی کل حال العتق والطلاق والنکاح والنذر یعنے سواء کان جادًّا او ہازلًا ابوبکر عن کثیر مولی ابن سمرۃ ان عمر اُتی بامرأۃ ناشزۃ فقال لزوجہا اخلعہا ابوبکر عن عبداللہ بن شہاب الخولانی شہدت عمر بن الخطاب اُتی فی خلع کان بین رجل و امرأتہ فاجازہ یعنے یجوز الخلع دون السلطان ابوبکر عن عبداللہ بن رباح (ای بغیر امرہ ۱۲) ان عمر قال اخلعہا بمادون عقاصہا ابوبکر عن ابراہیم قال عمر بن الخطاب لاندع کتاب ربنا و سنۃ نبینا بقول المرأۃ المطلقۃ ثلثًا لہا السکنی والنفقۃ ابوبکر عن الشعبی فی الرجل یطلق امرأتہ فجاء آخر فتزوجہا فی العدۃ قال عمر یفرق بینہما وتکمل عدتہا الاول وتستأنف من ہذا عدۃ جدیدۃ ویجعل الصداق فی بیت المال ولا یتزوجہا الثانی ابدًا ویصیر الاول خاطبًا من الخطاب ابوبکر عن ابراہیم ابن میسرۃ عن عمر قال لایقربہا حتی ینظر ابہا حمل اذ لا یعنے الامۃ اذا زوجہا مولاہا فمات الزوج

توضیح مذکور)۔ ابوبکر سعید بن المسیب سے وہ عمرؓ سے، فرمایا کہ چار چیزیں ہر حال میں نافذ ہوتی ہیں: عتق (آزادی) اور طلاق اور نکاح اور نذر یعنی برابر ہے کہ وہ شخص سنجیدگی سے کہنے والا ہے یا مسخرے پن سے۔ ابوبکر کثیر مولیٰ ابن سمرہ سے کہ عمرؓ کے پاس ایک لڑاکا عورت لائی گئی تو آپ نے اُس کے شوہر سے فرمایا کہ اس سے خلع کرلے۔ ابوبکر عبداللہ بن شہاب الخولانی سے کہ میں حاضر تھا عمرؓ بن الخطاب کے پاس جب ایک خلع کا معاملہ ایک مرد اور اس کی عورت کا اُن کے سامنے پیش کیا گیا تو انھوں نے اُس کو جائز رکھا۔ یعنی خلع جائز ہے بغیر سلطان (کے حکم) کے۔ ابوبکر عبداللہ بن رباح سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ اُس (عورت) سے خلع کرلے اس کی چوٹی کے ماسوا سے۔ ابوبکر ابراہیم سے کہ عمرؓ ابن الخطاب نے فرمایا کہ ہم ایک عورت کے کہنے سے اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبیؐ کی سنت نہیں چھوڑیں گے جس کو تین طلاق دی گئی ہیں اُس کے لئے رہنے کا گھر بھی ہے اور نفقہ بھی۔ ابوبکر شعبی سے، ایسے شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے پھر دوسرا شخص آکر اس عورت سے عدت کے زمانہ میں نکاح کرلیتا ہے تو عمرؓ نے فرمایا کہ ان دونوں کے درمیان تفریق کیجائے اور عورت اپنی پہلی عدت پوری کرے اور پھر از سر نو دوسری عدت پوری کرے اور مہر کو بیت المال میں داخل کیا جائے اور وہ دوسرا شوہر کبھی اس سے نکاح نہ کرے اور پہلا شوہر دوسرے رشتہ بھیجنے والوں میں سے ایک رشتہ بھیجنے والا ہوگا۔ ابوبکر ابراہیم بن میسرہ سے وہ عمرؓ سے فرمایا کہ وہ اُس سے قریب نہ ہو یہاں تک کہ پہلے یہ دیکھ لے کہ کیا اُس کو حمل ہے یعنی باندی سے جب کہ اُس کے آقا نے اُس کا نکاح کردیا ہو اور اُس کا شوہر مرگیا ہو۔

ع۵ مطلب یہ ہے کہ خلع کرلے اور عورت سے اُس کا تمام مال لے لے کہ بجز سر کی چوٹی کے کہ اُس کے پاس کچھ باقی نہ رہے ۱۲

ابو بکر عن سعید و الحسن قالا اجّل عمر بن الخطّاب العنین سنۃً فان استطاعہا و الّا فرق بینہما و علیہ العدّۃ ابو بکر عن سعید بن المسیّب ردّ عمر نسوۃً المتوفّٰی عنہنّ ازواجہنّ من البیداء فمنعہنّ الحجّ ابو بکر عن الحکم کان عمر و عبد اللہ یقولان لا تنتقل یعنی المتوفّٰی عنہا زوجہا الشافعی عن مالک انّہ بلغہ انہ کُتب الٰی عمر بن الخطّاب من العراق انّ رجلاً قال لامرأتہ حبلکِ علٰی غاربکِ فکتب عمر الٰی عاملہ ان مُرْہ ان یوافینی فی الموسم فبینا عمر بن الخطاب یطوف بالبیت اذ لقیہ الرجل فسلّم علیہ فقال من انت فقال انا الذی امرت ان یُجلب علیک قال انشدک بربّ ہذا البیت ہل اردت بقولک حبلکِ علٰی غاربکِ الطّلاق فقال الرّجل لو استحلفتنی (سوگند میدادی) فی غیر ہذا المکان ما صدّقتک اردت الفراق فقال عمر ہو ما اردت البیہقی عن الثوری عن حماد عن ابراہیم عن عمر ابن الخطاب انّہ کان یقول فی الخلیّۃ و البریّۃ و البتّۃ والبائنۃ واحدۃ و ہو احقّ بہا البیہقی عن الثوری عن حماد عن ابراہیم انّ عمر و ابن مسعود کانا یقولان

ابو بکر سعید اور حسن سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے عِنِّین (نامرد) کو ایک سال کی مہلت دی پھر اگر وہ قادر ہوگیا تو فبہا ورنہ دونوں میں تفریق کردی جاتے اور اس پر عدت لازم ہوگی۔ ابو بکر سعید ابن المسیب سے کہ عمرؓ نے ایسی عورتوں کو جن کے شوہروں کا انتقال ہوگیا تھا بیداء سے واپس کردیا اور اُن کو حج سے روک دیا۔ ابو بکر حکم سے کہ عمرؓ اور عبد اللہؓ کہا کرتے تھے کہ منتقل نہ ہو (کسی دوسری جگہ) یعنی جس کا شوہر مرگیا ہو۔ شافعیؒ مالکؒ سے کہ ان کو یہ روایت پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب کو عراق سے لکھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا حبلکِ علٰی غاربکِ (تیری رسّی تیرے کندھے پر) تو عمرؓ نے اپنے عامل کو لکھا کہ اُس کو حکم دو کہ وہ موسم حج میں مجھ سے آکر ملے تو اس دَوران میں کہ عمرؓ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے جب کہ وہ شخص اُن سے ملا اور اُن کو سلام کیا۔ تو اُنھوں نے پوچھا کہ تُو کون ہے؟ تو اُس نے کہا کہ میں وہی ہوں جس کے بارے میں آپ نے حکم دیا تھا.............. کہ آپ کے پاس بھیجا جاتے تو آپ نے فرمایا کہ میں تجھے اس بیت کے رب کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تو نے اپنے اس قول سے یعنی حبلکِ علٰی غاربکِ سے طلاق کی نیت کی تھی؟ تو اس شخص نے کہا کہ اگر آپ مجھے اس مکان کے علاوہ کسی دوسرے مکان میں حلف دیتے تو میں آپ سے سچ نہ کہتا، مَیں نے علیٰحدہ کرنے کی نیت ہی سے کہا تھا، تو عمرؓ نے فرمایا کہ تیری نیت ہی فیصلہ ہے۔ بیہقی ثوریؒ سے وہ حماد سے وہ ابراہیم سے کہ عمرؓ اور ابنِ مسعودؓ کہا کرتے تھے خلیۃ میں اور بریّۃ میں اور بتّۃ میں اور بائنۃ میں ایک طلاق ہے اور وہ اُس پر (رجوع کا) حق رکھتا ہے۔ بیہقی ثوری سے وہ حماد سے وہ ابراہیم سے کہ عمرؓ اور ابنِ مسعودؓ کہا کرتے تھے

اذا خيّر لها فاختارت نفسها فهي
واحدة و هو احقّ بها و ان اختارت
زوجها فلا شئ الشافعي تعليقاً و
البيهقي مسنداً روى عن عمر
ابن الخطاب انّ رجلاً تدلّٰى يأخذ
عسلاً فجاءته امرأته فوقفت على
الحبل فحلفت لتقطعنّه او
لتطلقنّي ثلٰثاً فذكر الله و الاسلام
فابت الّا ذٰلك فطلقها ثلٰثاً
فلمّا ظهر اتٰى عمر بن الخطاب
فذكر ما كان منها اليه و منه اليها
فقال ارجع الٰى امرأتك فليس
هو بطلاق البيهقي روى عن عمر
ليس الرجل بأمير على نفسه اذا
جوّعت او اوثقت او ضربت الشافعي
عن ابن المسيّب كان عمر يقول ان تربّص
اربعة اشهر فهي تطليقة و هو املك بردّها
ما دامت في عدّتها الشافعي عن عبدالله
ابن ابي يزيد عن ابيه ارسل عمر
الى شيخ من بني زهرة فسأله عن ولاد
الجاهلية فقال امّا النطفة
فمن فلان و اما الولد فهو على
فراش فلان فقال صدقت
و لكن قضى رسول الله
صلى الله عليه وسلم

جب شوہر نے بیوی کو اختیار دیدیا اور اس نے اپنے نفس کو اختیار کرلیا (آزاد ہونے پر) تو ایک طلاق ہو گی اور وہ اس پر (رجوع کا) حق رکھتا ہے۔ اور اگر اس نے اپنے شوہر کو اختیار کرلیا تو کچھ نہیں ہے۔ شافعیؒ نے تعلیقاً روایت کیا اور بیہقی نے مسنداً کہ روایت کیا گیا عمرؓ بن الخطاب سے کہ ایک شخص (کسی غار میں) لٹک کر شہد حاصل کرنے لگا تو اس کے پاس اس کی بیوی آئی اور رسّی پر (جس کے ذریعہ سے وہ غار میں لٹک رہا تھا) کھڑی ہو گئی اور قسم کھا کر کہنے لگی کہ تو مجھے تین طلاق دے ورنہ میں اس رسّی کو ضرور کاٹ دوں گی تو اس نے اللہ کا اور اسلام کا واسطہ دیا مگر وہ نہ مانی بجز اس صورت کے تو اس نے اس کو تین طلاق دیدیں۔ پھر جب وہ باہر آگیا تو وہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس پہنچا اور جو کچھ معاملہ عورت کی طرف سے اس کے ساتھ اور اس کی طرف سے عورت کے ساتھ ہوا تھا بیان کیا تو انھوں نے فرمایا کہ اپنی بیوی کے پاس لوٹ جا، یہ کوئی طلاق نہیں ہے۔ بیہقی روایت کیا گیا عمرؓ سے کہ فرمایا کہ کوئی شخص اپنی ذات پر امیر (باختیار خود) نہ ہوگا جب کہ بھوکا رکھا جائے یا باندھا جائے یا پیٹا جائے۔ شافعیؒ ابن المسیب سے کہ عمرؓ فرمایا کرتے تھے (ایلاء کے بارے میں) کہ چار ماہ (بیوی کے ساتھ ہم بستری سے) رُک جانا ایک طلاق ہے اور وہ اس کے رجوع کا اختیار رکھتا ہے جب تک عورت عدّت میں رہے۔ شافعیؒ عبداللہ بن ابی یزید سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ نے بنی زہرہ کے ایک بوڑھے کو بلا کر اس سے ناجائز اولاد کے تعینِ نسب کی بابت جاہلیت کا دستور پوچھا تو اس نے کہا کہ نطفہ تو فلاں کی طرف سے، رہا بچہ تو وہ فلاں کے فرش پر (کہا جاتا تھا) تو عمرؓ نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا، لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

بالولد للفراش مالک والشافعی عن ابن عمر جآء رجل الٰی عمر بن الخطاب فقال كانت لی ولیدۃ اطأھا فعمدت امرأتی الیھا فارضعتھا فدخلت علیھا فقالت دونک فقد واللہ ارضعتھا فقال عمر اوجعھا و ائت جاریتک فانما الرضاعۃ رضاعۃ الصغیر

مالک انہ بلغہ ان عمر بن الخطاب وھب لابنہ جاریۃ فقال لا تمسھا فانی قد کشفتھا قال ابو حنیفۃ النظر الی الفرج یحرم و قال الشافعی لا قال البیھقی ویشبہ ان یکون الجماع ھو المراد بالکشف فان اھل المروات یکنون عن الجماع بمثل ھذا البیھقی من طریق سفیان الثوری کتب عامل لعمر الٰی عمر ان ناسا ممن قبلنا یدعون السامرۃ یسبتون السبت و یقرؤن التوراۃ و لا یؤمنون بیوم البعث فما یرٰی امیر المؤمنین فی ذبائحھم قال فکتب ھم طائفۃ من اھل الکتاب ذبائحھم ذبائح اھل الکتاب الشافعی عن عمر انہ قال ما نصارٰی العرب باھل الکتاب و لا تحل لنا ذبائحھم و ما انا بتارکھم حتی یسلموا او اضرب اعناقھم مالک و الشافعی عن عروۃ رض

نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ بچہ (صاحب) فراش کے لئے (یعنی شوہر کا ہی) ہوگا۔ مالکؒ اور شافعیؒ ابن عمرؓ سے کہ ایک شخص نے عمرؓ ابن الخطاب سے آکر کہا کہ میری ایک باندی ہے جس سے میں مجامعت کرتا رہا اس کے ساتھ میری بیوی نے یہ اقدام کیا کہ اس کو اپنا دودھ پلا دیا۔ پھر میں اس پر داخل ہوا تو بیوی نے کہا کہ اس سے الگ رہنا واللہ میں نے اس کو اپنا دودھ پلایا ہے تو عمرؓ نے کہا کہ اس کو پیٹ اور اپنی لونڈی کے پاس جا کیونکہ رضاعت (قابل اعتبار) صرف بچے ہی کی رضاعت ہے۔ مالکؒ ان کو یہ روایت پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب نے اپنے بیٹے کو ایک جاریہ عطا کی اور فرمایا کہ اس کو چھونا مت کہ میں اس کو برہنہ کر چکا ہوں ابو حنیفہؒ نے کہا کہ فرج کو دیکھنا حرام کر دیتا ہے اور شافعیؒ نے کہا کہ نہیں۔ بیہقیؒ نے کہا اور قرین قیاس یہ ہے کہ برہنہ کرنے سے مراد جماع کرنا ہی ہے کہ شائستہ مزاج لوگ جماع کے لئے اسی طرح کے کنایات بولتے ہیں۔ بیہقیؒ سفیان ثوریؒ کی روایت سے کہ عمرؓ کے ایک عامل نے ان کو لکھا کہ جو ہم سے پہلے تھے ان میں سے کچھ لوگوں کو سامرہ کہا جاتا تھا وہ سنیچر کے دن عبادت کیا کرتے اور توریت پڑھا کرتے تھے اور یوم قیامت پر ایمان نہیں لاتے تھے تو امیر المؤمنین ان لوگوں کے ذبیحوں کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ کہا کہ اس پر عمرؓ نے لکھا کہ وہ لوگ اہل کتاب ہی میں کا ایک گروہ ہے ان کے ذبیحے اہل کتاب کے ذبیحے ہیں۔ شافعیؒ عمرؓ سے کہ انہوں نے کہا کہ عرب کے نصاریٰ (یعنی بنی تغلب) اہل کتاب نہیں ہیں اور ہمارے لئے ان کے ذبیحے حلال نہیں ہیں اور میں ان کو چھوڑنے والا نہیں یہاں تک کہ یہ لوگ یا تو اسلام قبول کریں یا میں ان کی گردنیں ماردوں۔ مالکؒ اور شافعیؒ عروہ سے

عن خولة بنت حكيم دخلت على عمر بن الخطاب فقالت ان ربيعة بن أمية استمتع بامرأة مولّدة فحملت منه فخرج عمر رض يجر رداءه فزعاً (متحولاً من حال الى حال) فقال هذه المتعة ولو كنت تقدمت فيه لرجمت. الشافعي عن ابن سيرين ان امرأة طلّقها زوجها ثلاثاً وكان مسكين اعرابي يقعد بباب المسجد فجاءته امرأة فقالت هل لك في امرأة تنكحها فتبيت معها الليلة وتصبح فتفارقها فقال نعم فكان ذلك فقالت له امرأته انك اذا اصبحت فانهم سيقولون لك فارقها فلا تفعل ذلك فاني مقيمة لك ما ترى واذهب الى عمر فلما اصبحت اتوه واتوها فقالت كلّموه فانتم جئتم به فكلّموه فأبى فانطلق الى عمر فقال الزم امرأتك فان رابوك بريب فأتني فارسل الى المرأة التي مشت لذلك فنكّل بها (عقوبت کرو) ثم كان يغدو على عمر ويروح في حلّة فيقول الحمد لله الذي كساك يا ذا الرقعتين

وہ خولہ بنت حکیم سے کہ وہ عمر رضؓ بن الخطاب کے پاس پہنچی اور کہا کہ ربیعہ بن اُمیہ نے تمتّع کیا تھا ایک مولّدہ[ع۵] سے پھر وہ اس سے حاملہ ہو گئی تو عمر رضؓ اِس طرح نکلے کہ اپنی چادر کھینچ رہے تھے بیچینی سے پھر کہا کہ یہ متعہ ہے اور اگر مجھے پہلے اس کی اطلاع ہو جاتی تو مَیں ضرور رجم کرتا۔ شافعیؒ ابن سیرینؒ سے کہ ایک عورت کو اُس کے شوہر نے تین طلاق دیں اور ایک نادار دیہاتی مسجد کے دروازے پر بیٹھا کرتا تھا تو اس کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ کیا تجھے ایسی عورت میں دلچسپی ہے جو تجھ سے نکاح کرے اور تو آج رات اُس کے ساتھ سوئے اور صبح کو اُس سے مفارقت کر لے؛ اس نے کہا کہ ہاں! تو ایسا ہو گیا (رات میں) اُس کی بیوی نے اُس سے کہا کہ جب صبح ہو جائے گی تو یہ لوگ تجھ سے کہیں گے کہ اس سے جدا ہو (یعنے طلاق دے) مگر تو ایسا نہ کرنا کیونکہ میں تیری کفالت کروں گی جیسا کہ . . . تو دیکھ رہا ہے اور تو عمر رضؓ کے پاس پہنچ جانا۔ جب صبح ہوتی تو لوگ اس شخص کے پاس آتے اور عورت کے پاس پہنچے۔ تو عورت نے کہا کہ تم اُس سے بات کرو تم ہی اُس کو لے کر آئے تھے تو اُنھوں نے اُس سے گفتگو کی۔ اُس نے انکار کر دیا۔ پھر وہ عمر رضؓ کے پاس پہنچ گیا۔ تو عمر رضؓ نے فرمایا کہ اپنی بیوی سے تعلّق پر جما رہ۔ اگر وہ لوگ تجھے پریشانی میں ڈالیں تو میرے پاس آ جانا۔ پھر اس عورت کو بلوایا جو اس کام کے لئے چلی پھری تھی تو آپ نے اس کو سزا دی۔ اس کے بعد وہ شخص صبح و شام حضرت عمر رضؓ کے پاس اچھے لباس میں آتا رہتا تھا اور وہ فرمایا کرتے اللہ کا شکر ہے جس نے اے ذوالرقعتین (یعنے اے پیوند لگے ہوئے دو کپڑوں والے)

ع۵ مولّدہ بروزن معظمہ وہ ہے جو عرب میں پیدا ہوئی اور اُن کی اولاد کے ساتھ اس نے تربیت پائی ۱۲

محلۃً تعدو فیہا و تروح ۔ الشافعی
عن مجاہد عن عمر نحوًا من ذلک
الشافعی عن جعفر بن محمد عن
ابیہ انّ علیًّا و عمر قالا لا ینکح المحرم
و لا یُنکح فان نکح فنکاحہ باطل ۔ مالک
والشافعی عن ابن المسیّب قال
عمر بن الخطّاب ایّما رجل تزوّج
امرأۃً و بہا جنونٌ او برصٌ فمسّہا
فلہا صداقہا کاملاً و ذلک لزوجہا
غُرم علٰی ولیّہا ۔ البیہقی عن ابراہیم (تاوان)
ابن سعد عن ابیہ انّ عمر بن الخطّاب
کتب الٰی بعض عُمّالہ ان اعطِ
الناس علٰی تعلیم القرآن
فکتب الیہ انّک کتبت
الیّ ان اعطِ الناس علٰی
تعلیم القرآن فیتعلّمہ من
لیس لہ فیہ رغبۃٌ الّا
رغبۃ فی الجُعل فکتب الیہ
ان اعطہم علی المروّۃ و
الصحابۃ ۔ ابو حنیفۃ عن یزید
ابن عبد الرحمٰن عن الاسود انّہ
اعتق مملوکًا لہ بینہ و بین اخوۃ (ای مشترکاً بینہ و بین اخوتہ ۱۲)
لہ صغار فذکر ذلک لعمر بن
الخطاب فامرہ ان یقوّمہ و یُرجئہ
حتّٰی یُدرک الصبیۃ ۔ فان

تجھے اچھا جوڑا پہنایا جس میں تو صبح و شام آتا جاتا ہے۔ شافعیؒ مجاہد سے وہ عمرؓ سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔ شافعیؒ جعفر ابن محمد سے وہ اپنے باپ سے کہ علیؓ و عمرؓ دونوں نے کہا کہ مُحرِم (جو احرام باندھنے والا ہو) نہ نکاح کرے اور نہ نکاح کرائے۔ اگر اُس نے نکاح کر لیا تو اس کا نکاح باطل ہوگا۔ مالکؒ اور شافعیؒ ابن المسیّب سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جس شخص نے نکاح کیا کسی ایسی عورت سے جس کو جنون یا برص ہے پھر اس کو چھوا تو اس عورت کو پورے مہر کا حق ہوگا۔ اور اس عورت کے شوہر کو حق ہوگا مہر کے برابر تاوان لینے کا اُس عورت کے وَلی سے۔ بیہقیؒ ابراہیم بن سعدؒ سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے اپنے بعض عاملوں کو لکھا کہ تعلیم قرآن پر لوگوں (یعنے معلّموں) کو عطیات (وظائف) دو۔ تو عامل نے اُن کو لکھا کہ آپ نے مجھے لکھا ہے کہ تعلیم قرآن پر لوگوں کو عطیات دو تو (اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ) قرآن کی تعلیم وہ لوگ دیں گے جن کو اس خدمت سے رغبت نہ ہوگی ان کو رغبت صرف اپنے معاوضہ سے ہوگی (حالانکہ تعلیم قرآن اللہ کے واسطے ہونی چاہیئے تو اس معاوضہ کو ادا کرنے کی وجہ جواز کیا ہوگی) تو ان کو عمرؓ نے لکھا کہ ان کو بربناء مروّت (کہ وہ ایک خدمت اسلامی کرتے ہیں ہم کو ان کی خدمت کرنی چاہیئے) و بربناء صحابت (کہ وہ خدمتِ اسلام میں تمہارے ساتھی ہیں) دو۔ ابو حنیفہؒ یزید بن عبد الرحمٰن سے وہ اسود سے کہ اُنھوں نے آزاد کیا ایک مملوک کو جو کہ ان کا اور ان کے کم عمر بھائیوں کا مشترک تھا۔ پھر اُنھوں نے عمرؓ بن الخطاب سے اس کا ذکر کیا تو اُنھوں نے ان کو حکم دیا کہ اس کی قیمت کا اندازہ کرو اور اس کو لڑکوں کے بالغ ہونے تک روک عہ لو پھر اگر وہ

عہ یہ لفظ ارجاء سے بنا ہے اس کے معنے ہیں تاخیر کرنا اور روک لینا۔ یعنی غلام کو روک لیا جائے جب تک کم عمر بھائی بالغ ہوں ۱۲

شاءُوا اَعتقُوا وان شاءُوا ضمّنوا مالک انہ بلغہ انّ عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان قضٰی احدُھما فی امرأۃٍ غَرَّتْ (فریب داد) رجلاً بنفسِھا وذکرت انّھا حرّۃٌ فولدت لہٗ اولادًا فقضٰی ان یُفدِی وُلدہ بمثلھم مالک عن سلیمان بن یسار عن عبد اللہ بن اُمیّۃ ان امرأۃً ھلک عنھا زوجھا فاعتدّت اربعۃ اشھر وعشرًا ثمّ تزوّجت حین حلّت فمکثت عند زوجھا اربعۃ اشھر ونصف شھر ثم ولدت ولدًا تامًّا فجاء زوجھا الی عمر بن الخطاب فذکر ذلک لہٗ فدعا عمر نسوۃً من نساء الجاھلیۃ قدماء فسألھنّ عن ذلک فقالت امرأۃٌ منھنّ انا اُخبرک عن ھذہ المرأۃ ھلک عنھا زوجھا حین حملت فاھریقت علیہ الدّماء فحشّ ولدھا فی بطنھا فلمّا اصابھا زوجھا الذی نکحھا واصاب الولدَ الماءُ تحرّک الولدُ فی بطنھا فصدّقھا عمر بن الخطاب وفرّق بینھما وقال عمر لم یبلغنی عنکما الّا خیرٌ والحقَ الولدَ بالاوّل مالک عن یحیی بن سعید عن سلیمان ابن یسار انّ عمر بن الخطاب کان یُلیطُ اولادَ الجاھلیۃ بمن

چاہیں تو اس کو آزاد کریں اور اگر چاہیں ضمان لیں۔ مالکؒ ان کو یہ روایت پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب اور عثمانؓ بن عفان دونوں میں سے ایک نے ایک عورت کے متعلق جس نے اپنے بارے میں ایک شخص کو دھوکا دیا اور یہ ذکر کیا تھا کہ وہ آزاد ہے پھر اس کے بچے بھی اس نے جنے یہ فیصلہ کیا کہ وہ اپنی اولاد کا فدیہ جاریہ کے مالک کو اُن ہی کے مانند دے۔ مالکؒ سلیمان بن یسار سے وہ عبداللہ بن اُمیّہ سے کہ ایک عورت کا شوہر مرگیا تو اس نے چار مہینے دس دن کا زمانہ عدّت پورا کر کے جب حلال ہوگئی تو نکاح کرلیا۔ اب وہ اپنے شوہر کے پاس ساڑھے چار مہینے رہی تھی کہ اس کے ایک پورا بچہ پیدا ہوگیا۔ تو اُس کا شوہر عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا اور ان سے اس کا ذکر کیا۔ تو عمرؓ نے زمانہ جاہلیت کی پرانی عمر کی عورتوں میں سے کئی عورتوں کو بلایا اور اُن سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو ان میں سے ایک نے کہا کہ اس عورت کا حال آپ کو میں بتاتی ہوں اس کا شوہر اس کو چھوڑ کر مرگیا جب کہ یہ حاملہ ہوئی۔ تو اس (حمل) پر خون حیض بہتے رہے (بجائے اس کے کہ وہ بند ہوکر بچہ کا جزو بنیں) تو اس کے پیٹ میں اس کا بچہ سوکھ گیا۔ پھر جب اُس کا شوہر جس نے اُس سے نکاح کیا اُس سے ہم بستر ہوا اور بچہ پر پانی (یعنی آبِ منی) پہنچا تو اس کے پیٹ میں بچہ نے حرکت کی اور وہ بڑھا تو عمرؓ بن الخطاب نے اُس کی تصدیق کی اور ان دونوں کے درمیان تفریق کردی اور عمرؓ نے فرمایا کہ تم دونوں کے متعلق میرے پاس بجز خیر کے اور کوئی بات نہیں پہنچی۔ اور بچے کو آپ نے پہلے شوہر کا قرار دیا۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے وہ سلیمان بن یسار سے کہ عمرؓ بن الخطاب زمانہ جاہلیت کی اولاد کو اسی کے ساتھ متعلق کردیتے تھے

ادّعاہم فی الاسلام فاتی رجلان
کلاہما یدّعی ولد امرأۃ فدعا
عمر قائفاً فنظر الیہما فقال
القائف لقد اشترکا فیہ فضربہ
عمر بن الخطّاب بالدّرّۃ ثم دعا
المرأۃ فقال لہا اخبرینی خبرک
فقالت کان ھذا لاحد الرجلین
یاتینی وہی فی ابل لاہلہا
فلا یفارقہا حتی یظن
او تظن انہ قد استمر بہا
حبل ثم انصرف عنہا فاہریقت
علیہ دماً ثم خلف علیہا
ہذا تعنی الآخر فلا ادری من
ایہما ہو قال فکبّر القائف
فقال عمر للغلام وال ایّہما
شئت مالک عن ابن عمر ان عمر
ابن الخطاب قال ما بال رجال
یطؤن ولائدہم ثم یعزلوہن لا
تأتینی ولیدۃ یعترف سیدہا
ان قد المّ بہا الا الحقت بہ
ولدہا فاعزلوا بعد ذلک او
اترکوا کتاب احکام الخلافۃ
والقضاء۔

جو اسلام میں داخل ہونے کے بعد اُن کا مدعی ہوتا تھا۔ تو اُن کے پاس دو آدمی آتے جو ایک عورت کے لڑکے پر اپنا بیٹا ہونے کا دعوےٰ کر رہے تھے تو عمرؓ نے ایک قیافہ داں کو بلایا اُس نے (لڑکے کو دیکھ کر) اُن دونوں آدمیوں کو دیکھا پھر کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ اس میں دونوں مُشترک ہیں تو عمرؓ نے اُس کے دُرّہ مارا پھر اُس عورت کو بُلایا اور اُس سے کہا کہ تو مجھ سے پورا حال بیان کر۔ تو اُس نے کہا کہ یہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا ہے جو میرے پاس آیا کرتا تھا اس حال میں کہ وہ بندی (یعنی میں) اُونٹوں میں رہتی تھی جو اس کے (یعنی میرے) رشتہ دار کے تھے۔ وہ شخص اُس سے (یعنی مجھ سے) جُدا نہ ہوتا تھا یہاں تک کہ اس شخص نے گمان کر لیا یا عورت نے گمان کر لیا کہ اب اس پر حاملہ ہونے کا دَور گزرنے لگا۔ پھر پھر وہ اُس سے (یعنے مجھ سے) پھر گیا اسکے بعد اس پر خون بہے (یعنے حیض کے خون آتے رہے) پھر اُس شخص کا قائم مقام اس عورت پر (یعنے مجھ پر) یہ شخص بنا۔ اُس کی مُراد دوسرے دعویدار سے تھی تو اب میں نہیں جانتی کہ یہ لڑکا دونوں میں سے کس کا ہے۔ کہا کہ پھر تو اُس قیافہ داں نے تکبیر کہی (اس خوشی سے کہ اُس کی بات بن گئی) تو عمرؓ نے اُس لڑکے سے کہا کہ تو ان دونوں میں سے جس کو چاہے پسند کر لے۔ مالکؒ ابنِ عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ کیا ہو گیا لوگوں کو کہ اپنی باندیوں کے ساتھ وطی (جماع) کرتے ہیں پھر اُن سے عزل کرتے ہیں (یاد رکھو) کوئی باندی جو میرے پاس آکر یہ اقرار کریگی کہ اُسکے آقا نے اُس سے مباشرت کی ہے میں اسکے بچے کو اُس شخص کے ساتھ ضرور ملحق کروں گا اس کے بعد تم عزل کر دیا چھوڑ دو۔ باب احکامِ خلافت و قضاء۔

عہ کسی عورت سے اس طرح جماع کرنے کو عزل کہتے ہیں کہ انزال کے وقت ذکر کو باہر نکال لے اور منی باہر گرائے تاکہ عورت کو حمل نہ رہے ۱۲ مترجم

الدار قطنی ان عمر بن الخطاب کتب الی ابی موسی الاشعری اما بعد فان القضاء فریضۃ محکمۃ وسنۃ متبعۃ فافہم اذا ادلی الیک بحجۃ وانفذ الحق اذا وضح فانہ لا ینفع تکلم بحق لا نفاذ لہ وآس بین الناس فی وجہک ومجلسک وعدلک حتی لا ییأس الضعیف من عدلک ولا یطمع الشریف فی حیفک البینۃ علی من ادعی والیمین علی من انکر والصلح جائز بین المسلمین الا صلحا احل حراما او حرم حلالا لا یمنعک قضاء قضیتہ بالامس فراجعت فیہ نفسک وہدیت فیہ لرشدک ان تراجع الحق فان الحق قدیم ومراجعۃ الحق خیر من التمادی فی الباطل الفہم الفہم فیما یختلج فی صدرک مما لم یبلغک فی الکتاب او السنۃ واعرف الامثال والاشباہ ثم قس الامور عند ذلک فاعمد الی احبہا عند اللہ عز وجل واشبہہا بالحق فیما تری واجعل لمن ادعی بینۃ

دار قطنی نے روایت کیا کہ عمرؓ بن الخطاب نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا اما بعد درحقیقت قضاء ایک فریضہ قطعی اور سنّتِ جاریہ ہے۔ جب تمہارے سامنے (کوئی فریق مدعی یا مدعیٰ علیہ) کوئی حجّت پیش کرے تو اُس کو سمجھو اور جب تم پر حق واضح ہوجائے تو اس کا نفاذ کرو کیونکہ صرف زبان سے کسی بات کو حق کہدینا جب کہ اس کا نفاذ نہ ہو بے فائدہ ہے۔ لوگوں کے درمیان متوجّہ ہونے میں اور اپنے پاس بیٹھنے کے مقام میں اور انصاف کرنے میں برابری کو قائم رکھو کہ کوئی کمزور تمہارے عدل سے ناامید نہ ہوجائے اور کوئی صاحب شرافت تم سے کمزور پر ظلم کی طمع نہ کرے۔ گواہ پیش کرنا اس شخص کے ذمہ ہے جس نے دعوٰی کیا ہو اور قسم اس پر ہے جس نے انکار کیا ہو۔ مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے بجز ایسی صلح کے جو حرام کو حلال کردے یا حلال کو حرام کرے اور تم کو ایسی قضاء جس کو تم نے آج شام میں فیصل کیا ہے پھر تم نے اُس پر اپنے دل میں غور کیا اور تم پر اس کے بارے میں بھلائی کی راہ کُشادہ کردی گئی اس بات سے مانع نہ ہونی چاہیئے کہ تم حق کی طرف رجوع کرلو کیونکہ حق پائدار ہے اور حق کی طرف رجوع کرلینا بہتر ہے باطل پر مدّت گزارنے سے۔ سمجھ سے کام لو سمجھ سے کام لو ایسے امر کے بارے میں جس سے تمہارے سینہ میں خلش پیدا ہو جو ایسا ہو کہ اس کے بارے میں کتاب اور سُنّت میں سے کچھ (واضح طور پر) تمہارے پاس نہیں پہنچا اور ایسی صورت میں پیش آمدہ مسئلہ کے) مشابہ اور اُس کے مماثل اُمور کو پہچانو پھر (پیش آمدہ) اُمور کو ایسی صورت میں اُن پر قیاس کرلو۔ پھر (اگر تعدّد پیدا ہوجائے تو) جو صورت تمہاری رائے میں اللہ عزّ وجلّ کے نزدیک پسندیدہ محسوس ہو اور حق سے زیادہ مشابہ ہو اُس کو اختیار کرلو۔ اور مدّعی کے لئے گواہ پیش کرنے کی

أَمَدًا يَنْتَهِي إِلَيْهِ فَإِنْ أَحْضَرَ
بَيِّنَةً أَخَذْتَ لَهُ بِحَقِّهِ وَإِلَّا
وَجَّهْتَ الْقَضَاءَ عَلَيْهِ فَإِنَّ ذٰلِكَ
أَجْلَى لِلْعَمَى (الگراہی) وَأَبْلَغُ فِي الْعُذْرِ
وَالْمُسْلِمُونَ عُدُولٌ بَعْضُهُمْ عَلَى
بَعْضٍ إِلَّا مَجْلُودًا فِي حَدٍّ أَوْ مُجَرَّبًا
فِي شَهَادَةِ زُورٍ أَوْ ظَنِينًا (متہم) فِي
وَلَاءٍ أَوْ وِرَاثَةٍ إِنَّ اللّٰهَ تَوَلَّى
مِنْكُمُ السَّرَائِرَ وَدَرَأَ عَنْكُمْ
بِالْبَيِّنَاتِ وَإِيَّاكَ وَالْقَلَقَ
وَالضَّجَرَ وَالتَّأَذِّي
بِالنَّاسِ وَالتَّنَكُّرَ لِلْخُصُومِ
فِي مَوَاطِنِ الْحَقِّ الَّتِي
يُوجِبُ اللّٰهُ تَعَالَى بِهَا
الْأَجْرَ وَيُحْسِنُ بِهَا الذُّخْرَ
فَإِنَّهُ مَنْ يُصْلِحْ لَهُ نِيَّتَهُ
فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالَى
وَلَوْ عَلَى نَفْسِهِ يَكْفِهِ
اللّٰهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ
وَمَنْ تَزَيَّنَ لِلنَّاسِ بِمَا
يَعْلَمُ اللّٰهُ تَعَالَى مِنْهُ
غَيْرَ ذٰلِكَ يُشِينُهُ اللّٰهُ فَمَا
ظَنُّكَ بِثَوَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَ
جَلَّ وَعَاجِلِ رِزْقِهِ وَ
خَزَائِنِ رَحْمَتِهِ

آخری مدت مقرر کردو پھر اگر اس نے گواہ حاضر کردیئے تو اُس کے
حق میں فیصلہ کردو ورنہ فیصلہ اس کے خلاف کردو کہ یہ اصول
گمراہی کو واضح کرنے والا اور (اس کے خلاف فیصلہ کرنے میں
خواہ وہ حق پر ہو) تم کو پورے طور پر معذور رکھنے والا ہے۔
اور تمام مسلمانوں میں سے بعض بعض کے مقابلہ پر عدول ہیں۔
(یعنی ہر مسلمان کی صفتِ اصلیہ عدالت ہے اس کے لئے ثبوت
کی حاجت نہیں) بجز اس شخص کے جس کے کسی حد کی بناء پر
کوڑے مارے گئے ہوں یا اُس کا کسی جھوٹی شہادت میں تجربہ
ہو چکا ہو یا وہ کسی حق میں یا وراثت میں مُتّہم ہو۔ بیشک جو
تم سے چھپی ہوئی باتیں ہیں وہ بحوالۂ خدا ہیں اور تم پر سے
اس نے مواخذہ ہٹا دیا شہادات سے اور تم کو بچنا چاہیئے لوگوں
کو بے قراری اور تنگ دلی اور تکلیف میں ڈالنے سے اور جھگڑنے
والوں کے مقابلہ پر حق کے مواقع میں جن کی بناء پر اللہ تعالےٰ
اجر کو واجب کر دیتا اور ان کو بہتر ذخیرۂ آخرت بنا دیتا ہے:
(لوگوں کو مرعوب کرنے کے لئے اپنا خُلق) بدل دینے سے بچو کیونکہ
یہ حقیقت ہے کہ جو شخص اپنے اور اللہ تعالےٰ کے درمیان اچھی
نیت رکھے گا اگرچہ (حق کی پیروی کی بناء پر) اس کو اپنی ذات
کے خلاف فیصلہ دینا پڑے، تو اللہ تعالےٰ اُس کے اور لوگوں
کے مابین (حاکمیت و محکومیت کے) علاقہ کے لئے خود کافی
ہو جائے گا۔ اور جو شخص اپنے ظاہر کو لوگوں کے لئے آراستہ
کرے گا اُس (باطنی) حال کے مقابلہ پر جو اُس کے خلاف ہے
اور اس کو اللہ تعالےٰ بخوبی جانتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ ذلیل
کر دے گا، تو تمہارا (اس صورت میں) کیا گمان ہے اللہ عزوجل
کے ثواب اور اُس کے جلد ملنے والے رزق اور اس کی رحمت
کے بارے میں کہ وہ قابلِ ترجیح ہیں یا دنیاوی جاہ و منزلت؟)

والسلام علیک۔ شرح یقال ادلی دلوہ ارسلہا ودلاہا اخرجہا والظنین بالظاء المتہم وبالضاد البخیل والاول المقصود والقلق ضیق الصدر ورجل قلق سیئ الخلق واغلق الامر اذا لم ینفسح وغلق الرہن اذا لم یجد مخلصہا والشین العیب۔ البغوی کتب عمر الی ابی موسی الاشعری ان لا یقضی الا امیر فانہ اہیب للظالم ولشاہد الزور۔ البغوی قال عمر لابن مسعود الم یبلغنی انک تقضی ولست بامیر قال بلی قال فول حارہا من تولی قارہا۔ البغوی کتب عمر الی ابی موسی الاشعری ایاک والضجر والغضب والقلق والتاذی بالناس عند الخصومۃ واذا جلس عندک الخصمان فرأیت احدہما یتعمد الظلم فاوجع راسہ۔ البغوی کتب عمر الی ابی موسی الاشعری لا یمنعک قضاء قضیتہ ثم راجعت فیہ نفسک فہدیت لرشدہ ان تنقضہ فان

والسلام علیک۔ شرح کہا جاتا ہے ادلی دلوہ بمعنے ڈول کو چلتا کیا اور اس کو لٹکایا اور اس کو نکالا۔ اور ظنین ظاء کے ساتھ بمعنے متہم آتا ہے اور ضاد کے ساتھ بخل کے معنے میں ہے اور یہاں مقصود پہلی صورت ہے۔ اور قلق کے معنے ہیں سینہ کا تنگ ہونا اور بولا جاتا ہے رجل قلق یعنی بدخلق آدمی اور اغلق الامر جب کہ معاملہ غیر واضح ہو اور غلق الرھن جب کہ چھٹکارا نہ پائے، اور شین کے معنے ہیں عیب۔ بغوی، عمرؓ نے ابو موسےٰ اشعریؓ کو لکھا کہ سوائے امیر کے کوئی فیصلہ نہ کرے کیونکہ وہ (صاحب اختیار ہونے کی وجہ سے) ظالم کو زیادہ مرعوب کرنیوالا ہوگا اور اس شخص کو جو جھوٹی شہادت دیتا ہے۔ بغوی، عمرؓ نے ابن مسعودؓ سے کہا کہ دیکھو مجھے یہ اطلاع پہنچی ہے کہ تم قضایا کے فیصلے کرتے ہو دراں حالیکہ تم امیر نہیں ہو۔ انھوں نے کہا کہ بیشک۔ فرمایا تو مالک بنا اُس کے ضرر کا اُسی شخص کو جو کہ مالک ہے اُس کے منافع کا (یعنی قضایا امیر کے حوالے کردیا کرو)۔ بغوی، عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ تنگدلی سے اور بے قرار کرنے اور غصہ اور بدخوئی اور لوگوں کو مقدمات کی سماعت کے وقت اذیت دینے سے بچو۔ اور جب تمہارے پاس مدعی و مدعا علیہ بیٹھے ہوں اور تم ان میں سے ایک کو دیکھو کہ وہ ظلم کا قصد کر رہا ہے تو اُس کا سر پیٹ دو۔ بغوی، عمرؓ نے ابو موسےٰ اشعریؓ کو لکھا کہ اُس فیصلہ پر جو تم دے چکے ہو پھر تم نے اُس کے بارے میں اپنے نفس کی طرف مراجعت کی پھر تم کو اس امر میں اچھی بات کی طرف ہدایت ہو گئی اُس فیصلہ کو توڑ دینے سے کوئی بات مانع نہ ہونی چاہیے کیونکہ

عہ یہ لفظ تمام موجودہ نسخوں میں غین معجمہ کے ساتھ لکھا ہے اور پچھلی عبارت میں کہیں یہ مذکور نہیں ہوا۔ اگر بجائے غین کے قاف مانا جائے تو کتب لغت میں اس کے معنے وہ نہیں بنتے جو مذکور ہوتے تو میرے نزدیک یہ عبارت زوائد میں سے ہے ۱۲ محشی کتاب۔

الحق قديم لا ينقضه شيئٌ والرجوع الى
الحق خيرٌ من التمادى فى الباطل قال
البغوى هذا اذا تبيّن له الخطاء بنص كتاب
او سنّة او اجماع فاما اذا قضى باجتهادٍ
ثم تغيّر اجتهاده الى غيره فلا ينقضه
ولا يقضى بعده فيما بما تغيّر اليه اجتهاده
البغوى عن الزهرى انه قال كان
مجلس عمر مغتصًّا من القراء شبابًا
كانوا او كهولاً فربما استشارهم فيقول
لا يمنعنّ احدكم ان يشير برأيه فان
العلم ليس على قدم السنّ ولا حداثته
ولكن الله يضعه حيث يشاء البغوى
قال عمر بن الخطاب انّ اناسًا كانوا
يؤخذون بالوحى على عهد رسول الله
صلى الله عليه وسلم وانّ الوحى
قد انقطع وانما نأخذ الآن بما ظهر لنا
من اعمالكم فمن اظهر لنا خيرًا
امنّاه وقرّبناه وليس الينا من
سريرته شيء الله يحاسبه
فى سريرته ومن اظهر لنا سوءً لم نأمنه
ولم نصدقه وان قال ان سريرته
حسنة البغوى روى عن سعيد بن
المسيب انّ عمر بن الخطاب لما جلد الثلاثة الذين
شهدوا على المغيرة بن شعبة استتابهم
فرجع اثنان فقبل شهادتهما

حق پائدار ہے اور حق کی طرف رجوع کر لینا بہتر ہے باطل پر مدت
گزارنے سے۔ بغوی نے کہا کہ یہ اس صورت میں ہے جب کہ
قاضی پر نصِ کتاب یا سنت یا اجماع سے اپنے فیصلہ کا صحیح نہ
ہونا واضح ہو جاتے۔ لیکن اس صورت میں جب کہ اُس نے فیصلہ
اپنے اجتہاد سے کیا پھر اس کا اجتہاد بدل گیا دوسری رائے کی
طرف تو پہلے فیصلہ کو نہ توڑے گا اور اس کے بعد اس بدلی ہوئی
اجتہادی رائے کے مطابق فیصلہ نہ کرے گا۔ بغوی زہری سے
اُنھوں نے کہا کہ عمرؓ کی مجلس قراء سے بھری رہتی تھی جوان
بھی ہوتے تھے اور بوڑھے بھی اور بسا اوقات اُن سے مشورہ
لیتے تو فرماتے کہ تم میں سے کسی کو مشورے میں اپنی رائے کے
بیان کرنے سے رُکنا نہ چاہیئے کیونکہ علم پرانی عمر یا نئی عمر پر موقوف
نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ علم کو جہاں چاہتا ہے رکھدیتا ہے۔
بغوی، عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں پر وحی کے ذریعہ سے گرفت ہوتی
تھی اور اب وحی منقطع ہو چکی ہے، اب ہم تمہارے اُن اعمال
کو لیتے ہیں جو ہم پر ظاہر ہوتے تو جس نے ہمارے سامنے خیر کو
ظاہر کیا تو ہم اس پر مطمئن ہو جاتے اور اُس کو اپنا مقرب بناتے
ہیں اور اس کے باطن کی ہم پر کوئی ذمہ داری نہیں اُس کے
باطن کا محاسبہ اللہ کرے گا اور جس نے ہمارے سامنے برائی کا
اظہار کیا اُس پر ہم مطمئن نہیں ہوتے اور نہ اُس کی تصدیق
کرتے ہیں اگرچہ وہ یہ کہے کہ اُس کا باطن اچھا ہے۔ بغوی، روایت
ہے سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے جب اُن تین آدمیوں
کے کوڑے لگوائے جنھوں نے مُغیرہ بن شعبہ پر گواہی دی
تھی اور ان سے توبہ کرنے کا مطالبہ کیا تو ان میں سے دو نے
تو رجوع کر لیا تو اُن کو (آئندہ کے لئے) مقبول الشہادت قرار دیا

وأبیٰ ابوبکرۃ ان یرجع فردّ شہادتہ، ویقال ان عمر قال لابی بکرۃ تُب تُقبل شہادتک اوان تتب قبلت شہادتک مالک عن یحییٰ بن سعید عن سعید بن المسیّب ان عمر بن الخطاب اختصم الیہ مسلم ویہودی فرآی عمر بن الخطاب ان الحق للیہودی فقضیٰ لہ عمر فقال لہ الیہودی واللہ لقد قضیت بالحق فضربہ عمر بالدرّۃ ثم قال وما یدریک فقال الیہودی انا نجد انہ لیس قاضٍ یقضی بالحق الا کان عن یمینہ ملک وعن شمالہ ملک یسدّدانہ ویوفقانہ للحق مادام مع الحق فاذا ترک الحق عرجا وترکاہ مالک عن ربیعۃ بن ابی عبدالرحمٰن انہ قال قدم علی عمر بن الخطاب رجل من اہل العراق فقال لقد جئتک لامر مالہ رأس ولا ذنب قال عمر ما ہو قال شہادات الزور ظہرت بارضنا فقال عمر او قد کان ذلک قال نعم قال عمر واللہ لا یوسر رجل فی الاسلام بغیر العدل مالک انہ بلغہ ان عمر بن الخطاب قال لا یجوز شہادۃ خصیم ولا ظنین۔ مالک عن عمر بن یحییٰ المازنی عن ابیہ انہ قال

اور ابوبکرہ نے انکار کردیا کہ وہ اس سے رجوع کرے تو ان کو مردود الشہادۃ قرار دیا اور کہا جاتا ہے کہ عمرؓ نے ابوبکرہ سے فرمایا کہ تو توبہ کر تو ہم تیری شہادت قبول کرلیا کرینگے یا یوں فرمایا تھا کہ اگر تُو توبہ کرلے گا تو ہم تیری شہادت قبول کرلیں گے۔ مالکؒ یحییٰ ابن سعید سے وہ سعید بن المسیّب سے کہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس ایک مسلمان اور ایک یہودی اپنا جھگڑا لے گئے تو عمرؓ بن الخطاب نے دیکھا کہ حق یہودی کے لئے ثابت ہے تو آپ نے اُس کے حق میں فیصلہ کردیا تو اُن سے یہودی نے کہا کہ خدا کی قسم آپ نے (منشائے) حق کے مطابق فیصلہ کیا۔ تو عمرؓ نے اس کے دِرّہ مارا۔ اور کہا کہ تجھے کیسے معلوم ہوا۔ تو یہودی نے کہا کہ ہم (اپنی کتابوں میں) پاتے ہیں کہ کوئی ایسا قاضی نہیں جو حق کے مطابق فیصلہ کرے مگر اسکے دائیں طرف ایک فرشتہ ہوتا ہے اور بائیں طرف ایک فرشتہ ہوتا ہے یہ دونوں اس کو حق پر جماتے اور اس کی توفیق دلاتے رہتے ہیں جب تک وہ حق کے ساتھ رہتا ہے پھر جب وہ حق کو ترک کردیتا ہے تو وہ اُڑ جاتے اور اس کو چھوڑ جاتے ہیں۔ مالکؒ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے اُنھوں نے کہا کہ اہلِ عراق میں سے ایک شخص عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں آپ کے پاس ایک ایسے امر کی وجہ سے آیا ہوں جس کے نہ سر ہے اور نہ دُم۔ عمرؓ نے کہا کہ وہ کیا ہے تو اُس نے کہا جھوٹی شہادت ہماری سرزمین پر غالب آگئی۔ تو عمرؓ نے کہا کیا واقعی ایسا ہوگیا ہے تو اس نے کہا کہ ہاں تو عمرؓ نے کہا کہ اسلام میں کوئی شخص غیر عدل کی شہادت پر ماخوذ نہیں ہوتا۔ مالکؒ نے کہا کہ ان کو یہ خبر پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ مدعی . . . . کی شہادت جائز نہیں اور نہ متہم کی۔ مالکؒ روایت ہے عمر بن یحییٰ مازنی سے وہ اپنے باپ سے کہ اُنھوں نے کہا کہ ان کے

كان في حائط جده ربيع لعبد الرحمن بن عوف فاراد عبد الرحمن بن عوف ان يحوّله الى ناحية من الحائط هي اقرب الى ارضه فمنعه صاحب الحائط فكلم عبد الرحمن بن عوف عمر بن الخطاب في ذلك فقضى عمر لعبد الرحمن ابن عوف بتحويله قلت كان عمر يريد ان المنع فيما لا يتعلق به ضرر مشاقة ومكابرة لا يتبع وانما الخصومات التي يقضى فيها ما فيه نفع وضرر معتد به عند العقلاء. مالك عن هشام بن عروة عن ابيه عن يحيى ابن عبد الرحمان بن حاطب ان رقيقا لحاطب سرقوا ناقة لرجل من مزينة فانتحروها فرفع ذلك الى عمر بن الخطاب فامر عمر كثير بن الصلت ان يقطع ايديهم ثم قال له عمر اراك تجيعهم ثم قال عمر والله لاغرمنك غرما يشق عليك ثم قال للمزني كم ثمن ناقتك فقال المزني كنت والله امنعها من اربعمائة درهم فقال اعطه ثمان مائة درهم قال مالك وليس على هذا العمل عندنا في تضعيف القيمة قلت اصل ذلك ان عمر كان يعزر بالمال وفي ذلك احاديث كثيرة مرفوعة وموقوفة. مالك عن ابن شهاب عن عروة بن الزبير عن عبد الرحمن ابن عبد القاري

دادا کے باغ میں ایک پانی کی گول تھی عبدالرحمٰن بن عوف کی تو عبدالرحمٰن بن عوف نے ارادہ کیا کہ اس کو باغ کے ایک گوشہ کی طرف بدل دیں جو اُن کی زمین سے قریب ہے تو باغ والے نے اُن کو اس سے روک دیا تو اس بارے میں عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے عمرؓ سے گفتگو کی تو عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے لئے اُس کو بدل دینے کا فیصلہ کر دیا۔ میں کہتا ہوں کہ عمرؓ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ روک لگانا ایسی چیز پر جس سے کوئی ضرر متعلق نہ ہو بنا بر لالچ وہٹ دھرمی قابلِ لحاظ امر نہیں ہے اور ایسے ہی جھگڑوں کو عُقلاء کے نزدیک قابلِ شمار سمجھا جاتا ہے جن کا فیصلہ اس نظر سے کیا جاتا ہے کہ ان میں کسی کا نفع یا نقصان ہو۔ مالکؒ ہشام بن عروہ سے وہ اپنے باپ سے وہ یحییٰ بن عبدالرحمٰن ابن حاطب سے کہ مُزینہ کے ایک شخص کی ناقہ کو حاطب کے غلاموں نے چُرا کر ذبح کر لیا۔ پھر یہ قضیہ عمرؓ بن الخطاب کے سامنے پیش ہوا تو عمرؓ نے حکم دیا کثیر بن الصلت کو ان کے ہاتھ کاٹ دے۔ پھر کثیر سے عمرؓ نے فرمایا (سابق حکم کے بجائے) میری رائے یہ ہے کہ ان کو سخت سزا دے پھر عمرؓ نے فرمایا کہ (اے حاطب!) میں تجھ پر اتنا تاوان ڈالوں گا جو تجھ پر شاق گزرے اس کے بعد مزنی سے پوچھا کہ تیری اُونٹنی کی کیا قیمت تھی تو مزنی نے کہا کہ میں واللہ اس کو چار سو درہم میں نہیں دے رہا تھا۔ تو اُنھوں نے (حاطب سے) فرمایا کہ اس کو آٹھ سو درہم دے۔ مالکؒ نے کہا اور ہمارے نزدیک اس پر عمل نہیں ہے کہ قیمت کا دُگنا دلوایا جائے۔ میں کہتا ہوں کہ اصل اس کی یہ ہے کہ عمرؓ کبھی مالی سزا دیا کرتے تھے (یعنی جرمانہ) اور اس کے ثبوت میں بہت سی احادیث مرفوعہ اور موقوفہ ہیں۔ مالکؒ ابن شہاب سے وہ عروہ بن الزبیر سے وہ عبدالرحمٰن بن عبد القاری سے کہ

ان عمر بن الخطاب قال ما بال رجال ينحلون
ابناءهم نحلاً ثم يمسكونها فان مات ابن
احدهم قال مالي بيدي لم اعطه احدا
وان مات هو قال هو لابني قد كنت
اعطيته اياه من نحل نحلة فلم
يحزها الذي نحلها حتى يكون ان مات
لورثته فهي باطل مالك عن داود
ابن الحصين عن ابي غطفان المري
ان عمر بن الخطاب قال من وهب
هبة لصلة رحم او على وجه صدقة
فانه لا يرجع فيها ومن وهب هبة
يرى انها اراد به الثواب فهو على
هبته يرجع فيها اذا لم يرض منها
مالك عن عبد الله بن ابي بكر بن محمد
ابن عمرو بن حزم عن ابيه ان عمرو
ابن سليم الزرقي اخبره انه قيل
لعمر بن الخطاب ان ههنا غلاما يفاعا
لم يحتلم من غسان ووارثه بالشام
وهو ذو مال وليس له ههنا الا
بنت عم فقال له عمر فليوص
لها قال فاوصى لها بمال
يقال له بئر جشم قال عمرو بن
سليم فبيع ذلك المال بثلثين
الف درهم وبنت عمه التي اوصى
لها هي ام عمرو بن سليم الزرقي

عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ اپنے بیٹوں کو عطیہ دیتے ہیں پھر اس کو روک لیتے ہیں تو اگر ان لوگوں میں سے کسی کا بیٹا مرگیا تو کہدیتے ہیں کہ میرے قبضہ میں (اس کی) کوئی چیز نہیں (تاکہ اس کے وارثوں کو وہ شے نہ ملے) میں نے اُس کو کوئی چیز نہیں دی ہے اور اگر وہ خود مرنے لگیں تو کہتے ہیں کہ یہ چیز میرے بیٹے کی ہے میں نے اس کو دیدی تھی۔ جو شخص کسی کو عطیہ دے اور اس کو اُس دی ہوئی شے پر ایسا قبضہ نہ دے کہ اگر وہ مرجائے تو وہ چیز اُس کے وارثوں کو ملے تو یہ (ہبہ) باطل ہے۔ مالکؒ داودؒ بن الحصین سے وہ ابو غطفان مری سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جو شخص صلہ رحم یا صدقہ کے طور پر کچھ ہبہ کرے تو وہ اس صورت میں رجوع نہ کرے گا اور جو شخص کچھ ہبہ کرے اور اس کی دیدیہ ہو کہ اس نے اس سے ثواب آخرت کا ارادہ کیا ہے تو وہ اپنے ہبہ پر (صاحب اختیار) رہے گا۔ جب وہ اس پر راضی نہ رہے تو اُس کو واپس لے لیگا۔

مالکؒ عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرو بن سلیم الزرقی نے ان کو خبر دی کہ عمرؓ بن الخطاب سے کہا گیا کہ یہاں ایک لڑکا ہے غسان میں کا جس کا قد دراز ہے اور وہ بالغ نہیں ہوا اور اس کا وارث شام میں ہے اور وہ لڑکا صاحب مال ہے اور یہاں اُس کی صرف ایک چچا کی بیٹی ہے تو اس بارے میں عمرؓ نے کہا کہ اس لڑکے کو چاہیئے کہ وہ اس کے حق میں وصیت کر دے۔ کہا کہ پھر اُس نے اُس بنت عم کے حق میں ایک مال (یعنی جائداد) کی وصیت کر دی جس کو بیر جشم کہا جاتا تھا۔ عمرو بن سلیم نے کہا کہ پھر یہ جائداد تیس ہزار درہم میں فروخت کی گئی اور اُس کی وہ چچا کی بیٹی جسکے حق میں اُس نے وصیت کی تھی وہ اُم عمرو بن سلیم الزرقی ہے۔

مالک عن عمر بن عبد الرحمن بن دلاف المزنی ان رجلاً من جہینۃ کان یسبق الحاج فیشتری الرواحل فیغلی بہا ثم یسرع السیر فیسبق الحاج فافلس فرفع امرہ الی عمر ابن الخطاب فقال اما بعد ایہا الناس فان الاسیفع اسیفع جہینۃ رضی من دینہ وامانتہ بان یقال سبق الحاج الا وانہ ادان معرضا فاصبح قد دین بہ فمن کان لہ علیہ دین فلیاتنا بالغداۃ نقسم مالہ بینہم وایاکم والدین فان اولہ ہم وآخرہ حرب

الحدود

مالک عن عبد الرحمن ابن محمد بن عبد القاری عن ابیہ انہ قال قدم علی عمر بن الخطاب رجل من قبل ابی موسی الاشعری فسالہ عن الناس فاخبرہ ثم قال لہ عمر ہل فیکم من مغربۃ خبر فقال نعم رجل کفر بعد اسلام فما فعلتم بہ قال قربناہ فضربنا عنقہ فقال عمر افلا حبستموہ ثلاثا واطعمتموہ کل یوم رغیفا واستتبتموہ لعلہ یتوب ویراجع امر اللہ تعالیٰ ثم قال عمر اللہم انی لم احضر

مالک عمر بن عبد الرحمن بن دلاف المزنی سے کہ جہینہ میں کا ایک شخص تھا جو کہ حاجیوں سے پہلے پہنچ کر کجاوے خرید لیا کرتا تھا اور اُن کو گراں قیمت پر فروخت کرتا پھر سُرعت کے ساتھ روانہ ہوتا اور حُجّاج سے آگے بڑھ جاتا۔ پھر وہ مفلس ہوگیا اور اس کا معاملہ عمرؓ بن الخطاب کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے (لوگوں کے اجتماع سے) کہا امّا بعد اے لوگو! بیشک اُسیفع (جس کا رنگ فرطِ مشقّت سے سیاہی مائل ہوجاتے) جہینہ کا اُسیفع ہے وہ اپنے دین اور امانت میں سے اتنی بات پر راضی ہوگیا کہ یہ کہا جاتے کہ وہ حُجّاج پر سبقت لے گیا۔ سُن لو اُس نے (دادا گیکی یا قول ناصح کی) پرواہ نہ کرتے ہوتے قرض لئے۔ اب قرضوں نے اُس کو گھیر لیا ہے تو جس کا اُس کے ذمہ قرض ہو وہ ہمارے پاس صبح کو آجاتے ہم اس کے مال کو اُن پر تقسیم کرینگے۔ اور خبردار تم لوگ قرض سے بچو کیونکہ اس کا شروع بھی رنج وغم ہے اور اس کا آخر لڑاتی ہوتا ہے۔

حدود

مالکؒ عبد الرحمن ابن محمد بن عبد القاری سے وہ اپنے باپ سے اُنھوں نے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس ایک شخص آیا ابو موسیٰ اشعریؓ کی طرف سے تو عمرؓ نے اُس سے لوگوں کا حال دریافت کیا اور اُس نے اُن کو خبر دی۔ پھر اُس سے عمرؓ نے کہا کہ کیا تم میں کوئی نئی (خاص) خبر بھی ہے تو اُس نے کہا ہاں! ایک شخص اسلام کے بعد کافر ہوگیا۔ فرمایا کہ پھر تم نے اُس کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اُس نے کہا کہ ہم نے اس کو اپنے پاس بُلوا کر اُس کی گردن ماردی۔ تو عمرؓ نے کہا کہ کیا تم نے اس کو تین دن قید میں نہیں رکھا اور ہر دن میں ایک روٹی بھی اُس کو دیتے اور اس سے توبہ کا مطالبہ بھی کرتے شاید وہ توبہ کرلیتا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف مراجعت بھی کرلیتا۔ پھر عمرؓ نے کہا یا اللہ نہ میں وہاں موجود تھا

ولم آمرہ ولم ارض اذ بلغنی مالک عن ابن شہاب عن عبید اللہ بن عبد اللہ عن ابن عباس سمعت عمر یقول الرجم فی کتاب اللہ حق علی من زنی من الرجال والنساء اذا احصن اذا قامت البینۃ او کان الحبل او الاعتراف مالک عن یحیی ابن سعید عن سعید بن المسیب فی قصۃ وفاۃ عمر انہ قال ایاکم ان تہلکوا عن آیۃ الرجم ان یقول قائل انا لا نجد حدین فی کتاب اللہ فقد رجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجمنا والذی نفسی بیدہ لولا ان یقول الناس زاد عمر بن الخطاب فی کتاب اللہ لکتبتہا الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموہما البتۃ فانا قد قرأناہا مالک عن یحیی بن سعید عن سلیمان بن یسار عن ابی واقد اللیثی ان عمر بن الخطاب اتاہ رجل وہو بالشام فذکر لہ ان وجد مع امرأتہ رجلاً فبعث عمر بن الخطاب ابا واقد اللیثی الی امرأتہ یسألہا عن ذلک فأتاہا وعندہا نسوۃ حولہا فذکر لہا الذی قال زوجہا لعمر بن الخطاب واخبرہا انہا لا تؤاخذ بقولہ وجعل یلقنہا اشباہ ذلک لتنزع فابت ان تنزع وتمت علی الاعتراف

اور نہ میں نے حکم دیا اور نہ میں جب مجھے اطلاع پہنچی راضی ہوا۔ مالکؒ ابن شہاب سے وہ عُبید اللہ بن عبد اللہ سے وہ ابن عباسؓ سے کہا کہ میں نے عمرؓ سے سُنا جو کہہ رہے تھے کہ رجم (سنگسار کرنا) کتاب اللہ میں واجب ہے اُس شخص پر جو زنا کرے مَردوں میں سے اور عورتوں میں سے جب کنوارے نہ ہوں، جب شہادت قائم ہو چکی ہو یا حمل رہ گیا ہو یا زنا کا اقرار کر لیا ہو۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے وہ سعید بن المسیّب سے عمرؓ کی وفات کے قصہ میں (فرمایا) کہ تم کو آیتِ رجم کے بارے میں ہلاک ہونے سے بچا رہنا چاہیئے کہ کوئی کہنے والا یہ کہے کہ ہم دو حدوں کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے۔ واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا ہے اور ہم نے رجم کیا ہے۔ قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ یہ خیال کرینگے کہ عمرؓ نے کتاب اللہ میں اضافہ کر دیا تو میں یہ ضرور لکھدیتا الشیخ والشیخۃ الخ (بوڑھا اور بُڑھیا جب زنا کریں تو دونوں کو سنگسار کر دو) کیونکہ ہم نے اس کی قرارت کی ہے۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے وہ سلیمان بن یسار سے وہ ابو واقد اللیثی سے کہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس جب کہ وہ شام میں تھے ایک شخص آیا اور اُس نے اُن سے یہ ذکر کیا کہ اس نے اپنی بیوی کے پاس ایک آدمی کو پایا تو عمرؓ بن الخطاب نے ابو واقد اللیثی کو اُس کی عورت کے پاس بھیجا کہ وہ اس عورت سے اس کے بارے میں سوال کریں تو وہ اس کے پاس آئے اور اس عورت کے پاس اور عورتیں اس کے گرد موجود تھیں تو ابو واقد نے اس عورت سے وہ بات بیان کی جو اس کے شوہر نے کہی تھی عمرؓ بن الخطاب سے اور اس کو یہ بھی بتا دیا کہ اس سے شوہر کے قول کی بناء پر گرفت نہ کی جائے گی اور اُس کو اسی قسم کی باتیں تلقین کرتے رہے تاکہ وہ عورت اقرار سے نکل جائے تو اُس نے منحرف ہونے سے انکار کر دیا اور اقرار پر جم گئی

فأمر بها عمر فرجمت. مالك عن نافع ان
عبداً كان يقوم على رقيق الخمس و انه
استكره جارية من ذلك الرقيق فوقع
بها فجلده عمر بن الخطاب ونفاه ولم يجلد
الوليدة لانه استكرهها. مالك عن يحيى بن
سعيد ان سليمان بن يسار اخبره ان عبدالله
ابن عياش بن ابى ربيعة المخزومى قال امرنى
عمر بن الخطاب فى فتية من قريش فجلدنا
ولائد من ولائد الامارة خمسين خمسين فى
الزنا. مالك عن ابى الزناد عن عبدالله بن
عامر بن ربيعة ادركت عمر بن الخطاب وعثمان
ابن عفان والخلفاء هلم جرا فما رأيت احدا
جلد عبدا فى فرية اكثر من اربعين. مالك
عن ابى الرجال عن امه عمرة ان رجلين استبا
فى زمان عمر بن الخطاب فقال احدهما للآخر والله
ما ابى بزان ولا امى بزانية فاستشار
فى ذلك عمر بن الخطاب فقال قائل مدح
اباه وامه وقال آخرون قد كان لابيه
وامه مدح غير هذا نرى ان تجلده
الحد فجلده عمر بن الخطاب الحد
ثمانين. مالك عن ربيعة بن ابى عبدالرحمن
ان عمر بن الخطاب قال لرجل خرج
بجارية لامرأته معه فى سفر فأصابها
فغارت امرأته فذكرت
ذالك

تو عمرؓ نے اُسکے بارے میں حکم دیا پھر وہ سنگسار کی گئی۔ مالکؒ نافع
سے کہ ایک غلام پہرہ دیا کرتا تھا خُمس کے مملوکوں پر اور اُس نے
اُن میں سے ایک لونڈی پر زبردستی کرکے اُس سے زنا کیا تو عمرؓ
ابن الخطاب نے اُس کے کوڑے لگوائے اور اُس کو شہر بدر کر دیا
اور اُس لڑکی کے کوڑے نہیں لگوائے کیونکہ ...... اس پر زبردستی
کی گئی تھی۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے کہ سلیمان بن یسار نے اُن کو خبر
دی کہ عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی نے کہا کہ مجھ کو مع
چند جوانان قریش کے عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا تو ہم نے پچاس
پچاس کوڑے مارے زنا کے بارے میں بہت سی لونڈیوں کے
امارت (یعنی خمس) کی لونڈیوں میں سے۔ مالکؒ ابوالزناد
سے وہ عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے کہ میں نے پایا عمرؓ بن الخطاب
کو اور عثمانؓ بن عفان کو اور دیگر خلفاء کو نام بنام آگے تک سمجھ لو
تو میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے کسی غلام کے افتراء
کی بناء پر چالیس کوڑوں سے زیادہ مارے ہوں۔ مالکؒ ابو
الرجال سے وہ اپنی ماں عمرہ سے کہ عمرؓ بن الخطاب کے زمانہ میں
دو آدمیوں نے ایک دوسرے کو گالی دی تو ان میں سے ایک
نے دوسرے سے کہا کہ نہ میرا باپ زانی تھا اور نہ میری ماں زانیہ
تھی۔ تو اس کے بارے میں عمرؓ بن الخطاب نے مشورہ کیا۔ تو
ایک کہنے والے نے کہا کہ اُس نے اپنے باپ اور ماں کی مدح کی
ہے اور دوسرے لوگوں نے کہا کہ اس کے باپ اور ماں کے لئے مدح
کی بات اور بھی تھی۔ ہماری رائے یہ ہے کہ اس کو حد کے کوڑے
مارے جائیں۔ تو عمرؓ بن الخطاب نے حد کے اسّی کوڑے لگوائے۔
مالکؒ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے کہ ایک شخص اپنی بیوی کی
باندی کو اپنے ساتھ لے کر ایک سفر میں نکلا اور اُس سے ہم بستر
ہو گیا۔ اس سے اُس کی بیوی کو غیرت آئی اور اُس نے اس کا ذکر

لعمر بن الخطاب فسأله عن ذلك فقال
وهبتها لي فقال عمر لتأتيني بالبيّنة
او لأرمينّك بأحجارك قال فاعترفت
امرأته انها وهبتها له. مالك عن ابن
شهاب عن سائب بن يزيد ان عبدالله
ابن عمرو الحضرمي جاء بغلامٍ له الى عمر
ابن الخطاب فقال اقطع يد غلامي هذا
فانه سرق فقال له عمر ماذا سرق قال
سرق مرآةً لامرأتي ثمنها ستون
درهماً فقال عمر ارسله فليس عليه
قطع خادمكم سرق متاعكم (من غير حرز ۱۲) مالك عن
ابن شهاب عن سائب بن يزيد انه
اخبره ان عمر بن الخطاب خرج عليهم
فقال اني وجدت من فلانٍ ريح شراب
فزعم انه شرب الطلاء وانا سائل عما
شرب فان كان يسكر جلدته الحد فجلده
عمر بن الخطاب الحد تاماً مالك عن يزيد
الديلي ان عمر بن الخطاب استشار في
الخمر يشربها الرجل فقال له علي
ابن ابي طالب نرى ان تجلده
ثمانين فانه اذا شرب سكر و
اذا سكر هذى

عمرؓ بن الخطاب سے کردیا تو اس شخص سے انھوں نے اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ اس نے باندی کو مجھے ہبہ کردیا تھا تو عمرؓ نے فرمایا کہ تجھ کو میرے سامنے گواہ لانا ہوں گے ورنہ میں تجھے پتھروں سے سنگسار کردوں گا۔ کہا کہ پھر اس کی بیوی نے اقرار کرلیا کہ اُس نے اس باندی کو اس شخص کے لئے ہبہ کردیا تھا۔ مالکؒ ابن شہاب سے وہ سائب بن یزید سے کہ عبداللہ بن عمرو الحضرمی اپنے ایک غلام کو عمرؓ بن الخطاب کے پاس لے کر آئے اور کہا کہ میرے اس غلام کا ہاتھ کاٹئے کیونکہ اس نے چوری کی ہے تو ان سے عمرؓ نے کہا کہ اس نے کیا چوری کی ہے تو انھوں نے کہا کہ اس نے میری بیوی کا آئینہ چرایا جس کی قیمت ساٹھ درہم ہے۔ تو عمرؓ نے کہا کہ اس کو چھوڑ دو اس کے اوپر قطع نہیں ہے تمھارا خادم ہے تمھاری ہی چیز کو اس نے چرایا۔ مالکؒ ابن شہاب سے وہ سائب بن یزید سے انھوں نے ان کو خبر دی کہ عمرؓ بن الخطاب ان پر نکلے اور فرمایا کہ میں فلاں سے شراب کی بو محسوس کررہا ہوں اور وہ یہ دعوی کررہا ہے کہ اس نے طلاءؔ پیا ہے۔ اور میں تحقیق کررہا ہوں کہ اس نے کیا پیا ہے تو اگر اس کو نشہ ہوگیا تو میں اس پر حد کے کوڑے لگواؤں گا۔ چنانچہ عمرؓ بن الخطاب نے اس کے پورے کوڑے حد کے لگوائے۔ مالکؒ یزید الدیلی سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے شراب کے بارے میں جو کوئی شخص پیے مشورہ طلب کیا تو ان سے علی بن ابی طالب نے کہا کہ اس کے اسّی کوڑے لگوائے جائیں کیونکہ وہ شخص جب پیئے گا تو مدہوش ہوگا اور جب مدہوش ہوگا تو ہذیان کی باتیں بکے گا

ع۵ طلاء اصل میں اس روغن کو کہتے ہیں جو اونٹوں پر مَلا جاتا ہے یعنی تارکول یا ڈامر۔ چونکہ انگور کا وہ شیرہ جو اتنا پکایا جاتے کہ اس کا دو ثلث جل جائے اور ایک ثلث باقی رہ جاتے وہ اتنا گاڑھا ہوجاتا ہے جیسا تارکول ہوتا ہے تو اس کو بھی طلاء کہنے لگے۔ یہ مسکر نہیں ہوتا۔ اس لئے حلال ہے۔ لیکن لوگ دھوکہ دینے لگے کہ گاڑھی شراب کو طلاء کے نام سے پینے لگے ایسے لوگوں پر حد جاری کی گئی ۱۲

واذا هذى افترى اوكما قال فجلده
عمر في الخمر ثمانين البغوى في قصة
جلد الوليد بن عقبة في الخمر قول عليؓ
جلد النبي صلى الله عليه وسلم اربعين و
جلد ابوبكر اربعين وعمر ثمانين وكلٌّ
سنةٌ وهذا احبُّ اليَّ يعني
الاربعين مالكؒ عن ابن شهاب ان عمر
ابن الخطاب وعثمان بن عفان وعبدالله
ابن عمر قد جلدوا عبيدهم نصف حدّ
الحرّ في الخمر مالكؒ عن داود بن الحصين
عن واقد بن عمر بن سعد بن معاذ انه اخبره
عن محمود بن لبيد الانصاري ان عمر
الخطاب حين قدم الشام شكى اليه
اهل الشام وباء الارض وثقلها وقالوا
لا يصلحنا الا هذا الشراب فقال عمر
اشربوا العسل فقالوا لا يصلحنا العسل
فقال رجل من اهل الارض هل لك ان
نجعل لك من هذا الشراب شيئا لا يسكر
قال نعم فطبخوه حتى ذهب منه
الثلثان وبقي الثلث فاتوا به عمر
فادخل فيه عمر اصبعه ثم رفع يده
فتبعها يتمطط فقال هذا الطلاء هذا
مثل طلاء الابل فامرهم عمر ان
يشربوه فقال له عبادة بن الصامت
احللتها والله فقال عمر كلا والله

اور جب ہذیان ہوگا تو افترا کرے گا (یعنی گالیاں بکے گا) یا جیسا کہ آپ نے فرمایا تو عمرؓ نے شراب کی بنار پر اس کے اسّی کوڑے لگوائے۔ بغوی ولید بن عقبہ کے شراب کی علت پر کوڑے لگوانے کے قصہ میں علیؓ کا قول ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑے لگوائے اور ابوبکرؓ نے چالیس کوڑے لگوائے اور عمرؓ نے اسّی اور ہر ایک سنّت یعنی صحیح طریقہ ہے اور یہ مجھے پسند ہے یعنی چالیس۔ مالکؒ ابن شہاب سے کہ عمرؓ بن الخطاب اور عثمانؓ ابن عفان اور عبداللہ بن عمرؓ نے شراب کی حد کے بارے میں اپنے غلاموں کے بہ نسبت آزاد لوگوں کے آدھی تعداد کوڑے لگوائے۔ مالکؒ داؤد بن الحصین سے وہ واقد بن عمرؓ بن سعد ابن معاذ سے کہ ان کو خبر پہنچی محمود بن لبید الانصاری سے کہ عمرؓ بن الخطاب جب شام پہنچے تو اہل شام نے ان سے شکایت کی ملک میں وبار پھیلنے اور اس سے سُستی پیدا ہونے کی اور انھوں نے کہا ہمیں کوئی چیز مفید نہیں پڑتی بجز اس مشروب کے۔ تو عمرؓ نے فرمایا کہ شہد پیو تو انھوں نے کہا کہ ہمیں شہد نہیں پڑتا۔ تو اس سرزمین کے ایک شخص نے کہا کہ کیا ہم آپ کو اس شراب ہی سے ایسی چیز بنا کر دیں . . . . . .
. . . . . جو نشہ نہ کرے تو عمرؓ نے کہا کہ ہاں۔ تو لوگوں نے اس کو پکایا یہاں تک کہ اس میں سے دو تہائی جاتا رہا اور ایک تہائی باقی رہ گیا پھر اس کو عمرؓ کے پاس لے کر آئے تو عمرؓ نے اس میں اپنی انگلی ڈبوئی۔ پھر اپنے ہاتھ کو اُٹھایا تو اُس کے ساتھ تار کھنچتا ہوا آیا تو فرمایا کہ یہ تو طلاء ہے یہ تو مثل اُونٹ کے (مرہم) طلاء کے ہے تو عمرؓ نے ان کو حکم دیدیا کہ اس کو پی لیں۔ تو اُن سے عبادہ بن الصامت نے کہا کہ واللہ کیا آپ نے اس کو حلال کر دیا تو عمرؓ نے کہا کہ ہرگز نہیں واللہ۔

ع۵ عبادہ بن صامتؓ کو اس پر شراب کا [illegible] نہیں دی ۱۲ مترجم

اللهم انی لا احل لهم شیئا حرمته علیهم ولا احرم شیئا احللته لهم البغوی روی ان رجلین تشاتما عند ابی بکر فلم یقل لهما شیئا وتشاتما عند عمر فادبهما فی الجراح مالک بلغه ان عمر بن الخطاب قوم الدیة علی اهل القری فجعلها علی اهل الذهب الف دینار وعلی اهل الورق اثنی عشر الف درهم مالک عن ابن شهاب عن عراق بن مالک وسلیمان ابن یسار ان رجلا من بنی سعد بن لیث اجری فرسا فوطئ علی اصبع رجل من جهینة فنزی فیها فمات فقال عمر ابن الخطاب للذین ادعی علیهم اتحلفون بالله خمسین یمینا ما مات منها فابوا وتحرجوا فقال للآخرین اتحلفون انتم فابوا فقضی عمر بشطر الدیة علی السعدیین قال مالک ولیس العمل علی هذا وقال الشافعی نحوا من ذلک قلت ان البدایة انما بالمدعی علیهم فالظن ان عمر بن الخطاب کان عنده انه یجوز ان یبدأ بهؤلاء وهؤلاء فالبدایة بالمدعی علیهم هو القیاس والبدایة بالمدعین محول عن القیاس احتیاطا لامر القتل

اے اللہ! میں اُن کے لئے کوئی ایسی چیز حلال نہیں کرتا جس کو تو نے اُن پر حرام کیا اور کوئی ایسی چیز اُن پر حرام نہیں کرتا جس کو تو نے ان پر حلال کیا ہے۔ بغوی رح، روایت کیا گیا کہ ابوبکر رض کے پاس دو آدمیوں نے ایک دوسرے کو بُرا کہا تو اُنھوں نے اُن کو کچھ نہ کہا اور (دو آدمیوں نے) ایک دوسرے کو بُرا کہا عمر رض کے پاس تو انھوں نے (دونوں کو) ایک دوسرے کو گالی دینے پر تادیب کی (مار کر یا ڈانٹ کر)۔ مالک رح، ان کو یہ خبر پہنچی کہ عمر رض بن الخطاب نے دیت قرار دی بستی والوں پر تو اس کو سونے والوں پر ایک ہزار دینار اور چاندی والوں پر بارہ ہزار درہم دیت مقرر کی۔ مالک رح ابن شہاب سے وہ عراک بن مالک اور سلیمان بن یسار سے کہ بنی سعد بن لیث میں کے ایک شخص نے گھوڑا دوڑایا تو اُس نے جہینہ کے ایک شخص کی اُنگلی کو پامال کر دیا تو اس سے اُس کے تمام بدن کا خون نکل گیا اور وہ مر گیا تو عمر رض بن الخطاب نے ان لوگوں سے کہا جن پر دعویٰ کیا گیا تھا کہ کیا تم اللہ کی پچاس قسمیں کھاؤ گے اس پر کہ وہ اس (صدمہ) سے نہیں مرا تو اُنھوں نے انکار کیا اور وہ رُک گئے۔ پھر آپ نے دوسرے لوگوں سے کہا کہ کیا تم قسم کھاؤ گے؟ تو اُنھوں نے انکار کر دیا تو عمر رض نے بنی سعد والوں کے اُوپر نصف دیت کا فیصلہ کیا۔ مالک رح نے کہا کہ اس پر عمل نہیں ہے (یعنی اس پر کہ اوّل مدعا علیہ سے بیان لیا جاتے)۔ شافعی رح نے بھی ایسا ہی کہا۔ میں کہتا ہوں کہ (مقدمہ کی) ابتداء کرنا مدعیٰ علیہم سے تو میرا ظن یہ ہے کہ عمر رض بن الخطاب کا مسلک یہ تھا کہ وہ جائز رکھتے تھے کہ ابتداء کی جائے اِن سے یا اُن سے۔ لہٰں امر قتل میں احتیاط کے طور پر مدعا علیہم سے ابتداء کرنا قیاس کے مطابق ہے اور مدعیوں سے ابتداء کرنا قیاس کے خلاف ہے۔

وأمّا قضاؤہ بنصف الدیۃ علی السعدیین فیجری فیہ ما قال البغوی فی حدیث جریر ابن عبداللہ بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سریۃ الی خثعم فاعتصم ناس منہم بالسجود فأسرع فیہم القتل فبلغ ذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم فأمر بنصف العقل الحدیث فقال (البغوی) امر بنصف الدیۃ استطابۃ لانفس اہلیہم او زجرًا للمسلمین فی ترک التثبت عند وقوع الشبہۃ والاوجہ عندی انہ علی طریق الصلح یشہد لہ کتاب عمر الی ابی عبیدۃ واحرص علی الصلح اذا لم یستبین لک القضاء ۔ مالک عن زید بن اسلم عن مسلم ابن جندب عن اسلم مولی عمران عمر بن الخطاب قضی فی الضرس بجمل وفی الترقوۃ بجمل وفی الضلع بجمل مالک عن ابن شہاب ان عمر بن الخطاب نشد الناس بمنی (قسم داد) من کان عندہ علم من الدیۃ ان یخبرنی فقام الضحاک ابن سفیان الکلابی فقال کتب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ورّث امرأۃ اشیم الضبابی من دیۃ زوجہا فقال لہ عمر بن الخطاب ادخل الخباء حتی آتیک فلما نزل عمر بن الخطاب اخبرہ الضحاک فقضی بذلک عمر بن الخطاب قال ابن شہاب وکان قتل اشیم خطاءً مالک عن یحیی بن سعید

رہا بنی سعد والوں پر آپ کا نصف دیت کا فیصلہ کرنا تو اس میں وہ بات جاری ہوتی ہے جس کو بغوی رح نے ذکر کیا ہے جریر بن عبداللہ رض کی حدیث میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلۂ خثعم پر ایک سریہ بھیجا تو اُن میں سے کچھ لوگوں نے اپنا بچاؤ سجدہ کرکے کیا تو جلد بازی سے کام لیکر انہیں فوراً قتل کردیا گیا پھر جب اس واقعہ کی اطلاع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے نصف دیت دینے کا حکم دیا، آخر حدیث تک۔ تو اس پر بغوی رح نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ خثعم کے دل رکھنے کے لئے اور مسلمانوں کو تنبیہ کرنے کے لئے کہ شبہ کے موقع پر ثابت قدمی کو انہوں نے ترک کردیا تھا نصف دیت کا حکم دیا۔ اور بہتر وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ وہ (عمر رض کا فیصلہ) صلح کے طریق پر تھا۔ اس پر شاہد ہے عمر رض کا مکتوب ابو عبیدہ رض کے نام کہ جب تم پر فیصلہ پورے طور پر واضح نہ ہو تو باہمی صلح کرانے پر حریص بن جاؤ۔ مالک رح زید بن اسلم سے وہ مسلم بن جندب سے وہ اسلم مولیٰ عمر رض سے کہ عمر رض بن الخطاب نے داڑھ (توڑنے) پر فیصلہ کیا ایک اونٹ دینے کا اور ہنسلی اور پسلی پر ایک اونٹ کا۔ مالک رح ابن شہاب سے کہ عمر رض بن الخطاب نے منیٰ میں لوگوں کو قسم دی کہ جس شخص کے پاس دیت کے بارے میں کوئی علم ہو وہ مجھے خبر دے۔ تو ضحاک بن سفیان الکلابی کھڑے ہوتے اور انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے لکھا تھا کہ اشیم الضبابی کی بیوی کو اس کے شوہر کی دیت میں وارث قرار دو۔ تو ان سے عمر رض بن الخطاب نے کہا کہ تم خیمہ میں داخل ہو جاؤ (اور ٹھہرو) یہاں تک کہ میں تمہارے پاس آؤں۔ تو جب عمر رض بن الخطاب آئے تو ان کو پھر ضحاک نے خبر دی تو عمر رض بن الخطاب نے اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔ ابن شہاب نے کہا کہ اشیم کا قتل خطاءً ہوا تھا۔ مالک رح یحییٰ بن سعید سے

عن عمرو بن شعیب ان رجلاً من بنی مدلج یقال
لہ قتادۃ حذف ابنہ بسیفٍ فاصاب ساقہ (یعنی اور ضرب)
فنزی فی جرحہ فمات فقدم سراقۃ بن جعشم
علی عمر بن الخطاب فذکر ذلک لہ فقال لہ
عمر اعدد علی ماء قدید عشرین ومائۃ بعیر (تیار کر) (جائے پانی کہ درمیان مکہ و مدینہ)
حتی اقدم علیک فلما قدم عمر اخذ من تلک
الابل ثلثین حقۃ وثلثین جذعۃ واربعین
خلفۃ (حاملہ) ثم قال این اخو المقتول قال ہا
انا ذا فقال خذہا فان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم قال لیس للقاتل شیءٌ مالک
عن یحیی بن سعید عن سعید بن المسیب ان
عمر بن الخطاب قتل نفراً خمسۃ او سبعۃ
لرجل واحدٍ قتلوہ قتل غیلۃ وقال عمر
لو تمالأ (جمع) علیہ اہل صنعاء لقتلتہم جمیعاً
البیہقی روینا عن عمر بن الخطاب انہ
قتل ثلثۃ نفرٍ بامرأۃ اقادہم (قصاص گرفت) بہا
الشافعی اخبرنا محمد بن الحسن اخبرنا ابو حنیفۃ
عن حماد عن ابراہیم ان رجلاً من بکر
بن وائل قتل رجلاً من اہل الحیرۃ فکتب فیہ عمر بن
الخطاب ان یدفع الی اولیاء
المقتول فان شاءوا قتلوا و
ان شاءوا عفوا فدفع الرجل
الی رجل یقال لہ خنین
من اہل الحیرۃ

وہ عمرو بن شعیب سے کہ بنی مدلج کے ایک شخص نے جس کو قتادہ
کہا جاتا تھا اپنے بیٹے کو تلوار ماری جو اس کی پنڈلی پر لگی
تو اس کے زخم سے تمام بدن کا خون نکل گیا پھر وہ مرگیا تو
سراقہ بن جعشم عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا اور ان سے اس واقعہ
کا ذکر کیا۔ تو اس سے عمرؓ نے فرمایا کہ آب (یعنی مقام) قدید
پر ایک سو بیس اونٹ تیار رکھ یہاں تک کہ میں تیرے پاس پہنچوں
تو جب عمرؓ پہنچے تو انھوں نے ان اونٹوں میں سے تیس حِقّہ
لئے اور تیس جذعہ اور چالیس خلفہ (یعنی حاملہ)۔ پھر فرمایا
مقتول کا بھائی کہاں ہے۔ اُس نے کہا کہ میں موجود ہوں تو
کہا کہ یہ سب لے لے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے
فرمایا ہے کہ قاتل کے لئے کچھ نہیں۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے وہ
سعید بن المسیبؒ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے (صنعاء کے) پانچ
یا سات آدمیوں کو قتل کیا ایک شخص کی وجہ سے جس کو انھوں
نے دھوکہ سے قتل کیا تھا اور عمرؓ نے فرمایا کہ اگر اس قتل
پر سب اہلِ صنعاء جمع ہوجاتے تو میں ان سب کو قتل کردیتا۔
بیہقیؒ ہم سے روایت کیا گیا عمرؓ بن الخطاب کے بارے میں کہ
انھوں نے تین آدمیوں کو قتل کیا ایک عورت کے بارے میں
ان سے اس کے قتل کا قصاص لیا۔ شافعیؒ، ہم کو خبر دی محمد
ابن الحسن نے انھوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی ابو حنیفہؒ نے حماد سے
انھوں نے سنا ابراہیم سے کہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے
اہلِ حیرہ کے ایک شخص کو قتل کردیا تو اس کے بارے میں عمرؓ
ابن الخطاب نے لکھا کہ اس شخص کو مقتول کے اولیاء کو دیدیا جائے
وہ اگر چاہیں تو اس کو قتل کردیں اور اگر چاہیں تو معاف کردیں۔
تو اس شخص کو اہلِ حیرہ کے ایک شخص کو جس کو خنین کہا جاتا تھا

ع۵ حِقّہ وہ اونٹ ہے جو تین سال کا ہو کر چوتھے سال میں داخل ہوجائے اور جذعہ وہ اونٹ ہے جو چار سال کا ہو کر پانچویں میں داخل ہوجائے ۱۲ مترجم

فقتلہ فکتب عمر بعد ذٰلک ان کان الرجل لم یقتل فلا تقتلوہ فرأوا ان عمر بن الخطاب اراد ان یرضیہم من الدیۃ و ناظر الشافعیؒ فی ذٰلک بکلام مبسوط وکان فیما قال قلنا افرأیت لو کتب ان اقتلوہ و قتل ولم یرجع عنہ أکان یکون فی احد مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ قال لا قلنا ارأیت لو لم یکن فیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم شیئ یقیم الحجۃ علیک و لم یکن فیہ الا ما قال عمر ما کان عمر یحکم بحکم ثم یرجع عنہ الا عن علم بلغہ ہو اولٰی من قولہ الاول[۱۲] فقولہ حین رجع اولٰی ان تصیر الیہ قال فلعلہ اراد ان یرضیہ بالدیۃ قلنا فلعلہ اراد ان یخیفہ بالقتل ولا یقتلہ قال لیس ہٰذا فی الحدیث قلنا ولیس ما قلت فی الحدیث البیہقی روینا عن مکحول فی قتل عبادۃ بن الصامت نبطیا و قول عمر اجلس للقصاص فقال زید بن ثابت أتقید عبدک من اخیک

دیدیا گیا تو اس نے اُس کو قتل کر دیا۔ پھر اس کے بعد عمرؓ نے لکھا کہ اگر وہ شخص قتل نہ کیا گیا ہو تو اُس کو قتل نہ کرو۔ تو اُن کی رائے یہ ہوئی کہ عمرؓ بن الخطاب نے یہ ارادہ کیا کہ اُن کو دیت پر راضی کرلیں اور شافعیؒ نے اس بارے میں مناظرہ[۱] کیا مبسوط کلام کے ساتھ اور جو کچھ کہا اس میں یہ بھی تھا کہ ہم[۲] نے کہا کہ کیا آپ نے اس پر غور کیا کہ اگر عمرؓ نے لکھدیا ہوتا کہ اس کو قتل کر دو اور اس سے اُنھوں نے رجوع نہ کیا ہوتا تو کیا یہ بات کسی کے بارے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل کے پیشِ نظر حجت بن جاتی؟ کہا کہ نہیں۔ ہم نے کہا کہ اگر اس بارے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسی بات ثابت نہ ہوتی جس کو تم اپنے اُوپر حجت قرار دیتے اور اس بارے میں سوائے اس کے جو عمرؓ نے کہا اور کوئی بات مروی نہ ہوتی۔ تو عمرؓ کی یہ شان نہ تھی کہ وہ ایک خاص حکم دیتے پھر اس سے رجوع کرتے بجز اس صورت میں کہ ان کو کوئی ایسا علم پہنچے جو اُن کے قولِ اوّل سے اولیٰ ہو۔ تو اُن کا قول جس کی جانب اُنھوں نے رجوع کیا اَولیٰ ہے کہ اس کو قابلِ حجت بنایا جائے۔ کہا کہ یہ ہو سکتا ہے کہ اُنھوں نے ارادہ کیا ہو کہ وَلیِ مقتول کو راضی کرلیں گے دیت پر۔ ہم نے کہا کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُنھوں نے اس کو قتل کا ڈراوا دیا ہو اور قتل کرنا نہ چاہتے ہوں۔ کہا کہ یہ بات حدیث میں نہیں ہے۔ ہم نے کہا جو کچھ آپ نے کہا (کہ دیت پر راضی کرنے کا ارادہ کیا ہوگا) وہ بھی حدیث میں نہیں ہے۔ بیہقی، ہم سے مکحول سے روایت کی گئی ایک نبطی (غلام) کو عبادہ بن الصامت نے قتل کر دیا تو حضرت عمرؓ نے اُن سے کہا . . . . کہ قصاص کے لئے بیٹھ تو زیدؓ بن ثابت نے کہا کہ کیا آپ اپنے ایک غلام کے خون کا بدلہ اپنے ایک بھائی سے لیتے ہیں

[۱] کس سے مناظرہ کیا اس کی کوئی صراحت کسی نسخہ میں موجود نہیں شاید محمد بن الحسن سے مناظرہ کیا ہو ۱۲ [۲] یعنی شافعیؒ نے کہا ۱۲

فترک عمر القود وقضٰی علیہ بالدیۃ قالَ و
رُوینا فی مثل ہٰذہ القصۃ فقال ابو عبیدۃ بن
الجراح ارآیتَ لو قتل عبدًا لہٗ اکنت قاتلہٗ
فصمتَ عمر بن الخطاب الشافعی مُنقطعًا و
البیہقی موصولاً عن عمرو بن شعیب عن ابیہ
عن جدّہ انّ ابابکر و عمر کانا لا یقتلان
الحرّ بقتل العبد البیہقی عن الاحنف بن
قیس عن عُمر و علیٍّ فی الحرّ یقتل العبدَ
قالا ثمنہٗ بالغًا ما بلغ البیہقی فی قصۃ
المدلجی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن
جدّہ قالَ عُمر لولا انّی سمعتُ رسول اللّٰہ
صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول لا یُقاد
الابُ من ابنہ لقتلتُہٗ ہلم دیتہ فآتاہ
بہا فدفعہا الٰی ورثتہ و ترک اباہ
البیہقی عن عرفجۃ عن عمر مرفوعًا لیس علٰی
الوالد قودٌ من ولدہ البیہقی قالَ
البخاری فی الترجمۃ و ذکرہ ابن المنذر
یُذکر عن عُمر بن الخطّاب انّہ قالَ
یُقاد المرأۃُ من الرجل فی کُلّ عمدٍ
یبلغ نفسہ فما دونہا البیہقی رُوینا
عن عمر بن الخطّاب فیما کتب عُمر بن
عبدالعزیز یُقاد المملوک من المملوک
فی کُلّ عمد یبلغ نفسہ فما دون ذٰلک
البیہقی و رُوینا عن عمر بن
الخطّاب

تو عمرؓ نے قصاص کا ارادہ ترک کر دیا اور اُن پر دیت کو قائم کیا۔ کہا اور ہم سے اسی قصہ کے مانند واقعہ میں یہ روایت کیا گیا کہ پھر ابو عبیدہؓ ابن الجراح نے کہا کہ کیا آپ نے اس پر غور کیا کہ اگر وہ اپنے غلام کو قتل کر دیتا تو کیا آپ اس کو قتل کر دیتے؟ تو عمرؓ بن الخطاب خاموش ہو گئے۔ شافعیؒ نے منقطع اور بیہقی نے موصول روایت کی ہے عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے کہ ابو بکرؓ اور عمرؓ آزاد کو غلام کے قتل کے بدلے میں قتل نہیں کیا کرتے تھے۔ بیہقی احنف بن قیس سے وہ عمرؓ اور علیؓ سے ایسے آزاد شخص کے بارے میں جو غلام کو قتل کر دے تو دونوں نے اُس کی قیمت ادا کرنے کا حکم دیا جو کسی حد تک بھی پہنچے۔ بیہقی مدلجی کے قصہ میں (جو گزر چکا ہے) عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ اُن کے دادا سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سنا ہوتا کہ باپ کا خُون نہیں بہایا جائے گا بیٹے کے قتل پر تو میں اس کو قتل کر دیتا۔ اس کی دیت لے کر آ۔ تو وہ دیت لیکر آیا تو اس کو اُس کے وارثوں کو دیدی اور اُس کے باپ کو چھوڑ دیا۔ بیہقی عرفجہ سے وہ عمرؓ سے مرفوعاً، بیٹے کے قتل پر باپ کو قتل کرنے کا حکم نہیں ہے۔ بیہقی، بخاری نے ترجمہ میں کہا اور اس کو ذکر کیا ابن المنذر نے جو بیان کرتے ہیں عمرؓ بن الخطاب سے کہ انھوں نے کہا کہ بیوی کے خُون کا بدلہ لیا جائے گا شوہر سے ہر (قتل یا ضرب) عمد پر جس پر بھی اس کا نفس جا پہنچے جان لینے پر یا اُس سے کم درجہ پر۔ بیہقی ہم کو روایت پہنچی عمرؓ بن الخطاب سے اُس مکتوب میں جو عمرؒ بن عبدالعزیز نے لکھا تھا کہ مملوک کے خون پر مملوک کا خُون بہایا جائے گا ہر (قتل یا ضرب) عمد پر جو اس کی جان لینے تک پہنچ جائے یا اس سے کم درجہ پر۔ بیہقی اور ہم سے روایت کیا گیا عمرؓ بن الخطاب سے

ما دلّ على وجوب القصاص بالضرب بالعصا وغيره اذا كان مثله يقتل. البيهقى روينا عن ابن شهاب ان ابا بكر الصدّيق وعمر بن الخطّاب و عثمان بن عفّان اعطوا القود من انفسهم فلم يستقد منهم وهم سلاطين. الشافعى عن ابن شهاب وعن مكحول وعن عطاء قالوا ادركنا الناس على ان دية المسلم الحرّ على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم مائة من الابل فقوّم عمر ابن الخطّاب تلك الدية على اهل القرى الف دينار او اثنا عشر الف درهم ودية الحرّة المسلمة اذا كانت من اهل القرى خمسمائة دينار او ستّة آلاف درهم فاذا كان الذى اصابها من الاعراب فديتها خمسون من الابل لا يكلّف الاعرابىّ الذهب و الورق. محمد بن الحسن انا ابو حنيفة عن الهيثم عن عامر الشعبى عن عبيدة السلمانى عن عمر بن الخطّاب قال على اهل الورق من الدية عشرة آلاف درهم وعلى اهل الذهب الف دينار وعلى اهل البقر مائتا بقرة وعلى اهل الابل مائة من الابل و على اهل الغنم الفا شاة وعلى اهل الحلل مائتا حلّة. قال محمد وبهذا كلّه نأخذ وكان ابو حنيفة يأخذ من ذلك بالابل والدراهم والدنانير. الشافعى قال محمد بن الحسن بلغنا عن عمر بن الخطّاب انّه فرض على اهل الذهب الف دينار وعلى اهل الورق عشرة آلاف درهم حدّثنا بذلك ابو حنيفة عن الهيثم عن الشعبى عن عمر بن الخطّاب وزاد

جس کا مضمون دلالت کرتا ہے قصاص کے واجب ہونے پر لاٹھی وغیرہ سے مارنے پر جب کہ اُس جیسا (آلۂ ضرب) مار ڈالتا ہو۔ بیہقی روایت کیا گیا ہم سے ابن شہاب سے کہ ابو بکر صدیق رض اور عمر رض بن الخطاب اور عثمان رض بن عفان سب نے اس حال میں کہ وہ سلاطین تھے قصاص کا حق عطا کیا اپنے نفسوں سے تو اُن سے قصاص نہیں طلب کیا گیا۔ شافعی رح ابن شہاب اور مکحول اور عطاء سے سب نے کہا کہ ہم نے لوگوں کو اس (عمل) پر پایا کہ آزاد مسلمان مرد کی دیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سو اونٹ تھے تو قیمت مقرر کی ابن الخطاب نے اس دیت کی شہر والوں پر ہزار دینار یا بارہ ہزار درہم اور آزاد مسلمان عورت کی دیت جب کہ وہ شہر والوں میں سے ہو پانچ سو دینار یا چھ ہزار درہم۔ پھر اگر وہ شخص جس پر اُفتاد واقع ہوئی اعراب میں سے ہے تو اُس کی دیت پچاس اُونٹ ہے۔ اعرابی کو سونے چاندی کا مکلف نہیں کیا گیا۔ محمد رح بن الحسن ہم کو خبر دی ابو حنیفہ رح نے بروایت ہیثم از عامر شعبی از عبیدۃ السلمانی از عمر رض بن الخطاب کہ اُنھوں نے کہا کہ چاندی والوں پر دیت دس ہزار درہم ہیں اور سونے والوں پر ایک ہزار دینار اور گائے والوں پر دو سو گائیں اور اونٹ والوں پر سو اونٹ اور بکری والوں پر دو ہزار بکریاں اور کپڑے والوں پر دو سو جوڑے۔ محمد رح نے کہا اس کل کو ہم اختیار کرتے ہیں اور ابو حنیفہ رح ان میں سے اونٹوں اور درہموں اور دیناروں کو لیتے ہیں۔ شافعی رح، کہا محمد رح ابن الحسن نے ہم کو پہنچا عمر رض بن الخطاب سے کہ انھوں نے قرار دیا سونے والوں پر ایک ہزار دینار اور چاندی والوں پر دس ہزار درہم ہم سے یہ حدیث بیان کی ابو حنیفہ رح نے ہیثم سے انھوں نے شعبی سے وہ عمر رض بن الخطاب سے اور یہ اضافہ کیا کہ

علےٰ أہل البقر مائتے بقرۃ وعلےٰ أہل الإبل
مائۃ من الإبل وعلےٰ أہل الغنم ألفے شاۃ
قال محمد بن الحسن وقال أہل المدینۃ إن عمر
فرض الدیۃ علےٰ أہل الورق اثنے عشر ألف درہم
وساق الکلام إلےٰ أن قال ونحن فیما نظن
أعلم بفریضۃ عمر بن الخطاب من أہل المدینۃ
لأن الدراہم علےٰ أہل العراق قال محمد وصدق
أہل المدینۃ أن عمر بن الخطاب فرض من الدیۃ
اثنے عشر ألفا ولکنہ فرضہا اثنے عشر ألف درہم
وزن ستۃ۔ أخبرنے الثوری عن مغیرۃ
الضبی عن ابراہیم قالت کانت الدیۃ الإبل
فجعلت الإبل الصغیر والکبیر کل بعیر مائۃ و
عشرون درہما وزن ستۃ فذلک اثنے
عشرۃ آلاف درہم قال الشافعی فقلت لمحمد
ابن الحسن أتقول إن الدیۃ اثنا عشر
ألف درہم وزن ستۃ۔ فقال لا فقلت من
أین زعمت أن کنت أعلم بالدیۃ من
أہل الحجاز لأن عمر قضےٰ فیہا
بشئ لا تقضے بہ قال لم یکونوا یحسبون
قلت أفتروی شیئا تجعلہ
أصلا في الحکم وأنت تزعم أن من روی
عنہ لا یعرف ما قضےٰ بہ الشافعی أخبرنا
محمد أخبرنا أبو حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم أن
عمر بن الخطاب أتے برجل قد
قتل عمدا فأمر بقتلہ

گائے والوں پر دو سو گائیں اور اونٹ والوں پر سو اونٹ اور
بکری والوں پر دو ہزار بکریاں ۔ کہا محمد بن الحسن نے اور اہلِ مدینہ
نے کہا کہ عمر رضی نے دیت قرار دی چاندی والوں پر بارہ ہزار درہم اور
اور کلام کو آگے بڑھایا یہاں تک کہ کہا کہ اور ہم (اہلِ عراق) جس
چیز کا گمان کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ عمر رضی کے فریضہ کو بہ نسبت اہلِ مدینہ
کے ہم زیادہ جانتے ہیں کیونکہ دراہم اہلِ عراق پر مقرر کئے گئے ہیں
کہا محمد رح نے کہ بیشک اہلِ مدینہ نے سچ کہا کہ عمر رضی بن الخطاب نے
دیت مقرر کی ہے بارہ ہزار، لیکن انھوں نے دیت کو بارہ ہزار درہم
چھ (دوانگ والے) وزن کے مقرر کئے۔ مجھے خبر دی ثوری نے
مغیرہ ضبی سے انھوں نے ابراہیم سے کہ دیت اونٹ کی ہوتی تھی
تو چھوٹے بڑے اونٹوں کی (اوسط) قیمت قرار دی گئی ایک سو
بیس درہم چھ کے وزن سے تو اس حساب سے اونٹوں کی قیمت
بارہ ہزار درہم ہوتی۔ شافعی رح نے کہا کہ پھر میں نے محمد بن الحسن
سے کہا کہ کیا آپ بوزن چھ (دانگ) دیت بارہ ہزار درہم کہتے
ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ نہیں! تو میں نے کہا کہ پھر آپ یہ کیسے
گمان کرتے ہیں کہ آپ اہلِ حجاز سے زیادہ دیت کا علم رکھتے ہیں
کیونکہ عمر رضی نے اس کے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے آپ اس پر فیصلہ
نہیں کرتے تو انھوں نے کہا کہ وہ (اہلِ حجاز) اچھا فیصلہ نہیں
کرتے۔ میں نے کہا کہ کیا پھر آپ کوئی ایسی روایت بیان کریں گے
جس کو آپ حکم میں اصل قرار دیتے ہوں کیونکہ آپ گمان کرتے
ہیں کہ جس شخص سے روایت کی جارہی ہے وہ خود نہیں پہچانتا
اس بات کو جس کا اس نے فیصلہ کیا۔ شافعی رح ہم کو خبر دی محمد رح
نے کہا ہم کو خبر دی ابو حنیفہ رح نے حماد رح سے انھوں نے ابراہیم سے
کہا کہ عمر رضی بن الخطاب کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے قتل عمد
کیا تھا تو انھوں نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ اس کے بعد بعض

نفعفیٰ بعض الاولیاء فامر بقتله فقال ابن مسعود کانت النفس لهم جمیعاً فلما عفیٰ هذا احیا النفس فلا یستطیع ان یأخذ حقه حتی یأخذ حق غیره قال فما ترٰی قال اریٰ ان تجعل الدیة علیه فی ماله وترفع (تنقص) حصة الذی عفیٰ فقال عمر وانا اریٰ ذٰلک البیهقی عن الاعمش عن زید بن وهب قال وجد رجل عند امرأته رجلاً فقتلها فرُفع ذٰلک الی عمر بن الخطاب فوجد علیها بعض اخوتها فتصدق علیه بنصیبه فامر عمر لسائرهم بالدیة (القاتل) البیهقی روی عن عمر ان رجلاً قتل رجلاً فقالت اخت المقتول وهی امرأة القاتل عفوت عن حصتی من زوجی فقال عمر عتق الرجل من القتل البیهقی روی عن عمر انه قال عمد الصبی وخطاءه سواء یعنی للعمد حکم الخطاء البیهقی عن ابن فراس خطبنا عمر فقال انی لم ابعث عمالی یضربون ابشارکم ولا یأخذوا اموالکم فمن فعل به غیر ذٰلک

اولیاء نے معاف کر دیا پھر عمرؓ نے اس کے قتل کا حکم دیا تو ابن مسعودؓ نے کہا کہ یہ نفس اُن (سب اولیاء مقتول) کے لئے تھا تو جب اس نے معاف کر دیا تو نفس کو زندگی کا حق دیدیا تو اب وہ استطاعت نہیں رکھتا کہ اپنے حق کو حاصل کرے جب تک کہ غیر کے حق کو بھی نہ حاصل کرلے؏۔ عمرؓ نے کہا کہ پھر تم کیا رائے رکھتے ہو۔ ابن مسعودؓ نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ اس پر دیت قائم کریں اس کے مال میں سے اور کم کردیں حصہ اس شخص کا جس نے معاف کر دیا تو عمرؓ نے کہا اور میری رائے بھی یہی ہے۔ بیہقی اعمش سے وہ زید بن وہب سے اُنھوں نے کہا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک شخص کو پایا تو اُس کو (یعنی بیوی کو) قتل کر دیا تو یہ مقدمہ عمرؓ بن الخطاب کے سامنے پیش ہوا تو اس عورت پر اس کے بعض بھائیوں کو غصہ آیا اور اُنھوں نے اپنا حصہ اُس شخص پر صدقہ کر دیا تو عمرؓ نے حکم دیا بقیہ اولیاء مقتولہ کو دیت دیئے جانے کا۔ بیہقی مروی ہے عمرؓ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک شخص کو قتل کر دیا۔ تو مقتول کی بہن نے کہا اور وہ قاتل کی بیوی تھی کہ میں نے اپنا حصہ اپنے شوہر سے معاف کر دیا تو عمرؓ نے فرمایا کہ یہ شخص قتل سے بچا لیا گیا۔ بیہقی روایت کیا گیا عمرؓ سے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ لڑکے کا عمد اور خطاء برابر ہے یعنی عمد خطاء کے حکم میں ہے۔ بیہقی ابن فراس سے کہ ہم کو خطبہ دیا عمرؓ نے اور فرمایا کہ میں نے اپنے عمّال کو اس لئے نہیں بھیجا کہ تمہاری کھالوں کو پیٹیں اور نہ اس لئے کہ وہ تمہارے اموال کو چھینیں تو جس شخص کے ساتھ اُس (کام) کے سوا جو اُن کے سپرد کیا گیا) دوسرا معاملہ کیا گیا ہو

؏ یعنی معاف کرنے والا دوسروں کا حق لئے بغیر اپنا حق حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ قتل کی صورت میں اُس کا حق ختم ہو رہا ہے اور معاف کرنے کی صورت میں دوسروں کا حق ضائع ہوتا ہے ۱۲

فلیرفعہ الیّ اُقصّہ منہ (قصاص خواہم گرفتہ ۱۲) فقال عمرو ابن العاص لو انّ رجلاً ادّب بعض رعیّتہ أ تقصّہ منہ قال إی والذی نفسی بیدہ لاُقصّہ منہ و قد رأیتُ النبیّ صلے اللہ علیہ وسلّم اُقتصّ من نفسہ البیہقی عن عطاء عن عمرُ لا اُقید من العظام یعنے غیرَ السّنّ البیہقی رُوینا عن عُمرو علیٍّ انّہما قالا مَن قتلہ حدٌّ فلا عَقل لہ و قالا الّذی یموتُ فی القصاص لا دیۃ لہ البیہقی عن مجاہد انّ عمر بن الخطاب قضٰی فیمن قُتِلَ فی الحرم او فی شہر الحرام او ہو مُحرِم بالدّیۃ وثُلث الدیۃ الشافعی قرأنا علٰی مالک لم نعلم احدًا من الائمّۃ فی القدیم و الحدیث قضٰی فیما دونَ الموضحۃ بشیٔ زاد بعضُ اصحابہ عنہ و ہو و اللّٰہُ یغفر لنا و لہٗ یُروٰی عن امامَین عظیمَین من المسلمین عُمرُ و عُثمان انّہما قضیا فیما دُون الموضحۃ بشیٍٔ موقّتٍ ثمّ قِیل یحتمل انّہما

اس کو چاہیئے کہ اس کو میرے سامنے پیش کرے میں اُس عامل سے اُس کا بدلہ لوں گا تو عمرو رضؓ بن العاص نے کہا کہ اگر کسی شخص نے اپنی رعیت میں سے کسی کی تادیب کی تو کیا آپ اُس سے اُس کا بدلہ لیں گے۔ فرمایا کہ ہاں قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں اُس سے ضرور بدلہ لوں گا اور مَیں نے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ نے اپنے نفس سے قصاص لیا۔ بیہقی عطاء سے وہ عمر رضؓ سے کہ مَیں ہڈیوں[ع] کا ..... قصاص نہیں لیتا یعنی دانتوں کے علاوہ۔ بیہقیؒ، ہم سے روایت کیا گیا عمر رضؓ سے اور علی رضؓ سے کہ دونوں نے کہا کہ جس کو قتل کر دیا "حد" نے اُس کا کوئی قصاص نہیں اور دونوں نے فرمایا جو شخص قصاص میں مرجائے (اور "حد کے قتل کرنے" سے بھی یہی مراد ہے) اُس کی کوئی دیت نہیں۔ بیہقی مجاہدؒ سے کہ عمر رضؓ بن الخطاب نے ایسے شخص کے بارے میں جو حرم میں قتل کیا گیا یا شہرِ حرام میں (یعنی ان مہینوں میں جو اشہرِ حرم میں داخل ہیں) یا وہ مُحرِم ہو فیصلہ دیا ایک اور ایک تہائی دیت کا۔ شافعیؒ کہتے ہیں کہ ہم نے اس کو مالکؒ کے سامنے پڑھا اور ہم کسی کو ائمہ قدیم اور جدید میں سے نہیں جانتے کہ اُنھوں نے فیصلہ دیا ہو موضحہ سے کم کسی زخم کی دیت کا (موضحہ کے معنے وہ زخم جو سر یا چہرہ میں لگا ہو اور اُس سے ہڈی نظر آنے لگی ہو)۔ .... بعض اصحابِ شافعیؒ نے ان کی روایت پر یہ اضافہ کیا اور وہ "اللہ تعالے ہماری اور ان کی مغفرت کرے" روایت کرتے ہیں مسلمانوں کے دو بڑے اماموں عمر رضؓ و عثمان رضؓ سے کہ ان دونوں نے مُوضحہ سے کم ایک زخم کی بابت کچھ شے موقّت کا فیصلہ دیا۔ پھر کہا گیا کہ احتمال ہے ان دونوں نے

ع یعنی ایسی جنایت کا قصاص نہیں لیتا جو ہڈیوں پر واقع ہو ۱۲

قضيا بطريق الحكومة والله اعلم البيهقي روى عن عمر انه قال والاسنان سواء الضرس والثنية كانه رجع اليه البيهقي عن سعيد ابن المسيب كان عمر يفاوت بين الاصابع حتى وجد كتاب آل عمرو بن حزم يذكرون انه من رسول الله صلى الله عليه وسلم وفيما هنالك من الاصابع عشر عشر قال الشافعي ولم يقبلوا كتاب آل عمرو بن حزم حتى ثبت عندهم انه كتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم قلت والاصل في تقدير الديات كتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم الذي روي عن عمرو بن حزم وقد اثبته عمر بن الخطاب واخذ به الشافعي عن محمد عن محمد بن ابان عن عمر بن الخطاب وعلي بن ابي طالب انهما قالا عقل المرأة على النصف من دية الرجل الشافعي اخبرنا فضيل بن عياض عن منصور بن المعتمر عن ثابت الحداد عن ابن المسيب ان عمر بن الخطاب قضى في دية اليهودي والنصراني باربعة آلاف وفي دية المجوسي بثمان مائة درهم الشافعي يروي عن عمر بن الخطاب وعلي في العبد يقتل قيمته بالغة ما بلغت البيهقي من طريق الثوري عن حماد عن ابراهيم ان الزبير وعليا اختصما في موالي لصفية الى عمر بن الخطاب فقضى بالميراث للزبير والعقل على علي البيهقي عن الشعبي

بطریقِ حکومت (یعنی بطورِ سیاست) فیصلہ دیا ہو واللہ اعلم۔ بیہقیؒ روایت کیا گیا عمرؓ سے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ سب دانت برابر ہیں ڈاڑھیں ہوں یا سامنے کے دانت گویا اُنھوں نے اس کی طرف رجوع کر لیا۔ بیہقیؒ، سعید بن المسیبؒ سے کہ عمرؓ انگلیوں کی درمیان (دیت میں) تفاوت کیا کرتے تھے یہاں تک کہ جب آلِ عمرو بن حزم کا مکتوب اُن کے سامنے آیا جس کے بارے میں وہ یہ ذکر کرتے تھے کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آیا تھا اور اس میں اُنگلیوں کے لئے دس دس تحریر ہے۔ شافعیؒ نے کہا اور اُنھوں نے قبول نہ کیا آل عمرو بن حزم کے مکتوب کو یہاں تک کہ اُن کے نزدیک ثابت ہو گیا کہ یہ مکتوب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ دیات کے اندازہ کرنے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ مکتوب جو عمرو ابن حزم سے روایت کیا گیا بنیادی چیز ہے اور عمرؓ بن الخطاب نے اس کو ثابت قرار دیا اور اُس کو معمول بنایا۔ شافعیؒ محمدؒ سے وہ محمد بن ابان سے وہ ابراہیم سے وہ عمرؓ بن الخطّاب اور علیؓ ابن ابی طالب سے کہ دونوں نے کہا کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے آدھے کے برابر ہو گی۔ شافعیؒ، خبر دی ہم کو فضیل بن عیاض نے منصور بن المعتمر سے وہ ثابت الحداد سے وہ ابن المسیّب سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فیصلہ کیا یہودی اور نصرانی کی دیت کے بارے میں چار چار ہزار درہم اور مجوس کی دیت کے بارے میں آٹھ سو درہم۔ شافعیؒ، روایت کیا جاتا ہے عمرؓ بن الخطاب سے اور علیؓ سے غلام کے بارے میں جو قتل کیا جائے اُس کی دیت اُس کی قیمت کے برابر ہو گی جس حد تک بھی پہنچے۔ بیہقی بسندِ ثوری حماد سے وہ ابراہیم سے کہ زبیرؓ اور علیؓ صفیہؓ کے موالی کے بارے میں اپنا جھگڑا عمرؓ بن الخطّاب کے پاس لے گئے تو اُنھوں نے میراث کا فیصلہ کیا زُبیر کے لئے اور دیتؒ تاتم کی علیؓ پر۔ بیہقی شعبی سے

انہ تعالی جعل عمر بن الخطاب الدیۃ فی ثلث سنین ثلثی الدیۃ فی سنتین وثلث الدیۃ فی سنۃ الشافعی عن سفیان عن عمرو عن طاؤس ان عمر بن الخطاب قال اُذکّر اللہ امرأ سمع من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الجنین شیئا فقام حمل بن مالک بن النابغۃ فقال کنت بین جاریتین لی فضرب احدیہما الاخری بمسطح فالقت جنینا میتا فقضی فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغرۃ فقال عمر کدنا ان نقضی فی مثل ہذا برأینا البیہقی عن شہر بن حوشب ان عمر صاح بامرأۃ فاسقطت فاعتق عمر غرۃ البیہقی عن زید بن اسلم ان عمر قوّم الغرۃ خمسین دینارا الشافعی عن سفیان عن منصور عن الشعبی ان عمر ابن الخطاب کتب فی قتیل وجد فی خیران ووداعۃ ان یقاس مابین قریتین فالی ایہما کان اقرب اخرج الیہ منہم خمسین رجلا حتی یوافوہ بمکۃ فادخلہم الحجر فاحلفہم ثم قضی علیہم بالدیۃ فقالوا ما وقت اموالنا ایماننا ولا ایماننا اموالنا فقال عمر کذلک الامر قال الشافعی وقال غیر السفیان عن عاصم الاحول عن الشعبی قال عمر بن الخطاب حقنت (منعت وحبست) ایمانکم دماءکم

انھوں نے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نے دیت کی ادائگی کو تین سال میں کردیا دو تہائی دیت دو سال میں اور ایک تہائی دیت ایک سال میں. شافعیؒ سفیان سے وہ عمرو سے وہ طاؤس سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ میں اللہ کو یاد دلاتا ہوں اُس شخص کو جس نے کچھ سُنا ہو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے جنین کے بارے میں تو کھڑے ہوئے حمل بن مالک بن النابغہ اور انھوں نے کہا کہ میرے پاس دو جاریہ تھیں. اُن میں سے ایک نے دوسری کے خیمہ کی چوب کھینچ ماری تو اُس کے پیٹ کا بچہ مرکر گر گیا تو اُس کے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا ایک بردے کا، تو عمرؓ نے کہا کہ ہم یہی فیصلہ اپنی رائے سے کرنے والے تھے. بیہقی شہر ابن حوشب سے کہ عمرؓ نے ایک عورت کو ڈانٹا تو اُس کا (خوف سے) اسقاط ہو گیا تو عمرؓ نے ایک بردہ آزاد کیا. بیہقی زید بن اسلم سے کہ عمرؓ نے ایک غرّہ (یعنی بردے) کی قیمت پچاس دینار قرار دی. شافعیؒ سفیان سے وہ منصور سے وہ شعبی سے کہ عمرؓ ابن الخطاب نے ایک مقتول کے بارے میں لکھا جو کہ خیران اور وداعہ کے درمیان پایا گیا تھا کہ دونوں قریوں کے درمیان فصل کا اندازہ کیا جائے. ان دونوں میں سے وہ مقتول جسکے قریب ہو ان میں سے پچاس آدمیوں کو نکال کر اُن کے پاس مکہ میں بھیجیں تو (جب وہ پہنچے تو) ان کو حجر (یعنی حطیم) میں داخل کیا. پھر اُن کو حلف دیا. پھر اُن پر دیت کا فیصلہ کیا تو انھوں نے کہا نہ پورا کیا (یعنی نہ بچایا) ہمارے اموال نے ہماری قسموں کو اور نہ ہماری قسموں نے ہمارے اموال کو تو عمرؓ نے فرمایا کہ ایسا ہی حکم ہے. کہا شافعیؒ نے اور سفیان کے سوا دوسرے راوی نے بروایت عاصم الاحول شعبیؒ سے نقل کیا کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ تمھاری قسموں نے تمھارے خونوں کو بچا لیا

ولا يبطل دم امرءٍ مسلم ثم ضعّف الشافعي
الحديث جدًا وقال انما هو عن الشعبي عن
الحارث الاعور والحارث الاعور كذّاب ثم
قال الشافعي سافرتُ الى خيران ووداعة
اربعة عشر سفرًا اسألهم عن حكم عمر بن
الخطاب في القتيل واحكي لهم ما رُوي عنه فقالوا
انّ هذا شيءٌ ما كان ببلدنا قطّ قال الشافعي
والعرب احفظ شيء لامر كان الشافعي عن
سعيد بن المسيّب انّ عمر بن الخطاب كان
يقول الدية للعاقلة ولا ترث المرأة من دية
زوجها شيئًا حتى اخبره الضحّاك بن سفيان
انّ النبيّ صلى الله عليه وسلم كتب اليه ان
يُورّث امرأة اشيم الضبابي من دية زوجها
فرجع اليه عمر الشافعي عن سفيان عن عمرو
ابن دينار انّه سمع بجالة يقول كتب عمر
ان اقتلوا كلّ ساحرٍ وساحرةٍ قال
فقتلنا ثلاث سواحر **قسمته الغنيمة و
الفيء والصّدقات** الشافعي عن طارق
ابن شهاب قال امدّ اهل الكوفة اهل
البصرة وعليهم عمّار بن ياسر فجاؤا
وقد غنموا فكتب عمر ان الغنيمة لمن
(غنیمت یافتند[۲]) شهد الوقعة قال وروي عن عمر
انّه كتب الى سعدٍ في جيش لحق بعد
ما غنم ان يقسّم له ان جاءوا قبل أن
يدفن القتلى ثم ضعّفه الشافعي

اور ایک مسلمان کا خون رائگاں نہ گیا۔ پھر شافعیؒ نے اس حدیث کو بہت ضعیف کہا کہ وہ مروی ہے شعبی سے بروایت حارث الاعور اور حارث اعور کذّاب ہے۔ پھر شافعیؒ نے کہا کہ میں نے خیران اور وداعہ کے چودہ[۱] سفر کئے اور لوگوں سے اُس مقتول کے بارے میں عمرؓ بن الخطاب کے حکم کے متعلق سوال کرتا رہا اور اُن سے جو روایت کی گئی اُس کو بھی اُن کو سناتا رہا تو لوگوں نے یہ جواب دیا کہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ کبھی ہمارے شہر میں نہیں ہوئی۔ اور شافعیؒ نے کہا کہ عرب ایسے واقعہ کو سب سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔ شافعیؒ سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ کہا کرتے تھے کہ دیت دادیہالی رشتہ والوں کے لئے ہے اور بیوی اپنے شوہر کی دیت میں سے کسی حصّہ کی وارث نہ ہوگی یہاں تک کہ ان کو خبر دی ضحاک بن سفیان نے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو لکھا تھا کہ اشیم الضبابی کی بیوی کو اُس کے شوہر کی دیت میں وارث بناؤ، تو عمرؓ نے اس کی طرف رجوع کر لیا۔ شافعیؒ سفیان سے وہ عمرو بن دینار سے کہ اُنھوں نے سُنا بجالہ سے وہ کہتے تھے کہ عمرؓ نے لکھا کہ ہر ایک جادوگر اور جادوگرنی کو قتل کر دو۔ کہا کہ پھر ہم نے تین جادوگرنیوں کو قتل کیا۔ **عمرؓ کا غنیمت و صدقات اور فے کو تقسیم کرنا۔** شافعیؒ طارق بن شہاب سے کہا کہ امداد کی اہلِ کوفہ نے اہلِ بصرہ کی اور ان پر عمار بن یاسر امیر تھے تو وہ آئے اور اُنھوں نے مالِ غنیمت حاصل کیا تو عمرؓ نے لکھا کہ غنیمت اس کے لئے ہے جو جنگ میں شریک ہوا۔ کہا کہ عمرؓ سے ایک روایت یہ کی گئی ہے کہ اُنھوں نے سعدؓ کو اُس لشکر کے بارے میں لکھا جو اُن سے ملا بعد اس کے کہ وہ غنیمت جمع کر چکے تھے کہ اس کو غنیمت کی تقسیم میں شریک کریں اگر وہ مقتولین کے دفن سے پہلے پہنچ گئے ہوں۔ پھر شافعیؒ نے اس روایت کو ضعیف کہا۔ شافعیؒ

والبخاري وغيرهما عن الزهري عن مالك ابن أوس سمعت عمر بن الخطاب يقول و العباس وعلي بن ابي طالب يختصمان اليه في أموال النبي صلى الله عليه وسلم فقال عمر كانت اموال بني النضير مما أفاء الله (منیت داد ۱۲) على رسوله مما لم يوجف عليهم المسلمون بخيل ولا ركاب (نہ راندند ۱۲) وكانت لرسول الله صلى الله عليه وسلم خالصة دون المسلمين و كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينفق منها على أهله نفقة سنة فما فضل جعله في الكراع والسلاح عدة (سامان ۱۲) في سبيل الله الحديث بطوله قال الشافعي في مسئلة السلب للقاتل عارضنا معارض فذكر ان عمر بن الخطاب قال انا كنا لا نخمس السلب وان سلب البراء قد بلغ شيئا كثيرا ولا أراني الا خامسه ثم اجاب بان هذه الرواية ليست من روايتنا وان سلمنا فاذا ثبت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بأبي هو وأمي شيء لم يجز تركه ولم يستثن النبي صلى الله عليه وسلم قليل السلب ولا كثيره ثم قد قضى سعد في زمانه بالسلب الكثير للقاتل قلت و بعد هذا كله فانما مفاد تلك الرواية ان السلب لا يخمس وهو للقاتل الا اذا كان شيئا كثيرا جدا خلاف العادة المعهودة

اور بخاری رح وغیرہما زہری سے وہ مالک بن اوس سے کہ میں نے عمر رض بن الخطاب سے سنا جب کہ عباس رض اور علی رض بن ابی طالب اموالِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنا جھگڑا لے کر ان کے پاس آئے تو عمر رض نے کہا کہ بنی نضیر کے اموال ایسے اموال میں سے تھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ص کو غنیمت میں عطا فرماتے تھے جن پر مسلمانوں نے نہ اونٹ دوڑاتے اور نہ گھوڑے تو وہ خالص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے تھے ان میں مسلمان حصہ دار نہ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے اپنے اہل پر خرچ کیا کرتے تھے ایک سال کے مصارف. پھر جو کچھ مال بچ رہتا اس کو گھوڑوں اور ہتھیاروں کی خریداری پر صرف کرتے اللہ کی راہ میں جہاد کی تیاری کے لئے. آخر حدیث تک مع اس کی طوالت کے. شافعی رح نے کہا اس مسئلہ میں کہ مقتول سے لیا ہوا مال قاتل کے لئے ہے ایک معارض نے ہم سے معارضہ کیا اور ذکر کیا کہ عمر رض بن الخطاب نے فرمایا کہ مقتول سے لئے ہوئے مال میں سے خمس نہیں لیتے اور براء کا سلب (یعنی چھینا ہوا مال) ایک بڑی مقدار تک پہنچ گیا ہے اور میری رائے تو یہ ہے کہ میں اس سے خمس وصول کروں. پھر شافعی رح نے جواب دیا کہ یہ روایت ہماری روایت میں سے نہیں ہے اور اگر ہم تسلیم کرلیں تو جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے "میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں" ایک بات ثابت ہوگئی تو اس کو چھوڑنا جائز نہیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی استثنا نہیں فرمایا قلیل سلب کا اور نہ کثیر سلب کا. پھر سعد رض نے اپنے زمانہ میں قاتل کے لئے سلب کثیر کا فیصلہ کیا. میں کہتا ہوں کہ اس تمام کلام کے بعد کہ مفاد اس تمام روایت کا یہ ہے کہ سلب (یعنی مقتول سے چھینے ہوئے سامان) میں سے خمس نہ لیا جائے گا اور وہ قاتل کا ہوگا مگر جب کہ وہ عادت معہودہ کے خلاف بہت ہی زیادہ ہو

ففيه اثبات ان السلب للقاتل لا يخمس بقي البحث في الاستثناء فقط ولعل عمر خصّ بالمعتاد لانّه بمنزلة الحقيقة العرفية والله اعلم محمد ابن الحسن عن ابي حنيفة عن عبد الله بن داود عن المنذر بن ابي حمصة قال بعثه عمر الى جيش في مصر فاصابوا غنائم فقسّم للفارس سهمين وللراجل سهماً فرضي بذلك عمر قال محمد وهذا قول ابي حنيفة ولسنا ناخذ بهذا ولكنا نرى للفارس ثلثة اسهم سهماً له وسهمين لفرسه وروى ابو يوسف عن ابي حنيفة نحواً من ذلك ثم قال كان ابو حنيفة ياخذ بهذا الحديث ويجعل للفرس سهما وللرجل سهماً وما جاء من الآثار في الاحاديث انّ للفرس سهمين وللرجل سهماً اكثر من ذلك واوثق والعامة عليه قال ابو يوسف الكلبي محمد بن السائب حدثني عن ابي صالح عن ابن عباس انّ الخمس كان في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم على خمسة اسهم لله والرسول سهم ولذي القربى سهم واليتامى والمساكين وابن السبيل ثلثة اسهم ثم قسمه ابو بكر الصديق وعمر الفاروق وعثمان ذوا النورين رضي الله تعالى عنهم على ثلثة اسهم وسقط سهم الرسول وسهم ذوي القربى وقسم على الثلثة الباقين ثم قسمه علي بن ابي طالب

تو اس میں اس امر کا اثبات موجود ہے کہ سلب قاتل کا ہوتا ہے اس میں سے خمس نہیں نکلتا۔ فقط استثناء میں بحث باقی رہ جاتی ہے اور شاید عمرؓ نے اس کو خاص کیا ہو اُس مقدار کے ساتھ جو عادۃً حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ حقیقتِ عرفیہ کے مرتبہ میں ہے، واللہ اعلم۔ محمد ابن الحسن ابو حنیفہؒ سے وہ عبداللہ بن داوٗد سے وہ منذر بن ابی حمصہ سے کہا کہ ان کو عمرؓ نے ایک لشکر کی طرف مصر میں بھیجا۔ اُن کو غنیمتیں دستیاب ہوئیں تو اُنھوں نے سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ تقسیم کیا۔ اور اس تقسیم پر عمرؓ راضی ہوئے۔ کہا محمدؒ نے یہ قول ہے ابو حنیفہؒ کا اور ہم نے اس کو نہیں لیا اور ہم یہ رائے رکھتے تھے کہ سوار کے لئے تین حصے ہیں ایک حصہ سوار کا اور دو حصے اُس کے گھوڑے کے۔ اور روایت کیا ابو یوسفؒ نے ابو حنیفہؒ سے اسی طور پر۔ پھر کہا کہ ابو حنیفہؒ اس حدیث کو لیا کرتے تھے اور گھوڑے کے لئے ایک حصہ اور سوار کے لئے ایک حصہ لگایا کرتے تھے اور جو آثار میں سے احادیث میں آیا ہے کہ گھوڑے کے لئے دو حصے اور آدمی کے لئے ایک حصہ وہ اس سے زیادہ ہے اور زیادہ مضبوط ہے اور عمل عامہ اسی پر ہے۔ کہا ابو یوسفؒ نے کہ محمد بن السائب کلبی نے مجھ سے حدیث بیان کی ابو صالح کی روایت ہے وہ ابن عباسؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خمس کے پانچ سہام کئے جاتے تھے اللہ اور رسولؐ کا ایک حصہ اور ذوی القربیٰ کا ایک حصہ اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے تین حصے۔ پھر خمس کو ابو بکر صدیقؓ اور عمر الفاروقؓ اور عثمانؓ ذی النورین رضی اللہ عنہم نے تین سہام پر تقسیم کیا اور حصہ رسولؐ کا اور حصہ ذوی القربیٰ کا ساقط کردیا گیا اور اس کو باقی تینوں پر تقسیم کیا گیا پھر اس کو علیؓ بن ابی طالب نے اُسی طرح تقسیم کیا

علی ما قسمہ علیہ ابوبکر و عمر و عثمانُ و قد روی لنا عن عبداللہ بن العباس انہ قالَ عَرَضَ علینا عمر بن الخطاب ان یُزَوِّجَ من الخُمس اَیِّمَنَا و یقضی منہ عن مغرَمِنا فابَینا الاّ اَن یُسَلِّمہٗ لنا وابَیٰ ذٰلک علینا اَبو یوسف اخبرنے محمد بن اسحاق عن ابی جعفر قلتُ لہٗ ما کان رایَ علیؓ فی الخُمس قالَ کان رَایُہٗ فیہ رَایَ اہلِ بیتہ ولکنہ کرِہَ ان یُخالف ابابکر و عمر اَبو یوسف حدثنی محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ عن ابیہ قال سمعتُ علیًّا یقولُ قلتُ یارسولَ اللہ اِن رَأیتَ اَن تُوَلِّیَنِی حقَّنا مِن الخُمس فاَقسِمہٗ حیاتَکَ کَیْ لاینازِعنا احدٌ بعدَکَ فافعَل ففعلَ قال فوَلَّانیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقسمتُہٗ حیوتَہٗ ثم ولانیہ عمر فقسمتُہٗ حتی اذا کانت آخر سنۃ عمر بن الخطاب فاتاہ مال کثیر فعزَلَ حقَّنا ثم ارسلَ الیَّ فقال خُذہ فاَقسِمہٗ فقلتُ یا امیرَ المؤمنین بِنَا عنہ العامَ غِنیً و بالمسلمینَ الیہ حاجۃٌ فرَدَّہٗ علیہم تلک السنۃ ولم یَدعُنا الیہ احدٌ بعدَہٗ

جس طرح ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ نے کیا تھا۔ اور ہم سے روایت کیا گیا عبداللہ بن عباسؓ سے کہ انھوں نے کہا کہ ہمارے سامنے عمرؓ بن الخطاب نے یہ تجویز رکھی کہ وہ خمس میں سے ہماری بے شوہر کی عورتوں کے نکاح کرائیں اور اس سے ہمارے قرضوں کو ادا کریں تو ہم نے اس سے انکار کیا بجز اس صورت کے کہ وہ اس کام کو ہمارے سپرد کریں اور اس کا انھوں نے ہم سے انکار کر دیا۔ ابو یوسفؒ مجھ کو خبر دی محمد بن اسحٰقؒ نے وہ روایت کرتے ہیں ابو جعفرؒ سے کہ میں نے اُن سے کہا کہ خمس کے بارے میں علیؓ کی رائے کیا تھی؟ انھوں نے کہا کہ اس بارے میں اُن کی رائے وہی تھی جو اُن کے اہلِ بیت کی تھی لیکن انھوں نے اس بات کو مکروہ سمجھا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کی مخالفت کریں۔ ابو یوسفؒ مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے اپنے باپ سے کہا کہ میں نے سنا علیؓ سے کہ کہتے تھے کہ میں نے کہا یا رسول اللہؐ! اگر آپ کی رائے ہو کہ آپ ہمارے خمس کے حق پر مجھے متولی بنا دیں کہ میں آپؐ کی حیات میں اس کو تقسیم کرتا رہوں تاکہ آپؐ کے بعد کوئی ہم سے جھگڑا نہ کرے، تو بنا دیجئے تو آپؐ نے ایسا کیا۔ کہا کہ پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر متولی بنایا اور میں آپؐ کی زندگی میں تقسیم کرتا رہا۔ پھر مجھ ہی کو متولی بنایا عمرؓ نے تو میں اس کو اُن کی زندگی میں تقسیم کرتا رہا۔ یہاں تک کہ جب عمرؓ بن الخطاب کا آخری سال آیا تو اُن کے پاس بہت مال آیا تو انھوں نے ہمارا حق نکالا پھر مجھے بلوایا اور کہا کہ اس کو لے لو اور تقسیم کرو تو میں نے کہا کہ اے امیر المومنینؓ ہم کو اس سال اس کی ضرورت نہیں اور مسلمانوں کو اس کی حاجت ہے۔ تو انھوں نے اس کو عام مسلمانوں پر اس سال تقسیم کر دیا۔ اور عمرؓ بن الخطاب کے بعد کسی نے

عمر بن الخطاب حتیٰ تمت مقامی
ھذا فلقینی العباس بن عبد المطلب
بعد خروجی من عند عمر بن الخطاب
فقال یا علیؓ لقد حرمتنا الغداۃ
شیئاً لا یرد علینا ابداً الیٰ یوم القیمۃ
ابو یوسف حدثنی محمد بن اسحٰق عن الزھری
ان نجدۃ کتب الیٰ ابن عباس یسألہ عن
سھم ذوی القربیٰ لمن ھو فکتب الیہ
ابن عباس کتبت الیّ تسألنی عن سھم
ذوی القربیٰ لمن ھو وھو لنا وان عمر
ابن الخطاب دعانا الیٰ ان ینکح منہ
ایمنا ویقضی منہ عن غریمنا ویخدم منہ
عائلنا (خادم دے عیالدار مارا) فابینا الا ان یسلمہ لنا فابیٰ
ذٰلک علینا ابو یوسف حدثنی عطاء بن
السائب ان عمر بن عبد العزیز بعث
بسھم الرسول وسھم ذوی القربیٰ الیٰ
بنی ھاشم قال ابو یوسف کان ابو حنیفۃ و
اکثر فقھائنا یرون ان یقسمہ الخلیفۃ
علیٰ ما قسمہ ابو بکر و عمر و عثمان و
علیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنھم الشافعی
قال بعض الناس لیس لذوی القربیٰ
من الخمس شیٔ قال ابن عیینۃ روی ان
محمد بن اسحٰق قال سألت ابا جعفر محمد بن علیؓ
ما صنع علیؓ فی الخمس فقال سلک بہ طریق
ابی بکر و عمر وکان یکرہ ان یوخذ

ہم کو اس کام کے لئے نہیں بلایا یہاں تک کہ میں جب کہ عمرؓ بن الخطاب
کے پاس سے نکل کر آیا اور اسی مقام پر کھڑا تھا کہ مجھ سے عباسؓ
ابن عبد المطلب ملے اور کہا کہ اے علیؓ! تونے ہمیں ایسی چیز سے
محروم کر دیا ہے جو اب کبھی قیامت تک ہمارے پاس لوٹ کر نہ
آئے گی۔ ابو یوسفؒ، مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن اسحٰق نے
زہریؒ سے کہ نجدہ نے خط لکھا ابن عباسؓ کو جس میں ذوی
القربیٰ کے حصہ کے بارے میں پوچھا کہ وہ کس کا ہے تو ان کو
ابن عباسؓ نے لکھا کہ تم نے مجھے لکھا آپ مجھ سے ذوی القربیٰ
کے حصہ کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کس کا ہے۔ اور وہ ہمارا
ہے حال یہ ہے کہ عمرؓ بن الخطاب نے ہم کو اس طرف دعوت
دی تھی کہ وہ اس سے ہماری بے شوہر عورتوں کے نکاح کریں
اور ہمارے قرضداروں کا قرض ادا کریں اور جو ہم میں عیالدار
ہیں اس سے ان کو خادم عطا کریں تو ہم نے انکار کر دیا بجز اس
صورت کے کہ وہ اس مال کو ہمارے سپرد کر دیں تو اس سے
انھوں نے انکار کر دیا۔ ابو یوسفؒ، مجھ سے حدیث بیان کی عطاء
ابن السائب نے کہ عمر بن عبد العزیزؒ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کا حصہ اور ذوی القربیٰ کا حصہ بنی ہاشم کو بھیجا۔ کہا
ابو یوسفؒ نے کہ ابو حنیفہؒ اور ہمارے اکثر فقہاءؒ یہ رائے رکھتے تھے
کہ اس کو خلیفہ اسی طور پر تقسیم کرے جس طرح اس کو ابو بکرؓ اور
عمرؓ اور عثمانؓ اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے تقسیم کیا تھا۔
شافعیؒ، بعض لوگوں نے کہا کہ ذوی القربیٰ کا خمس میں کوئی
حق نہیں۔ ابن عیینہؒ نے کہا روایت کیا گیا کہ محمد بن اسحٰق نے
کہا کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی سے پوچھا کہ علیؓ نے خمس میں
کیا کیا تھا تو انھوں نے کہا کہ وہ خمس میں ابو بکرؓ و عمرؓ کے طریقہ
پر چلے تھے اور وہ اس سے کراہت کرتے تھے کہ ان پر ان دونوں کے

علیہ خلافہما قلت یرید القائل انہ کالاجماع علی سقوط سہمہم ثم رد الشافعی علیہ بکلام بسوط وکان مما قال فقیل لہ ہل علمت ان ابابکر قسم علی الحر والعبد و سوی بین الناس و قسم عمر فلم یجعل للعبد شیئا و فضل بعض الناس علی بعض و قسم علی فلم یجعل للعبد شیئا و سوی بین الناس قال نعم قلت افتعلم خالفہما قال نعم قلت او تعلم ان عمر قال لا تباع امہات الاولاد و خالفہ علی قال نعم قلت او تعلم علیا خالف ابابکر فی الجد قال نعم ثم قال الشافعی اخبرنا عن جعفر بن محمد عن ابیہ ان حسنا و حسینا و ابن عباس و عبد اللہ بن جعفر سألوا علیا نصیبہم من الخمس فقال ہو لکم حق و لکنی محارب معاویۃ فان شئتم ترکتم حقکم فیہ قال فی الجدید فاخبرت بہذا الحدیث عبد العزیز بن محمد فقال صدق ہکذا کان جعفر یحدثہ افما حدثکہ عن ابیہ عن جدہ

خلاف عمل کرنے پر گرفت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ قائل کی مراد یہ ہے کہ ان کے حصوں کا سقوط گویا اجماع کے مرتبہ میں آگیا۔ پھر شافعیؒ نے اس پر مبسوط کلام کرتے ہوتے رد کیا ہے اور اس میں سے انھوں نے ایک بات یہ فرمائی کہ پھر اس (قائل) سے کہا گیا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ ابوبکرؓ نے آزادوں اور غلاموں پر سب پر تقسیم کیا اور سب لوگوں کو برابر برابر دیا تھا اور عمرؓ نے اس طرح تقسیم کیا کہ غلام کا کوئی حصّہ نہیں رکھا اور بعض لوگوں کو بعض سے زیادہ دیا اور علیؓ نے تقسیم کیا تو انھوں نے غلام کا کوئی حصّہ نہیں لگایا اور سب لوگوں کو برابر برابر دیا۔ اُس نے کہا کہ ہاں۔ میں نے کہا کہ پھر تم جانتے ہو کہ انھوں نے دونوں کے خلاف کیا تھا۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ میں نے کہا اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ عمرؓ نے کہا تھا کہ جو اُمّ ولد ہیں وہ نہ فروخت کی جائیں اور علیؓ نے اس کے خلاف کیا۔ اُس نے کہا کہ ہاں۔ میں نے کہا کہ کیا تم جانتے علیؓ کو کہ اُنھوں نے ابوبکرؓ کے خلاف کیا جدّ کے بارے میں تو کہا کہ ہاں۔ (تو یہ بات کیسے قرینِ قیاس مانی جائے کہ علیؓ نے خمس کی تقسیم ابوبکر و عمر کے طریقہ پر کراہت کی تھی جبکہ بہت سی باتوں میں ان کا عمل شیخینؓ کے خلاف ثابت ہے) پھر کہا شافعیؒ نے کہ ہم کو خبر ملی جعفر بن محمدؒ سے ان کو اپنے باپ سے کہ حسنؓ اور حسینؓ اور ابن عباسؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ نے خمس میں سے اپنے حصّوں کا سوال علیؓ سے کیا تو اُنھوں نے کہا کہ وہ تمھارا حق ہے لیکن میں معاویہؓ سے لڑ رہا ہوں تو اگر تم چاہو تو اس (ضرورت کے موقع) میں اپنے حق کو ترک کر دو۔ کہا (شافعیؒ نے) جدید میں کہ پھر میں نے اس حدیث کی خبر دی عبدالعزیز بن محمدؒ کو تو اُنھوں نے کہا کہ سچ کہا جعفرؒ اسی طرح اس کو بیان کیا کرتے تھے تو کیا آپ سے اُنھوں نے یہ حدیث اپنے باپ اور دادا کی روایت سے بیان نہیں کی۔

قلتُ لا قال ما اُخبِرہٗ الا عن جدّہ
قال الشافعی اَجعفرٌ اعرفُ و اوثق
بحدیث ابیہ او ابن اسحٰق قالَ
بل جعفر ثم قال الشافعی انا ابراہیم
ابن محمد عن مطر الوراق و رجل لم یُسَمِّہ
کلاہما عن الحکم بن عتیبۃ عن
عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ قال لقیتُ
علیًّا عند اَحجار الزیت فقلتُ یا اَبی
اَنت و اُمّی ما فعل ابوبکر فی حقّکم
اہلِ البیت من الخُمس فقالَ علیٌّ اما
ابوبکر رحمہ اللّٰہ فلم یکن فی زمانہ اخماسٌ
و ما کان فقد اَوْفاناہ و اما عمر فلم یزل
یُعطینا حتّٰی جاءہ مال السوس و الاہواز
و قال الاہواز او مال الفارس انا
اشکُّ فقال فی حدیث مطر او فی
حدیث الآخر فقالَ فی المسلمین
خَلَّۃٌ حاجۃ فان احببتم ترکتم حقّکم فجعلناہ
فی خَلَّۃِ المسلمین حتّٰی یاتینا مالٌ
فاُوفیکم حقّکم منہ فقال العباسُ
لا تُطمِعہ فی حقِّنا فقلتُ لہٗ یا اَبا الفضلِ
اَلَسنا احقَّ مَن اَجابَ امیرالمؤمنین
و رَفعَ خَلَّۃَ المسلمین فتوفّی عمر
قبلَ ان یاتیہٗ مالٌ فیقضینا
وقال الحکم فی حدیث
مطر او الآخر

میں نے کہا نہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ میں نہیں گمان کرتا اس کو مگر
ان کے دادا سے۔ کہا شافعیؒ نے کہ جعفر اپنے باپ کی حدیث کے
زیادہ پہچاننے والے اور زیادہ پختہ کار ہیں یا ابن اسحٰق، انہوں
نے کہا کہ جعفر۔ پھر شافعیؒ نے کہا کہ ہم کو خبر دی ابراہیم بن
محمدؒ نے مطر الوراق اور ایک اور شخص سے جس کا نام نہیں لیا۔
دونوں نے روایت کیا حکم بن عتیبہ سے انہوں نے عبدالرحمٰن
ابن ابی لیلیٰ سے انہوں نے کہا کہ میں نے ملاقات کی علیؓ
سے احجار الزیت کے نزدیک تو میں نے کہا کہ میرے ماں باپ
آپ پر قربان ہوں، آپ سے اہلِ بیت کے حق میں جو خمس میں
ہے ابوبکرؓ نے کیا معاملہ کیا تھا۔ تو علیؓ نے کہا، ابوبکر رحمہ اللہ
کے بارے میں تو یہ بات ہے کہ ان کے زمانہ میں اخماس تھے ہی
نہیں اور جو کچھ تھا (یعنی جو اُن کے زمانہ میں مال آیا تھا) اُنھوں نے
اُس کو پورا ادا کیا۔ رہے عمرؓ تو وہ ہمیشہ ہم کو دیتے رہے یہاں
تک کہ اُن کے پاس سوس اور اہواز کا مال آیا، یا کہا اہواز کا
یا فارس کا مال آیا مجھے شک ہے، پھر کہا حدیث مطر میں
ہے یا دوسری حدیث میں، بہرحال عمرؓ نے کہا بہت سے مسلمان
حاجتمند ہیں اگر تم بخوشی اپنے حق کو چھوڑ دو تو ہم اس کو مسلمانو
کی حاجت میں صرف کردیں یہاں تک کہ ہمارے پاس اور مال
آجائے اور میں اس میں سے تمہارے حق کو پورا کردوں۔ اس پر
عباسؓ نے (مجھ سے) کہا تم اُن کو ہمارے حق میں طمع نہ دلاؤ۔
میں نے اُن سے کہا اے ابوالفضل (یہ عباسؓ کی کنیت ہے)
کیا امیرالمومنینؓ کی بات کو ماننے اور مسلمانوں کی حاجت روائی
کرنے کا سب سے زیادہ حق ہم پر نہیں ہے۔ اس کے بعد قبل اس
کے کہ عمرؓ کے پاس مال آتے اور وہ ہم کو وہ حق پورا ادا کریں اُنکی
وفات ہوگئی۔ اور حکم نے مطر کی حدیث میں کہا یا دوسرے شخص نے

ان عمر قال لکم حق و لا یبلغ علمی اذ اکثر ان یکون لکم کلّہ فان شئتم اعطیتکم منہ بقدر ما اریٰ لکم فابیناہ علیہ الا کلّہ فابیٰ ان یعطینا کلّہ البیہقی عن ابن عباس ان نجدۃ الحروری کتب الیہ فی سہم ذوی القربیٰ نحواً مما ذکر ابو یوسف ثم قال الشافعی قال یعنی ذٰلک القائل فکیف یقسم سہم ذوی القربیٰ ولیست الروایۃ فیہ عن ابی بکر و عمر متوافقۃ قلت ہٰذا قول من لا علم لہ ثبت فی ہٰذا الحدیث عن ابی بکر انہ اعطاہموہ و عمر حتی کثر المال ثم اختلف عنہ فی الکثرۃ ارأیت مذہب اہل العلم فی القدیم و الحدیث اذا کان الشیٔ منصوصاً فی کتاب اللہ مبیّناً علیٰ لسان رسول صلی اللہ علیہ وسلم او بفعلہ الیس یستغنی عن ان یسأل عما بعدہ الیس تعلم ان فرض اللہ علیٰ اہل العلم اتباعہ قال بلیٰ قلت فتجد سہم ذوی القربیٰ مفروضاً فی آیتین من کتاب اللہ مبیّناً علیٰ لسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبفعلہ باثبت مایکون من اخبار الناس من وجہین احدہما ثقۃ المخبرین عنہ و اتصال خبرہم

کہ عمرؓ نے کہا کہ تمہارا حق ہے اور میرا علم اس حد پر نہیں پہنچتا کہ اگر مال کثیر ہو جائے تو وہ سب تمہارے لئے ہو جائے تو اگر تم چاہو تو میں اس میں سے جتنا تمہارے لئے مناسب سمجھوں تم کو دیدوں تو ہم نے ان سے کل مال سے کم لینے سے انکار کر دیا تو انھوں نے کل مال دینے ..... سے انکار کر دیا۔ بیہقیؒ ابن عباسؓ سے کہ نجدۃ الحروری نے ان کو لکھا ذوی القربیٰ کے حصوں کے بارے میں۔ اسی طور پر جس کا ذکر ابو یوسفؒ نے کیا ہے۔ پھر کہا شافعیؒ نے کہ کہا یعنی اُس کہنے والے نے تو کیونکر ذوی القربیٰ کا حصہ تقسیم کیا جائے گا حالانکہ اس میں کوئی روایت ابو بکرؓ و عمرؓ سے ایسی نہیں جو باہم موافقت رکھتی ہو، مَیں نے کہا کہ یہ قول اُس کا ہے جس کو علم نہیں۔ اس حدیث میں ابو بکرؓ سے ثابت ہے کہ انھوں نے ان کو خمس عطا کیا اور عمرؓ نے بھی یہاں تک کہ مال کی کثرت ہوئی پھر کثرتِ مال کے بعد اُن سے اختلاف کیا گیا۔ کیا تم جانتے ہو اہلِ علم کے مذہب کو قدیم زمانہ کے اور بعد کے زمانہ کے کہ جب کوئی شے منصوص ہوتی ہے کتاب اللہ میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان یا آپؐ کے فعل سے صاف واضح شدہ بھی ہو کیا وہ اس سے مستثنیٰ نہیں کہ اس کے بعد اس کے بارے میں کوئی سوال کیا جائے۔ کیا تم اس بات کو نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ علم پر اُن کا اتباع فرض کیا ہے؟ اُس نے کہا کیوں نہیں۔ میں نے کہا کہ پھر تم کتاب اللہ کی دو آیتوں میں پاتے ہو کہ ذوی القربیٰ کے حصے فرض کئے گئے ہیں اور خوب واضح شدہ ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان اور آپؐ کے فعل سے جس کے بارے میں لوگوں کی ایسی خبریں موجود ہیں جن کے ثبوت کی پختگی کی دو وجہیں موجود ہیں۔ ایک اُن میں سے آپؐ سے خبر دینے والوں کا ثقہ ہونا اور ان کی خبروں کا متصل ہونا

وانهم كلهم اهل قرابة لرسول الله صلى
الله عليه وسلم الزهري من اخواله وابن
المسيب من اخوال ابيه وجبير بن مطعم
ابن عمه وكلهم قريب منه في جذم النسب
وهم يخبرونك مع قرابتهم وشرفهم انهم
مخرجون منه وان غيرهم مخصوص به و
يخبرك انه طلبه هو وعثمان فمتى تجد سنة
اثبت لفرض الكتاب وصحة المخبرين
من هذه السنة التي لم يعارضها من
رسول الله صلى الله عليه وسلم معارض
بخلافها قلت هذا كلام الفريقين فتامل
فيه جدا والاوجه عندي ان عمر
ابن الخطاب كان يرى سهم ذوي
القربى ثابتا ماضيا بعد رسول الله
صلى الله عليه وسلم ولم يكن يرى
ان لهم خمس الخمس كاملا بل كان يرى
ذلك الى الامام يعطيهم باجتهاده
كما روى ابو يوسف والبيهقي وغيرهما
عن ابن عباس وليس للشافعي
حديث صريح يدل على ان النبي
صلى الله عليه وسلم و
خلفاءه كانوا يعطون ذوي القربى
خمس الخمس لا ينقصون منه
ولا لابي يوسف نص صريح
صحيح ان ابا بكر و عمر

اور (دوسری وجہ) یہ ہے کہ وہ سب کے سب رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کے اہلِ قرابت ہیں۔ زہری آپؐ کے اخوال میں
سے (یعنی ماموں کی اولاد) اور ابن المسیب آپؐ کے باپ کے
اخوال میں سے اور جُبیر بن مُطعم آپؐ کے ابنِ عم اور سب کے سب
آپؐ سے قریب ہیں اصلِ نسب میں اور وہ تم کو خبر دیے رہے
ہیں اپنی قرابت اور شرافت کے ساتھ کہ ان کو اس دیئے
جانے والوں کے زمرے) سے نکال دیا گیا اور دوسرے
لوگوں کو اس سے مخصوص کردیا گیا اور وہ تم کو یہ بھی خبر
دیتے ہیں کہ انہوں نے بھی اُن کو بُلایا اور عثمان رضنے بھی۔
پھر تم کب ایسی سنت پاؤگے جو کتاب سے فرضیت کے ثبوت
میں اور صحتِ مخبرین کے اعتبار سے اس سُنّت سے زیادہ پختگی
رکھنے والی ہو، جس کے خلاف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کی طرف سے کوئی معارض (قول یا فعل) ثابت نہیں ہے۔ میں کہتا
ہوں کہ یہ ہے فریقین کا کلام اس میں بخوبی غور کرلینا چاہیئے۔ اور
میرے نزدیک مناسب توجیہ یہ ہے کہ عمر رض بن الخطاب یہ رائے
رکھتے تھے کہ ذوی القربیٰ کا حصّہ ثابت ہے جاری رہنے والا
ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اور یہ رائے نہیں رکھتے
تھے کہ ان کا حصّہ خُمس کا پورا پانچواں حصّہ ہے، بلکہ اس کو
امام کی رائے پر موقوف سمجھتے تھے جو اُن کو اپنے اجتہاد سے
عطا کرے۔ جیسا کہ ابو یوسف رح اور بیہقی رح وغیرہما نے ابنِ عباس رض
سے روایت کیا۔ اور شافعی رح کے پاس کوئی ایسی حدیث صریح
نہیں ہے جو اس پر دلالت کرتی ہو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
اور خُلفاء ذوی القُربیٰ کو خُمس کا پورا پانچواں حصہ دیا کرتے
تھے، اس میں کچھ کمی نہ کرتے تھے۔ اور نہ ابو یوسف رح
کے پاس کوئی نص صریح موجود ہے کہ ابو بکر رض اور عمر رض نے

أسقطا سہم ذوی القربیٰ بالکلیۃ والکلبیّ ضعیفٌ عند اہل الحدیث لاشکّ فی ذٰلک ووجہ التطبیق بین الروایتین المختلفتین فی العلّۃ التی عرضہا عمر علی علیّ فی ترک سہمہم انّ الأمرین صحیحٌ حطّ نصیبہم مما کانوا یزعمون انّہ حقّہم وحثّہم علی بذل مالہم من الحقّ عندہ الی الفقراء فی ایّام الحاجۃ ابو یوسف رحمہ اللہ حدّثنی بعض مشیختنا عن یزید بن ابی حبیب ان عمر رضی اللہ عنہ کتب الی سعد حین افتتح العراق امّا بعد فقد بلغنی کتابک تذکر انّ الناس سألوک ان تقسم بینہم مغانمہم وممّا افاء اللہ علیہم فاذا اتاک کتابی ہذا فانظر ما اجلب الناس بہ علیک الی العسکر من کراعٍ او مالٍ فاقسمہ بین من حضر من المسلمین واترک الارضین والانہار لعمّالہا لیکون ذٰلک من اعطیات المسلمین فانک ان قسمتہا بین من حضر لم یکن لمن بعدہم شیئ وقد کنت امرتک ان تدعو من لقیت الی الاسلام فمن اسلم واستجاب لک قبل القتال فہو رجلٌ من المسلمین لہٗ

ذوی القربیٰ کے حصہ کو بالکلیہ ساقط کر دیا تھا اور کلبی اہلِ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ اور دونوں مختلف روایتوں کے درمیان وجہ تطبیق اس علّت میں نظر کرنے سے واضح ہوتی ہے جس کو عمرؓ نے علیؓ کے سامنے پیش کی اُن کے حصّہ کے ترک کے بارے میں کہ دونوں امر صحیح ہیں اُن کے حصہ میں سے کمی کرنا بھی جس کے بارے میں ان کا دعوےٰ یہ تھا کہ وہ ان کا حق ہے اور اُن کا اپنے مال کو فقراء پر ایّام حاجت میں خرچ کرنے پر برانگیختہ کرنا بھی جو اُن کے نزدیک حق میں سے تھا (جس کا اعتراف حضرت علیؓ نے حضرت عباسؓ سے کیا تھا)۔ ابو یوسف رحمہ اللہ، مجھ سے حدیث بیان کی میرے ایک شیخ نے یزید بن ابی حبیب سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے سعدؓ کو خط لکھا جب اُنھوں نے عراق کو فتح کیا امّا بعد میرے پاس تمھارا خط پہنچا جس میں تم ذکر کرتے ہو کہ لوگوں نے تم سے درخواست کی کہ تم ان پر ان کے اموالِ غنیمت کو تقسیم کرو اور جو کچھ اُن کو اللہ نے بغیر جنگ کے دیا ہے۔ تو جب تمھارے پاس میرا یہ خط پہنچے تو ان چیزوں پر نظر کرو جو لوگ تمھارے پاس لشکر کی طرف گھوڑے یا اور مال لے کر آتے ہیں تو اُس کو مسلمانوں کے سامنے جو تمھارے پاس حاضر ہوں تقسیم کرو اور زمینوں اور نہروں کو اُن کے عُمّال کے پاس چھوڑ دو تاکہ یہ چیزیں مسلمانوں کو عطیات کے لئے باقی رہیں کیونکہ تم نے اگر اُن کو بھی حاضرین پر تقسیم کر دیا تو بعد والوں کے لئے کوئی شے باقی نہ رہے گی اور میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ تم جس کا سامنا کرو اس کو اسلام کی دعوت دو تو جو شخص مسلمان ہو جائے اور تمھاری دعوت قبول کر لے قتال سے پہلے تو وہ مسلمانوں میں کا ایک شخص ہے اُس کا حق وہی ہے جو دوسرے

ما لہم و علیہ ما علیہم و لہ سہمہ فی الاسلام
و من اجاب بعد القتال و بعد الہزیمۃ
فہو رجل من المسلمین و مالہ لاہل الاسلام
لانہم قد احرزوہ قبل اسلامہ
فہذا امری و عہدی الیک ابو یوسف
حدثنی غیر واحد من علماء اہل المدینۃ
قالوا لما قدم علی عمر بن الخطاب
رضی اللہ عنہ جیش العراق من قبل
سعد بن ابی وقاص شاور اصحاب
محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی تدوین
الدواوین و قد کان اتبع رأی
ابی بکر رضی اللہ عنہ فی التسویۃ
بین الناس فلما جاء فتح العراق
شاور الناس فی التفضیل
و رأی انہ الرأی فاشار علیہ
بذلک من رآہ و شاورہم فی قسمۃ
الأرضین التی افاء اللہ علی
المسلمین من ارض العراق والشام
فتکلم قوم فیہا و ارادوا ان یقسم لہم
حقوقہم و ما فتحوا فقال عمر
رضی اللہ عنہ فکیف بمن
یأتی من المسلمین فیجدون
الأرض بعلوجہا قد قسمت
و ورثت عن الآباء و حیزت
ما ھذا

مسلمانوں کا ہے اور اس کے اوپر وہی حق ہے جو عام مسلمانوں پر ہے اور اسلام میں اس کا حصہ بھی لگے گا اور جو شخص بعد قتال اور بعد ہزیمت کے دعوت قبول کرلے تو وہ (بھی اب) مسلمانوں میں کا ایک شخص ہے اور اس کا مال اہل اسلام کا ہے (اس کی واپسی نہ ہوگی) کیونکہ مسلمانوں نے اُس پر قبضہ کیا اُس کے اسلام لانے سے پہلے۔ تو یہ میرا حکم ہے اور میری طرف سے تم پر ذمہ داری ہے۔ ابو یوسفؒ ایک سے زیادہ علماء اہل مدینہ نے مجھ سے روایت کیا۔ انھوں نے کہا کہ جب سعدؓ بن ابی وقاص کے پاس سے عراق کا لشکر عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا تو انھوں نے اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے رجسٹروں کے مرتب کرنے کے بارے میں مشورہ کیا اور (پہلے آپ) سب لوگوں کو مساوی رکھنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کا اتباع کرچکے تھے۔ پھر جب عراق سے فتوحات آئیں تو لوگوں سے بعض کو فضیلت دینے کے بارے میں مشورہ کیا اور آپ نے دیکھا کہ عام رائے یہی ہے جس سے آپ نے رائے لی اُس نے اسی طرف اشارہ کیا اور آپ نے سرزمین عراق وشام کی زمینوں کی تقسیم کے بارے میں اُن سے مشورہ کیا جن زمینوں کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عطا فرمادیا تھا تو ایک قوم نے اس کے بارے میں گفتگو کی اور انھوں نے یہ تجویز کیا کہ ان (مجاہدین) کے حقوق اور اُن کے فتح کرنے کا لحاظ کرتے ہوئے اُن کو بھی ان پر تقسیم کردیا جائے تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس صورت میں ہم اُن مسلمانوں کے ساتھ کیا کریں گے جو (آئندہ) آئیں گے اور تمام سرزمین کو اس حال میں پائیں گے کہ وہ اُن گبروں سمیت (جو اس زمین میں ممتاز مقام رکھتے تھے) تقسیم ہوچکی اور آبائی ترکہ کی طرح وہ اُن کے وارث قرار دیئے جاچکے اور وہ ان پر ذی اختیار بنائے جاچکے۔ میری یہ رائے

برأيي فقال له عبد الرحمن بن عوف فما
الرأي ما الارض والعلوج إلا مما أفاء
الله عليهم فقال عمر ما هو إلا كما تقول و
لست أرى ذلك والله لا يفتح بعدي
بلد فيكون فيه كبير نيل بل عسى أن
يكون كلا على المسلمين فاذا قسمت
ارض العراق بعلوجها وارض الشام بعلوجها
فما يسد به الثغور وما يكون للذرية و
الأرامل بهذا البلد وبغيره وان اهل
الشام والعراق أكثروا على عمر وقالوا
لاتقف ما أفاء الله علينا بأسيافنا على
قوم لم يحضروا ولم يشهدوا ولأبناء
قوم ولأبنائهم لم يحضروا فكان
عمر رضي الله عنه لا يزيد
على ان يقول هذا رأيي
قالوا فاستشر فاستشار المهاجرين
الاولين فاختلفوا فاما عبد الرحمن
ابن عوف رضي الله عنه فكان
رأيه ان يقسم لهم حقوقهم و
رأي عثمان وعلي وطلحة
رأي عمر رضي الله عنهم
اجمعين فارسل الى عشرة
من الانصار خمسة من
الاوس وخمسة
من الخزرج

نہیں ہے۔ تو اُن سے عبد الرحمٰن رضؓ بن عوف نے کہا پھر کیا رائے ہے زمین اور وہاں کے سُکّان تو "ما افاء اللہ علیہم" (یعنی جو کچھ اللہ نے اُن کو غنیمت میں دیا) میں داخل ہیں۔ تو عمر رضؓ نے کہا کہ وہ ایسے ہی ہیں جیسا کہ تم کہتے ہو اور میں یہ رائے (کہ زمینوں کو زمینداروں سمیت تقسیم کر دیا جائے اس لئے) مناسب نہیں سمجھتا کہ واللہ میرے بعد کوئی ایسا ملک فتح نہ ہوگا جس میں کوئی بڑی آمدنی ہو بلکہ قیاس یہ ہے کہ وہ ایک بوجھ ہوگا مسلمانوں پر تو جب عراق تقسیم کر دیا گیا مع اُس کے زمینداروں کے اور سرزمین شام بھی تقسیم کر دی گئی زمینداروں سمیت تو تم کس (خزانہ) سے سرحدوں کو مضبوط کروگے اور کہاں سے امداد دے سکوگے اس شہر اور دوسرے مقام کے بچوں اور بیکس عورتوں کو۔ اور حال یہ پیش آیا کہ اہل شام و عراق نے (یعنی ان مجاہدین نے جو وہاں سے آتے تھے) عمر رضؓ کے ساتھ بہت کہا سُنی شروع کر دی اور کہنے لگے کہ جو اللہ تعالیٰ نے ہماری تلواروں کے ذریعہ سے ہم کو غنیمت میں دیا ہے اُس کو آپ اُن لوگوں پر وقف نہ کیجئے جو موجود نہیں ہیں اور نہ وہ میدان میں نکلے اور اس قوم کی اولاد پر وقف نہ کیجئے اور نہ اُن کی اولاد پر وقف کریں جو موجود بھی نہیں ہیں مگر عمر رضی اللہ عنہ اسی قول پر جمے رہے کہ میری رائے تو وہی ہے۔ اُن لوگوں نے کہا تو (مسلمانوں سے) مشورہ کر لیجئے۔ اس پر آپ نے مہاجرینِ اوّلین سے مشورہ کیا تو وہ مختلف الرائے ہوگئے۔ عبد الرحمٰن رضؓ بن عوف کی رائے یہ تھی کہ یہ ان کے حصے اُن پر تقسیم کر دیئے جائیں اور عثمان رضؓ اور علی رضؓ اور طلحہ رضؓ کی رائے وہی تھی جو عمر رضؓ کی رائے تھی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اس کے بعد عمر رضؓ نے انصار میں سے دس آدمیوں کو بلایا، پانچ قبیلہ اوس کے اور پانچ قبیلہ خزرج کے

من کبرآئھم و اشرافھم فلما اجتمعوا حمد اللہ و اثنی علیہ بما ھو اھلہ و مستحقہ ثم قال انی لم ازعجکم الا لان تشرکوا فی امانتی فیما حملت من امورکم فانی واحد کاحدکم و انتم الیوم تقرون بالحق خالفنی من خالفنی و وافقنی من وافقنی ولست ارید ان تتبعوا الذی ھو ھوای معکم من اللہ کتاب ینطق بالحق فو اللہ لئن کنت نطقت بامر اریدہ ما اردت بہ الا الحق قالوا قد نسمع یا امیر المومنین و قال قد سمعتم کلام ھولاء القوم الذین زعموا انی اظلمھم حقوقھم و انی اعوذ باللہ ان ارکب ظلما لئن کنت ظلمتھم شیئا ھو لھم و اعطیتہ غیرھم لقد شقیت و لکن رایت انہ لم یبق شیء یفتح بعد ارض کسری و قد غنمنا اللہ اموالھم و ارضھم و علوجھم فقسمت ما غنموا من مال ادررتہ بین اھلہ و اخرجت الخمس فوجھتہ علی وجھہ و انا فی توجیھہ و رایت

جو انصار کے بڑے اور اشراف میں سے تھے جب یہ سب لوگ جمع ہوگئے تو آپ نے اللہ کی حمد کی اور اس کی ثنا پڑھی جس کا وہ اہل و مستحق ہے۔ پھر کہا کہ میں نے آپ صاحبان کو صرف اس لئے تکلیف دی کہ مجھ پر آپ کے امور کے بارے میں جو ایک امانت کا بوجھ ہے اُس کے تحمل میں آپ میرے ساتھ شریک ہوں اور یہ حقیقت ہے کہ میں تم ہی جیسا ایک شخص ہوں اور آج تم کو حق پر جمنا ہوگا جس کو مجھ سے اختلاف ہوا اُس نے اختلاف کیا اور جس نے موافقت کی اُس نے موافقت کا اظہار کیا اور میں یہ نہیں چاہتا کہ تم لوگ اس بات کا اتباع کرو جو میری خواہش ہو۔ تمہارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے جو حق بات بتاتی ہے۔ خدا کی قسم جو کچھ میں زبان پر لاتا رہا ہوں اس امر کے بارے میں جس کا میں ارادہ کر رہا ہوں میں نے اُس سے کسی شئے کا ارادہ نہیں کیا بجز حق کے۔ لوگوں نے کہا کہ ہم سُن رہے ہیں اے امیر المومنین۔ اور آپ نے کہا کہ تم سُن چکے ہو اس قوم کا کلام جو یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں ان کے حقوق کے ساتھ ظلم کر رہا ہوں اور میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ ظلم کا مرتکب بنوں بخدا اگر میں نے ان پر ظلم کیا کسی ایسی شئے کے بارے میں جو اُن کی ہے اور میں نے اُس کو دوسرے لوگوں کو دیدیا تو میں درحقیقت بدکردار ہوں گا۔ لیکن میں نے یہ دیکھا کہ اب کوئی چیز باقی نہیں رہی سرزمین کسریٰ کے بعد جس کو فتح کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے اموال اور اُن کی زمینیں اور اُن کے زمینداروں کو ہمیں غنیمت میں دیا تو جو کچھ مال غنیمت میں آیا میں نے اُس کو تقسیم کر دیا اور حقداروں کو اس کا وارث بنادیا اور میں نے خمس نکالا تو اُس کو بھی اُس کے مصارف میں پہنچا دیا اور میں اس کام میں ابھی تک لگ رہا ہوں اور میں نے یہ رائے قائم کی

أن أقسم الأرضين بأهلها وأضع
عليهم فيها الخراج وفي رقابهم
الجزية يؤدونها فيكون فيئا
للمسلمين المقاتلة والذرية ولمن
يأتي بعدهم أرأيتم هذه الثغور
لا بد لها من رجال يلزمونها أرأيتم
هذه المدن العظام والشام و
الجزيرة والكوفة والبصرة ومصر
لا بد لها من أن تشحن بالجيوش [illegible]
[illegible]
هؤلاء إذا قسمت الأرضون والعلوج
فقالوا جميعا الرأي رأيك
فنعم ما قلت وما رأيت إن لم
تشحن هذه الثغور وهذه المدن
بالرجال وتجري عليهم ما يتقوون به
رجع أهل الكفر إلى مدنهم
فقال قد بان لي الأمر فمن
رجل له جزالة وعقل يضع
الأرض مواضعها ويضع على العلوج
ما يحتملون فاجتمعوا له على
عثمان بن حنيف وقالوا تبعثه إلى
أهم من ذلك فإن له بصرا
وعقلا وتجربة فأسرع إليه
عمر فولاه مساحة أرض
السواد

کر زمینوں کو ان کے کاشتکاروں سمیت [illegible] اور ان زمینوں
کے بارے میں ان پر خراج (یعنی سرکاری لگان) اور ان کی
گردنوں پر اتنا جزیہ (ٹیکس) جس کو وہ بخوشی ادا کر سکیں
قائم کر دوں تو یہ ایک شے (یعنی مستقل ذریعۂ آمدنی) مسلمانوں
کے لئے ہو گی لڑنے والی جماعت کے لئے مسلمانوں کی اولاد
کے لئے اور ان مسلمانوں کے لئے جو ان کے بعد آنے والے ہیں۔
کیا تم نے ان ملکی سرحدوں پر غور کیا کہ ان کی حفاظت کے لئے ایسے
[illegible]
پر اور کوفہ و بصرہ اور مصر پر کہ ضرورت ہے کہ ان کو لشکروں سے
بھر دیا جائے اور لشکر والوں کو وظائف دیئے جائیں تو ان لوگوں
کو کہاں سے دیا جائے گا جب کہ ہم زمینوں اور ان کے کاشتکاروں
کو تقسیم کر چکیں گے۔ تو سب نے کہا کہ رائے آپ ہی کی رائے
ہے جو کچھ آپ نے کہا اور جو رائے قائم کی وہ بہت مناسب ہے
اگر ان سرحدوں کو مردوں سے نہ بھرا گیا اور ان شہروں میں فوجوں
کو نہ رکھا گیا جن کے لئے امداد کا اجراء بھی ضروری ہو گا جس سے
وہ قوت حاصل کریں تو اہل کفر پھر اپنے شہروں کی طرف
لوٹ آئیں گے۔ اس کے بعد عمرؓ نے فرمایا کہ اب معاملہ واضح ہو چکا
ہے تو اب بتاؤ کہ کون ایسا شخص ہے جس میں [illegible]
اور عقل ہو جو زمین پر لگان قائم کرے اور [illegible]
پر اتنا ٹیکس قائم کرے جس کو وہ برداشت [illegible] آپ
سامنے عثمان بن حنیف [illegible] ہوئے [illegible] اور انھوں نے
عرض کیا کہ آپ ان کو [illegible] زیادہ اہم کام پر بھیج سکتے
ہیں کیونکہ وہ صاحب نظر و صاحب عقل و تجربہ کار ہیں۔ تو عمرؓ نے
فوراً ہی ان کو عراق و شام کی (مزروعہ زمینوں کا) انتظام بندوبست

فَأَدَّتْ جبايةُ سوادِ الكوفة قبلَ أن يموتَ عمر بعامٍ مائة الفِ الفٍ (بلغت جمیع ۱۲) و الدرهمُ يومئذٍ درهمٌ و دانقان و نصف كانت الدراهمُ يومئذٍ وزن الدرهم مثل وزنِ المثقال وحدثني الليث بن سعد عن حبيب بن ابي ثابت ان اصحابَ رسولِ الله صلى الله عليه وسلم و جماعة المسلمين ارادوا عمر بن الخطاب ان يُقسم الشام كما قسم رسولُ الله صلى الله عليه وسلم خيبر وانه كان اشدَّ الناس عليه في ذلك الزبير بن العوام و بلالُ بن رباح فقالَ عمر إذنْ أتركُ مَن بعدكم من المسلمين لاشيَ لهم ثم قالَ اللّٰهم اكفنى بلالاً و اصحابه قال و رَأى المسلمونَ ان الطاعونَ الذي اصابهم بعمواس كانَ عن دعوة عُمر قالَ وتركهم عمر ذمةً يؤدونَ الخراج الى المسلمين وحدثني محمد بن اسحٰق عن الزهري ان عمر بن الخطاب رضي الله عنه استشار الناس في السواد حين افتتح فرأى عامتهم ان يقسمه وكانَ بلالُ بن رباح من اشدهم في ذلك وكانَ رأى عمر أن يتركه و لا يقسمه فقالَ اللّٰهم اكفني بلالاً

بنا دیا تو اراضی کوفہ کی مالگذاری عمرؓ کے انتقال سے ایک سال قبل تک دس کروڑ درہم تک پہنچ گئی اور اُس زمانہ کا درہم (بعد کے دَور کے) ایک درہم اور اڑھائی دانگ کے برابر تھا۔ درہم اُس زمانہ میں ایسے ہوتے تھے کہ درہم کا وزن مثقال کے وزن جیسا ہوتا تھا۔ اور مجھ سے روایت کیا لیث بن سعد نے حبیب بن ابی ثابت سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور مسلمانوں کی ایک جماعت نے ارادہ کیا کہ عمرؓ بن الخطاب سے شام کو تقسیم کرائیں جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کیا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ اس بارے میں عمرؓ کے ساتھ سب لوگوں سے زیادہ سختی کرنے والے زُبیر بن العوام اور بلال بن رباحؓ تھے تو عمرؓ نے کہا کہ پھر تو میں تمھارے بعد آنے والے مسلمانوں کو اس حالت میں چھوڑوں گا کہ اُن کے لئے کچھ بھی نہ ہوگا۔ پھر عمرؓ نے دُعاء کی کہ یا اللہ بلالؓ اور اُس کے ساتھیو کے مقابلہ پر تو میرے لئے کافی ہوجا۔۔ کہا (حبیب بن ابی ثابت نے) کہ مسلمانوں نے دیکھ لیا کہ عمواس میں جو طاعون ان پر پڑا وہ عمرؓ کی دُعاء کے نتیجہ میں پڑا تھا۔ اور کہا کہ عمرؓ نے اُن (شہروں کے قدیم باشندوں) کو ذمّی بنا کر چھوڑ دیا کہ وہ مسلمانوں کو خراج ادا کرتے رہیں۔ اور مجھ سے روایت کیا محمد ابن اسحٰق نے زُہری سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے لوگوں سے اراضی مزروعہ کے بارے میں مشورہ کیا جب (عراق و شام کی) فتح ہوگئی تو عام لوگوں کی رائے یہ ہوگئی کہ وہ ان کو (لڑنے والوں پر) تقسیم کر دیں۔ اور بلال بن رباحؓ اُن (تقسیم اراضی کا مطالبہ کرنے والوں) میں اس بارے میں سب سے زیادہ سخت تھے اور عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ وہ اس کو چھوڑ دیں اور تقسیم نہ کریں تو عمرؓ نے دُعاء کی کہ یا اللہ بلالؓ کے مقابلہ پر تو میرے لئے کافی ہوجا

وَمَكَثُوا فِي ذٰلِكَ يَوْمَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا أَوْ دُونَ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ عُمَرُ إِنِّي قَدْ وَجَدْتُ حُجَّةً قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي كِتَابِهِ وَمَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ حتى فرغ من شان بني النضير فهذه عامة في القرى كلها ثم قال مَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ ۚ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۖ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ ثم قال لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝ ثم لم يرض حتى خلط بهم غيرهم فقال وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ

اور یہ لوگ اس (جھگڑے) میں دو دن یا تین دن یا اس سے کچھ کم لگے رہے۔ پھر عمرؓ نے فرمایا کہ میں حجت پا چکا ہوں۔ اللہ عزّوجل نے اپنی کتاب میں فرمایا وَمَا أَفَاءَ اللّٰهُ تا قَدِيرٌ (۵۹ : ۶)

اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسولؐ کو اُن سے دلوایا سو تم نے نہ اس پر گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ لیکن اللہ تعالیٰ (کی عادت ہے کہ) اپنے رسولوں کو جس پر چاہے (خاص طور پر) مسلّط فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت حاصل ہے۔" یہاں تک کہ اللہ فارغ ہو گیا بنو نضیر کے تصفیہ سے تو اب یہ عام ہے تمام بستیوں کے بارے میں، پھر فرمایا مَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ تا شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ (۵۹ : ۷) جو کچھ اللہ تعالیٰ (اس طور پر) اپنے رسولؐ کو دوسری بستیوں کے (کافر) لوگوں سے دلوا دے (جیسے فدک اور ایک حصّہ خیبر کا) سو وہ (بھی) اللہ کا حق ہے اور رسولؐ کا اور (آپؐ کے) قرابتداروں کا اور یتیموں کا اور مسافروں کا تاکہ وہ (مال فَے) تمہارے تونگروں کے قبضہ میں نہ آجائے اور رسولؐ تم کو جو کچھ دیدیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز (کے لینے) سے تم کو روک دیں (اور بعموم الفاظ یہی حکم ہے افعال اور احکام میں بھی) تم رُک جایا کرو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ (مخالفت کرنے پر) سخت سزا دینے والا ہے۔" پھر فرمایا لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ تا الصَّادِقُونَ ۝ (۵۹ : ۸) اُن حاجتمند مہاجرین کا (بالخصوص) حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے (جبراً و ظلماً) جُدا کر دیئے گئے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل (یعنی جنّت) اور رضامندی کے طالب ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسولؐ (کے دین) کی مدد کرتے ہیں (اور) یہی لوگ (ایمان کے) سچے ہیں۔" پھر حق تعالیٰ نے اس پر بس نہیں کر دیا بلکہ ان کے ساتھ دوسروں کو بھی شامل کیا چنانچہ فرمایا وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ تا هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

وَ الْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ
هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَ لَا يَجِدُونَ فِي
صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا
وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ
بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ
نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ٥
فهذا فيما بلغنا والله اعلم في الانصار
خاصة ثم لم يرض حتى خلط بهم
غيرهم فقال وَالَّذِينَ جَاءُوا
مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ
لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا
بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا
غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ
رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ٥ فكانت هذه عامة
لمن جاء بعدهم فقد صار هذا الفئ بين
هؤلاء جميعا فكيف نقسمه لهؤلاء
و ندع من تخلف بغير قسم فاجمع
على ترك تقسيم و جمع خراجه ابو يوسف
الذي رأى عمر رضي الله عنه من
الامتناع من قسمة الارضين بين
من افتتحها عند ما عرفه الله
ما كان في كتابه من بيان ذلك
توفيق من الله تعالى كان
له فيما صنع
فيه

(۵۹ : ۹) اور (نیز) ان لوگوں کا (بھی حق ہے) جو دار الاسلام (یعنی مدینہ) میں ان (مہاجرین) کے (آنے کے) قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ (انصار) اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو اور (واقعی) جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جاتا ہے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔" تو یہ اس علم کے مطابق ہے جو ہم کو پہنچا اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جاننے والا ہے خاص طور پر انصار کے حق میں ہے، پھر اس پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ ان کے ساتھ دوسروں کو بھی شامل کیا اور فرمایا وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ تا رَحِيمٌ ٥ (۵۹ : ۱۰)۔ اور ان لوگوں کا (بھی اس مال فے میں حق ہے) جو ان کے بعد آئے جو (ان مذکورین کے حق میں) دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو (بھی) جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے اے ہمارے رب آپ بڑے شفیق رحیم ہیں۔" تو یہ آیت عام ہے ہر اس شخص کے لئے جو ان کے بعد آئے تو یہ فے ان سب کے لئے ہے تو ہم اس کو ان ہی لوگوں پر کیسے تقسیم کر دیں اور بعد والوں کو بغیر حصہ کے چھوڑ دیں تو تقسیم کے ترک پر صحابہ کا اجماع ہو گیا اور اس کے خراج کے جمع کرنے پر۔ ابو یوسف جو رائے قائم فرمائی عمر رضی اللہ عنہ نے کہ زمینوں کو ان لوگوں پر تقسیم ہونے سے روکا جائے جنھوں نے ان کو فتح کیا اس حجت کو پیش نظر رکھ کر جس کا بیان اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے یہ توفیق تھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ان کو دی گئی، اس میں جو کچھ انھوں نے کیا

كانت الخيرة لجميع المسلمين و فيما
رأى من جمع خراج ذلك وقسمته
بين المسلمين عموم النفع لجماعتهم
لان هذا لو لم يكن موقوفا على الناس
في الأعطيات و الأرزاق لم
تشحن الثغور ولم تقوى الجيوش
على المسير في الجهاد و لما
أمن برجوع اهل الكفر الى مدنهم
اذا خلت من المقاتلة و المرتزقة
و الله اعلم بالخير حيث كان
قال الشافعي الدور و الارضون
مما تصالحوا عليه وقف للمسلمين
يستغل غلتها في كل عام قال
و احسب (یعنی) ما ترکه من بلاد اهل الشرك
هكذا او شيئ استطاب انفس
من ظهر عليه (ای عمر رض) بخيل و ركاب فتركوه
كما استطاب رسول الله صلى الله
عليه وسلم انفس اهل سبي
هوازن فتركوا حقوقهم قال و
في حديث (قبیلہ از قیس) جرير بن عبد الله
عن عمر انه عوض منه من
حقه ويشبه قول جرير عن
عمر لولا اني قاسم
مسئول
لترکتم

تمام مسلمانوں کی بھلائی تھی اور جو رائے اُنھوں نے قائم کی
کہ اس کا خراج جمع کیا جائے اور اس کو مسلمانوں پر تقسیم
کیا جاتا رہے جماعتِ مسلمین کے لئے اس کا عام نفع تھا کیونکہ
اس کو اگر عام مسلمانوں پر عطایا اور وظائف کے وقف شدہ
نہ قرار دی جاتی تو سرحدوں کی حفاظت کے لئے لشکر متعین نہ
ہوسکتا اور جہاد پر روانگی کے لئے لشکروں کو طاقت نہ پہنچائی
جاسکتی اور کبھی اہلِ کفر کے اپنے شہروں کی طرف واپسی سے بے
فکری نہ حاصل ہوسکتی جب کہ وہ شہر خالی ہوتے جنگی مردوں
اور وظائف پانے والے لوگوں سے اور اللہ تعالیٰ خیر کو سب
سے زیادہ جاننے والا ہے وہ جہاں بھی ہو۔ شافعیؒ نے کہا کہ
مکانات اور زمینیں جن پر باہمی صلح ہوئی ہو مسلمانوں کے لئے
وقف ہے اُن کی آمدنی ہر سال جمع کی جائے گی اور کہا کہ میں
سمجھتا ہوں کہ اہلِ شرک کے چھوڑے ہوئے شہر اسی طرح
کے تھے اور کچھ ایسی زمین تھی جس میں عمرؓ نے ان لوگوں کے
نفسوں کی رضامندی چاہی جو کہ گھوڑے اور اونٹ دوڑا کر
(یعنی جنگ سے) اس پر غالب ہوئے تو اُنھوں نے اُس شے
(سے اپنے حقوق) کو چھوڑ دیا جیسا کہ رضامندی حاصل کی تھی
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے جن کے پاس
ہوازن کے قیدی تھے تو اُنھوں نے اپنے حقوق کو ترک کردیا تھا
(اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر رضامند
ہوکر ان کو آزاد کردیا تھا) کہا (امام شافعیؒ نے) اور جریر بن
عبداللہ رضؓ کی حدیث میں عمرؓ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے
ان کو ان کے حق کا بدلہ دیدیا تھا اور مشابہ ہے قول جریرؓ کے
جو عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں ایسا
تقسیم کرنے والا ہوں جس سے باز پرس بھی ہوگی تو میں تم کو چھوڑ دیتا

علیٰ ما قسّم لکم أن یکون قسم لھم بلادَ صلح مع بلادِ ایجاف فردّ قسم الصلح وعوّض من بلاد الایجاف بالخیل و الرکاب تملّکت والاوجہ عندی ان الفارس و الروم کانوا متسلّطین علیٰ مُلّاک الارض یأخذون منھم الخراج ولم یکونوا مُلّاک الارض ولا زُرّاعھا ولا ورثوھا عن آبائھم و اجدادھم فقاتل المسلمون اولئک المتغلّبین حتی دفعوھم عن سواد الشام والعراق واما مُلّاک الارض وعلوجھا الذین کانوا یزرعونھا ویسکنونھا و ورثوھا عن آبائھم فاکثرھم صالحوا المسلمین و التزموا الخراج وبعضھم ظاھروا الروم والفارس و قاتلوا معھم فاشتبہ الامر علی الناس فظنّ عوامّھم انّ الاراضی مغنومۃ لوجود المقاتلۃ فی الجملۃ وفطن الخواصّ بانّ المقاتلۃ انما کانت مع المتسلّطین المتغلّبین و امّا اھل الارض الذین ھم مُلّاکھا وسکّانھا فانّ اکثرھم صالحوا المسلمین و افتتحھا المسلمون صلحاً من غیر ایجاف خیل و لا رکاب و انما اوجفوا

اس پر جو تمہارے لئے کیا جا چکا ہے کہ بلادِ صلح مع بلادِ ایجاف ان (عام مسلمانوں) کے حصّہ میں آئے۔ پھر عمرؓ نے صلح سے فتح کئے ہوتے علاقہ کو تو الگ کر لیا اور بلادِ ایجاف کا جن پر گھوڑوں اور اونٹوں سے لڑائی ہوتی بدلہ دے دیا۔ میں کہتا ہوں اور معقول وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ فارس اور روم تسلّط تھے زمین کے مالکوں پر اور ان سے خراج لیا کرتے تھے اور فارس و روم والے خود زمین کے مالک نہ تھے اور نہ اُس کو زراعت کرنے والے تھے اور نہ اُن کو ان کے باپ اور دادا سے وراثت میں ملی تھی تو مسلمانوں نے ان غلبہ پانے والوں فارس اور روم سے قتال کیا یہاں تک کہ ان کو دھکیل دیا شام اور عراق کے سرسبز علاقہ سے۔ رہے زمینوں کے مالک اور اُن کے باشندے جو اُن زمینوں کی زراعت کرتے اور اُن پر رہتے تھے اور اپنے باپ دادا سے اُن کے وارث بنتے آتے تھے تو ان میں کے اکثر لوگوں نے مسلمانوں سے مصالحت کر لی اور خراج کا دیتے رہنا منظور کر لیا اور ان میں کے بعض لوگوں نے روم اور فارس کو مدد دی اور اُن کے ساتھ مل کر (مسلمانوں سے) قتال کیا تو لوگوں پر یہ امر مشتبہ ہو گیا اور عام لوگوں کو یہ گمان ہو گیا کہ تمام زمینیں غنیمت میں آئی ہوئی ہیں کہ فی الجملہ سب ہی کے لئے قتال وجود میں آیا۔ لیکن خواص نے یہ سمجھ لیا کہ مقاتلہ تو متسلّطین اور متغلّبین (یعنی فارس اور روم والوں) سے ہوا تھا، رہے زمین والے جو کہ ان کے مالک اور اُن کے باشندے تھے تو ان میں کے اکثر لوگوں نے مسلمانوں سے صلح کر لی تھی اور اُس کو مسلمانوں نے بغیر اس کے کہ اس میں گھوڑے اور اونٹ دوڑائیں صلح سے فتح کیا تھا اور ایجاف (یعنی جنگ) تو اُن دوسرے

ع یہ قول بریرہ ہے۔ علیٰ ما قسّم لکم پر عمرؓ کا قول ختم ہو گیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح خیبر میں ہوا تھا کہ جو حصّہ فتح ہوا تھا ایجاف خیل ورکاب سے وہ مجاہدین پر تقسیم کر دیا گیا تھا۔ میں اسی تقسیم کو تم پر چھوڑ دیتا ہوں ۱۲ مترجم

علیٰ غیرہم ممن تغلّب علیہم فلذلک تلا عمر آیۃ الفیٔ فی ہذہ المسئلۃ واما القلیل منہم الذین قاتلوا المسلمین علیٰ اراضیہم مع جنود فارس والروم فاراضیہم مغنومۃ استطاب نفوسہم عنہا عمر بن الخطاب حین اراد ایقاف السواد فمن لم یطب نفسا عوّضہ وان کان الامر علیٰ ما ذہب الیہ ابو یوسف فسواد العراق والشام محوّل عن سنن الاموال المغنومۃ مخصوص من عموم قولہ تعالیٰ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ باجماع الصحابۃ و بما فہموا من حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقتضیٰ کلامہ فی فتح فارس والروم واما غیرہا من البلاد فعلیٰ ما قال الشافعی علیٰ نوعین احدہما ما افاء اللہ تعالیٰ من غیر ایجاف خیل ولا رکاب ویجعل خزانۃ للغزاۃ کما صنع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنصف خیبر الذی اصابہ من غیر ایجاف وکما صنع بالنضیر و فدک (نام دیہے از خیبر ۱۲) والثانی ما افاء اللہ تعالیٰ بایجاف الخیل والرکاب فیقسم علیہم کما صنع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنصف خیبر الذی اصابہ عنوۃ وہذا الذی ذہبنا الیہ

لوگوں سے ہوا تھا جنھوں نے ان (باشندوں اور کاشتکاروں) پر غلبہ حاصل کیا تھا اسی لئے عمرؓ نے آیتِ فئے کی تلاوت کی اس مسئلہ میں۔ رہے ان میں کے وہ تھوڑے سے لوگ جنھوں نے اپنی زمینوں پر فارس اور روم کے لشکروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے قتال کیا تھا تو ان کی زمینیں مالِ غنیمت تھیں اُن کی ذوات سے عمر رضی اللہ عنہ نے جب پورے علاقہ کو وقف قرار دیدینے کا ارادہ کیا تو رضامندی حاصل کی تو جو بخوشی آمادہ نہ ہوا اُس کو معاوضہ دیدیا۔ اور اگر بات وہ ہو جس کی طرف ابو یوسفؒ گئے ہیں تو عراق اور شام کا علاقہ اموالِ غنیمت کے طریقوں سے (دوسرے اصول کی طرف) ہٹایا گیا اور خاص کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے عموم سے وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ الخ (۸: ۴۱) اور اس بات کو جان لو کہ جو شئے (کفار سے) بطور غنیمت تم کو حاصل ہو تو اُس کا حکم یہ ہے کہ الخ؛ بذریعہ اجماع صحابہؓ کے اور حدیث نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے فارس اور روم کی فتح کے بارے میں جو آپ کے مقتضائے کلام کو اصحاب نے سمجھا تھا۔ رہے ان کے سوا دوسرے شہر تو جیسا کہ امام شافعیؒ نے کہا وہ دو قسم کے ہیں۔ ایک ایسے کہ جو اللہ تعالیٰ نے عطا کئے بغیر ایجاف خیل ورکاب کے (یعنی بغیر مقاتلہ) اور یہ بنائے جائیں گے خزانہ غازیوں کے لئے جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نصف خیبر کے ساتھ کیا جو بغیر لڑے ہاتھ لگا تھا اور جیسا کہ آپؐ نے نضیر اور فدک (خیبر کے ایک گاؤں کا نام ہے) کے ساتھ کیا۔ دوسرے ایسے جن کو اللہ تعالیٰ نے ایجافِ خیل ورکاب سے دیئے (یعنے مجاہدین کو لڑائی کرنا پڑی) تو یہ مجاہدین پر تقسیم کئے جائیں گے جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے اس نصف حصّہ کے ساتھ عمل کیا جو آپؐ کے قبضہ میں لڑائی سے آیا تھا۔ اور یہ تحقیق جس کی طرف ہم گئے ہیں

مدلولُ ظاہر ما رواہ مالکٌ والشافعی
عن زید بن اسلم عن ابیہ قالَ
عمر لولا آخر المسلمین ما فُتِحَت مدینۃٌ
الاَّ قسمتُہا کما قسم رسولُ اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم خیبرَ الشافعی تعلیقًا عن جریر
ابن عبداللہ عن عمر لولا انّی قاسم مسئول
لترکتکم علےٰ ما قُسم لکم فبہٰذہ الروایۃ
یتعین حملہا علے المفتوح عنوۃً فان
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما قسم
علیہم الاّ المفتوح عنوۃً ولٰکن ظہر
لعمرُ و جمہور الصحابۃ مصلحۃ اقتضت
ترک قسمۃ المفتوح عنوۃً وجعلہٗ
خزانۃً للغزاۃ عُدّۃً للسلاح و
الکُراع الشافعی عن الزہرے عن
مالک بن اوس ان عُمر قالَ
ما اَحدٌ اِلاَّ لہٗ فی ہٰذا المال حقٌّ
اُعطِیَہ او مُنِعَہ الاَّ ما ملکت ایمانکم
الشافعی عن ابن المنکدر عن مالک
ابن اوس قالَ عمر لئن عِشتُ
لیأتین الراعی بسَروِ حِمیَر حقّہ
ثم اوّلَ الشافعیُّ کلامَ عُمر
فقالَ معناہ ما اَحدٌ من اہل
الفئ الذین یَغزُون اِلّا ولہٗ
حقٌ فی مال الفئ او الصدقۃ
قالَ

مدلول ہے اُس ظاہر روایت کا جس کو مالکؒ اور شافعیؒ نے روایت کیا زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ اگر بعد کے مسلمان (جن کے حق کی صراحت والذین جاؤا من بعدہم میں فرمادی گئی) نہ ہوتے (یعنی ان کا حق پیش نظر نہ ہوتا) تو کوئی شہر فتح نہ ہوتا مگر میں اس کو اسی طرح تقسیم کرتا جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کیا تھا۔ شافعیؒ تعلیقًا جریر بن عبداللہؓ سے وہ عمرؓ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں ایسا تقسیم کرنے والا ہوں کہ مسئول بھی ہوں تو میں تم کو اس تقسیم پر چھوڑ دیتا جو تمہارے لئے کی گئی تھی۔ تو اس روایت سے اُس کا ایسی اراضی پر محمول ہونا متعین ہو جاتا ہے جو جنگ سے فتح ہوئی ہوں کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف وہی زمینیں اُن کو تقسیم کی تھیں جو جنگ سے فتح ہوتی تھیں۔ لیکن عمرؓ اور جمہور صحابہؓ پر ایسی مصلحت کا ظہور ہوا جو لڑائی سے فتح کی ہوئی زمینوں کی تقسیم کے ترک کی مقتضی ہوئی اور اُس کو غازیوں کے لئے خزانہ اور سامانِ جہاد یعنی ہتھیاروں اور سواریوں وغیرہ کی فراہمی کے لئے روکنے کی مقتضی ہوئی۔ شافعیؒ زہری سے وہ مالکؒ ابن اوس سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ کوئی شخص نہیں مگر اس کا اس مال میں حق ہے اس کو دیا جائے یا روکا جائے بجز اُن لوگوں کے جو تمہاری ملک میں ہیں (یعنی غلام اور لونڈی)۔ شافعیؒ ابن المنکدرؒ سے وہ مالک بن اوس سے کہ عمرؓ نے کہا کہ اگر میں زندہ رہا تو سرد حمیر کے ایک چرواہے کے پاس اُس کا حق ضرور پہنچ جائے گا۔ پھر شافعیؒ نے عمرؓ کے کلام کی تاویل کی اور کہا کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ اہلِ فئے میں سے جو جہاد کرتے ہیں کوئی شخص نہیں مگر مالِ فئے یا صدقہ میں اُس کا حق ہے۔ کہا اور جو

والذی احفظ عن اہل العلم ان الاعراب
لا یعطون من الفیٔ قلت الاوجہ عندی
ان الاختلاف بین عمل النبی صلے اللہ
علیہ وسلم وابی بکر وبین عمل عمر فی قسم
الفیٔ منشاؤہ اختلاف قلۃ الفیٔ وکثرتہ
وقد اشار عمر الی ان آیۃ الفیٔ شملت
جمیع المسلمین لم تترک منہم شیئاً ولکن
المرعی فی التقسیم تقدیم الاحوج فالاحوج
البیہقی عن حارثۃ بن مضرب العبدی
قال عمر انی انزلت نفسی من مال اللہ بمنزلۃ
والی الیتیم ان استغنیت استعففت و
ان افتقرت اکلت بالمعروف الشافعی
عن الاحنف بن قیس ان عمر قیل لہ فی امۃ
مرت فقال انہا لا تحل لی انہا من مال
اللہ و قال اخبرکم بما استحل من مال
اللہ او قال بما یحل لی استحل منہ
حلتین حلۃ الشتاء وحلۃ القیظ وما
احج علیہ واعتمر و قوتی و قوت
عیالی کقوت رجل من قریش لا من
اغنیائہم ولا من فقرائہم ثم انا
بعد رجل من المسلمین یصیبنی ما
اصابہم الشافعی اخبرنا غیر
واحد من اہل العلم انہ لما قدم علی عمر بن
الخطاب بما اصیب بالعراق قال لہ
صاحب بیت المال انا ادخلہ

بات اہل علم کی مجھے یاد ہے وہ یہ ہے کہ اعراب کو فے میں سے نہیں
دیا جاتا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک بڑی وجہ یہ ہے کہ
جو اختلاف نبی صلے اللہ علیہ وسلم و ابوبکرؓ کے عمل اور عمرؓ کے
عمل کے درمیان فے کی تقسیم میں ہے اُس کا منشا فے کی قلت
وکثرت ہے اور عمرؓ اشارہ کر چکے ہیں اس طرف کہ آیت فے جملہ
مسلمین کو شامل ہے اُن سے کوئی شے ترک نہیں کی گئی لیکن تقسیم
میں جس بات کی رعایت رکھی گئی وہ زیادہ حاجتمند کو پھر اُس
سے کم حاجتمند کو مقدم کر دینا ہے۔ بیہقی حارثہ بن مضرب العبدی
سے عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنی ذات کو اللہ کے مال میں والیٔ
یتیم کے مرتبہ میں رکھا ہے اگر میں مستغنی ہوا تو نہ لیا اور اگر
ضرورتمند ہوا تو کھا لیا عام طریقہ کے مطابق۔ شافعیؒ احنف
ابن قیس سے کہ عمرؓ سے ایک کنیز کے بارے میں کہا گیا جو گزری (کہ
آپ اس کو اپنے زیر تصرف رکھیں) تو فرمایا کہ یہ میرے لئے حلال
نہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے مال میں سے ہے اور کہا کہ میں تم کو خبر
دیتا ہوں کہ اللہ کے مال میں سے میں کیا حلال قرار دیتا ہوں
یا یہ فرمایا کہ میرے لئے کیا حلال ہے۔ میں اس میں سے حلال
رکھتا ہوں دو جوڑے ایک جوڑا سردی کا اور ایک جوڑا گرمی
کا اور ایسا (سواری کا) جانور جس پر سوار ہو کر میں حج
کر لوں اور عمرہ کر لوں اور میرا کھانا قریش کے ایک عام آدمی
کے مانند ہے نہ اُن میں کے مالداروں کے مانند اور نہ فقراء کے۔
پھر اس کے بعد میں مسلمانوں میں کا ایک شخص ہوں جو
مصیبت ان پر آئے گی (قحط وغیرہ کی) وہ مجھ پر بھی آئے گی۔
شافعیؒ ہم کو ایک سے زیادہ اہل علم نے خبر دی کہ جب وہ
اموال جو عراق میں ہاتھ لگے تھے عمرؓ بن الخطاب کے پاس آئے
تو اُن سے بیت المال کے منتظم نے کہا کہ میں اس کو بیت المال میں

بیتَ المال قال لا و ربِّ الکعبۃ
لا یُؤوِیہ تحتَ سقفِ بیتٍ حتّی
أُقسِمَہ فأمر بہ فوُضِعَ فی المسجد و
وُضِعت علیہ الأنطاعُ و حرسہ رجالٌ
من المہاجرین و الأنصار فلمّا أصبحَ
غدا معہ العبّاسُ بن عبد المطّلب و
عبدالرحمٰن بن عوف آخذا بید
أحدِہما او أحدُہما آخذٌ بیدہ فلمّا رأوہ
کشفوا الأنطاعَ عن الأموال فرأی
منظرًا لم یَرَ مثلَہ، رأی الذہبَ
فیہ و الیاقوتَ و الزبرجدَ و اللؤلؤ یتلألأ
فبکیٰ فقال لہ أحدُہما انہ واللّٰہِ ما ہو
بیوم بکاءٍ ولکنّہ یوم شکرٍ و سرورٍ
فقال انّی واللّٰہِ ما ذہبتُ حیث
ذہبتَ ولکنّہ واللّٰہِ ما کثُرَ ہذا قطّ
فی قومٍ الّا وقع بأسُہم بینہم ثمّ
اقبل علی القبلۃ و رفع یدیہ الی
السماء و قال اللّٰہمّ انّی اعوذ بک
ان اکونَ مستدرَجًا فانّی اسمعک
تقولَ سنستدرجُہم من حیث لا یعلمون
ثم قال این سُراقۃ بن
جعشم فأُتی بہ أشعرَ الذراعین
دقیقَہما فاعطاہ سِوارَیْ
کسریٰ بن ہرمز و قال
البسہما

داخل کروں؟ فرمایا کہ نہیں قسم ہے ربِّ کعبہ کی کہ اس کو
(سنگوا کر رکھنا تو در کنار) بیت کی چھت کے نیچے بھی نہ جگہ دی
جائے گی مجھے یہ تقسیم کر دینا ہے۔ تو آپ کے حکم کے مطابق وہ مسجد
میں رکھدیا گیا اور اس کے اوپر چرمی فرش ڈال دیتے گئے
اور مہاجرین و انصار میں کے مردوں نے اُس پر پہرہ دیا۔ پھر
جب صبح ہوئی تو ان کے ساتھ عباس بن عبد المطلب اور
عبد الرحمٰن بن عوف ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے یا
ان دونوں میں سے ایک حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑے ہوئے
آئے۔ جب اُنھوں نے اُس انبار کو دیکھا اور چرمی فرش اموال
کے اُوپر سے اُٹھاتے تو ایسا منظر دیکھا جو اس سے پہلے نہیں دیکھا
تھا۔ اُس میں سونا تھا اور یاقوت اور زمرد اور موتی چمک رہے
تھے تو عمرؓ رونے لگے تو اُن سے ان دونوں میں سے ایک نے
کہا کہ واللہ یہ رونے کا دن نہیں ہے بلکہ یہ یوم شکر و مسرت ہے،
تو عمرؓ نے فرمایا کہ واللہ میں وہاں نہیں گیا جہاں تم گئے ہو لیکن
حقیقت یہ ہے (جس پر میری نظر پہنچی) کہ واللہ اس کی کثرت
کسی قوم میں نہیں ہوتی مگر ان کے مابین خانہ جنگی اور لڑائی
واقع ہو گئی..... پھر قبلہ کی طرف رخ کیا اور اپنے دونوں
ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھاتے اور کہا کہ اے اللہ! میں آپ کی پناہ
چاہتا ہوں مستدرَج بننے سے (یعنی کہ مجھے ڈھیل دی گئی ہو) کیونکہ
میں نے آپ کا یہ ارشاد سنا ہے سَنَستدرِجُہم الخ (۶۸:۴۴)

ہم ان کو بتدریج (جہنم کی طرف) لیجا رہے ہیں اس طور پر کہ
ان کو خبر بھی نہیں۔" پھر فرمایا کہاں ہے سُراقہ بن جعشم (یعنی
سُراقہ بن مالک بن جعشم) تو اس کو لایا گیا اس حال میں کہ
اُس کے دونوں پتلے پتلے بازوؤں پر بہت بال تھے تو اس کو
کسریٰ بن ہرمز کے کنگن دیتے اور کہا کہ ان دونوں کو پہن تو

فَفَعَلَ سُرَاقَۃُ بن مالک فقال قُل اللّٰہ
اکبر قال اللّٰہ اکبر قالَ قُل الحمدُ
لِلّٰہِ الّذِے سَلَبَہما کسرٰے بن
ہرمز وَاَلْبَسَہُمَا سراقۃَ بن مالک بن
جعشم اَعرابیًا من بنی مدلج و جعل
یُقَلِّبُ بعض ذٰلک بعضًا فقال
انّ الّذےٌ ادّٰے ہٰذا لاَمینٌ فقالَ
لہٗ رجلٌ انا اُخبرکَ انتَ امینُ اللّٰہ
وہم یُؤَدُّونَ الیکَ ما اَدَّیتَ الٰے
اللّٰہِ فاذا رَتعتَ رَتَعُوا (اگر تو بخوری ایشاں ہم بخورند ۱۲) قالَ
صدقتَ ثُمّ فرّقہ قالَ الشافعی و
انّما البسہما سراقۃَ بن مالک لانّ النبیّ
صلے اللّٰہ علیہ وسلم قالَ لِسُراقۃَ
و قد نظر الے ذراعہ کانّی بکَ قد
لبستَ سوارے کسرٰے قال ولم
یَجْعَلْ لہٗ اِلاَّ سِوارَیْنِ قالَ الشافعی
اخبرنا الثقۃُ من اہلِ المدینۃِ قالَ
انفقَ عمرُ بن الخطّاب رضی اللّٰہ عنہ علٰے
اَہلِ الرمادۃِ حتّی[1] وقع مطر فرحلوا فخرج
علیہم عمر راکبًا فرسًا ینظر الیہم وہم یرحلون
بظعائنہم فدمعت عیناہ فقال رجلٌ
مِن بنے مُحارب بن خصفۃَ اَشہدُ
انہا لم یحسرن عنکَ (ماندہ و [illegible] کردہ اند ترا ۱۲)
ولستَ بابن

سراقہ بن مالک نے تعمیل کی تو فرمایا کہ کہہ اللہ اکبر۔ سراقہ نے کہا اللہ اکبر۔ فرمایا کہ کہہ اللہ کا شکر ہے کہ جس نے ان کو کسرٰے بن ہرمز سے چھینا اور ان کو سراقہ بن مالک بن جعشم کو پہنایا جو کہ بنی مدلج میں کا ایک دیہاتی ہے۔ پھر ان میں کی بعض چیزوں کو اُلٹنا پلٹنا شروع کیا اور فرمایا بیشک جس شخص نے اس کو ادا کیا (یعنی لاکر دیا) وہ ضرور امانت دار ہے تو اُن سے ایک شخص نے کہا کہ میں آپ کو خبر دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے امین ہیں اور وہ لوگ آپ کو ادا کرتے رہیں گے جب تک آپ اللہ تعالیٰ کو ادا کرتے رہیں گے۔ پھر جب تم کھانا شروع کرو گے تو وہ بھی کھانے لگیں گے۔ فرمایا کہ تو نے سچ کہا۔ پھر اس کو تقسیم کر دیا۔ کہا شافعی رحمہ اللہ نے کہ اُن (کنگنوں) کو سُراقہ بن مالک کو اس بناء پر پہنایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سُراقہ سے فرمایا تھا اُس کے بازوؤں پر نظر کرتے ہوئے کہ گویا میں تیرے ساتھ ہوں اور تو نے کسرٰے کے کنگن پہن رکھے ہیں۔ کہا کہ اُس کے حصہ میں اور کچھ نہیں لگایا بجز ان کنگنوں کے۔ کہا شافعی رح نے کہ ہم کو خبر دی مدینہ والوں میں کے ایک ثقہ نے کہا کہ عمر رض بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے (قحط زدگان) اہلِ[1] رمادہ پر خرچ کیا یہاں تک کہ بارش ہو گئی تو ان لوگوں نے کوچ کیا تو ان کی طرف عمر رض گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے، ان کو دیکھ رہے تھے اور وہ اپنی (ہودوں میں بیٹھنے والی) عورتوں کے ساتھ کوچ کر رہے تھے تو اُن کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں تو ایک شخص جو بنی محارب بن خصفہ کا تھا بولا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس جماعت نے آپ کی طرف سے رنج نہیں اُٹھایا (کیونکہ آپ ان پر بہت خرچ کرتے رہے ہیں) اور آپ کسی باندی کے

[1] یہ ایک قحط کا نام ہے جو حضرت فاروق رض کے عہد میں پڑا تھا اور چونکہ اس زمانہ میں لوگوں کا رنگ خاکستری ہو گیا تھا اس لئے رمادہ کہا گیا ۱۲

أمۃٍ فقالَ لہٗ عمر ویلکَ ذٰلک لو کنتُ انفقتُ
مِن مالی او مالِ الخطّابِ انّما انفقتُ علیہم
من مالِ اللّٰہ عزّ وجلّ الشافعی عن ابی جعفر
ابن محمد بن علی انّ عمر رضی اللّٰہ عنہ لمّا دوّن
الدواوینَ قالَ لہم بِمَنْ تَرَوْنَ ان اَبْدَأَ
فقِیلَ لہٗ ابدَأْ بالاَقربِ فالاَقربِ بِک قالَ
ذکرتمونی بل اَبْدَأُ بالاقرب فالاقرب
من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قالَ
الشافعی اخبرنی غیرُ واحدٍ من اہلِ العلم من
قبائل قریش ان عمر بن الخطاب لمّا کثُرَ
المالُ فی زمانہ اَجمعَ علیٰ اَن یُدوِّنَ الدواوین
فاستشارَ فقالَ بمَن ترونَ اَن ابدَأَ
فقالَ لہٗ رجل ابدَأْ بالاَقرب فالاقرب
بِک فقالَ ذکرتمونی بل ابدَأُ بالاَقرب
فالاَقرب مِن رسولِ اللّٰہ صلی اللّٰہ
علیہ وسلم فبدَأَ ببنی ہاشم قالَ
الشافعی و اخبرنی غیر واحد من اہل
العِلم و الصّدقِ من اہلِ المدینۃِ
و مکّۃ من قبائل قریش وغیرہم و
کان بعضُہم احسَنَ اقتصاصًا للحدیث
مِن بعضٍ و قد زادَ بعضُہم علیٰ
بعضٍ فی الحدیث ان عُمر رضی
اللّٰہ عنہ لمّا دوّنَ الدواوینَ قالَ
اَبدَأُ ببنی ہاشمٍ ثمّ
قالَ

بیٹے نہیں ہیں (کہ تنگ ظرف ہوتے) تو اُس سے عمرؓ نے کہا کہ تجھ پر افسوس ہے یہ کہنے کا موقع اس وقت تھا کہ میں ان پر اپنے مال میں سے یا اپنے باپ خطاب کے مال میں سے خرچ کرتا، میں نے تو ان پر اللہ عزّ وجلّ کے مال میں سے خرچ کیا ہے۔ شافعیؒ ابو جعفر ابن محمد بن علی سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جب رجسٹروں کی تدوین کی تو (صحابہؓ سے) کہا کہ تمھاری کیا رائے ہے میں کس نام سے اس کو شروع کروں تو آپ سے کہا گیا کہ اس سے شروع کیجئے جو آپ سے قریب تر ہو پھر اس کے بعد جو قریب تر ہو۔ فرمایا کہ تم نے میرا ذکر کر دیا۔ نہیں بلکہ شروع کرتا ہوں اُس سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ قریب ہو پھر اس کے بعد جو آپ سے قریب تر ہو۔ کہا شافعیؒ نے کہ مجھے قبائل قریش کے ایک سے زیادہ اہلِ علم نے خبر دی کہ عمرؓ بن الخطّاب نے جب اُن کے زمانہ میں مال کی کثرت ہو گئی اس بات پر اجماع کیا کہ (دفتر قائم کریں اور) رجسٹروں کو تیار کریں پھر لوگوں سے مشورہ طلب کیا اور فرمایا کہ کس شخص کے بارے میں تمھاری رائے ہے کہ اس سے ابتداء کروں تو ان سے ایک شخص نے کہا کہ جو آپ سے قریب تر ہو پھر جو قریب تر ہو اس سے شروع کیجئے تو فرمایا کہ تم نے میرا ذکر کیا؟ بلکہ میں شروع کرتا ہوں اُس سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہو پھر جو نسبۃً قریب تر ہو تو شروع کیا بنی ہاشم سے۔ کہا شافعیؒ اور مجھے خبر دی اہلِ مدینہ میں کے متعدد اہلِ علم و صدق نے اور مکّہ کے قریش وغیرہ قبائل کے لوگوں نے اور ان میں بعض بعض کی بہ نسبت حدیث کو خوبی کے ساتھ بیان کرنے والے تھے اور ان میں سے بعض نے بعض کی حدیث سے کچھ زیادہ بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جب رجسٹر مرتّب کئے تو کہا کہ میں شروع کرتا ہوں بنی ہاشم سے پھر کہا کہ

حضرتُ رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یُعطیھم و بنی المطلب فاذا کانتِ السنّ فی الہاشمی قدّمہ علے المطلبی واذا کانت فی المطلبی قدّمہ علے الہاشمیّ فوضع الدیوانَ علےٰ ذٰلک واَعطاہم عطآء القبیلۃِ الواحدۃ ثمّ استوت لہٗ عبدُ شمس و نوفل فی جذمِ النسب فقال عبد شمس اخوۃ النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم لاَبیہ واُمّہ دونَ نوفل فقدّمہم ثمّ دعا بنی نوفل یتلوہم ثم استوت لہٗ عبدُ العزّٰے و عبد الدار فقال فی بنی اسد بن عبدالعزّٰے اصہارُ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و فیہم من المطیَّبینَ وقالَ بعضہم ہم من حِلف الفضول وفیہما کانَ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وقد قیل ذُکر سابقۃٌ فقدّمہم علے بنی عبد الدار ثمّ دعا بنی عبد الدار یتلوہم ثم انفردت لہٗ زہرۃُ فدعاہا یتلو عبد الدار ثم استوت لہٗ تیمٌ و مخزومٌ فقالَ

ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ بنی ہاشم کو دے رہے تھے اور بنی المطلب کو تو جب کوئی بڑی عمر کا ہاشمی میں سے ہوتا تو اس کو مقدم کرتے مطلبی پر اور جب مطلبی میں ہوتا تو اس کو مقدم کرتے ہاشمی پر تو عمرؓ نے دفتر کی بنیاد اسی طریق پر رکھی اور ان (بنو ہاشم و بنو المطلب) کو عطا کیا قبیلہ واحدہ کی عطا۔ پھر اُن کے سامنے عبد شمس اور نوفل اصل نسب میں برابر کے درجہ میں آئے تو کہا کہ عبد شمس نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہوتے ہیں باپ اور ماں دونوں کی جانب سے نہ کہ نوفل تو ان کو مقدم کر دیا۔ پھر ان کے پیچھے متصل نوفل کو بُلایا پھر ان کے برابر معلوم ہوتے عبد العزےٰ اور عبد الدار تو فرمایا کہ بنی اسد بن عبد العزےٰ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصہار (داماد و خُسر وغیرہ) ہیں اور ان میں آمیزش بعض مطیّبین کی ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ حلفِ فضول میں سے ہیں اور ان دونوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے اور کہا گیا کہ آپ نے ذکر کیا سابقہ کا (یعنی اسلام کیطرف سبقت اور سابقہ خدمات اسلام کا) تو ان کو عبد الدار سے مقدم کیا۔ پھر بُلایا ان کے بعد متصلاً بنی عبد الدار کو پھر اکیلے رہ گئے ان کے سامنے بنی زُہرہ تو ان کو بُلایا عبد الدار کے بعد۔ پھر ان کے سامنے آئے تیم اور مخزوم تو بنی تیم کے بارے

عــہ عبد مناف کے بیٹوں نے عبد الدار کے لوگوں سے بعض کام لینے چاہے جیسے کعبہ کی دربانی، حاجیوں کو پانی پلانا وغیرہ عبد الدار کے لوگوں نے انکار کیا۔ اب ہر فریق نے اپنے اپنے دوست قبیلوں سے معاہدہ کیا۔ عبد الدار کے طرفدار جو قبائل تھے ان کو "احلاف" کہتے تھے جو یہ چھ قبیلے تھے عبد الدار، جمح، مخزوم، عدی، کعب، سہم۔ عبد مناف کے لوگوں نے یہ کیا کہ ایک پیالہ خوشبو سے بھرا ہوا لاتے اور اپنے دوست قبیلوں سے کہا کہ اس میں ہاتھ ڈبو کر عہد کرو، تین قبیلے ان کے شریک ہوتے اسد، زہرہ، اور تیم انہوں نے ہاتھ ڈبوتے اور مسجد میں عہد مؤکد کیا ان کو "مطیبین" کہنے لگے یعنی خوشبو لگاتے گئے ۱۲ عــہ جرہم قبیلہ کے لوگوں نے ایک عہد کیا تھا کہ ہم ہر حال میں انصاف پر قائم رہیں گے، کمزور کا حق زور آور سے دلوائیں گے اور غریب الوطن پردیسی کا شہر کے باشندے اور ترسیں سے۔ چونکہ ان حلف کرنے والوں میں سے ہر ایک کا نام فضل تھا، کوئی فضل بن حارث کوئی فضل بن وداعہ کوئی فضل بن نضالہ اس لئے اس کو حلفِ فضول کہنے لگے ۱۲

في بني تيم انهم من حلف الفضول والمطيبين وفيهما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم و قيل ذكر سابقة وقيل ذكر صهرا فقدمهم على مخزوم ثم دعا مخزوما بتلوهم ثم استوت له سهم وجمح وعدي بن كعب فقيل ابدأ بعدي فقال بل أُقِرُّ نفسي حيث كنت فان الاسلام دخل وامرنا وامر بني سهم واحد ولكن انظروا بني جمح وسهم فقيل قدم بني جمح ثم دعا بني سهم وكان ديوان عدي وسهم مختلطا كالدعوة الواحدة فلما خلصت اليه دعوته كبر تكبيرة عالية ثم قال الحمد لله الذي اوصل اليّ حظي من رسوله ثم دعا بني عامر بن لؤي قال الشافعي فقال بعضهم ان ابا عبيدة بن عبد الله بن الجراح الفهري لما رأى من يتقدم عليه فقال أكل هؤلاء تدعوا امامي فقال يا ابا عبيدة اصبر كما صبرت او كلم قومك فمن قدمك منهم على نفسه لم امنعه فاما انا وبنو عدي فنقدمك ان احببت على انفسنا قال فقدم معاوية بعد بني الحارث بن فهر ففصل بهم بين بني عبد مناف واسد بن عبد العزى وشجر بين بني سهم و عدي شيء في زمان المهدي فافترقوا فأمر المهدي ببني عدي

میں کہا کہ یہ حلف الفضول میں سے ہیں اور مطیبین میں سے بھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں میں سے تھے اور کہا گیا کہ ان کے سابقہ کا بھی ذکر کیا اور کہا گیا کہ آپ نے صہر کا ذکر کیا تو ان کو مقدم کیا مخزوم پر۔ پھر ان کے بعد مخزوم کو بلایا تو ان کے برابر آگئے سہم اور جمح اور عدی بن کعب تو کہا گیا کہ عدی سے ابتداء کی جائے (عمرؓ اسی خاندان سے تھے) تو فرمایا کہ میں تو اپنی ذات کو جہاں تھا وہیں رکھوں گا۔ کیونکہ جب اسلام داخل ہوا تو ہمارا معاملہ اور بنی سہم کا ایک مرتبہ میں تھا۔ لیکن بنی جمح و بنی سہم میں غور کرو تو کہا گیا کہ بنی جمح کو مقدم کیجیے۔ پھر آپؓ نے بلایا بنی سہم کو اور رجسٹر عدی اور سہم کا مثل دعوت واحدہ کے مخلوط تھا تو جب کہ دعوت کا نمبر ان کی ذات پر پہنچا تو بلند آواز سے تکبیر کہی اور پھر کہا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے پہنچادیا میرے حصہ کو میری طرف اپنے رسولؐ کی جانب سے پھر بلایا بنی عامر بن لوی کو شافعیؒ نے فرمایا تو ان میں سے بعض نے کہا کہ ابو عبیدہ بن عبد اللہ بن الجراح فہری نے جب اس شخص کو دیکھا جو ان پر مقدم ہو رہا تھا تو کہا کہ کیا آپ ان سب کو میرے آگے بلائیں گے تو آپ نے فرمایا کہ اے ابو عبیدہ صبر کرو جیسا کہ میں نے صبر کیا یا اپنی قوم سے بات کر لو تو جو ان میں سے تم کو اپنی ذات پر مقدم کرے میں اس کو منع نہ کروں گا۔ رہے میں اور بنو عدی تو اگر تم پسند کرو تو ہم تم کو اپنی ذوات پر مقدم کر دیں گے۔ کہا پھر مقدم کیا بعد میں معاویہ نے بنی الحارث بن فہر کو اور ان کو درمیان میں کر دیا بنی عبد مناف اور اسد بن عبد العزیٰ کے اور مہدی کے زمانہ میں کچھ اختلاف ہوا بنی سہم اور عدی کے درمیان اور یہ متفرق ہو گئے تو حکم دیا مہدی نے بنی عدی کے بارے میں

فقدم موالی علی سہم وجمح للسابقة فیہم قال الشافعی فاذا فرغ من قریش قدم الانصار علی قبائل العرب کلہا لمکانہا من الاسلام قال الشافعی الناس عباد اللہ فاولٰہم بان یکون مقدماً اقربہم بخیرۃ اللہ لرسالتہ ومستودع امانتہ خاتم النبیین وخیر خلق رب العالمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم الشافعی روی لیث بن ابی سلیم عن عطاء عن عمر ابن الخطاب فی ہذہ الآیۃ یعنی آیۃ الصدقات ایما صنف من ہذہ اعطیتہ اجزاک ثم ضعفہ فقال منقطع بین عطاء وعمر ولیث غیر قوی و فی الحدیث المرفوع ان اللہ لم یرض بحکم نبی ولا غیرہ فی الصدقات حتی حکم ہو فیہا فجزأہا ثمانیۃ اجزاء قلت معنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم جزأہا ثمانیۃ اجزاء شرعہا لثمانیۃ اصناف ولیس فیہ تسویۃ الاقسام ولا انہ یجب تقسیم کل صدقۃ الی ثمانیۃ اجزاء واللہ اعلم الشافعی عن یحیی بن عبداللہ ابن مالک عن ابیہ انہ سألہ ارأیت الابل التی کان یحمل علیہا عمر الغزاۃ وعثمان بعدہ قال اخبرنی ابی انہا ابل الجزیۃ

تو وہ مقدم کئے گئے سہم اور جمح پر عدی کے سابقہ کردار کی بناء پر۔ کہا شافعیؒ نے کہ پھر جب عمرؓ فارغ ہوئے قریش سے تو تمام قبائلِ عرب پر انصار کو ان کے اسلام میں خاص مقام ہونے کی وجہ سے مقدم کیا۔ کہا شافعیؒ نے کہ سب لوگ اللہ کے بندے ہیں تو سب پر مقدم بننے کا حق اسی کو ہوگا جو سب سے زیادہ قریب ہو اُن کے ساتھ جو اللہ کے برگزیدہ ہیں اُس کے پیغاموں کے لئے جن کے سپرد اللہ نے اپنی امانت کی ہے یعنی خاتم النبیین، رب العالمین کی مخلوق میں سب سے بہتر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ شافعیؒ، روایت کیا لیث بن ابی سُلیم نے عطاء سے اُنھوں نے عمرؓ بن الخطاب سے اس آیت میں یعنی آیتِ صدقات میں کہ تو نے ان میں سے جس صنف کو بھی صدقہ دیدیا تیرے لئے کافی ہے۔ پھر اس حدیث کو ضعیف کہا اور فرمایا کہ یہ منقطع ہے عطاء اور عمرؓ کے درمیان اور لیث قوی نہیں ہے اور حدیث مرفوع میں ہے کہ اللہ تعالےٰ صدقات کے بارے میں کسی نبی یا غیر نبی کے حکم پر راضی نہیں ہوا یہاں تک کہ اس کے بارے میں اُس نے خود حکم فرمایا اور اس کو آٹھ اجزاء پر کاٹ دیا۔ میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد جزأہا ثمانیۃ اجزاء کا مفہوم آٹھ اصناف (صدقات) کی مشروعیت کا بیان فرمانا ہے اس میں اقسام کی برابری مقصود نہیں اور نہ یہ بات ہے کہ آپ ہر صدقہ کی تقسیم آٹھ اجزاء پر واجب کر رہے ہیں واللہ اعلم۔ شافعیؒ یحیے بن عبداللہ بن مالک سے وہ اپنے باپ سے کہ اُنھوں نے اپنے باپ سے سوال کیا کہ کیا آپ نے ان اونٹوں کو دیکھا ہے جن کے اوپر عمرؓ غازیوں کو سوار کیا کرتے تھے اور عمرؓ کے بعد عثمانؓ؟ کہا کہ میرے باپ نے مجھے خبر دی کہ وہ جزیہ کے اونٹ تھے

التی بعث بہا معاویۃ وعمرو بن العاص احتج بہ الشافعی علٰی انہ لیس لاہل الفئ فی الصدقۃ حق وفیہ نظر لما روی الشافعی ان عدی بن حاتم جاء ابا بکرٍ احسبہ قال بثلث مائۃ من الابل من صدقات قومہ فاعطاہ ابو بکر منہا ثلثین بعیرًا وامرہ ان یلحق بخالد ابن الولید بمن اطاعہ من قومہ فجاءہ بزہاء الف رجل وابلٰی بلاءً حسنًا قلتُ اوّل الشافعی بانہ سہم المؤلفۃ قلوبہم الذین یعطون من الصدقات لمعنی الاعانۃ علٰی اخذ الصدقات والاوجہ عندی انہ اعطاہم علٰی انہم من الغزاۃ لقولہ تعالٰی فی آیۃ الصدقات "وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ" قال الشافعی اخبرنا الثقۃ من اصحابنا عن عبد اللہ ابن ابی عبد اللہ بن ابی یحیی عن سعید بن ابی ہند قال بعث عبد الملک بن مروان بعد المجاعۃ بعطاء اہل المدینۃ وکتب الی والی الیمامۃ ان یحمل من الیمامۃ الی المدینۃ الف الف درہم یتمّم بہا عطاءہم فلما قدم المال الی المدینۃ ابوا ان یاخذوہ وقالوا اتطعمنا اوساخ الناس وما لا یصلح لنا لا ناخذہ ابدًا فبلغ ذٰلک عبد الملک فردّہ وقال لا یزال فی القوم

جن کو معاویہؓ نے اور عمرو بن العاص نے بھیجا تھا۔ اس سے شافعیؒ نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ اہلِ فئے کا صدقہ میں حق نہیں ہے اور اس میں کلام ہے اس حدیث کی رُو سے جس کو شافعیؒ نے روایت کیا ہے کہ عدیؓ بن حاتم ابو بکرؓ کے پاس آئے میں خیال کرتا ہوں کہ کہا تین سو اونٹ اپنی قوم میں سے صدقات میں کے لائے تو ان کو ابو بکرؓ نے اُن میں سے تیس اونٹ دیتے اور اُن کو حکم دیا کہ وہ اُن لوگوں کو ساتھ لے کر جو اُن کی قوم میں سے اُن کی اطاعت کریں خالدؓ بن الولید سے جا ملیں تو عدیؓ خالدؓ کے پاس ایک ہزار آدمیوں کے قریب لے کر پہنچے اور انھوں نے عمدہ جانفشانی سے کام کیا۔ میں کہتا ہوں کہ شافعیؒ نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ وہ اُن لوگوں کا حصّہ تھا جن کی تالیفِ قلوب کی جاتی تھی، اُن کو صدقات میں سے دیا جاتا تھا جس سے مُراد تھی صدقات لینے پر ان کی اعانت، اور میرے نزدیک اچھی وجہ یہ ہے کہ ابو بکرؓ نے ان کو دیتے اس بنا پر کہ وہ غازیوں میں سے تھے بنا بر ارشاد حق تعالٰی آیتِ صدقات میں "وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ"۔ کہا شافعیؒ نے ہمارے اصحاب میں سے ایک ثقہ نے ہم کو خبر دی عبد اللہ بن ابی عبد اللہ بن ابی یحیٰی سے وہ سعید بن ابی ہند سے کہ عبد الملک بن مَروان نے تنگ حالی (بھوک اور فاقوں کے پھیل جانے) کے بعد اہلِ مدینہ کے وظائف بھیجے اور والیِ یمامہ کو لکھا کہ یمامہ سے مدینہ کو ایک لاکھ درہم بھیجے کہ جس سے اُن کے وظائف پورے ہو جائیں تو جب مال مدینہ پہنچا تو انھوں نے اُس کو لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ کیا تم ہمیں لوگوں کے مَیل کچیل (صدقات) کھلاتے ہو اور جو چیز ہمارے لئے صالح نہ ہو ہم اس کو کبھی نہ لیں گے۔ تو اس کی اطلاع عبد الملک کو پہنچی تو اُس نے وہ مال واپس منگالیا اور کہا کہ قوم میں جو کچھ

بقیۃ" ما فعلوا ہکذا قال قلت لسعید بن ہند و
من کان یومئذ یتکلم قال اولہم سعید بن
المسیب و ابوبکر بن عبدالرحمن وخارجۃ بن زید
و عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبۃ فی رجال
کثیر قال الشافعی قولہم لایصلح لنا ای لایحل
لنا ان ناخذ الصدقۃ ونحن اہل الفیء و
لیس لاہل الفیء فی الصدقۃ حق ولا ینقل
عن قوم الی غیرہم قلت والاوجہ عندی
انہم ردوا ما کان باسم الحاجۃ والفقر دون
اسم الغزو وذلک انہم ما کانوا یریدون
الخروج للجہاد یومئذ مالک عن ابن شہاب
قال بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اخذ الجزیۃ من مجوس البحرین وان عمر بن الخطاب
اخذہا من مجوس فارس وان عثمانؓ اخذہا من
البربر (نام قوم) مالک عن جعفر بن محمد بن علی عن ابیہ
ان عمر بن الخطاب ذکر المجوس فقال ما ادری
کیف اصنع فی امرہم فقال عبدالرحمن بن
عوف اشہد لسمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یقول سنوا بہم سنۃ اہل الکتاب مالک
عن نافع عن اسلم مولی عمر بن الخطاب
ان عمر بن الخطاب ضرب الجزیۃ علی اہل
الذہب اربعۃ دنانیر وعلی اہل الورق اربعین
درہما مع ذلک ارزاق المسلمین و
ضیافۃ ثلثۃ ایام مالک عن زید
ابن اسلم عن ابیہ

انھوں نے کیا اس کی یاد ہمیشہ باقی رہے گی. ایسا ہی کچھ کہا تھا.
(راوی نے) کہا کہ میں نے سعید بن ابی ہند سے کہا کہ اُس دن
کس نے گفتگو کی تھی؟ کہا کہ ان میں کے پہلے شخص سعید بن المسیب
اور ابوبکر بن عبدالرحمن اور خارجہ بن زید اور عبیداللہ بن عبداللہ
ابن عتبہ تھے بہت سے لوگوں میں۔ شافعیؒ نے کہا کہ ان کا قول
لایصلح لنا (جو ہمارے لئے صالح نہ ہو) یعنی ہمارے لئے حلال
نہیں ہے کہ ہم صدقہ لیں اس حال میں کہ ہم اہل فئے ہیں اور
اہل فئے کا صدقہ میں حق نہیں ہے اور وہ ایک قوم سے دوسری
قوم کی طرف منتقل نہیں کیا جاتا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ میرے
نزدیک اس کی معقول وجہ یہ تھی کہ انھوں نے اس چیز کو لوٹایا
جو حاجت اور فقر کے نام پر بھیجا گیا تھا جہاد کے نام کو چھوڑ کر،
اور یہ اس لئے کہ وہ اُس دن جہاد کے لئے خروج کا ارادہ نہیں
کر رہے تھے۔ مالکؒ ابن شہاب سے کہا کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جزیہ لیا بحرین کے مجوس سے
اور یہ کہ عمرؓ بن الخطاب نے جزیہ لیا مجوس فارس سے اور عثمانؓ
نے جزیہ لیا بربر (قوم) سے۔ مالکؒ جعفر بن محمد بن علی سے وہ
اپنے باپ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے مجوس کا ذکر کرتے ہوئے
کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ ان کے ساتھ کس طرح کا معاملہ کروں.
تو عبدالرحمن بن عوف نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپؐ فرما رہے تھے کہ
ان کے ساتھ وہ طریقہ اختیار کرو جو اہل کتاب کے ساتھ کرتے
ہو۔ مالکؒ نافع سے وہ اسلم مولے عمرؓ بن الخطاب سے کہ عمرؓ بن
الخطاب نے جزیہ قائم کیا سونے والوں پر چار دینار اور چاندی
والوں پر چالیس درہم، اس کے ساتھ مسلمانوں کے ارزاق اور
تین دن کی مہمانی۔ مالکؒ زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ سے کہ

انہ قال لعمر بن الخطاب ان فی الظہر ناقۃ عمیاء فقال عمر ادفعہا الی اہل بیت ینتفعون بہا قال فقلت وہی عمیاء قال یقطرونہا بالابل قال فقلت کیف تاکل من الارض قال فقال عمر امن نعم الجزیۃ ہی ام من نعم الصدقۃ فقلت بل من نعم الجزیۃ فقال عمر اردتم واللّٰہ اکلہا فقلت ان علیہا وسم نعم الجزیۃ فامر بہا عمر فنحرت وکانت عندہ صحاف تسع فلا تکون فاکہۃ ولا طریفۃ الا جعل منہا فی تلک الصحاف فیبعث بہا الی ازواج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ویکون الذی یبعث بہ الی حفصۃ ابنتہ من آخر ذلک فان کان فیہ نقصان کان فی حظ حفصۃ قال فجعل فی تلک الصحاف من لحم تلک الجزور فبعث بہا الی ازواج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثم امر بما بقی من لحم تلک الجزور فصنع فدعا المہاجرین والانصار قلت احتج بہ الشافعی علی ان عمر کان یسم وسمین وسم جزیۃ ووسم صدقۃ مالک عن ابن شہاب عن سالم بن عبد اللّٰہ عن ابیہ ان عمر بن الخطاب کان یاخذ من النبط من الحنطۃ والزیت نصف العشر یرید بذلک ان یکثر الحمل الی المدینۃ ویاخذ من القطینۃ العشر

اُنھوں نے کہا عمرؓ بن الخطاب سے کہ سواری کے اونٹوں میں ایک اونٹنی اندھی ہے تو عمرؓ نے کہا کہ اس کو کسی کُنبہ کو دیدو کہ وہ اس سے نفع اُٹھائیں۔ کہا کہ پھر میں نے کہا کہ وہ اندھی ہے تو فرمایا کہ وہ اس کو اونٹوں کی قطار میں باندھ لیں گے۔ پھر مَیں نے کہا کہ وہ زمین سے کیسے کھاتے گی۔ کہا کہ پھر عمرؓ نے کہا کہ وہ جزیہ کے جانوروں میں سے ہے یا صدقہ کے جانوروں میں سے تو میں نے کہا کہ جزیہ کے جانوروں میں سے تو عمرؓ نے کہا کہ واللہ تم نے اُس کے کھانے کا ارادہ کرلیا ہے تو مَیں نے کہا کہ اس کے اُوپر تو جزیہ کا نشان لگا ہوا ہے۔ پھر عمرؓ نے اُس کے بارے میں اجازت دیدی اور وہ ذبح کرلی گئی۔ اور اُن کے پاس نو طباق تھے تو جب بھی کچھ پھل ہوتے تھے یا اچھی چیز تو وہ ان طباقوں میں ان کو بھر کر ازواج نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کرتے تھے اور جس طباق میں اپنی بیٹی حفصہؓ کو بھیجا کرتے تھے وہ ان میں سے آخر کا ہوتا تھا۔ تو اگر اس میں (یعنی تقسیم کرنے میں) کمی ہوجاتی تھی تو وہ حفصہؓ کے حصّہ میں ہوتی تھی، کہا کہ پھر ان طباقوں میں اس مذبوحہ اونٹنی کے گوشت کو رکھ کر ازواج نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ پھر اونٹنی کے بقیہ گوشت کے بارے میں حکم دیا جو تیار کیا گیا پھر مہاجرین و انصار کی دعوت کی۔ مَیں کہتا ہوں کہ اس سے شافعیؒ نے اس بات پر دلیل پکڑی ہے کہ عمرؓ (اونٹوں پر) دو قسم کے نشان لگایا کرتے تھے ایک نشان صدقہ کا اور ایک نشان جزیہ کا۔ مالکؒ، ابن شہاب سے وہ سالم بن عبداللہ سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نبطی (قوم) سے گیہوں اور روغن زیتون میں سے بیسواں حصّہ لیا کرتے تھے اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ کثرت کے ساتھ اشیاء مدینہ میں پہنچتی رہیں اور قطینہ میں سے دسواں

مالکؒ عن ابن شہاب عن السائب بن یزید انہ قال کنتُ عاملاً مع عبداللہ بن عتبۃ بن مسعود علی سوق المدینۃ فی زمان عمر بن الخطاب فکنا ناخذ من النبط العشر مالک انہ سال ابن شہاب علی ای وجہ کان یاخذ عمر بن الخطاب من النبط العشر فقال ابن شہاب کان ذلک یوخذ منہم فی الجاہلیۃ فالزمہم ذلک عمر رضی اللہ عنہ مالک والشافعی عن زید بن اسلم قال شرب عمر بن الخطاب لبناً فاعجبہ فسال الذی سقاہ من این ہذا اللبن فاخبرہ انہ ورد علی ماءٍ قد سماہ فاذا نعمٌ من الصدقۃ وہم یسقون فحلبوا لی من البانہا فجعلتہ فی سقائی فہو ہذا فادخل عمر بن الخطاب یدہ فی فمہ فاستقاءہ احتج بہ الشافعی علی ان الوالی لیس لہ فی الصدقۃ نصیب۔ **الفرائض** الدارمی عن مورق العجلی قال عمر بن الخطاب تعلموا الفرائض واللحن والسنن کما تعلمون القرآن الدارمی عن ابراہیم قال عمر تعلموا الفرائض فانہا من دینکم البیہقی روینا عن عمر بن الخطاب انہ خطب الناس بالجابیۃ فقال من اراد ان یسال عن الفرائض فلیات زید بن ثابت قلت فیہ کرامۃ لعمر رض لان الفرائض علی ہذا التفصیل والبیان لم یرو الا عن زید بن ثابت

حصہ لیتے تھے (یعنی مسور، چنا اور لوبیا وغیرہ کی دالوں میں سے)۔ مالکؒ، ابن شہاب سے وہ سائب بن یزید سے انھوں نے کہا کہ میں عمرؓ ابن الخطاب کے زمانہ میں عبداللہ بن عتبہ بن مسعود کے ساتھ مدینہ کے بازار پر عامل تھا تو ہم نبطی لوگوں سے دسواں حصہ لیا کرتے تھے۔ مالکؒ انھوں نے سوال کیا ابن شہاب سے کہ کس وجہ سے عمرؓ بن الخطاب نبطیوں سے عُشر لیا کرتے تھے تو ابن شہاب نے کہا کہ یہ وہ ہے جو اُن سے زمانۂ جاہلیت میں لیا جاتا تھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو ان پر لازم رکھا۔ مالکؒ اور شافعیؒ زید ابن اسلم سے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نے دودھ پیا اور اس کو پسند کیا پھر جس نے ان کو پلایا تھا اُس سے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا؟ تو اس نے بتایا کہ اس کا جانا ہوا ایک قبیلہ میں جس کا اس نے نام لیا تو وہاں صدقہ کے اونٹ تھے اور وہ پانی پی رہے تھے تو ان لوگوں نے ان میں سے میرے لئے دودھ دوہا تو میں نے اُس کو اپنے برتن میں بھر لیا تھا تو وہ دودھ یہی تھا تو عمرؓ بن الخطاب نے اپنا ہاتھ (منہ میں) ڈالا اور قے کردی۔ اس سے شافعیؒ نے یہ دلیل پکڑی ہے کہ والی کا صدقہ میں حصہ نہیں ہے۔ **فرائض** دارمی نے روایت کیا مورق عجلی سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا سیکھو فرائض کو اور لُغت کو اور احادیث کو جس طرح تم قرآن کو سیکھتے ہو۔ دارمی ابراہیم سے، کہا عمرؓ نے کہ فرائض کو سیکھو کیونکہ یہ تمہارے دین میں سے ہے۔ بیہقی ہم کو روایت پہنچی عمرؓ بن الخطاب سے کہ انھوں نے جابیہ میں لوگوں کو خطبہ دیا اس میں کہا کہ جو شخص فرائض کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہے تو اس کو چاہیئے کہ زید بن ثابتؓ کے پاس پہنچے۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں عمرؓ کی ایک کرامت ہے کیونکہ فرائض کی اس تفصیل اور بیان کے ساتھ بجز زید بن ثابتؓ کے اور کسی سے روایت نہیں کی

واسناد اهل المدينة اليه عن ابی الزناد
عن خارجة بن زيد عن ابيه علّق مالک روايتهٗ
ونسبهٗ الی اهل المدينة الدارمی عن
ابراهيم قال عبدُ الله (ابن مسعود) كانَ عُمر اذا سلک
طريقاً وجدناه سهلاً وانه قال فی زوجٍ و
ابوين للزوج النصفُ وللامّ ثلث ما
بقی الدارمی عن ابراهيم قال عبد الله كان
عمر اذا سلک طريقاً اتبعناه فيه وجدناه
سهلاً وانه قضٰی فی امرأةٍ وابوين
من اربعةٍ فاعطی المرأةَ الربعَ و
الامّ ثلثَ ما بقی والاب سهمين الدارمی
عن ابراهيم فی زوجٍ وامّ واخوةٍ لابٍ و
امّ واخوةٍ لامّ قالَ كانَ عمر وعبد الله
وزيد يُشركون وقالَ عمر لم يزدْهم الاب
الّا قرباً الدارمی عن ابی سعيد والبخاری
عن ابن عباسٍ وعبد الله بن الزبير
انّ ابا بكر الصديق جعلَ الجدّ اباً۔
الدارمی عن الشعبی كان عمر يقاسم
الجدّ مع الاخ والاخوين فاذا زادوا
اعطاه الثلثَ وكان يعطيه مع
الولد السدس الدارمی عن يحيی بن
سعيد ان عمر كانَ كتبَ ميراثَ الجدّ
حتّٰی اذا طُعن دعا به فمحاه ثم قالَ
سترَون رأيكم فيه الدارمی عن
مروان بن الحكم انّ عمر بن الخطّاب

گئی ہیں۔ اور اُن کی طرف اہلِ مدینہ کی روایت ہے ابوزناد سے
وہ روایت کرتے ہیں خارجہ بن زید سے وہ اپنے باپ سے۔ ان کی روایت
کو مالکؒ نے تعلیقاً لیا ہے اور اس کو اہلِ مدینہ کی طرف نسبت کیا ہے۔
دارمی، ابراہیم سے، کہا عبداللہؓ (ابنِ مسعود) نے کہ عمرؓ کی یہ شان
تھی کہ جب وہ کسی راہ پر چلے تو ہم نے اُس کو نرم ہموار پایا اور
اُنھوں نے فرمایا شوہر اور ماں، باپ کے بارے میں کہ شوہر کے لئے
(ترکہ کا) نصف اور ماں کے لئے باقی ماندہ کا ایک تہائی۔ دارمی
ابراہیم سے، کہا عبداللہؓ نے کہ عمرؓ جب کسی راہ پر چلے اس میں
ہم نے اُن کا اتباع کیا تو ہم نے اس کو نرم و ہموار پایا اور اُنھوں
نے فیصلہ کیا بیوی اور ماں باپ کے بارے میں چار (سہاموں)
سے۔ بیوی کو دیا ایک چوتھائی اور ماں کو باقی ماندہ کا ایک تہائی
(یعنی ایک حصّہ) اور باپ کو دو حصے۔ دارمی ابراہیم سے شوہر
اور ماں اور باپ و ماں شریک بھائیوں اور ماں شریک بھائیوں
میں، کہا کہ عمرؓ اور عبداللہؓ اور زیدؓ سب کو (میراث میں)
شریک رکھتے تھے اور عمرؓ نے کہا کہ باپ نے ان میں بجز بیضہ
چیرنے کے کوئی زیادتی نہیں کی۔ دارمی نے روایت کی ابوسعیدؓ
سے اور بخاری نے ابن عباسؓ اور عبداللہؓ بن زبیر سے کہ
ابوبکر صدیقؓ نے دادا کو باپ قرار دیا۔ دارمی شعبی سے کہ عمرؓ تقسیم
میں شامل رکھتے تھے دادا کو مع ایک بھائی اور دو بھائیوں
کے۔ پھر جب (دو سے) زیادہ ہوتے تو دادا کو ایک تہائی
دیتے تھے اور اس کے بیٹے کے ہوتے ہوتے چھٹا حصّہ دیتے تھے۔
دارمی یحییٰ بن سعید سے کہ عمرؓ نے لکھ چھوڑا تھا دادا کی میراث
کو یہاں تک کہ جب مجروح کئے گئے تو اُس تحریر کو منگا کر مٹا دیا
پھر کہا تم عنقریب اس کے بارے میں اپنی رائے (خود) دیکھ لوگے
(یعنی متعین کرلوگے)۔ دارمی مروان بن حکم سے کہ عمرؓ بن الخطاب

لما طعن استشارہم فی الجدّ فقال انی کنت رأیت فی الجدّ رأیاً فان رأیتم ان تتبعوہ فاتبعوہ فقال لہ عثمان ان نتبع رأیک فانہ رشدٌ وان نتبع رأی الشیخ (یعنی ابابکرؓ) فلنعم ذو الرأی کان. الدارمی عن الزہری قال جاءت جدّۃٌ امّ اب او امّ امّ الی ابی بکر فقالت ان ابن ابنی او ابن ابنتی توفی وبلغنی ان لی نصیباً فمالی فقال ابو بکر ما سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فیہا شیئاً وسأسأل الناس فلما صلی الظہر قال ایکم سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی الجدّۃ شیئاً فقال المغیرۃ بن شعبۃ انا قال ماذا قال قال اعطاہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سدساً قال أیعلم ذلک احدٌ غیرک فقال محمد بن مسلمۃ صدق فاعطاہا ابو بکر السدس فجاءت الی عمر مثلہا فقال ما ادری ما سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فیہا شیئاً وسأسأل الناس فحدّثوہ بحدیث المغیرۃ بن شعبۃ و محمد بن مسلمۃ فقال عمر ایکما خلت بہ فلہا السدس فان

جب مجروح کیا گیا تو انھوں نے دادا کے بارے میں اصحاب سے مشورہ طلب کیا پھر فرمایا کہ میں دادا کے بارے میں ایک رائے قائم کر چکا تھا۔ پھر اگر تمھاری رائے ہو کہ تم اس کا اتباع کرو تو اس کا اتباع کر لینا تو ان سے عثمان رضؓ نے کہا کہ اگر ہم آپ کی رائے کا اتباع کریں تو وہ بھلائی ہے اور اگر ہم اتباع کریں شیخ (ابو بکر رضؓ) کی رائے کا تو وہ بھی بہترین صاحب رائے تھے۔ دارمی بروایت زہری کہا ابو بکر رضؓ کے پاس ایک جدّہ آئی جو باپ کی ماں (یعنی دادی) تھی یا ماں کی ماں (یعنی نانی) تھی تو اُس نے کہا کہ میرا بیٹے کا بیٹا (یعنی پوتا)، یا بیٹی کا بیٹا (یعنی نواسہ) وفات پا گیا اور مجھے یہ اطلاع ہوتی کہ (میراث میں) میرا حصہ ہے تو وہ کیا ہے؟ تو ابو بکر رضؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سُنا کہ آپؐ نے اس کے بارے میں کچھ فرمایا ہو اور میں عنقریب لوگوں سے معلوم کروں گا تو جب ظہر کی نماز پڑھ لی تو لوگوں سے فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپؐ نے جدّہ کے حق میں کچھ فرمایا۔ تو مغیرہ بن شعبہ رضؓ نے کہا کہ میں نے۔ فرمایا کہ کیا فرمایا تھا؟ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھٹا حصّہ دیا تھا فرمایا کہ کیا اس واقعہ کو تمھارے سوا کوئی اور بھی جانتا ہے؟ تو محمّد بن مسلمہ رضؓ نے کہا کہ اُنھوں نے سچ کہا۔ تو ابو بکر رضؓ نے اُس کو چھٹا حصّہ دیا۔ پھر عمر رضؓ کے پاس اُسی کے مانند (ایک جدّہ) آئی۔ تو اُنھوں نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سُنا کہ اس کے بارے میں آپؐ نے کچھ فرمایا ہو اور میں عنقریب لوگوں سے پوچھوں گا، تو لوگوں نے اُن سے مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن مسلمہ کی حدیث کو بیان کیا تو عمر رضؓ نے فرمایا کہ تم دونوں (دادی اور نانی) میں جو تنہا ہو تو اُس کے لئے چھٹا حصّہ ہے اور اگر تم

اجتمعتما فهو بينكما الدارمی عن الشعبی قال سئل
ابوبکر عن الکلالة فقال انی ساقول فيها
برأيی فان کان صوابا فمن الله وان کان خطأ
فمنی ومن الشيطان اراه ماخلا الوالد والولد فلما
استخلف عمر قال انی لاستحیی الله
ان ارد شيئا قاله ابوبکر الدارمی عن
عاصم بن عمر بن قتادة ان عمر بن الخطاب
التمس من يرث ابن الدحداحة فلم يجد
وارثا فدفع مال ابن الدحداحة الی اخوال ابن
الدحداحة الدارمی عن الشعبی عن زياد اتی
عمر فی عم لام وخال فاعطی العم لام
الثلثين واعطی الخال الثلث الدارمی عن الحسن
ان عمر بن الخطاب اعطی الخالة الثلث والعمة
الثلثين الدارمی عن الضحاک بن قيس ان
عمر قضی فی اهل طاعون عمواس اول طاعون
فی الاسلام انهم اذا کانوا من قبل
الاب سواء فبنو الام احق واذا کان بعضهم
اقرب من بعض بأب فهم احق بالمال
الدارمی عن سليمان بن يسار عن محمد بن
الاشعث ان عمة له توفيت يهودية
باليمن فذکر ذلک لعمر بن الخطاب
فقال يرثها اقرب الناس اليها من اهل
دينها الدارمی عن ابن شهاب مثله
الدارمی عن ابراهيم قال عمر بن
الخطاب اهل الشرک لانرثهم

دونوں جمع ہو جاؤ تو وہ تم دونوں میں تقسیم ہوگا۔ دارمی شعبی سے
کہا کہ ابوبکرؓ سے سوال کیا گیا کلالہ کے متعلق۔ فرمایا کہ میں اس کے
بارے میں عنقریب اپنی رائے سے کہوں گا تو اگر وہ صحیح ہے تو
اللہ کی طرف سے ہے اور اگر خطا ہے تو میری طرف سے اور شیطان
کی طرف سے ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کلالہ وہ ہے جو نہ باپ چھوڑے
اور نہ بیٹا۔ تو جب عمرؓ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے کہا کہ مجھے اللہ
کے سامنے شرم آتی ہے کہ میں کسی ایسی بات کو رد کردوں جس کو
ابوبکرؓ نے کہا ہو۔ دارمی عاصم بن عمر بن قتادہ سے کہ عمرؓ بن
الخطاب نے جستجو کی کہ ابن الدحداحہ کا کون وارث ہوگا تو کوئی
وارث نہ پایا تو ابن الدحداحہ کا مال ابن الدحداحہ کے ماموؤں کو
دے دیا۔ دارمی شعبی سے، مروی ہے زیاد سے کہ عمرؓ کے پاس
لایا گیا مسئلہ باپ کے ماں شریک (اخیافی) بھائی اور ماموں کا تو
ماں شریک چچا کو دو ثلث عطا کئے اور ماموں کو ایک ثلث۔
دارمی حسن سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے دیا خالہ کو ایک تہائی
اور پھوپھی کو دو تہائی۔ دارمی ضحاک بن قیس سے کہ عمرؓ نے فیصلہ
کیا طاعون عمواس والوں میں جو کہ اسلام میں پہلا طاعون
تھا کہ وہ (پس ماندگان) جب کہ باپ کی جانب سے برابر ہوں
تو ماں کی اولاد حقدار ہوگی اور جب ان میں کے بعض زیادہ قریب
ہوں بعض سے باپ کی طرف سے تو مال کے وہ زیادہ حقدار ہیں۔
دارمی سلیمان بن یسار سے وہ محمد بن الاشعث سے کہ ان کی
پھوپھی کا یمن میں بحالت یہودیت انتقال ہوگیا تو انھوں
نے اس کا ذکر عمرؓ بن الخطاب سے کیا تو فرمایا کہ اس کے وارث
اس کے دین والوں میں سے وہ ہوگا جو سب لوگوں سے زیادہ
اس کا قریب ہوگا۔ دارمی ابن شہاب سے ایسی ہی روایت کی گئی ہے۔
دارمی ابراہیم سے، کہا عمرؓ بن الخطاب نے کہ اہل شرک کے نہ ہم وارث

ولا يرثونا الدارمی عن الشعبی ان ابابکر وعمر قالا لا يتوارث اهل ملتين الدارمی عن انس بن سیرین قال عمر ابن الخطاب لا يتوارث ملتان شتّٰى ولا يحجب من لا يرث الدارمی عن الشعبی عن عمر و علیٍّ و زید قال و احسبه قد ذکر عبد اللّٰه ایضا قالوا الولاء للکبر يعنون بالکبر ما کان اقرب باب و ام الدارمی عن الشعبی عن عمر و علیٍّ و زید قالوا الدية تورث کما یورث المال خطاء و عمده الدارمی عن الشعبی قال عمر لا یرث قاتل خطاء و لا عمد الدارمی عن الشعبی کتب عمر بن الخطاب الی شریح ان لا یورث الحمیل الا ببینة و ان جاءت فی خرقتها الدارمی عن ابی عثمان قال عمر الصدقة والسائبة

ہوں گے اور نہ وہ ہمارے وارث ہوں گے۔ دارمی شعبی سے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں نے فرمایا کہ دو ملتوں والے ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے۔ دارمی انس بن سیرین سے، کہا عمرؓ بن الخطاب نے کہ دو مختلف ملتوں والے ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے اور وہ شخص حاجب نہ ہوگا جو وارث نہ ہوگا (یعنی ممنوع الارث دوسرے کا حاجب نہ ہوگا)۔ دارمی شعبی سے، مروی ہے عمرؓ سے اور علیؓ سے اور زیدؓ سے اور میرا گمان ہے کہ عبد اللہ کا بھی ذکر کیا ان سب نے کہا کہ ولاءعہ آزاد کرنے والے کے بڑے یعنی قریب تر وارث کا حق ہوگی (یعنی اعلیٰ وارث کی مثلاً بیٹے کے ہوتے ہوئے جو اعلیٰ ہے پوتے کو نہ ملے گی) وہ کُبر سے یہ مراد لیتے کہ جو باپ اور ماں دونوں کی طرف سے کسی کا قریب تر ہو۔ دارمی شعبی سے وہ عمرؓ سے اور علیؓ اور زیدؓ سے سب نے کہا کہ دیت میں وراثت جاری کی جاتی گی جیسا کہ مال میں وراثت جاری کی جاتی ہے، خطاء کی دیت اور عمد کی دیت دونوں میں۔ دارمی شعبی سے، عمرؓ نے فرمایا کہ وارث نہ ہوگا قاتلِ خطاء اور نہ قاتلِ عمد۔ دارمی شعبی سے، عمرؓ بن الخطاب نے شریح کو لکھا کہ اُٹھا کر لائےعہ ہوئے کا کوئی وارث نہ قرار دیا جائے بغیر گواہی کے چاہے کوئی عورت اُس کے نہالچے میں لاتی ہو۔ دارمی ابو عثمان سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ صدقہ اور سائبہسہ دونوں

عہ ولاء ایک حق ہے جو آزاد کرنے والے کو اپنے آزاد کئے ہوئے غلام یا لونڈی پر حاصل ہوتا ہے یعنی اگر وہ مرجائے تو آزاد کرنے والا بھی اس کا ایک وارث ہوتا ہے کُبر بضم کاف و سکون با، موحدہ کسی مرد کی اولاد میں جو سب سے بڑا ہو ۱۲ مترجم عہ حمیل اُٹھا کر لایا ہوا بچہ۔ یعنی جو طفلک معصوم دارالاسلام میں لایا جائے (اس کے ماں باپ اور عزیز و اقارب کا حال معلوم نہ ہو، یا مجہول النسب ہو) پھر کوئی بر بناء قرابت اس کے ترکہ کا دعوےٰ کرے تو بغیر گواہوں کے اس کی تصدیق نہ کی جائیگی اس کا ترکہ اس کے موالی ہی کا حق ہوگا ۱۲ مترجم سہ سائبہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو مطلق العنان کر دی گئی ہو۔ اسلام سے پہلے عرب میں رواج تھا کہ جب کوئی سفر سے بعافیت واپس آتا یا بیماری سے تندرست ہوتا تو کہتا ناقتی سائبۃ یعنے میری اونٹنی سائبہ ہے اب نہ اس کا کوئی دودھ دوہیگا اور نہ سوار ہوگا جیسے ہندو قوم میں سانڈ چھوڑ دیئے جاتے ہیں یہ بُتوں اور اوتاروں کی مَنّت کے طور پر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح غلام کو بھی سائبہ یا صدقہ کہدیا جاتا تھا تو وہ آزاد ہو جاتا تھا پھر نہ وہ اس کا وارث ہوتا اور نہ اُس کی دیت دیتا۔ اس کا یہ مطلب

يُوَسِّبهما قُلتُ يعنى اذا اَعتقَ بهاتين اللفظتين فهما مُعتقانِ فى الحالِ ليسا من المُدبَّرين الدارمى عن يحيى بن سعيد ان عمر قالَ ايّما حُرٍّ تزوّجَ امةً فقد اَرقَّ نصفَه (اى جزءه وهو الولد) و ايّما عبدٍ تزوّجَ حُرّةً فقد اَعتقَ نصفَه قالَ الدارمى يعنى الولدَ الدارمى عن ابراهيم عن عُمر وعليٍّ وزيدٍ قالوا الولآء للكُبْرِ ولا يرثُ النسآء من الولآء اِلّا ما اعتقْنَ او ما كاتبْنَ۔ الدارمى عن الشّعبى عن عُمر و عليٍّ و زيد قالوا الوالِدُ يجرُّ ولآءَ ولدِه الدارمى عن ابراهيم قالَ عُمر اذا كانتِ الحُرّة تحتَ المملوكِ فولدَتْ لهٗ غلامًا فانّهٗ يَعتقُ بعتقِ اُمّه و ولآءه لموالى اُمّه فاذا اُعتِقَ (العبد اى والده) جرَّ الولآءَ الٰى مَوالى اَبيه الدارمى عن العلآء بن زياد انّ رجلاً سالَ عُمر ابن الخطّاب فقال انّ وارثى كلالةٌ فاُوصى بالنّصف قال لا قالَ فالثُّلث قالَ لا قالَ فالرُّبع قالَ لا قال فالخُمسُ قالَ لا حتّٰى صارَ الى العشر فقالَ اَوْصِ بالعُشْر

اُسی دن (جس دن میں ان کا تکلم کیا)۔ میں کہتا ہوں کہ مراد یہ ہے کہ جب کسی نے آزاد کیا ان دونوں لفظوں سے (یعنی کسی نے انتِ صدقۃ کہکر آزاد کیا اور کسی نے انتِ سائبۃ کہکر آزاد کیا) تو وہ دونوں فوراً آزاد ہو جائیں گے مُدبَّر نہیں ہوں گے۔ دارمی یحییٰ ابن سعید سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ جس آزاد نے باندی سے نکاح کیا تو اُس نے اپنے نصف کو غلام کیا اور جس غلام نے نکاح کیا کسی آزاد عورت سے تو اُس کا نصف آزاد ہو گیا۔ دارمی نے کہا کہ مُراد لیا ہے (نصف سے) لڑکے کو۔ دارمی ابراہیم سے وہ عمرؓ سے اور علیؓ سے اور زیدؓ سے، سب نے کہا کہ ولاء سب سے بڑے کے لئے ہے اور عورتیں وارث نہیں ہوتیں ولاء سے مگر اُس کی جس کو وہ خود آزاد کریں یا مکاتب بنائیں۔ دارمی، شعبی سے مروی ہے عمرؓ سے اور علیؓ سے اور زیدؓ سے، سب نے کہا کہ والد کھینچ لیتا ہے ولاء اپنے بیٹے کی۔ دارمی ابراہیم سے، کہا عمرؓ نے کہ جب آزاد شدہ عورت مملوک کے تحت میں ہوگی اور وہ اُس کا بچہ جنے تو ماں کے آزاد ہونے کی وجہ سے وہ بچہ آزاد ہو جائے گا اور اُس کی ولاء اُس کی ماں کے موالی کے لئے ہوگی۔ پھر جب وہ مملوک آزاد کر دیا جائے تو ولاء کو کھینچ لیگا اُس کے باپ کے موالی کی طرف۔ دارمی علاء بن زیاد سے کہ ایک شخص نے سوال کیا عمرؓ بن الخطّاب سے اور کہا کہ میرے وارث کلالہ ہیں تو کیا میں نصف مال کے لئے وصیّت کر دوں؟ کہا نہیں۔ کہا تو ثُلث کے لئے؟ کہا نہیں۔ کہا کہ رُبع کے لئے؟ کہا نہیں۔ کہا تو خُمس کے لئے؟ کہا نہیں۔ یہاں تک کہ (یوں ہی گھٹاتے گھٹاتے) عُشر تک پہنچ گیا، تو کہا کہ عُشر کی وصیّت کر دے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰۲) بھی ہے کہ جو شخص خیرات کرے یا بَردے کو سائبہ کرے تو پھر ان کو آخرت ہی کے دن کے لئے رکھے کہ دونوں سے منفعت کا دن وہی ہے۔ اب دنیا میں ان سے منفعت نہ اُٹھاتے ۱۲ مترجم از لغات الحدیث

قلتُ معناه ماروی عن الشعبی انّما کانوا یُوصُون بالخُمس والرُبع وکان الثُلث منتهیٰ الجامح الدارمی عن عبد اللہ بن ابی ربیعۃ انّ عمر بن الخطّاب قال یُحدِثُ الرجل فی وصیّتہ ماشاء و ملاکُ الوصیۃ آخرُہا

من ابواب شتیٰ

مالک عن ابن شہاب انّ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قالَ لایجتمع دینانِ فی جزیرۃ العرب قالَ مالک قال ابن شہاب ففحّصَ عن ذٰلک عمر بن الخطّاب حتیٰ اَتاہ الثلجُ و الیقینُ انّ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قالَ لایجتمع دینانِ فی جزیرۃ العرب فاجلا یہود خیبرَ قال مالک وقد اجلا عمر رضہ ابن الخطّاب (از وطن بیرون کرد ۱۲) یہودَ نجران و فدَک فاما یہودَ خیبر فخرجوا منہا لیسَ لہم من الثمر ولا من الارض شئیٌ واَمّا یہود فدَک فکانَ لہم نصف الثمر ونصف الارض لاَنّ رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کانَ صالحہم علےٰ نصفِ الثمر ونصفِ الارض فاقام لہم عمر بن الخطّاب قیمۃً من ذہب وورقٍ وابلٍ وحبالٍ واقتابٍ ثم اَعطاہم القیمۃَ واَجلاہم منہا مالک عن یحیےٰ بن سعید عن عبدالرحمٰن بن القاسم ان اسلم مولیٰ عمرُ ابن الخطّاب اخبرہ انہ زارَ عبدَاللہِ بن عیاشِ المخزومی فرآے عندہ نبیذًا وہو بطریق مکۃَ فقالَ لہٗ اسلمُ انّ ہٰذا الشراب یحبہٗ عمر بن الخطّاب فحمل عبدُ اللہ بن عیاش المخزومی قدحًا عظیمًا

میں کہتا ہوں کہ اس کے معنے یہ ہیں جو روایت کیا گیا ہے شعبی سے کہ لوگ وصیّت خُمس اور رُبع ہی کی کیا کرتے تھے اور ثُلث منتہیٰ ہوتا تھا (وصیّت کی طرف) جُھک جانے والے کا۔ دارمی عبداللہ ابن ربیعہ سے کہ عمر رضہ بن الخطّاب نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنی وصیّت میں جو باتیں چاہے کرے مگر وصیّت کی معتبر بات آخری ہی ہو گی۔

متفرق ابواب سے۔ مالک رح ابنِ شہاب سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جزیرۃ العرب میں دو دین جمع نہ ہوں گے۔ مالک رح نے کہا کہ ابن شہاب نے فرمایا کہ عمر رضہ بن الخطّاب نے اس کا کھوج لگایا یہاں تک کہ ان کو اطمینانِ قلب اور یقین ہو گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو دین جزیرۃ العرب میں جمع نہ ہوں گے تو اُنھوں نے یہود خیبر کو جلا وطن کر دیا۔ مالک رح نے کہا اور عمر رضہ بن الخطّاب نے نجران اور فدک کے یہود کو بھی جلا وطن کیا تھا۔ رہے یہود خیبر تو وہ اس طرح وہاں سے نکلے کہ نہ اُن کا وہاں کوئی پھل تھا اور نہ زمین کا کوئی حِصّہ۔ رہے یہودِ فدک تو اُن کا آدھا پھل تھا اور آدھی زمین، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن سے مصالحت کر لی تھی آدھے پھل اور آدھی زمین پر تو ان پر عمر رضہ بن الخطاب نے سونے اور چاندی اور اونٹوں اور رسّیوں اور کاٹھیوں کی صورت میں قیمت مقرر کر دی تھی۔ پھر اُن کو قیمت دیدی اور وہاں سے نکال دیا۔ مالک رح یحیےٰ بن سعید سے وہ عبدالرحمٰن ابن القاسم سے کہ اسلم مولےٰ عمر رضہ بن الخطّاب نے ان کو خبر دی کہ اسلم نے ملاقات کی عبداللہ بن عیاش مخزومی سے تو ان کے پاس نبیذ دیکھی جب کہ وہ مکّہ کے راستہ میں تھے تو ان سے اسلم نے کہا کہ اس شربت کو عمر رضہ بن الخطّاب پسند کرتے ہیں تو عبداللہ ابن عیاش مخزومی نے ایک بڑا بادیہ (بھر کر) اُٹھایا اور اس کو

فجاء به الى عمر بن الخطاب فوضعه في يده
فقربه عمر الى فيه ثم رفع رأسه فقال
ان هذا الشراب طيب فشرب منه ثم
ناوله رجلا عن يمينه فلما ادبر عبد الله ناداه
عمر بن الخطاب فقال انت القائل
لمكة خير من المدينة فقال عبد الله
فقلت هي حرم الله وامنه وفيها بيته
فقال عمر لا اقول في بيت الله ولا في
حرمه شيئا ثم قال عمر انت القائل لمكة
خير من المدينة قال فقلت هي حرم الله
وامنه وفيها بيته فقال عمر لا اقول في
حرم الله ولا في بيته شيئا ثم انصرف مالك
عن ابن شهاب عن عبد الحميد بن عبد الرحمن
ابن زيد بن الخطاب عن عبد الله بن الحارث
ابن نوفل عن عبد الله بن عباس ان
عمر بن الخطاب خرج الى الشام حتى
اذا كان بسرغ لقيه امراء الاجناد
ابو عبيدة بن الجراح واصحابه
فاخبروه ان الوباء قد وقع
بالشام قال ابن عباس قال عمر
ابن الخطاب ادع لي المهاجرين
الاولين فدعاهم فاستشارهم و
اخبرهم ان الوباء قد وقع بالشام
فاختلفوا فقال بعضهم قد خرجت لامر
ولا نرى ان ترجع عنه وقال بعضهم

عمرؓ بن الخطاب کے پاس لے کر پہنچے اور اس کو ان کے ہاتھ پر
رکھدیا تو عمرؓ نے اس کو اپنے منہ کے قریب کیا پھر اپنا سر اٹھایا
اور فرمایا کہ بیشک یہ شربت عمدہ ہے پھر اس میں سے پیا پھر اس
کو ایک شخص کو دے دیا جو ان کے داہنی طرف تھا۔ پھر جب عبد اللہ
پیٹھ پھیر کر چلے تو ان کو عمرؓ بن الخطاب نے پکارا اور کہا کہ کیا تم اس
بات کے قائل ہو کہ مکہ بہتر ہے مدینہ سے، تو عبد اللہؓ نے کہا کہ
میں نے کہا کہ وہ اللہ کا حرم ہے اور اس کا امن ہے اور اس میں
اس کا گھر ہے۔ تو عمرؓ نے کہا کہ میں بیت اللہ کے بارے میں اور
اس کے حرم کے بارے میں کچھ نہیں کہہ رہا ہوں: پھر عمرؓ نے
(اعادۃ سوال کرتے ہوئے) کہا کہ کیا تم اس بات کے قائل ہو کہ
مکہ بہتر ہے مدینہ سے۔ کہا کہ پھر میں نے کہا کہ وہ اللہ کا حرم ہے
اور اس کا امن ہے اور اس میں اس کا گھر ہے تو پھر عمرؓ نے
کہا کہ میں اللہ کے حرم اور اس کے گھر کے بارے میں کچھ نہیں کہہ
رہا ہوں، پھر وہ چلدیئے۔ مالک ابن شہاب سے وہ عبد الحمید بن عبد الرحمن
ابن زید بن الخطاب سے وہ عبد اللہ بن الحارث بن نوفل سے وہ
عبد اللہ بن عباسؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب شام کی طرف نکلے
یہاں تک کہ جب سرغ پہنچے (سرغ شام کے قریب مغیثہ اور
تبوک کے درمیان ایک مقام ہے) تو ان سے لشکروں کے امراء نے
ملاقات کی یعنی ابو عبیدہ بن الجراح اور ان کے اصحاب نے
اور انھوں نے ان کو خبر دی کہ شام میں وبا واقع ہو گئی ہے۔ ابن عباسؓ
نے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ میرے پاس مہاجرین اولین
کو لاؤ، تو ان کو بلایا پھر عمرؓ نے ان سے مشورہ لیا اور ان کو
خبر دی کہ شام میں وبا واقع ہو گئی ہے تو ان میں اختلاف ہو گیا۔
بعض لوگوں نے کہا کہ آپ ایک کام کے لئے نکلے ہیں اور ہماری یہ
رائے نہیں کہ آپ اس سے لوٹ جائیں اور بعضوں نے کہا کہ آپ کے ساتھ

معک بقیۃ الناس و اصحاب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ولا نری ان
تقدمہم علی ہذا الوباء فقال ارتفعوا عنی
ثم قال ادع لی الانصار فدعوتہم
فاستشارہم فسلکوا سبیل المہاجرین
واختلفوا کاختلافہم فقال ارتفعوا عنی
ثم قال ادع لی من کان ہہنا
من مشیخۃ قریش من مہاجرۃ الفتح
فدعوتہم فلم یختلف علیہ منہم رجلان
فقالوا نری ان ترجع بالناس و
لا تقدمہم علی ہذا الوباء فنادی
عمر بن الخطاب انی مصبح علی
ظہر فاصبحوا علیہ فقال ابو عبیدۃ
افرارا من قدر اللہ فقال
عمر لو غیرک قالہا یا ابا عبیدۃ نعم
نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ
ارایت لو کانت لک ابل فہبطت
وادیا لہ عدوتان احداہما مخصبۃ
والاخری جدبۃ الیس ان رعیت
الخصبۃ رعیتہا بقدر اللہ و
ان رعیت الجدبۃ رعیتہا بقدر اللہ
قال فجاء عبد الرحمن بن عوف و
کان غائبا فی بعض حاجتہ فقال ان
عندی من ہذا علما سمعت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بقیہ لوگ اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ہماری رائے نہیں ہے کہ آپ ان کو لئے ہوتے اس وبا پر پہنچ جائیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اب میرے پاس سے آپ سب اٹھ جائیں۔ پھر فرمایا کہ میرے پاس انصار کو لاؤ، تو ان کو بلا کر ان سے مشورہ لیا تو وہ لوگ بھی مہاجرین کی راہ پر چلے اور یہ بھی مختلف الرائے ہوگئے جیسے وہ ہوتے تھے۔ پھر آپ نے ان سے فرمایا کہ اب آپ سب اٹھ جائیں۔ پھر کہا کہ میرے پاس ان مشائخ قریش کو لاؤ جو فتح (مکہ سے قبل) کے مہاجرین میں سے یہاں موجود ہیں تو میں ان کو بلا کر لایا تو ان میں دو آدمی بھی مختلف الرائے نہیں ہوتے اور ان لوگوں نے کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ لوگوں کو ساتھ لے کر واپس ہو جائیں اور ان کو اس وبا پر نہ لے جائیں، تو عمرؓ بن الخطاب نے اعلان کرا دیا کہ ہم صبح کو اونٹوں کی پشت پر سوار ہو جائیں گے (یعنی واپس ہونے کے لئے) تو سب لوگ صبح کو آپ کے پاس پہنچ گئے۔ تو ابو عبیدہؓ نے کہا کہ کیا اللہ کی تقدیر سے فرار ہو رہا ہے؟ تو عمرؓ نے کہا کہ کاش یہ بات تمہارے سوا اے ابو عبیدہؓ کوئی دوسرا شخص کہتا۔ (جواب یہ ہے کہ) ہاں ہم اللہ کی قدر سے اللہ ہی کی قدر کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے اگر تمہارے پاس اونٹ ہوں اور تم ایسی وادی میں اترو جس کی دو جانب ہوں ان میں سے ایک تو سرسبز ہو اور دوسری خشک قحط زدہ تو کیا یہ بات نہیں کہ اگر تم نے ارادہ کیا سرسبز کا تو تم نے اس کا ارادہ اللہ کی تقدیر سے کیا اور اگر ارادہ کیا خشک جانب کا تو وہ ارادہ بھی اللہ کی تقدیر سے کیا، کہا کہ پھر آگئے عبد الرحمن بن عوفؓ اور وہ اپنی کسی حاجت کی وجہ سے غائب تھے تو انہوں نے کہا کہ میرے پاس اس باب میں علم موجود ہے۔ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

يقولُ اذا سمعتم به بارضٍ فلا تقدموا عليه واذا وقعَ بارضٍ و انتم بها فلا تخرجوا فرارًا منه قالَ فحمد الله عمر ثمّ انصرفَ

مالک عن ابن شهاب عن عبدالله بن عامر ابن ربيعةَ انّ عمر بن الخطّاب خرجَ الى الشّام فلمّا جآء سرغ بلغه انّ الوبآء قد وقع بالشّام فاخبره عبد الرحمٰن بن عوف انّ رسولَ الله صلى الله عليه وسلّم قالَ اذا سمعتم به بارضٍ فلا تقدموا عليه و اذا وقع و انتم بها فلا تخرجوا فرارًا منه فرجع عمر بن الخطّاب من سرغ

مالک عن ابن شهاب عن سالم بن عبدالله انّ عمر بن الخطاب انّما رجعَ بالناس عن حديثِ عبدالرحمٰن ابن عوف

مالک انّه قال بلغنى ان عمر بن الخطاب قالَ لبيتٌ بركبة (موضع بالحجاز ۱۲) احبُّ الىَّ من عشرة ابياتٍ بالشّام قال مالک يُريد لطول الاعمار والبقآء و لشدّة الوبآء بالشّام

مالک عن زيد بن ابى اُنيسةَ عن عبدالحميد بن عبدالرحمٰن ابن زيد بن الخطّاب انّه اخبره عن مسلم بن يسار الجهنى ان عمر بن الخطّاب سُئِل عن هذه الآية وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ .

آپؐ فرماتے تھے کہ جب تم اس (وبا) کو کسی زمین پر سنو تو اس پر پیش قدمی[عہ] نہ کرو اور اگر وبا واقع ہو جائے زمین میں جب کہ وہاں موجود ہو تو اُس سے بھاگ کر نہ نکلو۔ کہا کہ پھر عمرؓ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور واپس ہو گئے۔ مالکؒ ابنِ شہاب سے وہ عبداللہ بن عامر ابن ربیعہ سے کہ عمرؓ بن الخطّاب شام کی طرف نکلے جب سرغ میں پہنچے تو ان کو یہ اطلاع پہنچی کہ شام میں وبا واقع ہو گئی ہے تو اُن کو عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی زمین میں وبا کو سنو تو اُس پر نہ جاؤ اور جب واقع ہو جائے تو اس حال میں کہ تم وہاں موجود ہو اس سے بھاگ کر نہ نکلو۔ تو عمرؓ بن الخطاب سرغ سے واپس ہو گئے۔ مالکؒ ابن شہاب سے وہ سالم بن عبداللہؒ سے کہ عمرؓ بن الخطاب لوگوں کو صرف عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی حدیث کی وجہ سے لوٹا کر لائے۔ مالکؒ، اُنھوں نے کہا کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ رکبہ کا (جو حجاز میں ایک موضع ہے) ایک گھر مجھے شام کے دس گھروں سے زیادہ عزیز ہے۔ کہا مالکؒ نے کہ مراد یہ لے رہے تھے کہ (رکبہ کا ایک گھر) بوجہ عمروں کی درازی و بقاء کے (عزیز ہے) اور شام میں شدّتِ وباء کی وجہ سے (دس گھر عزیز نہیں ہیں)۔ مالکؒ زید بن ابی اُنیسہ سے وہ عبدالحمید ابن عبدالرحمٰن بن زید بن الخطّاب سے کہ اُنھوں نے ان کو خبر دی مسلم بن یسار الجہنی کی روایت سے کہ عمرؓ بن الخطّاب سے پوچھا گیا اس آیت کے بارے میں وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ تا غٰفِلِيْنَ ۝ (۷: ۱۷۲) اور جب آپ کے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے اُن کی اولاد کو نکالا اور اُن سے اُن ہی

[عہ] اس لئے کہ وبا کبھی عذاب ہوتی ہے اُس قوم پر تو ایسی جگہ جانا عذابِ الٰہی پر جرآت ہو گی اور اس کو حقیر جاننا۔ رہا وباء پھیلنے کی صورت میں عدمِ خروج کا حکم تو وہ اس جہت سے ہے کہ مریضوں کے دل نہ ٹوٹیں اور ان کے علاج کا سلسلہ ختم نہ ہو جائے ۱۲

وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛ شَهِدْنَا ۛ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝ فقالَ عمر بن الخطّاب سمعتُ رسول الله صلے الله عليه وسلم يُسْئَلُ عنها فقالَ رسول الله صلے الله عليه وسلم انّ الله تبارَکَ وتعالٰے خلقَ آدمَ ثم مسحَ ظهره بيمينه فاستخرج منه ذريةً فقالَ خلقتُ هٰؤلاء للجنّة وبعمل اهل الجنّة يعملون ثم مسحَ ظهره فاستخرج منه ذرّيّةً فقالَ هٰؤلاء للنّارِ وبعمل اهل النار يعملون فقالَ رجلٌ يارسول الله ففيم العملُ فقالَ رسولُ الله صلے الله عليه وسلم انّ الله تبارک و تعالٰے اذا خلقَ العبد للجنّة استعمله بعمل اهلِ الجنّة حتّے يموتَ علٰى عملٍ من اَعمال اهل الجنّة فيدخلُه به الجنّةَ واذا خلقَ العبدَ للنارِ استعمله بعمل اَهلِ النار حتّے يموتَ علٰے عمل من اَعمال اهل النّارِ فيدخله به النّار محمد قالَ اخبرنا ابوحنيفة عن عبد الاعلٰے التيمي عن ابيه عن عُمر ابن الخطّاب رضی الله عنه قال بينا هو يخطب الناسَ بالجابيةِ اذ قالَ فے خطبته انّ الله يُضِلُّ مَن يشاء ويهدے مَن يشاء فقالَ قسٌّ من تلک القسوسِ ما يقولُ اميرالمؤمنين قالوا يقولُ

کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے جواب دیا کیوں نہیں ہم (سب اس واقعہ کے) گواہ بنتے ہیں تاکہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس (توحید) سے محض بے خبر تھے۔" تو عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا، آپؐ سے اس کے بارے میں پوچھا جارہا تھا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا پھر اپنا دایاں ہاتھ اُس کی پُشت پر پھیرا اور اُس سے ذرّیت کو نکالا پھر کہا کہ مَیں نے اُن کو پیدا کیا جنّت کے لئے اور یہ عمل اہل جنّت پر کاربند ہوں گے پھر اُس کی پُشت پر ہاتھ پھیرا اور اس سے ذُرّیت کو نکالا اور کہا کہ میں نے ان کو پیدا کیا نار کے لئے اور یہ عملِ اہلِ نار پر کاربند ہوں گے تو ایک شخص نے کہا کہ یارسول اللہؐ پھر عمل کس مرتبہ میں رہا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے جب بندے کو جنّت کے لئے پیدا کیا تو اس کو عملِ اہلِ جنّت پر کاربند کیا یہاں تک کہ وہ اہلِ جنّت کے اعمال میں سے کسی عمل پر مرے پھر وہ اس کو اس عمل کے سبب سے جنّت میں داخل کرے گا اور جب بندے کو نار کے لئے پیدا کیا تو اس کو عملِ اہلِ نار پر کاربند کیا یہاں تک کہ وہ اہلِ نار کے اعمال میں سے کسی عمل پر مرے پھر وہ اُس کو اس عمل کے سبب سے نار میں داخل کرے گا۔ محمدؒ نے کہا خبر دی ہم کو ابوحنیفہؒ نے عبدالاعلیٰ تیمی سے وہ اپنے باپ سے اُنھوں نے عمرؓ ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اس دَوران میں کہ وہ جابیہ میں لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے کہ اُنھوں نے اپنے خطبہ میں کہا کہ اللہ تعالےٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے تو وہاں کے پادریوں میں سے ایک پادری نے (لوگوں سے پوچھا) کہ امیر المومنینؓ کیا کہتے ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ

ان اللّٰہ یُضِلُّ من یشآء ویہدی من یشآء فقال بر کشتت اللّٰہُ اَعْدَلُ من ان یُضِلَّ احدًا فبلغت عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ فقال بل اللّٰہ اَضلّک واللّٰہِ لولا عہدٌ لک لضربتُ عنقک اخرج الامام ابو القاسم اسمٰعیل بن محمد بن الفضل الطلحی فی کتاب الحجۃ فی بیان المحجۃ عن عبداللّٰہ بن الحارث بن نوفل قال لمّا قدم عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ الجابیۃ قام یخطب الناس وعندہ الجاثلیق یترجم لہ ما یقولُ عمر فلمّا قال عمر من یُضْلِلِ اللّٰہُ فلا ہادی لہ وفی روایۃ فلمّا قال عمر یُضِلُّ اللّٰہ من یشآء ویہدی من یشآء نَفَضَ الجاثلیقُ ثوبہ کہیئۃ المنکر لذٰلک فقال عمر ما یقولُ فکرھوا ان یذکروا لہ الذی عنیٰ بذٰلک ثم عاد عمر فقال ذٰلک ففعل الجاثلیق مثلہا فقال عمر ما یقولُ فقیل یا امیر المؤمنین یزعم ان اللّٰہ لایُضِلُّ احدًا فقال عمر کذبت یا عدوّ اللّٰہِ بل اللّٰہ خلقک وہو اضلّک وہو یُدخلک النار ان شآء اللّٰہ واللّٰہِ لولا عقدٌ لک لضربتُ عنقک ان اللّٰہ عزّ وجلّ حین خلق الخلق

اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے تو اُس نے کہا کہ معاذ اللہ خدا اَعدَل (یعنی بہت انصاف کرنے والا ہے اور بالاتر ہے اس سے کہ وہ کسی کو گمراہ کرے۔ پھر یہ بات عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا بلکہ اللہ ہی نے تجھے گمراہ کیا ہے۔ واللہ اگر تم سے عہد نہ ہوتا تو میں تیری گردن مار دیتا۔ اخذ کیا امام ابو القاسم اسمٰعیل بن محمد بن الفضل الطلحی نے کتاب الحجۃ فی بیان المحجہ میں، مروی ہے عبداللہ بن الحارث بن نوفل سے کہا کہ جب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جابیہ میں تشریف لائے تو کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے اور ان کے پاس جاثلیق [۱] تھا جو کہ ترجمہ کرتا جاتا تھا اس تقریر کا جو عمرؓ کہتے تھے تو جب عمرؓ نے کہا کہ جس کو اللہ گمراہ کرے اُس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جب عمرؓ نے کہا " گمراہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔" تو جاثلیق نے اپنا کپڑا جھٹکا اس بات کے منکر کی ہیئت کی طرح تو عمرؓ نے کہا کہ یہ کیا کہتا ہے، تو لوگوں نے اس بات سے کراہت کی کہ آپ سے ذکر کریں کہ اس حرکت سے اُس کی مراد کیا تھی۔ پھر عمرؓ نے اعادہ کلام کیا تو پھر جاثلیق نے وہی حرکت کی پھر عمرؓ نے پوچھا کہ یہ کیا کہتا ہے تو کہا گیا کہ اے امیر المومنین شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔ تو عمرؓ نے فرمایا کہ اے خدا کے دشمن! تو جھوٹ کہتا ہے بلکہ تجھے اللہ ہی نے پیدا کیا اور اسی نے تجھے گمراہ کیا اور وہی انشاء اللہ تعالیٰ تجھے نار میں داخل کرے گا۔ واللہ اگر تیرے ساتھ عہد نہ ہو چکا ہوتا تو میں تیری گردن مار دیتا۔ بیشک اللہ عزّ وجل نے جب مخلوق کو پیدا کیا

[۱] جاثلیق: شام کے فتح کے ساتھ بھی رئیس نصاریٰ جو انطاکیہ کے بطریق کا ماتحت ہوتا تھا۔ جاثلیق کے ماتحت کو مطران کہتے تھے۔ پھر مطران کے ماتحت ہر شہر میں اسقف ہوتے تھے اور اسقف کے ماتحت قسیس ہوتے تھے اور قسیس کے ماتحت شماس ہوتے تھے ۱۲

خلق اہل الجنۃ و ما ہم عاملون وخلق اہل
النار و ما یعملون ثم قال ہٰؤلاء لہٰذہ و
ہٰؤلاء لہٰذہ فقال عبداللہ بن الحارث
فتفرق الناس وہم لا یختلفون فی القدر
و اخرج ایضاً عن سعید بن المسیب قال
قام عمر بن الخطاب فی الناس فقال
ایہا الناس الا ان اصحاب الرأی
اعداء السنۃ اعیتہم الاحادیث ان یحفظوہا
و تفلتت منہم ان یعوہا واستحیوا
اذا سالہم الناس ان یقولوا لا ندری
فعاندوا السنن برأیہم فضلوا و
اضلوا کثیراً والذی نفس عمر
بیدہ ما قبض اللہ نبیہ ولا رفع
الوحی عنہم حتی اغناہم عن الرأی و
لوکان الدین یؤخذ بالرأی لکان اسفل
الخف احق بالمسح من ظہرہ فایاک
و ایاہم و اخرج عن عامر بن سعد
عن ابیہ قال وقف عمر بن
الخطاب بالجابیۃ فقال قام رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فینا
فقال من اراد بحبوحۃ الجنۃ
فعلیہ بالجماعۃ فان الشیطان مع
الفذ قال اہل اللغۃ بحبوحۃ الجنۃ
وسطہا والفذ الفرد وقال ابو
القاسم تعلیقاً

تو اہلِ جنت کو پیدا کیا اور ان اعمال کو جو وہ کرتے ہیں اور پیدا کیا اہلِ نار کو اور اُن اعمال کو جو وہ کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ یہ سب اس کے لئے اور یہ سب اس کے لئے۔ پھر کہا عبداللہ بن الحارث نے کہ اس کے بعد لوگ متفرق ہو گئے اور وہ قدر میں اختلاف نہیں کرتے تھے۔ اور نیز روایت کیا سعید بن المسیب سے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب لوگوں میں کھڑے ہوتے اور کہا کہ اے لوگو یاد رکھو کہ اصحاب رائے (یعنی آفتابِ نبوت کی روشنی کو چھوڑ کر اپنی عقل کے چراغ سے دیکھنے والے) سنت کے دشمن ہیں عاجز کر دیا ان کو احادیث نے کہ وہ ان کو حفظ کرتے اور چھوٹ گئیں اُن سے کہ وہ ان کو اپنی یاد میں قائم رکھتے اور جب اُن سے لوگ (کوئی مسئلہ) پوچھتے ہیں تو وہ یہ کہنے سے شرماتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے تو یہ لوگ اپنی رائے سے (مسئلوں کے جواب دے کر) سنت کے ساتھ دشمنی کرنے لگے تو گمراہ ہوتے اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا اور قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں عمرؓ کی جان ہے کہ اللہ نے اپنے نبیؐ کو وفات نہیں دی اور نہ اُن سے وحی کو مرتفع کیا جب تک کہ ان کو رائے سے مستغنی نہ کر دیا اور اگر دین رائے سے اخذ کیا جاتا تو موزے کا تلا مسح کے لئے زیادہ مناسب ہوتا بہ نسبت اُوپر کے حصہ کے تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ ایسے لوگوں سے بچو۔ اور روایت کیا عامر بن سعد سے انہوں نے اپنے باپ سے، کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نے جابیہ میں (خطبہ کے لئے) کھڑے ہو کر کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم میں کھڑے ہوتے اور فرمایا کہ جو شخص وسطِ جنت میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو اُس کے اُوپر جماعت کے ساتھ رہنا لازم ہے کیونکہ اکیلے کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔ کہا اہلِ لغت نے کہ بحبوحۃ الجنۃ کے معنے ہیں وسطِ جنت اور فذ، اکیلا۔ اور کہا ابو القاسم نے تعلیقاً کہ عمرؓ بن

قال عمر بن الخطاب علی المنبر ان ھذا القرآن کلام اللہ و اخرج عن الحسن قال جاء اعرابی الی عمر فقال یا امیر المؤمنین علمنی الدین قال تشھد ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا رسول اللہ و تقیم الصلوٰۃ و تؤتی الزکوٰۃ و تحج البیت و تصوم رمضان و علیک بالعلانیۃ و ایاک و السر و کل ما تستحیی منہ فان کان لقیت اللہ فقل امرنی بھذا عمر و اخرج عن عمرو بن میمون عن عمر بن الخطاب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یتعوذ من عذاب القبر و اخرج عن ابی شھم عن عمر ابن الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف انت اذا کنت فی اربعۃ اذرع فی ذراعین ورایت منکرا ونکیرا قال قلت یارسول اللہ و ما منکر ونکیر قال فتانا القبر یبحثان (میکنند زمین) الارض بانیابھما و یطآن فی اشعارھما (میروند در موہائے خود بسبب درازی آنہا) اصواتھما کالرعد القاصف (سخت غرندہ) و ابصارھما کالبرق الخاطف (ربایندہ) معھما مرزبۃ لو اجتمع علیھا اھل منی لم یطیقوا رفعھا ھی ایسر علیھما من عصای ھذہ قال قلت یارسول اللہ و انا علی حالی ھذہ قال نعم قلت اذا اکفیکھما و اخرج عن طارق ابن شھاب عن عمر بن الخطاب قال قال

الخطاب نے منبر پر فرمایا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ اور روایت اخذ کی حسن رح سے کہا کہ ایک اعرابی آیا عمر رض کے پاس اور بولا کہ اے امیر المومنین رض مجھے دین سکھاؤ۔ فرمایا کہ (دین یہ ہے کہ) تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور تو نماز کو قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور بیت اللہ کا حج کرے اور رمضان میں روزے رکھے اور تجھ پر لازم ہے (دین کی بات) علانیہ کرنا اور چھپ کر کرنے سے بچ اور ہر ایسی (دین کی بات چھپ کر کرنے سے) جس (کے اظہار) سے تجھے شرم آتی ہو۔ پھر اگر اس حال میں تو اللہ تعالیٰ سے ملے تو کہدیجئے کہ مجھے یہ حکم عمر رض نے دیا تھا۔ اور روایت کی عمرو بن میمون سے وہ عمر رض بن الخطاب سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ اور روایت کی ابی شہم سے وہ عمر رض بن الخطاب سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تو چار ہاتھ (لمبی) اور دو ہاتھ (گہری) زمین میں دفن ہوگا اور تو منکر اور نکیر کو دیکھے گا۔ میں نے کہا یارسول اللہ اور منکر و نکیر کیا ہیں؟ تو فرمایا کہ قبر کے دو امتحان لینے والے ہیں زمین کو اپنے دانتوں سے کھود ڈالتے ہیں اور اپنے (دراز) بالوں میں چلتے ہیں اُن دونوں کی آوازیں گرجنے والے رعد کی مانند ہیں اور ان کی نگاہیں چمکنے والی بجلی جیسی، اُن دونوں کے پاس (اتنا بھاری) ہتھوڑا (یا گرز) ہوگا کہ اگر تمام اہل منیٰ اکٹھے ہو کر اٹھائیں تو اُس کو نہ اٹھا سکیں۔ اور اس کا اٹھانا ان پر اس میرے عصا سے بھی زیادہ آسان ہے۔ کہا کہ میں نے کہا کہ یارسول اللہ اور میں اپنے اسی حال پر ہونگا فرمایا کہ ہاں میں نے کہا کہ پھر تو آپ کی طرف سے میں اُن سے نبٹ لوں گا۔ اور روایت کیا طارق بن شہاب سے وہ عمر رض بن الخطاب سے کہ فرمایا

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بُعِثتُ داعیًا ومُبلّغًا لیس الیّ من الهدیٰ شیٔ وخُلِق ابلیس مُزیّنًا ولیس الیه من الضلالة شیٔ ۔ واخرج عن ابی ہریرۃ عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تجالسوا اصحاب القدر و لا تفاتحوہم (ابتدار بکلام مکنید) احمد بن حنبل قال حدثنا ہشیم اخبرنا علی بن زید عن یوسف ابن مہران عن ابن عباس قال خطب عمر بن الخطاب و قال ہشیم مرّۃً خطبنا فحمد اللہ و اثنیٰ علیہ فذکر الرجم فقال لا تُخدعنّ عنه فانه حدٌّ من حدود اللہ الا انّ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قد رجم و رجمنا بعدہ ولولا ان یقول قائلون زاد عُمر فی کتاب اللہ مالیس منه لکتبتُ فی ناحیۃٍ من المصحف شہد عمر بن الخطاب قال ہُشیم مرّۃً و عبد الرحمٰن بن عوف و فلان و فلان انّ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قد رجم و رجمنا من بعدہ و انّه سیکون من بعدکم قومٌ یکذّبون بالرجم و بالدجال و بالشفاعۃ و بعذاب القبر و بقومٍ یخرجون من النار بعد ما امتحشوا (احترقوا) مالک انه بلغه انّ عمر ابن الخطاب قال انی لاُحبّ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میں بھیجا گیا ہوں داعی اور مُبلّغ بنا کر میرے قبضہ میں ہدایت پر لانا کچھ نہیں اور ابلیس پیدا کیا گیا مزیّن بنا کر (کہ دنیا کی زینت دکھا کر اس پر فریفتہ کرنے کی کوشش کرے) اور اس کے قبضہ میں گمراہی کا کچھ اختیار نہیں (ہدایت وضلالت دونوں پر اللہ ہی کا اختیار ہے)۔ اور روایت کیا ابو ہریرہؓ سے انھوں نے عمرؓ بن الخطاب سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اصحابِ قدر کے ساتھ ہمنشینی نہ اختیار کرو (یعنی قدریہ گروہ کے لوگوں سے) اور نہ اُن کے ساتھ آغاز کلام کرو۔ احمد بن حنبلؒ کہا ہم سے حدیث بیان کی ہُشیم نے، کہا کہ ہم کو خبر دی علی بن زید نے یوسف بن مہران سے انھوں نے ابن عباسؓ سے کہا کہ خطبہ دیا عمرؓ بن الخطاب نے اور ہشیم نے ایک مرتبہ یوں کہا کہ خطبہ دیا ہم کو پھر اللہ کی حمد اور اس کی ثنا کی پھر رجم کا ذکر کیا اور کہا کہ تم اس کے بارے میں دھوکے میں نہ پڑنا کیونکہ وہ اللہ کی حدود میں سے ایک حد ہے۔ یاد رکھو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا ہے اور ہم نے بھی آپؐ کے بعد رجم کیا ہے اور اگر (یہ اندیشہ نہ ہوتا) کہ کہنے والے یہ کہیں گے کہ عمرؓ نے کتاب اللہ میں ایسی بات بڑھا دی جو اس میں نہیں تھی تو میں مصحف کے کسی جانب میں یہ لکھ دیتا کہ اس بات کا گواہ عمرؓ بن الخطاب ہے۔ اور ہُشیم نے ایک مرتبہ کہا اور عبد الرحمٰن بن عوف اور فلاں و فلاں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور ہم نے بھی اُن کے بعد رجم کیا اور تمہارے بعد عنقریب ایسی قوم ہوگی جو جھٹلائیں گے رجم کو اور دجال (کے ظہور) کو اور شفاعت کو اور عذاب قبر کو اور اُس قوم کے وجود کو جو جہنم سے نکلیں گے بعد اس کے کہ وہ جل چکے ہوں گے۔ مالکؒ، یہ کہ ان کو یہ خبر پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ

أن أنظر إلى القارئ أبيض الثياب مالك عن
أيوب بن أبي تميمة السختياني عن ابن سيرين
قال قال عمر بن الخطاب إذا أوسع الله عليكم فأوسعوا
على أنفسكم جمع رجل عليه ثيابه مالك عن
إسحٰق بن أبي طلحة أنه قال قال أنس بن مالك
رأيت عمر بن الخطاب وهو يومئذ أمير المؤمنين
وقد رقع بين كتفيه برقع ثلث لبد بعضها
فوق بعض مالك عن نافع عن عبد الله بن
عمر أن عمر بن الخطاب رأى حلة سيراء عند
باب المسجد فقال يا رسول الله لو اشتريت هذه
الحلة فلبستها يوم الجمعة وللوفد إذا قدموا
عليك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم
إنما يلبس هذه من لا خلاق له في الآخرة ثم جاء
رسول الله صلى الله عليه وسلم منها حلل فأعطى
عمر بن الخطاب منها حلة فقال عمر يا رسول الله
كسوتنيها وقد قلت في حلة عطارد ما قلت
فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لم أكسكها
لتلبسها فكساها عمر أخا له مشركا بمكة
مالك أنه بلغه أن عمر بن الخطاب وعلي بن
أبي طالب وعثمان بن عفان كانوا يشربون
قياما مالك عن يحيى بن سعيد أن عمر
ابن الخطاب كان يأكل خبزا بسمن
فدعا رجلا من أهل البادية فجعل
يأكل يتتبع باللقمة

کو قاری کو سفید کپڑے پہنے ہوئے دیکھوں۔ مالکؒ ایوب بن ابی تمیمہ
سختیانی سے وہ ابن سیرین سے، کہا کہ فرمایا عمرؓ بن الخطاب نے
کہ جب اللہ تعالیٰ نے تم پر وسعت کر دی ہے تو تم بھی اپنے نفسوں
پر وسعت کرو چاہیئے کہ آدمی اپنے اوپر (ضروری) کپڑے جمع کرے
(یعنی پہنے)۔ مالکؒ اسحٰق بن ابی طلحہ سے اُنھوں نے کہا کہ انسؓ
ابن مالکؓ نے کہا کہ میں نے عمرؓ بن الخطاب کو دیکھا اور وہ اُس
زمانہ میں امیر المؤمنین تھے اس حال میں کہ انھوں نے اپنے مونڈھوں
کے درمیان اُوپر تلے تین پیوند لگا رکھے تھے۔ مالکؒ نافع سے وہ
عبد اللہ بن عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے دروازۂ مسجد کے قریب
ایک جوڑا سیرا دیکھا تو کہا کہ یا رسول اللہؐ اس کو آپ خرید لیجیے
اور جمعہ کے دن پہن لیا کرتے اور ایسے موقع پر جب کہ باہر کے
وفود آپؐ کے پاس آتے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اس کو ایسا شخص ہی پہنے گا جس کا آخرت میں کوئی
حصہ نہ ہوگا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اُن
میں سے چند جوڑے آگئے تو ان میں سے ایک جوڑا آپؐ نے
عمرؓ بن الخطاب کو دیا تو عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ آپ مجھے
عطا فرما رہے ہیں حالانکہ عطارد کے جوڑے کے بارے میں فرمایا
تھا جو کچھ فرمایا تھا، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں
نے تم کو اس لئے نہیں دیا کہ تم خود اس کو پہنو تو عمرؓ نے
وہ اپنے ایک بھائی کو دیدیا جو مشرک تھا مکہ میں۔ مالکؒ کہ ان کو
یہ خبر پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب اور علیؓ بن ابی طالب اور عثمانؓ
ابن عفان سب کھڑے ہو کر پیتے تھے۔ مالکؒ یحیٰی بن سعید سے
کہ عمرؓ بن الخطاب گھی کے ساتھ روٹی کھا رہے تھے تو آپ نے
ایک شخص کو جو اہلِ بادیہ میں سے تھا بلا لیا اُس نے پے درپے لقمہ

عہ سین کے زیر اور یار تحتانی کے زبر کے ساتھ، ایک قسم کی یمنی چادر کہ جس میں زرد خطوط ریشمی دھاگے کے لگے ہوتے یا خالص زرد ہوتی تھی ۱۲ مترجم

وَقَشَرَ الصَّحْفَةَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ كَأَنَّكَ مُقْفِرٌ
فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا أَكَلْتُ سَمْنًا وَلَا رَأَيْتُ
أُكْلًا بِهٖ مُنْذُ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ عُمَرُ لَا آكُلُ السَّمْنَ
حَتّٰى يُحْيَى النَّاسُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُحْيَوْنَ
مالک عن اسحٰق بن عبد اللہ بن ابی طلحۃ
عن انس بن مالک قال رأیتُ عمر بن
الخطاب وھو یومئذ یُطرح لہ صاع من
تمر فیأکلہ حتی یاکل حَشَفَها مالک عن
عبد اللہ بن دینار عن عبد اللہ بن
عُمر انہ قال سُئل عمر بن الخطاب
عن الجراد فقال وَدِدْتُ ان عندی
قفعۃ فآکل منہ مالک عن یحیی
ابن سعید ان عمر بن الخطاب قال
ایاکم واللحم فان لہ ضراوۃ کضراوۃ الخمر
مالک عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطاب
ادرک جابر بن عبد اللہ ومعہ حمالُ لحم
فقال ماھذا فقال یا امیر المؤمنین قَرِمنا
الی اللحم فاشتریت بدرہم لحماً فقال
مایرید احدکم ان یطوی بطنہ عن جارہ
او ابن عمہ این تذہب عنک ہذہ الآیۃ
اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا
وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا مالک عن اسحٰق بن

کھانے شروع کر دیئے اور پیالہ کو لپٹ گیا تو اس سے عمرؓ نے کہا
گویا کہ تو بھوکا ہے تو اس نے کہا کہ واللہ میں نے اتنے اور اتنے
زمانہ سے گھی نہیں کھایا اور نہ اس کے کُپّے دیکھے تو عمرؓ نے کہا کہ
میں گھی نہیں کھاؤں گا جبتک کہ لوگوں پر پہلے خوب بارش نہ ہولے
(جس سے ان میں جان آجائے)۔ مالکؒ اسحٰق بن عبد اللہ بن ابی
طلحہ سے وہ انسؓ بن مالک سے کہا کہ میں نے عمرؓ بن الخطاب کو دیکھا
اس حال میں کہ اس دن کہ ان کے سامنے ایک صاع کھجور
ڈال دی جاتی تھی تو وہ اس کو کھاتے تھے یہاں تک کہ ان میں
کے خراب دانوں کو بھی۔ مالکؒ عبد اللہ بن دینار سے وہ عبد اللہ
ابن عمرؓ سے انھوں نے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب سے ٹڈیوں کے
بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ مجھے پسند ہے کہ میرے پاس ایک
تھیلا ہو جس میں سے ان کو کھاتا رہوں۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے
کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ بچو گوشت پر (مداومت) سے
کہ اس کا بھی ایک چسکا (یعنی لت) ہے جیسا شراب کا چسکا ہوتا
ہے۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے جابرؓ بن عبد اللہ
کو پایا اس حال میں کہ ان کے ساتھ ایک بوجھ (یعنی بندھا
ہوا پوٹلا) گوشت کا تھا تو فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ تو انھوں نے
کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ ہمارا گوشت کو دل چاہا تو میں نے ایک
درہم کا گوشت خرید لیا تو فرمایا کہ تم میں کوئی یہ ارادہ نہیں
کرتا کہ اپنے پیٹ کو تہ کر رکھے اپنے پڑوسی اور ابن عم کی خاطر
کیلئے کہاں جاتی رہی تمہارے پاس سے یہ آیت اَذْهَبْتُمْ
طَيِّبَاتِكُمْ الخ (۴۶: ۲۰) تم اپنی من بھاتی چیزیں اپنی دنیوی
زندگی میں لے چکے اور ان کو خوب برت چکے"۔ مالکؒ اسحٰق بن

ع۵ بعض روایات میں سمن کے بجائے سمین ہے یعنی لا آکل السمین حتی یحیا الناس من اول ما یحیون کہ میں فربہ (چربی دار) گوشت اس وقت تک نہیں
جب تک لوگوں میں زندگی نہیں آلیتی یعنی اچھی طرح بارش نہیں ہوتی ایسی پہلی بارش ہونے کے بعد کھاؤں گا۔ ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

عبداللہ بن ابی طلحۃ عن انس بن مالک انّہ سمع عمر بن الخطّاب وسلم علیہ رجلٌ فردّ علیہ السّلام ثم سأل عمر الرّجل کیف انت فقال احمدُ الیک اللہ فقال عمر جزاک اللہ ذٰلک الذی اردتُ منک مالک عن ربیعۃ ابن ابی عبدالرحمٰن عن غیر واحد من علمائہم ان ابا موسی الاشعری جاء یستأذنُ علی عمر ابن الخطّاب فاستأذن ثلٰثًا ثم رجع فارسل عمر بن الخطّاب فی اثرہ فقال مالک لم تدخل فقال ابو موسی الاشعری سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولُ الاستیذان ثلٰثٌ فان اُذِن لک فادخل و الّا فارجع فقال عمر بن الخطّاب ومن یعلم ہٰذا لئن لم تأتنی بمن یعلم ذٰلک لافعلنّ بک کذا و کذا فخرج ابو موسٰی حتّٰی جاء مجلسًا فی المسجد یقالُ مجلس الانصار فقال انّی اخبرتُ عمر ابن الخطّاب انّی سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولُ الاستیذان ثلٰث فان اُذِنَ لک فادخلُ و الّا فارجع فقال لئن لم تأتنی بمن یعلم ہٰذا لافعلنّ بک کذا و کذا فان کان سَمِعَ ذٰلک احدٌ منکم فلیقم معی فقالوا لابی سعید الخدری قُم معہ و کان ابو سعید اصغرھم

عبداللہ بن ابی طلحہ سے وہ انس رضؓ بن مالک سے کہ انھوں نے سُنا عمر رضؓ بن الخطاب سے اور ان کو ایک شخص نے سلام کیا تھا پھر اُنھوں نے سلام کا جواب دے کر اُس سے سوال کیا تھا کہ تم کیسے ہو تو اُس نے کہا کہ میں آپ کے سامنے اللہ کا شکر کرتا ہوں تو انھوں نے کہا جزاک اللہ یہی وہ بات ہے جو میں تم سے سُننا چاہتا تھا۔ مالک رحؒ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے اور انھوں نے اپنے میں کے ایک سے زیادہ علماء سے سُنا کہ ابو موسٰی اشعری رضؓ آئے اور عمر رضؓ بن الخطاب سے ملاقات کی اجازت طلب کی (جواب نہ ملا) تو تین مرتبہ اجازت طلب کر کے واپس ہوئے تو عمر رضؓ بن الخطاب نے ان کے پیچھے آدمی بھیج کر بلایا اور کہا کہ کیا ہوا کہ تم اندر نہیں آئے تو ابو موسٰی اشعری رضؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ استیذان تین ہونے چاہئیں (یعنی تین مرتبہ اجازت مانگی جائے) پھر اگر تم کو اجازت دیدی جائے تو داخل ہو جاؤ ورنہ لَوٹ جاؤ تو عمر رضؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ اس کو اور کون جانتا ہے۔ اگر تم کوئی ایسا شخص میرے پاس نہ لائے جو اس بات کو جانتا ہو تو میں تمھارے ساتھ ضرور ایسا اور ایسا کروں گا۔ تو ابو موسٰی رضؓ نکلے یہاں تک کہ انصار کی ایک مجلس میں پہنچے جو مسجد میں ہوتی تھی جس کو مجلس الانصار کہا جاتا تھا اور کہا کہ میں نے عمر رضؓ بن الخطاب کو خبر دی کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ استیذان تین ہونے چاہئیں پھر اگر تم کو اجازت دیدی جائے تو داخل ہو جاؤ ورنہ لَوٹ جاؤ تو اُنھوں نے کہا کہ اگر تو میرے پاس کوئی ایسا شخص نہ لائے گا جو یہ بات جانتا ہو تو میں تیرے ساتھ ضرور ایسا اور ایسا کروں گا تو اگر تم میں سے بھی کسی نے یہ ارشاد سُنا ہو تو وہ اُٹھ کر میرے ساتھ چلے۔ ان لوگوں نے ابو سعید خدری رضؓ سے فرمایا کہ ان کے ساتھ جاؤ اور ابو سعید رضؓ ان سب میں چھوٹے تھے

فقام معه فاخبر ذلك عمر بن الخطاب فقال عمر لابی موسیٰ اما انی لم اتهمك ولكنی خشیت ان یتقول الناس علی رسول الله صلی الله علیه وسلم مالك عن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار ان رسول الله صلی الله علیه وسلم ارسل الی عمر بن الخطاب بعطاء فرده عمر فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لم رددته فقال یا رسول الله الیس قد اخبرتنا ان خیرا لاحدنا ان لا یاخذ من احد شیئا فقال له رسول الله صلی الله علیه وسلم انما ذلك عن المسئلة فاما ما كان من غیر مسئلة فانما رزق یرزقكه الله فقال عمر بن الخطاب اما والذی نفسی بیده لا اسأل احدا شیئا ولا یاتینی شیء من غیر مسئلة الا اخذته مالك عن عبد الله بن ابی ملیكة ان عمر بن الخطاب مر بامرأة مجذومة وهی تطوف بالبیت فقال لها یا امة الله لا توذی الناس لو جلست فی بیتك فجلست فی بیتها فمر بها رجل بعد ذلك فقال لها ان الذی كان نهاك قد مات فاخرجی فقالت ما كنت لاطیعه حیا واعصیه میتا مالك عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطاب قال لرجل ما اسمك فقال جمرة

وہ اُٹھ کر اُن کے ساتھ ہوئے اور عمرؓ بن الخطاب کو اس کی خبر دی۔ تو عمرؓ نے ابو موسیٰؓ سے کہا سمجھ لو کہ میں نے تم کو متہم نہیں سمجھا تھا لیکن مجھے یہ اندیشہ ہوگیا تھا کہ (اس طرح) لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹی باتیں منسوب نہ کرنے لگیں۔ مالکؒ زید بن اسلم سے وہ عطاء بن یسار سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ بن الخطاب کے پاس کچھ مال بھیجا تو عمرؓ نے اس کو واپس کردیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اُس کو کیوں واپس کیا تو اُنھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ نے ہم کو خبر نہیں دی تھی کہ ہم میں سے ہر ایک کیلئے یہ بہتر ہے کہ وہ کسی سے کچھ نہ لے تو اُن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بات سوال کرنے سے متعلق تھی، رہی وہ چیز جو بغیر سوال کے آتے وہ ایک رزق ہے جو اللہ تعالیٰ تم کو عطا فرماتا ہے تو عمرؓ بن الخطاب نے کہا اب قسم ہے اُس ذات کی میرا نفس جس کے ہاتھ میں ہے میں کسی سے کسی شے کا سوال نہ کروں گا اور میرے پاس بغیر مانگے کوئی چیز نہیں آئے گی مگر میں اُس کو لے لونگا۔ مالکؒ عبد اللہ بن ابی ملیکہ سے کہ عمرؓ بن الخطاب کا گزر ایک کوڑھی عورت پر ہوا اس حال میں کہ وہ بیت اللہ کا طواف کر رہی تھی تو اُس سے عمرؓ نے کہا کہ اے اللہ کی بندی لوگوں کو تکلیف نہ دے اچھا تھا کہ تو اپنے گھر میں بیٹھ رہتی ، تو وہ اپنے گھر میں بیٹھ رہی تو اُس کے بعد اُس پر ایک شخص کا گزر ہوا اُس نے اس عورت سے کہا کہ جس نے تجھے منع کیا تھا وہ مرچکا ہے اب نکلنے لگ۔ تو اُس نے کہا کہ میں ایسی نہیں ہوں کہ وہ زندہ ہوں تو اُن کی اطاعت کروں اور مرجائیں تو نافرمانی کروں مالکؒ یحییٰ بن سعیدؒ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے ایک شخص سے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے ؟ تو اُس نے کہا جمرہ (جمرہ کے لغوی معنے

قالَ ابنُ مَن قال ابن شهاب قالَ
ممَّن قال من الحُرَقَة (قبیل از قضاعہ) قال أَينَ مسكنك
قال بحَرَّة النار قالَ بأيّها قال بذات
لظىٰ فقال عمر أَدرِكْ أهلك فقد احترقوا
قال فكان كما قال عمر بن الخطّاب مالك
انه بلغه ان عمر بن الخطّاب اراد الخروج
الى العراق فقالَ له كعب الاحبار
لاتخرج اليها يا امير المؤمنين فانّ بها
تسعةَ أعشار السحرِ و بها فَسَقَةُ الجنّ و
بها داءُ العُضال مالك انّه بلغه ان أمةً
كانت لعبد الله بن عمر بن الخطّاب
رآها عمر بن الخطّاب و قد تهيّأت بهيئةِ
الحرائر فدخلَ على ابنتِه حفصةَ
فقال الم أرَ جاريةَ أخيكِ تجوسُ الناس
و قد تهيّأت بهيئةِ الحرائر وانكر ذلك
عمر مالك عن اسحٰق بن عبد الله بن
ابي طلحةَ عن انس بن مالك قالَ
سمعتُ عمر بن الخطّاب و خرجتُ معه
حتى دخل حائطًا فسمعتُه و هو يقول و بيني
و بينه جدارٌ و هو في جوف الحائط
عمر بن الخطّاب امير المؤمنين
بَخٍ بَخٍ يا ابنَ الخطّاب لَتَتَّقِيَنَّ
اللهَ او ليُعذّبنّك. البغوي توضّأ
عمر من ماءٍ في
جرّة نصرانية

جرّہ سبوچہ ۱۲

ہیں چنگاری) پوچھا کس کا بیٹا ہے تو اس نے کہا کہ شہاب کا بیٹا ہوں (شہاب کے معنے ہیں انگارا) پوچھا کس قبیلہ سے کہا حرقہ سے (قضاعہ کا ایک قبیلہ۔ اس کے لغوی معنے بھی جلے ہوئے کے ہیں) پوچھا کہ تیرا مسکن کہاں ہے۔ اس نے کہا حرۃ النار میں (اس کے معنے ہیں آگ کی گرمی) پوچھا اس کا خاص مقام کونسا ہے تو اس نے کہا ذات لظیٰ (لظیٰ کے معنے ہیں آگ کا شعلہ) تو عمرؓ نے کہا کہ اپنے گھر والوں کے پاس پہنچ کہ وہ جل گئے ہیں۔ راوی نے کہا کہ وہی ہوا جو عمرؓ بن الخطّاب نے کہا تھا۔ مالکؒ، کہ ان کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عمرؓ بن الخطّاب نے عراق کی طرف سفر کرنے کا ارادہ کیا تو ان سے کعب الاحبار نے کہا کہ اے امیر المومنینؓ اس طرف نہ جایئے کیونکہ دس میں سے نو حصہ سحر وہاں ہے اور فاسقین جنات ہیں اور وہاں عسیر العلاج بیماری بھی ہے۔ مالکؒ، کہ ان کو یہ خبر پہنچی کہ عبداللہ بن عمر بن الخطّاب کی ایک باندی تھی اس کو عمرؓ بن الخطّاب نے دیکھا اور اس نے آزاد عورتوں کی وضع قطع اختیار کر رکھی تھی۔ پھر وہ اپنی بیٹی حفصہؓ کے پاس پہنچے اور کہا کہ کیا میں تیرے بھائی کی کنیز کو نہیں دیکھتا کہ وہ لوگوں کو گھورتی ہے اور اس نے آزاد عورتوں کی وضع بنا رکھی ہے اور عمرؓ نے اس کو برا محسوس کیا۔ مالکؒ اسحٰق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے وہ انس بن مالک سے کہا میں نے سنا عمرؓ بن الخطّاب کو اس حال میں کہ میں ان کے ساتھ نکلا تھا یہاں تک کہ وہ ایک باغ میں داخل ہوئے تو میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا اور میرے اور ان کے درمیان دیوار حائل تھی اور وہ باغ کے بیچ میں تھے کہ عمر خطاب کا بیٹا مومنین کا امیر! واہ وا، واہ وا!! اے خطاب کے بیٹے تجھے اللہ سے ڈرتے رہنا ہوگا ورنہ وہ تجھے ضرور عذاب دے گا۔ بغوی، عمرؓ نے ایسے پانی سے وضو کیا جو ایک نصرانی عورت کے گھڑے میں کا تھا۔

البغوی قال عمر بن الخطاب کلوا الجبن
مما یصنع اہل الکتاب البغوی قال عمر و
ابن عباس الذکوۃ فی الحلق واللبۃ
وزاد عمر و لاتعجلوا الانفس ان تزہق
معناہ لاتسلخہا بعد ذبحہا مالم یفارقہا
الروح البغوی قال عمر بن الخطاب
لاتنخلوا الدقیق فانہ کلہ طعام - البغوی
قال عمر عام الرمادۃ لقد ہممت ان
انزل علی اہل کل بیت مثل عددہم
فان الرجل لایہلک علی نصف بطنہ
البخاری وغیرہ عن ابن عمر خطب عمر
ابن الخطاب علی منبر رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فقال انہ قد نزل
تحریم الخمر وہی من خمسۃ اشیاء
العنب والتمر والحنطۃ والشعیر والعسل
والخمر ما خامر العقل وثلاث وددت ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یفارقنا حتی
یعہد الینا عہدا الجد والکلالۃ وابواب
من ابواب الربوا البغوی قال السائب بن
یزید ان عمر قال انی وجدت من فلان
ریح شراب فزعم انہ شرب الطلاء و
انا سائل عما شرب فان کان یسکر
جلدتہ الحد فجلدہ الحد تاما البغوی
روی ان عمر بن الخطاب قال
لشاب یمس ازارہ الارض ابن اخی

بغوی، عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ اہل کتاب جو پنیر بناتے ہیں
وہ ...... کھاؤ۔ بغوی، کہا عمرؓ اور ابن عباسؓ نے کہ ذبح
حلق اور دگدگی میں ہوتا ہے اور عمرؓ نے یہ زیادہ کیا کہ جانوں
کے ساتھ جلدی نہ کرو کہ وہ نکل جائیں۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ ذبح
کے بعد جب تک اُس سے روح مفارقت نہ کرجائے اُس کی کھال نہ
اُتارو۔ بغوی، کہا عمرؓ بن الخطاب نے آٹے کو مت چھانو
کیونکہ اس کا سب کا سب طعام (یعنی کھانے کی چیز ہے)۔ بغوی،
عمرؓ نے کہا عام الرمادہ میں (ایک قحط کے سال کا نام) میں نے
یہ عزم کیا ہے کہ اُتار دوں (یعنی مہمان بنادوں) ہر گھر والوں پر
(قحط زدہ لوگوں کو) ان کے شمار کے برابر (کہ وہ اپنی آدھی
خوراک ان کو کھلائیں) کیونکہ آدھا پیٹ بھرنے سے انسان
ہلاک نہیں ہوتا۔ بخاری وغیرہ ابن عمرؓ سے، عمرؓ بن الخطاب
نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منبر پر خطبہ دیا اس میں
فرمایا کہ خمر کی حُرمت نازل ہوچکی ہے اور یہ پانچ چیزوں سے
بنتی ہے انگور سے اور کھجور سے اور گیہوں سے اور جَو سے اور شہد
سے اور خمر وہ ہے جو عقل کو چھپادے اور تین چیزیں ہیں کہ
میری دلی رغبت تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم سے
جُدا نہ ہوتے یہاں تک کہ اُن کے مفصّل حکم ہم کو دیدیتے جدّ
اور کلالہ اور چند ابواب سُود کے ابواب میں سے۔ بغوی، سائب
ابن یزید نے کہا کہ عمرؓ نے فرمایا کہ میں فلاں سے شراب کی بُو
محسوس کرتا ہوں اُس کا دعوٰی یہ ہے کہ اُس نے طلاء پیا ہے اور
میں تحقیق کررہا ہوں کہ اُس نے کیا پیا ہے تو اگر اس کو نشہ ہوگیا
تو میں حد میں اس کے کوڑے لگواؤں گا۔ چنانچہ اس کے پُورے
کوڑے لگوائے۔ بغوی، روایت کیا کہ عمرؓ بن الخطاب نے ایک
نوجوان سے جس کی لُنگی زمین سے چھو رہی تھی فرمایا کہ اے بھتیجے

ارفع ثوبک فانہ انقی لثوبک واتقی لربک۔ (پاک دارندہ ترہ)
البغوی ان عمر رأی علی رجل ثوبا معصفرا
فقال دعوا ہذہ البراقات للنساء۔ (زینت دہندہ) البخاری
وغیرہ عن ابن الزبیر قال سمعت عمر بن
الخطاب یقول قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم لاتلبسوا الحریر فانہ من لبسہ فی
الدنیا لم یلبسہ فی الآخرۃ۔ البغوی عن
ابی عثمان النہدی یقول اتانا کتاب عمر
ابن الخطاب ونحن باذربیجان مع عتبۃ
ابن فرقد اما بعد فان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نہی عن الحریر الا ہکذا واشار
باصبعیہ السبابۃ والوسطی البغوی عن سوید
ابن غفلۃ ان عمر بن الخطاب خطب بالجابیۃ
فقال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن
لبس الحریر الا موضع اصبع او اصبعین او ثلاث
او اربع وقال قتادۃ رخص عمر فی موضع اصبع
و اصبعین وثلاث واربع من اعلام الحریر البغوی
عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأی
علی عمر قمیصا ابیض فقال اجدید قمیصک
ہذا ام غسیل فقال جدید فقال البس جدیدا و
عش حمیدا ومت شہیدا البغوی عن الحسن
قال خطب عمر وہو خلیفۃ وعلیہ ازار فیہ اثنا عشر
رقعۃ البغوی عن ابی عثمان النہدی یقول اتانا
کتاب عمر ونحن باذربیجان مع عتبۃ بن فرقد
اما بعد فاتزروا وارتدوا وانتعلوا

اپنا کپڑا اونچا کر کہ ایسا کرنا کپڑے کی پاکیزگی کا سبب ہوگا اور اللہ
سے تقوے کا موجب بھی۔ بغوی کہ عمرؓ نے ایک شخص کے بدن پر
کسم میں رنگا ہوا کپڑا دیکھا تو فرمایا کہ اس سنگار کو عورتوں کے
لئے چھوڑو۔ بخاری وغیرہ ابن الزبیر سے کہا کہ میں نے عمرؓ بن الخطاب
کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حریر
(باریک ریشمی کپڑا) نہ پہنو جو شخص اس کو دنیا میں پہن لے گا
وہ اس کو آخرت میں نہیں پہنے گا۔ بغوی، ابو عثمان نہدی سے
کہتے ہیں کہ ہمارے پاس عتبہ بن فرقد کی معرفت عمرؓ بن الخطاب
کا خط آذربایجان میں پہنچا (لکھا تھا)۔ اما بعد رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے حریر سے منع کیا ہے۔ بجز اس طرح کے اور اپنی کلمہ
کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا۔ (یعنی اتنی دھاریوں
کی اجازت ہے)۔ بغوی سوید بن غفلہ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے
جابیہ میں خطبہ دیا فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
حریر کے پہننے سے منع فرمایا ہے مگر بقدر ایک یا دو انگل یا تین
یا چار انگل کے (یعنی اتنی دھاری کی اجازت ہے)۔ اور کہا قتادہؓ
نے کہ عمرؓ نے ریشمی دھاریوں کی ایک انگل یا دو یا تین یا چار انگل
رکھنے کی جگہ کے بقدر رخصت دی ہے۔ بغوی ابن عمرؓ سے کہ نبی
صلے اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ کے بدن پر سفید قمیص دیکھی تو پوچھا
کہ یہ تمہاری قمیص نئی ہے یا دھلی ہوئی ہے۔ انھوں نے کہا کہ نئی
ہے تو فرمایا کہ نیا پہنو اور قابل تعریف زندگی بسر کرو اور شہادت
کی موت مرو۔ بغوی حسنؒ سے، انھوں نے کہا کہ خطبہ دیا عمرؓ
نے اور وہ خلیفہ تھے اور ان کے بدن پر جو لنگی تھی اس میں
بارہ پیوند تھے۔ بغویؒ ابو عثمان نہدی سے، کہتے ہیں کہ ہمارے
پاس عمرؓ کا یہ مکتوب پہنچا معرفت عتبہ بن فرقد کے جب کہ ہم آذربایجان
میں تھے۔ اما بعد لنگی باندھا کرو اور چادر اوڑھا کرو اور جوتے پہنو

وَاَلْقُوا الخِفَافَ وَالْقُوا السَّرَاوِيلَاتِ وَعَلَيْكُم
بِلِبَاسِ اَبِيكُم اِسْمٰعِيلَ وَاِيَّاكُم وَالتَّنَعُّمَ وَزِيَّ
العَجَمِ وَعَلَيْكُم بِالشَّمْسِ فَاِنَّهَا حَمَّامُ العَرَبِ وَ
تَمَعْدَدُوا وَاخْشَوْشِنُوا وَاخْشَوْشِبُوا وَ
اخْلَوْلِقُوا وَاَعْطُوا الرُّكُبَ اَسِنَّتَهَا وَانْزُوا
نَزْوًا وَارْمُوا الاَغْرَاضَ وَفِي رِوَايَةٍ وَانْزُوا
عَلَى ظُهُورِ الخَيْلِ نَزْوًا وَاسْتَقْبِلُوا بِوُجُوهِكُم
الشَّمْسَ فَاِنَّهَا حَمَّامَاتُ العَرَبِ قَوْلُهُ تَمَعْدَدُوا
قِيلَ هُوَ مِنَ التَّمَعْدُدِ بِمَعْنَى الغِلَظِ يُقَالُ
تَمَعْدَدَ اِذَا شَبَّ وَغَلُظَ وَقِيلَ مَعْنَاهُ تَشَبَّهُوا
بِعَيْشِ مَعَدٍّ (ابن عدنان) وَكَانُوا اَهْلَ غِلَظٍ وَقَشَفٍ
يَقُولُ كُونُوا مِثْلَهُم وَدَعُوا التَّنَعُّمَ وَزِيَّ
العَجَمِ وَاخْشَوْشِنُوا اَرَادَ الخُشُونَةَ فِي
المَلْبَسِ وَالمَطْعَمِ قَوْلُهُ وَاخْشَوْشِبُوا بِالبَاءِ
فَهُوَ مِنَ الصَّلَابَةِ يُقَالُ اخْشَوْشَبَ
الرَّجُلُ اِذَا كَانَ صُلْبًا وَيُرْوَى بِالجِيمِ
مِنَ الجَشْبِ وَهِيَ الخُشُونَةُ فِي المَطْعَمِ
البغوي عن ابن سيرين ان عمر بن
الخطاب راى على رجل خاتما من
ذهب فامره ان يلقيه فقال
زياد يا امير المؤمنين ان خاتمي من
حديد قال ذاك انتن و انتن
البغوي عن ابن عمر قال اتخذ
رسول الله صلى الله
عليه وسلم

اور موزوں کو صاف رکھو اور پاجاموں کو صاف رکھو اور تمہارے
لئے ضروری ہے اپنے باپ اسمٰعیلؑ کا لباس اور بچو عجم کی عیاشی
اور لباس کی ہیئت سے اور تم پر ضروری ہے دھوپ کھانا کہ
دھوپ عرب کا حمام ہے اور جفاکش رہو، موٹا جھوٹا کپڑا اور
کھانا) استعمال کرو اور سخت بنو اور سواری کو لازم رکھو۔ سواری
کے جانوروں کو ان کا راتب دیتے رہو اور (ورزش جسمانی کے
لئے) کودا کرو اور تیر اندازی (کی مشق) کیا کرو نشانوں کے اوپر
اور ایک روایت میں ہے کہ گھوڑوں کی پیٹھ پر اُچھل کر سوار
ہوا کرو اور اپنے چہروں کو دھوپ کے سامنے رکھا کرو کہ وہ عرب
کا حمام ہے۔ اُن کا قول تَمَعْدَدُوا کہا گیا ہے کہ وہ مشتق ہے
تَمَعْدُدْ سے جس کے معنے غلظ یعنی موٹا ہونا ہے۔ کہا جاتا ہے
تَمَعْدَدَ جب کہ جوان اور فربہ ہو جاتے۔ اور کہا گیا کہ اس کے
معنے یہ ہیں کہ مَعَدّ (بن عدنان) کی (جفاکش) زندگی کے ساتھ
مشابہت رکھو اور یہ لوگ بہت مضبوطی اور قناعت والے
تھے۔ کہتے ہیں کہ اُن کے جیسے بنو اور عیش پسندی اور عجم کے
بھیس کو چھوڑو اور اخْشَوْشِنُوا میں خشونت سے لباس اور
کھانے کی خشونت مراد ہے اور ان کا قول اخْشَوْشِبُوا باء
کے ساتھ تو یہ صلابت (سختی) کے معنے میں ہے کہا جاتا ہے
اخْشَوْشَبَ الرَّجُلُ جب کہ سخت ہو اور ایک روایت جیم
سے ہے (یعنی اجْشَوْشِبُوا) جو جشب سے مشتق ہوگا جس کے
معنے کھانے میں خشونت کے ہیں۔ بغوی ابن سیرین سے کہ عمرؓ
ابن الخطاب نے ایک شخص کو سونے کی انگوٹھی پہنے ہوتے
دیکھا تو اس کو حکم دیا کہ اس کو ڈال دے۔ تو زیاد نے کہا کہ اے
امیر المؤمنین میری انگوٹھی لوہے کی ہے فرمایا کہ یہ بدبودار ہے اور
سڑ جاتی ہے۔ بغوی ابن عمرؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

خاتماً من ورِقٍ و كان فی يده ثم كان بعده فی يد ابی بكر ثم كان بعده فی يد عمر ثم كان بعده فی يد عثمان حتیٰ وقع بعده فی بیر اریس نقشه محمد رسول الله البغوی ان عمر بن الخطاب كان يتطيب بالمسك وروی انه اوصیٰ فی غسله ان لا یقربوه مسكاً وكان الحسن يكره المسك للميت ولا يكرهه للحی البغوی سئل انس بن مالك هل خضب رسول الله صلی الله عليه وسلم فقال لم يشنه الشيب ولكن خضب ابوبكر بالحناء والكتم وخضب عمر بالحناء البغوی عن انس ان النبی صلی الله عليه وسلم كان لا يتنور فاذا اكثر شعره حلقه وروی عن سعيد عن قتادة ان النبی صلی الله عليه وسلم لم يتنور ولا ابوبكر ولا عمر ولا عثمان البغوی عن جبير بن نفير قال قرئ علينا كتاب عمر بن الخطاب بالشام ولا يدخل الرجل الحمام الا بمئزر ولا تدخله المرأة الا من سقم واجعلوا اللهو فی ثلثة اشياء الخيل والنساء والنضال البغوی قال عمر بن الخطاب لرجل من النصاریٰ صنع له طعاماً بالشام ودعاه

ایک چاندی کی انگوٹھی بنوائی وہ آپ کے ہاتھ میں رہا کرتی تھی پھر آپ کے بعد ابوبکرؓ کے ہاتھ میں رہتی تھی پھر اُن کے بعد عمرؓ کے ہاتھ میں۔ پھر بعد میں عثمانؓ کے ہاتھ میں رہی۔ یہاں تک کہ پھر بعد کچھ زمانہ کے بیر اریس میں گر گئی۔ اُس کا نقش تھا محمد رسول اللہ۔ بغویؒ، یہ کہ عمرؓ بن الخطاب مشک کی خوشبو لگایا کرتے تھے۔ اور مروی ہے کہ اُنھوں نے اپنے غسل کے بارے میں وصیت کی تھی کہ مُشک اُن کے قریب بھی نہ لائی جائے۔ اور حسنؒ مُشک کو میت کے لئے مکروہ سمجھتے تھے اور زندہ کے لئے مکروہ نہ سمجھتے تھے۔ بغویؒ، انسؓ بن مالک سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا تو اُنھوں نے کہا کہ ان میں (سفیدی کا) عیب پیدا نہیں کیا تھا بڑھاپے نے۔ لیکن ابوبکرؓ نے مہندی اور وسمہ سے کیا اور عمرؓ نے خضاب کیا مہندی سے۔ بغویؒ انسؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نورے (یعنی چونے وہرتال) کا استعمال (بال اُتارنے کے لئے) نہیں کرتے تھے۔ جب بال زیادہ ہو جاتے تو آپ اُن کو مونڈ دیا کرتے تھے۔ اور روایت کیا گیا سعید سے وہ قتادہؓ سے کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے نورے کا استعمال نہیں کیا اور نہ ابوبکرؓ نے اور نہ عمرؓ نے اور نہ عثمانؓ نے۔ بغوی جُبیر بن نُفیر سے، کہا کہ ہم کو شام میں عمرؓ بن الخطاب کا خط سُنایا گیا (جس میں یہ ہدایات تھیں) اور کوئی شخص (عام) حمام میں بغیر تہبند باندھے داخل نہ ہو اور بغیر کسی بیماری (سے علاج کی وجہ) کے کوئی عورت (عام) حمام میں نہ داخل ہو۔ کھیل (دل لگی) تین چیزوں میں (محدود) رکھو، گھوڑوں میں، عورتوں میں، تیر اندازی میں۔ بغویؒ، عمرؓ بن الخطاب نے شام میں ایک عیسائی سے جس نے اُن کے لئے کھانا بنا کر ان کی دعوت کی تھی فرمایا کہ

إنا لا ندخل كنائسكم من اجل الصور۔
التي فيها البغوی عن ایوب عن
نافع قال بلغ عمر ان صفیة امراة عبد الله
ابن عمر سترت بیوتها بقرام او غیره
اهداه لها عبد الله بن عمر فذهب عمر و
هو یرید ان یهتکه فبلغهم فنزعوه البغوی
ان صفوان بن امیة تزوج فدعا عمر
ابن الخطاب الی بيته واذا بيته قد
ستر بهذه الأدم المنقوشة فقال
عمر لو كنتم جعلتم مكان هذا مسوحا كان
احمل للغبار من هذا البغوی ان عمر
ابن الخطاب شكى اليه رجل ما تلقى
امراته له من اهراقة الدم فقال رجل
لو كان يحل لي منها ما يحل لك
لقطعته فقال عمر بای شئ فقال
هو ذا عرق فلو كوی ذهب فبرأت فقال
عمر ولا یذهبه غيرها قال لا قال عمر
البسوها ثوبا و شقوا الموضع الذی
يريد و عالجها البغوی روی عن
عمر انه قال تعلموا من النجوم
ما تعرفون به القبلة والطريق ثم
امسكوا البغوی كتب عمر الى
ابی موسی الاشعری اما بعد فانی
آمركم بما امركم به القرآن
و انهاكم

ہم تمہارے گرجاؤں میں بوجہ اُن تصویروں کے داخل نہیں ہوتے جو اُن میں بنی ہوتی ہیں۔ بغویؒ ایوب سے وہ نافعؒ سے، کہا کہ عمرؓ کو یہ خبر پہنچی کہ عبداللہ بن عمرؓ کی بیوی صفیہؓ نے اپنے گھر میں مُنقّش پردہ یا کوئی اور ایسی ہی چیز لٹکائی ہے جو ہدیۃً ان کو عبداللہ بن عمرؓ نے دی ہے تو عمرؓ پہنچے اور ان کا یہ ارادہ تھا کہ اُس کو اُتار دیں تو اُن کو اس کی خبر مل گئی اور انھوں نے (عمرؓ کے پہنچنے سے پہلے ہی) اُس کو کھینچ لیا۔ بغویؒ روایت کرتے ہیں کہ صفوان بن اُمیہؓ نے نکاح کیا اور عمرؓ کو اپنے گھر میں بُلایا اور ان کے گھر میں اسی مُنقّش چمڑے کا پردہ لٹکا ہوا تھا تو عمرؓ نے کہا کہ اگر تم اس کی جگہ ایک کمبل لٹکا دیتے تو وہ اس سے زیادہ غبار کو روکنے والا ہوتا۔ بغویؒ عمرؓ بن الخطاب سے ایک شخص نے اپنی بیوی کے مرض کا حال بیان کیا جو اس کو خون کے جاری ہونے کا لاحق ہو رہا تھا تو اُس سے ایک شخص نے کہا کہ اگر میرے لئے اس عورت کے ساتھ وہ بات حلال ہوتی جو تیرے لئے ہے تو میں اس خون کو قطع کر دیتا تو عمرؓ نے کہا کہ کس چیز سے؟ تو اُس نے کہا کہ وہ یہ ہے کہ ایک رگ ہے اُس کو اگر داغ دیدیا جائے تو یہ مرض جاتا رہے گا پھر وہ تندرست ہو جائے گی تو عمرؓ نے کہا کہ اس کو بند کرنے کی اور کوئی تدبیر نہیں ہے؟ اُس نے کہا کہ نہیں۔ تو عمرؓ نے فرمایا کہ اُس کو کپڑا اڑھا دو اور اس مقام پر سے اُس کو پھاڑ دو جس کا یہ ارادہ کرتا ہے۔ اور اُس نے اُس عورت کا علاج کیا۔ بغویؒ، روایت کیا گیا ہے عمرؓ سے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ علم نجوم میں سے اتنا حصہ سیکھ لو جس کے ذریعہ سے قبلہ کو اور راستہ کو پہچان لو پھر رک جاؤ (ختم کردو)۔
بغویؒ، عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا اما بعد میں تم کو اُن باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا تم کو قرآن نے حکم دیا اور ان باتوں

عما نہٰکم عنہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم و آمرکم باتّباع الفقہ والسُّنۃ والتفہّم فی العربیّۃ واذا رأی احدکم رؤیا فلیقصّہا علی اخیہ فلیقل خیرًا لنا و شرًّا لاعدائنا ؕ البغوی عن قتادۃ قال جاء رجل الی عمر بن الخطّاب فقال انی رأیت کانّی اعشبت ثم اجدبت فقال عمر انت رجل تؤمن ثم تکفر ثم تؤمن ثم تموت کافرًا فقال الرجل لم ارشیئًا فقال عمر قد قُضی لک ما قُضی لصاحب یوسف ؕ البغوی قال ایّوب عن نافع اوغیرہ قال کان عمّال عمر اذا کتبوا الیہ بدؤا بانفسہم قال وجدتُ کتابًا من النّعمان بن مُقرن الی عبد اللہ امیر المؤمنین قال زیاد ما کان ہٰؤلاء الّا الاعراب ؕ البغوی عن تمیم بن سلمۃ قال لمّا قدم عمر الشام استقبلہ ابوعُبیدۃ بن الجراح فاخذ بیدہ فقبّلہا قال تمیم کانوا یرون انہا سُنّۃ ؕ

سے منع کرتا ہوں جن سے تم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا ہے اور میں تم کو فقہ اور سُنّت کے اتباع کا اور عربیت میں سمجھ پیدا کرنے کا حکم دیتا ہوں اور جب تم میں سے کوئی خواب دیکھے پھر اس کو اپنے بھائی سے بیان کرے تو چاہیئے کہ وہ یہ کہے کہ یہ ہمارے لئے اچھا ہے اور ہمارے دشمنوں کے لئے بُرا ہے۔ بغوی رح قتادہ رضؓ سے کہا کہ ایک شخص آیا عمر رضؓ بن الخطاب کے پاس اور کہا کہ مَیں نے دیکھا کہ گویا میں صاحب گیاہ ہوگیا (یعنی میرے بدن پر خوب گھاس اُگ آئی یا گھاس سے بھری ہوئی زمین میں پہنچ گیا) پھر مجھ پر خشک سالی آپڑی۔ تو عمر رضؓ نے کہا تو ایسا شخص ہے جو ایمان رکھتا ہے پھر تو کافر ہو جائے گا پھر مرے گا کافر ہونے کی حالت میں۔ تو اُس شخص نے کہا کہ مَیں نے تو کچھ نہیں دیکھا تو عمر رضؓ نے کہا کہ تیرے لئے فیصلہ ہو چکا جو فیصلہ ہوا تھا یوسفؑ کے (قید خانہ کے) ساتھی کے لئے۔ بغوی رح، کہا ایوب نے روایت ہے نافع رح وغیرہ سے کہا کہ عمر رضؓ کے عاملوں کی عادت تھی کہ جب اُن کی طرف بھیجنے کے لئے کوئی خط لکھتے تو اپنے نفوس سے خط کی ابتداء کرتے کہا کہ میں نے ایک خط اس طرح کا پایا من النّعمان بن مقران الخ (یہ خط نعمان بن مقرن کی طرف سے ہے، اللہ کے بندے امیر المؤمنین کے نام) زیاد نے کہا کہ ایسے لوگ اعرابؔ ہی ہوتے تھے (اس طرف اشارہ کیا کہ ادب کے خلاف کرتے تھے)۔ بغوی رح تمیم بن سلمہ سے کہا کہ جب عمر رضؓ شام تشریف لے گئے تو ابو عبیدہ رضؓ بن الجراح رضؓ نے ان کا استقبال کیا تو ان کا ہاتھ پکڑا پھر اس کو بوسہ دیا۔ تمیم نے کہا کہ اصحاب کی رائے یہ تھی کہ یہ سنت ہے

ع۵ جو تخیلات نفس ناطقہ بیداری میں مشاہدہ کرتا رہتا ہے وہ اس رؤیا کے مرتبہ میں ہیں جو سونے کی حالت میں انسان دیکھتا ہے۔ وہ بیداری کے خواب ہوتے ہیں جو سونے کے زمانہ کے خوابوں کی طرح قابل تاویل ہیں، قید خانے میں حضرت یوسف علیہ السلام سے جب شاہی ساقی اور باورچی نے اپنے اپنے رؤیا بیان کئے تو تعبیر سُننے کے بعد باورچی نے بھی اس کو اپنا خواب ہونے سے انکار کیا تو یوسفؑ نے فرمایا کہ اب انکار لا حاصل ہے قُضی الامر الذی فیہ تستفتیٰن "قُضی لصاحب یوسف" سے اس جانب اشارہ مقصود ہے ۱۲

۵ اعراب کے معنے دیہاتی اور گنوار کے بھی ہیں، اور فصحاء و بلغاء کے بھی ۱۲

البغوي قال حميد بن زنجويه يكره التسمي باسماء الملائكة مثل جبرئيل وميكائيل لان عمر بن الخطاب قد كرهه. ذلك ولم ياتنا عن احد من الصحابة ولا التابعين انه سمى ولدا باسم احد منهم البغوي عن الشعبي عن مسروق قال سألني عمر رضي الله عنه مسروق ابن من قلت مسروق بن الاجدع قال الاجدع اسم شيطان انت مسروق بن عبدالرحمن البغوي ان رجلا خطب فاكثر فقال عمر ان كثيرا من الخطب من شقاشق[۵] الشيطان شبه الذي يتفيهق (شقشقہ بالکسر ریشہ شتر کہ وقت مستی از دہان بیرون آرد ۱۲) في كلامه ولا يبالي بما قال من صدق او كذب بالشيطان البغوي كان عمر لا ينكر النصب والحداء ونحوها (نوعی از حدی عرب از آن لغتی باشد و حداء سرودی کہ بدان شتر رانند ۱۲) وهذا آخر ما يسر الله تعالى لنا من تدوين مذهب امير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي الله عنه في هذه الحالة والحمد لله اولا وآخرا وظاهرا وباطنا وصلى الله على خير خلقه محمد وآله واصحابه اجمعين۔

هرچند آنچه نوشتیم بغایت مختصر است به نسبت مذهب فاروق اعظم رضی الله عنه اگر تتبع کتب

بغویؒ، کہا حمید بن زنجویہ نے کہ فرشتوں کے نام پر نام رکھنا مکروہ ہے مثل جبرئیل و میکائیل کے کیونکہ عمرؓ بن الخطاب نے اس کو مکروہ قرار دیا اور صحابہؓ و تابعینؒ میں کسی کی نسبت ہمارے پاس کوئی ایسی روایت نہیں پہنچی کہ انھوں نے اپنی کسی اولاد کا نام ان میں سے کسی کے نام پر رکھا ہو۔ بغویؒ شعبیؒ سے وہ مسروقؒ سے، کہا مجھ سے عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ مسروق کس کا بیٹا ہے۔ میں نے کہا کہ مسروق اجدع کا بیٹا تو انھوں نے کہا کہ اجدع شیطان کا نام ہے تو مسروق ابن عبدالرحمن ہے۔ بغوی، ایک شخص نے خطبہ دیا اور بہت بولا تو عمرؓ نے فرمایا کہ بہت سے خطبے شیطانی بَڑ میں سے ہوتے ہیں۔ آپ نے اس شخص کو جو اپنے کلام میں سخن سازی کے درپے ہوتا ہے اپنے قول میں سچ اور جھوٹ کی پرواہ نہیں کرتا اس کو شیطان سے تشبیہ دی۔ بغوی عمر رضی اللہ عنہ نصب اور حُدی اور اس طرح کی باتوں کا انکار نہیں کرتے تھے (یہ اونٹ کو مست کرنے والے گانوں کے نام ہیں)۔ یہ اس مضمون کا آخر ہے جس کو اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر آسان کردیا امیر المؤمنین عمر بن الخطّاب رضی اللہ عنہ کا مسلک مدوّن کرنے کے سلسلہ میں۔ اور قابلِ تعریف صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو اوّل بھی ہے اور آخر بھی اور ظاہر بھی ہے اور باطن بھی و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمدؐ و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

جو کچھ ہم نے لکھا ہے بہ نسبت مذہب فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے اگرچہ وہ نہایت مختصر ہے اور کتابوں میں کما حقہ تلاش و جستجو

---

۵ شقاشق جمع ہے شقشقہ کی۔ اونٹ کے بڑبڑانے اور آواز کرنے کو شقشقہ کہتے ہیں اور اس لوتھڑے کو بھی شقشقہ کہتے ہیں جو کہ اونٹ اپنے منہ سے مستی اور جماع کی خواہش کے وقت نکالتا ہے کہتے ہیں کہ یہ خاصہ عربی اونٹ کا ہے ۱۲ لغات الحدیث

بکار بریم دو ثلث بران مزید شود و اگر تصحیح و تسقیم روایات و ترجیح بعض بر بعض و بیان آنچہ سلف دران باب تکلم کردہ اند علیٰ ما ینبغی بتقدیم رسانیم مجلدی ضخیم بہم رسد و اینہمہ در حالت راہنہ میسر نیست لیکن برائی اثبات آنچہ در صدر مقالہ تقریر نمودیم کہ نسبت مجتہدین با فاروق اعظم رضہ مانند نسبت مجتہد منتسب مطلق است با مجتہد مستقل و مذہب فاروق اعظم رضہ بمنزلہ متن است و مذاہب اربعہ بمنزلہ شروح الیٰ غیر ذٰلک مما بسطنا فی صدر المقالۃ کافی است دل خالی از تعصب و گوشِ شنوا می باید وبس چون آن این مبحث بحمد اللہ وحسن توفیقہ باتمام رسید مصلحت آن نماید کہ دو نکتہ دیگر کہ باستقراء تمام واز تتبع گوشہائے سخن و فحاوی آثار شناختہ ایم بآن ملحق کنیم۔

نکتۂ اُولیٰ در زمانِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مردمان در ہمہ انواعِ علوم چشم بر جمالِ آنحضرت و گوشش بآوازِ وے صلے اللہ علیہ وسلم بودہ اند ہرچہ پیش می آمد از مصالحِ جہاد و ہدنہ و صلح و عقد جزیہ و احکامِ فقہیہ و علوم زہدیہ ہمہ ازان حضرت استفسار می نمودند گویا الیوم از شکم مادر بظہور آمدہ اند چہ علوم رسمیہ و تجربیہ کہ پیش از بعثتِ سید الرسل علیہ افضل الصلوات

کی جائے تو اس پر دو ثلث کا اضافہ ہو جائے اور اگر روایات کی صحت وسقم پر کلام کیا جائے اور بعض روایت کو بعض پر ترجیح دینے اور ان امور کے بیان کرنے پر بقدر مناسب اقدام کیا جائے جن پر سلف نے اس باب میں کلام کیا ہے تو ایک ضخیم جلد تیار ہو سکتی ہے اور یہ سب کام کرنا اس حالت میں جس میں کہ ہم گرفتار ہیں دشوار ہے لیکن اس بات کے ثابت کرنے کے لئے جس کی تقریر ہم اس مقالہ کی ابتداء میں کر چکے ہیں کہ ائمہ مجتہدین کی نسبت فاروقِ اعظم رضہ کے ساتھ وہ ہے جو مجتہد منتسب مطلق کی نسبت ہوتی ہے مجتہدِ مستقل کے ساتھ اور فاروقِ اعظم رضہ کا مذہب بمنزلہ متن کے ہے اور مذاہب اربعہ اس کی شروح کے مرتبہ میں ہیں اور دیگر امور جن کو ہم نے ابتداء مقالہ میں مفصل ذکر کیا ہے، (جو کچھ ہم نے جمع کر دیا ہے) کافی ہو البتہ ایسا دل ہونا چاہیے جو تعصب سے خالی ہو اور ایسے کان ہونے چاہئیں جو سننے والے ہوں اور بس۔ جب یہ مبحث بحمد اللہ اس کی حسنِ توفیق سے اتمام کو پہنچ گیا تو اب مصلحت یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہم اس کے ساتھ دو نکتے اور ملحق کر دیں جن کو ہم نے تمام احادیث کے مجموعہ کو پیشِ نظر لا کر اور بات کے گوشوں پر اور آثار کے انداز کلام کو سامنے رکھ کر پہچانا ہے۔

نکتۂ اُولیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں علوم کی تمام انواع میں لوگوں کی آنکھیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جمال پر اور اُن کے کان آپ کی آواز پر لگے رہتے تھے جو کچھ بھی پیش آتا تھا از قسم مصالحِ جہاد و مصالحت و عقد جزیہ و احکام فقہیہ و علوم تزکیۂ نفس سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی پوچھتے تھے گویا آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہیں کیا علوم رسمیہ و تجربیہ جو کہ حضرت سید الرسل علیہ افضل الصلوات

والتسلیمات معلوم ایشان بود ہمہ در سطوتِ فیوضِ نازلہ از جانب مدبّر السمٰوات والارض جلّت قدرتہٗ متلاشی گشتہ در ہر باب غیر انتظار حکم حضرت مخبر صادق وخلیفۂ ایشان نبود چون نوبتِ خلافتِ خاصّہ رسید شیخین رض در مجالس متعددہ تمیز و تفریق در منصب نبوت و منصب خلافت بیان نمودند و فے الجملہ طریقِ مشاورت در مسائل اجتہادیہ وتتبّع احادیث از مظانّ آن کشادہ شد معہٰذا بعد عزم خلیفہ بر چیزے مجالِ مخالفت نبود در جمیع این امور شذر و مذر نمی رفتند بدون استطلاع رائی خلیفہ کارے را مصمّم نمے ساختند لہٰذا درین عصر اختلافِ مذاہب و تشتّتِ آرا واقع نشد ہمہ بریک مذہب متفق و بریک راہ مجتمع وآن مذہب خلیفہ ورائے او بود روایتِ احادیث و فتوٰے و قضا و مواعظ مقصور بود در خلیفہ یا کسے کہ نائبِ خلیفہ باشد بامراد قالَ النّبی صلّے اللہ علیہ وسلّم لا یَقُصُّ اِلاّ امیر او مَامور او مُختال متکبّر و قالَ عمر رض فے الفتاوٰے والقضاء وَلِّ حارّھا مَن تَوَلّٰے قارّھا چون نوبت خلافت حضرت مرتضٰے رسید بحکم تقدیر الٰہی تفرّق امّت پدید آمد و اکثر بلدان از طاعتِ خلیفہ بر آمدند آنگاہ حیرت گونہ بعلماء و فقہاء

والتسلیمات کی بعثت کے پہلے سے اُن لوگوں کو معلوم تھے وہ سب مدبّر السمٰوات والارض جلّت قدرتہٗ کی جانب سے نازل ہونے والے فیوض کے غلبہ و قہر میں نابود ہو گئے تھے۔ ان صاحبان کا ہر باب میں بجز اس کے کہ مخبر صادق کی بارگاہ سے صادر ہونیوالے حکم کا انتظار کریں کوئی اور معمول نہ تھا۔ جب خلافتِ خاصّہ کی نوبت پہنچی تو شیخین رض نے متعدد مجالس میں منصبِ نبوّت اور منصبِ خلافت میں تمیز اور تفریق بیان فرمائی اور مسائل اجتہادیہ میں مشاورۃ اور احادیث کے تتبع کی جہاں مظنّۂ اجتہاد موجود ہو راہ فے الجملہ کُشادہ ہو گئی۔ اس کے بعد کسی چیز پر خلیفہ کے عزم کر لینے کے بعد کسی کو مخالفت کی مجال نہ تھی۔ ان تمام امور میں اِدھر اُدھر نہیں بھٹکتے تھے۔ خلیفہ کی رائے سے مطلع ہوتے بغیر کسی کام کو مصمّم نہیں کرتے تھے اس لئے اس زمانے میں اختلاف مذاہب اور آراء میں اختلاف واقع نہیں ہوا۔ سب لوگ ایک مذہب پر متفق اور ایک راہ پر مجتمع تھے اور وہ بھی خلیفہ کا مذہب اور اس کی رائے۔ احادیث کی روایت اور فتوے کا دینا مواعظ کا بیان کرنا محدود تھا خلیفہ میں یا جو اس کے حکم سے خلیفہ کا نائب ہو۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وعظ و قصص کوئی شخص نہ کہے گا بجز تین کے، امیر ہو یا جس کو حکم دیا گیا ہو یا متکبر (اپنے کو عالم سمجھنے والا) اور عمر رض نے فتاویٰ اور قضاء کے بارے میں فرمایا وَلِّ حارَّھا مَن تَوَلّٰی قارّھا (یہ ارشاد حضرت ابن مسعود رض سے اُن کو فتاوٰی سے روکنے کے لئے فرمایا تھا کہ تکلیف دہ کام ان ہی کے لئے چھوڑ دو جو اس سے راحت پانے والے ہیں)

جب حضرت مرتضٰے کرم اللہ وجہہٗ کی خلافت کی نوبت پہنچی تو تقدیر الٰہی کے حکم سے اُمّت میں تفرقہ پیدا ہو گیا اور اکثر شہر خلیفہ کی اطاعت سے باہر ہو گئے۔ اس موقع پر عُلماء و فقہاء ایک گونہ مبتلائے حیرت

روئے داو ہنوز انتظار داشتند کہ امروز و فردا خلافت
منتظم گردد چون ایام خلافتِ خاصہ بالکلیہ منقرض
شد و خلافتِ عامہ ظہور نمود و صورتِ اجتماع بہم
آمد و علماء در ہر بلدے مشغول بافادہ شدند ابنِ
عباس رض در مکہ فتوی میدہد و حدیث روایت میکند و
تفسیر قرآن می نماید و عائشہ صدیقہ رض و عبداللہ
ابن عمر رض در مدینہ حدیث را روایت می نمایند و
یارانِ خاص و اولاد و اقاربِ ایشان از
ایشان اخذِ فقہ می کنند و ابوہریرہ رض اوقاتِ خود
را بر اکثارِ روایتِ حدیث مصروف می سازد و
فقہائے مدینہ ازوے یاد میگیرند و ابوسعید خدری و
جابر رض و غیر ایشان نیز علیٰ قدر الحال روایت
می کنند و انس رض و عمران بن حصین در بصرہ و براء
ابن عازب بحدیث و اصحابِ عبداللہ بن مسعود رض
بفقہ در کوفہ مشغول می شوند و عبداللہ بن عمرو
ابن العاص و ابوالدرداء و ابوامامہ باہلی و غیرہم
در شام روایت می نمایند بالجملہ بہر ناحیہ صحابی یا
تابعی بمقامِ افادہ در آمد و جماعۂ بحکم اصحابی
کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم ازوے اخذ
نمودند زیرا کہ تقدیمِ خلیفہ منصوب در فقہ بر
سائر فقہاء امت و در مقاماتِ صوفیہ بر سائر صالحین
امت مسلّم نبود و اشتغالِ خلیفہ بافادات نہ
چون اشتغالِ خلفاء پیشین بود بالجملہ درین ایام
اختلاف در فتاوی پیدا شد یکے را بر دیگرے
اطلاع نہ و اگر اطلاع شدہ مذاکرہ

ہوگئے مگر پھر بھی وہ انتظار کرتے رہے کہ آج کل میں خلافت
منتظم ہوجاتے۔ جب "خلافتِ خاصہ" کے ایام بالکلیہ ختم
ہوگئے تو "خلافتِ عامہ" نے ظہور کیا اور اجتماع کی صورت بنی اور
علماء ہر شہر میں فائدہ رسانی میں مشغول ہوگئے۔ ابن عباس رض
مکہ میں فتوے بھی دیتے تھے اور حدیث کی روایت اور تفسیر قرآن
بھی کرتے تھے اور عائشہ صدیقہ رض و عبداللہ بن عمر رض مدینہ
میں حدیث کی روایت کرتے تھے اور اُن کے یارانِ خاص اور اولاد
و اقارب اُن سے فقہ اخذ کرتے تھے۔ اور ابوہریرہ رض بکثرت روایات
حدیث پر اپنے اوقات کو مصروف رکھتے اور فقہاء مدینہ اُن سے یاد
کرتے رہتے تھے۔ ابوسعید خدری رض اور جابر رض اور دیگر حضرات
بھی اپنے حال کے بقدر روایت کرتے تھے۔ اور انس رض و عمران بن
حصین رض بصرہ میں اور براء بن عازب رض حدیث میں اور عبداللہ رض
ابن مسعود کے اصحاب کوفہ میں فقہ کے ساتھ مشغول ہوگئے اور
عبداللہ بن عمرو بن العاص رض اور ابوالدرداء رض اور ابوامامہ باہلی رض
و غیرہم شام میں روایت کرتے رہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر علاقہ
میں کوئی صحابی رض یا تابعی رح مقام افادہ پر آئے اور ایک جماعت
نے بحکم "اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم" (میرے اصحاب
مثل ستاروں کے ہیں ان میں سے جس کی تم اقتداء کرلوگے ہدایت
یافتہ بن جاؤگے) اُن سے اخذ کیا۔ کیونکہ خلیفہ منصوب کا (جس
کو منصبِ خلافت پر متمکن کردیا گیا ہو) فقہ میں تمام اُمت سے
پیش قدم ہونا اور مقاماتِ صوفیہ میں تمام صالحین اُمت پر
اس کا مقدم ہونا مسلّم نہیں رہا اور خلیفہ کا افادات میں مشغول ہونا
مثل پہلے خلفاء کے مشغول رہنے کے نہیں واقع ہوا۔ الغرض
ان ایام میں فتاوے میں اختلاف پیدا ہوا، ایک کو دوسرے
کی رائے کی اطلاع نہیں ہوتی اور اگر اطلاع ہوتی تو باہمی گفتگو کی

واقع نہ واگر مذاکرہ بمیان آمد ازاحۃ شبہہ وخروج از مضیق اختلاف بقضائے اتفاق میسّر نہ بسیارے از احادیث خبر واحد روایت فرد عن فرد بہم رسید واگر تتبع کنی روایتِ علماء صحابہ رض کہ پیش از انقراض خلافتِ خاصّہ از عالم گزشتہ اند بغایت کم یابی وجمعے کہ بعد ایام خلافت ماندہ اند ہرچہ روایت کردہ اند بعد ایام خلافتِ خاصّہ روایت کردہ اند حدیث بسیارے ازیں جماعہ مُرسل است واسطۂ صحابی دیگر ہست مگر از جہتِ اختصار راہِ ارسال سپردہ اند لیکن مرسلِ صحابی حکم متصل دارد اخرج مسلم عن معاویۃ بن ابے سفیان رض قال علیکم من الاحادیث بما کان فی زمان عمر رض بن الخطاب فانہ کان یُخیف الناس فے اللہ عزّ وجلّ اوکما قال وروے عن ابن مسعودؓ انہ قال مَن کان مُستنًّا فلیستنّ بمن قد ماتَ فان الحیّ لایؤمن علیہ الفتنۃ اولٰئک اصحابُ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کانوا افضلَ ہٰذہ الامّۃ ابرّہا قلوبًا و اعمقہا علمًا و اقلّہا تکلّفًا اختارہم اللہ لصحبۃِ نبیّہ و لاقامۃِ دینہ فاعرفوا لہم فضلہم و اتبعوہم علے اثرہم وتمسّکوا بما استطعتم من اخلاقہم وسیرہم فانہم کانوا علے الہدیٰ المستقیم و معلوم است کہ ابنِ مسعودؓ در آخر خلافتِ ذی النورین رض از عالم رفتہ و قال الشافعی

نوبت نہ آئی۔ اور اگر مذاکرہ کی نوبت آئی بھی تو شبہ کا دفعیہ اور تنگنائے اختلاف سے فضائے اتفاق میں نکلنا میسر نہ ہوا (ہر ایک اپنی اپنی رائے پر قائم رہا)۔ خبرِ واحد کی قسم کی بہت سی احادیث جن میں ایک فرد کی روایت ایک فرد سے ہے جمع ہوگئیں، اور اگر تم جستجو کروگے تو ایسے علماء صحابہ رض کی روایتیں جو کہ خلافتِ خاصہ کے منقطع ہونے سے پہلے دنیا سے رخصت ہوگئے بہت کم پاؤگے اور اُن لوگوں نے جو کہ بعد ایام خلافت باقی رہے جو کچھ روایت کیا ہے ایام خلافت خاصہ کے بعد روایت کیا ہے۔ اس جماعت کی بہت سی حدیثیں مُرسل ہیں، دوسرے صحابی کا واسطہ بھی ہے مگر بنا بر اختصار ارسال کی راہ اختیار کرلی لیکن صحابی کی مُرسل حدیث متصل کا حکم رکھتی ہے۔ مسلم نے روایت کیا معاویہ بن ابی سفیان سے کہ انھوں نے کہا کہ تمھیں اُن احادیث کو لینا چاہیے جو عمر رض بن الخطاب کی زمانہ کی ہیں کہ وہ لوگوں کو اللہ کا خوف دلاتے رہتے تھے یا اور کسی طرح کہا۔ اور مروی ہے ابن مسعود رض سے کہ انھوں نے کہا کہ "جو شخص سُنّت کو اخذ کرنا چاہے تو چاہیے کہ سنت کو اخذ کرے اُس سے جو مرچکا ہے کیونکہ زندہ فتنہ میں مبتلا ہونے سے محفوظ نہیں، وہ اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم تھے جو اس امت کے سب سے افضل حضرات تھے۔ نیکی میں اُن کے قلوب بہت بڑھے ہوئے تھے ان کا علم سب سے گہرا تھا ان میں تکلّف سب سے کم تھا۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کی اقامت کے لئے چُن لیا تھا تو اُن کی فضیلت کو پہچانو اور ان کے پیچھے پیچھے چلتے رہو اور جہاں تک ہوسکے اُن کے اخلاق اور اُن کی سیرتوں کو دلیل بناتے رہو کیونکہ یہ وہ لوگ تھے جو سیدھی راہ پر تھے"۔ اور یہ معلوم ہے کہ ابن مسعود رض ذی النورین رض کی آخر خلافت میں دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔ اور امام شافعی رح

اذا صِرْنا فی التقلیدِ فقولُ الائمۃ ابی بکر و عمر و عثمانَ قال فی القدیم و علیؓ احبُّ الینا من قولِ غیرِہم ہر چند جمیع صحابہ عدول اند و روایتِ ایشان مقبول و عمل بموجب آنچہ بروایتِ صدوق از ایشان ثابت شود لازم اما و رمیان آنچہ از حدیث و فقہ در زمن فاروقِ اعظمؓ بود و انچہ بعد وی حادث شدہ فرق مابین السمٰوات والارض است **بیت** آسمان نسبت بعرش آمد فرود ؛ ورنہ بس عالیست پیشِ خاک تود نکتۂ ثانیہ باستقراء تام معلوم شد کہ فاروقِ اعظمؓ نظرِ دقیق در تفریق میانِ احادیث کہ بہ تبلیغِ شرائع و تکمیلِ افرادِ بشر تعلق دارد از غیر آن مصروف می ساخت لہٰذا احادیثِ شمائلِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و احادیثِ سُننِ زوائد در لباس و عادات کمتر روایت میکرد بدو وجہ یکی[1] آنکہ اینہا از علومِ تکلیفیہ تشریعیہ نیست بحتمل کہ چون اہتمام تام بروایتِ آن بکار برند بعض اشیاء از سُننِ زوائد بسُننِ ہدیٰ مشتبہ گردد و یحتمل کہ شغل قوم باین احادیث از شغل بشرائع مانع آید دیگر[2] آنکہ جمعے کہ بشرفِ صحبتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسیدہ بودند درزمانِ فاروقِ اعظمؓ بسیار بودند احتیاج بتعلیمِ این اشیاء واقع نشد و اخرج الدارمی عن الشعبی عن قرظۃ قالَ بعثَ عمر بن الخطاب رہطًا من الانصارِ الی الکوفۃ فبعثنی معہم

نے کہا کہ جب ہم تقلید کو اختیار کریںگے تو ائمہ ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ (اور پہلے دور میں علیؓ کا نام بھی کہتے تھے) کے اقوال ہم کو زیادہ محبوب ہیں دوسروں کے قول سے۔ ہر چند کہ تمام صحابہؓ عدول ہیں اور اُن کی روایتیں مقبول اور جو کچھ بروایتِ صدوق اُن سے ثابت ہوا اس پر عمل بھی لازم ہے مگر حدیث و فقہ کے بارے میں جو کچھ فاروقِ اعظمؓ کے زمانہ میں ہو چکا ہے اُس میں اور جو کچھ اُن کے بعد حادث ہوا اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ بیت آسمان نسبت بعرش الخ (ترجمہ) آسمان بہ نسبت عرش کے نیچا ہے۔ ورنہ اس تودۂ خاک (یعنی زمین) سے تو بہت بلند ہے۔ نکتۂ ثانیہ۔ پورے غور و خوض سے معلوم ہوا کہ فاروقِ اعظمؓ اُن احادیث کو جو تبلیغِ احکامِ شرع اور افرادِ بشر کی تکمیل سے تعلق رکھتی ہیں دوسری قسم کی احادیث سے جدا کرنے میں نظرِ دقیق سے کام لیتے تھے لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شمائل کی احادیث اور سُننِ زوائد کی احادیث جو لباس و عادات سے متعلق ہیں کمتر روایت کرتے تھے دو[2] وجہ سے ایک یہ کہ یہ علومِ تکلیفیہ شرعیہ میں سے نہیں ہیں، احتمال ہوتا ہے کہ جب ایسی روایتوں میں پورا اہتمام عمل میں لایا گیا تو بعض اشیاء جو سُننِ زوائد میں سے ہیں سُننِ ہدیٰ سے مشتبہ ہو جائیں گی۔ اور یہ احتمال بھی ہوتا ہے کہ ان احادیث میں قوم کی مشغولیت شرائع کی مشغولیت سے مانع ہو جائے گی۔ دوسری[2] وجہ یہ ہے کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرفِ صحبت سے مشرف ہوئے تھے وہ فاروقِ اعظمؓ کے زمانہ میں بہت تھے ان اشیاء کی تعلیم کی حاجت ہی واقع نہیں ہوئی۔ دارمی نے روایت کیا شعبی سے انھوں نے قرظہ سے، کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نے انصار کا ایک قافلہ کوفہ کی طرف روانہ کیا اور مجھے بھی اُن کے ساتھ بھیجا تھا تو عمرؓ نے

فجعل یمشی معنا حتی اتی ضرار و ضرار ماء فی طریق مکۃ فجعل ینفض الغبار عن رجلیہ ثم قال انکم تاتون الکوفۃ فتاتون قوما لھم ازیز بالقرآن فیاتونکم فیقولون قدم اصحاب محمد فیاتونکم فیسالونکم عن الحدیث فاقلوا الروایۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا شریککم قال ابو محمد ھو الدارمی معناہ عندی الحدیث عن ایام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس السنن و الفرائض قلت والاوجہ عندی ان معناہ الحدیث عن الشمائل والعادات مما لم یتعلق بہ حکم شرعی او معناہ الحدیث علی سبیل الظن فیما لم یتثبت فیہ ولم یجتھد فی حفظہ عند التحمل او الاداء و ہمچنین از فاروق اعظم رض اہتمام بصیغ ادعیہ موقتہ باوقات خاصہ یا مسببہ باسباب معینہ کمتر بظہور انجامید گویا میدانست کہ مدار فضائل مخ این ادعیہ است یعنی التجا بجناب قدس و توجہ باو و منشاء آن توکل است و شکر وسپاس بر مقامات آخرج ابوداود عن سہل بن معاذ بن انس عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال

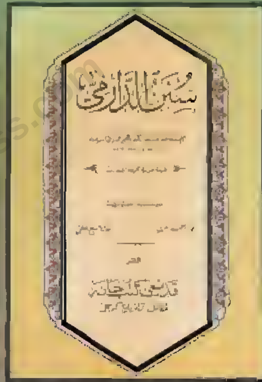
ہمارے ساتھ چلنا شروع کیا یہاں تک کہ ضرار آگئے اور ضرار ایک پانی ہے مکہ کے راستہ میں تو آپ نے اپنے دونوں پاؤں سے غبار جھاڑنا شروع کیا۔ پھر کہا کہ تم لوگ کوفہ پہنچو گے اور ایسے لوگوں سے ملو گے جو (خشیتِ الٰہی سے) قرآن کو بھرّاتی ہوئی آواز سے پڑھنے والے ہوں گے۔ وہ تمہارے پاس آئیں گے اور آپس میں کہیں گے کہ اصحابِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں تو وہ تمہارے پاس آکر تم سے حدیث کے بارے میں سوال کرینگے تو تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایتیں نقل کرنے میں کمی کرنا اور میں تمہارا شریک ہوں۔ ابو محمد یعنی دارمی نے کہا کہ میرے نزدیک اس کے (یعنی حدیث کے بارے میں سوال کرنے کے) یہ معنی ہیں کہ ایسی حدیث مراد ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جنگوں کے احوال سے تعلق رکھتی ہو نہ کہ سُنن اور فرائض سے تعلق رکھنے والی۔ میں کہتا ہوں کہ بہتر توجیہ میرے نزدیک یہ ہے کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ ایسی حدیث جو شمائل (خصائل طبعی) اور عادات کے بارے میں ہو، جس سے کوئی شرعی حکم متعلق نہ ہو یا اس کے معنے ایسی حدیث کے ہیں جس میں پختگی حاصل نہ ہو اور پوری کوشش نہ کی گئی ہو اس کے حفظ میں اس کے حاصل ہونے کے وقت اور انداز بیان کے سمجھنے میں۔ اور اسی طرح فاروقِ اعظم رضؓ سے ایسی دعاؤں کے مخصوص الفاظ کے اہتمام میں جو اوقاتِ خاصہ کے ساتھ مخصوص ہیں یا اسبابِ معیّنہ میں سے کسی سبب کے ساتھ مُسبّب ہیں کمتر کوشش ظہور میں آتی ہے۔ گویا وہ یہ جانتے تھے کہ فضائل کا مدار ان دعاؤں کے مغز پر ہے، یعنی بارگاہِ اقدس میں التجا اور اس کی طرف توجہ اور اس کا منشاء توکّل ہے اور شکر اور اللہ کی حمد کرنا مناسب مواقع پر۔ ابوداود نے روایت کیا سہل بن معاذ ابن انس رضؓ سے، وہ اپنے باپ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَن اَکَلَ طعاماً ثم قالَ الحمدُ للّٰہ الّذِی اطعمنی ہٰذا الطعامَ وَرزَقَنیہِ مِن غیر حولٍ مِنّی ولا قوّۃ غفرلہ ماتقدّم من ذنبہٖ ومَن لَبِسَ ثوباً فقالَ الحمدُ للّٰہ الّذی کسانی ہٰذا وررَقنیہِ من غیر حولٍ مِنّی ولاقوّۃٍ غُفِرلہ ماتقدَّم من ذنبہٖ وماتأخَّر پس گویا فاروقِ اعظم رضؓ درمثلِ این حدیث مدارِ افضلیّت نظردوختن بمُسبَّب اسباب دانستہ وانداختنِ اسباب ازنظرِ اعتبار انگاشتہ نہ خصوصِ این کلماتِ مبارکات وگویا تشریعِ خصوصیۃِ این کلمات بنسبتِ آبرار است وتشریعِ مخّ واصول ومنشاءِ آن برائے سابقین۔

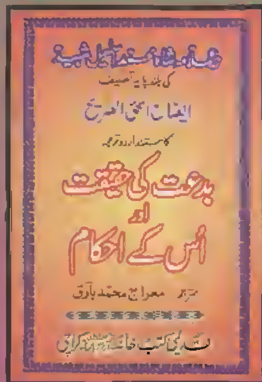
کہ جس نے کھانا کھایا پھر کہا الحمد للّٰہ الّذی الخ یعنی اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے کھانا کھلایا اور مجھے عطا کیا بغیر اس کے کہ مجھ میں (اس کے پیدا کرنے کی) کچھ طاقت اور قوّت ہو" تو جتنے گناہ اس سے سرزد ہوتے وہ سب معاف کر دیتے جائیں گے۔ اور جس نے کپڑا پہنا پھر کہا الحمد للّٰہ الّذی الخ یعنی اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے یہ پہنایا اور یہ مجھے عطا کیا بغیر اس کے کہ مجھ میں (اسکے پیدا کرنے کی) کچھ طاقت اور قوّت ہو" تو جتنے گناہ اس کے اگلے یا پچھلے ہوں گے وہ معاف کر دیتے جائیں گے۔ تو گویا فاروقِ اعظم رضؓ نے اس جیسی حدیث میں افضلیّت کا مدار مُسبّبِ اسباب پر نظر کا جمانا سمجھا اور اسباب کا نظرِ اعتبار سے ساقط کرنا خیال کیا، نہ کہ ان کلماتِ مبارکات کی خصوصیت۔ اور گویا ان کلمات کی خصوصیّت کی تشریع .... ابرار (یعنی عام صالحین) کے لئے ہے اور ان کلمات کے مغز اور اصُول اور منشاء کی تشریع سابقین (مقرّبین) کے لئے ہے۔

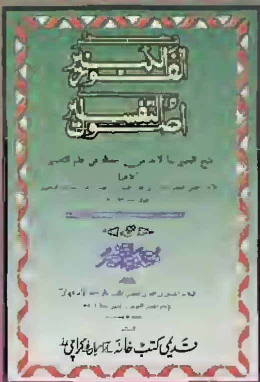
الحمد للّٰہ علٰی احسانہ کہ آج بیوم چہارشنبہ مورخہ ۷ رمضان ۱۳۸۳ھ کو جلد ثالثؒ ازالۃ الخفاء کے ترجمہ سے بمقام دیوبند فراغت ہوئی اور اسکے بعد جلد رابع شروع کر دی گئی۔ ربّنا تقبّل منّا انک انت السّمیع العلیم وصلّی اللّٰہ علٰی خیر خلقہٖ سیّدنا ومولانا محمّدٍ وّعلٰی آلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔ **اشتیاق احمد عفا اللہ عنہ**





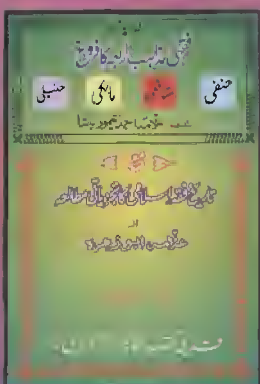










قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی